سلسلۂ سوانح معصومین علیہم السلام نمبر (۵)

اُولٰٓئِکَ عَلَیۡہِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَرَحۡمَۃٌ

طبع جدید

ذبحِ عظیم

۱۳۵۰ھ

یعنی

سوانحِ عمری جناب امام حسین علیہ السلام

مؤلفہ و مرتبہ

خان بہادر مولوی سید اولاد حیدر صا[illegible]ی

مؤلف

سیرۃ المصطفیٰ ۔ السیدہ ۔ سراج المبین ۔ شرح جوشن ۔ ذبح عظیم ۔ صحیفۃ العابدین ۔ مآثر الباقریہ ۔ آثار جعفریہ ۔ علوم کاظمیہ ۔ تحفۂ رضویہ ۔ تحفۃ المتقین ۔ سیرۃ النقی ۔ العسکری

ذوالقعدہ ۱۳۵۰ھ

۱۹۳۰ء

لواعج الاحزان

یہ وہ نادر الوجود کتاب ہے جسمیں مصائب جناب سید الشہدا روحنا لہ الفدا اور دیگر شہدائے کربلا کو نہایت تحقیق کیساتھ قلمبند کیا گیا ہے اور نہ صرف یہی بلکہ چہاردہ معصومین علیہم السلام کی ولادت وشہادت کی مجالس کو بھی سلسلہ وار درج کیا گیا ہے۔ عام حضرات کی واقفیت کے لئے ہر معصوم کے ضروری حالات ایک جدول میں دکھائے گئے ہیں اور انکے آباؤ اجداد اور اولاد کی تفصیل کیلئے نہایت صحیح اور شاندار شجرے شامل کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب جناب حاجی مولوی سید مقبول صاحب کربلائی اعلی اللہ مقامہ کی تحریک سے عالم جلیل مصنف تحفۃ البلاغہ وسواء السبیل امام الجمعۃ والجماعۃ فخر الحاج مولانا مولوی السید محمد مہدی صاحب قبلہ نے نہایت محنت وجانکاہی اور کمال کوشش کے ساتھ تصنیف فرمائی اور چھپنے سے قبل اعلیحضرت سرکار شریعت مدار شمس العلماء مولوی السید ناصر حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر والزماں دامت فیوضہم کی نظر تحقیق اثر سے گذار کر ایسی مقبولیت حاصل کی ہے کہ پانچویں مرتبہ چھپنے کی نوبت آئی ہے

قیمت علاوہ محصولڈاک ساڑھے تین روپیہ

المشتہر

منیجر مقبول پریس موری دروازہ دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید الانبیاء خاتم المرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین من یومنا ہذا الی یوم الدین

کتاب سر حقیقت در بیان حالات جناب امام حسین علیہ السلام تمام کرکے کچھ دن میں ادھر ادھر کے متفرق کام کرتا رہا۔ اگرچہ وہ بھی تالیف ہی کے متعلق تھے مگر ان میں سوائے چند ترمیمی اور ترتیبی اضافات کے کوئی ایسا دشوار کام نہ تھا جس کا ذکر مذکور میرے لئے ضروری ہو۔

کوئی پانچ چھ مہینے میں ان متفرق ضرورتوں سے فراغت پاکر میں نے اس مقدس کتاب کی ترتیب و تالیف کا کام شروع کیا اور ۲۵ شوال المکرم ۱۳۴۲ ہجری سے لے کر ۲ ربیع الثانی ۱۳۴۳ ہجری تک پورے سات مہینے اسکی تالیف میں صرف ہوئے حقیقت امر یہ ہے کہ جناب خامس آل عبا شہید کربلا علیہ التحیہ والثنا روحی وارواح العالمین لہ الفدا کے حالات اس کثرت سے اہل اسلام میں شائع و ذائع ہیں کہ کسی جدید ترتیب کی مطلق ضرورت نہ تھی علماء فریقین کی کتب مقاتل کے علاوہ مصائب کی ہزاروں کتابیں عام طور سے اطراف عالم میں پھیلی ہوئی ہیں علماء اثنا عشریہ رضوان اللہ علیہم کی تصانیف سے قطع نظر کرکے علمائے اہلسنت میں کتاب روضۃ الشہداء ملا حسین واعظ کاشفی کی متاخرین میں سب سے پہلی کتاب اور بڑی جامع و مانع ہے جو واقعات کربلا کا تفصیلی دفتر کہے جانے کے قابل ہے۔ اس کی روایتوں کی نسبت کوئی رائے فنی کرنا میرا کام نہیں ہے کیونکہ میں اپنی موجودہ کتاب کی تمہید لکھنے بیٹھا ہوں نہ کتاب روضۃ الشہداء کی تنقید۔

روضۃ الشہداء کے بعد شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی کی **سر الشہادتین** کا نمبر ہے جو شاہ صاحب کے ایسے فاضل کامل کی تحقیق انیق کا نمونہ ہے یہ وہ کتاب ہے جسکو آج تک تمام اہلسنت نے صحت روایات اور صداقت واقعات کے سبب اپنی سر آنکھوں پر چڑھایا اس کے اعتبار اور قبولیت کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس کے لکھے جانے کے بعد ہی اسکی قبولیت کا یا واقعات کربلا کی حقانیت کا (جو کچھ بھی کہا جاوے) اثر سواد اعظم اہلسنت والجماعت پر ایسا پڑا کہ چار دانگ ہندوستان میں واقعات کربلا کی تفصیل و تشریح کے دفتر کے دفتر لکھے گئے اور تھوڑے دنوں میں **تحریر الشہادتین**، **اسرار الشہادتین**، **عناصر الشہادتین** وغیرہ وغیرہ جیسی کثیر التعداد کتابیں ملک میں شائع ہوگئیں جن میں ہر شخص نے اپنے اپنے حتی الامکان جناب امام حسین علیہ السلام کے ناقابل برداشت مصائب اور واقعات قریب قریب تمام واقعات کافی تفصیل کے ساتھ جمع کر دیا ان کتابوں کے ساتھ اگر شیعہ تصانیف و تالیف کا شمار بھی کیا جائے تو ہم کو یقین ہے کہ ان کتابوں کا احصار و شوار ہو جائیگا بہرحال اتنے کثیر ذخیرہ کی موجودگی میں کسی جدید ترتیب اور تازہ تالیف کی طرف توجہ کرنا ضرور ضرورت سے زائد خیال کیا جائیگا مگر جن حضرات نے مصائب اور سیرت دونوں کے مطالب ومقاصد طرز اور ضرورت کو پورے پورے طور سے سمجھا ہے وہ میری ان ضرورتوں کو جنہوں نے مجھے اس مقدس کتاب کے لکھنے پر مجبور کر دیا بخوبی سمجھ سکیں گے کیونکہ اگر غور سے دیکھا جاوے تو جناب امام حسین علیہ السلام کے حالات ہی پر کیا موقوف ہے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہما السلام کے واقعات کی بھی تو یہی کیفیت ہے کہ اسلامی کتابوں میں آپ کے متعلق تصنیف و تالیف کی تعداد یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ اسکا اندازہ دشوار معلوم ہوتا ہے اسی کو سمجھ لینا چاہیے کہ ایسے ذخیرہ کے مقابلہ میں جس ضرورت نے مجھ سے دو ہزار صفحوں میں جناب امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق دو کامل جلدیں لکھوائیں۔ اسی ضرورت نے جناب خامس آل عبا روحی وارواح العالمین لہ الفداء کے حالات بھی چھ سو صفحوں میں لکھوا دیئے یہ امر تو ہماری کتاب کے ناظرین کو پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ ہم نے سیرت نگاری جیسا دشوار کام اپنے ذمہ لیا ہے اور سیرت بھی کس کی سیرت اہلبیت کرام علیہم السلام کی جنکے زوال برکت اشتمال عموماً سلاطین جابر اور ناساعدت روزگار کے باعث جہاں تک ہوسکا مٹائے گئے اور چھپائے گئے جنکے فضائل و مناقب دوسروں کے ساتھ تبدیل کئے گئے اور یہ کوشش کی گئی کہ انکے وجود ذیجود کی طرح انکے آثار سے بھی دنیا خالی ہو جائے مگر ظَهَرَ الْحَقُّ وَأَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ حق ظاہر ہو کر رہا اگرچہ حق سے کراہت کرنے والے بہت سے ہیں۔ الحمد للہ کہ اس مقدس سلسلہ کی یہ تیسری کتاب ہے جو اپنے جملہ مقاصد و مطالب کے ساتھ تمام ہو کر ناظرین کے پیش نظر ہے ہماری کتاب کے دیکھنے والوں کو معلوم ہو جائیگا کہ اس کتاب میں مصائب کے حالات سے زیادہ واقعات کی تفصیل کی طرف توجہ کی گئی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں مصائب کی اس قدر کتابیں موجود ہیں کہ انکی تفصیل کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی بخلاف اسکے تفصیل مصائب میں واقعات کی کمی اور فرو گذاشت محسوس ہوتی ہے۔ اس لئے اپنی کتاب میں ہم نے بہت سے ضروری

واقعات کی تفصیل خاص طور پر مندرج کر دی ہے

آغاز کتاب میں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہلبیت آل عبا آل کسا ذوی القربیٰ وغیرہ متحد المعنی الفاظ کی تفسیر احادیث و تفاسیر کی اسناد سے بتفصیل تمام کی ہے کہ ان ذوات مقدسہ سے صرف اہلبیت طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین مقصود ہیں نہ کہ کوئی اور۔

ہماری اس بحث کا ماخذ تمام و کمال اہلسنت و الجماعت کے معتبر اور مستند علماء کی تالیفات ہیں واقعات کی تشریح میں سفر مدینہ سے کربلائے معلی تک ہر ہر منزل کے علیحدہ علیحدہ حالات بیان کئے گئے ہیں اور ان میں اتنا اضافہ اور کیا گیا ہے کہ ان تمام منزلوں کے متعلق جغرافیائی اطلاعیں اور اُن کا طول و عرض بلد اور صحیح صحیح نشانات بھی لکھ دیے گئے ہیں۔

واقعات کربلا کی جنگی تفاصیل کی نسبت جناب امام حسین علیہ السلام کے تمام اعوان و انصار سلام اللہ علیہم من رب الکبار کی ایک مختصری لائف بھی درج کر دی ہے جس میں ان حضرات کے ذاتی محاسن و مدارج بھی بتلا دیے گئے ہیں ان تمام بزرگواروں میں سے **حضرت علی اکبر علیہ السلام و جناب عباس علیہ السلام** کے حالات کافی تفصیل سے قلمبند کئے گئے ہیں جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد تھوڑے سے حالات اہلبیت علیہم السلام کی اسیری کے متعلق بھی سلسلہ بیان قائم رکھنے کی غرض سے مندرج کر دیے گئے ہیں، واقعات کربلا کو تمام کر کے جناب خامس آل عبا علیہ التحیۃ والثناء کے مکارم اخلاق کے حالات و واقعات بھی کافی تفصیل و تشریح سے جمع کئے گئے ہیں اور انہی مضامین پر ہم نے اپنی کتاب کو ختم کر دیا ہے۔

خاتمہ کتاب میں ضمیمہ کے طور پر یزید پلید علیہ اللعن والعذاب الشدید من رب المجید کی مختصری لائف مع اس کی ناہنجار و ناہموار رفتار و کردار جا بجا سواد اعظم اہلسنت کے علماء کبار کے اقوال سے لکھی گئی ہے اور اس شقی ازلی کی نسبت سلف سے اس وقت تک دنیا میں جو جو رائیں علماء اسلام نے قائم کی ہیں وہ بھی قلمبند کر دی ہیں اگرچہ جناب امام حسین علیہ السلام کے محاسن اخلاق کے ساتھ یزید کی زبون افعال کا ذکر کسی قدر نازیبا ضرور معلوم ہوتا ہے مگر نظام قدرت کی ترتیب کو کیا کیجے جس نے سعید و شقی ساخت دور روزگار کا معمول ہمیشہ سے جاری رکھا ہے ممکن نہیں کہ حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام کا ذکر کیا جائے اور ابلیس کا نام نہ آنے پائے یا حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کے واقعات بیان کرتے ہوئے نمرود کا تذکرہ نہ کیا جائے یا حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کے حال لکھے جائیں اور فرعون کے مظالم نہ دکھلائے جائیں یا جناب عیسیٰ ابن مریم علی نبینا و علیہ السلام کی سرگذشت تحریر ہو اور ظالم ہیرودیس کی سختیاں مندرج نہ کی جائیں یا حضرت ختمی مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح قلمبند ہوں اور ابوجہل و ابوسفیان بے ایمان کی زیادتیاں مسطور نہ ہوں۔

ان ناگزیر صورتوں کے علاوہ ہمارے زمانہ کے چند ہوا خواہان یزید کی سعی و جہد کہ یزید کے حالات پر بالکل پردہ پڑا ہے نہ وہ کسی کو معلوم ہیں اور نہ کوئی معلوم کر سکتا ہے ہمیں اس بحث کو زیادہ وسعت کے ساتھ لکھنے پر مجبور کر دیا ع

للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری۔ میں نے اپنی اس کتاب کا اپنی طرف سے کوئی نام رکھنا اس وجہ سے پسند نہ کیا کہ خداوند عالم نے اپنے مقدس اور پاک کلام کے درمیان جن دو لفظوں میں اس واقعہ کو ہمیں بتلایا ہے بس وہی دو مقدس لفظ ہماری کتاب کے لئے ہر طرح سے موزوں مناسب اور مبارک ہوں گے وہ لفظ یہ ہیں

وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ لہذا وہ لفظ ہیں "ذبح عظیم"۔

اب ہم اپنے دیباچہ کے مضامین کو تمام کرتے ہوئے سب سے پہلے عالی جناب تقدس مآب مولانا مولوی مرزا عابد علی صاحب پیشنماز بنارس کے تہ دل سے ممنون ہیں جنہوں نے اپنی خاص مہربانی اور قدر دانی سے مقتل استاد علامہ ابی اسحاق اسفرائنی کی دونوں جلدیں عنایت فرما کر ہمارے موجودہ کاموں میں بہت بڑی مدد پہنچائی انہی بزرگ کے ساتھ ہم کو عالی جناب شیخ احمد حسین صاحب خان بہادر آنریری مجسٹریٹ و رئیس پرمانواں ضلع پرتاب گڈھ کی عنایتوں کا بھی اعتراف ضروری ہے جنہوں نے اپنی بیش بہا تالیف "رسالۃ البلاء المبین" بھیجکر راقم کو اپنے حسن الطاف کا ممنون بنایا۔ آخر میں ہم اپنے معزز ہمعصر عالی جناب صاحبزادہ حسن میاں صاحب پھلواری کا شکریہ تہ دل سے ادا کرتے ہیں جنکی مفید تالیفات نے ہماری موجودہ ضرورتوں میں کافی اعانت فرمائی۔ بہرحال اپنے دیباچہ کے مضامین کو تمام کرتے ہوئے میں یہ بیان کرنے پر مجبور ہوں کہ اس کتاب کی تالیف کے وقت اکثر اوقات متردد اور متفکر رہا اس لئے خیال ہوتا ہے کہ جابجا خدشات رہ گئے ہوں تو مجھکو ناظرین با تمکین سے قوی امید ہے کہ وہ حضرات مطالعہ کے وقت بلا رو رعایت عیب پوشی سے ہرگز کام نہ لینگے بلکہ اپنی اصلاح کے موتی قلموں سے انکو درست فرمائینگے یا مجھے اطلاع دیکر ممنون کرینگے سب سے آخر میں ارحم الراحمین کی درگاہ میں دست بدعا ہوں کہ وہ اس کام میں میری پوری پوری حمایت فرمائے اور میری ہمت کو وسیع اور میری ان ناچیز خدمات کو قبولیت کا خلعت عطا فرمائے و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وآلہ المیامین۔

کو آٹھ صانہا اللہ عن الآفات

یکم ذیقعدہ ۱۳۲۵ ہجری

المؤلف

سید اولاد حیدر بلگرامی عفی عنہ

ذبح عظیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد سید الانبیاء والمرسلین وعلی وصیہ وابن عمہ وخلیفتہ امیر المؤمنین وابنائہ المعصومین من یومنا ھذا الی یوم الدین

آنجناب کا اسم مبارک حسینؑ کنیت ابا عبد اللہ اور مشہور ترین القاب الشہید ہیں۔ علامہ بدخشی علیہ الرحمہ نزل الابرار میں لکھتے ہیں وسماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسینا وکان یکنی ابا عبد اللہ ویلقب بالسید والطیب والزکی والسبط والرشید والوافی والمبارک والتابع لمرضات اللہ والدلیل علی ذات اللہ الشہید الاکبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکا نام حسینؑ رکھا تھا اور کنیت انکی ابو عبد اللہ ہے۔ اور لقب آپ کے سید اور طیب اور زکی اور سبط اور رشید اور وافی۔ اور مبارک اور تابع لمرضات اللہ اور الدلیل علی ذات اللہ اور الشہید الاکبر ہیں۔

آپکی ولادت باسعادت روز پنجشنبہ تیسری ماہ شعبان سنہ ۴ ہجری میں واقع ہوئی۔ ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار۔ جلاء العیون اور زاد المعاد میں اور صاحب ناسخ التواریخ نے بروایت سلیمان ابن ابی العلاء ہمدانی توقیعات جناب صاحب الامر عجل اللہ ظہورہ سے اسی تاریخ کو آپکا یوم ولادت قرار دیا ہے یہی تاریخ علمائے اثنا عشری میں بقاعدہ جمہور مشہور ہے۔ مگر اہلسنت کے تمام علماء ولادت کی تاریخ پانچویں شعبان بتلاتے ہیں۔ مقاتل الطالبین۔ طبقات ابن سعد۔ مطالب السئول فصول المہمہ صواعق محرقہ وغیرہ وغیرہ میں یہی تاریخ لکھی ہے۔ کتاب اعلام الوری میں تیسری اور پانچویں دونوں تاریخیں مندرج ہیں حقیقت امر یہ ہے کہ ان حضرات کو تیسری اور پانچویں تاریخ میں اس وجہ سے شبہ ہوا ہے کہ پانچویں تاریخ کو باتفاق فریقین جناب علی ابن الحسین علیہما السلام کی ولادت باسعادت ہوئی ہے حسین ابن علی اور علی ابن الحسین کی تجنیس خطی اور قریب العبارت ہونے سے یہ اختلاف پیدا ہوا ہے۔ یہ امر بھی ثابت ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی ولادت مبارک چھ مہینے میں ہوئی تھی اور سوائے حضرت یحیی اور حضرت عیسی علی نبینا وعلیہما السلام کے اور کسی خاصہ خدا کو مبدء اعلیٰ سے یہ شرف عنایت نہیں ہوا۔ علامہ بدخشی نزل الابرار میں لکھتے ہیں فانہ ولد لستۃ اشھر یہ چھ ماہ کے پیدا ہوئے شیخ مفید عطر اللہ مرقدہ کتاب ارشاد میں لکھتے ہیں لم یکن بینہ وبین اخیہ الا الحمل والحمل ستۃ اشھر یعنی ان میں اور انکے بھائی کے درمیان صرف چھ مہینہ حمل کی مدت گزری لم یولد لستۃ اشھر الا عیسی وحسین ابن علی علیہما السلام یعنی کوئی بچہ سوائے حضرت عیسی اور جناب امام حسین کے شش ماہہ نہیں پیدا ہوا۔ بہرحال یہ خصوصیت حضرت عیسی کے بعد مبدء قدرت نے اسی ریحان نبوت اور اسی شمع شبستان امامت کے لئے مخصوص فرما رکھی تھی اور یہ نمایاں شرف تھا کہ آپ ہی کی ذات جامع الحسنات پر ختم ہو گیا

آپکی ولادت باسعادت کے احوال میں حضرت ام الفضل بنت حارث حضرت عباس کی زوجہ محترمہ کا خواب بجنسہ ویسا ہی فریقین کی کتابوں میں درج ہے جیسا کہ ہم جناب امام حسین علیہ السلام کے احوال ولادت مبارک میں لکھ چکے ہیں مشکوٰۃ میں عباس

تحریر ہے عن ام الفضل بنت الحارث امرأة العباسؓ انها دخلت علی رسول اللہ فقالت یا رسول اللہ انی رایت حلما منکرا اللیلة قال ماهو قالت رایت کان قطعة من جسدک المبارک قطعت ووضعت فی حجری فقال علیہ السلام رایت خیرا تلد فاطمة ان شاء اللہ غلاما یکون فی حجرک قالت فولدت فاطمة الحسین فکان فی حجری فارضعته بلبن قثم۔ ام الفضل بنت الحارث زوجہ حضرت عباسؓ سے منقول ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور عرض کرنے لگیں کہ میں نے شب کو ایک خواب دیکھا ہے جسکی وجہ سے مجھے نیند نہیں آئی آنحضرت نے ارشاد فرمایا وہ خواب کیا ہے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ آپ کے جسم مطہر کا ایک جزو علیحدہ ہوکر میری گود میں آگرا ہے۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ یہ خواب تو تمہارا نیک ہے۔ میری فاطمہ زہراؑ کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہونیوالا ہے جسے تم اپنی گود میں پرورش کروگی۔ ام الفضل کا بیان ہے کہ ایسا ہی ہوا جناب امام حسین پیدا ہوئے اور میں ان کو آغوش میں لیکر اپنے بیٹے قثم ابن عباس کا دودھ پلاتی رہی۔

صاحب ناسخ التواریخ نے ام ایمن کا خواب حضرت ام الفضل کے خواب کی جگہ نقل کیا ہے اور اپنی اسناد کے سلسلہ کو امالی حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمۃ تک پہنچایا ہے انکی اصل عبارت یہ ہے۔

در کتاب امالی شیخ صدوق سند بابی عبداللہ علیہ السلام منتہی می شود میفرماید کہ ہمسایگان ام ایمن بحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرض کردند کہ ام ایمن دوش تا بامداد ہمی گریست و ہیچ از گریستن باز نہ ایستاد۔ رسول خدا کس فرستاد و ام ایمن را حاضر ساخت فقال لها یا ام ایمن لا ابکی اللہ عینیک ان جیرانک اتونی فاخبرونی انک لم تزل اللیلة تبکین اجمع فلا ابکی اللہ عینیک ما الذی ابکاک۔ اے ام ایمن خداوند نگریاند چشم ترا ہمسایگان تو نزد من آمدند و آگہی دادند کہ تو دوش ہمہ شب گریستی۔ این چیست کہ ترا ہمی گریاند عرض کرد یا رسول اللہ خوابے ہولناک دیدم و ہمہ شب خوابم نیامد دیگر بارہ فرمود خواب را بر من قصہ کن چہ خدا و رسول بہ تعبیر آن داناترند۔ گفت بر من ثقیل می آید کہ آنچہ دیدم بزبان بیاورم پیغمبر فرمود تعبیر خواب چنان نیست کہ تو دانستہ شرح کن عرض کرد چنان دیدم کہ بعضے از اعضائے مبارک تو در خانہ من افتادہ است رسول خدا فرمود آسودہ باش اے ام ایمن۔ ہمانا از دخترم فاطمہ پسرے متولد می شود حسین نام تو پرستار او خواہی بود و حسین پارہ از اعضائے من است۔ این ہنگام حسین علیہ السلام متولد گشت۔ آنگاہ ام ایمن حسین علیہ السلام را در برد یمانی ملفوف رسول خدا پیچیدہ نزد آنحضرت آورد فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرحبا بالحامل والمحمول یا ام ایمن هذا تاویل رؤیاک۔ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحبا تم کو اے ام ایمن یہ تمہارے اسی خواب کی تعبیر ہے۔

ان روایتوں کے سلسلہ میں اسماء بنت عمیس کا ذکر بھی پایا جاتا ہے مگر یہ واقعات کے بالکل خلاف ہے ہم اس واقعہ کی نسبت اس سلسلہ کی جلد دوم میں بحث کر چکے ہیں۔ اسماء بنت عمیس کی نسبت اور انکی موجودگی کی نسبت ہمکو صاحب ناسخ التواریخ کی تحریر سے اتفاق ہے۔ یہ تو تمام تاریخوں سے ثابت ہے کہ اسماء بنت عمیس قبل از ہجرت اپنے شوہر گرامی قدر جعفر ابن ابیطالب کے ہمراہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت فرما چکی تھیں اور پھر اس امر پر بھی تمام تاریخیں متفق ہیں کہ واقعہ خیبر میں یہ اپنے شوہر گرامی منزلت کے ساتھ سفر سے حاضر ہوکر زیارت نبوی سے شرفیاب ہوئی تھیں اور جناب امام حسین کی ولادت غزوہ خیبر سے کئی سال پہلے واقع ہوئی تو پھر ان واقعات میں انکی شرکت کیسے صحیح ہوسکتی ہے فریقین کے مورخین کو جو شبہ اس بارے میں وارد ہوا ہے وہ یہ ہے کہ سلمیٰ بنت عمیس کی جگہ انھوں نے اسماء بنت عمیس کا نام لکھدیا ہے اور وہی متقدمین سے لیکر متاخرین تک سب نے نقل کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔

علامہ ابن بابویہ اعلی اللہ مقامہ نے آپ کی ولادت کے وقت حضرت صفیہ کی موجودگی بھی نہایت خصوصیت کے ساتھ لکھی ہے انکی اصل عبارت یہ ہے جسکو ہم عیون المعجزات سے نقل کرتے ہیں۔ وہو ہذا۔ قالت صفیة لما سقط الحسین علیہ السلام من فاطمة کنت بین یدیها فقال النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم هلمی الی بابنی فقلت یا رسول اللہ انا لم ننظفه فقال النبی انت تنظفینه ان اللہ قد نظفه وطهره وروی ان رسول اللہ قام الیه واخذه فکان یسبح ویهلل ویمجد۔ حضرت صفیہ خاتون کا بیان ہے کہ جس وقت جناب امام حسین جناب فاطمہ زہراؑ کے بطن مبارک سے متولد ہوئے میں اس وقت جناب سیدہ کی خدمت میں حاضر تھیں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میرے فرزند کو مجھے دو میں نے عرض کیا کہ میں نے ابھی تک اسکو پاک نہیں کیا ہے آپنے ارشاد فرمایا کہ تم اسے کیا پاک کروگی اسے تو خود خدا نے پاک و پاکیزہ فرمایا ہے۔ جناب امام حسین علیہ السلام کی ولادت کی وجہ سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب نورانی پر فرحت تازہ اور مسرت بے اندازہ کا اثر جیسا کچھ محسوس ہوا ہوگا اس کا بیان ہماری تحریر کے اندازہ سے باہر ہے حضرت صفیہ خاتون کی بچشم دید کیفیت اوپر لکھی جا چکی ہے ولادت کا مژدہ پاتے ہی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ دولتسرا میں تشریف لائے اپنی محبت و الفت کے غیر متحمل جذبات کو ایک

نہ روک سکے، گھر میں آتے ہی اپنے پارۂ جگر کو طلب فرمایا اور آغوش میں لیکر دیر تک اس معصوم بچہ کو اپنی زبان مبارک چسواتے رہے۔

علامہ مجلسی رحمۃ اللہ ذکر ولادت میں تحریر فرماتے ہیں کہ مژدۂ ولادت باسعادت سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے پارۂ جگر کو میرے پاس لاؤ۔ لوگ جناب امام حسین علیہ السلام کو ایک پارچہ سفید میں لپیٹ کر آپ کی خدمت میں لائے آپ نے اپنی آغوش مبارک میں لیکر ان کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت فرمائی اور پھر سات روز بعد آپنے رسم عقیقہ و ختنہ ادا فرمائی اور ایک گوسفند سیاہ اور ایک سپید قربانی فرما کر ایک ران و بچہ کی دایہ کو دی اور سر کے بال اتار کر بالوں کے وزن کے برابر چاندی تصدق فرمائی اور خلوق کو جو ایک قسم کی خوشبو ہے سر پر مل دیا۔ (از جلاء العیون جلد دوم)

علامہ بدخشی نزل الابرار میں لکھتے ہیں فلما ولد اذن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی اذنہ الیمنی واقام فی اذنہ الیسری وختنہ فی یوم السابع من ولادتہ وعق عنہ کبشا او کبشین قال لفاطمۃ علیہا السلام زنی شعرہ وتصدقی بوزنہ فضۃ واعطی القابلۃ رجل العقیقۃ۔ یعنی جب جناب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو آنحضرت نے انکے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور ساتویں روز ختنہ کیا اور ایک مینڈھا یا دو مینڈھے عقیقہ کئے اور جناب فاطمہ زہرا سے فرمایا کہ اس کے بالوں کو وزن کر کے اسکے برابر چاندی خیرات کر دو اور دائی کو عقیقہ کی ایک ران دیدو۔ جسطرح ہم ان واقعات کو مسلسل لکھتے آئے ہیں اسیطرح ہم آپکے نام رکھے جانیکے واقعات کو بھی مفصل لکھتے ہیں۔ امام احمد ابن حنبل مناقب میں اور امام حاکم مستدرک میں لکھتے ہیں عن علی علیہ السلام قال فلما ولد الحسن سمیتہ باسم عمی حمزۃ فلما ولد الحسین سمیتہ باسم عمہ جعفر فدعانی رسول اللہ وقال انی امرت ان اغیر اسما ابنی ھذین فقلت اللہ ورسولہ اعلم فسماھما حسنا وحسینا۔ امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب امام حسن پیدا ہوئے تو میں نے انکا نام اپنے چچا حمزہ کے نام پر حمزہ رکھا اور جب امام حسین پیدا ہوئے تو میں نے انکا نام انکے چچا کے نام پر جعفر رکھا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے مجھ کو بلا کر فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اپنے دونوں بیٹوں کے نام بدل دوں۔ میں نے عرض کی کہ خدا اور رسول سب سے بہتر جاننے والے ہیں۔ پس آنحضرت نے اُن کا نام حسنؑ اور حسینؑ رکھا۔

اس روایت کو انہی الفاظ میں علامہ ہیثم ابن کلیب الشاشی نے بھی لکھا ہے صاحب ناسخ التواریخ علامہ جنابذی کی اسناد سے لکھتے ہیں۔ علی علیہ السلام نخستین حسن علیہ السلام را حمزہ نام نہاد و حسین علیہ السلام را جعفر نامید پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المومنین را طلب فرمود و قال لہ قد امرت ان اغیر اسما ابنی ھذین قال فما شاء اللہ ورسولہ قال ھما الحسن والحسین۔ ملا نے اسی واقعہ کو کافی کی اسناد سے لکھا ہے۔ ناسخ التواریخ نے اس واقعہ کو ذیل کی عبارت میں لکھا ہے۔ آنحضرت با علیؑ فرمود فرزند مرا بچہ نام خواندی۔ عرض کرد کہ من در اختیار نام او بر تو سبقت نگیرم لیکن دوست می داشتم کہ او را بحرب نام نہادم آنحضرت فرمود من در نام او بر خداوند خود پیشی نگیرم الوقت جبرئیل علیہ السلام فرود شد۔ فقال یا محمد العلی الاعلی یقرئ السلام علیک ویقول لک علی (علیہ السلام) منک کھارون من موسی فسم ابنک باسم ابن ھارون قال النبی وما اسم ابن ھارون قال شبیر قال لسانی عربی قال جبرئیل سمہ الحسین فسماہ الحسین گفت اے محمد خداوند اعلیٰ ترا سلام می رساند و می فرماید علی علیہ السلام ترا چناں است کہ ہارون موسے را لاجرم پسر خویش را نام بردار کن بنام پسر ہارون فرمود نام او چیست گفت شبیر فرمود زبان من عربی است گفت او را حسینؑ بخواں پس او را حسینؑ خواندند۔

امام احمد ابن حنبل نے مناقب میں اور طبرانی نے معجم ثلاثہ میں اور علامہ دارقطنی نے اپنی سنن میں اور امام حاکم نے مستدرک میں اور امام بیہقی نے سنن میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اسی مضمون کو ذیل کی عبارت میں لکھا ہے قال علی علیہ السلام لما ولد الحسین سمیتہ حربا فجاء رسول اللہ فقال اورونی ابنی ما سمیتموہ قال حربا قال ھو حسن فلما ولد الحسین سمیتہ حربا فجاء رسول اللہ فقال اورونی ابنی ما سمیتموہ قلنا حربا فقال ھو حسین وقال انما سمیتہم بولدی ھارون شبر وشبیر جناب امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب جناب امام حسن علیہ السلام پیدا ہوئے تو میں نے اُن کا نام حرب رکھا پس آنحضرت تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے بیٹے کو مجھے دکھاؤ تم نے میرے بیٹے کا نام کیا رکھا ہے۔ ہم نے عرض کیا حرب آپنے ارشاد فرمایا کہ اس کا نام حسن ہے پھر جب جناب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو ہم نے انکا نام بھی حرب رکھا پھر آنحضرت تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ میرے بیٹے کو دکھاؤ تم نے انکا

نام کیا رکھا ہے میں نے عرض کی حرب۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا نام حسین ہے میں نے ان دونوں کے نام ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے نام پر رکھے ہیں ہماری ان متعدد اور متواتر روایتوں سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ ان ذوات مقدسہ کے مدارج جناب احدیت کے نزدیک ایسے ہی رفیع تھے کہ انکی نام رکھنے کی ایسی معمولی رسم کی ادائیگی میں بھی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر نزول وحی کے اپنی طرف سے کوئی کارروائی نہیں فرما سکتے تھے بلکہ ایسے امور کی ابتدا تو جناب سیدہ کی تزویج ہی کے وقت سے شروع ہوئی تھی چنانچہ آنحضرت نے جو خطبہ نکاح کی محفل میں پڑھا تھا اسی میں صاف صاف فرما دیا تھا فقد امرنی اللہ تعالیٰ الخ بہر حال وحی آسمانی کے ذریعہ سے ان حضرات کے نام رکھے جانے پورے پورے طور سے ثابت ہو گئے علامہ وصابی نے کتاب فضائل خلفاء الاربعہ میں اس واقعہ کو اسی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور باختلاف الفاظ صحیح ترمذی اور سنن ابوداؤد میں بھی درج ہے اور امام قندوزی نے ینابیع المودۃ فی القربیٰ میں ذخائر العقبیٰ کی اسناد سے مندرج کیا ہے (دیکھو ینابیع المودۃ چھاپ بمبئی ص ۱۹۳)

یہ خصوصیت بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اسلام سے قبل جس طرح تمام عرب میں محمد کسی کا نام نہیں ہوا، اسی طرح علی حسن اور حسین بھی کسی کا نام نہیں ہوا تھا اگر یہ اسماء مقدسہ محفوظ و مخصوص ایزدی نہ ہوتے تو اتنی مدت مدید اور عرصہ بعید تک کسی نہ کسی انسان کو تو ذہن۔ فکر اور غور میں آ ہی جاتی اور وہ اپنی قوم و قبیلہ میں سے کسی کو تو ان کے ساتھ نامزد کرتا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ یہ ہماری ہی رائے نہیں ہے بلکہ علامہ ابن سعد کی طبقات کبریٰ میں بھی عبارت درج ہے عن عمران بن سلیمان قال قال رسول اللہ الحسن والحسین علیہما السلام اسمان من اسماء اھل الجنۃ ماسمیت العرب بھما فی الجاھلیۃ۔ عمران ابن سلیمان لکھتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسن اور حسین علیہما السلام دونوں نام اسماء اہل جنت سے ہیں عرب نے کبھی جاہلیت میں یہ نام نہیں رکھے اسد الغابہ میں بھی قریب قریب یہی مضمون مندرج ہے۔

نام رکھے جانے کے متعلق تمام واقعات کو لکھکر اب ہم اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں۔ صاحب ناسخ التواریخ ختنہ و عقیقہ کی رسم میں اتنا اضافہ اور کرتے ہیں کہ از برائے ایشاں دہ گیسو بود یکی جانب راست و دیگری جانب چپ و در نرمہ گوش راست سوراخے و در فراز گوش چپ سوراخے بود پس گوش راست را بہ قرطہ و گوش چپ را بہ شنف علاقہ فرمود۔

اب قرطہ اور شنف کی تحقیق میں فرماتے ہیں کہ قرطہ گوشوارہ ایست کہ مخصوص بہ نرمہ گوش است و شنف مخصوص است بہ فراز گوش چپ۔ (ناسخ التواریخ مطبوعہ بمبئی جلد ۶ صفحہ ۱۵)

علماء اہلبیت علیہم السلام نے جناب امام حسین علیہ السلام کی خصوصیات میں اس امر پر پورے طور سے اتفاق کیا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے صرف جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے شیر اور جناب رسالت مآب کی انگشت مبارک کو چوس چوس کر پرورش پائی ہے اور سوائے جناب سیدہ علیہا السلام کے اور کسی دوسری عورت کا دودھ نہیں پیا جلاء العیون میں علامہ ابن ضحاک ابوہریرہ کی اسناد سے لکھتے ہیں عن ابی ھریرۃ قال رأیت رسول اللہ یمتص لعاب الحسین کما یمتص الرجل تمرۃ۔ ابوہریرہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کو دیکھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام کو لعاب دہن کو اس طرح چوستے تھے جس طرح سے آدمی کھجور کو چوستا ہے۔

بہر حال ان تمام ابتدائی مراسم کے تمام ہو جانے کے بعد جناب امام حسین علیہ السلام کی پرورش حضرت ام المومنین ام سلمہ سلام اللہ علیہا کے سپرد ہوئی اور وہ حضرت علیا مکرمت بکمال خلوص محبت اس تحصیل سعادت کی طرف متوجہ ہوئیں، شہادت جناب امام حسین علیہ السلام کے متعلق جتنی حدیثیں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں وہ سب حضرت ام سلمہؓ کی زبانی پائی جاتی ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ جس طرح جناب احدیت نے آنحضرت کو اپنے پیارے نواسہ کا والہ و شیدا دیکھکر ان کو ان کے واقعہ شہادت سے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا اسی طرح جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ کی محبت و الفت ملاحظہ فرما کر انکو بھی انکی شہادت سے آگاہ کر دیا تھا اور جس طرح جناب سیدہ کو خبر دی تھی اسی طرح انکو بھی اطلاع کر دی تھی غرض جناب امام حسین نے انکی آغوش مبارک میں پرورش پائی جیسا کہ باتفاق سیر و تاریخ کی کتابوں میں درج ہے۔ فکفلتہ ام سلمۃ رض آپ کے بچپن کے حالات تمام کتابوں میں مندرج ہیں علماء اہلبیت کے علاوہ علماء اہلسنت کی تالیفات و تصنیفات بھی کتب صحاح و مسانید سے لیکر سیر و تواریخ تک بھری پڑی ہیں ہمکو یقین ہے کہ اگر ہم انہیں سے صرف ایک ایک واقعہ کو چنیں تو ہماری تالیف کی ضخامت اتنی بڑھ جائیگی کہ ہم مشکل سے اسکو ایک جلد میں جمع کر سکیں گے اس لئے ہم صرف انہی واقعات کو لکھیں گے جنہیں علمائے فریقین نے اتفاق کرکے ان کو مشہور و متواتر ثابت کیا ہے۔

یہ تو معلوم ہو چکا کہ انکی پرورش و کفالت حضرت امّ سلمہؓ کے متعلق ہوئی جناب سیدہ ضرورت کے وقت اپنے اس پارۂ جگر کو اپنی مادر مہربان کی خدمت میں لاتی تھیں اور جب تک جی چاہتا اپنے پاس رکھکر پھر انکی حضور میں پہنچا آتی تھیں جناب امام حسینؑ کے بچپن کے حالات میں بہت سی لوریاں اسلامی کتابوں میں عام طور سے پائی جاتی ہیں، چنانچہ ہم سب سے پہلے ام المومنین حضرت امّ سلمہؓ کے وہ اشعار جو وہ مخدومہ جناب امام حسین کے سلانے یا خوش کرنے کی غرض سے ارشاد فرمایا کرتی تھیں لکھتے ہیں وہو ہذا۔ یَا بِیَ ابْنُ عَلِیٍّ اَنْتَ بِالْخَیْرِ مَلِیٌّ۔ جناب سیدہ کے یہ اشعار ہیں اَنْتَ شَبِیْهٌ بِاَبِیْ لَسْتَ شَبِیْهًا بِعَلِیٍّ۔ تو علی (اپنے باپ) سے مشابہ نہیں بلکہ میرے باپ سے مشابہ ہو۔ حضرت امّ الفضل زوجہ حضرت عباسؓ کے یہ اشعار لکھے ہیں یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ یَا ابْنَ کَثِیْرِ الْجَاهِ فَرْدٌ بِلَا اَشْبَاهٍ اَعَاذَهُ اِلٰهِیْ مِنْ اُمَمِ الدَّوَاهِیْ۔ اے فرزند رسولِ خدا اے فرزند صاحب اعزاز تو فرد لاثانی ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ تجھ کو آسیب زمانہ سے ہمیشہ محفوظ رکھے (ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۰ باسناد مناقب احمد ابن حنبل و جامع ترمذی وغیرہ)

یہ تو اہلبیت کی محبت کے واقعات تھے اب ہم خاص آنحضرت کو کھلانے اور اپنے پیارے نواسے کے خوش کرنے کا ایک واقعہ ذیل میں لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ آنحضرت اپنے اس پارۂ جگر کو اس طرح پیار کرتے تھے اور اسکو خوش کرتے تھے کہ اس کے دونوں ہاتھ تھامکر اپنے قدم مبارک پر کھڑا کرتے تھے اور ان سے فرماتے تھے کہ اے میری آنکھوں کی روشنی آگے بڑھ۔ پس وہ بچہ آپکے سینۂ مبارک سے قریب ہو جاتا تھا تو آپ اسکو اپنی چھاتی سے لگا لیتے تھے اور انکی آنکھوں کو اور منہ کو چوم لیتے تھے اور انکی فرط محبت میں اپنے پروردگار سے عرض فرماتے تھے کہ پروردگارا! میں اسکو دوست رکھتا ہوں تو بھی اسکو دوست رکھ اور اُسے بھی دوست رکھ جو اسے دوست رکھے۔ اب اس واقعہ کو ہم فریقین کی معتبر کتابوں سے نکالکر ذیل میں لکھتے ہیں۔ ملا مجلسیؒ و صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم با ہر دو دست کتف امام حسین علیہ السلام را می گرفت و قدمہائے او بر قدم رسول می ماند۔ پس آنحضرت میفرمود حزقہ حزقہ ترق عین بقہ اللّٰہم انی احبہ واحب من یحبہ اے کوچک اندک خطوہ ہائے کوچک چون چشم پشہ بالا بیا۔ بالا بیا۔ آنگاہ میفرمود الٰہی اورا دوست میدارم تو ہم اورا دوست دار و دوست دارِ او را۔ اور اسی روایت کو امام طبرانی نے معجم میں اور امام ابو عمر نے اسی مضمون کو ابوہریرہؓ کی اسناد سے لکھا ہے۔ ان کی اصل عبارت یہ ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال ابصرت عینای وسمعت اُذنای رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم وھو اٰخذ بکفی حسین قدماہ علیٰ قدمی رسول اللّٰہ وھو یقول حزقۃ حزقۃ ترق عین بقہ فرقی الغلام حتّی وضع قدمیہ علیٰ صدر رسول اللّٰہ قال افتح فاک وقبّلہ ثم قال اللّٰھم انی احبہ فاحبہ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا اور اپنے دونوں کانوں سے سنا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھ امام حسین کے پکڑے ہوئے تھے اور امام حسینؑ دونوں قدم سینہ مبارک پر رکھتے تھے اور آپ فرماتے تھے کہ اے مچھر کی سی آنکھ کی طرح ننھے سے بچے آگے بڑھ آگے بڑھ! سچ سچ۔ راوی کا بیان ہے کہ شاہزادہ اتنا آگے بڑھا کہ اس کے دونوں قدم حضور کے سینۂ مطہر پر رکھے گئے پھر آپ نے فرمایا کہ اپنا منہ کھول اور آپ نے انکے منہ کو چوما پھر فرمایا پروردگارا! میں اسکو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسکو محبوب رکھ۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ کلمہ حزقہ حزقہ ترق عین بقہ ایسا مشہور ہو گیا کہ آج تک عرب میں بچوں کو یہی کلمہ کہلایا جاتا ہے اور ہر خوش اعتقاد میاں بی بی رسول اللہ کے اس کلام صداقت التیام سے اپنے بچوں کو خوش کرتے اور کھلاتے ہیں۔ ہمارے ذی قدر اور لائق ہمعصر خواجہ عبید اللہ امرتسری اس حدیث کو درج کر کے ان کلمات کی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔ ع۔ میں بچوں کو گدگداتے ہوئے یہی لوریاں دیتے ہیں (دیکھو سوانح عمری صفحہ ۲۵۶)

ان واقعات کے بعد اب ہم محبت رسولؐ کے متعلق چند واقعات اسی طرح لکھتے ہیں جس طرح ہم نے اپنے سلسلہ کی کتاب دوم میں لکھے ہیں یہ تو ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ ان تمام واقعات کی نقل ہماری کتاب کی ضخامت کو اتنا بڑھا دیگی کہ شاید ہمارے ناظرین کو ناگوار ہو۔ مگر پھر ان واقعات کے لکھنے کی جو ضرورت ہم کو اس مقام پر ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ہم محبت رسول کو مخصوص روایات لکھکر اُن مسلمانوں کی حقیقت ایمان کو دکھلا دیں جنہوں نے ان واقعات کو آنکھوں سے دیکھکر اور کانوں سے سنکر بھی یزید ابن معاویہ کی خوشنودی کیلئے خون حسین سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کیا۔

جناب امام حسن علیہ السلام کی کتاب میں ہم پہلے بھی لکھ آئے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات کی کوئی صحبت خلوت اور مجلس ایسی نہیں تھی جو انکے ذکر سے خالی ہو اور آپکی حیات قدسی برکات کا کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا

ہے جو انکی یاد سے خالی رہا ہو۔ آپکے جملہ مشاغل عام اس سے کہ وہ عبادتِ الٰہی کے متعلق ہوں یا ہدایتِ خلق کے متعلق ایسے نہیں پائے جاتے جنمیں انکا تذکرہ نہ کیا جاتا ہو۔ ہم جہانتک اِن واقعات کی تلاش حیاتِ جنابِ رسولِ خدا میں کرتے ہیں ہمکو یہ امر پورے طور سے ثابت ہوتا ہے کہ عبادت کے مخصوص اوقات میں بھی انکی محبت و الفت کی یاد موجود رہتی تھی۔ ہدایتِ عامہ اور وعظ و ارشاد کے خاص مشاغل میں بھی جہاں احکام فرائض و سنن کی تاکید کیجاتی تھی وہاں ان کی عقیدت انکی محبت اور انکی مودت کی بھی سخت ہدایت فرمائی جاتی تھی۔

اِس سے زیادہ انکے ساتھ محبتِ رسولؐ کے ثبوت اور کیا ہو سکتے ہیں کہ انکی عقیدت اور انکی محبت ارکانِ ایمان میں داخل اور عبادتِ الٰہی میں شامل بتائی گئی۔ حقیقتِ امر یہ ہے کہ ان ذواتِ مقدسہ کے فضائل و مناقب درگاہِ ربّ العزت میں ایسے ہی رفیع تھے کہ ان کے ساتھ محبت و عقیدت رکھنا قربِ الٰہی کا ذریعہ اور نجاتِ اخروی کا مستحکم وسیلہ بتایا گیا ہے۔ ان کی اطاعت لازمِ اطاعت اور انکی محبت ارکانِ شریعت اور جزوِ عبادت سے تعبیر کیگئی ہے ایسی بینظیر شان اور ایسے عدیم المثال مدارج جو کہ مخصوص و منصوص ذریعہ ہیں اور کسی دوسرے وسیلوں سے نہیں حاصل ہو سکتے جنابِ رسالتمآبؐ بجائے پاک ہر جز کے ان فضائل و مناقب کو خیال کر کے جو درگاہِ ربّ العزت سے انکو عطا فرمائے گئے تھے اور ان خدماتِ عظیمہ پر غور فرما کر جو آپکے بعد دنیا میں انسے متعلق ہونیوالی تھیں یعنی حفاظتِ احکامِ الٰہی۔ ہدایتِ خلائق۔ صبر و رضا تسلیم و توکل نصرتِ دینِ رسالت پناہی۔ تقویٰ و پرہیزگاری۔ زہد و ورع۔ عبادت و اطاعتِ الٰہی۔ غرض ان تمام دینی فرائض پر غور فرما کر جو رسالت کے ختم ہو جانے کے بعد منصبِ امامت کے متعلق ہونیوالے تھے اور نصوصِ الٰہیہ کے مطابق انہی کے سپرد ہونیوالے تھے اسلئے ایسی محبت اور الفت اور انسے ایسا اخلاص اور اتحاد دکھلا کر اہلِ اسلام کو ان کے ساتھ عقیدت اور ہمیشہ ایسے ہی اخلاص قائم رکھنے کی تعلیم فرماتے تھے معمولی فہم والے تو یہ سمجھکر اپنا اطمینان کر لیتے تھے کہ جب رسولؐ اللہ اِن سے ایسی محبت کرتے ہیں تو حضرت کی متابعت میں ہمکو ان سے محبت کرنا اور عقیدت رکھنا ضروری اور لازم ہے۔ انکے علاوہ جنکی عقول سلیم اور جن کے شعور کامل تھے وہ ایسے اوقات کے مشاہدہ سے اس امر کا پورا اعتقاد رکھتے تھے کہ جنابِ رسولِؐ خدا کا انکے ساتھ ایسی مفرط محبت رکھنا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ جنکے ساتھ اس طرح محبت و الفت کا اظہار کیا جاتا ہے انکے فضائل و مراتب خدا کیطرف سے ایسے ہی رفیع ہیں کہ انکے اظہار کو خدا کا سچا رسولؐ عبادت اور ہدایات کے اوقات میں اس خصوصیت کیساتھ داخل کرتا ہے اور عبادت و ہدایت کے مخصوص اوقات کے علاوہ معمولی حالتوں میں بھی ان کے ساتھ محبت و الفت کا وہی عالم دکھائی دیتا ہے۔ اتفاق سے کسی بچہ کی طبیعت ناساز ہوتی تو آپکے قلبِ نورانی پر ایسا سخت صدمہ پہنچتا کہ پھر تا عودِ صحت کسی طرح آپکے دلِ مضطر کو چین نہ آتا۔ کسی بچے کے رونے کی آواز آئی۔ پھر جبتک کہ محلسرا سے اسکے چپ ہو جانے کی خبر نہ آ لے ممکن نہ تھا کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تسکین ہو۔ اکثر واقعات سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ انکے رونے کی آواز کو سنکر حاضرین کو خبر لانیکا حکم ہوتا تھا اور اکثر واقعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ انکی آوازِ گریہ کو سماعت فرما کر ایسے بیتاب اور مضطرب الحال ہو جاتے تھے کہ بنفسِ نفیس تفتیشِ احوال کے لئے خود تشریف لیجاتے تھے۔ ان امور کے علاوہ۔ اپنے پیارے نواسوں کی صحت کا ہر دم و ہر لحظہ خیال کرنا۔ انکی دلجوئی اور خوشنودی کا ہمیشہ لحاظ رکھنا انکی تمام خواہشوں کا پورا کرنا۔ انکی فرمائشوں کا مہیا کرنا جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے گویا ضروریات سے تھا۔

ہمنے ان مضامین کو تفصیل کے ساتھ اس سلسلہ کی جلد دوم میں لکھ دیا ہے اسلئے یہاں زیادہ بیان کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا اب ہم اُن میں سے بعض واقعات کو مندرج کرتے ہیں مگر اس ترکیب و ترتیب سے کہ پہلے عبادت و فرائضِ خدا کے متعلق کچھ واقعات لکھیں گے اور اسکے بعد وعظ و ہدایت کے حالات درج کرینگے امام ابو حاتم۔ امام نسائی اور حافظ دمشقی و علامہ حلبی اور ابنِ سیرین عبداللہ ابنِ مسعود سے لکھتے ہیں۔

عن عبد اللّٰہ ابن مسعود قال کان النبی یصلّی والحسن و الحسین علیہما السلام یتوثبان علی ظھرہ فباعدھما النّاس فقال صلّی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلّم دعوھما بابی ھما و امی من احبّنی فلیحب ھذین۔

عبداللہ ابنِ مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت نماز پڑھا کرتے تھے اور جنابِ حسنینؑ آپ کی پشتِ مبارک پر کودا کرتے تھے۔ ایکدفعہ لوگوں نے اُن کو ہٹا دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا انکو چھوڑ دو۔ میرے ماں باپ اِن پر تصدق ہو جائیں جو کوئی مجھے پیار کرتا ہے اُسے چاہئے کہ ان کو بھی پیار کرے۔

امام احمد ابنِ حنبل تحریر کرتے ہیں عن ابی ھریرۃ قال کنا نصلّی مع النبی صلّی اللّٰہ علیہ (و آلہ) وسلم العشاء فاذا سجد وثب الحسن و الحسین (علیہما السلام) علی ظھرہ فاذا رفع راسہ اخذھما بیدہ من خلفہ اخذا رفیقا یضعھما علی الارض فاذا عاد عادا حتّی قضی صلوٰتہ فاقعدھما علی فخذیہ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ آنحضرت کے ساتھ نمازِ عشا

میں شریک تھے۔ جب سرورِ دین پناہ نے سجدہ کیا تو جناب حسنین علیہما السلام حضور کی پشت پر سوار ہو گئے۔ جب جناب نے سر اٹھایا تو اُن دونوں صاحبزادوں کو دست مبارک سے آہستہ اپنے پیچھے ہٹا کر نیچے بٹھا دیا۔ اور جب آپ پھر سجدے کو گئے تو وہ دونوں صاحبزادے پھر آپکی پشت اقدس پر سوار ہو گئے یہاں تک کہ حضور نے نماز کو ادا کیا اور ان دونوں کو اپنے زانو پر بٹھا لیا

امام نسائی اور ابن ابی الفراتی تحریر کرتے ہیں عن انس ابن مالک قال کنت بالنبی صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم لرجل عہدا فدخل الرجل لیسلم علی النبیؐ وھو یصلی فرای الحسنؑ والحسینؑ یرکبان علی عنقہ مرۃ وعلی ظھرہ مرۃ ویمران بین یدیہ وخلفہ فلما فرغ قال لہ الرجل ما یقطعان الصلوٰۃ فغضب النبیؐ وقال ناولنی عہدک فاخذہ فمزقہ ثم قال من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا ولا انا منہ۔ انس بن مالک کہتے ہیں کہ آنحضرت نے ایک شخص کے واسطے پروانہ لکھدیا تھا وہ حضور میں سلام کے لئے حاضر ہوا حضور اس وقت نماز میں تھے اُس نے دیکھا کہ حسینؑ کبھی آپ کی گردن پر اور کبھی آپکی پشت اقدس پر سوار ہو جاتے ہیں اور کبھی آگے پیچھے سے ہو کر گزر جاتے ہیں جب حضور نماز سے فارغ ہوئے تو اس شخص نے کہا کہ ان صاحبزادوں نے آپکی نماز کو کیا خراب کیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غضب میں آ کر اس شخص سے کہا اپنا پروانہ ہمیں دے اور اس سے وہ پروانہ لیکر پھاڑ ڈالا اور فرمایا جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا نہ وہ ہمارا نہ ہم اُسکے۔

صاحب جمع الفوائد تحریر فرماتے ہیں عن عبد اللہ ابن شداد عن ابیہ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم فی احدی صلوٰتی العشاء فھو حامل حسنا او حسینا فتقدم النبی صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم فوضعہ ثم کبر للصلوٰۃ فصلی فسجد بین ظھرانی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صلوٰتہ سجدۃ اطالھا قال ابی فرفعت راسی فاذا الصبی علی ظھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم وھو ساجد فرجعت الی سجودی فلما قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم الصلوٰۃ قال الناس یا رسول اللہ انک سجدت بین ظھری صلوتک سجدۃ اطلتھا حتی ظننا انہ قد حدث امر وانہ یوحی الیک قال کل ذلک لم یکن ولکن ابنی ارتحلنی فکرھت ان اعجلہ حتی یقضی حاجتہ صاحب جمع الفوائد نسائی فی باب سجدۃ للصلوٰۃ کی اسناد سے تحریر فرماتے ہیں کہ عبد اللہ ابن شداد اپنے باپ سے ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسالتمآب نماز عشا پڑھنے کے لئے تشریف لائے اور آپ کے دوش مبارک پر امام حسن اور امام حسین (دونوں حضرات میں سے کوئی سے ہوں) جلوہ افروز تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ان کو بٹھلا دیا اور اذان کہی اور آپ نماز پر کھڑے ہو گئے جب سجدہ میں گئے تو آپ نے سجدہ کو طول دیا یہاں تک کہ میں نے طوالت سجدہ کے باعث سجدہ سے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ وہ صاحبزادہ آپ کی پشت اقدس پر بیٹھا ہے یہ دیکھکر میں نے اپنا سر سجدہ میں جھکا لیا پس جب آنحضرت اپنی نماز پڑھ چکے تو لوگوں نے جناب سرورِ موجودات کی خدمت میں عرض کی کہ حضور نے سجدہ کو یہاں تک طول دیا کہ ہمکو یقین ہوا کہ شاید کوئی امر حادث ہوا ہے یا نزول وحی ہوا ہے۔ آپنے جواب دیا ان میں سے کوئی شے واقع نہیں ہوئی مگر بات یہ تھی کہ میرا بیٹا میری پیٹھ پر سوار ہو گیا تھا اور میں اس کے جلد اُترنے کو کراہت کرتا تھا کہ تا وقتیکہ اس کی خواہش پوری نہ ہو لے اُسکو اپنی پشت سے اتار دوں۔ امام حاکم مستدرک میں لکھتے ہیں عن ام سلمۃ کان یصلی والحسن والحسین یلعبان و یقعدان علی ظھرہ جناب ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت نماز پڑھا کرتے تھے اور حسنین آپکی پشت پر سوار ہو کر کھیلا کرتے تھے امام سیوطی جامع صغیر میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت اُمّ سلمہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت نماز پڑھتے تھے اور حسنین آپ کی پشت پر سوار تھے میں نے کہا کہ سب سے بہتر تمہاری سواری کا اونٹ ہے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مجھ سے ارشاد فرمایا کہ سوار بھی تو سب سے بہتر ہیں۔

اس روایت کو میں نے اس سلسلہ کی جلد دوم میں متعدد طریقوں سے لکھا ہے فضائل الخمسہ میں بھی یہی عبارت درج ہے۔

ہم ایسے ہی واقعات کا اندراج اپنے موجودہ مدعا کی تالیف کیلئے کافی سمجھتے ہیں اب ہم اپنی ترتیب کے مطابق ارشاد و ہدایت کی عین مشغولیت میں بھی ان واقعات کی کیفیت کو ذیل کی عبارت میں لکھاتے ہیں۔

امام ترمذی صحیح میں ابن ماجہ اپنی سنن ابوداؤد اپنی سنن میں امام حاکم مستدرک میں اور امام ابن حبان تحریر فرماتے ہیں عن بریدۃ قال کان النبی یخطب اذ جاء الحسن والحسین علیہما قمیصان احمران یمشیان و یعثران فنزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من المنبر فحملھما ووضعھما بین یدیہ ثم قال صدق اللہ انما اموالکم واولادکم فتنۃ نظرت الی ھذین الصبیین یمشیان و یعثران فلم اصبر حتی قطعت

حدیث ہے وحی عمابر یدہ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ جناب پیغمبر خدا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ جناب امام حسنؑ امام حسینؑ گرتے پڑتے تشریف لائے اور وہ دونوں صاحبزادے سُرخ قمیضیں پہنے ہوئے تھے حضور ان کو دیکھکر منبر پر سے نیچے اتر آئے اور ان کو اٹھالیا۔ اور اپنے سامنے بٹھالیا پھر فرمایا کہ اللہ نے سچ فرمایا ہے کہ سوا اسکے نہیں ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں میں نے ان لڑکوں کو چلتے اور گرتے پڑتے دیکھا تو مجھ میں صبر نہ رہا یہانتک کہ میں نے اپنی بات کو کاٹ کر ان کو اٹھا لیا۔

فتنہ اصطلاح عرب میں جوشِ محبت کو کہتے ہیں جس سے مفتون متعلق ہے اور یہ زبان عرب میں تو اپنے اصلی معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر فتنہ ہمارے روزمرہ میں عموماً فساد کی جگہ مستعمل ہوتا ہے۔ کلام الٰہی میں یہاں فتنہ کا لفظ محبت کے معنی میں مستعمل ہوا ہے نہ ہمارے اُردو کے غلط محاورہ میں۔ معاذ اللہ

المؤلف
اولاد حیدر عفی عنہ

امام ابوحاتم ایک دوسرا اسی کے ایسا واقعہ لکھتے ہیں یعن یعلی ابن مرۃ العامری قال خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی طعام دعوا لہ فاذا الحسین مع الصبیان یلعب فمشی امام القوم ثم بسط یدہ فطفق الصبی یفر ھھنا مرۃ وھھنا مرۃ و النبی یضحکہ حتی اخذہ فجعل احدی یدیہ تحت ذقنہ و الاخری تحت قفاہ ثم قنع راسہ فی فیہ فا ہ علی فیہ وقال حسین منی وانا من الحسین احب اللہ من احب حسینا و حسین سبط من الاسباط۔　　یعلی ابن مرۃ ناقل ہیں کہ ایکدفعہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں دعوت میں جاتے تھے میں بھی ہمراہ کے ہمراہ تھا ناگاہ دیکھا میں نے کہ جناب امام حسین علیہ السلام بعض اطفال مدینہ کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ آنحضرت اس لڑکے کیطرف بڑھے۔ وہ بچہ اپنے سن کے تقاضے سے کبھی ادھر کبھی اُدھر چلا جاتا تھا اور آپ اس کی حالتوں کو دیکھکر ہنستے جاتے تھے یہانتک کہ آنحضرتؐ اسکو تھام لیا اور اپنا ایک ہاتھ اس کے زیر ذقن رکھکر دوسرا گردن پر رکھدیا اور اپنا فرق مبارک بڑھاکر اسکے منہ پر رکھدیا اور فرمایا حسین مجھسے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ خدایا تو اس کو دوست رکھ جو حسین کو دوست رکھے حسین اسباط میں سے ایک سبط ہے۔

ان واقعات کو اپنی موجودہ ضرورت کیلئے کافی سمجھکر اب ہم ان حالات کو قلمبند کردیتے ہیں جو معمولی اوقات میں ان کی محبت و الفت کا اظہار کرتے ہیں علامہ ابی خیثمہ لکھتے ہیں عن ابی ھریرۃ کان النبی جلس فی المسجد فجاء الحسین حتی سقط فی حجرہ فجعل اصابعہ فی لحیۃ رسول اللہ ؐ ففتح رسول اللہ ؐ فمہ ای فم حسین فادخل فاہ فی فیہ ثم قال اللھم انی احبہ فاحبہ واحب من یحبہ　ابوہریرہ کہتے ہیں کہ آنحضرت مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ جناب امام حسین علیہ السلام تشریف لائے اور آپکی آغوش مبارک میں لیٹ گئے اور اپنی انگلیاں آپ کی ریش مبارک میں ڈالنے لگے۔ آنحضرت نے آپکے منہہ کو کھولا اور اپنا منہ آپ کے منہ پر رکھا۔ پھر فرمایا۔ پروردگارا! میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اس کو محبوب رکھ اور اسکو بھی محبوب رکھ جو اسکو محبوب رکھے اسی واقعہ سے مقدس نانا اور اس کے معصوم نواسے کے قلبی جذبات اور دلی تعلقات کے پورے حالات بخوبی معلوم ہوسکتے ہیں۔ آنحضرت نے اپنے پیارے نواسے کے لئے جو دعا مانگی وہ آپ کی انتہا درجہ کی محبت و اخلاص کا پورا ثبوت ہے جس کو ہر صاحب اولاد اپنے رات دن کے تعلقات سے خود اندازہ کرسکتا ہے۔

شیخ الاسلام امام قندوزی علامہ سید علی ہمدانی کی کتاب مودۃ القربیٰ کی اسناد سے اور وہ رسالۂ ابراہیم حافظ عثمانی کی اسناد سے جو خلیفہ متوکل عباسی کے لڑکوں کا مشہور معلم اور اتالیق تھا لکھتے ہیں کہ عن سلیم ابن قیس الھلالی عن سلمان ابن الفارسی قال دخلت علی النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فاذا الحسین علیہ السلام فاخذہ رسول اللہ وھو یقبل خدیہ ویلثم فاہ ویقول انت سید ابن سید اخو سید وانت امام ابن امام واخو امام وانت حجۃ ابن حجۃ وانت ابو حجج تسعۃ تاسعھم قائمھم عجل اللہ ظھورہ۔ سلیم ابن قیس الہلالی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ میں ایک دن جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتنے میں جناب امام حسین علیہ السلام بھی تشریف لے آئے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اٹھالیا اور ان کے دہن مبارک و رخسار کا بوسہ لیا اور فرمایا تو سید ابن سید ہے اور سید کا بھائی ہے۔ تو امام ہے امام کا بھائی ہے اور امام کا بیٹا ہے۔ تو حجت خدا ہے۔ حجت خدا کا بیٹا ہے اور حجت خدا کا بھائی۔ اور نو حجتہائے خدا کا باپ ہے جن کا نواں قائم آل محمد ہوگا (عجل اللہ ظھورہ)

ذخائر العقبیٰ میں ابو حاتم کی اسناد سے لکھا ہے کہ کان النبی یدلع لسانہ للحسین علیہ السلام فیریٰ الصبی حمرۃ لسانہ فیہش الیہ فقال عیینۃ ابن بدر الا اراہ یصنع ھذا بھذا فواللہ ان لی الولد ما قبلتہ قط فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من لا یرحم لا یرحم جناب امام حسین علیہ السلام کیلئے آنحضرت اپنی زبان مبارک دہن اقدس سے نکال دیتے تھے اور وہ معصوم بچہ جب آپ کی زبان کی سرخی کو دیکھتا تھا تو اسکی طرف متوجہ ہوتا تھا۔ عیینہ ابن بدر حاضر خدمت تھا یہ دیکھکر عرض کرنے لگا کہ یا حضرت میرا بھی بچہ ہے مگر میں نے تو اسکو کبھی نہیں چوما۔ آپنے فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اسپر رحم نہیں کیا جاتا یعنی معترضین سے کوئی زمانہ اور کوئی وقت خالی نہیں رہا آخر آنحضرت کی اظہار محبت پر اعتراض جڑ ہی دیا گیا مگر اس حکیم الٰہی نے ایسا پُر معنی اور مسکت جواب دیا کہ عیینہ کو پھر عذر کی گنجائش و جرأت نہ تھی اسی واقعہ کو امام قندوزی نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں عبدالرحمٰن ابی سلمہ کی اسناد سے تحریر فرمایا ہے۔

صواعق محرقہ میں تحریر ہے عن ابی لیلیٰ ان الحسین وثب علی ظہر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی صدرہ فبال فی حجرہ فقمنا الیہ فقال دعوہ ثم دعا بماء فصبہ علیہ۔ ابی لیلیٰ ناقل ہیں کہ میں نے جناب امام حسین کو آنحضرت کی پشت مبارک اور سینۂ اقدس پر چڑھے ہوئے دیکھا اور انہوں نے آنحضرت کی گود میں پیشاب کر دیا پس ہم لوگوں نے انکو گود سے لینا چاہا آپنے فرمایا چھوڑ دو۔ پھر پانی منگا کر آپنے اس پیشاب پر بہا دیا امام طبرانی نے معجم کبیر میں اسی کے ایسا ایک واقعہ امام حسن کے متعلق بھی لکھا ہے جسکو ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں لکھ چکے ہیں مشکوٰۃ میں تحریر ہے عن یعلیٰ قال ان الحسن والحسین استبقا الی رسول اللہ فضمہما الیہ وقال ان الولد مبخلۃ مجبنۃ۔ یعلیٰ سے مروی ہے کہ حضرت امام حسن وحضرت امام حسین علیہما السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے۔ آپ نے ان دونوں صاحبزادوں کو اپنی چھاتی سے لگایا اور فرمایا کہ بچوں کی محبت ایک امر غیر متحمل ہے۔

امام ترمذی اپنی صحیح میں تحریر فرماتے ہیں عن اسامہ ابن زید قال طرقت علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات لیلۃ فی بعض الحاجۃ فخرج الی وھو مشتمل علی شئی لا ادری ما ھو فلما فرغت من حاجتی قلت ما ھذا الذی انت مشتمل علیہ فکشفہ فاذا الحسن والحسین علیہما السلام علی ورکیہ فقال ھذان ابنای وابنا ابنتی اللھم انی احبہما فاحبہما واحب من یحبہما۔ اسامہ ابن زید سے روایت ہے کہ ایک شب کو میں نے کسی ضرورت کے لیے جناب رسول خدا کا دروازہ کھٹکھٹایا پس آنحضرت باہر تشریف لائے اس حالت میں کہ آپ کسی شے پر چادر لپیٹے ہوئے تھے اور مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ کیا شے چادر میں لپیٹے ہوئے تھے جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو میں نے دریافت کیا کہ آپ کیا لئے ہوئے ہیں؟ آنحضرت نے اسکو کھولا تو معلوم ہوا کہ حسنؑ اور حسینؑ حضرت کے دونوں پہلوؤں میں ہیں۔ پس آنحضرت نے فرمایا کہ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ بار الٰہا میں ان کو دوست رکھتا ہوں پس تو بھی ان دونوں کو دوست رکھ اور جو انکو دوست رکھیں تو انکو بھی دوست رکھ پھر امام موصوف فرماتے ہیں عن انس بن مالکؓ یقول سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ای اھل بیتک احب الیک قال الحسن والحسینؑ کان یقول لفاطمۃ علیہا السلام ادعی لی ابنای فاذا جاء افیشمہما ویضمہما الیہ۔ انس ابن مالک سے مروی ہے کہ بعض لوگوں نے آنحضرت سے سوال کیا کہ آپکو اہلبیت میں سے زیادہ پیارے آپکے کون ہیں؟ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ حسن اور حسین علیہما السلام۔ اور آنحضرت فاطمہ سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے بیٹوں کو میرے پاس بلا لاؤ جب وہ صاحبزادے تشریف لاتے تھے تو آپ ان دونوں کی خوشبو سونگھتے تھے اور ان کو اپنے سینۂ اقدس سے چمٹا لیتے تھے علامہ ابن حجر عسقلانی اصابہ فی تمیز الصحابہ میں بذکر فضائل حسنین علیہما السلام تحریر کرتے ہیں۔ عن ابی ھریرۃ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومعہ حسنؑ وحسینؑ ھذا علی عاتقہ وھذا علی عاتقہ وھو یلثم ھذا مرۃ حتی انتھی الینا فقال من احبہما فقد احبنی ومن ابغضہما فقد ابغضنی۔ ابوہریرہ سے مروی ہے کہ ایک بار جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس شان سے تشریف لائے کہ آپ کے ایک شانے پر جناب امام حسنؑ تھے اور ایک پر جناب امام حسینؑ آنحضرت کبھی اس صاحبزادے کے بوسے لیتے تھے اور کبھی اس صاحبزادے کے یہاں تک کہ آپ ہم لوگوں کے قریب آپہنچے تو فرمایا کہ جو شخص ان دونوں کو دوست رکھے وہ میرا دوست ہے اور جو شخص ان دونوں سے دشمنی رکھے وہ میرا دشمن ہے۔

ذخائر العقبیٰ میں باسناد امام نسائی لکھا ہے کہ عن سعید ابن جبیر عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعوذ حسنا وحسینا اعیذکما بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان

ھامّۃٍ من کل عین لامّۃٍ وکان یقول کان ابوکما یعوذ بھا اسمٰعیل و اسحٰق لھا سعید ابن جبیر عبد اللہ ابن عباس کی اسناد میں ناقل ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کلمات کا حسنین علیہما السلام کیلئے تعویذ بنایا تھا کہ میں تم دونوں کو ہر پھرنیوالے شیطان اور ہر نظر لگانیوالی آنکھ کے شر سے بچانے کے لئے خدا کے کامل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ تم دونوں کے والد (حضرت ابراہیم) نے حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحٰق علےٰ نبینا وعلیہما السلام کے تعویذ میں بھی یہی کلمات لکھے تھے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ بچوں کی محبت اور الفت کیوجہ سے انکی صحت اور تندرستی کی تمنا والدین کے دل میں کیسی ہوتی ہے کہ شاید دن بھر میں ان کا کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا کہ وہ کسی وقت میں اپنے نونہالان چمن آرزو کی صحت وسلامتی کی دعائیں اپنے پروردگار عالم سے نہ مانگتے ہوں۔ آنحضرت اپنے پیارے نواسوں کے اظہار محبت کیساتھ ساتھ اپنے قلبی جذبات محبت کو بھی ظاہر فرمادیا کرتے تھے۔ فی الحقیقت کسی کو کسی کیساتھ ایسے قلبی معاملات اور دلی تعلقات پیش نہیں آتے تب وہ دنیا میں کسی دوسرے شخص کی ایسے معاملات کا اندازہ ہی نہیں کرسکتا۔

ان معصوم بچوں کی وہ کونسی آرزو تھی جو مقدس نانا نے پوری نہ کی۔ ان سعادتمند ہونہاروں کی وہ کونسی خواہشیں تھیں جن کو ظاہر کرتے ہی ان کا سامان فراہم نہ کردیا گیا۔ ان کی پیاری پیاری زبانوں سے خواہش دلی کا صرف معلوم ہونا ہوتا تھا جو فوراً پوری کردی جاتی تھیں کسی شئی کے لئے بچوں نے ضد شروع کی پھر کیا تھا تا وقتیکہ آنحضرت اس شئے کو فراہم نہ فرمالیں چین کہاں اور اطمینان کیسا جناب سیدہ سلام اللہ علیہا پر برابر تاکید اور فہمائش پر فہمائش رہتی تھی کہ کوئی بات ایسی نہ ہو جو ان کی آزردگی اور ناراضگی کا باعث ہو۔ علامہ بدخشی نزل الابرار میں تحریر فرماتے ہیں

خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من بیت ام المومنین عائشۃ فمر علی باب فاطمۃ سلام اللہ علیہا فسمع حسینا یبکی فقال الم تعلمی ان بکائہ یوذینی زید ابن زیاد ناقل ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بار ام المومنین عائشہ کے گھر سے نکلکر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے دروازہ سے گزرے اور جناب امام حسین کو روتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ فاطمہ کیا تم نہیں جانتیں کہ اس کے رونے سے میرا دل دکھتا ہے

اسی روایت کو علامہ احمد ابن عبد اللہ الشافعی نے بھی انہی الفاظ کیساتھ اپنی مستند اور معتبر تالیف ذخائر العقبےٰ میں لکھا ہے اور شیخ الاسلام قسطنطنیہ نے ذخائر العقبےٰ کی اسناد سے اپنی کتاب ینابیع المودۃ فی القربیٰ صفحہ ۲۶۸ میں درج فرمایا ہے اس سے زیادہ پُر اثر واقعہ ناسخ التواریخ میں درج ہے جس کی عبارت ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

از سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ مروی است کہ وقتے در نزد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در غیر وقت انگور خوشۂ انگور دیدم فقال لی یا سلمان ائتنی بولدی الحسن والحسین (علیہما السلام) لیاکلا معی من ھذا العنب جناب رسول خدا فرمود اے سلمان فرزندان من حسن وحسین (علیہما السلام) را حاضر کن تا با من ازیں انگور بخورند۔ من شتابیدم و بسرائے فاطمہ علیہا السلام رفتم۔ ایشاں را نیافتم۔ بخانۂ ام سلمہ شتافتم۔ ایشاں را ندیدم لاجرم بحضرت رسول آمدم و خبر باز دادم پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مضطر شد و برخاست وگفت واولداہ وواقرۃ عیناہ من یرشدنی علیہما فلہ علی اللہ الجنۃ یس پیغمبر ما دریغ خورد بر فرزندان خود و فرمود کسے راکہ دلالت کند مرا برایشاں بر ظلم است کہ اور اجاور بہشت بدہد۔

اس واقعہ کو امام طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں بہ تغیر الفاظ درج فرمایا ہے اپنے پیارے نواسوں کیساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرط محبت کی تصدیق اور کثرت الفت کی توثیق میں یہی دو واقعے جو ابھی ابھی اوپر لکھے گئے کافی ہیں بچے اکثر رویا کرتے ہیں مگر آنحضرت کا جناب سیدہ سے تاکید فرمایا کہ ان کو رلایا کرو۔ انکے رونے سے مجھکو ایذا پہنچتی ہے۔ ایسا پر اثر ارشاد ہے جو آپکے انتہا درجہ کی قلبی تعلقات کی پوری پوری خبر دیتا ہے۔ آنکھ سے تھوڑی دیر تک بچوں کا اوجھل ہوجانا بھی کوئی ایسی بات نہیں ہے بچے اپنے کھیل کود میں اکثر وقت پر گھر نہیں آیا کرتے۔ والدین اس کی ایسی پرواہ ہی نہیں کیا کرتے مگر آنحضرت کے لئے ان پارہائے جگر کا ایک لمحہ بھر بھی نظروں سے اوجھل ہونا جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل پر انتہا شاق گزرا اور ان بچوں کے نہ ملنے سے آپکے قلب نورانی پر ایسی تشویش اور انتشار کا عالم طاری ہوا کہ آپ فوراً بیچین ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت حسرت اور افسوس کے لہجہ میں درد ناک آواز سے ادھر ادھر بچوں کو خود پکارنے لگے اور جب اس پر بھی اطمینان نہوا تو دوسروں کو اپنے موجودہ اضطراب کی حالت میں امداد کیلئے طلب فرمانے لگے اور ایسے مدد کرنے والوں کے لئے نعمائے بہشت کی بھی بشارت دینے لگے۔

اور ہمارے صاحب اولاد ناظرین اپنے کلیجوں پر ہاتھ رکھکر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان واقعات سے آپکے دلی تعلقات اور قلبی جذبات کا بخوبی اندازہ کرسکتے ہیں اب ہم ایسا ہی ایک اور واقعہ لکھتے ہیں ملّا مجلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں وعظ فرمارہے تھے۔ آپ کے کان میں کسی بچہ کی رونے کی آواز اتفاق سے

اس کی آواز امام حسین کی آواز سے مشابہ تھی۔ آواز کا آنا تھا کہ قلب پیغمبر
انتشار و اضطراب کا سخت عالم طاری ہوا وعظ کو موقوف فرمایا صحابہ کچھ
صحابہ کو تفتیشِ احوال کے لئے بھیجا اور یہاں تک تاکید کر دی کہ اگر تم جلد نہ آؤگے
تو پھر میں خود چلا آؤں گا صحابہ نے فوراً تعمیل حکم فرمائی اور خدمت بابرکت
میں واپس آکر عرض کی کہ یہ صاحبزادہ کی آواز نہیں ہے بلکہ مسجد کے قریب ایک مدرسہ
ہے جس میں لڑکے تعلیم پاتے ہیں ایک لڑکے نے اپنا سبق یاد نہیں کیا ہے معلم نے اس کی تادیب
کی ہے وہی رو رہا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نہ رونا پورے طور سے معلوم ہوگیا مگر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبت و اخلاق نے معلم کو مع اس بچہ
کے بلوایا اور حقیقتِ حال دریافت فرماکر اس معلم سے ارشاد کیا کہ چونکہ یہ بچہ
میرے بچے کی آواز میں مشابہ ہے اس لئے میں تم سے اس کی سفارش کرتا ہوں کہ اب
اس لڑکے کو نہ مارا کرو۔ یہ ہیں محبتِ رسول کے سچے واقعات اور یہ ہیں آپ کی
اشفاق و اخلاق کی اصلی حالات کیا اس سے زیادہ دلی تعلقات اور قلبی جذبات
کا اندازہ کیا جا سکتا ہے؟ نہیں کبھی نہیں۔ علامہ دارقطنی عبداللہ ابن عمر کی
اسناد سے اور علامہ ابن حشیش تمیمی اعمش کی زبانی یہ واقعہ تحریر فرماتے ہیں قال
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يا عمران ان لكل شئ
موقعا من القلب وما وقع موقع هذين الغلامين من قلبي شئ قط
فقلت كل هذا يا رسول الله قال يا عمران وما خفي عليك اكثر
امرنى الله بحبهما جناب رسالت مآب نے عمران ابن حصین سے فرمایا کہ
ہر چیز کیواسطے انسان کے دل میں ایک جگہ ہوتی ہے لیکن کوئی ایسی چیز نہیں
ہے کہ حسین کی جگہ میرے دل میں جگہ کر سکے عمران نے عرض کی کہ حضور کے
دل میں بس انہی کی محبت ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ہاں اے عمران مجھے اللہ تعالیٰ
نے انہی دونوں کی محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بات تجھے بھی بہت کچھ معلوم ہے
اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مخبرِ صادق علیہ السلام ان خاصانِ جنابِ باری کے ساتھ
محبت والفت رکھنے کے لئے منجانب اللہ مامور تھے۔ اور یہی وجہ خاص تھی کہ
آپ ان ذواتِ مقدسہ علیہم التحیۃ والثنا کی محبت والفت۔ آرام۔ آسائش دلجوئی
اور خاطرداری میں اس وجہ اہتمام بلیغ فرمایا کرتے تھے عمران سے جو ارشاد ہوا وہ آپ کے
مقصودِ دلی اور مطلبِ اصلی کو صاف صاف لفظوں میں بتا رہا ہے۔ اس ایک واقعہ
سے حسنین علیہما السلام کے ساتھ آپ کی انتہائی درجہ کی محبت و الفت تو ظاہر ہوئی
مگر ساتھ ہی ان کی مدارج مخصوصہ اور مناقبِ مخصوصہ بھی مخبرِ صادق کی زبانی
پوری طور سے معلوم ہوگئے۔ اب ہم جناب امام حسین علیہ السلام کے بچپن کے حالات
لکھتے ہیں اور ان کی ذیل میں مخصوص ایسے واقعات درج کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیارے نواسوں کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ کس طرح
ان کے بچپنے کی ضدیں سہیں اور ان کی دلی خواہشیں پوری کی ہیں۔ چنانچہ سب سے
پہلے جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی زبانی ایک واقعہ کو ناسخ التواریخ سے
ذیل میں لکھتے ہیں۔
علی علیہ السلام فرمود کہ دیدیم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم را کہ پائے مبارک در
لحاف داشت ناگاہ حسن علیہ السلام آب طلبید رسولِ خدا بسرعت تمام
برجست داوازانجا کہ دعای آب بود مقداری آب گرفتہ بدست حسن نہاد و
حسین جنبش می کرد تا آن آب را فراگیرد۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مانع بود۔ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا عرض کرد یا رسول اللہ چنان می نماید
حسن نزدِ تو محبوب تر است فقال ما هو باحبهما الي ولكنه استسقى
اول مرة وانى واياك وهذين النائمين يوم القيمة في مكان
واحد فرمود حسن را فزون تر دوست ندارم لکن اول تر آب خواست
وتحقیق کہ من و تو ہر دو ایں فرزندانِ من در روز قیامت در یک مکان خواہیم بود
(دیکھو جلد نمبر ۵ صفحہ ۳)
اس واقعہ سے امر بخوبی ظاہر ہوا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے پارۂ جگر جناب امام حسن کی خواہش کو نہ رد کر سکے
اور بلالحاظ اس امر کے فرشِ استراحت پر تھے جناب سیدہ موجود تھیں
ممکن تھا کہ انہی کو تعمیلِ ارشاد کے لئے کہا گیا ہوتا مگر نہیں قلب مبارک
میں اپنے پیارے نواسوں کی الفت و محبت کے لئے اتنی گنجائش تھی کہ وہ ہرگز
اس امر کی متقاضی نہیں ہوئی کہ سوائے میرے کوئی اور ان کی خواہش
کو پورا کرے۔ ایسا ہی ذیل کا واقعہ ہے جس کو عموماً اہلِ صحاح اور مسانید نے لکھا ہے مگر
ہم اس کو ذخائر العقبیٰ اور معجم ابن مثنیٰ سے نقل کرتے ہیں عن ابی هريرة قال
كان الحسن والحسين يصطرعان بين يدي النبي صلى الله عليه
وآله وسلم يقول هي حسن فقالت فاطمة سلام الله عليها يا
رسول الله تهيج حسنا فقال ان جبرئيل يقول هي حسين
ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب حسنین علیہما السلام آنحضرت کی خدمت میں کشتی لڑتے
تھے اور آنحضرت فرماتے جاتے تھے۔ شاباش حسن شاباش! جناب رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت فاطمہ زہرا نے عرض کی کہ آپ حسن کو شاباش
دیتے ہیں (اور حسین کو نہیں) ارشاد فرمایا کہ حسین کو جبرئیل شاباش دے رہے ہیں
صواعق محرقہ میں بھی یہی الفاظ درج ہیں۔ اور ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی
اسی مضمون کو اپنی تالیف میں تحریر کیا ہے۔ علمائے فریقین باختلاف الفاظ

اسی واقعہ جیسا ایک اور واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک بار رسول خدا نے اپنے مقدس نانا سے مسجد میں اونٹ بننے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ آپنے قبول کیا اور اللہ اللہ رسالت مآب نے اپنے مطہر گھٹنے ٹیک کر اپنے پیارے بچوں کو اپنی پشت مبارک پر سوار کر لیا اور گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل فرشِ مسجد پر چلنے لگے معصوم بچے خوش ہو ہو کر فرماتے تھے حل حل یہ عرب کا خاص محاورہ ہے جو اونٹوں کے چلانے کے وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض علماء نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ پیارے نواسوں نے اپنے معزز نانا کی خدمت میں عرض کی کہ اونٹوں کی مہار ہوتی ہے۔ ہمارے اونٹ کی مہار کہاں ہے؟ آپنے فوراً اپنے گیسو انکے ننھے ننھے ہاتھوں میں دیدیئے۔ پھر ان بچوں نے بمصداق ع کہ مہانے تو مارا گرد گستاخ عرض کی نانا! مدینہ کے اونٹ تو بولتے ہیں۔ ہمارا اونٹ تو بولتا ہی نہیں آنحضرت نے محض ان کی دلجوئیوں کے باعث اسکو بھی منظور کر لیا۔ اور زبانِ مبارک سے دوبار العفو العفو فرمایا جو آوازِ شتر سے مشابہ ہے۔

ناسخ التواریخ میں جناب امام حسین علیہ السلام کے بچپن کا ایک واقعہ اسی طرح سے درج ہے ذیل میں ان کی اصل عبارت درج کیجاتی ہے۔

از ابو رافع روایت می کند که گفت با امام حسین با مداحی لعب می کردم مداحی (گولی) سنگِ مدور خرد است و اطفال حفیرہ در زمین می کنند و کودک سنگ بداں حفیرہ رہا می کند و آں دیگر سنگے از دنبال آں می سازد۔ اگر با سنگِ نخستین مصادمہ کرد غالب است و بر دوش خصم سواری شود و اگر نہ مغلوب و مرکوب واز معنی است

حدیث ابو رافع قال کنت الاعب الحسین و هو صبی بالمداحی فاذا اصابت مداحی مداحاته قلت احملنی فیقول اترکب ظهرا حمله رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم فاترکه فاذا اصاب مدحاته مدحاتی قلت لا احملك کما لا تحملنی فیقول اما ترضی ان تحمل بدنا حمله رسول الله فاحمله می گوید که من با حسین علیہ السلام لعب میکردم ہرگاہ سنگِ مدحات من سنگِ او را می زد عرض می کردم بر دوش خود سوارکن۔ می فرمودہ تو می خواہی دوشے سوار شوی کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آنرا بر پشتِ خود حمل می داد ناچار من دست بر می داشتم و چوں حاۃ او مدحاۃ مرا می زد عرض می کردم ترا سوار نمی کنم چنانچہ تو سوار نکردی۔ می فرمودہ آیا راضی نیستی کہ حمل کنی بدنے را کہ رسولِ مقبول حمل کی کند۔ ناچار او را بر پشتِ خود سواری کردم (دیکھو ناسخ التواریخ صفحہ بمبئی)

اصابہ فی تمیز الصحابہ میں تحریر ہے عن ابی حوراء قال قلت للحسین تذکر عن جدك صلی الله علیه و آله وسلم قال اخذت تمرة الصدقة فادخلتها فی فمی فنزعها جدی وقال بما شعرت انا آل محمد لا ناکل الصدقة وهذا صدقة اخرجها اصحاب الصحاح ابو جوراء جناب امام حسین علیہ السلام سے ناقل ہیں کہ میں نے ایک بار آپ سے عرض کی کہ آپ اپنے جدِ بزرگوار کا کچھ تذکرہ فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک مرتبہ جنابِ رسالت مآب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتفاق سے اس وقت کچھ خرمے آپکے سامنے رکھے ہوئے تھے میں نے ان میں سے ایک ایک دانہ اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لیا بس آپنے وہ دانہ بجنسہ میرے منہ سے نکال لیا اور فرمایا کہ نہیں جانتے ہو کہ ہم آلِ محمد پر صدقہ حرام ہے اور چھوارے صدقے کے ہیں اس قصہ کو اصحاب صحاح نے بھی لکھا ہے۔

اسی کی مؤید ایک حدیث امام الحرمین نے براء ابنِ عازب کی سند سے تحریر فرمائی ہے جسکو ہم امام الحرمین احمد ابنِ عبد اللہ الشافعی کی کتاب ذخائر العقبیٰ سے لکھتے ہیں عن براء ابن عازب قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم واشار الی الحسین حسین منی وانا من الحسین وهذا انه یحرم علیه ما یحرم علی۔ براء ابن عازب ناقل ہیں کہ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنابِ امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ فرما کر ارشاد فرماتے تھے کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں اور جو کچھ مجھ پر حرام ہوا ہے وہ اس پر بھی حرام کیا گیا ہے۔

ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے تکبیراتِ صلوٰۃ کے تذکرہ میں جناب امام حسین کے ایامِ طفولیت کا ایک واقعہ لکھا ہے جس کو ہم ناسخ التواریخ کی عبارت میں قلمبند کرتے ہیں۔

در بحار الانوار و کتاب تہذیب مسطور است کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر گفت بہ نماز ایستاد و حسین علیہ السلام در پہلوئے آں حضرت بود چوں پیغمبر تکبیر گفت بزبانِ حسین علیہ السلام کہ کودک خورد سال بود نیکو جاری نمی گشت ہفت کرت رسولِ خدا علیہ التحیۃ والثنا تکرار تکبیر فرمود و در کرت ہفتم زبانِ جنابِ امام حسین علیہ السلام نیرو یافت نیکو جاری فرمود و ایں خصلت از آں ہنگام وقت در شریعت سنت گشت (دیکھو ناسخ التواریخ صفحہ ۲۰ بمبئی)

ہم اتنے واقعات اشفاق الرسول اور امام حسین کے ایامِ طفولیت کے متعلق لکھ چکے زیادہ تفصیل کی کوئی ضرورت نہیں ہے مگر ایک واقعہ اور ہم فریقین کی معتبر اسناد سے لکھتے ہیں جو اشفاقِ رسول اور طفولیت کے حالات کے علاوہ آپ کی فضائل و مناقب کی پوری توضیح کرتا ہے۔

علامہ سید علی ہمدانی مودۃ القربیٰ میں تحریر فرماتے ہیں۔ مودۃ ہذا عن ربیعة السعدی قال اتیت حذیفة فسئلته عن اشیاء فقال اسمع منی وعه وبلغ الناس انی رأیت رسول الله صلی الله علیه و آله

وسلم و سمعتہ باذنی وقد جاء الحسین علی المنبر فجعلہ علی منکبیہ ثم قال ایھا الناس ھذا الحسین خیر الناس جدا وجدۃ جدہ رسول اللہ سید ولد ادم جدتہ خدیجۃ سابقۃ الایمان من کل الامۃ وھذا الحسین خیر الناس خالا وخالۃ خالہ القاسم وعبد اللہ وابراھیم وخالتہ زینب ورقیۃ وام کلثوم وھذا الحسین خیر الناس عما وعمۃ عمہ جعفر وعقیل وعمتہ ام ھانی وھذا الحسین خیر الناس ابا واما واخا واختا ابوہ علیؑ وامہ فاطمۃ واخوہ الحسن واختہ زینب وام کلثوم ثم وضعہ عن منکبیہ فاجلسہ فی جنبہ فقال ایھا الناس ھذا الحسین جدہ فی الجنۃ وجدتہ فی الجنۃ واخوالہ فی الجنۃ وخالاتہ فی الجنۃ واعمامہ فی الجنۃ وعماتہ فی الجنۃ وابوہ فی الجنۃ وامہ فی الجنۃ واخوہ فی الجنۃ واختاہ فی الجنۃ وھو فی الجنۃ ثم قال یا ایھا الناس ان اللہ لم یعط احدا من ذریۃ الانبیاء الماضین ما اعطی الحسین ابن علی علیہما السلام خلا یوسف ابن یعقوب ابن اسحٰق ابن ابراھیم یا ایھا الناس ان الفضل والشرف والمنزلۃ والولایۃ لرسول اللہؐ وذریتہ فلا تذھبن بکم الاباطیل (اخرجہ ابو الشیخ ابن حبان فی کتابہ التنبیہ الکبیر کذا اخرجہ الجمال الدین الزرندی) علامہ سید علی ہمدانی ابو الشیخ ابن حبان کی کتاب تنبیہ الکبیر اور حافظ جمال الدین زرندی کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رازدار حضرت حذیفہؓ کے پاس ربیعہ السعدی گئے اور حذیفہؓ سے چند مسائل دریافت کئے۔ ربیعہ کا بیان ہے کہ مجھ سے وہ فرمانے لگے کہ جو میں کہتا ہوں اس کو سنو اور یاد رکھو اور تمام لوگوں کو سنا دو میں نے اپنے کانوں سے آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے اس وقت خاص میں کہ جناب امام حسین علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ منبر پر تشریف لائے اور امام عالیمقام آپ کے کاندھے پر سوار ہو گئے۔ پس آنحضرتؐ نے تمام حاضرین کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ ایہا الناس حسین وہ ہے جو باعتبار اپنے نانا اور اپنی نانی کے سب لوگوں سے افضل ہے۔ اس کا نانا تو رسول خدا اور نانی جناب خدیجہؓ ہے جو تمام امت اسلامیہ میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئیں اور یہ وہ حسینؑ ہے جو اپنی خالہ اور اپنے ماموں کے اعتبار سے سب لوگوں سے افضل ہے آپ کے ماموں تو قاسم عبد اللہ اور ابراہیم ہیں اور خالہ زینب۔ رقیہ اور ام کلثوم ہیں اور حسین وہ ہے کہ جو

اپنی پھوپی اور چچا کی طرف سے سب لوگوں سے افضل ہے۔ آپ کے چچا تو جعفر اور عقیل ہیں اور پھوپی حضرت ام ہانی اور یہ حسین وہ ہے جو اپنے باپ ماں بھائی اور بہن کے اعتبار سے تمام لوگوں سے افضل ہے ان کے باپ علی السلام ان کی ماں فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ان کے بھائی حسن مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا اور ان کی بہنیں زینب اور ام کلثوم علیہما الصلوٰۃ والسلام ہیں اتنا فرما کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے اور امام حسین علیہ السلام کو اپنے کاندھے سے اتار کر پہلو میں بٹھا لیا اور پھر ارشاد فرمایا ایہا الناس یہ وہ حسین ہے جس کا نانا جنت میں ہے اور نانی بھی باپ بھی جنت میں ہے اور ماں بھی جس کی خالہ بھی جنت میں ہے اور ماموں بھی جس کے چچا بھی جنت میں ہیں اور پھوپھیاں بھی جس کے بھائی بھی جنت میں ہیں اور بہنیں بھی اور یہ خود بھی جنت میں ہے ایہا الناس یہ وہ حسین ہے جس کو پروردگار عالم نے وہ تمام فضائل عطا فرمائے ہیں جو انبیائے سابقین کی ذریت میں سے سوائے یوسف ابن یعقوب بن اسحاق ابن ابراہیم علی نبینا وعلیہم السلام کے اور کسی کو عنایت نہیں فرمائے۔ ایہا الناس شرف منزلت اور ولایت رسول خدا اور ان کی ذریت طاہرہ کے لئے مخصوص ہیں پس آئندہ جھوٹی خبریں تم کو گمراہ نہ کر دیں۔

ابو السعید السمانی نے بھی حضرت عبد اللہ ابن عباس کی اسناد سے یہی مضمون قریب قریب بذیل ذکر خلافت ثانی اپنی کتاب تذکرہ ما لقی الصحابہ فی ایام عمر میں لکھا ہے امام قندوزی نے ذخائر العقبیٰ کے حوالہ سے اپنی ینابیع المودۃ میں تحریر کیا ہے اب ہم اس سے زیادہ تفصیل اس بحث میں کسی طرح ضروری نہیں سمجھتے جناب امام حسین علیہ السلام کی بچپن کے متعلق ابھی ہمارے پاس ایک معقول ذخیرہ ہے جس کو ہم طوالت کے خوف سے قلم انداز کرتے ہیں اور اپنے سلسلۂ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں ہمارے ناظرین کو غور کرنا چاہیئے کہ آپ کی پرورش اور تربیت کے متعلق جس طرح اشفاق رسالت پناہی کے ثبوت پائے جاتے ہیں اسی طرح نعمات الٰہی کے نزول بھی پایہ ثبوت تک پہنچے ہیں چنانچہ ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں بذیل تذکرہ جناب امام حسن علیہ السلام ابھی لکھ چکے ہیں کہ ان حضرات کی صغرسنی اور بچپن کے وقت ہی سے عنایات ربانی کا نزول شروع ہونے لگا تھا اور ان کے فضائل و مناقب مخصوصہ کا اظہار و اعلان بھی نصوص الٰہیہ وحی مقدس کے ذریعہ سے ہونے لگا تھا جن کو ہم سلسلہ وار کتاب ہذا میں بقدر تنزیل لکھ چکے ہیں اور آیہ مباہلہ آیہ تطہیر آیہ مودت اور آیہ نذر وغیرہ کی پوری تفصیل اور ان کی تنزیل کی کافی تشریح کر چکے ہیں اس لئے اب ان کو بار دیگر بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں آپ سمجھ لینا چاہیے کہ ان آیات وافی ہدایات کی شان نزول میں جناب امام حسین علیہ السلام پورے طور سے شریک ہیں اور کسی کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا آپ کی تعلیم و تربیت کے متعلق بھی ہم پورے طور سے اسی کتاب میں لکھ آئے ہیں اور بالاختصار

اس مقام پر بھی اتنا لکھ دیتے ہیں کہ یہ حضرات علم لدنیہ میں پورا حصہ لینے والے تھے اسلئے معمولی طور پر کسی ظاہری تعلیم و تربیت کے محتاج ہرگز نہ تھے بچپن ہی سے قدرت نے تمام خلعت جامعیت سے آراستہ اور استعداد و قابلیت سے پیراستہ کر رکھا تھا۔ ان کی عقول سلیم شعور درست فہم صحیح۔ ذہن متین نظریں غائر طبیعتیں حاضر تحقیق کامل اخلاق وسیع اور ہمتیں بلند تھیں ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ہم کو اسلام کی تاریخ و سیر کی ایک کتاب میں بھی انکی تعلیم و تربیت ظاہری کے متعلق کوئی واقعہ آج تک نہیں ملا اور یہ نہیں معلوم ہوا کہ آخر ان حضرات کا مثل اور اطفال کے پڑھانے لکھانے والا ادب و تہذیب و اخلاق کی آئین سکھانے والا کون تھا ہم کیا اور ہماری تحقیق کیا علمائے متقدمین سے لیکر متاخرین تک سب کے سب خاموش ہیں کسی کی تالیف میں اس کی نسبت کوئی واقعہ نہیں پایا جاتا۔ اور کہیں سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ ان ذوات مقدسہ نے معمول کے اصول پر کسی شخص سے درس و تدریس کی تعلیم پائی ہو۔ جب اس کا کہیں سراغ نہیں ملتا تو پھر سوائے تعلیم و تائید الٰہی کے جس کو علوم لدنیہ کا عین نظام سمجھنا چاہئے۔ اور کوئی دوسرا ذریعہ اُن کی تعلیم کا نہیں ہو سکتا اور اسی پر فریقین کا اتفاق ہے۔ اسلامی تالیفات میں جہاں کہیں اس مضمون کی نسبت لکھا ہے تو صرف اسیقدر کہ ان حضرات نے جملہ علوم کی تحصیل اول جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں اور بعد آپکی وفات کے جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاصل کی سوا اسکے کہیں کسی کتاب میں نہ کسی معلم کی تعلیم دینے کے حالات معلوم ہوتے ہیں اور نہ کسی ادیب کے ادب بتلانے کے واقعات ظاہر ہوتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان حضرات کی تحصیل کا وہی روحانی ذریعہ تھا جو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے جناب باری عز اسمہ نے تفویض فرمایا تھا چونکہ ان کی تعلیم کا باطنی ذریعہ علم لدنیہ سے بالکل تعلق رکھتا تھا اسی وجہ سے ان کی تعلیم تربیت کے متعلق کوئی واقعہ کتابوں میں نہیں ملتا بڑی تلاش کے بعد ایک واقعہ ملا بھی تو وہ بالکل خدا اور رسول سے متعلق ہے نزہۃ المجالس میں امام نسفی کے اسناد سے یہ واقعہ درج ہے۔ قال النسفی کتب الحسن والحسین علیہما السلام فی لوحین فقال کل واحد منہما خطی احسن فتحاکما الی ابیہما فرفع الحکم الی فاطمۃ فرفعت الحکم الی جدہما فقال لا احکم بینہما الا جبرئیل فقال جبرئیل لا احکم بینہما الا رب العزۃ فقال اللہ تعالیٰ یا جبرئیل خذ تفاحۃ من الجنۃ واطرحہا علی اللوحین فمن وقعت علی خطہ فہو احسن فلما القاہا قال اللہ تعالیٰ کونی نصفین فوقع نصفہا علی خط الحسن والنصف الاخر علی خط الحسین ونزل جبرئیل بتفاحۃ من الجنۃ والقاہا الی النبی وعندہ الحسن والحسین فطلبہا کل واحد منہما فقال جبرئیل دعہما یتصارعان فمن غلب اخذہا فکان جبرئیل مع الحسین والنبی مع الحسین فلم یغلب احدہما الاخر فنزل علیہما تفاحۃ اخری۔ امام نسفی لکھتے ہیں کہ ایکبار جناب امام حسن و جناب امام حسین نے دو تختیوں پر کچھ لکھا ہر ایک نے کہا میرا خط اچھا ہے پس دونوں صاحبزادوں نے اپنے والد بزرگوار جناب حیدر کرار سے اس معاملہ کا فیصلہ چاہا انہوں نے جناب سیدہ کی جناب میں بھیجا اور جناب سیدہ نے ان کو انکے جد امجد جناب رسالتمآب کی خدمت میں بھیجا آنحضرت نے فرمایا ان دونوں کے درمیان سوائے جبرئیل کے اور کوئی فیصلہ نہیں کریگا اس پر جبرئیل نے عرض کی کہ انکے درمیان سوائے رب العزت کے اور کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا۔ پس جبرئیل کو حکم ہوا کہ بہشت سے ایک دانہ سیب لے جاؤ اور دونوں تختیوں پر ڈالدو جسکے خط پر وہ سیب پڑ جائے وہی بہتر ہے وہ سیب ڈالا گیا حکم خدا سے اس سیب کے دو ٹکڑے ہو گئے اور ایک ایک ٹکڑا اُن دونوں صاحبزادوں کے خط پر علیحدہ علیحدہ آپڑا اُس کے بعد حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور دوسرا سیب لاکر آنحضرت کو دیا اور آنحالیکہ حضرات حسنین ابھی آنحضرت کے پاس ہی تھے چنانچہ ہر ایک نے اس سیب کو مانگا پس حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ ان دونوں کو چھوڑ دیجئے تاکہ آپس میں کشتی لڑیں اور جو غالب ہو وہ یہ سیب لے لے پس حضرت امام حسین کیساتھ جبرئیل تھے اور امام حسن کیساتھ آنحضرت مگر ایک دوسرے پر غالب نہ آتا تھا کہ بحکم خدا اور دوسرا سیب نازل ہوا (اور دونوں کو ایک ایک مل گیا)

اس واقعہ کو دیکھکر اب تو ہماری کتاب کے تمام ناظرین پر ہمارا یہ دعویٰ کہ ان کی تعلیم و تربیت بھی باطنی اور روحانی ذریعے سے ہوئی پورے طور سے ثابت ہو گیا۔ اور ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا کہ ان حضرات کے حسن خط کا تصفیہ جب سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی اور نہ کر سکا تو پھر ان کی تعلیم و تربیت کی تکمیل بھی انسانی حدود سے ضرور ناممکن سمجھی جائیگی بہر حال ہمارے ناظرین کو سمجھ لینا چاہیئے کہ جناب حسنین علیہ السلام کی جملہ امور ظاہری و باطنی کی تعلیم اور امور امامت کی تلقین اور دیگر رموز و غوامض محفوظ و مخصوصہ کی تحصیل و تکمیل یہ تمام ضروریات تائید الٰہی کے ذریعہ اور صحبت رسالت پناہی کے وسیلے سے ہوئی ہیں۔ اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فیضان صحبت

یہ دونوں نونہال برابر مستفیض ہوتے رہے۔ یہانتک کہ آنحضرتؐ نے جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔ اس وقت سے ان کی تعلیم جناب امیر المومنین علیہ السلام سے متعلق ہوئی جب جناب رسالتمآب سا دار الحکمۃ مدینۃ العلم اور افصح العرب و العجم انکی تعلیم و تربیت کا منجانب اللہ ذمہ دار ہو پھر اسکے بعد امیر المومنین علیہ السلام سا عالم یکتا و دانائے بے ہمتا جو اس مدینۃ العلم کا مخصوص باب بتلایا جائے اور اقضاکم علیؑ اس کی جامعیت اور کاملیت کا تمغہ ہو ان کی تعلیم و تکمیل کو اپنے متعلق کرلے ان کے علاوہ خاص تائید ربانی اور توفیق یزدانی ان کی تعلیم و تربیت کی طرف اپنی مخصوص توجہ سے کام لے تو پھر ایسے سعادتمندوں کے مایہ علوم اور اعلیٰ استعداد کا انداز کون کرسکتا ہے۔

ہماری موجودہ بحث میں جس کو ہم بہت جلد تمام کرنا چاہتے ہیں جناب رسالتمآب کے روحانی تعلقات اور ان کے ساتھ محبت و الفت کے تمام حالات معلوم ہوئے سمجھ لینے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ جیسے جیسے جناب امام حسین علیہ السلام کے سن میں ترقی ہوتی گئی ویسے ویسے انکی قدر افزائی اور شفقت فرمائی میں جناب رسالتمآب نے اضافہ فرمایا۔ غرضیکہ اسطرح جناب امام حسین علیہ السلام پانچ چھ برس تک آنحضرت کے سایۂ عاطفت اور دامن شفقت میں پرورش پاتے رہے جب تک یہ چھوٹے رہے آغوش رسالت کی زینت رہے اور جب بفضل خدا ان کے سن میں ترقی ہوئی تو پہلوئے نبوت میں بیٹھنے کی عزت پاتے رہے آیۂ مباہلہ کے نزول کے بعد تو دربار رسالت سے ان کی شفقت و عنایت میں ایسی افزائش فرمائی گئی کہ ہر روز ادائے نماز صبح سے قبل جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے دروازہ پر تشریف لاتے تھے اور فرماتے تھے السلام علیکم یا اہل بیت النبوۃ اپنے پدر بزرگوار کی آواز سن کر حضرت فاطمہ زہرا اور دیگر اہل بیت سلام علیکم یا رسول اللہ فرماتے ہوئے فوراً دروازہ پر حاضر ہوجاتے تھے اور جمال نبوی کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے جب آنحضرتؐ اپنے نونہالان چمن آرزو کو بخیر عافیت دیکھ لیتے تھے تو مسجد میں فریضۂ سحر کے اہتمام میں مشغول ہوجاتے تھے ہم اپنے اس بیان کی تصدیق میں سب سے پہلے صحیح ترمذی کی عبارت ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔ وہو ہذا عن انس ابن مالکؓ کان یمر بباب فاطمۃ ستۃ اشہر اذا خرج الی صلوٰۃ الفجر یقول الصلوٰۃ یا اہل البیت انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیرا۔ انس بن مالک کہتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم چھ مہینے تک جب نماز کے لئے گھر سے باہر تشریف لاتے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے دروازہ سے گزرتے اور فرماتے الصلوٰۃ یا اہل البیت انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیرا۔ امام احمد ابن حنبل ابو حمرا کی اسناد سے لکھتے ہیں ان کی عبارت یہ ہے عن ابی حمراء قال صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تسعۃ اشہر فکان اذا اصبح اتی علی باب فاطمۃ و ہو یقول یا اہل البیت یرحمکم اللہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیرا۔ ابو حمرا سے منقول ہے کہ میں نو مہینے تک جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا جب صبح ہوتی تو آنحضرت جناب فاطمہ زہرا کے دروازہ پر تشریف لاتے اور فرماتے کہ اے اہلبیت نبوت تم پر اللہ اپنی رحمت نازل فرمائے پھر آیۂ تطہیر کی تلاوت فرماتے۔

ان دونوں شہادتوں سے جناب رسالتمآب کی غایت شفقت و محبت کے علاوہ ان حضرات کی توقیر عظمت اور جلالت بھی کامل طور سے ثابت ہوتی ہے ہر شخص جو رسول اللہ سے دلی ارادت اور روحانی عقیدت رکھتا ہوگا آسانی سے سمجھ لیگا کہ بمصداق آیہ کریمہ ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی آنحضرت کا کوئی فعل بغیر حکم خدا کے نہ تھا تو اسی دلیل پر آپکا یہ روزانہ دستور بھی ضرور عبادت خدا کے برابر تھا جناب رسالتمآب کا یہ دستور بعد آیۂ مباہلہ کے شروع ہوا۔ اس سے قبل بھی آنحضرت کا ایک اور دوسرا قدیم دستور بھی کتب فریقین کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے جسکو ہم مدارج النبوۃ کے ترجمہ سے ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ہمیشہ سے یہ معمول تھا کہ جب آپ کہیں مدینہ سے سفر کرتے تو سب کے بعد جناب سیدہ کے گھر میں تشریف لاتے اور انسے رخصت ہولیتے تب سفر کے لئے تشریف لیجاتے اور اسی طرح جب سفر سے واپس ہوتے تو قطع نظر اس سے کہ مسجد میں تشریف لائیں یا اپنی ازواج میں سے کسی معظمہ کے گھر جائیں یا کسی صحابہ کے مکان کی عزت افزائی فرمائیں سب سے پہلے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے پاس آتے اور جب اپنی مشتاق آنکھوں سے انکو اور انکے بچوں کو بخیر و عافیت دیکھ لیتے اور انکو اپنی چھاتی سے لگا لیتے تب کہیں اور جاتے (منہاج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ ذکر فضائل جناب سیدہ۔ نولکشور پریس لکھنؤ)

جناب رسول کریم کی محبت و الفت کی نسبت ہم متعدد واقعات اتنی مستند اور معتبر اسنادوں سے لکھ آئے ہیں جن سے ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ان میں ایسی اتحاد

اخلاص محبت اور الفت کے تعلقات قائم تھے جو مشہور ہونے کے علاوہ متواتر بین الجمہور ہیں تو اب اس امر مسلّمہ اور اس مسئلہ طے شدہ کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ آنحضرت کے زمانہ میں جبکہ آپ کا سن مبارک اس قابل نہیں ہوا تھا کہ کسی غزوہ وغیرہ کی تکلیف آپکو دیجاتی یا جسکی یاد کی ضرورت اس مقام پر ہمارے لئے ضروری ہوتی ہاں جس عدیم المثال جدال وقتال کی خدمت آپ کے خاص ایام امامت میں خدا و رسول خدا کی طرف سے آپکے سپرد کی گئی اس کے حالات انشاء اللہ تعالےٰ ہم نہایت تفصیل کیساتھ بیان کرینگے۔ اور ہمارے ناظرین دیکھینگے کہ اس غزوہ یا معرکہ کی مہمات جناب امام حسین علیہ السلام نے ایسی احتیاط اور ایسی کوشش کیساتھ ادا کی ہیں کہ ان کی مثال (مہاجر و انصار کا تو ذکر ہی کیا) نہ تو فرقہ انبیاء میں پائی جاتی ہے اور نہ گروہ اولیاء میں اور ابتدائے خلقت سے لیکر اسوقت تک خاصانِ خدا کے مبارک سلسلہ میں کوئی بھی اس امر عظیم کا متحمل و مکلف ہو سکا۔

بہرحال شفقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پورے حالات تو ہم تمام کرچکے مگر حقیقت میں اتنے ہی واقعات کو تمام و کمال نہ سمجھنا چاہیئے بہت سے ایسے واقعات ہیں جنکا ہم نے ذکر نہیں لکھا مثلاً طعام بہشت کا نازل ہونا۔ آپ کا بحکم خدا مع بچھونے کے از رضوانِ بہشت کا پوشاک عید لانا جناب امام حسین کا پہلے پہل روزہ رکھنا اور اس تقریب میں نعمائے جنت کا نازل ہونا ساغر جنت کا متکلم ہونا اور اہلبیت طاہرین کو ہر فرد واحد پر صلوات بھیجنا وغیرہ وغیرہ بہت سے ایسے واقعات ہیں جنکو فریقین نے اپنی اپنی تالیفات میں درج کیا ہے مگر ہم نے اپنے سلسلۂ بیان کی طوالت اور اپنی کتاب کی ضخامت کیخوف سے قلم انداز کردیا ہے۔ اب ہم اس بحث کو تمام کرتے ہوئے آنحضرت کی اُن آخری وصیتوں کو بھی درج کئے دیتے ہیں جو آپنے اپنی وفات سے کچھ دن پیشتر ان حضرات کی سفارش اور انکے ساتھ محبت و عقیدت رکھنے کی تاکید پر تمام اہل اسلام کو فرمائی تھیں انمیں سب سے پہلے ہم آپکا وہ خطبہ درج کرتے ہیں جو حجۃ الوداع سے لوٹتے وقت تمام اہل اسلام کے مجمع عام میں ارشاد فرمایا۔ امام مسلم اور امام ترمذی اپنی اپنی صحیح میں اور امام حاکم مستدرک میں اور امام احمد حنبل مسند میں متفق اللفظ یوں تحریر کرتے ہیں عن زید ابن ارقم قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یوما خطیبا بماءٍ یدعی خمّا بین المکۃ والمدینۃ فحمد اللہ واثنی علیہ ووعظ وذکر ثم قال اما بعد ایہا الناس فانما انا بشر یوشک ان یاتینی رسول ربی فاُجیب انی تارک فیکم الثقلین اولہما کتاب اللہ فیہ الہدیٰ والنور فخذوا بکتاب اللہ واستمسکوا بہ فحثّ علی کتاب اللہ ورغّب فیہ ثم قال واہل بیتی اُذکّرکم اللہ فی اہلبیتی اُذکّرکم اللہ فی اہلبیتی۔

زید ابن ارقم سے روایت ہے کہ ایکدن اس پانی کے کنارے جسے خم کہا جاتا ہے اور جو مکہ و مدینہ زاد اللہ شرفہما کے درمیان واقع ہے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے پس خدا کی ثنا و صفت بیان کی اور وعظ و پند کرنے کے بعد بیان فرمایا۔ اے لوگو میں بھی آدمی ہوں گمان کیا جاتا ہے کہ میرے پاس خدا کا پیغام پہنچانیوالا آئیگا۔ اور میں اسکی اجابت کرنے والا ہوں (یعنی مجھے پیام مرگ آئے اور میں اُسے قبول کرلوں) پس میں تم لوگوں میں دو بڑی چیزیں چھوڑنے والا ہوں۔ انمیں اوّل تو خدا کی کتاب (قرآن) ہے جس میں ہدایت و نور ہے پس تم خدا کی کتاب کو لے لو۔ اور اس سے تمسک اختیار کرو۔ پس آنحضرت نے خدا کی کتاب کے اتباع پر لوگوں کو تحریص و ترغیب دلائی پھر فرمایا اور میری اہلبیت میں تمہیں اپنے اہلبیت کے لئے خدا کو یاد دلاتا ہوں میں اپنے اہلبیت کیلئے تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں (دوبارہ کہا) امام ترمذی نے اسکو جابر ابن عبد اللہ الانصاری کے اسناد سے لکھا ہے کہ غدیر خم سے پہلے بھی ایکبار عرفہ کے روز جبکہ آنحضرت کا قیام ہنوز مکہ ہی میں تھا ارشاد فرمایا تھا اُن کی عبارت یہ ہے:۔

عن جابر ابن عبد اللہ الانصاری قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یوم العرفۃ وھو علی ناقتہ القصواء یخطب فسمعتہ یقول ایہا الناس انی قد ترکت فیکم ان اخذتم بہ لن تضلوا بعدی کتاب اللہ وعترتی اہلبیتی۔

جابر ابن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ میں نے عرفہ کے دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناقہ عضبا پر سوار دیکھا کہ آپ خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں اور میں نے سنا کہ آپ کہہ رہے ہیں کہ میں اپنے بعد تم میں دو چیزیں چھوڑنیوالا ہوں اگر تم ان دونوں سے متمسک ہوگے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ وہ اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی اہلبیت ہیں۔

علامہ بزار اور امام دولابی نے اس عبارت میں اس واقعہ کو لکھا ہے عن علی علیہ السلام ان رسول اللہ قال انی مخلف فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ عزوجل طرفہ بید اللہ وطرفہ بایدیکم وعترتی اہلبیتی وانہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض

جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑنے والا ہوں اگر تم ان سے متمسک رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ وہ اللہ عز وجل کی کتاب ہے کہ اس کا ایک سرا تو خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھ میں ہے اور دوسری چیز میری عترت اور میرے اہلبیت ہیں اور ہرگز یہ دونوں آپس میں جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ لیں۔ امام طبرانی نے معجم کبیر اور ابن عقدہ اور ابو الملوکی المدائنی نے اسکو زید ابن ارقم۔ ابو لیلیٰ۔ اور حذیفہ ابن اسید کی اسناد سے نہایت شرح و بسط کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے۔

عن عامر ابن لیلی ابن حمزۃ وحذیفۃ ابن اسید وزید ابن ارقم قالوا لما صدر رسول اللہ ص من حجۃ الوداع ولم یحج غیرہا حتی کان بالجحفۃ نہی اصحابہ عن سمرات عن البطحاء متقاربات لا تنزلوا تحتہن حتی اذا نزل القوم واخذ وا منازلہم سوّاہن وارسل الیہن فقمّ ما تحتہن من اشواک وعمد الیہن یصلّی تحتہن ثم قام فقال ایہا الناس انی قد نبأنی اللطیف الخبیر انہ لن یعمر نبیٌّ الا نصف عمر الذی یلیہ من قبلہ وانی لاظن ان ادعی فاجیب وانی مسئول وانتم مسئولون ہل بلغت فما انتم قائلون قالوا نقول قد بلغت وجاہدت ونصحت فجزاک اللہ خیرا قال الستم تشہدون ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم عبدہ ورسولہ وان الجنۃ حقٌّ وان النار حقٌّ والبعث بعد الموت حقٌّ قالوا بلیٰ نشہد قال ایہا الناس الا تسمعون الا فان اللہ مولای انا اولیٰ بکم من انفسکم الا ومن کنت مولاہ فہذا مولاہ واخذ بید علی فرفعہا حتی عرفہ القوم اجمعون وقال اللّٰہم وال من والاہ وعاد من عاداہ ثم قال ایہا الناس انا فرطکم وانکم واردون علیّ الحوض عرضہ ما بین بُصریٰ وصنعاء فیہ عدد نجوم السماء قدحان الا وانی اسئلکم حین تردون علیّ عن الثقلین فانظر واکیف تخلفونی فیہم حتّی تلقونی قالوا وما الثقلان یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال الثقل الاکبر کتاب اللہ طرفہ بید اللہ وطرفہ بایدیکم فاستمسکوا بہ لا تضلوا ولا تبدّلوا والثقل الاصغر عترتی قال قد نبأنی اللطیف الخبیر ان لا یفترقا حتّی یلقانی وسألت اللہ ربی لہم ذلک فاعطانی فلا تسبقوا ہم فتہلکوا ولا تعلّموہم فہم اعلم منکم۔

زید ابن ارقم ناقل ہیں کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے تشریف لائے اور اس حج کے بعد آپ نے کوئی حج نہیں کیا اور جحفہ میں فروکش ہوئے اپنے صحابیوں کو کنکریلی زمین میں خاردار درختوں کی جھنڈوں کے نیچے اترنے سے منع کیا جب لوگ اپنی اپنی فرودگاہ پر فروکش ہوئے تو ان درختوں کو برابر کیا اور ان کے نیچے کانٹوں پر جھاڑو دلوائی اور انکے نیچے نماز ادا کی۔ پھر فرمایا اے لوگو! مجھے میرے خدائے مہربان خبر دینے والے نے خبر دی ہے کہ کسی نبی نے عمر نہیں پائی مگر اپنے گزشتہ نبی کی عمر کی آدھی اور میں گمان کرتا ہوں کہ میں بلایا جاؤں گا پس میں خدا کی دعوت کو قبول کر لوں گا اور مجھ سے بھی سوال کیا جائیگا اور تم سے بھی کہ آیا میں نے خدا کی پیغام تم تک پہنچا دیے پس تم کیا جواب دو گے؟ سب نے عرض کی ہم کہیں گے کہ آپ نے تبلیغ رسالت فرمائی اور اس میں کوشش کی اور پند و نصیحت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ آپکو جزائے خیر دے۔ پھر آنحضرت نے فرمایا کہ آیا تم نہیں گواہی دیتے ہو کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے خدا کے اور بیشک محمد اسکا رسول ہے اور تحقیق کہ جنت اور دوزخ حق ہے اور موت کے بعد جی اٹھنا حق ہے۔ لوگوں نے عرض کی جی ہاں ہم گواہی دیتے ہیں پھر آنحضرت نے فرمایا۔ تم لوگ کیا نہیں جانتے کہ پروردگار میرا مالک ہے اور میں تمہاری جان و مال کا تم سے اختیار رکھنے والا ہوں پس جسکا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے حضرت نے علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر یہاں تک بلند کیا کہ ساری قوم نے انکو پہچان لیا پھر آنحضرت نے فرمایا اے میرے پروردگار تو دوست رکھ اس کو دوست رکھے اور تو دشمن رکھ اسکو جو اسکو دشمن رکھے اے لوگو تم سے پہلے جانے والا ہوں اور بتحقیق تم حوض پر وارد ہونے والے ہو جس کا کہ عرض اتنا ہو گا جتنا کہ بصرے سے صنعا تک کا فاصلہ ہے اور اس میں آسمان کے ستاروں کی تعداد کے مطابق پیالے ہیں بیشک کہ جب تم میرے پاس آؤ گے تو میں تم سے دو بزرگ چیزوں کی نسبت پوچھنے والا ہوں پس دیکھو کہ تم ان سے میرے بعد کیا کرتے ہو یہاں تک کہ تم مجھ سے ملو لوگوں نے عرض کی کہ وہ دو گرانقدر چیزیں ہیں کیا؟ آنحضرت نے فرمایا سب سے بڑی گرامی قدر خدا کی کتاب ہے۔ اسکا ایک سرا تو خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا تمہارے ہاتھ میں پس تم اس سے تمسک اختیار کرو گے تو گمراہ نہ ہو گے اور اسکو بدل نہ ڈالنا اور وہ دوسری چھوٹی گرامی منزلت میری عترت ہے پس میرے مہربان خبر دینے والے نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں

ایک دوسری سے آپس میں ہرگز جدا نہ ہونگی جب تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر نہ ملیں اور یہ بات میں نے خدا سے طلب کی ہے پس اس نے مجھے عطا فرمائی ہے پس تم میری عترت پر سبقت نہ کرو کہ تم ہلاک ہو گے۔ اور انکو مت سکھاؤ کیونکہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں اتنی طویل اور بسیط شہادت درج کرنے کے بعد ہمکو اس حدیث کی مشہور متواتر اور متفق علیہ ہونے کیلئے دوسری تصدیق پہنچانے کی مطلق ضرورت باقی نہیں مگر چونکہ جناب امیر المومنین نے قریب قریب اپنے زمانہ خلافت کے باقیماندہ صحابہ سے اس حدیث کے سننے صحت تمام اہل اسلام کو سنوا دی ہے اسلیئے ضرور ہوا کہ ہم اس اعلان اور استشہاد کے تفصیلی حالات بھی اس ضمن میں درج کر دیں۔ علامہ ابن عقدہ تحریر فرماتے ہیں۔

قال ابی الطفیل رضی اللہ عنہ ان علیاً قام فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال انشد اللہ من شہد یوم غدیر خم الا قام ولم یقم رجل یقول انبئنی اوبلغنی الا رجل سمعت اذناہ ووعاہ قلبہ فقام سبع عشرۃ رجلا منہم خزیمہ بن ثابت وسہل بن سعد وعدی ابن حاتم وعقبہ ابن عامر وابو ایوب الانصاری وابو لیلی وابو الھیثم وابو سعید الخدری وشریح الخزاعی وابو قتادۃ الانصار ورجال من قریش فقال علی ھاتوا ما سمعتم فقالوا نشہد انا اقبلنا مع رسول اللہ من حجۃ الوداع حتی اذا کان الظہر خرج رسول اللہ فامر بشجرات فسوینا فالقینا علیہن ثوبہ ثم نادی الصلوٰۃ فخرجنا فصلینا ثم قام فحمد اللہ واثنی علیہ وقال ایہا الناس ما انتم قائلون قالوا قد بلغت قال اللہم اشہد ثلاث مرات فقال انی اوشک ان ادعی فاجیب وانی مسئول وانتم مسئولون ثم قال الا ان دمائکم واموالکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا وحرمۃ شہرکم ھذا اوصیکم بالنساء واوصیکم بالممالک واوصیکم بالعدل والاحسان ثم قال ایہا الناس انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اہلبیتی فانہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض نبانی بذلک اللطیف الخبیر ثم اخذ بید علی علیہ السلام فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ فقال صدقتم وانا علی ذلک من الشاہدین۔

ابو طفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے کھڑے ہو کر خطبہ بیان فرمایا اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ میں اس شخص کو خدا کی قسم دیتا ہوں جو غدیر خم کے روز موجود تھا وہ کھڑا ہو جائے اور وہ شخص نہ کھڑا ہو جو یہ کہے کہ مجھے خبر لگی ہے یا یوں کہے کہ یہ بات مجھ تک پہنچی ہے مگر وہ شخص جس نے خود اپنے کانوں سے سنا ہو اور اس کے دل نے یاد بھی رکھا ہو پس سترہ آدمی کھڑے ہوئے۔ انہیں خزیمہ ابن ثابت سہل بن سعد، عدی ابن حاتم الطائی، عقبہ ابن عامر۔ ابو ایوب انصاری۔ ابو لیلی۔ ابو الہیثم۔ ابو سعید خدری۔ شریح الخزاعی۔ اور ابو القتادۃ الانصاری اور قریش میں سے چند آدمی اور بھی تھے۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ بیان کرو تم لوگوں نے کیا دیکھا؟ ان لوگوں نے بیان کیا کہ ہم لوگ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمراہ جب حج آخری سے لوٹے تو ظہر کا وقت ہو گیا تھا۔ تو آنحضرت اپنی خیمہ سے باہر تشریف لائے اور درختوں کے نیچے جھاڑو دینے کا حکم دیا اور ان پر ہم نے کپڑا ڈال دیا پھر نماز کیلئے لوگوں کو پکارا ہم اپنے خیموں سے باہر نکلے اور نماز ادا کی۔ پھر آنحضرت کھڑے اور خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور ارشاد کیا کہ اے لوگو تم ہماری نسبت کیا کہتے ہو۔ لوگوں نے عرض کی آپنے خدا کا پیغام پہنچا دیا ہے تین دفعہ فرمایا۔ اے میرے خدا گواہ رہیو۔ پھر فرمایا میں گمان کرتا ہوں کہ میں بلایا جاؤنگا اور میں خدا کی دعوت کو قبول کروں گا میں بھی پوچھا جانیوالا ہوں اور تم بھی پوچھے جانیوالے ہو۔ تمہارا خون اور تمہارا مال حرام ہو گیا ہے مثل تمہارے حج کے دن کی حرمت کے مثل تمہارے اس مہینہ کی حرمت کے میں تمہیں عورتوں کے بارے میں اور لونڈی غلاموں کے بارے میں عدل و احسان کی وصیت کرتا ہوں۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے لوگو میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اللہ کی کتاب اور میری عترت و اہلبیت پس وہ دونوں جبتک حوض کوثر پر وارد نہ ہوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگی مجھکو میرے خدائے مہربان خبر دینے والے نے یہ خبر دی ہے۔ پھر علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جسکا میں مولا ہوں۔ اس کا علی مولا ہے۔ جناب علی علیہ السلام فرمانے لگے تم لوگوں نے سچ کہا ہے اور میں بھی اس پر گواہ ہوں۔

اتنی مستند اور متعدد روایتیں لکھکر ہم اپنے ناظرین کو آگاہ کیئے دیتے ہیں کہ ہمارا حدیث ثقلین کے طرق اتنے کثیر ہیں جنکو ہم اگر اس مقام پر جمع کرنیکی کوشش کریں تو ہمکو اپنے تاریخی مضامین سے دست بردار ہو کر مناقب یا علم الحدیث کے متعلق ایک خاص بحث کی تدوین کرنی ہو گی جو ہمارے مدعائے تالیف سے بالکل جداگانہ ہے اسلیئے ہمنے صرف اپنی ضرورت کے مطابق اتنی حدیثیں لکھدی ہیں اور اپنے موجودہ سلسلہ بیان کو کامل کر دیا ہے ان واقعات سے صرف ہمکو اتنا ثابت کرنا منظور تھا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اہلبیت علیہم السلام کے حفظ مراتب اور حقوق کا کتنا کچھ خیال تھا اس واقعہ پر اپنی وفات کا یقین فرما کر جہاں اپنی امامت کو تمام محاسن کی ہدایت فرمائی وہاں ان حضرات کیساتھ تمسک کرنے اور ان سے عقیدت۔ اخلاص اور ارادت قائم رکھنے کی

بھی سخت تاکید فرمائی اور ان کے فضائل مخصوصہ کے اعتبار سے انکو قرآن مجید کا شریک اور ردیف بنایا اور وہ بھی ایسے کامل و لفیا ور ایسے غالب شریک جو باہم متصل و شامل سلکہ و بنائے عقیقہ تک ایک دوسرے کا دامن ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ اب وہ خدا کا سچا اور برحق رسول اپنی امت کو اپنے مقدس اہلبیت کی قدر و منزلت کی نسبت اس سے بڑھکر اور کیا ہدایت کرتا اور ان کے ساتھ محاسن سلوک قائم رکھنے اور الفت محبت برقرار رکھنے کی ہدایت اس سے زیادہ ہو بھی کیا سکتی تھی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد ستر صحابیوں کی چشم دید گواہی سے لکھا گیا جناب امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے زمانہ خلافت میں اس واقعہ کے مشتہر کرنے اور اہل اسلام کو اسکے یاد دلانے کی کوششوں میں کس قدر حزم و احتیاط سے کام لیا ہے چنانچہ ابتدائی واقعہ میں جیسا کہ عبارت سے ظاہر ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حاضرین صحابہ پر سخت تاکید کر دی تھی کہ اس واقعہ کی شہادت کے لئے مجمع میں وہی شخص کھڑا ہو جو یہ کہہ سکے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا اور وہ شخص نہ کھڑا ہو جو یہ بیان کرے کہ میں نے اس واقعہ کو فلاں سے سنا ہے۔ ایسی سخت تاکید پر بھی چالیس چھتیس برس گزر جانے کے بعد بھی ستر جلیل القدر صحابی فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور سب نے متفق اللفظ ہو کر ابتدا سے انتہا تک واقعہ خم غدیر اور حدیث من کنت مولاہ و انی تارک فیکم الثقلین کی پوری کیفیت عرض کر دی جس کو سنکر جناب امیر نے ان الفاظ میں ان کی تصدیق فرمائی و انا علی ذالک من الشاھدین حجۃ الوداع کے موقع تک تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وہ خیال وہ لحاظ جو آپ کو اپنے اہلبیت طاہرین کے متعلق تھا ظاہر ہو چکا یہ خیال ہو سکتا ہے حجۃ الوداع میں جہاں آپنے تبلیغ رسالت کی تمام کاموں کو ختم کر دیا وہاں آپکے یہ خیال بھی تمام ہو گئے ؟ نہیں ہرگز نہیں۔ جہاں تک ہم نے آپکی ان خیالات کی نسبت تلاش کی ہے ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کے انتقال کے زمانے کے عین وقت تک آپ کے یہ خیال برابر قائم تھے اور وہ آخر کلمہ جس کے بعد پھر کوئی کلمہ آپ کی زبان سے نہیں نکلا وہ انہی خیالات پر مبنی تھا ہم اپنے اس سلسلہ بیان میں یہ دکھلاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حجۃ الوداع و غدیر خم کے واقعات کے بعد بھی مدینہ کے قیام میں کئی بار اس امر کی تاکید فرمائی اور تمام اہل اسلام کو علی الاعلان یاد دلایا ہے اور پھر ویسی ہی تاکید کیا تھ محبت اہل بیت علیہم السلام اور ان کی متابعت اور اطاعت کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ علماء فریقین نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ حجۃ الوداع سے لوٹ کر بہتر روز آنحضرت اور زندہ رہے۔ اس قلیل عرصے کے زمانہ میں بھی آپنے اپنی وصایا کا پھر اعادہ فرمایا اور تمام اہل اسلام کو پھر اس کی نسبت ویسی ہی تاکید فرمائی چنانچہ امام الحرمین سید ابوالحسین یحییٰ ابن الحسن اپنی معتبر و مستند کتاب اخبار المدینہ میں لکھتے ہیں۔

عن محمد ابن عبد الرحمان بن خلاد و کان من رھط جابر بن عبد اللہ حیث اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ (و آلہ) وسلم بید علی (علیہ السلام) والفضل بن عباس فی مرض وفاتہ قال فخرج یعتمد علیھما حتی جلس علی المنبر و علیہ عصابۃ فحمد اللہ و اثنی علیہ ثم قال اما بعد ایھا الناس فما ذا تستنکرون من موت نبیکم الم ینع الیکم نفسہ و نعی الیہ انفسکم ام ھل خلد احد من بعث قبلی او بعثوا لھم فاخلد فیکم فانی لاحق بربی و قد ترکت فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی کتاب اللہ بین اید یکم تقرؤنہ صباحاً و مساءً فیہ ما تأتون و ما تدعون فلا تنافسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا و کونوا اخوانا کما امرکم اللہ الا ثم اوصیکم بعترتی اھلبیتی

محمد ابن عبد الرحمن ابن خلاد جو جابر ابن عبد اللہ الانصاری کے قبیلہ کے تھے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ (و آلہ) وسلم جناب امیر (علیہ السلام) اور فضل ابن عباس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے مرض موت کے زمانہ میں اپنے حجرہ سے باہر تشریف لائے اور آپ ان دونوں صاحبوں پر تکیہ کئے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ منبر پر رونق افروز ہوئے اور اس وقت حضور کے فرق مبارک پر دستار بندھی ہوئی تھی پس خدا کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ اے لوگو تم اپنے رسول کے مرنے کو کیوں برا جانتے ہو؟ کیا تم میں سے بہت مر نہیں چکے آیا مجھ سے پہلے جو لوگ رسالت کیساتھ مبعوث ہوئے ہیں یا وہ جن کے پاس بھیجے گئے ہیں ان میں سے کوئی بھی ہمیشہ باقی رہا ہے کہ میں تم لوگوں میں ہمیشہ رہوں پس میں اپنے رب کے حضور میں جانے والا ہوں۔ پس میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑتا ہوں کہ اگر تم نے ان کیساتھ تمسک کیا تو تم میرے بعد گمراہ نہ ہوگے ان میں سے ایک تو خدا کی کتاب ہے جس کو تم صبح و شام پڑھا کرتے ہو اور اسی میں وہ امور ہیں جو تمہیں پیش آئیں گے اور جن کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے پس تم آپس میں نہ تو لڑنا

اور نہ باہم حسد کرنا اور نہ دشمنی کرنا اور نہ اپنے بھائیوں سے خیانت کرنا جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ اس کے بعد میں تم (لوگوں) کو اپنی عترت اور اہلبیت کی نسبت بھی وصیت کرتا ہوں۔

یہ تو اس وقت کی حالت تھی جس وقت مرض کی شدت میں بھی آنحضرتؐ میں اتنی قوت تھی کہ اگر اپنے سہارے نہیں تو دوسروں ہی کے سہارے مسجد تک تشریف لا سکتے تھے۔ اب ہم علالت کے اس شدید زمانہ میں بھی جب آپ پر ایسا ضعف اور اضمحلال طاری ہو گیا تھا کہ بستر علالت سے سر نہیں اٹھا سکتے تھے۔ ان خیالات کو ویسا ہی پاتے ہیں چنانچہ امام ابن عقدہ کتاب موالات میں آپ کی رحلت کے قریب زمانہ کا یہ واقعہ لکھتے ہیں

عن ام سلمة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فی مرضه الذی قبض فیه وقد امتلات الحجرة من اصحابه ایها الناس یوشك ان اقبض قبضا سریعا فینطلق وقد قدمت الیکم القول معذرة الیکم انی مخلف فیکم الثقلین کتاب ربی عزوجل وعترتی اهلبیتی ثم اخذ بید علی (علیه السلام) فقال هذا مع القرآن والقرآن مع علیؑ لا یتفرقان حتی یردا علی الحوض فاسالهما ما خلفت فیهما جناب امّ المومنین ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض میں کہ جس میں آپ کا انتقال ہوا۔ اس وقت ارشاد کیا کہ تمام حجرہ صحابہ سے بھرا ہوا تھا کہ اے لوگو! میں بہت جلد انتقال کرنیوالا ہوں اور میں نے اپنی نصیحت کیساتھ تم کو یہ بات سنا دی ہے کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑنیوالا ہوں اپنے رب بزرگ و برتر کی کتاب اور اپنے عترت و اہلبیت علیہم السلام پھر علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن اس کے ساتھ ہے یہ دونوں چیزیں تا وقتیکہ حوض کوثر پر نہ پہنچ لیں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گی اور اس وقت میں ان دونوں سے دریافت کرونگا کہ تم نے ان دونوں کے حق میں کیسا برتاؤ کیا۔

اب ہم اپنے موجودہ سلسلہ میں مرض رسول کے چند واقعات لکھتے ہیں۔ یہ تو ہر شخص خود سمجھ سکتا ہے کہ جب آپکی صحت کے زمانہ میں کوئی صحبت، خلوت اور جلوت ان حضرات کی شرکت سے خالی نہیں رہی اور آپکی مقدس حیات کا کوئی وقت ایسا نہیں پایا جاتا جس میں ان حضرات کی یاد نہ فرمائی گئی ہو تو پھر اپنے پیارے پارہ ہائے جگر کے دیدار فرحت آثار سے ایسے شفیق اور مہربان نانا کا آخر وقت کیسے خالی رہ سکتا ہے ابتدائے مرض سے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا اپنے بچوں سمیت اپنے پدر عالی مقدار کی خدمت میں حاضر رہتی تھیں اور وہ اپنے پیارے نواسوں کا دل سے چاہنے والا نانا جب شدت مرض سے ذرا بھی فرصت پاتا اور موجودہ شدائد و مصائب سے آئندہ کے لیے ہی آنکھیں کھولتا تو فوراً اپنے پیارے بچوں کو سینہ سے لگا لیتا اور اپنے سے انکو روتا ہوا دیکھکر ایسا بے چین ہو جاتا کہ خود بھی رونے لگتا اور جناب سیدہ سے ان کے چپ کرنے اور تسکین و تشفی دلانیکے لئے تاکید فرماتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشفاق و عنایات کے ایسے ہی ایک نہیں متعدد واقعات ملتے ہیں معصوم نواسے آپکو شدت مرض کی وجہ سے بیہوش پاکر پہلے انسے کلام کرنیکی کوشش کرتے جب وہ مجبور ہو جاتی یا جناب سیدہ اپنے پدر بزرگوار کے آرام میں خلل ہونیکی وجہ سے ان کو آپکے سرہانے لگکر اور چکانے سے روکتیں تو یہ نادان بچے اپنی مادر گرامی قدر کا حیرت سے منہ دیکھنے لگتے اور بکمال حسرت پوچھتے کہ کیا وجہ ہے کہ جو ہمارے جد بزرگوار ہمارے پکارنے پر بھی نہیں بولتے معصوم بچوں کی اس پوچھنے پر غریب ماں کا کلیجہ پھٹنے لگتا تھا اور وہ معصومہ اپنے اضطراب کی حالت میں نہ جانتی کہ اپنے ان معصوم بچوں کے ایسے جگر خراش سوال کا کیا جواب دیں اور وہ بچے اپنی ماں کو روتا ہوا دیکھکر خود بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتے۔ ان کی رونے سے اکثر آپکی آنکھ کھل جاتی اور بے اختیار ہو کر دونوں نواسوں کو چھاتی سے لگا لیتے اور ان کو چپ کرا دیتے جن لوگوں نے مدارج النبوۃ۔ معارج النبوۃ۔ تحریر الشہادتین۔ روضۃ الشہدا وغیرہ وغیرہ کتب معتبرہ میں وفات رسول کے واقعات پڑھے ہیں وہ میرے بیان کی پوری تصدیق کر سکتے ہیں علامہ ابوسعید کتاب شرف النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں

عن علی ابن هلال عن ابیه قال دخلت علی النبی صلی الله علیه وآله وسلم فی مرضه فبکت فاطمة علیها السلام فقال ما یبکیك یا ابنتی فقالت اخشی الضیعة من بعدك فقال یا حبیبتی ان الله اطلع علی الارض اطلاعا فاختار منهم اباك فبعثه برسالته ثم اطلع اطلاعا فاختار منهم بعلك واوحی الیّ ان انکحك ایاه یا فاطمة نحن اهلبیت قد اعطانا الله تبارك وتعالی سبع خصال لم یعطها احد قبلنا ولا یعطیها بعدنا ان خاتم النبیین واکرمهم علی الله عزوجل ابوك ووصی خیر الاوصیاء واحبهم الی الله عزوجل بعلك وشهیدنا خیر الشهداء واحبهم الی الله حمزة عم ابیك وعم بعلك ومنا سبطا هذه الامة وهما الحسن والحسین علیهما السلام سیدا شباب اهل الجنة۔ علی ابن ہلال اپنے باپ سے روایت

کرتی ہیں کہ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آپکی حالت مرض میں حاضر ہوا۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا رو رہی تھیں آنحضرت نے انکے رونے کی آواز سن کر فرمایا کہ اے میری پارۂ جگر تم کس لیے رو رہی ہو۔ جناب سیدہ نے جواب دیا کہ مجھے آپکے بعد ضائع ہو جانیکا اندیشہ ہے یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ اے میری پیاری! خدائے تبارک و تعالیٰ نے تمام آسمان و زمین کی چیزوں پر نظر ڈالی اور تیرے باپ کو لوگوں میں سے نبوت اور رسالت کیلئے منتخب فرما لیا پھر ایک نظر ڈالی اور انمیں سے تیرے شوہر کو منتخب فرما لیا اور مجھ پر وحی بھیجی کہ میں تیرا نکاح اس کیساتھ کر دوں اے فاطمہ خدائے تبارک و تعالیٰ نے ہم اہلبیت کو سات بزرگیاں ایسی عنایت فرمائی ہیں جو کسی دوسرے کو ہم سے قبل عنایت فرمائی گئیں نہ آئندہ کسی کو عنایت کیجائینگی۔ از انجملہ یہ کہ خاتم النبیین اور اللہ کے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ بزرگ تیرا باپ ہے اور وصی خیر الاوصیا اور سب لوگوں سے زیادہ خدا کا پیارا تیرا شوہر ہے اور ہمارا شہید سب شہیدوں سے بہتر ہے جس کا نام حمزہ ہے جو تیرے باپ اور شوہر کا چچا ہے خدا اسکو دوست رکھتا ہے۔ اور ہم ہی لوگوں میں سے اس امت کے سبط ہیں وہ حسنؑ اور حسینؑ علیہما السلام ہیں جو جوانان اہل بہشت کے سردار ہیں۔

بہر حال مرتے دم تک آنحضرت کی محبت و الفت اور اخلاق و اشفاق کا یہ حال تھا جیسا کہ متعدد واقعات سے ثابت کیا گیا ہم کو ان مضامین کے متعلق معتبر احادیث سے یہ ثابت ہوا ہے جیسا کہ ہم اوپر لکھ بھی آئے ہیں کہ آپکی زبان مبارک سے جو آخر کلمہ نکلا جس کے بعد پھر کوئی بات زبان مبارک سے نہ نکلی وہ اہلبیت ہی کی سفارش تھی جیسا کہ صاحب عمدۃ المطالب ابن عمر کی اسناد سے تحریر فرماتے ہیں عن ابن عمر قال اٰخر ما تکلم به رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قال اخلفونی فی اهلبیتی۔ ابن عمر سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری کلام یہ تھا کہ تم میرے اہلبیت سے حسن سلوک سے پیش آنا

بہر حال جناب رسالتمآب کی حیات کے متعلق ہم امام حسین علیہ السلام کی تمام واقعات لکھنے سے قبل اسکی کہ ہم اپنے موجودہ سلسلۂ بیان کو آگے بڑھائیں ہمکو ضرور ہے کہ ہم لفظ اہلبیت۔ آل عبا۔ آل محمد آل کساء۔ ذوی القربیٰ۔ عترت اور ذریت کی نسبت پوری تحقیق کریں۔ اور ان قریب المعنی الفاظ سے جو حضرات مخصوص ہوں انکو ظاہر کر دیں اور علمائے کرام کے معتبر اور مستند اقوال سے ثابت کر دیں کہ سوا ان حضرات کے اور لوگ مراد نہیں ہو سکتے۔ اس لیے ہم سب سے پہلے لفظ آل محمد اور اہلبیت کی نسبت پوری تفصیل ذیل میں درج کرتے ہیں کیونکہ کتب احادیث و تفاسیر میں اور الفاظ کی بہ نسبت یہی دو لفظ زیادہ استعمال کیے گئے ہیں۔

الفاظِ آلِ محمدؐ اور اہلبیتؑ کی تحقیق

علمائے اہلبیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اسپر اتفاق ہے کہ الفاظ آل محمد اور اہلبیت جناب امیر علیہ السلام اور جناب سیدہ اور حضرات حسنین علیہم السلام کے لیے مخصوص ہیں اور ان ذوات مقدسہ یا ان کی آئندہ ذریات معصومین کے علاوہ اور کسی غیر پر ان الفاظ کا اطلاق قطعاً ناجائز ہے علمائے اہلسنت کا بھی قریب قریب یہی مسلک ہے مگر ان میں بعض کو شبہ ہوا ہے۔ اور انہوں نے ذاتی قیاس کی اعتبار پر اس میں جابجا تاویلیں کی ہیں اور ان چار بزرگواروں کے سوا غیر لوگوں کو بھی ان کیساتھ شامل کیا ہے۔ اس امر میں ان کے اقوال مختلف ہیں جن کو ہم بالتفصیل لکھتے ہیں (۱) آل محمد سے محض بنی فاطمہ مراد ہیں (۲) آل محمد میں بنی فاطمہ کے علاوہ بنی عباسؓ بھی داخل ہیں (۳) آل محمد میں بنی فاطمہ بنی فاطمہ بنی عبد المطلب جن پر زکواۃ حرام ہے سب شامل ہیں (۴) آل محمد سے سایر امت اسلامیہ مراد ہے۔

امام راغب اصفہانی نے اپنی کتاب مفردات میں ان تمام اقوال کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ بلفظہ ذیل میں مندرج ہوتا ہے۔ ویستعمل فی من یختص بالانسان اختصاص ذاتہ او بقرابة قریبة او بموالات قال آل ابرهیم وآل عمران وقال ادخلوا آل فرعون اشد العذاب وقیل آل النبی اقاربه وقیل المختص به من حیث العلم وذلك ان اهل الدین ضربان مختص بالعلم الیقین والعمل المحکم فیقال لهم آل النبی وامته وضرب یختصون بالعلم علی سبیل التقلید ویقال لهم امة محمد ولا یقال لهم آل محمد وكل آل النبی امته یعنی اس لفظ آل کا استعمال انکے لیے کیا جاتا ہے جو انسان کیساتھ خصوصیت یا قرابت قریبہ رکھتا ہو یا دوستی کیوجہ سے اسکا نزدیک ہو اللہ تعالیٰ نے آل ابراہیم اور آل عمران کا لفظ قرآن شریف میں شامل کیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ آل فرعون کو سخت سے سخت عذاب میں داخل کر دو۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ آل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضور کے قریبی رشتہ دار مراد ہیں اور ان میں سے بھی وہ جو علم کی حیثیت سے آنحضرت کیساتھ خصوصیت رکھتے ہیں۔ اور اس سبب سے اہل دین کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو علم الیقین اور عمل مستحکم کیساتھ مخصوص ہیں پس یہ لوگ آل نبی بھی

ہیں اور ان کی امت بھی۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو بطریق تقلید علم آنحضرت کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں وہ امت کہلاتے ہیں اور ان پر لفظ آل کا اطلاق نہیں ہو سکتا اس لئے آنحضرت کی کل آل آپکی امت ہے اور کل امت آپکی آل نہیں ہے۔

امام راغب نے اگرچہ ہمارے مدعا کے مطابق فیصلہ کیا لیکن آل محمد اور آل فرعون کے ایک معنی لینے والوں کے اطمینان کے لئے کوئی تصفیہ نہیں فرمایا ایسی حالت میں ضرور ہے کہ ہم اس بحث کے تصفیہ میں اپنی تلاش اور تحقیق سے کام لیں چنانچہ سب سے پہلے لفظ آل کے لغوی معنی کے متعلق امام ابو عبیدؒ کا یہ قول پیش کرتے ہیں جسکو ہم کتاب عمدۃ المطالب سے نقل کرتے ہیں۔

سمعت اعرابیا یقول اھل مکۃ آل اللہ فقلنا ما تعنی بذلک قال الیسوا مسلمین ومسلمون آل اللہ وانما یقال آل فلان للرئیس وتبعیہ وفیہ شبیہ مکۃ لانھا ام القری ومثل فرعون فی الضلال و اتباع قومہ له فقلنا اھل یقال لقبیلۃ الرجال قال لا الا اھلیتہ خاصۃ یعنی میں نے ایک مرد عرب کو سنا جو کہہ رہا تھا کہ اہل مکہ خدا کی آل ہیں ہم نے اس سے پوچھا کہ اس سے تیری کیا مراد ہے۔ وہ کہنے لگا کیا یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں اور مسلمان خدا کی آل ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ آل فلان تو اس سے اسکے متبعین مراد ہوتے ہیں۔ مکہ بھی اسی کا شبیہ ہے کیونکہ وہ ام القریٰ ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ فرعون کے متبعین کو گمراہی میں اس کی آل کہا جاتا ہے ہم نے کہا کیا کسی آدمی کے قبیلہ والوں کو اس کی آل کہا جا سکتا ہے وہ بولا نہیں بلکہ اسکے گھر والوں کو خاصکر اس کی آل کہا جاتا ہے اس سے زیادہ تصریح اور توضیح کیلئے ہم امام بغوی کی عبارت صحیح بخاری کی سند سے ذیل میں لکھتے ہیں عن عبد الرحمن ابن ابی لیلی لقینی کعب بن عجرۃ قال الا اھدی لک ھدیۃ سمعتھا من رسول اللہ فقلت بلی فاھدھا لی فقال سالنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیف الصلوۃ علیکم اھل البیت قال قولوا اللھم صل علی محمد وآل محمد کما صلیت علی ابراھیم وآل ابراھیم بارک علی محمد وآل محمد کما بارکت علی ابراھیم وآل ابراھیم انک حمید مجید (اخرجہ البخاری)

عبد الرحمن ابن لیلیٰ سے مروی ہے کہ مجھے کعب ابن عجرہ ملے اور کہنے لگے میں تجھے ایک تحفہ دوں جو میں نے آنحضرت سے سنا ہے۔ میں نے عرض کی کہ آپ مجھے ضرور دیں کعب کہنے لگے کہ میں نے آنحضرت سے پوچھا کہ ہم لوگ آپکے اہلبیت پر درود کیسے بھیجیں۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ تم اس طرح درود پڑھا کرو کہ اے پروردگار اپنی رحمت بھیج محمد و آل محمد پر جس طرح تونے رحمت فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر اور برکت دے محمد و آل محمد کو جسطرح برکت دی تونے ابراہیم اور آل ابراہیم کو اور تو ہے ستودہ صفات بزرگ اس حدیث کی شرح میں امام محمد کمال الدین محمد ابن طلحہ الشافعی اپنی کتاب مطالب السؤل میں تحریر فرماتے ہیں فالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فسر احدھما بالاخر والمفسر والمفسر بہ سواءٌ فی المعنی فیکون آلہ اھل بیتہ واھلبیتہ آلہ فیتحدان فی المعنی ویکشف حقیقۃ ذلک ان اصل آل اھل۔

یعنی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کی دوسرے کیساتھ تفسیر بیان فرما دی ہے اور مفسر اور مفسر بہ معنی میں برابر ہیں پس آنحضرت کی آل اہلبیت ہیں اور آنحضرت کے اہلبیت آل ہیں پس یہ دونوں لفظ متحد المعنی ہیں اور ان کی حقیقت کا انکشاف اس سے ہوتا ہے کہ آل اصل میں اہل ہے۔

اس تحریر سے تو ثابت ہو گیا کہ آل سے مراد اہلبیت ہیں۔ اب باقی رہا اس امر کا تصفیہ کہ اہلبیت کون بزرگوار ہیں۔ ہم انکی مخصوص تعین میں امام بیہقی کی تحریر نقل کرتے ہیں وہ یہ ہے عن شہر ابن حوشب عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا قالت ان رسول اللہ قال لفاطمۃ ائتنی بزوجک وابنیک فجاءت بھم فالقی علیھم رسول اللہ ثم قال اللھم ھؤلاء آل محمد فاجعل صلواتک وبرکاتک علیھم کما صلیت علی ابراھیم وآل ابراھیم انک حمید مجید۔ شہر ابن حوشب جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ناقل ہیں کہ آنحضرت نے جناب سیدہ سے فرمایا کہ اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کو ہمارے پاس لے آؤ جب وہ حضرت انکو لے آئیں تو آنحضرت نے ان سب پر اپنی چادر ڈالدی اور فرمایا اے پروردگار یہی آل محمد ہیں پس ان پر اپنی رحمت اور برکت نازل فرما جیسے تونے ابراہیم اور آل ابراہیم پر نازل فرمائی

اب تو ہر شخص اس حدیث کو دیکھکر تمام تر سمجھ گیا کہ لفظ آل محمد سے کون کون حضرات مخصوص ہیں سوائے ان بزرگواروں کے جنکو مخبر صادق نے اپنی ردائے مبارک میں لیلیا اور کوئی دوسرا ہو نہیں سکتا۔ نہایت تعجب ہے ایسی معتبر اور متواتر شہادتوں پر بھی اعتماد نہیں کیا جاتا اور صرف اپنی غلط قیاس کی بنا پر کلام الہی میں کھوکھلی اور غیر مناسب تاویلیں کیجاتی ہیں اور کچھ اتنے ہی پر بس نہیں کیجاتی۔ عام اہل اسلام کو بھی اس غلط فہمی اور سوء اعتقادی کی علی العموم دعوت دی جاتی ہے جیسا کہ ہم بہت جلد اپنے ایک ہمعصر کی تحریر یہ ذیل میں قلمبند کریں گے چونکہ ہمکو ان عام شورشوں اور ابلہ فریبیوں کا رد ضروری ہے اسلئے ہم اس مضمون کے سلسلہ میں تحقیق سے بیان اور دنیا

سے کام لیں گے۔

یہ تو معلوم ہو گیا کہ آلِ محمدؐ سے جناب علی مرتضےٰ، جناب سیدہ اور جناب حسنینؑ مراد ہیں۔ مگر اہلسنت میں بعض حضرات کو کبھی کبھی شبہ ہو ہی جاتا ہے بعض حضرات تو تحریم صدقہ کی بنا پر ان حضرات معصومین کیسا تھ آلِ عباس و آلِ جعفر وغیرہم کو آلِ محمدؐ میں شامل کرتے ہیں اور بعض حضرات سائر و امت کو لفظِ آل میں داخل سمجھتے ہیں۔ ان حضرات کے اطمینان کیلئے اول تو وہی حدیث کافی ہے جو ابھی ابھی ہم امام بیہقی کی اسناد سے اوپر لکھ چکے ہیں اگر اس سے اُن کی تشفی نہ ہو سکے تو ہم ان کی خدمت میں کتاب مطالب السئول کی عبارت بھی پیش کرتے ہیں جس سے ان کی کافی تسکین ہو جائیگی۔

فالمعانی کلہا مجتمعۃ فیہم اھلیتہ وتحریم علیہم الصدقۃ وھم دائنون بدینہ والمتبعون منہاجہ وسبیلہ فاطلاق اسم الآل علیہم حقیقۃ وعلی غیرھم مجازاً بالاتفاق

یعنی آل کے تمام معانی ان میں (علی۔ فاطمہ حسن و حسین میں) مجتمع ہیں کیونکہ یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت ہیں اور انہی پر صدقہ حرام ہے اور حضور کے دین کے یہی پورے پورے پیرو ہیں اور یہی آنحضرتؐ کے طریقہ پر ٹھیک ٹھیک چلنے والے ہیں۔ پس آل کے لفظ کا اطلاق انہی پر حقیقتاً ہو سکتا ہے اور ان کے غیر پر مجازاً بولا جا سکتا ہے۔ اور اسی قول پر علماء کا اتفاق ہے۔

اس تحریر سے تو وہ شبہ سا بھی جاتا رہا جو تحریمِ صدقہ کی بنا پر آلِ عباس وغیرہ کو آلِ محمدؐ میں خوامخواہ ملائے دیتا تھا۔ امام محمد ابن طلحۃ الشافعی نے کھل کھل کر صاف لفظوں میں لکھدیا کہ تمام محاسن اور فضائل کی اعتبار سے صرف یہی چار بزرگوار آلِ محمدؐ مراد لئے جائیں گے اور ان مراتب اعلیٰ حقیقت میں یہی فائز سمجھے جائیں گے۔ اور ان کے سوائے کوئی دوسرا نہیں اور اگر کسی دوسرے کو کہیں گے بھی تو صرف مجازاً جو عقل اور تمیز والے کے آگے کبھی قابلِ توجہ اور لائقِ اعتبار نہیں ہو سکتا۔ منصور دوانقی نے بھی ایک بار اپنی سلطنت کے عروج اور اقتدار پر نازاں ہو کر اپنے اہلبیت ہونیکا دعویٰ کیا تھا مگر اُسکے ہمعصر رئیس اہلبیت نے اس کو ایسا دندان شکن جواب دیا کہ پھر اس کو سوائے خموشی کے کچھ نہ بن پڑا۔ محاضرات راغب اصفہانی میں لکھا ہے قال المنصور لجعفر ابن باقر علیہما السلام نحن وانتم فی رسول اللہ سواء فما فضلکم علینا قال لو خطب الیکم وتزوج منکم یجاز لہ ولا یجوز لہ ان یتزوج منا منصور دوانقی نے جناب امام جعفر صادق ابن امام محمد باقر علیہما السلام سے کہا کہ ہم اور تم جنابِ رسولِ خدا سے قرابت میں برابر ہیں پس تمہیں ہم پر فضیلت ہی کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ اگر جنابِ رسولِ خدا تم سے نکاح کی خواستگاری کرتے اور تمہارے ہاں نکاح کر لیتے تو جائز ہوتا۔ بخلاف تمہارے ہم سے آنحضرتؐ ایسی خواستگاری فرما نہیں سکتے۔

منصور دوانقی کے علاوہ خلفائے عباسیہ کے سلسلہ میں اکثروں پر اپنی ثروت و اقتدار کے اعتبار سے ایسے ہی توہمات کا جن وقتاً فوقتاً سوار ہوتا رہا ہے چنانچہ ہارون الرشید نے بھی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ایسی ہی سوالات کئے تھے جن کو ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں بالتفصیل لکھ آئے ہیں۔ مامون الرشید کو بھی ایک بار ایسا ہی خیال پیدا ہوا تھا اور اس نے ایک علوی سید سے پوچھا تھا کہ تم کو ہم پر عرب ہوتے کی حیثیت سے جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کے لئے کیا فضیلت ہے اس سید نے جواب دیا کہ ہماری عورتوں کو آنحضرت سے پردہ کرنیکی کوئی ضرورت نہیں اور تمہاری عورتوں کو پردہ کی ضرورت ہے۔

اس زمانہ پر منحصر نہیں۔ اگر تحقیق کامل سے کام لیا جائے تو یہ ثابت ہوگا کہ ہر زمانہ میں ان خیالاتِ باطلہ نے انسانوں کے قلوب پر طرح طرح کی صورت میں پر ابر خطور کیا ہے مگر الحمدللہ اسی زمانہ میں ان کے بیجا توہمات کی پوری اصلاح اور کامل رد بھی کر دی گئی ہے ہماری موجودہ سلسلہ میں یہانتک تو خاصکر ان لوگوں کی شبہات کا جواب تھا جو آلِ محمد کے مقدس طبقہ میں آلِ عباس وغیرہم کو شامل کئے دیتے ہیں اور اب ہم ان حضرات سے مخاطب ہوتے ہیں جو صرف آلِ عباس ہی کی شرکت پر اکتفا نہیں کرتے اور جو کچھ ایسی قیامت کی ترقی فرماتے ہیں کہ سائر امتِ اسلامیہ کو بھی اُنکا شریک بتلاتے ہیں اللّٰھم احفظنا من ذلک العقائد الفاسدۃ چنانچہ ہمارے ہمعصر ایڈیٹر اخبار النجم اپنے ایک سرحدی بزرگ کے استفسار کے جواب میں آلِ محمدؐ کی تحقیق فرماتے ہوئے امتِ اسلام کی شرکت پر یوں فتویٰ دیتے ہیں (اخبار "النجم" مطبوعہ لکھنؤ مورخہ ۱۴ ستمبر سنہ ۱۹۰۷ء صفحہ ۷) اگرچہ آپ کے ساکت کرنیکے لئے بھی ہمارے وہی جواب کافی ہیں جو ہم مختلف طریقوں پر علمائے معتبرین کے اقوال سے اوپر لکھ آئے ہیں مگر حقیقتِ امر یہ ہے کہ ان حضرات کو اگر اہلبیت علیہم السلام کی عظمت و جلالت اور قدر و منزلت کی کچھ بھی معرفت حاصل ہوتی تو بغیر کسی کے سمجھائے خود سمجھ لیتے کہ باوجود اتنی قرابت قریبہ کی جب آلِ عباس وغیرہم کو علمائے معتبرین نے گروہِ آلِ محمدؐ شامل نہیں کیا اور انکی ان توہمات کا کا انکار اس فضیلت کو مخصوص چاری بزرگوں تک محدود رکھا ہے۔

ان کے مقابلہ میں بیچاری وقعت کا کیا منہ کہ وہ ان کی شرکت یا مساوات کا دعویٰ کر سکی ہمارے معصر ایڈیٹر نے آل فرعون کی مثال دیکر اپنے زعم باطل میں قرآن سے (معاذ اللہ) سارا امت اسلامیہ کو آلِ محمد میں داخل ہونیکا کامل ثبوت بہم پہنچایا ہے مگر انکو یہ نہیں معلوم کہ دنیے سینکڑوں برس پہلے اس قوم کی پہچان آل کی ہیں اور علمائے معتبرین نے انکے شاک کرنیوالوں کی پوری طور سے خبر لی ہے چنانچہ ہم امام ابو عبیدہ کے اقوال سے ان کی گمراہانہ اور جاہلانہ تاویلات کی قطع و برید کر چکے ہیں جس کے مقابلہ میں ہم کو پھر کسی دوسرے قول کے لکھنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں تھی. مگر چونکہ معصر ایڈیٹر نے اپنے اظہار لیاقت کے خیال سے قرآن کی عبارت سے استدلال کیا ہے جس کے باعث عوام کالانعام کی بداعتقادی اور گمراہی کا شبہ ہوتا ہے اس لئے ہمکو ضرور ہے کہ ہم بھی انکے جواب میں کلام الٰہی سے جواب دیں ہمکو نہایت تعجب ہے کہ ہمارے معصر ایڈیٹر کو قرآن مجید میں صرف آل فرعون دکھلائی دیا اور آلِ عمران اور آل داؤد وغیرہ پر انکی نظر نہیں پہنچی انہوں نے آلِ فرعون کے مقصود کو تو سمجھ لیا اور آل داؤد و آل عمران وغیرہ کی مفہوم کو ذرا بھی نہ سمجھے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے معصر کی نظر کلام الٰہی پر کتنی وسیع ہے اور اسی کیساتھ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کتب لغات کے پہچاننے اور اس کے موقع استعمال کی ضرورتوں کو جاننے کی استعداد بھی ان کو حاصل نہیں تو وہ عبارتِ قرآنی کے صحیح مفہوم کے سمجھنے کو کہاں تک اہل ہیں۔ اب ہم انکی رد میں ذیل کی آیات قرآنی لکھکر انسے پوچھتے ہیں کہ وہ ان آیات میں لفظ آل سے کیا مطلب سمجھتے ہیں۔

(۱) قال لهم ان آية ملكه ان يأتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم و بقية مما ترك آل موسىٰ وآل هٰرون تحمله الملٰئكة ان فى ذلك لآية لكم ان كنتم مؤمنين (بقرہ پ ۲ رکوع ۱۶) (۲) ان الله اصطفىٰ آدم ونوحا وآل ابراهيم وآل عمران على العٰلمين ذرية بعضها من بعض والله سميع عليم (آل عمران پ ۳ رکوع ۱۲) (۳) ام يحسدون الناس على ما آتٰهم الله من فضله فقد آتينا آل ابرٰهيم الكتٰب والحكمة وآتينٰهم ملكا عظيما (سورۂ نساء پ ۵ رکوع ۸) (۴) وكذلك يجتبيك ربك ويعلمك من تاويل الاحاديث ويتم نعمته عليك وعلى آل يعقوب كما اتمها على ابويك من قبل ابراهيم واسحٰق ان ربك عليم حكيم (سورۂ یوسف پ ۱۲ رکوع ۱) (۵) يرثني ويرث من آل يعقوب واجعله رب رضيا (مریم پ ۱۶ رکوع ۱) (۶) اعملوا آل داؤد شكرا وقليل من عبادي الشكور (سبا پ ۲۲ رکوع ۲)

ان آیات قرآنی کو لکھکر ہم اس بحث کی اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں آل فرعون کے معنی میں آلِ محمد کو مستعمل ہونیکا جو شبہ ان کو ہوا ہے اسکی وجہ تو وہ خود لکھا یہ کہ فرعون بالکل لاولد تھا بیان کر چکے ہیں اب ہم کو تکرار کی ضرورت نہیں مگر انکی بے بصری اور شدت تعصب خاصکر انہی کے بیان سے ظاہر ہو گئی کہ باوجود اسکے کہ آل فرعون کے استعمال کرنیکی ضرورت کو وہ بخوبی جانتے اور خود ہی اقرار کرتے ہیں تاہم آلِ محمد کے عام فہم استعمال کو بھی اسی کی مثل بتلاتے ہیں اسکا کیا جواب ہے نہایت حسرت کا مقام ہے کہ ہمارے معصر کو نہ تو قرآن کی غلط معنی بیان کرنے میں کوئی شرم آئی اور نہ اپنی کتب احادیث کے جھٹلانے میں کوئی غیرت ہمکو اسکی حسرت کیساتھ عبرت بھی ضرور ہوتی ہے کہ ایسے خاصان خدا کو جنکی عظمت، طہارت مدائح اور مناقب پر خدا کی کتاب اور رسول کی حدیث پکار پکار کر علی الاعلان شہادت دیتی ہو انکو دشمنانِ خدا اور کافرانِ مطلق سے مثال دیجاتی ہے اور ایسی بیہودہ مثال دینے والے ایسی صریح ضلالت اور جہالت کے عقائد رکھکر بھی ابھی تک اپنے آپ کو مسلمان کہلانے میں ذرا تامل نہیں کرتے (فاعتبروا یا اولی الابصار) اہل اسلام کے سر پر کچھ ایسی شامت سوار ہے اور انکے اعمال و افعال کی خرابی سے ان کے قلوب میں ایسی ایسی خبط اور مغالطے میں پڑے ہیں جن سے بہت جلد وہ ارتداد کی انتہائی حدود تک پہنچ جائینگے اور اپنے جاہلانہ قیاسات کی باعث خاصکر انکے معتقدات میں ایسے طوفان اٹھ رہے ہیں کہ نہ ان کو کسی عقلی دلیل سے کوئی واسطہ اور نہ کسی نقلی ثبوت سے کوئی تعلق۔ نتیجہ میں گو ہم یہاں محاورۂ است پر عملدرآمد ہے (معاذ اللہ من ذلک) قرآن جھوٹا، حدیثیں ذمی سچے میں تو یہ العصر ہیں تو انکے قیاسات۔ ان کی جہالت کی تو یہ حالت تعصب کی شدت کی یہ کیفیت ہو رہی ہے کہ ع نشانہ ہونگے ہمیں تیر جب کماں سے چلے * مخالفین اسلام میں نہ عیسائیوں سے مناظرہ ہے۔ نہ آریہ سماج اور ہندوؤں سے کوئی مناقشہ جو کچھ بغض ہے وہ آلِ محمد اور اہلبیت طاہرین سے ان غریبوں کے استیصال حقوق کی کوششوں میں پوری کامیابی حاصل کرنیکے بعد بھی جسکو ساڑھے تیرہ سو برس ہو چکے ہیں ان حضرات کی طرف سے بس نہیں کیجاتی یہ تو ظاہر ہے کہ دولت و ثروتِ دنیاوی سے ان کے پاس کیا رہا تھا ہاں جو کچھ ان کے پاس رہ گیا تھا وہ انکے فضائل و مناقب کے چند مقررہ الفاظ ہیں جو اسلام کی کتب احادیث و سیر میں ان کیلئے آج تک مخصوص اور محفوظ ہیں اب ان کے جھٹلانے اور صفحہ روزگار کے مٹانیکے لئے جی توڑ کر کوشش کی جا رہی ہیں اس سے بڑھکر اسلام کی شامت اور نکبت کیا ہوگی؟

اگرچہ ہماری اس بیان میں ضرورت سے کچھ زائد طول ہو گیا ہے مگر ہم اتنے اضافہ کو

اس کو تعلیق اور ضروری سمجھتے ہیں اور یہ دکھلاتے ہیں کہ یہ قیاسات اور توہمات ہمارے ہمعصر ایڈیٹر کے خاص طبعزاد نہیں ہیں بلکہ ان خیالات کی ابتدا اُسی زمانہ سے شروع ہوئی ہے جس زمانہ سے اہلبیت کے فضائل و مناقب کے چھپانے اور اُنکے مدارج و مراتب کے گھٹانے کی کوششوں میں سلطنت کی طرف سے خاص طور پر اہتمام کیا جاتا تھا جسکے اول موجد معاویہ ابن ابوسفیان سلاطینِ امویہ کے مورث اعلیٰ ثابت ہوتے ہیں (دیکھو ثبوت کے لئے اس سلسلہ کی جلد دوم) ہمارے ہمعصر ایڈیٹر نے ان معتقدات میں اگر سچ پوچھو تو اپنے اسلاف کی تقلید کی ہے اور انہی کے مردہ خیالات کو زندہ کیا ہے جن کو ایک بار نہیں ہزار بار دندان شکن جواب دیے جا چکے ہیں۔

آلِ محمدؐ کی بحث کو تمام کرکے ہم اہلبیت کے خاص تلفظ کی تحقیق بھی اسی التزام اور ترتیب سے کرتے ہیں جس طرح ہم ابھی ابھی آلِ محمدؐ کی نسبت اپنی مفصل تحقیق درج کر چکے ہیں۔ اہلبیت سے بھی وہی بزرگوار مراد ہیں جو آلِ محمدؐ سے اور یہی فریقین کا اعتقاد ہے مگر بعض علمائے اہلسنت ان لوگوں میں آنحضرت کی ازواج کو بھی داخل کرتے ہیں۔

یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ آیۂ مباہلہ کے نزول کے بعد ہی آیۂ تطہیر نازل ہوئی اسکی تعمیل اسی طرح کی گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چاروں بزرگوار (علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ) کو اپنی عبا میں لیکر دعائے (اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھلِبَیتِی) تلاوت فرمائی اور اسی روز سے یہ حضرات اہلبیتؑ کے خطاب سے مشرف ہو۔ یہ تمام واقعات ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں آیۂ تطہیر کے ذکر میں تفصیل لکھ آئے ہیں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ اس مقدس گروہ میں ازواج کا داخل ہونا ثابت ہے یا نہیں۔ جہاں تک ہم نے اس امر پر غور کیا ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قیاس بھی مثل اور قیاسات کے بالکل غلط ہے ہم اپنے دعوے کی تائید اور اس غلط قیاس کی رد میں صحیح مسلم اور صحیح ترمذی کی حدیث لکھکر اس بحث کو تمام کرتے ہیں اور طوالت کو زائد از ضرورت سمجھتے ہیں کیونکہ یہ امر مسلمہ ہے اور مسئلہ طے شدہ ہے جسکے لیے زیادہ تشریح و تصریح کی کوئی ضرورت نہیں ہے صحیح مسلم۔ صحیح ترمذی اور امام دولابی بالاتفاق الفاظ یہ عبارت درج کرتے ہیں عن ام سلمۃ قالت ان ھذہ الآیۃ نزلت فی بیتی انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا و انا جالسۃ عند الباب وفی البیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی وفاطمۃ وحسن وحسین فجللھم بکساءٍ ثم قال اللھم ھؤلاء اھل بیتی وحامتی اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا قالت ام

سلمۃ وانا معھم یا رسول اللہ قال انت علی الخیر۔ جناب ام المومنین ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے سوا اس کے نہیں کہ ارادہ کرتا ہے اللہ کہ دور رکھے تم سے نجاست کو اے اہلبیت اور پاک کردے تمکو جو حق پاک کرنیکا ہے میں دروازہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور گھر کے اندر جناب رسول خدا۔ اور علی مرتضےٰ جناب سیدہ اور حضرات حسنین علیہم السلام تشریف رکھتے تھے پس آنحضرتؐ نے ان لوگوں کو اپنا کپڑا اڑھا دیا اور فرمایا اے میرے پروردگار یہ میرے اہلبیت ہیں اور میرے مددگار ہیں۔ ان سے نجاست کو دور رکھ اور انکو ایسا پاک کردے جیسا کہ پاک کرنیکا حق ہے حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں بھی تو انہی میں سے ہوں۔ آپنے فرمایا تو خیر پر ہے (یعنی تیرا انجام بخیر ہے مگر تو ان میں داخل نہیں)

امام مسلم۔ امام ترمذی اور علامۂ دولابی کی عبارت میں تو علی الخیر کا لفظ درج ہے مگر امام احمد حنبل نے اپنی مسند میں اور امام حاکم نے مستدرک میں اور امام طبرانی نے معجم ثلاثہ میں اور امام بیہقی نے سنن میں علی الخیر کی جگہ علی مکانک درج کیا ہے۔ وہ عبارت یہ ہے۔

عن ام سلمۃ قالت بینما رسول اللہ فی بیتی یوماً اذ قالت الخادمۃ ان علیاً وفاطمۃ بالسدۃ قالت فقال لی قومی فتنحی عن اھل بیتی قالت فقمت فتنحیت من البیت قریباً فدخل علی وفاطمۃ والحسن والحسین علیہم السلام وھما صبیان صغیران فاخذ الصبیین بعضدیھما و اجلسھما فی حجرہ فقبلھما واعتنق علیاً باحدی یدیہ وفاطمۃ بیدہ الاخری فقبل فاطمۃ وعلیاً فاغدف علیھم خمیصۃ سوداء فقال اللھم الیک لا الی النار اھلبیتی قالت قلت وانا یا رسول اللہ فقال انت علی مکانک۔ ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ ایک روز جناب رسالتمآب میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے کہ خادمہ نے عرض کی کہ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام و جناب سیدہ دروازہ پر کھڑے ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اٹھ جاؤ اور میرے اہلبیت سے ایک طرف ہو جاؤ۔ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایکا یہ حکم سنکر میں اٹھی اور ایک طرف ہو گئی اتنے میں جناب علی مرتضیٰ جناب فاطمہ زہرا اور حضرات حسنین علیہم السلام گھر میں داخل ہوئے اور حسنین ابھی چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ آنحضرت نے دونوں لڑکوں کی بازو پکڑ کر انکو اپنی گود میں بٹھا لیا اور انکا بوسہ لیا اور جناب علی مرتضیٰ کی گردن میں ایک ہاتھ ڈالا اور دوسرے ہاتھ سے جناب سیدہ کو تھاما اور ان دونوں کا بھی بوسہ لیا اور آپ پر سیاہ کملی اڑھا دیا اور فرمایا اے میرے پروردگار یہ میرے اہلبیت کو میں تیرے سپرد کرتا ہوں نہ کہ دوزخ کی جانب

ام سلمہؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ اور میں۔ تو آپ نے فرمایا تو اپنی جگہ پر ہے اب تو ہمارے دعوی کی پوری تصدیق ہو گئی۔ اگر چاروں بزرگوار کے ساتھ ازواج کا شمار بھی ہوتا تو حضرت ام سلمہ کی استدعا کیوں رد کر دی جاتی اور انت علی الخیر یا علی مکانک کا حکم کیوں دیا جاتا۔ اور نزول آیہ کے وقت انکو وہاں سے الگ علیحدہ ہو جانیکے لیے ایسی تاکید نہ کی جاتی۔ ان دونوں روایتوں سے ہماری بیانی پوری تصدیق ہوتی ہے اور انکے غلط قیاسات کی کامل تکذیب جو خواہ مخواہ رسول اللہ کے حکم کیخلاف ازواج کو بھی اہلبیت میں داخل کرنیکی بیکار کوشش کرتے ہیں اہل اسلام کی عقیدت سے نہایت تعجب ہے کہ جب آنحضرت نے اپنی قدیم الخدمت اور صاحب عفت زوجہ محترمہ کی استدعا پر اس خاص موقعہ پر موجود تخصیص صاف صاف فرما دیا کہ اہلبیت کی گروہ میں تمہارا شمول نہیں ہو سکتا تم اپنی جگہ پر ہو تو پھر کسی کو آنحضرت کے خلاف اپنی رائے قائم کرنیکا حق ہی کیا ہے۔

ہمارے ناظرین کو اس کیساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ تبع تابعین کیا خاص صحابہ کے زمانہ میں شمول ازواج کا مسئلہ پورے طور سے فیصل ہو چکا ہے جسکی ثبوت میں صحیح مسلم کی یہ عبارت ملاحظہ ہو عن زید ابن حیان قال انطلقت انا وحصین ابن سبرۃ وعمران ابن حصین الی زید ابن ارقم فلما جلست قال له حصین لقد لقیت یا زید خیرا کثیرا رایت رسول الله وسمعت منه وغزوت معه وصلیت خلفه حدثنا یا زید ما سمعت من رسول الله قال یا ابن اخی لقد کبرت سنی و قدم عهدی ونسیت بعض الذی سمعت من رسول الله فما احدثکم فاقبلوه وما لا فلا تکلفونیه ثم قال قام فینا رسول الله یوما خطیبا بماء یدعی خما بین مکة والمدینة فحمد الله واثنی علیه ووعظ وذکر ثم قال اما بعد ایها الناس فانما انا بشر یوشک ان یاتینی رسول ربی فاجیب وانی تارک فیکم الثقلین کتاب الله فیه الهدی والنور فخذوا بکتاب الله واستمسکوا به فحث و رغب فیه ثم قال واهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی فقال له حصین یا زید الیس نساءه اهل بیته فقال لا وایم الله ان المرأة تکون مع الرجل العصر من الدهر ثم یطلقها فترجع الی ابیها وقومها واهل بیته اصله وعصبته الذین حرم الصدقة علیهم بعده۔ زید ابن حیان کہتے ہیں کہ میں اور حصین ابن سبرہ اور عمران ابن حصین حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جب ہم انکے پاس پہنچے تو حصین نے کہا کہ اے زید آپنے بہت سی نیکیاں حاصل کی ہیں کیونکہ آپنے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت کی ہے انکے احادیث کو سنا ہے اور انکے ہمراہ غزوات کی خدمات ادا کی ہیں اور انکے پیچھے نماز پڑھی ہے جو کچھ تم نے آنحضرت سے سنا ہو اس میں سے کچھ بیان کرو زید ابن ارقم نے کہا کہ اے میرے بھتیجے۔ میری عمر بہت ہو گئی۔ اور زمانہ میرا قدیم ہو گیا بعض بعض باتیں جنکو میں نے آنحضرت سے سنا تھا مجھے یاد نہیں ہیں۔ انکو میں بھول گیا ہوں پس جو کچھ میں بیان کروں تم اسے تو قبول کرنا اور جو کچھ میں نہ کہوں اس میں کلام نہ کرنا پھر کہنے لگے کہ ہم لوگوں میں ایک روز جناب رسالتمآب ایک تالاب کے کنارے جسے خم بولتے ہیں اور وہ درمیان مکہ و مدینہ کے واقع ہے خطبہ فرمانے کی غرض سے کھڑے ہوئے پس خداوند تعالی کی حمد و ثنا کی اور وعظ و نصیحت فرمائی اور ارشاد کیا کہ اے لوگو میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑنیوالا ہوں کیونکہ میں بھی آدمی ہوں۔ مجھ پر خدا کی طرف سے پیام (مرگ) آنیوالا ہے جسے میں قبول کر لوں گا۔ ان دو بڑی بزرگ چیزوں میں سے ایک تو خدا کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے پس تم خدا کی کتاب کو لیلو اور اس سے متمسک رہو پس آنحضرت نے لوگوں کو اس کی تحریص و ترغیب دلائی۔ پھر فرمایا کہ دوسری چیز ہمارے اہلبیت ہیں میں تمکو اپنے اہلبیت سے نیکی کرنے کے بارے میں خدائے سبحانہ و تعالی کو یاد دلاتا ہوں۔ پس حصین نے کہا اے زید آیا آنحضرت کی ازواج انکے اہلبیت نہیں ہیں۔ زید ابن ارقم نے کہا نہیں۔ خدا کی قسم عورت مرد کیساتھ کسی عرصہ تک رہتی ہے پھر اسکو وہ طلاق دیدیتا ہے تو وہ اپنے باپ اور اپنی قوم کیطرف واپس چلی جاتی ہے اور ہے آپکے اہلبیت وہ آپکے اصل اور خویش ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام فرمایا ہے۔

ایسی قوی شہادت سے ناظرین کو شمول ازواج کی پوری تحقیق معلوم ہو گئی اور وہ اصل باعث بھی معلوم ہو گیا جسکی وجہ سے ازواج کا اہلبیت میں شمار نہیں ہو سکتا ان اخبار سے ہمارے اس دعوی کی پوری تصدیق ہو گئی کہ یہ مسئلہ اولین صحابہ کے عہد میں جو خیر القرون کہا جاتا ہے پورے طور پر فیصل ہو گیا ہے کہ اہلبیت علیہم السلام میں سوائے ان چار بزرگوں کے اور کوئی دوسرا شامل نہیں اسی وجہ سے امام نووی شارح صحیح مسلم اس حدیث کی شرح میں زید ابن ارقم کے اس فیصلہ سے استدلال کرتے ہوئے اپنا یہ قطعی تصفیہ درج فرماتے ہیں انکی عبارت یہ ہے۔ الیس من اهل بیته نساءه قال لا هذا دلیل لابطال قول من قال هم قریش کلها فقد کان فی نسائه قرشیات وهی عائشة وحفصه وام سلمة وام حبیبة یعنی حصین ابن سبرہ کی اس سوال پر کہ آیا ازواج انکی اہلبیت نہیں زید ابن ارقم کا یہ کہنا کہ نہیں دلیل ہے اس قول کے باطل کرنیکی جو لوگ کہتے ہیں کہ قریش آپکے اہلبیت میں داخل ہیں کیونکہ آپکی بیبیوں میں قرشی عورتیں تھیں جیسے عائشہ حفصہ حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ۔

اب تم ان اقوال معتبرہ اور متواترہ سے یہ امر کماحقہ ثابت ہو گیا کہ اہلبیت سے ازواج

نہ قریش نہ سائر امت اُنسے جو ذوات مقدسہ مراد ہیں صرف جناب علی مرتضےٰ جناب فاطمۃ الزہرا اور حضرات حسنین علیہم السلام مراد ہیں اور کوئی نہیں آل عبا اور آل کسا دسی بھی یہی حضرات مراد ہیں۔ عبا تو ایک لباس جامع کا نام جس سے ہر شخص واقف ہے اور کسا زبان عربی میں کمل کو کہتے ہیں آل عبا اور آل کسا کی وجہ تسمیہ یہ ہے جیسا کہ ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں مفصل لکھ چکے ہیں کہ نزول آیۂ تطہیر کے وقت بنا بر بعض روایات آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ان بزرگوار کو اپنی عبا میں داخل فرما کر آیۂ تطہیر کی تلاوت فرمائی تھی اور مطابق بعض روایات آپ نے انکو اپنے اس منقش سیاہ کمل میں لے لیا تھا جو اسوقت آپ کے زیب تن تھا انہی وجوہ سے ان حضرات کو آل عبا اور آل کسا کی خطاب سے مخاطب کرتے ہیں۔

عترت اور ذریّت۔ یہ الفاظ بھی قریب قریب ایک ہی معنی میں مستعمل ہوتے ہیں چنانچہ کتاب مطالب السؤول ابن طلحۃ الشافعی میں لکھا ہے کہ بعض ائمہ لغت کے نزدیک لفظ عترت مرادف عشیرہ ہے اور بعض کے نزدیک مرادف ذریت باپ دادا کی اولاد کو عشیرہ اور اپنی نسل کو ذریت کہتے ہیں امام کلبی جو ائمہ لغت کے راس الرئیس ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ عترت کہ قریبی اہلبیت اور کبھی دور کے رشتہ دار الگ بھی مراد ہوتے ہیں انکو اس اخیر قول کو کہ عترت سے کبھی دور کے لوگ بھی مراد لئے جاتے ہیں ائمہ لغت صحیح نہیں مانتے چنانچہ انکے قول کی تنقید اور رد میں ثعلب ابن اعرابی کا یہ قول لکھتے ہیں کہ عترت سے صرف ذریت مراد ہے یعنی وہ اولاد جو اس سے پیدا ہوا اور وہ نسل جو اسکی پیچھے رہے۔ اہل عرب اسکے سوا اور کسی کو عترت نہیں کہتے امام زہری جو عرب کے لٹریچر کے سرمایۂ ناز اور فصحائے بلغائے زمانہ میں بہت بڑا اعزاز رکھتے تھے اسی قول کی تائید فرماتے ہیں (ملاحظہ ہو مصباح المنیر شرح لفظ عترت)

اتنی تحقیق کے بعد ہم اپنے سلسلۂ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ آنحضرت کی ذریت جناب علی مرتضےٰ کی اولاد تھی جو جناب سیدہ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئی تھی وہی آنحضرت کی عترت بھی کہلائی چنانچہ امام نووی شرح مہذب میں تحریر فرماتے ہیں عترتہ الذین ینسبون الیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھم اولاد فاطمۃ علیہا السلام یعنی آنحضرت کی عترت وہی لوگ ہیں جنکی نسبت آنحضرت سے کیجاتی ہے اور جناب فاطمہ کی اولاد ہیں اس تحریر سے ثابت ہو گیا کہ ذریت سے بھی سوائے ان چار بزرگواروں کے اور کوئی دوسرا مراد نہیں ہے۔ اب ہم اپنے ناظرین کے مزید اطمینان کیلئے اسی ذیل میں چند حدیثیں اور لکھے دیتے ہیں جن سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ صحابۂ اولین بھی ان الفاظ سے انہی حضرات کو مراد لیتے تھے اور یہ حضرات بھی انہی الفاظ سے تمام اہل اسلام کو مقابلہ میں اپنے فضائل اور مناقب پر استدلال فرماتے تھے امام دار قطنی اپنی سنن میں

تحریر فرماتے ہیں عن معقل بن یسار قال سمعت ابا بکر یقول علی ابن ابیطالب عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ معقل ابن یسار کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر صدیق کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ علی مرتضیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی عترت ہیں۔ وہ کون ایسا لایعقل ہوگا جو جناب صدیق اکبر کے قول کی تکذیب کر کے سوائے علی کے کسی اور کو آنحضرت کی ذریت اور عترت بتلائیگا۔

امام مسعودی مروج الذہب میں تحریر فرماتے ہیں ومن خطب الحسن علیہ السلام فی ایامہ فی بعض مقاماتہ انہ قال نحن حزب اللہ المفلحون و عترۃ رسول اللہ الاقربون واھلبیتہ الطاھرون الطیبون واحد الثقلین الذین خلفھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والثانی کتاب اللہ جناب امام حسن علیہ السلام نے اپنی خلافت کے زمانہ میں خطبہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ ہم خدا کی گروہ رستگار ہونیوالے ہیں اور ہم ہی جناب رسول خدا کی قریبی رشتہ دار اور ان کو پاک اور طیب اہلبیت اور ان دو چیزوں میں سے ایک ہیں جنکو رسول خدا نے اپنے پیچھے چھوڑا ہے اور ہم کتاب خدا کی ثانی ہیں۔ ہم جہانتک خیال کرتے ہیں ہمکو یقین ہوتا ہے کہ اب ہمارے دونوں دعوؤں کی تصدیق ہو گئی۔ اور ثابت ہو گیا کہ صحابۂ اولین کیا خود ان کی صدیق اکبر لفظ عترت سے جناب امیر علیہ السلام ہی کو مراد لیتے تھے اور حضرات اہلبیت علیہم السلام بھی اسی لفظ سے اپنی مناقب مخصوصہ پر برابر استدلال فرمایا کرتے تھے جیسا کہ امام دار قطنی اور مسعودی کے اقوال سے ظاہر ہوا اب اسی شہادت کے سلسلہ میں ہم آنحضرت کی بیشمار حدیثوں میں سے صرف ایک حدیث کو اس ضمن میں درج کرتے ہیں جسمیں خود آنحضرت نے عترت کے لفظ کا مقصود اپنے اہلبیت کو بتلایا ہے چنانچہ امام دیلمی تحریر فرماتے ہیں:۔ عن ابی لیلیٰ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یؤمن عبد حتی اکون احب الیہ من نفسہ ویکون اھلی احب الیہ من اھلہ ویکون ذاتی احب الیہ من ذاتہ ابولیلیٰ سے مروی [illegible] رسالت مآب نے فرمایا کہ ایمان نہیں لائیگا کوئی بندہ جبتک کہ وہ [illegible] جان سے زیادہ عزیز نہ رکھے اور میری عترت کو اپنی عترت سے سوا پیارا نہ کرے اور میرے اہل کو اپنے اہل سے زیادہ محبوب نہ رکھے اور میری ذات کو اپنی ذات سے زیادہ نہ چاہے

بہر حال ہم اپنی موجودہ بحث کے سلسلہ میں الفاظ آل محمد۔ آل عبا۔ اہلبیت اور آل کسا۔ ذریت اور عترت کی پوری ماہیت نہایت تفصیل و تشریح سے درج کر چکے۔ اور یہ ثابت ہو چکا کہ ان الفاظ مخصوصہ سے سوائے جناب علی مرتضےٰ جناب سیدہ اور حضرات حسنین علیہم السلام کے کوئی دوسرا مراد نہیں ہے اور

ان کے سوا کسی دوسرے پر ان الفاظ کا اطلاق صحیح نہیں ہو سکتا۔

ذوی القربیٰ۔ یہ لفظ بھی ان بیان شدہ الفاظ کے ایسا انہی حضرات کی ذات پاک تک مخصوص و محدود ہے اس کی پوری تفصیل ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں زیر آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ لکھ چکے ہیں۔ یہاں بار دیگر صرف ایک ہی تصدیق پر ہم اکتفا کرتے ہیں امام ابوالحسن علی ابن احمد الواحدی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں عن ابن عباس قال نزلت ھذہ الایۃ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ قالوا من قرابتک ھولاء الذین وجبت علینا مودتھم قال علی وفاطمہ وابناھما (اخرجہ احمد وابن ابی حاتم والطبرانی والحاکم والدیلمی والثعلبی) امام ابوالحسن علی ابن احمد الواحدی اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت قل لا اسئلکم الخ نازل ہوا تو لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پوچھا کہ وہ آپ کے قرابت والے کون کون ہیں مودت کی مودت ہماری لئے واجب کی گئی ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ جناب علی مرتضیٰ ہیں اور جناب فاطمہ اور ان کے دونوں صاحبزادے ہیں (اس حدیث کو احمد ابن ابی حاتم۔ طبرانی۔ حاکم اور دیلمی اور ثعلبی نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے)

اس شہادت سے ذوی القربیٰ کی بھی تحقیق اور تخصیص انہی حضرات کیساتھ ثابت ہوئی جن کو نام جناب رسالت مآب نے تمام اہل اسلام کو صاف صاف بتلا دیئے اب بھی ہمارے ابنائے زمانہ کی آنکھیں ان کی معرفت اور اقتدا میں خیرگی کریں اور اپنی بے بصیرتی کے باعث اب بھی وہ دوسرے لوگوں کو انکا مد مقابل اور مماثل ٹھہرائیں تو ایسی صورت میں وہ شیخ سعدی کی اس شعر کے مصداق

گرنہ بیند بروز شپرہ چشم	چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ہماری موجودہ بحث تمام ہو گئی۔ ہم اس بحث کے خاتمہ پر اپنی طرف سے کوئی رائے نہیں ظاہر کریں گے بلکہ اس عالمانہ اور منصفانہ رائے کو نقل کرینگے جو ہمارے زمانہ کے فاضل معتبر اور محقق مستند لائق ہمعصر خواجہ عبید اللہ صاحب امرتسری نے ان الفاظ کی تحقیق میں اپنی کتاب سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام مطبوعہ انار کلی پریس لاہور صفحہ ۳۹۰ میں درج فرمائی ہے۔ وہو ہذا

حقیقت یہ ہے کہ فضائل اہلبیت میں جس قدر کہ احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں کسی جگہ لفظ آل کا اور کسی جگہ لفظ ذریت کا اور کسی جگہ لفظ عترت کا استعمال ہوا ہے پس ان تمام الفاظ کا مفہوم خاص اہلبیت ہی ہو سکتے ہیں تمام مومنین پر آل کا حمل ہرگز نہیں ہو سکتا اسکے سوا باتفاق اہلسنت والجماعت حضرت ابوبکر سے زیادہ کوئی شخص متبع سنت نبوی نہیں گزرا پس اگر آل کا لفظ عام ہوتا اور اس سے متبعین مراد ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ابوبکر سے سورہ برات واپس لیکر جناب علی مرتضیٰ کو نہ دیتے اور یہ نہ فرماتے کہ اس کو میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی لیجائیگا

فضائل اہلبیت میں چند معتبر اور مستند حدیثیں

اب ہم اپنی اس ضروری بحث کو تمام کر کے ان ذوات مقدسہ کے فضائل و مناقب کا ایک مختصر ساجدا گانہ باب قائم کرتے ہیں جو ہماری کتاب کے آئندہ مطالب کی توضیح و تشریح کے لیے بہت ہی ضروری اور مفید ثابت ہوگا ہم اپنی اس بحث کے متعلق سب سے پہلے امام فخرالدین رازی کی اس طولانی رائے کا خلاصہ ذیل میں درج کرتے ہیں جس کو انہوں نے فضائل اہلبیت کے متعلق تحریر فرمایا ہے ان کی عبارت ملفظہ یہ ہے:۔

قد جعل اللہ اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم مساوین لہ فی خمسۃ اشیاء۔ یعنی اللہ عزوجل نے پانچ باتوں میں اہلبیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مساوی ٹھہرایا احدھا فی السلام کما قال السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وقال لاھل بیتہ سلام علیٰ آل یٰسین (۱) پہلا امر جس میں ان کو آنحضرت کا مساوی ٹھہرایا ہے سلام ہے چنانچہ خدا نے پیغمبر کے لئے تو فرمایا۔ سلام ہو تجھ پر اے نبی رحمت اور برکت ہو اللہ کی تجھ پر اور ان کے لئے فرمایا۔ آل یٰسین پر سلام ہو چنانچہ امام نورالدین سمہودی جواہر العقدین میں فرماتے ہیں نقل جماعۃ من المفسرین عن ابن عباس انہ قال فی قولہ تعالیٰ سلام علیٰ آل محمد ونقل النقاش عن الکلبی فقال سلام علیٰ آل یٰسین ای علیٰ آل محمد سماہ اللہ یاسین مثل یعقوب واسرائیل واحمد ومحمد۔ مفسرین کی ایک جماعت نے عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ سلام علیٰ آل یٰسین کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ مراد اس سے آل محمد ہے۔ کلبی علیہ الرحمہ نقاش سے نقل کرتے ہیں کہ آل یٰسین سے آل محمد مراد ہیں جس طرح سے حضرت یعقوب کا نام اسرائیل ہے اور احمد و محمد بھی آپ ہی کے نام ہیں

(۲) والثانیۃ فی الطھارۃ۔ قال اللہ تعالیٰ طٰہٰ (ای طاھر) ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ وقال لاھل بیتہ ویطھرکم تطھیرا یعنی دوسرا امر جس میں خدا نے اہلبیت کو آپکا مساوی بنایا ہے وہ طہارت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (نبی کو) اے طٰہٰ یعنی ای طاہر ہم نے تم پر قرآن کو اس لئے نازل نہیں کیا ہے کہ تم مشقت اٹھاؤ اور آنحضرت کے اہلبیت کے واسطے

فرمایا ہے کہ ظاہر رکھے تم کو جو حق ظاہر رکھنے کا ہے

(۳) والثالثة فی الصلوٰة علی النبی وعلی آلہ کما فی التشہد

یعنی تیسرا امر جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے اہلبیت کو مساوات ہے وہ درود مبارکہ ہے جیسا تشہد نماز میں چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے عن کعب بن عجرة قال لما نزلت ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یاایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما قلنا یارسول اللہ علمنا کیف نصلی علیک وکیف نسلم علیک قال قولوا اللہم صل علی محمد وآل محمد کما بارکت علی ابراھیم وآل ابراھیم انک حمید مجید۔ کعب ابن عجرہ سے مروی ہے کہ جب آیت نازل ہوئی یاایہا الذین الخ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ہمیں آپ تعلیم فرمائیے کہ ہم آپ پر کس طرح درود پڑھا کریں اور کیونکر سلام بھیجا کریں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم یوں کہا کرو۔ اے پروردگار درود بھیج اور اپنی رحمت نازل کر محمد اور آل محمد پر جیسی کہ تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر بیشک تو ہی ستودہ بزرگ۔ صحیح مسلم میں اس روایت کو ایک دوسرے طریقہ سے بھی لکھا ہے وہ یہ ہے عن ابی مسعود البدری قال جاءنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ونحن فی مجلس سعد بن عبادة فقال لہ بشیر ابن سعد امرنا اللہ ان نصلی علیک یارسول اللہ فکیف نصلی علیک فسکت رسول اللہ حتی تمنینا انہ لم یسالہ ثم قال رسول اللہ قولوا اللہم صل علی محمد وآل محمد کما صلیت علی ابراھیم وآل ابراھیم انک حمید مجید اللہم بارک علی محمد وآل محمد کما بارکت علی ابراھیم وآل ابراھیم انک حمید مجید وعند الطبرانی فسکت حتی جاءہ الوحی فقال تقولون اللہم صل علی محمد وآل محمد الخ مسعود بدری سے مروی ہے کہ ہمارے پاس جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہم سعد ابن عبادہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بشیر ابن سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے پس ہم کس طرح آپ پر درود بھیجیں ؟ آنحضرت خاموش ہو رہے۔ یہانتک کہ ہمکو خیال ہوا کہ کاش بشیر ابن سعد آپ سے یہ سوال ہی نہ کرتے پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم یوں درود پڑھا کرو جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔ اے ہمارے پروردگار رحمت نازل کر محمد و آل محمد پر جیسی کہ تو نے رحمت نازل کی تھی ابراہیم اور آل ابراہیم پر بیشک تو ہی ستودہ صفات اور بزرگ ہے اور اے پروردگار برکت دے محمد و آل محمد کو جیسی کہ تو نے برکت دی ابراہیم اور آل ابراہیم کو تو ہے ستودہ صفات اور بزرگ یہ تو مسلم کی روایت ہے اور امام طبرانی نے اس حدیث کو اس طرح لکھا ہے کہ آنحضرت بشیر ابن عبادہ کے پوچھنے پر ساکت ہو گئے یہانتک کہ حضور پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم یوں درود پڑھا کرو جیسا کہ اوپر لکھا گیا ان دونوں حدیثوں کے ایک جا لکھدینے سے ہمارا مقصود یہ تھا کہ ہم اہل اسلام کو بتلا دیں صلوات اہلبیت کی نسبت جو آنحضرت نے ارشاد فرمایا وہ عین حق سبحانہ و تعالیٰ کا حکم تھا جیسا کہ امام طبرانی نے صاف صاف لفظوں میں لکھدیا اسی سے سمجھ لینا چاہیے کہ صلوات اہلبیت کی تاکید کوئی معمولی تاکید نہیں تھی بلکہ ارکان اسلام میں داخل اور جزو ایمان میں شامل ہے خصوصاً ارکان نماز کے جزو فرائض سے ہے اگر نماز کے تمام ارکان واجبہ ادا کیے گئے اور اسکی تعمیل نہیں کی گئی تو نماز قطعی بیکار ہو گئی چنانچہ صواعق محرقہ میں علامہ ابن حجر کتاب عمل الیوم واللیلہ کے حوالہ سے حضرت عمر فاروق کا یہ فتویٰ درج فرماتے ہیں قال عمر رضی اللہ عنہ قال لا یکون الصلوٰة الا بقرأة وتشہد وصلوٰة علی النبی۔ حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ نماز نہیں ہوتی مگر ساتھ قرأت کے اور ساتھ تشہد کے آنحضرت اور ان کی آل پر درود کے اب اس سے زیادہ اور معتبر کس کا قول ہو سکتا ہے کیونکہ یہ اس شخص کا قول ہے جس کی رائے کے مطابق وحی الٰہی اترتی ہے تمام اہلسنت ایمان لا چکے مگر اپنے ظرف کے مزید اطمینان کیلیے ہم ابن عبدالبر کی کتاب استیعاب سے ایک جلیل القدر صحابی کا قول نقل کرتے ہیں عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال لا صلوٰة لمن لم یصل فیہا علی النبی وآلہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکی آل پر نماز میں صلوات نہ بھیجی جائے نماز تمام نہیں ہوتی امام عبدالبر کے علاوہ امام بیہقی بھی اپنی سنن میں امام شعبی کا یہ قول تحریر فرماتے ہیں عن الشعبی قال من لم یصل علی النبی وآلہ فی التشہد فلیعد صلوٰتہ شعبی کہتے ہیں کہ جس نے تشہد میں آنحضرت اور انکی آل پر درود نہیں بھیجا اسکو چاہیے کہ وہ پھر اپنی نماز کا اعادہ کرے۔

صلوات آل کی تاکید میں علامہ قندوزی امام سمہودی مصری کی کتاب جواہر العقدین کی اسناد سے تحریر فرماتے ہیں۔ روی عن النبی قال لا تصلوا علی الصلوٰة البتراء قالوا وما الصلوٰة البتراء یارسول اللہ فقال تقولون اللہم صل علی محمد وتمسکون بل قولوا اللہم صل علی محمد وآل محمد۔ یعنی جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ مجھ پر درود ناقص نہ بھیجا کرو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ درود ناقص کیا ہے ؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ کہا کرتے ہو کہ ہمارے پروردگار اپنی رحمت نازل کر محمد پر پھر خاموش ہو جاتے ہو یہی صلوات بترا ہے

ہے۔ بلکہ یوں کہا کرو کہ اے پروردگار ہماری رحمت نازل کر محمد اور آل محمد پر
یہی مطلب امام شافعی مذہبی ابن ادریس نے رباعی کی مضمون میں نظم فرمایا ہے وہو ہذا رباعی

یا اہلبیت رسول اللہ حبکم	فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
کفاکم من عظیم القدر انکم	من لم یصل علیکم لا صلوۃ لہ

امام شافعی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اے اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری محبت کو خدا نے فرض کیا ہے اور قرآن شریف کا نزول اسپر شاہد ہے اے اہلبیت تمہارے مرتبہ کی بزرگی کے لئے یہی کافی ہے کہ جو شخص تمپر درود نہ بھیجے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

الرابعۃ تحریم الصدقۃ قال رسول اللہ م لا تحل الصدقۃ لمحمد ولا ال محمد یعنی چوتھا امر جس میں آنحضرت کی ساتھ آپ کے اہلبیت مساوی ہیں وہ تحریم صدقہ ہے جیسا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ صدقہ محمد و آل محمد پر حرام ہے۔ اس حدیث کی تائید میں ہم ایک اور حدیث امام مسلم اور امام طحاوی کی اسناد سے لکھے دیتے ہیں عن ابی ہریرۃ قال اخذ الحسن ابن علی علیہما السلام تمرۃ من تمر الصدقۃ فجعلہا فی فیہ فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کخ کخ لیطرحہا ثم قال لا تشعر ان الصدقۃ لا تحل لنا ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے ایک پھل صدقہ کے پھلوں میں سے اپنے منہ میں ڈال لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کخ کخ تاکہ وہ منہ سے نکال دیں پھر آپ نے ارشاد فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ صدقہ ہم لوگوں کیلئے حلال نہیں ہے

الخامسۃ فی المحبۃ قال اللہ تعالیٰ فاتبعونی یحببکم اللہ و قال لاہل بیتہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔ یعنی پانچواں امر جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ آپکے اہلبیت کو مساوات کا درجہ حاصل ہے وہ محبت ہے چنانچہ خدائے سبحانہ وتعالیٰ اپنے نبی کی شان میں فرماتا ہے کہ کہدو اے رسول اتباع کرو میرا تو اللہ تمکو اپنا دوست رکھیگا اور اہلبیت علیہم السلام کی نسبت فرماتا ہے کہ یا محمد کہدو امت سے کہ میں تمسے تبلیغ رسالت پر کوئی اجر نہیں مانگتا مگر یہ کہ میرے اقربا سے محبت رکھو امام فخر الدین رازی کا یہ قول لکھکر اب ہم علامہ قندوزی کی کتاب ینابیع المودہ سے اُن آیات کی شانِ نزول ذیل میں قلمبند کرتے ہیں جو مخصوص اہلبیت علیہم السلام کے فضائل و مناقب کو کھلے کھلے لفظوں میں ظاہر کرتی ہیں

آیۃ الاولیٰ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیرا اس آیۂ وافی ہدایہ کی شان نزول مفصل اوپر شرح اوپر بیان ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں آیۃ الثانی ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ اس کی شانِ نزول بھی اوپر تحریر ہو چکی الثالثۃ سلام علیٰ آل یٰسین اس آیۂ وافی ہدایہ کی شان نزول بھی اوپر تحریر ہو چکی ہے الرابعۃ وقفوہم انہم مسئولون۔ اخرج الدیلمی عن ابی سعید الخدری ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال وقفوہم انہم مسئولون عن ولایۃ علی علیہ السلام وکان ہذا اسرار الواحدی بقولہ ثم مسئولون عن ولایۃ علی واہل البیت لان اللہ فترض المودۃ فی القربیٰ فتسئلون علیہم المطالبۃ واحادیث الواردۃ فی ذلک کثیرۃ صواعق محرقہ میں ہے کہ امام دیلمی ابو سعید خدری سے ناقل ہیں کہ جناب رسالت مآب نے اس آیہ کا مفہوم بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ انہم مسئولون سے مراد یہ ہے کہ جس چیز کا تم سے سوال کیا جائیگا وہ ولایت جناب امیر علیہ السلام ہے اور یہی مراد امام واحدی کے اُس قول کی ہے جسکو انہوں نے اس آیہ کی تفسیر میں لکھا ہے وہ فرماتے ہیں کہ انہم مسئولون سے یہ مراد ہے کہ جس چیز کا تم سے سوال کیا جائیگا وہ ولایت جناب علی ابن ابیطالب اور اہلبیت علیہم السلام ہے کیونکہ خدا سبحانہ وتعالیٰ نے مودۃ القربیٰ کو واجب گردانا ہے پھر کیونکر لوگوں سے اسکا مطالبہ اور اس کی پرسش نہ کیجائے امام واحدی کا اتنا قول لکھکر ابن حجر لکھتے ہیں کہ اسکی توثیق وتصدیق میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ الخامسۃ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ اخرج الثعلبی فی تفسیر ہذہ الآیۃ عن جعفر الصادق علیہ السلام قال نحن حبل اللہ الذی قال اللہ تعالیٰ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا امام ثعلبی اس آیۂ وافی ہدایہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ حبل اللہ ہم ہی ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سب مل کر خدا کی رسی کو تھام لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو السادسۃ ام یحسدون الناس علی ما اتاہم اللہ من فضلہ۔ دنیا کے لوگ ان لوگوں سے اس چیز کے بارے میں حسد کرتے ہیں جو خدا نے انکو اپنے فضل سے عنایت کی ہے۔ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں۔ اخرج ابو الحسن ابن المغازلی عن الباقر علیہ السلام قال فی تفسیر ہذہ الآیۃ نحن الناس المحسودون واللہ۔ ابو الحسن ابن مغازلی کہتے ہیں کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیۂ وافی ہدایہ کی تفسیر میں فرمایا کہ قسم بخدا وہ لوگ ہم ہی ہیں جن سے دنیا کے

حسد کرتے ہیں۔ السابعة قولہ تعالیٰ وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم جس حال میں کہ تو ان میں موجود ہے اللہ تعالیٰ ان کو سختی میں گرفتار نہیں کرتا۔ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں اس آیہ کی تفسیر میں طولانی بحث لکھی ہے جس کی اصل عبارت ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

اشار صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم الی وجود ذلک المعنی فی اهلبیتہ وانہم امان لاهل الارض کما کان هو صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم امانا لهم وفی ذلک احادیث کثیرة منها النجوم امان لاهل السماء واهلبیتی امان لامتی وفی روایة واهلبیتی امان لاهل الارض فاذا هلک اهلبیتی جاء اهل الارض من الایات ما کانوا یوعدون وفی اخری لاحمد فاذا ذهب النجوم ذهب اهل السماء واذا ذهب اهلبیتی ذهب اهل الارض وفی روایة صححها الحاکم علی شرط الشیخین النجوم امان لاهل الارض من الغرق واهلبیتی امان لامتی من الاختلاف فاذا خالفتہم قبیلة من العرب اختلفوا فصاروا حزب ابلیس وجاء من طرق عدیدة یقوی بعضها بعضا انما مثل اهلبیتی فیکم کمثل سفینة نوح من رکبها نجی وفی روایة مسلم ومن تخلف عنہ غرق وفی روایة هلک وانما مثل اهلبیتی فیکم مثل باب حطة فی بنی اسرائیل من دخلہ غفر لہ وفی روایة غفر لہ الذنوب قال بعضہم ان اللہ (تبارک وتعالی) لما خلق الدنیا باسرها من اجل النبی صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم جعل دوامها بدوامہ ودوام اهلبیتہ لانہم یساوونہ فی اشیاء مر عن الرازی بعضها ولانہ قال فی حقہم اللہم انہم منی وانا منہم ولانہم بضعة منہ بواسطة ان فاطمة (سلام اللہ علیہا) امہم بضعتہ فاقیموا مقامہ فی الامان انتہی ملخصا ووجہ تشبیہہم بالسفینة فیما مر ان من احبہم وعظمہم شکرا لنعمة مشرفہم صلی اللہ علیہ وسلم واخذ بہدی علمائہم نجی من ظلمة المخالفات ومن تخلف عن ذلک غرق فی بحر کفر النعم وهلک فی مفاوز الطغیان ووجہ تشبیہہم بباب حطة ان اللہ (تبارک و) تعالی جعل دخول ذلک الباب الذی هو باب اریحا او بیت المقدس مع التواضع والاستغفار سببا للمغفرة وجعل لهذه الامة مودة اهل البیت سببا لها۔

علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ اس آیۂ کرامت ہدایہ کی تفسیر میں آنحضرت نے اپنے اہلبیت طاہرین کے وجود مقدس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور انکو امان اہل الارض قرار دیا ہے اور اپنی ذاتِ بابرکات کو ان کی امان کا موجب بتلایا ہے اتنا لکھکر علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ اس میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ ستارے امان اہل آسمان ہیں اور ہماری اہلبیت امان اہل زمین ہیں جب ہمارے اہلبیت ہلاک ہو جائینگے تو اہل زمین وہ علاماتِ الٰہی مشاہدہ کریں گے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور ان روایتوں کی اخیر روایت وہ ہے جسکو امام احمد ابن حنبل نے لکھا ہے کہ ستارے آسمان والوں کیلئے امان ہیں اور ہماری اہلبیت اہل دنیا کی امان ہیں پس جب اٹھ جائیں گے ستارے تو اٹھ جائیں گے اہل آسمان۔ اسی طرح اٹھ جائیں گے ہمارے اہل بیت تو اٹھ جائیں گے اہل زمین اور ایک روایت میں جسکو امام حاکم نے مسلم اور بخاری کی شرط پر صحیح لکھا ہے یہ مندرج ہے کہ ستارے اہل آسمان کی امان ہیں اور ہمارے اہلبیت اہل دنیا کیلئے امان ہیں غرق سے اور اس حدیث میں کہ ہمارے اہلبیت ہماری امت کی امان ہیں یہ مراد ہے اختلاف سے پس جو شخص قبیلۂ عرب سے ان سے مخالف ہوا اس نے اختلاف کیا اور مل گیا وہ گروہ شیطان سے اور اسی طور سے اس حدیث کے بہت سے طریق ہیں جو ایک دوسرے کو قوی کرتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے اہلبیت کی مثال تم میں ایسی ہے جیسے نوح کی کشتی جو اس پر سوار ہوا بچ گیا اور جو اس سے علیحدہ ہوا وہ ہلاک ہوا۔ اور صحیح مسلم کے یہ الفاظ ہیں جس نے ان سے اختلاف کیا وہ ڈوب گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہمارے اہلبیت کی مثال بنی اسرائیل کے باب حطہ کی ہے جو اس میں داخل ہوا وہ بخشدیا گیا۔ اور جناب قدس الٰہی نے بقائے خلق کو آنحضرت صلعم کی بقا اور آپکے اہلبیت کی بقا کیساتھ لازم کیا ہے کیونکہ یہ حضرات پانچ چیزوں میں آنحضرت کے ساتھ برابر ہیں اور اسی وجہ سے آنحضرت نے ان کے حق میں فرمایا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ میں ان سے ہوں اور وہ مجھ سے ہیں اور یہی حضرات آنحضرت صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کی بضاعت ہیں۔ کیونکہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا جو ان حضرات کی والدہ ہیں وہ آنحضرت کی بضاعت ہیں۔ پس یہ حضرات بھی مقام امان میں آنحضرت کے منصب پر ہیں اور ان حضرات کے تشبیہ سفینۂ نوح ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جو شخص ان سے محبت کرتا ہے اور ان کی تعظیم کرتا ہے اور ان کے علماء سے ہدایت پاتا ہے وہ مخالفت کی تاریکیوں سے محفوظ ہے اور جس نے ان سے اختلاف اختیار کیا وہ بحر کفر و عصیان میں ڈوب گیا اور موجۂ طغیان میں ہلاک ہو گیا اور باب حطۂ بنی اسرائیل سے ان حضرات کی تشبیہ دیے جانیکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو جس دروازہ میں داخل ہونیکا حکم دیا تھا وہ باب اریحا یا باب بیت المقدس ہے کہ جو شخص تواضع۔ انکسار اور استغفار کیا تھا اس میں داخل ہوا وہ مغفرت یافتہ ہوا اسکے

داخل ہونا اس کی مغفرت کا باعث ہوگیا اسی طرح خدا تبارک تعالیٰ نے اہلبیت اکرام کیساتھ محبت و مودت رکھنے کو اس امت کیلئے مغفرت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

الثامنة وانی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اهتدی قال ثابت البنانی عن انس اهتدی الی ولایة اهلبیته صلی الله علیه وآله وسلم۔ اس آیۂ وانی ہدایہ کی تفسیر میں ثابت البنانی انس ابن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ اس آیت میں لفظ اهتدی سے ولایت اہلبیت علیہم السلام مقصود ہے۔

التاسعة فمن حاجك فيه من بعد ما جاءك من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءكم ونساءنا ونساءكم وانفسنا وانفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين۔ اس آیۂ وانی ہدایہ کی پوری تفسیر درج ہوچکی ہے۔

العاشرة ولسوف يعطيك ربك فترضى نقل القرطبی عن ابن عباس قال رضی محمد صلی الله علیه وآله وسلم ان لا یدخل احد من اهل بیته النار۔ امام قرطبی جناب ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ اس آیۂ میں جس رضا کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت کے اہلبیت کبھی دوزخ میں نہ جائیں گے وہ رضائے محمد یہی میثاق ہے۔

آنحضرت کے اس عہد کو اس سے مختلف الفاظ میں امام حاکم نے مستدرک میں اور ملا نے سیرت میں اور امام احمد نے مناقب میں اور امام طبرانی نے معجم میں لکھا ہے۔

الحادیة عشر ان الذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت اولٰئك هم خیر البریة۔ جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے وہ بہترین خلق ہیں اخرج الحافظ جمال الدین محمد بن یوسف الزرندی المدنی عن ابن عباس قال ان هذه الآیة لما نزلت قال رسول الله لعلی یا علی انت وشیعتك خیر البریة تاتی یوم القیمة وشیعتك راضین مرضیین ویاتی عدوك غضبانا مقمحین فقال من عدوی قال من تبرء منك۔ حافظ جمال الدین الزرندی ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اس آیۂ وانی ہدایہ کی شان نزول میں فرماتے ہیں کہ جس وقت یہ آیۂ نازل ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیر علیہ السلام کیطرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے علی تو اور تیری شیعہ خیر البریہ بہترین خلق ہیں۔ تو اپنے شیعوں کو روز قیامت راضیہ و مرضیین پائیگا اور تمہارے دشمنوں کو عذاب سخت میں مبتلا پاؤگے۔ پس جناب علی مرتضےٰ نے پوچھا کہ میرے دشمن کون ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا تیرے دشمن وہ لوگ ہیں جو تجھ سے بیزاری اختیار کریں۔

الثانیة عشر وانه لعلم للساعة۔ اور اسکے پاس علم ساعت ہے قال مقاتل بن سلیمان ومن تبعه من المفسرین ان هذه الآیة نزلت فی المهدی قائم اهلبیت۔ مقاتل ابن سلیمان اور ان کے تابعین مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیۂ وانی ہدایہ جناب امام مہدی قائم اہلبیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوا ہے۔

الثالثة عشر قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی ومن یقترف حسنة نزد له فیها حسنا۔ اس آیۂ وانی ہدایہ کی تفصیل اور تفسیر بھی سابق میں مندرج ہوچکی ہے (دیکھو اس سلسلہ کی جلد دوم) مگر ہم اس کے متعلق اتنا اضافہ ضرور کرینگے کہ اس آیت میں نزد له فیها حسنا لفظ حسنا سے خاص ولایت اہلبیت علیہم السلام مراد ہے چنانچہ تفسیر ثعلبی کی عبارت ملاحظہ ہو عن ابن عباس رضی الله عنه فی تفسیره ومن یقترف حسنة نزد له فیها حسنا قال الحسنة المودة لآل محمد ونقل البغوی عن ابن عباس انه لما نزلت قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی قال القوم ما یرید الا ان یحثنا علی قرابته من بعده فاخبر جبرئیل انهم اتهموا النبی صلی الله علیه وآله وسلم فانزل ام یقولون افتری علی الله الخ فقال القوم یا رسول الله انك صادق فنزل وهو الذی یقبل التوبة عن عباده۔ امام ثعلبی حضرت ابن عباس کی زبانی اس آیہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ عبارت من یقترف حسنة نزد له فیها حسنا سے حسنا سے مراد مودت آل محمد علیہم السلام ہے اور امام بغوی نے ابن عباس سے یہ بھی لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ایک قوم نے آپس میں سرگوشی کی کہ اس بیان سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں کو اپنے بعد اپنے اہلبیت سے محبت رکھنے پر برانگیختہ کیا ہے اور یہ امر انکے اہلبیت کے ساتھ فرط محبت کی وجہ سے ہے۔ پس جبرئیل نے آنحضرت کو ان اتہام کرنیوالوں کی خبر دی اور آیۂ ام یقولون افتری الخ انکی شان میں نازل ہوا۔ اب اس قوم نے پھر آنحضرت کی تصدیق کی تو ان کے توبہ کرنے پر آیۂ هو الذی یقبل التوبة نازل ہوا۔

اتنی آیات تو وہ ہیں جو علامہ ابن حجر نے اپنی کتاب صواعق محرقہ میں فضائل کے متعلق لکھی ہیں ان کے علاوہ اور بھی اکثر آیات ہیں جو علامہ ممدوح جیسے دوسرے معتبر اور مستند علماء نے تحریر فرمائی ہیں ہم انکو بھی ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

الرابعة عشر یطعمون الطعام علی حبه۔ اس آیت کی تفسیر تفصیل کے ساتھ ہوچکی ہے (دیکھو اس سلسلہ کی جلد دوم)

الخامس عشرة مرج البحرین یلتقیان۔ عن انس ابن مالك فی قوله تعالیٰ مرج البحرین یلتقیان قال هو علی وفاطمة علیهما السلام واللؤلؤ والمرجان قال الحسن والحسین علیهما السلام۔ انس ابن مالک اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مرج البحرین یلتقیان سے مراد جناب علی مرتضیٰ اور حضرت فاطمۃ الزہرا

علیہما السلام ہیں اور لؤلؤ و مرجان سے حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام
مراد ہیں۔ **السادسۃ عشر** فی بیوت اذن اللہ ان ترفع و یذکر فیہا
اسمہ یسبح لہ فیہا بالغدو والاصال۔ ان گھروں کہ اللہ نے انکو بلند
کئے جانے اور ان میں اپنے نام کا ذکر کئے جانیکا حکم فرمایا ہے صبح و شام اس کی
تسبیح کرتے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی اور ابن مردویہ اس کی شان نزول
میں جو کچھ تحریر کرتے ہیں ان کی عبارت یہ ہے۔
عن انس و بریدۃ رضی اللہ عنہما قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم فی بیوت اذن اللہ الخ فقال رجل ای بیوت ھذا یا
رسول اللہ؟ فقال بیوت الانبیاء فقال ابو بکر ھذا البیت منہا
واشار الی بیت علی و فاطمہ علیہما السلام قال نعم من افاضلہا۔
انس ابن مالک اور بریدہ سے منقول ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو ایک شخص نے
سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ کونسے گھر ہیں؟
آپ نے فرمایا کہ ان گھروں سے انبیاء کے گھر مراد ہیں حضرت ابوبکر نے عرض کی
کہ یا رسول اللہ یہ گھر بھی انہی گھروں میں سے ہے اور اشارہ جناب علی مرتضے
اور جناب سیدہ کے گھر کی طرف کیا۔ آنحضرت نے ان کے استفسار کے جواب میں
ارشاد فرمایا ہاں بلکہ یہ انکے بہترین میں سے ہے۔ **السابعۃ عشر** فاسئلوا
اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ پوچھو صاحبان ذکر سے جو تم نہیں
جانتے ہو اس کی شان نزول میں امام ثعلبی لکھتے ہیں عن جابر ابن عبد اللہ
الانصاری قال قال علی ابن ابیطالب نحن اھل الذکر۔ جابر ابن
عبد اللہ الانصاری کہتے ہیں کہ جناب علی مرتضے علیہ السلام فرماتے تھے
کہ وہ اہل ذکر ہم ہیں۔ **الثامنۃ عشر** اھدنا الصراط المستقیم
صاحب معالم التنزیل اور تفسیر ثعلبی یہ عبارت اس کی تفسیر میں تحریر فرماتے
ہیں عن مسلم ابن حیان قال سمعت ابا بریدۃ یقول صراط
مستقیم صراط آل محمد۔ ابن حیان کہتے ہیں کہ میں نے ابا بریدہ کو کہتے ہوئے
سنا ہے کہ صراط مستقیم صراط آل محمد ہے۔ **التاسعۃ عشر** ثم اورثنا الکتب
الذین اصطفینا من عبادنا۔ وارث بنائے ہم نے کتاب ان کو
وہ جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا۔ ابن مردویہ اس آیت کے
متعلق جناب امیر علیہ السلام کی اسناد سے لکھتے ہیں قال علی علیہ السلام
نحن اولئک جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا وہ لوگ ہم ہیں
العشرین حتی تاتیہم البینۃ۔ ابن منذر اور امام سیوطی انکی تفسیر
میں لکھتے ہیں کہ عن ابن جریج فی قولہ تعالی حتی تاتیہم البینۃ قال

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفی قولہ تعالی من بعد ما جاءتہم
البینۃ آل محمد علیہم السلام ابن جریج تاتیہم البینۃ کی تفسیر میں
کہتے ہیں کہ پہلی بینۃ سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور من بعد
ما جاءتہم البینۃ سے مراد آل محمد ہیں۔ **الاحدی وعشرین**
ان اللہ اصطفی آدم ونوحا وآل ابرھیم وآل عمران علی العلمین۔
اللہ تعالی نے آدم۔ نوح۔ آل ابراہیم اور آل عمران علی نبینا و علیہم السلام کو
تمام دنیا سے برگزیدہ کیا۔ اس کی تفسیر میں امام ثعلبی اعمش بن ابی وائل کی اسناد
سے تحریر کرتے ہیں عن الاعمش عن ابن ابی وائل قال قرأت فی مصحف
عبد اللہ ابن مسعود ان اللہ اصطفی آدم ونوحا وآل ابرھیم وآل
عمران وآل محمد علی العلمین۔ اعمش بن ابی وائل سے ناقل ہیں کہ
میں نے حضرت عبد اللہ ابن مسعود کے قرآن مجید میں اس آیت کو اس طرح پڑھا تھا
کہ اللہ تعالی نے پسند کیا آدم کو۔ نوح کو۔ آل ابراہیم کو۔ آل عمران کو اور آل محمد
کو سارے جہان سے۔ **الثانیۃ عشرین** الا بذکر اللہ تطمئن القلوب
اللہ ہی کے ذکر سے دل چین پاتے ہیں۔ امام سیوطی در المنثور میں اور ابن مردویہ
مناقب میں تحریر فرماتے ہیں کہ عن علی علیہ السلام عن رسول اللہ لما
نزلت ھذہ الآیۃ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب قال ذلک من
احب اللہ و رسولہ و احب اھل بیتی صادقا غیر کاذب۔ جناب
امیر المومنین علی ابن ابیطالب سے منقول ہے کہ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوا تو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ وہ دل ہیں جو اللہ اسکے رسول
اور میری اہلبیت سے سچی محبت رکھتے ہیں بغیر کسی جھوٹ کے۔ **الثالثۃ عشرین**
والشفع والوتر قسم ہے جفت کی اور طاق کی۔ علامہ نطنزی اس کی تفسیر
میں لکھتے ہیں عن الحسین ابن علی علیہما السلام فی قولہ تعالی والشفع
والوتر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الشفع
الحسن والحسین علیہما السلام والوتر علی ابن ابیطالب علیہ السلام
جناب امام حسین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے اس آیہ کی تفسیر میں فرمایا کہ شفع (جفت) سے مراد حضرات امام حسن
اور امام حسین علیہما السلام ہیں اور وتر (طاق) سے جناب امیر مقصود ہیں
الرابعۃ عشرین ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم۔ پھر ہم تم سے
نعیم کی نسبت ضرور پوچھینگے۔ علامہ موصوف اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔
عن جعفر ابن محمد علیہما السلام قال نحن النعیم۔ امام جعفر صادق
علیہ السلام اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ نعیم ہم ہیں۔

آیات قرآنی کی تفصیل کو ختم کرکے اب ہم احادیث نبوی کو بھی اسی سلسلہ میں نہایت اختصار کیساتھ تحریر کرتے ہیں جس سے ثابت ہو جائیگا کہ ان حضرات مقدسہ اور ذوات طاہرہ کی عظمت وجلالت درگاہ الٰہی میں پوری طور پر ظاہر ہونیکے بعد یہ بھی معلوم ہو جائے کہ بارگاہ رسالت میں کیا قدر کرتے ہیں (۱) امام احمد مسند میں لکھتے ہیں عن حمید ابن عبد اللہ بن یزید المدنی قال ذکر عند النبیؐ عن قضاء قضاہ علی علیہ السلام فاعجب النبی فقال الحمد للہ الذی جعل فینا الحکمۃ اھل البیت۔ حمید ابن عبد اللہ ابن یزید المدنی کہتے ہیں کہ آنحضرت کی بابت جناب علی مرتضیٰ کے ایک فیصلہ کا ذکر کیا گیا تو حضرت نے تعجب فرما کر ارشاد کیا کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہم اہلبیت کو حکمت عطا فرمائی۔

(۲) دیلمی فرماتے ہیں عن ابن عباس قال قال رسول اللہ نحن اھل بیت مفاتیح الرحمۃ وموضع الرسالۃ ومعدن الحلم۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اہلبیت رحمت کی کنجیاں، رسالت آپ کے مقام مخصوص اور حلم کی کان ہیں۔

(۳) ابن شیبہ۔ ابو یعلی ابوذر الغفاری اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں سلمہ ابن اکوع کی اسناد سے تحریر فرمایا ہے عن سلمہ ابن الاکوع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم النجوم امان لاھل السمٰوات واھلبیتی امان لامتی سلمہ ابن اکوع کہتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ستارے اہل آسمان کے لئے وجہ امان ہیں اور میری اہلبیت میری امت کے لئے امان ہیں۔

(۴) امام دیلمی لکھتے ہیں عن ابن عباس وابی ذر قالا قال رسول اللہ مثل اھلبیتی فیکم کمثل باب حطۃ فی بنی اسرائیل من دخلہ غفر لہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوذرؓ غفاری سے مروی ہے کہ فرمایا حضرت رسولؐ خدا نے کہ میری اہلبیت تم لوگوں میں ایسی ہیں جیسے بنی اسرائیل میں توبہ کا دروازہ تھا کہ جو اس میں داخل ہوا وہ بخشا گیا واضح ہو کہ یہ دونوں حدیثیں مفصل اور شرح طور سے اوپر تحریر ہو چکی ہیں

(۵) امام حاکم اور قریب قریب تمام محدثین تحریر فرماتے ہیں عن حبیش ابن المعتمرؓ قال رأیت اباذر اخذ بعضادتی باب الکعبۃ وھو یقول من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا ابوذر الغفاری سمعت رسول اللہ یقول مثل اھلبیتی فیکم کمثل سفینۃ نوح فی قومہ من رکبھا نجی ومن تخلف عنھا غرق۔ حبیش ابن معتمرؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ دیکھا میں نے اباذر کو کہ خانہ کعبہ کے دروازہ کی چوکھٹ پکڑے ہوئے کہہ رہے تھے کہ جس نے مجھے پہچانا اس نے تو پہچانا اور جس نے نہ پہچانا ہو وہ اب پہچان لے۔ میں ابوذر غفاری ہوں میں نے جناب رسالتمآب کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم لوگوں میں میرا اہلبیت کی مثال سفینہ نوح کی ہے کہ جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس سے الگ رہا غرق ہو گیا۔

(۶) فردوس الاخبار میں امام دیلمی اور سیرت میں ملا تحریر فرماتے ہیں عن انس ابن مالکؓ قال رسول اللہ نحن اھلبیت لا یقاس بنا احد۔

انس ابن مالک کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ ہم اہلبیت ہیں، ہمارے ساتھ کسی غیر کا قیاس نہیں ہو سکتا۔

(۷) امام بیہقی اور طبرانی لکھتے ہیں عن ام سلمۃؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا ان مسجدی حرام علی کل حائض من النساء وجنب من الرجال الا علی محمد واھلبیتہ امام بیہقی اور طبرانی لکھتے ہیں کہ فرمایا ام المومنین حضرت ام سلمہ سلام اللہ علیہا نے کہ ارشاد کیا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے کہ میری مسجد حرام ہے ہر حیض والی عورت اور جنب والے مرد پر مگر (صلی اللہ علیہ آلہ وسلم) پر اور انکی اہلبیت پر

(۸) امام دیلمی اور طبرانی تحریر فرماتے ہیں عن ابی رافع ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لعلی علیہ السلام اول اربعۃ یدخلون الجنۃ انا وانت والحسن والحسین وذریتنا خلف ظھورنا وازواجنا خلف ذریتنا وشیعتنا عن ایماننا وشمائلنا ابو رافع کا بیان ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ وہ چار شخص جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے وہ میں ہوں اور تم اور حسن اور حسین (علیہما السلام) اور ہماری اولاد ہمارے پس پشت ہوگی اور انکے پیچھے ہماری بیبیاں اور ہمارے شیعہ ہمارے دہنے اور بائیں ہونگے۔ اس روایت کو امام احمد نے مناقب میں۔ امام ثعلبی نے تفسیر میں ملا نے سیرت میں اور علامہ ابوسعید عبد الملک نے شرف النبوۃ میں بھی تحریر کیا ہے

(۹) امام احمد نے مناقب میں اور علامہ دیلمی نے فردوس الاخبار میں لکھا ہے عن علی علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لفاطمۃ انی وایاک وھذین یعنی حسنا وحسینا وھذا الراقد یعنی علیا فی مکان واحد یوم القیمۃ جناب امیر علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ میں اور تو اور یہ دونوں یعنی حسنین اور یہ سونے والا یعنی علی۔ قیامت کے دن ایک مقام میں ہونگے۔

(۱۰) پھر وہی حضرت رقمطراز ہیں عن عبد اللہ ابن مسعود قال قال رسول اللہ حب اھلبیتی نافع فی سبع مواطن اھوالھن عظیمۃ عند الوفاۃ وعند القبر وعند النشور وعند الکتاب وعند الحساب و عند المیزان و عند الصراط عبد اللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ میرے اہلبیت کی محبت سات مقامات میں نفع رساں ہے جو وقت بڑے خوف کے ہیں۔ وقت وفات۔ قبر میں جانیکے وقت۔ قبر سے اٹھائے جانیکے وقت حساب اور کتاب کیوقت۔ میزان کیوقت اور پل صراط کے عبور کیوقت

(۱۱) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ احبوا اللہ بما انعم علیکم من نعمتہ فاحبونی بحب اللہ واحبوا اھلبیتی بحبی۔ امام ترمذی اور امام حاکم ابن عباس کی اسناد سے لکھتے ہیں جناب رسالت مآب نے فرمایا خدا سے محبت کرو اس لئے تم کو اس نے نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور خدا کی محبت کے سبب سے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی خاطر سے میرے اہلبیت سے محبت کرو۔

(۱۲) احمد ابن حنبل مناقب میں تحریر کرتے ہیں عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ من ابغض اھل البیت فھو منافق ابو سعید خدری سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اہلبیت سے بغض رکھیگا وہ منافق ہے

(۱۳) امام ترمذی اور امام احمد فرماتے ہیں عن عبد المطلب ابن ربیعۃ قال قال رسول اللہ لا یدخل قلب امرء ایمان الا بحب قرابتی۔ عبد المطلب ابن ربیعہ سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کسی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوتا مگر میرے قرابتمندوں کی محبت کیوجہ سے

(۱۴) علامہ ابو سعید در ملا لکھتے ہیں عن ابی بکر الصدیق ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من حفظنی فی اھلبیتی فقد اتخذت عند اللہ عھدا۔ ابوبکر صدیق سے مروی ہے کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میرے اہلبیت کی حفاظت کریگا میں نے اس کے لئے خدا سے عہد لیا ہے۔

(۱۵) امام طبرانی اور امام سیوطی لکھتے ہیں عن جابر قال خطبنا رسول اللہ فسمعتہ یقول ایھا الناس من ابغضنا اھل البیت حشرہ اللہ یوم القیامۃ یھودیا۔ جابر کہتے ہیں کہ آنحضرت نے ہمکو خطبہ میں سنایا ہے اے لوگوں جس نے ناراض کیا میرے اہلبیت کو اللہ تعالیٰ اس کو حشر میں یہودی اٹھائیگا

(۱۶) بخاری نے تاریخ میں اور سیوطی نے احیاء المیت میں لکھا ہے۔ عن الحسن ابن علی علیہما السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لکل شئ اساس و اساس الاسلام حب رسول اللہ وآلہ۔ جناب امام حسن علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرمایا آنحضرت نے کہ ہر شئے کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد حب رسول اور ان کی آل کی محبت ہے

ہم نے اتنی حدیثیں علمائے معتبرین کی اسناد سے اپنے سلسلہ بیان میں لکھدیں اگرچہ ان کا قلمبند کرنا ہمارے تاریخی مدعا سے زائد معلوم ہوتا ہے مگر چونکہ انکا اندراج ہمارے آئندہ مضامین کی تشریح بہت مدد دیگا اسلئے ہم نے انکے اندراج کو اپنے لیے ضروری سمجھا مگر تاہم نہایت اختصار کے ساتھ چند حدیثیں علمائے معتبرین کی اسناد سے انتخاب کر کے قلمبند کردیں۔ اب ہم اس سلسلہ میں چند ایسی حدیثیں بھی لکھینگے جو مخصوص جناب امام حسین علیہ السلام کی شان میں وارد ہوئی ہیں اور انہی حدیثوں کی تحریر پر ہم اپنے اس تمہیدی باب فضائل کو تمام کر کے اپنی سیرت کے تاریخی واقعات کا آغاز کرینگے۔

(۱۷) امام احمد امام حاکم اور طبرانی تحریر کرتے ہیں عن ابی ھریرۃ قال نظر رسول اللہ الی فاطمۃ وعلی والحسن والحسین فقال انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم۔ ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے جناب سیدہ و جناب علی مرتضیٰ اور حضرات حسنین علیہم السلام کی طرف اشارہ فرما کر کہا کہ میں لڑنے والا ہوں اس شخص سے جو ان لوگوں سے لڑے اور صلح کرنے والا ہوں اس شخص سے جو ان سے صلح کرے۔

(۱۸) محب طبری نے ریاض النضرہ میں لکھا ہے عن ابی بکر الصدیق قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیم خیمۃ وھو متکئ علی قوس عربیۃ وفی الخیمۃ علی وفاطمۃ والحسن والحسین علیہم السلام قال یا معشر المسلمین انا سلم لمن سالم اھل ھذہ الخیمۃ وحرب لمن حاربھم وولی لمن والاھم لا یحبھم الا سعید الجد طیب المولد ولا یبغضھم الا شقی الجد ردی الولادۃ۔ ابوبکر صدیق سے منقول ہے کہ دیکھا ہم نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک خیمہ برپا کئے ہوئے اور آپ اس وقت ایک عربی کمان تکیہ کئے ہوئے تھے اور اس خیمہ میں جناب سیدہ۔ جناب علی مرتضیٰ اور حضرات حسنین علیہم السلام تشریف فرما تھے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ اے مسلمانوں میں اس خیمہ والوں کے ساتھ صلح قائم رکھنے والوں سے صلح کرنیوالا اور ان سے جنگ کرنیوالوں کے ساتھ جنگ کرنیوالا ہوں اور ان کو دوست رکھتا ہوں جو انھیں دوست رکھتا ہے جو نیک بخت پاکیزہ ولادت والا ہوگا وہ انھیں دوست رکھیگا اور بدبخت ناپاک ولادت والا ہوگا وہ انھیں نہیں دوست رکھیگا۔

(۱۹) صحیح نسائی۔ صحیح ترمذی۔ ابن عدی۔ ابن عساکر وغیرہم نے باختلاف

اسناد لکھا ہے۔ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قال الحسن والحسین هما ریحانتای فی الدنیا عبداللہ ابن عمر سے منقول ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جناب امام حسن اور امام حسین علیہما السلام یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

(٢٠) امام نسائی۔ رویانی ضیا۔ ابویعلی۔ احمد حنبل۔ ترمذی۔ ابن حبان۔ ابن ماجہ۔ ابن عدی۔ امام حاکم۔ حافظ ابونعیم طبرانی۔ دیلمی۔ ابن عساکر۔ ابن ابی راشی۔ ابن النجار نے تحریر کیا ہے۔ قال رسول اللہ ص الحسن و الحسین سیدا شباب اهل الجنة۔ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ حضرات امام حسن و امام حسین علیہما السلام جوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔

(٢١) صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ سنن ابی ماجہ اور مسند ابویعلی میں تحریر ہے قال رسول اللہ ص اللهم انی احبه فاحبه واحب من یحبه۔ فرمایا آنحضرت نے کہ اے پروردگار میں اسے دوست رکھتا ہوں پس تو بھی اسے دوست رکھ اور اسے بھی دوست رکھ جو اسے دوست رکھے۔

(٢٢) امام بخاری۔ ترمذی۔ احمد۔ حاکم۔ ابن ماجہ۔ ابونعیم اور ابن ابی شیبہ الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔ قال رسول اللہ ص حسین منی وانا من حسین احب اللہ من یحب الحسین حسین سبط من الاسباط۔ فرمایا جناب رسالت مآب نے کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ خدا تعالیٰ اسکو دوست رکھے جو حسین کو دوست رکھے حسین سبط ہے گروہ اسباط سے اتنی حدیثیں ان کی معتبر اور مستند اسناد سے لکھکر اپنی کتاب کے ناظرین کو ہم دکھلائے دیتے ہیں کہ یہ حضرات مقدسہ اور یہ ذوات طاہرہ عظمت و جلالت کے اس اعلیٰ مرتبہ اور درجہ پر فائز تھے جس کی ثبوت میں ہم نے اتنی آیات قرآنی اور حدیثیں درج کیں وہ بزرگوار علی المقدار یہی ہیں جن کیساتھ محبت و الفت قائم رکھنے اور جن کی اطاعت اختیار کرنے کی سعادت کو امام شافعی نے ذیل کی اشعار میں منظوم فرمایا ہے۔

ال النبي ذريعتي	وهم اليه وسيلتي
ارجو بهم اعطى غدا	بيد اليمين صحيفتي

اہلبیت علیہم السلام ہمارے (ذریعۂ) نجات ہیں اور وہی حضور خدا میں ہمارے وسیلے ہیں۔ بروزِ قیامت انھی حضرات سے امید ہے کہ وہ ہمارے داہنے ہاتھوں میں ہمارا صحیفہ (نامۂ اعمال) عنایت فرمائیں گے

امام سمہودی جو مصر و حجاز کے اعلم علماء میں مشہور ہیں۔ اپنی کتاب کوکب جواہر العقد میں لکھتے ہیں کہ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ربیع ابن سلیمان امام شافعی کے اصحاب خاص میں تھے ربیع نے ایکدن آپکی خدمتمیں عرض کی کہ اکثر لوگ محبت اہلبیت کیوجہ سے آپکو رافضی کہتے ہیں۔ یہ سنکر امام شافعی نے یہ اشعار منظوم فرمائے۔

اذا فی مجلس ذکروا علیا	وسبطیه وفاطمة الزکیه
فاجری بعضهم ذکرا سواه	فایقن انه سلقلقیه
اذا ذکروا علیا او نبیه	یتشاغل بالروایات العلیه
وقال تجاوزوا یا قوم هذا	فهذا من حدیث الرافضیه
برئت الی المهیمن من اناس	یرون الرفض حب الفاطمیه
علی آل الرسول صلوٰة ربی	ولعنته لتلک الجاهلیه

ہم جب کسی مجلس میں جناب علی مرتضےٰ حضرت فاطمۃ الزہرا اور سبطین رسول یعنی جناب امام حسن اور جناب امام حسین علیہم السلام کا ذکر کرتے ہیں بعض لوگ ان بزرگواروں کے سوا اور لوگوں کا ذکر کرنے لگتے ہیں یقین جان لو کہ یہ لوگ قوم سلقلقیہ ہیں ہم جب ذکر جناب علی مرتضیٰ اور آپکی صاحبزادوں کا ذکر کرتے ہیں تو ہمیشہ روایاتِ عالیہ ہمارے پیش نظر رہتی ہیں تو وہ کہنے لگتے ہیں کہ اے قوم ان باتوں کو جانے دو اور انکو نہ سنو کہ یہ حدیثیں رافضیوں کی ہیں پس ہم ایسے لوگوں کی بیزاری خدا سے چاہتے ہیں جو محبت فاطمہ کو رفض جانتے ہیں اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود خدا اور اس فرقہ جاہل پر لعنت خدا ہو۔

حافظ جمال الدین الزرندی امام شافعی کے یہ اشعار تحریر فرماتے ہیں

قالوا ترفضت قلت کلا	ما الرفض دینی ولا اعتقادی
لکن تولیت غیر شک	خیر امام وخیر هاد
ان کان رفضا حب آل محمد	فاننی ارفض العباد

لوگ پوچھتے ہیں کہ شافعی رافضی ہوگیا ہم انسے کہتے ہیں کبھی نہیں رفض ہمارا دین نہ ہمارا اعتقاد لیکن ہمیں شک نہیں کہ ہم تمام ہادیوں کے بہتر ہادی اور تمام اماموں کے بہتر امام کیساتھ محبت رکھتے ہیں اگر حب آل محمد کا نام رفض ہے تو ہم تمام خلق سے زیادہ رافضی ہیں امام بیہقی نے اس شعر کو بھی امام شافعی کی تصنیفات سے بتلا دیا ہے

ان کان رفضا حب آل محمد	فلیشهد الثقلان انی رافضی

اگر حب آل محمد ہی کا نام رفض ہے تو دونوں جہان گواہ رہیں کہ ہم رافضی ہیں (ملاحظہ ہو کتاب ینابیع المودۃ امام قندوزی مطبوعہ بمبئی صفحہ ٢٩٦)

وفات جناب رسول خدا سے لیکر وفات جناب امام حسن علیہ السلام تک کے حالات

اس تمہیدی فضائل و مناقب کے بعد سے پہلے ہم جناب امام حسین علیہ السلام

کی سیرت کے مخصوص واقعات آپ کے روز ولادت سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روز وفات تک لکھ آئے ہیں اب ہم اپنی اسی قدیمی کو پھر آغاز کرتے ہیں۔

یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ہی سے اہل اسلام کو ان بزرگواروں سے کوئی زندہ تعلق باقی نہیں رہا شوریٰ کے انتظام نے سلطنت کے تمام اختیارات آل محمد کے مقدس سلسلہ سے منتزع کر کے مجلس شوریٰ کے بنائے ہوئے امیر کے سپرد کر دیے اسی وقت سے ان حضرات کو اسلامی سلطنت کے تعلقات سے قطعی جدائی اور بے سروکاری ہو گئی۔ اہل اسلام کی طرف سے ابھی یہ امید کیجاتی تھی کہ معاملات ملکی ہی کے متعلق ان کی جانب سے بے توجہی اور کس مپرسی ظاہر کی جائے گی اور روحانی اور دینی ضرورتوں میں ان کی متابعت اطاعت اور اقتدا ضرور کیجائیگی ہدایات وارشادات و احیاء ات اور سنن کی عملی ضرورتوں میں انکی حکم و احکام سے پورا استفادہ حاصل کیا جائیگا۔ اور پولٹیکل اقتدارات کو منتزع کر لینے کی بعد انتظام شوریٰ کے ہمدرد انکی روحانی اختیارات ضرور قائم رکھینگے جو منجانب اللہ ومنجانب الرسول ان کو تفویض فرمائی گئی ہیں۔

مگر افسوس اسے خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم۔ دنیاوی اختیارات لیجانیکی بعد دینی ضروریات پر کوئی توجہ نہیں کی گئی اور صحبت رسول خدا کے حصول سعادت کو تمام دینی اور دنیاوی فضیلتوں کا مجموعہ سمجھ کر اسی طبقہ کے لوگوں کو دینی ضروریات کا بھی مرکز انتہائی سمجھ لیا گیا اور انہی کو پولٹیکل اور مذہبی کل اختیارات تسلیم کر دیئے گئے اور آل محمد کے مقدس سلسلہ سے بالکل قطع تعلق اختیار کر لیا گیا اور انکو بھی عام مسلمانوں کی طرح سلطنت کا دست نگر بنا کر حسرت ناکامی اور محض گمنامی کی حالتوں میں بسر کرنیکے لئے چھوڑ دیا گیا یہ حقیقی کریم النفس اور مستغنی المزاج بزرگوار بھی بقائے اسلام کی ضرورتوں کو مد نظر رکھکر اپنے کمال استغنا اور عالی ہمتی سے اہل اسلام کی ان تغیر پذیر حالتوں کو دیکھا کئے اور کچھ نہ بولے اور اس زمانہ کے رئیس اہلبیت نے اپنے گزشتہ رئیس الرئیس اہلبیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیتوں پر عمل فرما کر پورا سکوت اختیار کیا اور تمام امور سے دست بردار ہو کر ایسا خانہ نشین ہو بیٹھا کہ اس کا رہنا اور نہ رہنا مدینۃ النبی میں مشکل سے دریافت ہوتا تھا

امامیکہ بعد وفات پیغمبر | خلافت گزار بہ ماتم نشین۔

اس سلسلہ کی جلد اول میں ہم جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خانہ نشینی کے حالات کو پوری تفصیل کیساتھ لکھ آئے ہیں۔ بہرحال انتظام شوریٰ کے ہوتے ہی خاندان ہاشم جو تمام جزیرہ نمائے عرب میں خاندان ابراہیم اور دودمان اسمٰعیل علیٰ نبینا وعلیہما السلام کا سرمایہ ناز تھا اور تمام قریش ہر وقت اور ہر موقع پر ان کی شرافت جلالت اور وجاہت کو اپنا معیار اور انکی رئیس قبیلہ کو اپنا پیشوا اور سردار سمجھتے چلے آتے تھے اب اپنے پورے عروج اور کمال کی بعد افسوس تو یہ ہے کہ انہی کی خودغرضی اور نفسانیت کے ہاتھوں جن کو اس نے حضیض ضلالت سے نکالکر ترقی کی عرش الکمال تک پہنچایا تھا اب اپنے انتہائی زوال تک پہنچ گیا اور ایسا ضعیف کمزور اور کس مپرس ہو گیا کہ ان میں عام فقرائے مدینہ میں مشکل سے امتیاز ہوتا تھا ہماری کتاب کے دیکھنے والوں کو ضرور افسوس ہوگا کہ ابھی چند روز پیشتر حیات رسول کی زمانہ میں ان کی تعظیم و توقیر کیا تھی اور اب کیا ہو گئی یہ وہی بزرگوار ہیں جن کے فضائل ومناقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے برابر سنے جاتے تھے یہ وہی حضرات ہیں جن کی محبت تمام اہل اسلام پر فرض کی گئی تھی یہ وہی ذوات عالیہ ہیں جن کی اطاعت جزو ایمان اور دین اسلام بتلائی گئی یہ وہی مقدس بزرگوار ہیں جو اپنی ذاتی شرافت وفضلیت کے اعتبار سے تمام لوگوں پر ترجیح رکھتے تھے جن کا دوست خدا و رسول کا دوست جنکا دشمن خدا و رسول کا دشمن سمجھا جاتا تھا آج انہی کیساتھ کوئی ہمدردانہ سلوک نہیں کرتا اور ان کی عظمت وجلالت کا کوئی نام لینا بھی نہیں چاہتا اہل اسلام بے توجہی اور بے التفاتی نے اپنی خودغرضی کی آگے جناب رسول خدا کی اس وصیت کو بھی بالکل بھلا دیا جو حضرت فاروق کی صاحبزادی عبداللہ کی زبانی اوپر لکھی جا چکی ہے اور جسکو بار دیگر ہم یہاں پر لکھے دیتے ہیں عن ابن عمر اٰخر ما تکلم بہ النبی اخلفونی فی اہلبیتی وعترتی افسوس ہے کہ آل محمد کی فضائل ومدارج کیساتھ ان کی رئیس جناب علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی حقوق خدمات بھی بھلا دیئے گئے جن کی وجہ سے بنائے اسلام قائم ہوئی تھی اور کھلے اسلام کا یقین ہو گیا تھا

بہرحال ہم اپنی موجودہ بحث کو اپنی ضرورت سے زائد سمجھکر ختم کرتے ہیں اور اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں۔ جناب امام حسین علیہ السلام کا سن مشکل سے سات برس کا کہا جا سکتا ہے جب جناب رسول خدا نے رحلت فرمائی اس وقت سے جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خانہ نشینی کے پورے زمانہ تک آپ کی حالات پر بھی پردہ ہے اس مدت میں ان حضرات کے مشاغل خاصکر علم الحدیث علم القرآن۔ احکام شریعت اور دیگر مذہبیات اور روحانی تعلیمات کے طریقوں کی تدوین اور ترتیب بھی ان کے سوا ان حضرات کا کوئی

شغل معلوم نہیں ہوتا۔

خلافت اولیٰ میں کوئی ایسا واقعہ جناب امام حسینؑ کے متعلق نہیں ملتا جسکو ہم اپنے موجودہ سلسلۂ مضامین میں درج کریں خلافتِ ثانیہ کے دور دورے میں دو واقعے ہمارے پیش نظر ہیں جن کو ہم اپنے موجودہ سلسلہ میں درج کر سکتے ہیں اگرچہ ان واقعات سے بھی ان حضرات کا کوئی تعلق کسی مقصد اسلامی سے متعلق نہیں پایا جاتا اور نہ ان سے کسی ملکی ضرورت کا لگاؤ ثابت ہوتا ہے اور نہ فرمانروائے عہد کی کوئی توجہ التفات کا ظہور ہوتا ہے ہاں جو کچھ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے وہ ان حضرات کے وہی فضائل و مناقب ہیں جو منجانب اللہ و منجانب الرسول انکو تفویض فرمائے گئے تھے چونکہ اصابہ فی تمیز الصحابہ میں یہ واقعہ درج ہے:۔

عن عبید بن حنین قال حدثنی الحسین قال اتیت عمر و ھو یخطب علی المنبر فصعدت الیہ فقلت انزل عن منبر ابی و اذھب الی منبر ابیک فقال عمر لم یکن لابی منبر فاخذنی فاجلسنی معہ اُقلّب الحصیٰ بیدی فلما نزل انطلق بی الی منزلہ فقال من علّمک فقلت واللہ ما علّمنی احد قال فاتیتہ و ھو خال بمعاویۃ و ابن عمر فی الباب فرجع فرجعت معہ فلقینی بعد ذلک فقال لم اراک فقلت یا امیر المؤمنین انی جئت و انت خال بمعویۃ مع ابن عمر فقال انت احق من ابن عمر سندہ صحیح عند الخطیب

عبید بن حنین کہتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام مجھ سے بیان فرماتے تھے کہ ایکدفعہ میں حضرت عمر کے پاس گیا۔ وہ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے میں نے اوپر چڑھکر کہا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جاؤ اور اپنے باپ کے منبر پر جا بیٹھو عمر نے کہا کہ میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں ہے۔ یہ کہکر مجھکو پکڑ کر اپنے پاس منبر پر بٹھلا لیا میں اوپر بیٹھا رہا اور کنکروں کو ادھر ادھر لوٹ پوٹ کر رہا تھا جب وہ منبر سے اترے مجھکو اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے اور مجھ سے پوچھا کہ یہ بات تم کو کس نے سکھائی ہے؟ جناب امام حسین علیہ السلام نے کہا قسم خدا کی مجھکو کسی نے نہیں سکھائی پھر آپ فرماتے ہیں کہ میں پھر ان کے پاس گیا تو وہ معاویہ کے ساتھ خلوت کرتے تھے اور ابن عمر دروازہ پر تھے پس ابن عمر لوٹ پڑے اور میں بھی ان کے ساتھ لوٹ پڑا پھر اسکے بعد عمر مجھسے ملے اور کہنے لگے میں نے آپکو نہیں دیکھا میں نے کہا میں تو تمہارے پاس آیا تھا تم معاویہ کیساتھ خلوت میں تھے پس میں ابن عمر کیساتھ لوٹ گیا وہ کہنے لگے تم ابن عمر سے زیادہ مقدم تھے خطیب کے نزدیک اس روایت کی سند صحیح ہے۔

اس واقعہ سے افضلیت اور حقیقت جناب امام حسین علیہ السلام کی دونوں پورے طور سے ثابت ہوتی ہیں۔ مگر ان دونوں بحثوں کو اس مقام سے کوئی واسطہ نہیں ہے اس لئے ہم اسکی تفصیل سے قطعی دست بردار ہوکر دوسرے واقعہ کو ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

عن ابن عباس لما فتح اللہ المدائن علی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فی ایام عمر امر عمر بالانقطاع فبسط فی المسجد فاول من بدء الیہ الحسن علیہ السلام فقال یا امیر المؤمنین اعطنی حقی مما افاء اللہ علی المسلمین فقال عمر بالحب و الکرامۃ فامر لہ بالف درھم ثم انصرف فبدء الیہ الحسین علیہ السلام فامر لہ بالف درھم ثم انصرف فبدء الیہ عبد اللہ ابن عمر فامر لہ بخمسمائۃ درھم فقال لہ یا امیر المؤمنین انا رجل مشتد اضرب بالسیف بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و الحسن و الحسین علیہما السلام طفلان یدرجان فی سکک المدینۃ تعطیہم الف الف درھم و تعطینی خمسمائۃ قال عمر نعم اذھب فأتنی باب کابیہما و ام کامہما و جد کجدھما و جدۃ کجدتہما و عم کعمہما و عمۃ کعمتہما و خالۃ کخالتہما و خال کخالہما فانک لا تأتینی بہم اما ابوھما فعلی المرتضیٰ علیہ السلام و امہما فاطمۃ الزھراء و جدھما محمد ن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و جدتہما خدیجۃ الکبریٰ و عمہما جعفر ابن ابیطالب و عمتہما ام ھانی بنت ابیطالب و خالتہما رقیۃ و ام کلثوم بنتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و خالہما ابراھیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب عمر کی خلافت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اصحاب پر ملک مدائن کو فتح کیا۔ عمر نے غنیمت کے مال کی تقسیم کرنیکا حکم دیا۔ وہ مال مسجد میں پھیلا دیا گیا سب سے پہلے جناب امام حسن علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ میرا حق مجھے دیا جائے عمر نے کہا کہ بزرگی اور کرامت سے پھر عمر نے ان کے لئے ہزار درہم دیے جانیکا حکم دیا انکے واپس جانیکے بعد جناب امام حسین علیہ السلام تشریف لائے تو عمر نے ان کیلئے بھی ہزار درہم دیے جانیکا حکم دیا جب وہ بھی لوٹ گئے تو عبد اللہ ابن عمر انکے پاس آئے تو عمر نے ان کو پانسو کا حکم دیا

عبد اللہ ابن عمر کہنے لگے یا امیر المومنین میں مضبوط آدمی ہوں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو تلوار سے لڑا تھا اور جناب امام حسن اور جناب امام حسین علیہما السلام اس وقت لڑکے تھے اور مدینہ کے بازاروں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے انکو تو ہزار ہزار درہم دلوائے ہیں اور مجھ کو پانچسو درہم دیئے ہیں، عمر کہنے لگے چلے جاؤ۔ ان کے باپ جیسا باپ لاؤ انکی ماں جیسی ماں۔ انکے نانا جیسا نانا۔ انکی نانی جیسی نانی۔ اور ان کے چچا جیسا چچا۔ انکی پھوپی جیسی پھوپی۔ ان کے ماموں جیسے ماموں ان کی خالہ جیسی خالہ۔ تو ہرگز نہیں لاسکے گا۔ قسم خدا کی ان کا باپ علی مرتضٰے علیہ السلام۔ انکی ماں فاطمۃ الزہرا علیہا السلام۔ ان کے جد امجد محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ انکی جدہ ماجدہ جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا۔ ان کے چچا جناب جعفر طیار علیہ السلام اور ان کی پھوپی ام ہانی بنت ابیطالب علیہ السلام۔ انکی خالہ رقیہ اور ام کلثوم آنحضرت کی بیٹیاں اور ان کے ماموں جناب ابراہیم جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں۔

ایک اور واقعہ اسی خلافت کے تذکرہ میں جناب امام حسین علیہ السلام کے متعلق اور پایا جاتا ہے جسکو ہم تاریخ دمشق کی اصلی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

فی تاریخ دمشق ان الناس کرروا الاستسقاء عام الرمادة سنه سبع عشرة فی الهجرة فلم یسقوا فقال عمر ابن الخطاب لا ستسقین غدا بمن یستسقی یسقی الله به فلما اصبح غدا الی عند العباس وقال له اخرج بنا حتی نستسقی الله بک قال العباس یا عمر اقعد فی بیتک فارسل الی بنی هاشم ان یطهروا ویلبسوا من صالح ثیابهم فاتوه فاخرج طیبا فطیبهم ثم خرج العباس رض وعلی امامه والحسن علیه السلام عن یمینه والحسین علیه السلام عن یساره وبنو هاشم خلف ظهره وقال یا عمر لا تخلط بنا غیرنا ثم اتوا المصلی فوقفوا ثم العباس حمد الله واثنی علیه فقال اللهم انک خلقتنا وعلمت ما نحن عاملون به قبل ان تخلقنا فلم یمنعک علمک بحالنا عن ان خلقتنا اللهم کما تفضلت علینا فی اوله تفضل علینا فی آخره وقال جابر فما تم دعائه اذ تسحب علینا سحاب وما وصلنا الی منازلنا الا بللنا من المطر۔ تاریخ دمشق میں ہے کہ ایک بار قحط کے زمانہ میں لوگوں نے کئی مرتبہ دعائے استسقا پڑھی مگر پانی نہیں برسا پس عمر ابن خطاب نے کہا کہ کل میں ان لوگوں کے ذریعہ سے پانی مانگونگا کہ جن کے ذریعہ سے پانی مانگا جائے تو خدا سیراب کریگا پس صبح کو عمر حضرت عباس کے گئے اور کہا کہ باہر چلیے ہم آپ کے ذریعہ سے خدا سے طلب باراں کریں۔ حضرت عباس نے کہا کہ تم تو اپنے گھر جا بیٹھو اور بنی ہاشم کو کہلا بھیجا کہ آپ لوگ پوری طہارت فرماکر اور لباس پاکیزہ پہنکر باہر تشریف لائیں وہ حضرات تشریف لائے تو حضرت عباس نے خوشبو نکال کر سب حضرات کے لگائی پھر حضرت عباس ابن عبد المطلب باہر اسطرح تشریف لائے کہ جناب امیر علیہ السلام انکے آگے آگے تھے اور جناب امام حسن علیہ السلام انکی داہنی طرف اور جناب امام حسین علیہ السلام ان کے بائیں طرف۔ اور دیگر حضرات بنی ہاشم انکے پیچھے تھے۔ نیز حضرت عباس نے فرمادیا تھا کہ اے عمر غیر لوگوں کو ہمارے شامل نہ ہونے دیجو پس یہ حضرات عیدگاہ میں تشریف لائے اور کھڑے ہوگئے، حضرت عباس نے خدا کی حمد وثنا بیان کی۔ پھر فرمایا پروردگار تونے ہم کو پیدا کیا ہے اور جو کچھ ہم کرتے ہیں تو جانتا ہے قبل اس کے کہ تونے ہم کو پیدا کیا تو بعد ہمارے پیدا کرنے کے ہماری حالت کے بارے میں تیرے علم کا مانع کون ہوسکتا ہے، پروردگار! جس طرح تونے ابتدا میں ہمکو فضیلت دی ہے اسی طرح آخر میں بھی عنایت کرتا رکھیے ابھی انکی دعا ختم نہ ہونے پائی تھی کہ ایک ابر ہم پر چھا گیا اور ہم لوگ اپنے اپنے گھر پہنچے مگر اس حالت میں کہ ہم پانی سے بالکل بھیگ گئے تھے۔

ان تینوں واقعات سے ان بزرگواروں کی کمال افضلیت اور حقیقت پورے طور سے ثابت ہوگئی خصوصًا اس اخیر واقعہ نے تو ان حضرات کے فضائل کو کالشمس فی نصف النہار ظاہر وآشکار کردیا خلیفہ عمر نے اگرچہ اپنی بے توجہی اور بے التفاتی کے باعث انکی یاد الٰہی ناگزیر اور مجبوری کی حالت میں بھی ان سے کسی قسم کے توسل رکھنے کا عار گوارا کرنا پسند فرمایا اور حضرت عباس کو کبر سنی کی وجہ سے بنی ہاشم میں سے منتخب فرمالیا اپنے انجاح مطالب کے لئے کافی سمجھا اور انہی سے اپنی استدعا رجوع کی مگر خود حضرت عباس کے طرز عمل سے انکو اسی وقت اپنے اس انتخاب کی غلطی بھی معلوم ہوگئی اور انہوں نے بخوبی سمجھ لیا کہ ان حضرات کی معرفت حاصل کرنے میں قیاس کو کوئی دخل نہیں ہے۔ ان فضائل ومناقب کا تعلق عطایائے ربانی سے ہے نہ قیاس آرائے انسانی سے خلیفہ ثانی بہرحال اپنے قیاس پر اعتبار کرکے حضرت عباس کو اپنے کشود کار

اور کمولیت کے باعث انداز سے ہونیکے قریب پہنچ گیا تھا اگر وہ کسی طرح کام کرنے کے لائق ہوتا تو ہمکو یقین تھا کہ منتظمین خلافت اس مہم کی خدمات کے لئے ایسے تجربہ کار اور کارکردہ سپہ سالار کے مقابلہ میں یزید جیسے ناتجربہ کار و مبتدی کے تعین کو منظور نہ کرتے۔ بہرحال یزید ابن ابوسفیان کے امیر لشکر مقرر ہونے کو بنی امیہ کے بارو گرعروج و اقتدار کا پہلا زینہ سمجھنا چاہیے محاصرہ دمشق کے تمام ہوجانے کے بعد جب ادھر کا علاقہ قلمرو اسلامی میں شامل کر لیا گیا تو انہی مصالح پر نظر کرکے ابوعبیدہؓ کے بعد خلیفہ عمرؓ نے دمشق کی حکومت انہی کے سپرد فرمائی۔ پھر کیا تھا بنی امیہ نے منہ مانگی مراد پائی یزید دو برس یا اس سے زائد وہاں حکومت کرتا رہا اس کے بعد مر گیا۔ اس کے مرجانے کے بعد عمر ابن خطاب نے انکی جگہ اس کے چھوٹے بھائی معاویہ ابن ابوسفیان کو عنایت فرمائی۔ لیجیے اب کیا تھا۔ ایک تو کریلا پھر نیم چڑھا۔ بنی امیہ کی امیدوں کی شاخیں لگاتار چاروں طرف پھیلنے لگیں معاویہ اور یزید کی طبیعتوں میں کوئی فرق نہ تھا اگرچہ تھا بھی تو وہ صرف وقت اور زمانہ کا مقتضا ہو کسی طرح فرق و مابہ الامتیاز نہیں کہا جا سکتا اگر ہم اس امر پر بحث کریں کہ یزید بھی امیر شام تھا اور معاویہ بھی ایک ہی قوم اور ایک ہی باپ ابوسفیان کے بیٹے تو پھر یزید کے ایام حکومت میں وہ شکایتیں کیوں نہ واقع ہوئیں جو معاویہ کے زمانہ میں بتلائی اور دکھلائی جاتی ہیں تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ یہ سوال عموماً وہی لوگ کرتے ہیں جنہوں نے تاریخوں کو مطلق نہیں دیکھا ہو، حقیقت یہ ہے کہ یزید کی امارت و ثروت کا زمانہ محض ابتدا کی تہا ہر شے کی ترقی بتدریج ہوا کرتی ہے نہ یک دم سے۔ ترقی اپنے جتنا کی بات نہیں ہے کہ خیال کیا اور ہوگئی۔ جب تک کہ اس کے قرینے اور وسیلے مہیا اور فراہم نہ ہولیں، یزید کے وقت میں بنی امیہ کی حالت میں درستی آچلی تھی اور برسوں کی بگڑی ہوئی صورتوں پر اقبال کی تھوڑی بہت رنگت منودار ہو چلی تھی مگر وہ حالت ابھی ایسی قوی نہیں ہوگئی تھی جو کسی آزادی یا خود مختاری کا یقین دلا سکے، یزید کا پورا زمانہ بنی امیہ کی حالت کی درستی میں گزر رہا تھا معاویہ کی امارت شروع ہوتے ہی انکی حالت میں ترقی ہونے لگی، معاویہ نے برادر نوازی اور اقربا پروری کے محاسن کو پیش نظر رکھکر انکی گئی گزری حالتوں کو ایک اعلیٰ اور وسیع پیمانہ پر درست کرنے کا پورا ارادہ کر لیا خلافت ثانیہ کے خاتمہ پر خلافت ثالثہ کا آغاز ہوا تو حضرت عمرؓ نے تعین خلیفہ کا جو طریقہ اپنے بعد اپنے ایام حیات ہی میں مقرر کیا تھا وہ ایسا ڈھکا چھپا تھا جو نہ تعین بالنص کہا جا سکتا تھا نہ تعین بالرائے سمجھا جا سکتا ہے چھ آدمیوں کی ایک منتخب کمیٹی جس کے ممبر اپنی صورت ظاہری کے اعتبار سے تو بیشک باہم مختلف تمیز کیئے جا سکتے تھے۔ مگر جب انکے باہمی تعلقات پر غور کی گہری نظر ڈالی جائے تو ان میں سوائے ایک کے جو نہ صرف بنی ہاشم بلکہ تمام بنی ہاشم کا راس الرئیس تھا باقیماندہ پانچوں حضرات اس شعر کے مصداق تھے۔

من کیم لیلا و لیلا کیست من		او در جسیم آمدہ در یک بدن

المختصر عبدالرحمن ابن عوف نے جو اس خود غرض مجلس انتخاب کے پریسیڈنٹ تھے عثمان بن عفان کو جو بزرگان امیہ کی قدیم نسل کے موزوں یادگار تھے خلیفہ بناکر تخت امارت پر بٹھلا ہی دیا، اب بنی امیہ کے عروج و ثروت کے علانیہ اظہار کے لئے کون شے مانع تھی، آپ کے ایام حکومت میں بنی امیہ کی ترقیوں میں بڑے بڑے اضافہ ہوئے اس وقت تک انکی ترتیب اور درستی میں جو کچھ کمی رہ گئی تھی وہ نہایت سہولت و اطمینان سے پوری کر لیگئی حضرت عثمان کو ہر طرح سے اپنا شفیق اور مہربان پاکر اپنی قوت و اختیار اور ثروت و اقتدار کے تمام ذریعے فراہم کر لیے۔ عثمان کی حکومت کے امتداد ایام نے بنی امیہ کے لئے سونے میں سہاگے کا کام کیا اور اپنے گھر کے خلیفہ کا زمانہ انکے لئے کچھ ایسا سزاوار ہوا کہ اسی نے انکے لئے شام کی امارت ہی عطا کر دی اور آئندہ تمام جزیرہ نمائے عرب پر سلطنت کرنے کی بنیاد بھی قائم کر دی اور تھوڑے دنوں کے بعد حضرت عثمان نے سمجھ لیا کہ اسلام میں تمام محاسن اور مکارم کے جائز مستحق اگر ہیں تو بنی امیہ، اب چاہے یہ انکی غلطی ہو یا اپنے قبیلہ میں خلافت اسلامی کے تمام اختیارات کے محدود رکھنے کی پالیسی اسی لحاظ سے حضرت عثمان نے اپنے وقت میں بیت المال، لشکر، سفارت۔ دیوان صدقات۔ زکوٰۃ۔ قضا وغیرہ وغیرہ غرض جتنے عہدے اس وقت تک ممالک اسلامی میں قائم تھے سب بنی امیہ کو تفویض فرمائے سلطنت اسلامی میں اس وقت جس طرف نظر اٹھائی جاتی تھی تو بنی امیہ کی صورت دکھلائی دیتی تھی۔ والیان ملک تھے تو بنی امیہ، عامل صدقات تھے تو بنی امیہ قاضی تھے تو بنی امیہ۔ خطیب تھے تو بنی امیہ، واعظ تھے تو بنی امیہ خازن بیت المال تھے تو بنی امیہ سپہ سالار لشکر تھے تو بنی امیہ وزیر معتمد علیہ سلطنت تھے تو بنی امیہ، غرض ملک میں اس وقت جو کچھ تھے وہ یہی بنی امیہ تھے اور بس۔

جب ملک میں کوئی عہدہ باقی نہ رہا تو آخرکار ان لوگوں کو گرانبہا بیش قیمت تحفے قیمتی جاگیریں اور گرانمایہ خلعت عنایت فرمائے گئے یہاں تک تو نوبت پہنچادی کہ کسی کو کسی ملک کا خراج معاف کر دیا گیا تو کسی کو کسی زمین کی معافی لکھدی گئی تو کسی کو کسی ملک کے فتح کرنیکے صلے میں

اس فتح کا تمام مال غنیمت اپنے نام لکھا لیا۔ ان حضرات میں سب سے اول
مروان ابن الحکم ہے جس کی نسبت اسلام اور اہل اسلام کی بربادی اور تباہی
آج تک زبان حال سے یہ مصرع پڑھ رہی ہے کہ ع اے باد صبا این ہمہ
آوردہ تست۔ بہرحال یہی وہ مروان ابن الحکم ہیں جو مصطلحات علما و فضلا
میں عامد رسول مشہور ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے
مطابق قبل کی دونوں خلافتوں میں یہ وزغ بن وزغ مدینہ سے خارج البلد
کیا گیا تھا مگر حضرت عثمان نے جس آؤبھگت سے اسکو اپنے زمانہ خلافت میں بلایا
اور جیسے جیسے سلوک اسکے ساتھ کئے وہ تمام تاریخوں میں موجود ہیں تفصیل
کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی طرح عبداللہ ابن ابی سرح۔ ولید ابن عقبہ۔
سعید ابن العاص۔ حارث ابن الحکم۔ عتبہ ابن ابوسفیان وغیرہ کو جیسے بڑے
بڑے تحفے انعام اور جاگیریں عنایت فرمائے گئے وہ سب کو معلوم ہیں۔
المختصر حضرت عثمان کی ان مہربانیوں اور زر افشانیوں کی بدولت بنی امیہ
کے پاس ایسی دولت جمع ہو گئی جو کبھی انکے خیال و وہم میں بھی نہ آئی ہوگی۔
ہم ان لوگوں میں صرف عبدالرحمان ابن عوف کی دولت کی کیفیت جو
انھوں نے اپنے مرنے کے بعد چھوڑی حضرات اہلسنت سکنائے ہندوستان
کے خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کی اصل عبارت سے ذیل
میں لکھتے ہیں شاہ صاحب تحفہ اثنا عشریہ کے کید پنجم میں تحریر فرماتے ہیں
دوم دریں اثنا عبدالرحمان ابن عوف کہ بالقطع مبشر بجنت و یکے از دہ یار
بہشتی بود رحلت فرمود و مال فراواں گزاشت۔ بعد از ایفائے دیون و
تنفیذ وصایائے او۔ چون ترکہ او را تقسیم نمودند۔ ثمن باقی اش بچہار زن او
رسید منجملہ آں چہار یکے را زیادہ بر ہشتاد ہزار درم در حصہ می رسید۔ چوں اورا
در مرض مطلقہ نمودہ بود تمام حصہ اش ندادند بر ہشتاد ہزار درم مصالحہ نمودند
قبیلہ بنی امیہ میں سے ایک تن واحد کی مالداری کی یہ صورت ہے کہ اسکی ایک
زن مطلقہ نے اسی ہزار درم پائے اور ایسی حالت خاص میں کہ مطلقہ ہونے
کے باعث اسکو پورا سہم شرعی نہیں دیا گیا۔ جب ایک زن مطلقہ نے
مصالحت خانگی کے ذریعہ سے نہ عدالت کے تصفیہ سے اسی ہزار درم پائے تو بیگم
ورثا نے جنہوں نے تقسیم شرعیہ کے طریق پر کامل حصے پائے ہونگے وہ کتنے لائے ہونگے
ہماری کتاب کے ناظرین صرف اسی ایک واقعہ سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ دولت
عاید بنی امیہ کی عموماً اور آل ابوسفیان کی دولت و ثروت کی خصوصاً کیا حالت
ہوگی جو شام کے ایسے زرخیز اور سرسبز و شاداب علاقہ کے موجودہ فرمانروا
تھے۔ ان تمام دلیلوں سے قطع نظر کرکے ہم کو جو اس وقت اپنے سلسلہ بیان

میں قلمبند کرنا ہے وہ صرف یہی ہے کہ ہم اس خلافت میں بنی امیہ کے عروج
و اقتدار اور قوت و اختیار کی صحیح کیفیت اور سچی تصویر اپنے ناظرین کتاب
کے سامنے پیش کر دیں۔
ہم اپنی اس بحث میں اپنی طرف سے کچھ بھی لکھنا نہیں چاہتے بلکہ ایک ایسے
محقق اور مورخ کی تحریر نقل کرتے ہیں جو اپنی جامعیت اور قابلیت کے
باعث کچھ اپنی ہی قوم کا سرمایہ ناز نہیں مانا گیا ہے بلکہ تمام مسلمانان ہند کا
باعث اعزاز تسلیم ہو چکا ہے۔ رائٹ آنریبل مسٹر جسٹس سید امیر علیخاں
سی۔ آئی۔ ای بالقابہ اپنی کتاب اسپرٹ آف اسلام میں تذکرہ خلافت
حضرت عثمان بنی امیہ کے عروج و اقتدار کی یہ کیفیت درج کرتے ہیں
اب ہم اس تفرقہ کے حسرتناک واقعات نے جس نے موجودہ اسلامی دنیا
میں دو فرقے قائم کر دیئے بیان کرینگے، وہ عثمان کے ایام خلافت میں ظاہر
ہوئے حضرت عثمان کی سادگی اور نرم مزاجی نے انکو اپنے اقربا کے ہاتھ
میں ہمیشہ ایک تلخ جانیوالا ہتھیار بنا رکھا تھا چاروں طرف سے خلیفہ عصر
کو انکے کنبہ کے اقربا نے گھیر رکھا تھا تمامی ملک اصلاح ڈھونڈھ رہا تھا
مسلمانوں کی اس جماعت نے دنیا کی صورت کو سخت خوفناک بنا رکھا تھا
اگرچہ وہ اصلاح کے خواستگار تھے تاہم دار الخلافت کے فیصلہ کے منتظر
مسٹر داؤزی نے خلیفہ عثمان کے کیرکٹر کی بہت ہی اچھی تصویر کھینچی ہے وہ یہ
ہے کہ حضرت عثمان کی حیثیت ہرگز انتخاب کے قابل نہیں تھی یہ سچ ہے
کہ وہ مالدار و سخی آدمی تھے انہوں نے اسلام کو اور حضرت خیر الانام کو اپنے مالی
اخراجات سے امداد بھی پہنچائی تھی، نماز روزہ بھی کثرت سے کرتے تھے خوش
مزاج اور صاف روش کے آدمی بھی تھے یہ سب کچھ تھا مگر وہ کسی استعداد کے
آدمی نہیں تھے کبرسنی کے موجودہ اعتبار سے وہ بالکل ضعیف ہو گئے تھے
ان کا ضعف یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ جب وہ منبر پر وعظ کہنے کے لئے
بٹھلائے جاتے تھے تو یہ نہیں جانتے تھے کہ خطبہ کیسے شروع کیا جائیگا یہ
کبیر السن خلیفہ اپنے اقارب سے مفرط درجہ کی محبت رکھتا تھا اور یہ لوگ (اس
کے اقارب) جو مکہ کے امیر کہلاتے تھے اور بیس برس تک برابر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو ایذا پہنچاتے رہے اور ان پر ظلم کرتے رہے اور ان سے لڑتے
رہے تھے اب وہ کامل طور سے عثمان پر قوت پا گئے تھے۔ ان کا چچا
ہشام اور خاصکر اس کا بیٹا مروان اس سلطنت کے اصلی فرمانروا تھے
اور خلیفہ کا لقب برائے نام حضرت عثمان کے لئے رہ گیا تھا اور ان امور
کی جوابدہی حضرت عثمان کے متعلق تھی جنکی اصلاح مروان سے ناممکن تھی

ان دونوں کے ایمان میں عموماً اور مروان کے ایمان میں خصوصاً سب کو شبہ تھا بنی امیہ عام طور سے تمام ملک پر بھو کی جونکوں کی طرح چمٹے ہوئے تھے اور مال دنیاوی بیرحمی اور زبردستیوں سے جمع کر رہے تھے مدینہ میں چاروں طرف سے شکایتیں آرہی تھیں، لیکن یہ شکایتیں صرف سخت کلامی اور گالیاں دے دیکر ٹھاوی جاتی تھیں (دیکھو اسپرٹ آف اسلام صفحہ) لائق مصنف مسٹر ڈاوزی ایک زبردست فرانسیسی محقق کی عبارت نقل فرما کر بنی امیہ کے عروج اقبال کی کیفیت پر یوں تحریر فرماتے ہیں اس کبیر السن خلیفہ کی تخت نشینی نے اخیر وقت میں سلطنت جمہوری اسلام کی بالکلیہ بربادی ثابت کر دی یہ اس خاندان کے بزرگ تھے جسے خاندان بنی ہاشم کی طرف سے ایک گہری دشمنی تھی، انہی بنی امیہ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انکی ابتدائی حالتوں میں لڑ جھگڑ کر مٹا دینا چاہا تھا اور پھر آپکی مخالفت میں آخیر وقت تک لڑتے رہے، یہی بنی امیہ آپس میں متفق ہو کر اور قبیلہ بنی مضر پر (بنی ہاشم کے قبیلہ سے مراد ہے دیکھو تزویج آنحضرت کے وقت جناب ابیطالب کا خطبہ روضۃ الصفا) قابو پاکر انکے ہاتھوں سے اپنی گئی ہوئی قوت اور عظمت کا پوشیدہ کینہ رکھتے تھے اور اس دن کا انتظار کرتے تھے فتح مکہ کے بعد انہوں نے مجبور ہو کر اسلام قبول کیا تھا لیکن تاہم وہ اسلام اور بنی ہاشم کو نہیں بھولے تھے جو کہ ان بربادیوں کی وجہ سے جو ان کو ابن عبداللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں سے پہنچی تھیں، جب تک آنحضرت زندہ رہے آپ کی قوت سلطانی بھی ان دغابازوں سے خائف ہی ان میں سے بہت سوں نے برائے نام اسلام قبول کیا تھا وہ بھی صرف اپنے ذاتی نفع کی غرض سے اور اس مال غنیمت کے لالچ سے جو اہل اسلام اپنی فتوحات کے بعد اسلامی دار الحکومت میں لاتے تھے مگر سلطنت جمہوریہ کی طرف سے انکی نفرت کبھی کم نہیں ہوئی، شہوت پرست بدکار بدنیت۔ اور ظالم اس مساوات قائم رکھنے والے مذہب میں ہونے کا دعوی تو رکھتے تھے مگر دل سے وہ بت پرست تھے وہ مذہب جس نے روحانی قواعد تقدس کی متابعت کو انکی سخت بدنامی تھی یہ لوگ ابتدا ہی سے اس گورنمنٹ کے اکھاڑ پھینکنے پر اور ان لوگوں کے برباد کر دینے پر جو اس گورنمنٹ کا دار و مدار تھا آمادہ اور مستعد تھے جن کی اطاعت اور فرمانبرداری پر وہ قسمیں کھا چکے تھے آنحضرت کے قائم مقاموں نے ان کے حسد کو ایک حد تک دور کر رکھا تھا اور ان کے مکر و فریب کی چالوں کو ظاہر کر دیا تھا حضرت عثمان کے منتخب ہوتے ہی وہ گدھوں کی طرح مردار کی بو پاکر مدینۃ النبی پر جھنڈ کے جھنڈ ہو کر گرے۔ ان (عثمان) کی تخت نشینی ان تفرقوں کے اظہار کی علامت تھی اور ان خاموش بنی امیہ کی بدکاریوں کی جائے ظہور جس نے اسلامی دنیا کا دل مرجھا دیا اس نے نہایت معزز اور قابل قدر خاندانوں کو برباد کر دیا۔ عثمان ابن عفان کے ایام حکومت میں دونوں خلفائے سابقین کی طرز حکومت سے پوری مخالفت کی گئی جنکی تقلید اور اتباع کا خلیفہ عصر (عثمان) نے خود اقرار کیا تھا۔ وہ معمر تجربہ کار اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انصار جو گورنر اور صاحب اختیار بنائے گئے معزول کر دئے گئے انکی لیاقتیں اور انکی خیر خواہانہ خدمتیں قطعی فراموش کر دی گئیں تمام معزز اور نفع پہنچانے والے عہدے بنی امیہ نے لے لئے تمام صوبوں کی صوبہ داریاں بھی لوگوں کو دیدی گئیں جنہوں نے ایک وقت میں اپنے آپ کو اسلام کا پورا مخالف ثابت کر دیا تھا ان کے سلوک کے لئے بیت المال خالی کر دیا گیا اس کے کے واقعات ہم مذہب اسلام کی تفریق کے باب میں بیان کرینگے۔ مگر یہاں اتنا لکھ دینا کافی ہوگا کہ انتظام ملکی کی بد نظمیاں تمام انکی کار روائیوں سے غفلت اپنے اقربا کے ساتھ خلیفہ عصر کی طرفداری اور عام شکایتوں پر اسکے خلیفہ کے انکار نے اصحاب کہن سال جناب خیر الانام کیا بلکہ تمام اہل اسلام میں سخت مخالفت پھیلا رکھی تھی۔ اور مخالفت بغاوت ہو کر آخرکار ایسی عام ہو گئی کہ اس میں حضرت عثمان اپنی جان ہی کھو بیٹھے (دیکھو اسپرٹ آف اسلام صفحہ)

یہ ہیں بنی امیہ کے عروج و اقتدار کی سچی تصویریں جو اس خلافت کے زمانہ میں انکو حاصل ہوئیں۔ اور اس وقت تک تاریخوں کے صفحات محفوظ و موجود ہیں انکے عروج و اقبال کا لیا سچا اور صحیح فوٹو دیکھ کر ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ معاویہ نے پورے بارہ برس کی مطلق اور وسیع مدت (زمانہ خلافت ثالثہ) میں اپنی اور اپنے قبیلہ کی گئی گذری حالت کو کیسا درست کر لیا تھا اور ان میں وہ قوت پیدا کر دی تھی کہ آئندہ خلافت سے نہایت شوخی اور دلیری کے ساتھ مقابلہ کیا اور حصول خلافت کی ناگزیر خواہش میں سابق حکومتوں کے اصول کو بالکل درہم برہم کر دیا اور اپنی خود غرضی کی وجہ سے اپنے استحقاق خلافت کی کوئی کافی وجہ نہ دکھلا سکے۔ سب سے بڑا الزام جو آپ نے محاربات کی وجوہ میں دکھلایا وہ قصاص قتل عثمان ہے جس کی یہ حالت ہے کہ خود انہی کے سامنے انہی کے زمانہ میں اور پھر اسکے وقت سے لیکر اس وقت تک ایک بار نہیں سینکڑوں بار انکی دلیلوں کی دھجیاں اڑا دی گئی ہیں۔ آخرکار اپنے انہی محاربات میں جب کسی طرح کامیاب نہ ہو سکے اور خلیفہ عصر (امیر المومنین علی علیہ السلام) کی فوج جرار سے نہ بچ سکے اور انکی تیغ آبدار کے سامنے نہ ٹھہر سکے تو آخرکار سب طرف سے تھک کر مکاری افترا پردازی، دغا بازی اور عام فریبی کام

نکالا۔ ہم انکی ان مکارانہ حرکات کی نسبت بھی اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھیں گے بلکہ لائق مولف کی تحریر کو پھر نقل کر دیں گے جو یورپین مورخین و محققین کی جدید تالیفات اور تحقیقات کا ماخذ ہے۔

معاویہ نے بحالیکہ بغاوت کا جھنڈا اڑایا، میدان صفین کی لڑائیوں میں متواتر شکست پاکر آخر کا جب اس کے سپاہی مالک اشتر کے غیر متحمل حملوں سے بھوسی کی طرح اڑنے لگے تو اس (معاویہ) نے اپنے آپ کو موجودہ ہلاکت سے بچانے کے لئے ایک حیلہ نکالا۔ اس نے چند سواروں کے نیزوں پر قرآن بندھوا کر مسلمانوں کے پاس شور و غل مچاتے ہوئے یہ کہلا بھیجا کہ اب مسلمانوں کی خونریزیوں کو روکو۔ اگر ملک شام کی سب فوج ماری جائے گی تو سرحد عرب کو یونانیوں کے مقابلہ میں کون بچائے گا اور اگر عراق کی فوج کٹ گئی تو عرب کی سرحد کو روم و عجم کے حملوں سے کون محفوظ رکھے گا۔ اب یہی کتاب خدا ہم لوگوں میں فیصلہ کرے گی۔ خلیفۃ الزمان نے جو معاویہ اور اس کے معاون عمرو العاص کے فریب اور دغا آمیز چالوں سے خوب اتفعت تھے انکی فریب دہی کو خوب سمجھکر قصد کر لیا کہ اس فریب کی حقیقت اپنی جماعت پر ظاہر کر دیں لیکن اس کے ہمراہیان لشکر میں بہت لوگوں نے انکار کیا اور کہا کہ اس لڑائی کو اس فیصلہ تک موقوف رکھا جائے، خلیفۃ الزمان کے اس یقین دلانیکے جواب میں کہ ابن ابوسفیان نے ان قرآنوں کا صرف بہانہ کرکے اپنے آپ کو موت کے پنجے سے بچانا چاہا ہے اس سرکش اور غیر مطیع قوم نے صاف صاف بغاوت پھیلا دی مالک اشتر واپس بلا لئے گئے لڑائی موقوف کر دی گئی اور اس فتح کا مزہ جو بالکل حاصل کر لی گئی تھی ہمیشہ کے لئے واگذاشت کر دیا گیا اور ایک فیصلہ کی تجویز کی گئی ان متعصب سرکشوں نے جنہوں نے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کو عین فتح کے وقت تلوار نیام میں کرنے کے لئے مجبور کر دیا تھا، ابوموسیٰ الاشعری کو باوجود اپنی مذہبی توہمات اور سادہ لوحی کے عمرو العاص جیسے چالاک اور ہوشیار شخص کے مقابلہ کے لئے جو معاویہ کی طرف حکم مقرر ہوا تھا اپنا حکم بنایا۔ ابوموسیٰ فوراً اس کے جال میں آگیا جو اس نے اس کے لئے پہلے سے پھیلا رکھا تھا عمرو العاص نے ابوموسیٰ کو اس امر کا یقین دلا رکھا تھا کہ میں دونوں کی برخاستگی (یعنی علی کی خلافت سے اور معاویہ کی امارت شام سے) ایک اور جدید خلیفہ کا انعقاد و تعین اسلام کی رفاہ اور اصلاح کے لئے بہت ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ چالاکی اس کی کارگر ہوگئی، ابوموسیٰ منبر پر گیا اور خلافت سے علی علیہ السلام کے معزول کئے جانے کا اعلان کر دیا اس اعلان کے بعد وہ منبر سے یہ خیال کرتا ہوا اترا کہ اس نے ایک سچا اور برحق فیصلہ کیا ہے اس کے بعد عمرو العاص منبر پر گیا جسکو ابھی ابھی اس کے لئے ابوموسیٰ نے علی علیہ السلام کے حکم نے خالی کیا تھا اس نے اپنی تقریر میں علی علیہ السلام کے عزل کو اور انکی جگہ معاویہ کے تعین کو قبول کر لیا بیچارہ ابوموسیٰ الاشعری متعجب ہوکر رہ گیا۔ مگر یہ فریب کھل گیا۔ اور اکثر اہل عراق نے ہرگز اس کے اس فیصلہ کو قبول نہیں کیا۔ اور اس کو جائز تصور نہ کیا۔ یہ معاملہ مقام دومۃ الجندل میں واقع ہوا، بنی امیہ کے فریب نے بنی ہاشم کو سخت سے سخت آزار پہنچایا اور دونوں فرقوں میں ہمیشہ کے لئے وہ دشمنی پیدا ہوگئی جو پھر کبھی تمام نہ ہوئی۔

اتنی عبارت لکھکر راسٹ آزیبل اپنی کتاب کے صفحہ ۴۸۴ میں لکھتے ہیں

پسر ہند (معاویہ) کا ستارہ اب پورے عروج پر تھا اور ابوسفیان کے حاکم ہونے کے تمام اشتیاق۔ معاویہ کی ثروت و اقبال کے زمانہ میں پورے ہوگئے، اب ہم کو یہ تصور کرنے دو کہ معاویہ کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ تعصب ہے۔ ہم یہاں ایک ایسے مورخ کا قول نقل کرتے ہیں جو دونوں فرقوں (شیعہ اور سنی) میں سے کسی طرف ہونے کے الزام سے بالکل مبرا ہے۔

مسٹر اسبرن لکھتے ہیں، مکار ناعاقبت اندیش اور بے رحم معاویہ بنی امیہ کے پہلے خلیفہ نے حصول سلطنت کے لئے اپنے مظالم میں کبھی بس نہیں کی، دشمن کے ضعیف کرنے اور انکی موجودہ قوتوں کے توڑنے میں قتل عام اس کی خاص عادت تھی نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس نے زہر دلوا دیا۔ حضرت علی علیہ السلام کے افسر فوج مالک اشتر کی بھی یہی حالت۔ کی اپنے بیٹے یزید کے استحکام بیعت کے لئے اس نے اپنا عہد توڑ ڈالا جو اسے سابق میں امام حسن علیہ السلام سے کیا تھا بزدل ملاحدین عرب کو اپنے پاس جمع کرکے یہ ممالک اسلامیہ پر حکومت کر رہا تھا۔ احکام سلطنت اس کے سلسلہ میں سو برس تک قائم رہے ان بدترتیبوں کی تصریح دو حالتوں پر مبنی تھی جن کو ایک مرتبہ پہلے ظاہر کر چکے ہیں۔ اسلام کا قدیم معیار یہ تھا کہ وہ اپنے مذہبی امور کو دنیاوی تعلقات سے بالکل علیحدہ رکھے اور دوسرے اسلام عرب کی تفریق قبائل سے بالکل جدا رہے

ممالک ایشیا۔ شمالی افریقہ اور سپین کے فتح کرنے والے اپنی قدیم حالتوں پر کبھی نہ ٹھہرے، ان میں شان و شوکت آگئی اور وہ اپنی

اس شان و شوکت کے ہاتھوں پھر اپنے اسی غصہ۔ جبر۔ سختی۔ دشمنی اور حسد کے وجوں پر آگئے انھوں نے جو لڑائیاں لڑیں وہ ایسی ہی تھیں جو عرب میں قبل شیوع اسلام ہوا کرتی تھیں، معاویہ کے عروج سے کفار کے تمام قواعد سلطنت نے اسلامی سلطنت جمہوریہ کے اصول کو اٹھا دیا بت پرستی مع اپنی جملہ خرابیوں کے تازہ ہوگئی۔ علی العموم برائیاں اور بے دینیاں بنی امیہ کے عاملوں کی سرنگاد سیکھنے میں آئیں۔ اس ناعاقبت اندیش (معاویہ) کے ایام حکومت میں عراق و حجاز سخت مشکلوں میں پھنسا تھا۔ اور اس معاویہ نے اس سختی سے اس کا گلا دبا تھا جس کو چھٹکر آزادی حاصل کرنا نہایت دشوار تھا۔ وہ تمام دولت جو ان بے رحمیوں کے ساتھ رعایا سے وصول کی جاتی تھی۔ یہ اپنے تمام خود غرض ہوا خواہوں پر صرف کرتا تھا جو اس کے عوض میں ان تمام شکایتوں کو رفع کر دیتے تھے جو ملک میں اس کے خلاف واقع ہوتی تھیں (دیکھو سپرٹ آف اسلام صفحہ ۲۹۴) ہم نہیں سمجھتے کہ مسٹر آسبرن پر کسی فرقہ کی طرفداری کا الزام کیسے لگایا جاسکتا ہے اور بنی امیہ کے ان عیوب کو جو زبان زد خاص و عام ہیں صفحہ ہستی سے کیونکر مٹایا جاسکتا ہے، ان تحریروں کی نقل سے ہماری غرض صرف اس قدر تھی کہ خلافت ثانیہ کے بے موقع رعایت اور خلافت ثالثہ کی اقربا پروری کے بیجا خیالوں نے بنی امیہ کو آئندہ خلیفہ عصر سے مقابلہ کرنے کے لیے پورے طور سے تیار کر دیا تھا۔

بہرحال، اب ہم اپنے قدیم سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں اور سیرت جناب امام حسین علیہ السلام کے متعلق جتنے امور خلافت ثانیہ اور ثالثہ میں تفصیل طلب تھے وہ بیان کر کے اب ہم خلافت رابعہ ایام حکومت جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے متعلق کچھ حالات لکھتے ہیں جناب امیر علیہ السلام کے زمانہ خلافت میں بھی بہت کم واقعات ایسے ہیں جنکو ہم جناب امام حسین علیہ السلام کی سیرت میں درج کر سکیں کوفہ سے صفین تک کے سفر کرنے میں جب جناب امیر المومنین علیہ السلام کا لشکر ارض کربلا میں داخل ہوا تو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بشارت کے مطابق اس زمین کے اخبار و آثار بیان کر کے جناب امام حسین علیہ السلام سے مصائب دنیا اور ثواب زمانہ پر صبر فرمانے کے لئے بہت سی نصیحتیں اور وصیتیں فرمائیں جنکو ہم انشاء اللہ واقعات کربلا کی پیشنگوئیوں کے بیان میں بہت جلد قلمبند کریں گے۔

واقعات صفین میں حسنین علیہما السلام کے متعلق ایک واقعہ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ ان حضرات کی مقابلہ اعدا پر تیاری دیکھکر آپ نے انکو تا امکان اور اسے باز رکھا اور حاضرین میں سے کسی کو بھیجکر میدان جنگ سے انکو واپس بلا لیا۔ اور یہ فرمایا کہ انکی مشارکت جنگ سے مجھکو یہ خوف ہوتا ہے کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس نسل منقطع نہ ہوجائے۔ اس واقعہ کو بھی ہم پوری تفصیل کے ساتھ اس سلسلہ کی جلد دوم میں بیان کرآئے ہیں۔

علمائے اہلبیت رضوان اللہ علیہم کی بعض کتابوں سے مستفاد ہوتا ہے کہ جنگ صفین میں کسی صحابی نے شمر ذی الجوشن کو پکڑ کر جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کیا تو جناب امیر علیہ السلام نے اسکو بارام تمام اس وقت تک نظر بند رکھنے کا حکم فرمایا جب تک کہ اس کا کوئی ساعی اور ضامن پیدا نہ ہو، اتفاق سے شمر کا کوئی بھی ضامن نہ نکلا تو جناب امام حسین علیہ السلام نے ایسی حالت میں اپنے اخلاق کریمانہ سے اسکی خود شفاعت و ضمانت فرمائی اور قید سے رہائی دلائی ان احسانات کے معاوضہ میں شمر کی طرف سے جناب امام حسین علیہ السلام کی غریب جان پر جو کچھ گذرا وہ بہت جلد ہمارے سلسلہ بیان میں آجائیگا اس خلافت کے متعلق اب ہم کو کچھ اور لکھنا نہیں ہے اس لیے ان واقعات کو تمام کر کے اب ہم جناب امام حسن علیہ السلام کی شہادت تک کے حالات قلمبند کرتے ہیں۔

اس قلیل زمانہ کی حکایت میں بھی کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جسکو ہم جناب امام حسین علیہ السلام کی مخصوص سیرت میں مندرج کرسکیں تاہم کو اس خلافت کے متعلق صرف شرائط صلحنامہ سے ایک بہت بڑا مطلب نکلتا ہے جسپر ہمارے آئندہ مباحث سے ضروری اور مفید مضامین کی تفصیل کا انحصار ہے اس لیے ہم اسکا ذکر ضرور کریں گے اگرچہ ہم اس صلحنامہ کی مفصل کیفیت جو اس سلسلہ کی جلد دوم میں مخصوص جناب امام حسن علیہ السلام کے حالات میں لکھی گئی ہے نہایت تفصیل سے لکھ چکے ہیں لیکن تاہم بقدر ضرورت پھر اس مقام پر اسکی شرائط کو بیان کرتے ہیں، جناب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ ابن ابوسفیان کے ساتھ ان شرائط پر صلح منظور فرمائی تھی کہ۔

(۱) وہ (معاویہ) درمیان مردم کتاب خدا اور سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق منصفانہ عمل کرے۔

(۲) اپنے بعد کسی کو خلافت پر متعین نہ کرے۔

(۳) شام و عراق اور حجاز و یمن اور ہر جگہ کے لوگ اس کے شر و فدر سے امن پائیں گے
(۴) اصحاب علی علیہ السلام اور ان کے تمام شیعہ اپنی جان و مال اور اہل و عیال کے ساتھ مطمئن رہیں گے۔

(۵) جناب امام حسن و جناب امام حسین علیہم السلام اور نیز جمیع اہل بیت اور خویشان رسول خدا سے معاویہ کوئی مکر اور غدر نہیں کریگا اور نہ پنہاں و آشکارا ان کو کوئی ضرر پہنچائے گا۔

(۶) ہر سال خراج ملک سے پچاس ہزار درم جناب امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں پہنچایا کرے گا اور علاوہ ازاں خود اہلبیت کی گزران کے لئے وا گزاشت کر دیا جائے گا۔

(۷) جناب امیر المومنین علیہ السلام کو قنوت نماز میں یا اور کسی طور پر برا نہیں کہا جائے گا۔

صلحنامہ کی یہی شرائط تھیں۔ یہ امر تو ہم جناب امام حسن علیہ السلام کی سیرت میں کما حقہ ثابت کر آئے ہیں کہ معاویہ نے ان شرائط میں سے کسی ایک شرط کو بھی پورا نہ کیا ان تمام واقعات کے پھر لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں چنانچہ سب سے پہلے تاریخ کامل ابن اثیر سے اس کا ثبوت درج کرتے ہیں۔ ولم یف لہ معاویہ بشئی مما عاھد علیہ معاویہ نے اپنے کسی عہد پر بھی وفا نہیں کی جن کا اس نے اقرار کیا تھا۔ انکے علاوہ تاریخ ابو الفدا۔ تاریخ طبری۔ تاریخ مسعودی تاریخ اعثم کوفی۔ تاریخ روضۃ الصفا۔ روضۃ المنظر و ریاض النضرہ کنز العمال تذکرہ خواص الامہ وغیرہ وغیرہ تمام کتب تاریخ و احادیث میں بالاتفاق یہی لکھا ہے کہ معاویہ نے ان شرطوں میں سے کسی ایک شرط پر بھی وفا نہیں کی۔ فی الحال یہ تو معلوم ہو گیا کہ معاویہ نے ان شرطوں میں کسی شرط کو بھی پورا نہیں کیا تمام شرطوں کے پورا نہ کرنے کی مفصل کیفیت تو ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں لکھ آئے ہیں ان سب کے پھر بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں اتنی ضرورت ہے ہم انہی شرطوں کی عدم تعمیل کی پوری تفصیل بیان کرینگے جنکو جناب امام حسین علیہ السلام کی سیرت سے تعلق ہو۔ وہ شرطیں جو ہماری موجودہ ضرورت سے تعلق رکھتی ہیں تین ہیں۔ یوں تو تمام شرائط کو کچھ نہ کچھ ہمارے مدعا تالیف سے ضرور علاقہ ہے۔ مگر خاص کر ان تین شرطوں کو کامل خصوصیت ہے وہ شرطیں یہ ہیں (۲) اپنے بعد کسی کو خلیفہ نہ کرے (۳) اصحاب علی علیہ السلام اور ان کے تمام شیعہ اپنے جان و مال اور اہل و عیال کے ساتھ اس طرح خوف سے مطمئن رہیں گے (۵) جناب امام حسن و جناب امام حسین علیہما السلام اور جمیع اہلبیت اور اقربا سے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے معاویہ کوئی مکر اور غدر نہیں کریگا۔ اور پنہاں و آشکارا انکو کوئی صدمہ نہیں پہنچائیگا

اب ہم ان شرائط کے پورا نہ کرنے کے مفصل حالات تحریر کرتے ہیں اپنے کسی کو خلیفہ نہ کرنا۔ اول تو یہ شرط ہی نہ تھی جو شرط تھی وہ یہ کہ معاویہ اپنے بعد کسی کو خلافت کے لئے مقرر نہیں کریگا۔ بلکہ اپنے بعد یہ خلافت جناب امام حسن علیہ السلام کو یا جو اہلبیت میں سے موجود ہوگا اسکو واپس دیدی جائیگی۔ ہم اس بحث کو معتبر ثبوت اور قوی دلیلوں کے ساتھ اس سلسلہ کی دوسری جلد میں لکھ چکے ہیں، ہمارے ناظرین کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس شرط کو متقدمین علما مثل امام قتیبہ دینوری۔ امام عبد البر مکی اور علامہ ابن حجر عسقلانی ہی نے نہیں لکھا ہے بلکہ علمائے متاخرین بھی آج تک اسکو برابر نقل کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ ہمارے قابل قدر و ذی استعداد ہمعصر خواجہ عبید اللہ امرتسری بھی اپنی کتاب ارجح المطالب میں حافظ ابن حجر کی فتح الباری کی عبارت لکھکر تحریر فرماتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ اسی کے خوف سے امیر معاویہ نے جناب امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوایا تھا کہ اگر جناب امام حسن علیہ السلام زندہ رہے تو میرے بعد حسب عہد نامہ خلیفہ بن جائیں گے اور میرا بیٹا یزید خلافت سے محروم رہجائیگا (دیکھو ارجح المطالب صفحہ ۱۷)

ہمارے دوسرے ہمعصر جو کہ زمانا شریعتا اور طریقتا دونوں فضیلتوں پر ممتاز ہیں۔ امام قتیبہ کی کتاب الامامۃ والسیاسۃ کی عبارت لکھکر اپنی ایسی ہی رائے تحریر فرماتے ہیں (دیکھو کتاب شہادت حسین مطبوعہ لاہور مولفہ جناب شاہ حسن میاں صاحب سجادہ نشین قصبہ پھلواری ضلع عظیم آباد پٹنہ)

اسلامی مورخین کے علاوہ یورپ کے محقق بھی جنکی جدید تحقیقات دنیا میں مشکل سے اپنا جواب رکھتی ہے ایسا ہی لکھتے ہیں چنانچہ مسٹر اسبرن نے اپنی تالیف لائف آف ہارون (سیرۃ الہارون) میں خلفائے راشدین کا ذکر کرتے ہوئے جناب امام حسن علیہ السلام کے واقعات صلح کے متعلق اس شرط کو بھی طرح لکھا ہے جس طرح اوپر لکھی گئی اور ہمارے معتبر اور مستند ہمعصر مولوی احمد حسین خاں ٹونکی۔ مترجم سیرۃ الہارون میر منشی ریاست ٹونک نے الہارون کا ترجمہ کرتے ہوئے مسٹر اسبرن کی ان تمام تحریروں پر اپنی طرف سے نوٹ دیا ہے جن کو انہوں نے اہلسنت والجماعت کے اعتقادات کے خلاف پایا ہے۔ مگر اس شرط کے تذکرہ میں مسٹر اسبرن کی عبارت پر کوئی نوٹ نہیں دیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے لائق مترجم کی وسیع تحقیقات میں بھی یہ معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مسٹر اسبرن نے اسلامی تاریخوں سے لیا

اسی پر احادیث معتبرہ اور اہلسنت کے جمہور سواد اعظم کا اتفاق ہو چکا ہے
سیر المارون دہلی کے کسی مطبع میں چھاپی گئی ہے۔ فمن شاء فلیرجع الیہ
باقی یزید کی تخت نشینی کے متعلق جو کچھ ہم کو اس شرط کے اندر لکھنا ہے وہ ہم یزید
کی حکومت کی تفصیل میں لکھیں گے۔

دوسری شرط بخصوص شیعیان علی کی جان و مال اور اہل و عیال کی حفاظت
کے متعلق تھی جس کی اصل عبارت ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ اب ہم کو یہ ثابت کرنا
ہے کہ معاویہ نے اس شرط کو کہاں تک پورا کیا۔ اس کی پوری تفصیل ہم جناب
امام حسن مجتبےٰ علیہ التحیۃ والثنا کے حالات میں لکھ چکے ہیں۔ مگر بقدر ضرورت
پھر اس مقام پر اسکا خلاصہ درج کرتے ہیں، شیعیان علی اور دوستداران
اہلبیت کے لئے معاویہ کی حکومت ایسی سخت مصیبت تھی جس سے بقول
مسٹر آسبرن تمام اہل اسلام کو کا چھٹرا نا سخت دشوار تھا برخلاف انکی
حفاظت کرنے انکو محفوظ رکھنے اور انکے ساتھ امن و امان کے معاہدے کام رکھنے
کے معاویہ نے تمام قلمرو اسلامی میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر انکو قتل کرایا۔ سولیاں
دلوائیں۔ انکے گھر کھدوا کر پھنکوا دیئے ملکی دفاتر اور محکمات سے ان سب کے
نام کٹوا دیئے، مقررہ وظیفے ضبط کرا دیئے، ان مظالم کی تعمیل میں جو جو فرامین لکھ
حکمنامے دربار حکومت سے نافذ ہوئے انکی عبارت ذیل میں قلمبند کیجاتی ہے
امام ابو الحسن علی ابن محمد اپنی کتاب الاحداث میں لکھتے ہیں کہ چوں امر
سلطنت بر معاویہ استوار گشت و فرمانگذار خویش را در امصار و بلاد فرمان داد کہ
برئت الذمۃ ممن روی شیئاً من فضل ابی تراب واھلبیتہ عہد خویش
شکستم و حبل بیعت و پیمان خود در گسستم از انکہ از فضائل علی ابن ابیطالب علیہ السلام
و اہلبیت او سخنے بر زبان آرد و روایت را حدیثے کند چوں ایں خبر و قائع
و بلاد پراگندہ گشت در ہر بقعہ و بلدہ خطیبے بر منبر عروج داد و بتحسین زبان
بلعن و شتم علی و اہلبیت علیہم السلام کشاد و برات از حضرت ایشان جست و
خاصۃ در کوفہ کہ شیعیان علی علیہ السلام از دیگر امکنہ اینجا زیادہ بودند زیاد
ابن ابیہ کہ دریں وقت حکومت کوفہ و بصرہ داشت شیعیان علی علیہ السلام ہمہ
از مرد و چہ زن و از شیخ و کودک ہر یک را نیکو می شناخت چرا کہ سالہائے فراواں
در شمار عمال جناب علی علیہ السلام می بود و ایشان را بہتر می دانست و منزل
ماوائے ایشان را ہر چند در زاویہ ہا و پیغولہا بود نیکو می شناخت دست ظلم
و ستم بیازید و ہمگاں را دستگیر ساخت و با تیغ در گذرانید جماعتے را میل در کشید
و نابینا ساخت و گروہے را دست و پا ببرید و از شاخہائے نخل در آویخت
گروہے در مغاکہائے صعب و شکنجہائے بسیار را مستقر می شد ندیکے تن
از شناختگان شیعیان علی علیہ السلام در عراق بجا نماند و انچناں در تمامت
آفاق بدینگونہ بعمال خویش ابلاغ کرد کہ لاتجیزوا لاحد من شیعۃ
علی واھلبیتہ شھادۃ وکتب الیھم ان انظر ومن قبلکم من
شیعۃ عثمان ومحبیہ واھل ولایتہ والذین یروون فضائلہ
ومناقبہ فادنوا مجالسھم وقربوھم واکرموھم واکتبوا الی
بکل مایروی کل رجل منھم واسمہ واسم ابیہ - چا مہید
شیعہ علی علیہ السلام و اہلبیت اور اگر حاضر شوند و نیز مکتوب کردہ بیایند
آنانکہ در شمار شیعیان و دوستان عثمان اند و آنانکہ از فضائل و مناقب عثمان
حدیث می کنند حاضر مجلس ایشان بشوید و بزرگ و ارید ایشان را و اظہار
مہر و حقاوت فرمائید و آنانکہ از فضائل عثمان ہمی روایت کنند ہر یکے را
جداگانہ بنام و نشان و حسب و نسب و آنچہ روایت کردہ اند بسوئے
من مکتوب کنید۔

یہ تو کوفہ کی شیعہ آبادی پر ستم ڈھائے گئے اب بصرہ کی شیعہ مبارک کی
کیفیت ملاحظہ ہو۔ زیاد ابن ابیہ سمرۃ ابن جندب را بجائے خود گذاشتہ
از کوفہ مراجعت نمود و ازیں او سمرہ ابن جندب ہشت ہزار از مردم بصرہ و بیرون
بصرہ را گردن بزد و درمیان ایشان چہل و ہفت تن حافظ و قاری تمام قرآن
بودند و جرم و جریرت ایں جماعت حب علی ابن ابیطالب علیہ السلام بود بلکہ
بعضے را بہ تہمت از شیعیان علی گفتند و سر برگرفتند۔

ہم نے عراق کے صرف دو شہروں کے شیعوں کی بربادی اور تباہی کی کیفیت
دکھلا دی مگر اس حالت پر بھی بس نہیں کی گئی کسی کے ہاتھ کاٹ ڈالے گئے
کسی کے پاؤں، کوئی سولی چڑھایا گیا کوئی درخت میں لٹکایا گیا کسی کی
گردن ماری گئی، کسی کی زندہ آنکھیں نکلوائی گئیں۔ ان اہل نصیبوں
کی آخرکار یہ نوبت پہنچی کہ آخر غریبوں نے آبادی چھوڑ کر پہاڑوں اور
جنگلوں کی راہ پکڑی اور پہاڑوں کے دروں میں اور میدانوں
کے گڑھوں میں اپنی غریب جانوں کو چھپایا۔ کیا کوئی دل والا ان ستم
رسیدوں کے ایسے مصائب کی داستان کو سن سکتا ہے یا کسی اہل درد کے
قلم سے ایسے دردناک حالات لکھے جاسکتے ہیں۔ کلا واللہ۔

اب معاویہ کا ایک دوسرا حکمنامہ بھی ہم نقل کرتے ہیں اس کی تعمیل سے
جو تمام بلاد اسلام میں شیعیان علی علیہ السلام کی نوبت پہنچائی وہ ذیل
کی عبارت سے ظاہر ہے۔

انما بعد انظروا من قامت علیہ البینۃ انہ یحب علیاً واھل بیتہ

فامحوا اسمہ من الدیوان واسقطوا عطائہ ورزقہ وشفع ذلک بنسخۃ اخری من اتھمتموہ بموالاۃ ھؤلاء القوم ولم تقم علیہ بینۃ فاقتلوہ معاویہ عمالان خود را فرمان می دہد کہ نیک نگراں باشید ور حق کسے کہ استوار افتاد کہ از دوستداران علی ابن ابیطالب و محبان اہلبیت اوست نام اورا از دیوان عطایا کہ از بیت المال مقرر است خط محو کشید ساقط سازید وظیفہ او را واجراے این قدر ہم رضا ندا دو بلکہ خطے دیگر نگاشت کہ ہر کس ابد وستی علیہ السلام و اہلبیت او ہم سازند ہر چند کہ استوار نباشد و گواہے بر این معنی حاضر نشود بہماں تہمت دست خونش لفت سازید و سر از تنش بردارید۔

محبت علی کے جرم کے لئے کسی شہادت کی بھی ضرورت نہیں صرف تہمت کافی ہے۔ امیر معاویہ کی یہ عدالت خسروانی عدل نوشیروانی کے ساتھ ایک کانٹے میں تولے جانے کے قابل ہے۔ بہرحال اس حکمنامے کی تعمیل سے شیعوں کی غریب جانوں پر کیا گذری۔ اس کی تفصیل یہ ہے

چوں این حکم از معاویہ پراگندہ شد عمال وحکام اور بر قتل شیعیان علی علیہ السلام پرواختند و بسیار کس را بہ تہمت نادر است و گمان سست باتیغ درگذرانیدند۔ وخانہائے ایشان را خراب ساختند چہ بسیار افتاد کہ مردے اینکہ ببندیشد و معنی کلمہ را سنجیدہ باشد سقطہ در کلام او افتاد کہ حمل بر حب اہلبیت علیہم السلام تواں کرد وبے آنکہ از وے پرسند سرش را باتیغ از تن برداشتند۔ چناں افتاد کہ شیعہ علی علیہ السلام چوں می خواست بارفیقی موافق و صدیقے موثق سخنے گوید اورا بسراے خویش درمی آورد و از پس ستارات و حجابات می نشست و بربست خادم و مملوک نیز درمی ہنگام و او را ایمان مغلظہ سوگند می داد کہ از مکنون ضمیر سرے بیروں نیفگند پس باتمام خوف و دہشت حدیثے را روایت می کرد (دیکھو ناسخ التواریخ جلد ششم مطبوعہ بمبئی باسناد امام ابوالحسن و ایشان بنابر اسناد صحیح مسلم باب الفتن)

اس سے بڑھکر ہم نہیں سمجھتے کہ کسی قوم کی مصیبت کے حالات اور اسکی تباہی و بربادی سکے ایسے اور سنگین واقعات اور کیا ہوں گے ہم نے صرف یہی دو واقعے لکھکر شیعیان علی کی مجبوری اسعذوزی انکی جانگاہ مصیبت اور انکی جگر خراش بربادی کی اجمالی کیفیت دکھلادی۔ اس مختصر کو معاویہ کے مظالم کا کامل دفتر نہ سمجھنا چاہیے وکھی ایسے۔ ایسے صدہا واقعات ہمارے پیش نظر ہیں انکو محمد ابن یوسف الگنجی الشافعی نے بھی اپنی کتاب غارات میں صحیح مسلم کی اسناد سے لکھا ہے۔

بہرحال ان مجمل بیانات سے سارے شیعیان علیہ السلام کی پریشانی خانہ ویرانی۔ تباہی اور بربادی کی ایک مجمل کیفیت معلوم ہوگئی اب ہم خاص ان لوگوں کے حال بھی لکھے دیتے ہیں جو محبت علی کے تنہا تصور میں بیگناہ قتل کیے گئے۔ ان میں سب سے پہلے تو حجر ابن عدی کا واقعہ ہے جسکو ہم پوری تفصیل کے ساتھ اس سلسلہ کی دونوں جلدوں (اول و دوم) میں تحریر کر چکے ہیں ان کے بار دیگر لکھنے کی پھر کوئی ضرورت نہیں ہے مگر یہاں اپنی تالیف کی ضرورت خاص سے ہم جناب امام حسین علیہ السلام کا وہ خط نقل کرتے ہیں جو آپ نے قتل حجر کے الزام میں معاویہ کے نام تحریر فرمایا تہا۔ "اما بعد لست قاتل حجر ابن عدی اخی کندۃ والمصلین بالعبادات الذین کانوا ینکرون الظلم ویستعظمون البدع ولا یخافون فی اللہ لومۃ لائم ثم قتلتہم ظلما وعدوانا بعد ما کنت اعطیتہم الایمان المغلظۃ والمواثیق المؤکدۃ لا تواخذھم بحدث کان بینک و بینہم الا باحنۃ تجدھا فی نفسک۔" کیوں اے معاویہ کیا تو حجر ابن عدی جو آل کندہ میں سے تھے۔ ان کا قاتل نہیں ہے اور کیا تو ایسے لوگوں کی گردن مارنیوالا نہیں ہے جو فی زمانتنا پارسایان اور عبادت گذاران امت میں شمار ہوتے تھے جو لوگ دین میں بدعت کو گناہ عظیم جانتے تھے اور راہ خدا میں وہ کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے ذرہ بھر بھی خوف نہیں کرتے تھے تو نے ایسے لوگوں کو اپنے ظلم و طغیان سے عرصہ ہلاک و دمار تک پہنچادیا اور باوجودیکہ ان لوگوں کو تو امان دے چکا تہا اور اس عہد پر تو نے سخت عہد وپیمان کئے تھے انکے خلاف تو کوئی ایسی بات نہ پاسکا جسے تو اپنے دل میں انکے قتل کے مباح ہونے کا موجب قرار دے سکے تجر ہی کے ایسا رشید ہجری اور میثم تمار رضی اللہ عنہما کا پرورد واقعہ ہے جسکو ہم یزید کے ایام حکومت کے ذکر میں لکھیں گے۔

بہرحال معاویہ کے حکمنامہ عام سے جو تباہی اور بربادی غریب شیعوں کے جان و مال پر آئی وہ ہماری اس تفصیل سے کما حقہ ظاہر ہوگئی ہر شخص ان حالات کو پڑھکر بخوبی اندازہ کر سکتا ہے کہ معاویہ کے ابتدائے سلطنت سے لیکر شیوع واقعات کربلا تک کتنے شیعیان علی علیہ السلام اور دوستداران اہلبیت کے خون ناحق بہائے گئے ہیں اور اس ظالم ترین قوم سے انکی غریب جانوں نے کیسے کیسے شدید مصائب اٹھائے ہیں جنکے بیان کرنے اور لکھنے سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں یہ تھے معاویہ کے ایفائے وعدہ اور تعمیل شرائط کے اصلی اور معتبر

حالات جو اس نے حفظ و امان شیعیان علی کی نسبت صلحنامہ میں بحکم بین اللہ و بین الناس اقرار حلفی کیا تھا۔

ہمکو پورا یقین ہے کہ ہم نے اپنے اس مضمون کی نسبت اپنے دعوی کو ایسی قوی اور معتبر دلیلوں سے ثابت کر دیا ہے جس کے ماننے میں پھر کسی عقل والے کو مطلق عذر نہ ہوگا مگر اس کے خاتمہ پر ضمناً ہم اتنا اور اضافہ کئے دیتے ہیں کہ جہاں ہم نے شیعیان علی علیہ السلام اور تابعین اہلبیت کرام کے قتل و غارت کرانے میں معاویہ کا اہتمام اور یہ تاکیدیں درج کی ہیں اُنہی کے ساتھ ساتھ ہم ان کے وہ سامان اور وہ انتظام بھی نہایت اختصار کے ساتھ قلمبند کر دیں جو اس نے فضائل علی اور مناقب اہلبیت کے چھپانے گھٹانے اور انکو صفحہ روزگار سے مٹانے میں اپنی جان و مال نثار کر صرف کئے تھے ان اخبار معتبرہ اور آثار متواترہ کے چھپانے اور محو کرانے میں بھی اسی شد و مد سے تمام قلمرو میں حکمنامے جاری کئے گئے تھے جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔ وہ حکمنامہ جو اوپر نقل کیا گیا ہے اس میں یہ امر تاکید تمام لکھا گیا تھا کہ فضائل علی کو مٹاؤ اور مناقب و محامد عثمان کو بڑھاؤ اور انکو اطراف عالم میں مشہور کراؤ فضائل علی کے ناقلین کو اپنے پاس تک نہ آنے دو اور مناقب عثمان کے ذاکرین کی عزت بڑھاؤ۔ قدر کرو انکی مجلسوں میں خود جایا کرو۔ انکو بڑے بڑے انعام دو۔ کراسہا جاری رکھو اور جو جو کچھ وہ فضائل عثمان میں بیان کریں اُن سب کو لکھکر بیان کرنے والوں کے نام اور اُن کے باپ کے نام کے ساتھ دار الحکومت میں بھیجدیا کرو اس کے صلہ میں انکو معقول انعام عنایت کئے جائیں۔

یہ حکم پاتے ہی موضوعات کا دروازہ کھل گیا زمانہ کے ایمان فروشوں اور شکم پرستوں نے تھوڑے دن میں جعلی حدیثوں اور نقلی روایتوں کا نمبر ہزاروں تک کیا لاکھوں تک پہنچا دیا۔ اور خدا جانے ان مصارف میں فرمانروائے عصر کی کتنی تھیلیاں سرک گئیں۔ اور کیوں نہو عام طور سے دنیا بھر کے بے کاروں کو بے محنت کا اچھا روزگار ہاتھ لگا پھر کیا تھا۔ محدثین۔ مفسرین، مورخین، خطیب و روضخوان فضائل عثمان میں چاروں طرف رطب اللسان نظر آنے لگے جسکو دیکھو وہ سینکڑوں حدیثیں۔ ہزاروں روایتیں یاد کئے ہوئے شہر کے عامل کے پاس سنانے اور لکھانے کی غرض سے دوڑا ہوا چلا جاتا ہے۔ اور صبح سے شام تک انکا ایسا لگاتار سلسلہ ہے کہ ٹوٹتا ہی نہیں اور ایسا بے پایاں دفتر ہے کہ تمام ہی نہیں ہوتا۔ فی الحال ہمارے پاس کوئی

ایسی مثال نہیں ہے جو ہم ان واضعان حدیث اور ان کے موضوعات کے لئے دے سکیں۔ ہمارے ناظرین کو سمجھ لینا چاہیئے کہ ان اضعان حدیث کی اپنے والیان ملک کے دار الامارہ میں ویسی ہی کثرت ہوتی تھی جیسی آجکل میونسپلٹی کے آفس میں طرح عرضی جو ہے مارنیوالوں کا ہجوم دیکھا جاتا ہے بہرحال۔ تھوڑے ہی دن میں ان ایمان فروشوں کے موضوعات کی یہ کثرت دیکھکر اور خزانہ شاہی کو یوں لٹتا دیکھکر آخرکار امیر معاویہ صاحب بھی گھبرا گئے انکی بڑھتی ہوئی تعداد گھٹانے کے لئے بار ثانی یہ حکمنامہ عام تمام قلمرو اسلام میں صادر کیا۔ اما بعد ان الحدیث فی عثمان قد کثروا وشاع فی کل مصر وفی کل وجہ وفی کل ناحیۃ فاذا جائکم کتابی ہذا فادعوا الناس الی الروایۃ فی فضل الصحابۃ الاولین والخلفاء السابقین ولا تترکو اخبرا یروی بہ احد من المسلمین فی ابی تراب الا واتونی بمناقض لہ فی الصحابۃ فان ہذا احب الی واقر لعینی وادحض لحجۃ ابی تراب وشیعتہ واشد الیہم من مناقب عثمان وفضلہ۔ حدیثیں فضائل عثمان میں کثرت سی ہوگئیں اور اب وہ خاطر خواہ تمام دیار و امصار میں گویا مشہور ہی ہوگئیں۔ پس تمام لوگوں کو جمع کرکے ہمارا حکم علی الاعلان سنا دیا جائے کہ اب وہ فضائل صحابہ اور مناقب ابوبکر اور عمر کی طرف مصروف ہوں اور کوئی ایک حدیث بھی فضیلت علی علیہ السلام میں پائی جاوے تو کبھی بازنہ رہا جاوے تاوقتیکہ ایک دوسری حدیث اس کے ایسی ہی تنقیص میں فضائل صحابہ کے متعلق تیار کرلیں اور یہ امر مجھکو نہایت محبوب اور مرغوب ہے اور اس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے اور دلائل و براہین شیعہ کی تقطیع و تردید مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت فضائل عثمان کے۔

سلطان وقت کے اس حکم نے اس طوفان کی روک تھام کیا کی اور آگ بھڑکا دی فضائل عثمان سے درگزر کرکے تمام صحابہ اور خصوصاً شیخین کے محامد و مناقب کی موضوع روایات اور جعلی اخبارات کا وہ انبار لگا کہ الہی توبہ۔ صحابہ باقیں تابعین اور ان کے تمام مقلدین نے وضع حدیث کے پیشے و دھندے کو آگے رکھکر باقی اور تمام روزگار کے ذریعوں سے دست برداری اختیار کرلی۔ انہی مصنوعی اور جعلی حدیثوں کو خطیبوں نے منبروں پر سنایا اور محدثین و مفسرین اور مورخین نے اپنی اپنی تالیفات و تصنیفات میں مندرج فرمایا اور عامہ و خاصہ نے انکی تحریروں پر اعتبار کرکے تمام ممالک اسلامیہ میں پھیلایا۔ اور یہاں تک ان موضوعات کی وسعت میں

ترقی ہوئی کہ معمولی مدرسین اور معلمین اپنے اپنے مکتب اور مدرسے کے پڑھنے والے لڑکے اور لڑکیوں کی کتابوں میں ان جعلی اور نقلی حدیثوں کو داخل کیا اور ان کو یاد کرایا (دیکھو ناسخ التواریخ) یہ حدیثیں عام طور سے بنی امیہ کے ایام سلطنت میں جاری رہیں اور اس قدر کثرت سے ہوگئیں کہ آخر محدثین کو انکی قطع و برید کرنے میں بلیغ کوشش کرنی پڑی اور موضوعات کی تمیز اور شناخت کے لئے بڑی بڑی ضخیم اور حجیم تالیفات کرنی ہوئیں اس طبقہ میں امام شوکانی۔ امام ذہبی، علامہ سبط ابن جوزی کے نقادان اس جداگانہ فن کے بہت بڑے استاد آج تک خصوصیت کے ساتھ شمار کئے جاتے ہیں لیکن باوجود اتنی محنتوں کے صحاح ستہ کے مخزن آج تک ان لغویات اور حشویات سے ہرگز خالی نہیں کہے جاسکتے جب تک کتب صحاح کی یہ کیفیت ہے تو باقی سنن و مسانید و تواریخ کی نسبت کیا کہا جائے علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں اس مضمون کی نسبت اپنی جو رائے لکھی ہے انکی اصلی عبارت ذیل میں لکھکر ہم اس بحث کو تمام کرتے ہیں۔ ہو ہذا

قال الحافظ ابن حجر فی کتابہ الصواعق قال احمد و اسمعیل القاضی و امام النسائی و ابو علی النیشاپوری لم یرد فی حق احد من الصحابۃ بالاسانید الجیاد اکثر مما جاء فی علی علیہ السلام قلت والسبب فی ذلک ان اللہ اطلع نبیہ علی ما یکون بعدہ مما ابتلی بہ علی فاقتضی فنصح الامۃ باشتہار فضائل علی علیہ السلام لتحصیل النجاۃ لمن تمسک بہ ولما اشتغلت طائفۃ من بنی امیۃ بتنقیصہ وسبہ علی المنابر فاشتغل الحفاظ ببیان فضائلہ۔ حافظ ابن حجر صواعق محرقہ میں تحریر کرتے ہیں کہ فضائل علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے متعلق امام احمد حنبل اور قاضی اسمعیل ابن یحییٰ اور امام نسائی۔ اور امام ابو علی نیشاپوری بالاتفاق لکھتے ہیں کہ صحابہ میں سے کسی شخص واحد کی شان میں مضبوط سندوں کے ساتھ اتنی حدیثیں وارد نہیں ہوئیں، جتنی تنہا علی علیہ السلام کی شان میں یا اس کا سبب یہ ہے کہ خدائے تعالے نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان تمام مصائب سے آگاہ کر دیا تھا جو آنحضرت کے بعد علی پر گزرنے والے تھے پس آنحضرت نے اس خیال سے کہ امت کے لوگ ان معاصی میں نہ گرفتار ہوں ان کے فضائل و مناقب کو زیادہ تاکید کے ساتھ مشتہر فرمایا کہ اہل اسلام انکے ساتھ متمسک ہوں مگر چونکہ بنی امیہ نے ان کے فضائل و مناقب کی تنقیص کی اور جناب علی مرتضے پر منبروں کے اوپر لعن و تبرا کی تو تمام حفاظ حدیث انکے فضائل کے بیان کرنے کی طرف مصروف ہوگئے۔ ابن حجر کے بعد علامہ سبط ابن جوزی کی تحریر بھی ملاحظہ ہو۔ واخرج ابن الجوزی ایضاً من طریق عبد اللہ ابن احمد ابن حنبل سألت ابی ما تقول فی علی علیہ السلام و معاویۃ فاطرق ثم قال اعلم ان علیاً کثیر الاعداء ففتش اعداۂ لہ عیبا فلم یجدوہ فجاءوا الی رجل قد حاربہ فاطروہ کیادا منہم لعلی فاشار بہ الی ما اختلقوا لمعاویۃ من الفضائل مما لا اصل لہ ورد فی فضائل معاویۃ احادیث کثیرۃ لکن لیس فیہا ما یصح من طریق الاسناد بذلک جزم اسحق ابن راھویہ والنسائی وغیرھما علامہ سبط ابن جوزی نے عبد اللہ ابن احمد حنبل کے طریق سے روایت کی ہے کہ سوال کیا میں عبد اللہ نے اپنے والد سے کہ آپ کیا کہتے ہیں حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور معاویہ کے بارے میں تو انھوں نے اپنا سر جھکا لیا اور پھر کہا کہ آگاہ ہو تم کہ علی کے بہت سے دشمن تھے اور ان کے دشمنوں نے ان کے عیوب کی بہت تلاش کی مگر جب ڈھونڈنے سے کوئی عیب نہ نکلا تو اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے جو علی سے لڑا پس انکے عیب ڈھونڈنے والوں نے عداوت علی کے سبب اس شخص حارب (معاویہ) کی خوب خوب مدح سرائی کی پس اس تقریر میں انہوں نے (انکے والدنے) اشارہ کیا ان فضائل کی طرف جو لوگوں نے معاویہ کے لئے بنائے ہیں جنکی کوئی اصل نہیں ہے۔ اور فضائل معاویہ میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں لیکن ان حدیثوں میں سے کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جو اپنے طریق اسناد سے صحیح ہو چنانچہ اسحاق ابن راہویہ اور امام نسائی وغیرہم بھی اسی کا جزم کیا ہے۔

اب تو ہمارے ناظرین کو ان موضوعات اور مصنوعات کی پوری حقیقت معلوم ہوگئی اس میں شک نہیں کہ ہماری موجودہ بحث ضرور تمام ہوگئی مگر ہم اپنے سلسلہ بیان میں امیر معاویہ کے ان اولیات کو بھی بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو ان موضوعات کی طرح انکے زمانہ کی خاص ایجادات اور مخترعات سے شمار ہوتے ہیں۔

علامہ عینی شرح بخاری کے ذیقدر مولف تحریر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے منجملہ ابواب مناقب کے جس باب میں امیر معاویہ کا ذکر کیا ہے اس باب کو مثل اور ابواب کے باب مناقب نہیں لکھا ہے بلکہ اس باب کو یوں لکھا ہے کہ

باب ذکر معاویہ۔ امام بخاری کے ایسا لکھنے پر علامہ موصوف بہ عبارت اپنی شرح میں تلمذ کرتے ہیں۔ مطابق الترجمہ من حیث ان فیہ ذکر معویہ ولا یدل ہذا علی فضیلتہ فان قلت قد ورد فی فضیلتہ احادیث کثیرۃ قلت نعم ولکن لیس فیہا حدیث یصح من طریق الاسناد نص علیہ اسحٰق ابن راھویہ النسائی وغیرھما لذلک قال باب ذکر معاویہ ولم یقل فضیلتہ ولا منقبتہ۔ اس حدیث کے عنوانِ باب سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ذکر معاویہ ہے اور یہ امر فضیلت معاویہ پر دلالت نہیں کرتا پس اگر تم کہو کہ معاویہ کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ میں جواباً کہونگا ہاں۔ لیکن ان حدیثوں میں کوئی حدیث بھی ایسی نہیں ہے جو بطریق اسناد صحیح ہو چنانچہ اسحاق ابن راہویہ اور امام نسائی وغیرہما نے بھی یہی حکم قطعی لگایا ہے۔ اسی لئے امام بخاری نے باب ذکر معاویہ لکھا اور یہ نہ لکھا کہ باب فضائل معاویہ یا باب مناقب معاویہ۔ اب ان کے اولیات کی تفصیل بھی ملاحظہ فرمائی جائے۔

ازالۃ الخفا میں تحریر ہے عن ابن عباس تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وابوبکر وعمر وعثمان واول من نہی عنہا معاویۃ ابن عباس سے مروی ہے کہ حج تمتع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کیا۔ ابوبکر نے بھی عمر نے بھی اور عثمان نے بھی سب سے پہلے جس نے اس کی ممانعت کی وہ معاویہ ہے۔

پھر ازالۃ الخفا میں لکھا ہے ابوبکر عن مکحول قلت للزہری اما علمت عمر حتی انقضی اجلہ وابن مسعود فی العراق حتی انقضی اجلہ وعثمان بن عفان کانوا یستبرئون الامۃ بحیضۃ حتی کان معاویۃ فکان یقول حیضتان۔ ابوبکر مکحول سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے زہری سے کہا تم جانتے ہو کہ عمر ابن مسعود اور عثمان ابن عفان مدت العمر لونڈیوں کا استبرا ایک حیض سے جانتے ہیں یہاں تک کہ معاویہ نے دو حیض کو ایجاد کیا

اباحت غنا۔ مسند ابویعلیٰ میں معاویہ کی اباحت غنا کے متعلق یوں تحریر ہے عن ابی برزۃ قال کنا مع النبیؐ فسمع صوت الغناء فقال انظروا ما ہذا فصعدت فنظرت فاذا معاویۃ وعمرو ابن العاص یتغنیان فجئت فاخبرت النبیؐ فقال اللہم ارکسہما فی الفتنۃ رکسا اللہم دعہما الی النار دعا۔ ابوبرزہ سے روایت ہے کہ کہا انہوں نے کہ ہم آنحضرت کے ساتھ تھے کہ گانے کی آواز آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو یہ کیا ہے؟ میں اوپر چڑھ گیا تو دیکھا کہ معاویہ اور عمرو عاص گا رہے ہیں۔ میں واپس آیا اور آنحضرت کی خدمت میں عرض کر دی۔ آپ نے فرمایا اے اللہ تو دھاڑ ال۔ ان دونوں کو فتنے میں اور دھکیل ان دونوں کو جہنم میں اگر معاویہ کے طرفدار یہ کہیں کہ پھر اس کے بعد اس نے احتیاط اختیار کی ہوگی تو ہم انکے زمانِ حکومت میں انکا گانا سننا ثابت کئے دیتے ہیں تاریخ ابوالفدا میں بذکر معاویہ لکھا ہے کہ معاویہ ان لوگوں میں سے ہے جو غنا کو حلال جانتے تھے۔ اس مختصر سے اگر تشفی نہ ہو تو امام راغب کی یہ عبارت ملاحظہ ہو قیل ہشام ابن الحکم ھل شہد معویۃ بدرا فقال نعم من جانب الکفار وذکر عند شریک ابن عبد اللہ بالحلم فقال واللہ کان معاویۃ مخزن الحماقۃ والسفاھۃ ثم قال واللہ لقد اتاہ قتل امیر المؤمنین علیؑ وکان متکئا فاستوی جالسا ثم قال یا جاریۃ غنینی فالیوم قرت عینی فانشاءت تقول۔

الا بلغ معویۃ بن حرب	فلا قرت عیون الشامتینا

کسی نے ہشام ابن حکم سے پوچھا کہ معاویہ جنگ بدر میں شریک تھے ہشام نے کہا ہاں لیکن کافروں کی طرف سے شریک ابن عبد اللہ سے کسی نے کہا کہ معاویہ نہایت حلیم تھے، شریک نے جواب دیا کہ معاویہ بیوقوفی اور حماقت کا مخزن تھا جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کے قتل کی خبر پائی تو تکیہ لگائے بیٹھا تھا اٹھ کھڑا ہوا اور مارے خوشی کے سیدھا ہو گیا اور لونڈی کو حکم دیا کہ کچھ گا کہ آج ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں ہیں لونڈی نے اس مضمون کا شعر گایا کہ معاویہ ابن حرب سے کہہ دو کہ خدا شماتت کرنیوالوں کی آنکھ کو کبھی ٹھنڈا نہیں کرتا۔

شرب خمر۔ اباحت غنا ہو چکی اب حلت خمر کی کیفیت ملاحظہ ہو مسند حنبل حصہ پنجم میں یہ عبارت درج ہے عن عبید اللہ بن بریدۃ قال دخلت انا وابی علی معاویۃ فاجلسنا علی الفراش ثم اتینا بالطعام فاکلنا ثم اتینا بالشراب فشرب معاویۃ ثم ناول ابی فقال ما شربتہ منذ حرمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم قال معویۃ کنت اجمل شباب قریش واجودہ ثغرا وما شیء اجد لہ لذۃ کما کنت اجدہ وانا شاب غیر اللبن او انسان حسن الحدیث یحدثنی عبید اللہ ابن بریدہ راوی ہے کہ میں اور میرا باپ دونوں

معاویہ کے پاس گئے اور وہاں ہم سب فرش پر بیٹھے پھر کھانا آیا اور ہم سب نے کھایا بعد اس کے شراب لائی گئی۔ معاویہ نے شراب پیکر میرے والد کو بھی انہوں نے کہا جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب کو حرام بتلایا ہے پھر میں نے کبھی نہیں پی ہے۔ پھر معاویہ نے کہا کہ میں تمام جوانان قریش سے زیادہ خوشرو اور سب سے زیادہ دانت میرے اچھے تھے اور کسی شے سے مجھے اپنی عالم شباب میں وہ لذت نہیں ملتی تھی جو شراب میں ملتی تھی۔ سوائے دودھ کے یا کسی ایسے شخص کے جو اچھی باتیں کر رہا ہو وہ مجھ سے باتیں کرے۔ حلت ربا۔ کوئی ممنوعات الخ۔ نہ ہے اباحت غنا شرب خمر ہو چکی۔ اب حلت ربا کا چرچا ہے جن کو تمام ہے مولوی نظام الدین صاحب صبح صادق میں تحریر فرماتے ہیں۔ ومعاویۃ ونحوہ لم یکن مجتہدا وکیف یکون من اشتبہ علیہ حرمۃ الربوا وغیرھا مجتہدا۔ معاویہ جیسے لوگ کبھی مجتہد نہیں ہو سکتے اور وہ شخص کبھی مجتہد نہیں ہو سکتا جس پر حرمت ربا وغیرہ مشتبہ ہو ان نو ایجاد بدعتوں کے علاوہ انکی اولیات میں یہ مخترعات شمار کیے جاتے ہیں امام جلال الدین السیوطی اوائل سیوطی میں لکھتے ہیں۔

معاویۃ اوّل من رکب بین المروۃ والصفا اوّل من سمع شیئًا النبیذ والغنا واوّل من اکل الطین واباحہ وکان علی منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاخذ البیعۃ لیزید فاخرجت عائشۃ رأسہا من الحجرۃ قالت صہ صہ ھل استدعی الشیوخ لبنیھم البیعۃ قال لا قالت فبمن تقتدی انت فخجل ونزل عن المنبر وبنی لھا حفرۃ فی طریقہا فوقعت فیہا وماتت۔

جو شخص سب سے پہلے مروہ وصفا کے درمیان سوار ہوا اور سب سے پہلے جس شخص نے نبیذ کو پیا اور غنا کو سنا ظاہری طور پر اور پہلے جس شخص نے مٹی کھائی اور اسے حلال کیا وہ معاویہ ہے۔ وہ منبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیٹھا ہوا اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لے رہا تھا۔ ام المومنین عائشہ نے حجرہ سے سر نکالا اور کہا چپ رہو چپ رہو اے معاویہ! آیا بوڑھوں نے اپنے بیٹوں کے لئے بیعت لی تھی۔ معاویہ نے کہا کہ نہیں۔ ام المومنین نے کہا کہ پھر تو کس کی پیروی کرتا ہے۔ معاویہ شرمندہ ہو کر منبر سے نیچے اتر آیا اور عائشہ کے واسطے ایک گڑھا کھودا اس طریق پر کہ وہ اس میں گر کر مر گئیں۔

علامہ عبدالبر نے استیعاب میں انکے اولیات کی بھی فہرست درج کی ہے

قالوا انہ اوّل من جعل ابنہ ولیعھد وخلفہ من بعدہ فی صحتہ وقال الزبیر ھو اوّل من اخذ دیوان الخاتم وامر بھدایا النیروز والمھرجان واوّل من قتل صبرا حجرا واوّل من اتخذ الخصیان واوّل من بلغ درجات المنبر خمسۃ عشر مرقاۃ۔ خلاصہ تقریر علامہ یہ ہے کہ معاویہ وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد اور اپنا خلیفہ اپنے بعد مقرر کیا اپنی صحت میں اور زبیر کا قول ہے کہ اول دفتر پر مہر لگانا بھی انہی کی ایجاد ہے اور سب سے اول نوروز مہرجان اعیاد مجوس کے لئے تحائف لینا اور دینا بھی انہی کی ایجاد ہے اور معاویہ نے سب سے پہلے اسلام میں لوگوں کو اپنے لئے خصی (اختہ) کرایا۔ اور سب سے اول انہی نے منبر کی سیڑھیاں زیادہ بڑھائیں انہی انہی ایجادوں کے ساتھ معاویہ نے ایک بار یہ بھی قصد کیا تھا کہ مدینہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کو اکھاڑ کر شام میں لیجائیں اور عصائے رسول جو موذن مسجد کی تحویل میں ہمیشہ رہتا تھا وہ بھی بھیجدیا جائے۔ تاریخ طبری کبیر اور کامل ابن اثیر میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے ہم

معاویۃ بمنبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تحول من المدینۃ الی الشام وقال لا یترک عصا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالمدینۃ وھم قتلۃ عثمان وطلب العصا وھی عند سعد القرظ فحرک المنبر فکسفت الشمس حتی رؤیت النجوم بادیۃ فاعظم الناس ذالک فترکہ یعنی معاویہ نے کہا کہ منبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے شام کو منتقل کیا جائے اور عصائے رسول بھی مدینہ میں چھوڑا جائے کیونکہ اہل مدینہ قاتل عثمان ہیں اور عصائے مبارک کو طلب کیا جو سعد ابن قرظ کے پاس تھا۔ پس منبر کو جنبش دیگئی تو آفتاب میں گہن لگ گیا اور تمام شہر پہ تیرگی چھا گئی کہ تارے صاف دکھلائی دیئے لوگوں نے یہ امر عظیم سمجھا اور ڈر کر منبر کو اسی جگہ چھوڑ دیا۔

بہرحال اب ہم ان (معاویہ) کو اور ان کے احوال کو خاتمہ تک پہنچا دیتے ہیں کہ باوجود اس اطمینان و راحت کے بستر موت پر انکا آخری وقت کیسی بیچینی اور اضطراب میں گذرا ہے۔ امام راغب اصفہانی کتاب محاضرات میں لکھتے ہیں۔

مرض معاویۃ فدخل علیہ طبیب فقال لا باس علیک انک تبرئ ثم مرض فدخل علیہ نصرانی وقال عندنا تعویذ من علق علیہ یبرء من علیہ فاخذہ وعلق علیہ فدخل علیہ الطبیب فخرج فقال انہ میت لا محالۃ فمات من لیلۃ فقیل للطبیب فی ذلک فقال روی عن امیر المؤمنین ان معاویۃ لا یموت حتی یعلق فی عنقہ صلیبا والتعویذ الذی کان علیہ

مصلّٰی فعلمت انہ یموت قال الجاحظ انّما غلب معاویۃ علیاً لانّہ لم یکن رعایتہ الا درک الحاجۃ بالحیلۃ حلّ او حرم ثم لم یکن یبالی بالدّین ولا یتفکّر فی سخط ربّ العٰلمین وعلی علیہ السلام لم یستعمل من الحیل الا ما حلّ والحلال من الحیل قلیل وقال معاویۃ لعمرو عاص واللہ لاضربنّ علیاً بخمسین الفاً لا یقرؤن فاتحۃ الکتاب یعنی معاویہ بیمار ہوا تو انکے پاس ایک طبیب گیا اور اس نے کہا کہ کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ تم اچھے ہوجاؤگے۔ پھر دوبارہ مرض لاحق ہوا تو ایک عیسائی معاویہ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے پاس ایک تعویذ ہے کہ جس مریض کے گلے میں ڈالدیا جائے تو وہ مریض تندرست ہوجاتا ہے۔ معاویہ نے وہ تعویذ لیکر اپنے گلے میں ڈال لیا اور وہی طبیب جو پہلے آیا تھا پھر ان کے پاس گیا اور جب وہاں سے باہر نکلا تو کہا کہ اب معاویہ ضرور مرجائیگا چنانچہ اسی رات کو معاویہ مرگیا۔ طبیب سے دریافت کیا گیا کہ یہ کیا بات تھی کہ تم نے موت پر قطعی حکم لگا دیا تھا طبیب نے کہا کہ مجھ سے جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ معاویہ اس وقت تک کبھی نہ مریگا جب تک کہ اپنی گردن میں صلیب نہ لٹکائیگا۔ اور جو تعویذ معاویہ کی گردن میں ہے وہ صلیب ہے اس لئے ہم نے جانا کہ یہ مرجائیگا۔ جاحظ کا قول ہے کہ معاویہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام پر اسوجہ سے غالب آیا کہ اسکا مقصود یہ تھا کہ وہ کسی حیلہ سے اپنی حاجت کو حاصل کرے خواہ وہ حیلہ حلال ہو یا حرام۔ رہا اپنے کامیاب ہونے کی خواہشوں میں نہ کچھ دین کی پرواکرتا ہے اور نہ اسکو عقوبت الٰہی کا کچھ خوف ہوتا بخلاف اسکے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام اپنے حصول مقاصد میں انہی تدبیریں کرتے تھے جو حلال ہوتی تھیں اور یہ ظاہر ہے کہ حلال تدبیریں بہت ہی کم ہوتی ہیں، معاویہ نے عمرو عاص سے کہا تھا کہ خدا کی قسم میں علی علیہ السلام کے ساتھ ایسے پچاس ہزار آدمی لیکر لڑونگا جو سورہ حمد بھی پڑھنا نہیں جانتے شریعت محمدیہ اور امت مرحومہ مصطفویہ کے ایک راسخ الاعتقاد پیرو کی ظاہری بداعمالی ثابت کرنیکے لئے اس سے بڑھکر اور کیا بتلایا جاسکتا ہے کہ آخیر وقت کے خوفناک منظروں نے اسکو کچھ ایسا خوف زدہ کر رکھا تھا کہ آخر میں اسلام کی وحدانی صداقت سے دست بردار ہوکر عیسائی اعتقادات کو تسلیم کیا اور زیادہ تر تعجب کی تو یہ بات ہے کہ ایسی بد اعتقادی اور اپنے عقائد حقہ سے دست برداری ایک ایسے شخص کی ثابت ہورہی ہے جو اس وقت تمام بلاد اسلامیہ میں دینی اور دنیاوی سردار اور پیشوا تسلیم کیا جارہا ہے اگرچہ یہی تحریر ہمارے مدعائے تالیف کے لئے کافی ہے مگر ہم بنابر مزید اطمینان واحتیاط ان کے اضطراب، پریشانی اور انتشار کی وہ مخصوص حالت جو بستر مرگ پر انکو لاحق ہوئی ہے نقل کرتے ہیں تاریخ اعثم کوفی میں تحریر ہے معاویہ چوں تنہا ماند مروان درآمد و معاویہ را دید کہ دل تنگ گردیدہ است و می گرید گفت سبب گریہ تو چیست، معاویہ گفت بسیار کار ہائے خیر بود می دانستم و می توانستم کرد امانہ کردم ازاں سبب دل تنگ شدم و در آں تقصیر تاسف میخورم و ازاں می ترسم کہ بسبب حق علی علیہ السلام کہ ازاو باز گرفتم و او را ظلم کردم و حجر ابن عدی و اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را بکشتم خدا تعالیٰ ایں بلا امین فرستاد و مرا العقوبات اجل وعاجل ملاقی کرد و من باینہمہ راہ دوستی یزید می بینم اگرنہ با من دوستی او بودے و در دل من راہ راست یافتے ورشد خود را شناختے۔ اما دوستی یزید مرا بر مخالفت و محاربت امیرالمومنین علیہ السلام بداشت تا لاجرم امروز دشمن من بخند بد و دوست از من برنجید۔ ازیں نوع کلمات چند بگفت پس فرمود کہ ازاں موضع کوچ کردند و بے رفتند تا بشام رسیدند و معاویہ در سرائے خویش فرود آمد و آں علت روز بروز قوت گرفت و مستولی گشت وہر شب خوابہائے شوریدہ مے دید وازاں می ترسید وہرگاہ ہذیان می گفت و آب می خواست و بسیار می خورد و تشنگی او تسکین نمی یافت و وقتے او را غشی می آورد، چنانچہ یک شب روز در بیہوشی بود ما چوں بہوش آمد فریاد و نوبہ آورد و گفت چہ افتاد مرا با تو اے حجر ابن عدی وچہ افتاد مرا با تو اے عمرو ابن حمق الخزاعی وچرا با تو خلاف کردم وحق تو بگرفتم اے پسر ابوطالب الٰہی اگر مرا عفو بت کنی مستوجب عقوبتم، معاویہ بدیں شکل مضطرب می بود و بر زمیں می غلطید اب تو ہماری کتاب کے ناظرین نے دیکھ لیا کہ ایسی کامل حسرت اور یاس کے عالم میں جب تمام دنیاوی تعلقات الوداع و حکومت، ثروت، دولت سب کے سب الطریق الطریق الفراق الفراق پکار رہے ہیں اور اس عالم فانی سے ایسے ملک جاودانی کی طرف کوچ ہو رہا ہے جس کا کبھی بھولے سے بھی خیال نہیں کیا گیا تھا۔ امیر صاحب کے اضطراب انتشار کی کیا حالت تھی خدا کی شان معاویہ جیسا آدمی اور اپنے قصور کا اعتراف عقل کے سراسر خلاف ہے مگر کیا کریں وقت ہی ایسا آلگا ہے کہ جس میں نہ کوئی تدبیر مفید کار ہوسکتی تھی اور نہ کوئی حیلہ حوالہ فریب ہی چل سکتی تھی انکی اخیر وقت کی ایسی مضطرب حالتوں کو پڑھکر کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ معاویہ نے اپنے بستر موت کے زمانہ کو آسانی اور اطمینان کے ساتھ کاٹا۔ یا کم سے کم مقدس طبقہ کے اونے اونے غلاموں کے ساتھ بھی شمار ہو سکتا ہے جو لوگ عمر اپنی مبارک حیات کا زمانہ تمام کر دنیا سے پورے صبر اور شکیبائی کے ساتھ بآرام و راحت و اطمینان ایسے اٹھ گئے گویا وہ

دنیا میں آتے ہی نہ تھے۔

تیسری شرط ۔ معاویہ جناب امام حسن و جناب امام حسین علیہما السلام و دیگر اعیان اہلبیت کو ظاہری یا پوشیدہ طور سے کبھی نہ ستائیگا اور نہ کبھی ان حضرات علیہم السلام کے ساتھ کوئی غدر یا مکر کریگا۔

اس شرط کی عدم تعمیل کی تفصیل میں ہم کو کسی تصدیق یا شہادت کے پیش کرنے کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ خاص جناب امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے واقعات کو پوری تفصیل کے ساتھ ہم اس سلسلہ کی جلد دوم میں قلمبند کر چکے ہیں اور ہم اسی کو اس کے ثبوت میں کافی سمجھتے ہیں جناب امام حسن علیہ السلام کے قتل کرنیکی جرأت (معاذ اللہ) اگرچہ انکی خونریز شقی کا نشانہ ٹھہری تو اس سے کیا واقعات کربلا کی بنیاد اسی سے [illegible] اتہام کا سہرا تو ضرور انہی کے سر باندھا جائیگا۔ باقی جناب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جیسی مکر و دغا و جعل سازیوں سے پیش آئے ہیں وہ بیعت یزید کی بحث میں عنقریب بیان ہوتی ہیں

چوتھی شرط ۔ معاویہ اپنے بعد کسی کو خلافت کے لئے منتخب یا نامزد نہیں کریگا۔ اس شرط کے نہ پورا کرنے کے حالات کو ہم علیحدہ نہیں لکھتے بلکہ یزید کی تخت نشینی اور اسکی بیعت ستانی کے واقعات [illegible] ہمارا [illegible]

بیعت یزید کی پوری تاریخ ۔ معاویہ کی پہلی کوششیں اور کامل اہتمام

اب ہم بیعت یزید کے واقعات جو معاویہ کے [illegible] اور [illegible] ہوتے ہیں نہایت تفصیل سے [illegible] کیونکہ [illegible] آئندہ [illegible] کی ابتدا انکی سی بنیاد اور اسی اجماع سے ہوتی ہے [illegible] کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد [illegible] خلیفہ کا تقرر اجماع پر قائم ہوا۔ چنانچہ اسلام کے ایک بڑے [illegible] اپنے عقائد [illegible] کیا ہے مگر جہاں تک تحقیق کی نظر [illegible] جاتی ہے [illegible] اجماع کے ساتھ [illegible] استخلاف کی بھی ایک [illegible] گئی۔ [illegible] کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر [illegible] انکے استخلاف اور نص کی رو سے خلافت کے مستحق [illegible] اسی استخلاف پر اجماع ہوا۔ حضرت عمر نے اپنی وفات کے وقت اپنی [illegible] کسی خاص شخص کو [illegible] بلکہ جلسہ شوریٰ [illegible] اجماع کی [illegible] ایک سیاسی [illegible] کا نام Quorum پر محدود کر دیا پھر انہی چھ وابستہ میں سے ایک خاص شخص کو اس سیلکٹ میٹنگ Select Meeting کا پریسیڈنٹ President یا چیئرمین Chair Man بنا دیا اور انکی رائے کو مقابلہ دیگر شرکا جلسہ کے دو شخصوں کی رایوں کے برابر کر دیا اور اس ترکیب سے اپنا دلی غبار نکال لیا ان کے اس انتظام کو ہم نہ شوریٰ کہہ سکتے ہیں اور نہ استخلاف بھی بلکہ جو کچھ کہا جائے وہ انکی خاص طبیعت کا غلط سجرت ہے۔ ۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام کو ظاہری خلافت ملنے کے وقت جو انتظام کیا گیا اگرچہ اس کو بھی بعض علما سے سنت اپنے عقاید کے مطابق اجماع کہتے ہیں مگر [illegible] اس پر تجویز کرتے ہیں کہ بہت سے جلیل القدر [illegible] انکی بیعت سے اجتناب کر کے اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ رہے اور بہت سے شام میں جا کر معاویہ سے مل گئے تو اس خلافت کے باقاعدہ و [illegible] ہونے [illegible] نہیں ہوتے، عبداللہ ابن عمر ابن الخطاب اور سعد ابن ابی وقاص وغیرہم تک کا مسلک یہی تھا۔

معاویہ کی خواہ مخواہ کی خلافت تو یہیں سے باطل ہو گئی۔ اب معاویہ کی [illegible] کو برحق تسلیم کرنے والے بعض تو شروع سے انکا خلیفہ برحق سمجھتے ہیں جیسے قبیلہ بنی امیہ اور بعض دومۃ الجندل کے بے ایمان [illegible] نفاق کے وقت سے ان پر اجماع کے اتفاق کو صحیح سمجھتے ہیں اور بعض جناب امیر المومنین علیہ السلام کو آپکی وفات کے دن تک خلیفہ برحق سمجھتے ہیں اور پھر آپ کے بعد جناب امام حسن علیہ السلام کو بعد [illegible] تک مستحق خلافت جانتے ہیں مگر [illegible] سے وہ خلافت معاویہ پر اجماع ہو جانے کی یہی بحث وہ [illegible] کرتے ہیں۔

ان [illegible] حالات کی تحقیق کرنے الا [illegible] سمجھ سکتا ہے کہ گو بعد وفات رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اجماع [illegible] کا شور مچایا گیا [illegible] تک بھی قائم نہیں [illegible] اجماع کو استخلاف اور نص سے بدلنا پڑا اور [illegible] دو تہائی برس پہلے اس زور و شور سے [illegible] کی تائید کرتے تھے [illegible] اس سے اختلاف کرنیوالوں کو [illegible] پھر بھی اختلاف [illegible] استخلاف [illegible] خلیفہ ثانی کے جانشین مقرر کرنے [illegible] اہل اسلام [illegible] معاویہ نے جو بیعت یزید کا سلسلہ اٹھایا

تھا وہ قاعدہ استخلاف سے بہت درست تھا۔ جو نوعیت یا بدعت اس میں ہوئی وہ صرف اتنی ہی تھی کہ سیرت شیخین کے خلاف اپنے بیٹے کو اپنے بعد ولیعہد کر کے اپنی خلافت کو موروثی کر دیا۔ اور ان کا دلی مقصود یہی تھا۔ معاویہ کے دل میں یہ خیال کب سے پیدا ہوا اور اس احداث فی الدین لعنۃ پر کب سے انکو جرأت ہوئی۔ اسکے لئے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ انکو طمع خلافت جیسی کچھ تھی وہ انکی حرکات اور تمام مظالم سے بخوبی ثابت ہے بلکہ ان کے مختلف اقوال سے ظاہر ہے۔ حصول خلافت کے ساتھ انکو اسکے موروثی بنا لینے کی تمنا بھی ضرور تھی مگر یہ موقعہ اور ذخیرہ کے منتظر تھے یہاں تک کہ انہی امیدوں میں تیسری خلافت کا زمانہ آپہنچا۔ پھر کیا تھا خلیفۂ عصر کی اقرباپروری قومی فیاضی، رعایت اور غایت درجہ کی شفقت نے انکے نہال آرزو کو سرسبز و شاداب کر دیا اور حقیقت تو یہ ہو کہ انکی ہمت اور حوصلوں میں بہت بڑا جوش اور کمال وسعت آگئی وہ اسی وقت سے اپنی تجویز کے پورا کرنے پر بھی آمادہ ہو گئے یہاں تک کہ او کھول دنیا بھر کے مظالم و مصائب کو گوارا کر کے حکومت اسلامیہ کو اپنے لئے مختص کر لیا اور چاروں طرف سے مطمئن اور فارغ البال ہو گئے تو اپنی اس دلی تجویز کو عملی صورت میں لانے کی کوشش کی۔

اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام کے بعد معاویہ کے دل میں یزید کی ولیعہدی کا خیال پیدا ہوا۔ یہ غلط ہے اگر ایسا ہوتا تو معاویہ کو جناب امام حسن علیہ السلام کے شہید کرنے کی اتنی جلدی کیوں کرنی پڑتی معلوم ہوتا ہے کہ انکی یہ تجویز سابق اور ان کا یہ خیال قدیم تھا۔ مگر بات یہ ہے کہ وہ اپنے دلی اسرار کو جناب امام حسن علیہ السلام کی حیات میں ظاہر نہیں کر سکتے تھے کیونکہ صلحنامہ کی شرطوں میں تو خلافت امام علیہ السلام کو دیدیے جانے کی شرط تحریر تھی پھر اس کی تحریک کیسے کی جا سکتی تھی جناب امام حسن علیہ السلام کی زندگی تک تو معاویہ نے اپنی اس تجویز کو اپنے دل ہی دل میں پوشیدہ رکھا مگر اس کی بابت سلسلہ جنبانی آنجناب کی حیات ہی سے شروع کر دی تھی چنانچہ عبدالبر کی استیعاب میں تحریر کرتے ہیں ۔ وکان معاویۃ قد اشار بالبیعۃ لیزید فی حیاۃ الحسن رضی اللہ عنہ معاویہ نے بیعت یزید کا اشارہ جناب امام حسن علیہ السلام کے زمانہ حیات ہی میں کیا تھا مگر یہ اشارہ انہی لوگوں تک محدود رکھا گیا تھا جو ان کے بہی خواہ تھے اور انکی اطاعت سے منحرف ہونے والے نہ تھے۔

اسے جبکہ امام حسن علیہ السلام کی فکر سے انکو فرصت ہو گئی تو انہوں نے اپنی اس پوشیدہ تجویز کا عملی طور پر علانیہ اظہار کرنا شروع کر دیا اور اسکی نسبت تمام ملک سے عام طور پر رضامندی اور اقرار لینے کا انتظام شروع کر دیا، معاویہ کیا ایسے ناواں تھے کہ شام کے ہوا خواہوں کو چھوڑ کر اس تحریک کا حجاز و عراق والوں سے آغاز کرتے پہلے جہاں وہ بیٹھے تھے وہیں سے اسکا آغاز کیا اور آہستہ آہستہ تمام قلمرو میں اس کا علدرآمد کرایا اس کی تعمیل میں جو جو روش انھوں نے اختیار کی وہ ایسی انوکھی تھی جو کامل طور سے انکی حرفت اور ابلہ فریبی کو تمام دنیا کے آگے طشت از بام کرتی ہے۔

بیعت یزید کا آغاز اس طرح ہوا کہ معاویہ اپنے مقام پر وقت کی تاک لگائے بیٹھے تھے کہ خود بخود انکی آرزو و پورا ہونے کے سامان ہونے لگے وہ اس طرح کہ مغیرہ ابن شعبہ والی کوفہ کو معزول کرنے کی تجویز معاویہ نے ٹھہرائی مغیرہ کو اسکی خبر لگ گئی وہ یزید کی نسبت انکے امتزاج سے آگاہ ہو چکا تھا امارت کوفہ پر مستقل رہنے کی کوئی دوسری صورت بیعت یزید میں سعی کرنے سے زیادہ مفید نہیں معلوم ہوئی مغیرہ ابن شعبہ بھی جیسے چال کے آدمی تھے وہ ظاہر ہے کہ انھوں نے اپنی طرف سے کوفہ کی امارت کے لئے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ کو بالکل نامناسب سمجھا اور اس سے اپنی بالکل لاعلمی ظاہر کر کے اس کی طرف سے اپنی بے پروائی اور بےغرضی ثابت کر دی ہم ان تمام حالات کی تفصیل تاریخ روضۃ الصفا کی اصل عبارت سے ذیل میں تحریر کرتے ہیں وھو ھذا

مغیرہ والی کوفہ بود و معاویہ می خواست کہ او را عزل کند و این مہم را بہ سعید ابن عاص رجوع نماید مغیرہ پیش از وصول سعید بہ دمشق رفتہ اول اظہار آں کرد کہ من بنا بر کبر سنی از امارت استعفا می نمائم بعد ازاں پیش یزید رفتہ گفت اکابر صحابہ وفات یافتہ آنچہ باقی ماندہ اند فرزندان ایشان بسن رشد رسیدہ و می رسند تو از ہمہ عاقل تر و فاضل تری و بہ سیاست ملکی داناتری چرا معاویہ ترا ولیعہد نمی کند و مردم را بہ بیعت تو دعوت نمی کند تا محبت تو در دل ایشاں قرار گیرو بعد از وے کسے را دریں باب سخنے نباشد یزید گفت ایں کار مستبعت نپذیرد۔ مغیرہ گفت و اللہ چرا نپذیرد پس یزید پیش پدر رفتہ آنچہ از مغیرہ شنیدہ بود درمیان نہاد معاویہ مغیرہ را بخلوت طلبیدہ از وے پرسید کہ یزید چہ می گوید۔ مغیرہ گفت مناسب چناں می نماید کہ در زمان حیات خویش کسے را ولی عہد خویش سازی تا بعد از تو خلافت در خون ریختن نباشد عمر بن الخطاب کار را بر شوریٰ انداخت تا ایں ہمہ مخالفت ظاہر شد و عثمان را خود مجال نداند کہ کسے را

بجائے خود لتقین نماید۔ معاویہ گفت ایں امر ندانم کہ چگونہ بانجام رسد مغیرہ گفت کہ ایں کار در کوفہ بصرہ مشکلتر ست کہ اکثر سپاہ دریں دو شہر اند چوں من در کوفہ (مطلب سعدی ہمیں بود) باشم و زیاد در بصرہ ایں مہم چناں سر انجام یابد کہ دلخواہ تو باشد۔ معاویہ گفت کوفہ از اں تست۔ بدل قوی روبرو آر۔ ابھی تک تو ان تجویزوں کا خیال ہی خیال تھا، مغیرہ کی تائید نے اسکو پوری قوت دیدی مگر مغیرہ کی چالوں کو دیکھو۔ کوفہ کی امارت لیں دعوؤں سے لیتے ہیں نہ سانپ مرے نہ لاٹھی ٹوٹے۔

الحقصر مغیرہ تو امیر صاحب سے تجنت دینرکے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے اور پہنچتے ہی بیعت یزید کے اہتمام میں مصروف ہوگئے، بیت المال جو بنا حیین المال تھا آگے دھر لیا اور اشراف کوفہ میں سے دس شخصوں کو تین ہزار روپیہ بحساب فی کس تین ہزار روپیہ نقد دیکر یزید کی ولیعہدی کے قبول کرنے پر راضی کر لیا اور ان لوگوں کو اپنے لڑکے موسے کے ہمراہ اقرار بالمشافہ کی غرض سے معاویہ کے پاس روانہ کر دیا، یہ جماعت کی جماعت معاویہ کی خدمت میں پہنچی، موسے اور معاویہ کے فیمابین جو گفتگو ہوئی وہ لطف سے خالی نہیں ہے۔ اس کو بھی ہم روضۃ الصفا کی خاص عبارت سے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ایں قوم چوں با معاویہ ملاقات کروند گفتند کہ بجہت آں آمدہ ایم کہ عقد بیعت یزید حاصل بحکم معاویہ با ایشاں گفت براں عزیمت باشید لیکن تعجیل مکنید و در خلوت از موسیٰ ابن مغیرہ استفسار کرد کہ پدر تو دین ایں مردمان را کہ از کوفہ آمدہ اند بچند خریدہ است۔ موسیٰ گفت بسی ہزار درہم معاویہ گفت دین و ملت پیش ایں جماعت چنداں قدر و قیمت نداشتہ اند یہ تو صرف کوفہ والوں کی ایمان فروشی اور بیعت یزید کی گرمجوشی کی محض ابتدائی کیفیت تھی جسکو ہم نے تمہید کے طور پر اس بحث کے آغاز میں لکھدیا ہے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید کی بیعت کا سلسلہ کوفہ والوں سے آغاز کیا گیا تھا۔ مگر یہ قیاس غلط ہے۔ اسکی ابتدا حقیقت میں شام والوں سے ہوئی ہے اور جب یہاں کے خالص اور کامل ہی خواہوں نے اسکو قبول کر لیا تب عراق والوں کی ترغیب و تحریص کی نوبت آئی اہل شام کو اس امر پر رضامند کرنے کے لئے معاویہ کو کوئی دشواری نہ تھی وہ لوگ تو تیس تیس چالیس چالیس برس سے مطیع و منقاد چلے آرہے تھے اور ایسے کہ نبی امیہ یا معاویہ کی عظمت و جلالت کے آگے نہ خدا کی اطاعت کو کوئی چیز سمجھیں نہ اطاعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حقیقت جانیں۔ پھر ایسے لوگوں سے جو گھر کے غلاموں سے زیادہ خیرخواہ اور مطیع تھے بیعت یزید کا اقرار لے لینا کونسی بڑی بات تھی۔

اہل شام کی تحریک کی تجویز میں معاویہ نے سعید ابن العاص حصین ابن نمیر اور ضحاک ابن قیس الفہری کو اپنا معاون و مشیر بنایا۔ ایک مجلس ترتیب دی گئی جس میں چند عراق کے مشاہیر اور عمائد بھی حاضر تھے اور باقی تمام اہل شام کا مجمع کثیر تھا اور عام ازدحام، معاویہ نے منبر پر یزید کے محامد اوصاف میں ایک طول و طویل خطبہ پڑھا اور اسی کے ضمن میں بیعت یزید کی تحریک کی پیر علی جگت کے یار تو مجلس میں موجود ہی تھے تو فوراً امیر صاحب کی تائید کرنیکے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ان میں سب سے پہلے ضحاک ابن قیس الفہری کھڑا ہوا بیعت یزید کی تائید ان لوگوں نے جن الفاظ میں کی اسکو ہم روضۃ الصفا کی عبارت سے ذیل میں تحریر کرتے ہیں و ہو ہذا

ضحاک ابن قیس گفت ای امیر بر سر مقصود رسیدی واز بیخا کہ حال جہان و جہانیان مکدر است و سر انجام بنی آدم زوال و فنا است خلق الحال از تو ولیے باید کہ بہ تنظیم مہام ایشاں قیام نماید و بحوادث رعایا کہ و دائع حضرت خالق البرایا اند پردازد و در حسن سیرت و یمین سریرت و وفور علم و کمال علم حال یزید زیادہ تراز آنست کہ شرح و بیان را احتیاج افتد او را ولیعہد خویش بساز تا عالمیاں را در غیبت تو ملاذے و ملجائے باشد کہ در حوادث امور و نوائب قضا بایناہ آرند و مصلحان آسودہ و مفسدان بالیدہ باشند۔ اتنا کہکر ضحاک تو بیٹھ گیا اور سعید ابن عاص اٹھا اور کہنے لگا یزید پسر امیر است۔ تو انگریست کہ زنا دمیداں تواں باید داشت بہتر است کہ از تے من تواں گفت۔ مرد لیست مذکور بہ سخاوت و مشہور بہ شجاعت و مشہور و معروف بہ عدل و سیاست امیر را فرزندے خلف است و در حشمت ہم خلافت نظیر و عدیل ندارد۔

سعید بھی یزید کے حق نمک سے ادا ہوکر بیٹھا تو حصین نے اٹھ کر مجمع عام میں یہ تقریر کی۔

ای امیر بخدا سوگند اگر تو از دنیا بروی و یزید را ولیعہد خویش نکردہ باشی در تضییع امت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کوشیدہ باشی

حصین نے تو اپنی تقریر میں بیعت یزید کو منصوص من اللہ ثابت کرنیکی پوری کوشش صرف کر دی اور کھل کھل کر معاویہ کو سنا دیا کہ اگر تم نے یزید کو اپنا خلیفہ نہ کیا تو امت مصطفویہ کی تضییع کی وجہ سے عذاب الٰہی کے مستحق ضرور ٹھہروگے کیوں نہو حصین اگر اسی وقت سے اطاعت یزید کو فرض

نہ سمجھ لیتا تو معرکۂ کربلا میں اپنے ہاتھوں کو خون حسینؑ سے رنگین کیسے کرتا؟ بہر حال اس مجمع میں احنف ابن قیس رئیس البصرہ بھی موجود تھا اور جنکی صحبت کے ساتھ شیعیان علیؑ اور دوستداران اہل بیت علیہم السلام میں شمار ہوتا تھا معاویہ نے اسکی طرف رخ کرکے اپنی صفائی دکھلانے کی غرض سے پوچھا کہ اے ابا بحر تو چرا در این امر سخن نمی گوئی و ساکت ہستی؟ احنف نے جواب دیا کہ تو بافعال یزید واناتری۔ اگر می دانی کہ از عہدہ امر خلافت چنانکہ مقرون برضا خداوند تعالے باشد و مستلزم فراغت امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باشد بیرون تواند آمد با ہیچ کس مشورت مکن و او را ولیعہد بگردان و اگر گمان تو در بارہ او بخلاف است زمام مہمات کائنات را باو مدہ و خود را بعذاب آخرت گرفتار مکن۔

ان واقعات کو پڑھکر ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ شام کے ایسے ملک میں جہاں کی رعایا ہر طرح سے قابو میں تھی بیعت یزید کی تکمیل کے لئے کیسے کیسے مکڑی کے جالے تنے گئے اور کیا کیا پھر اکیسے کیسے پیغمبر زادے اٹھا لیے گئے رائے دینے والے اور تاکید کرنیوالے حضرات میں کس کی رائے کیسی تھی اور کہاں تک اس کی صداقت اور دیانت اور ایمانداری کی خبر دیتی ہے۔ المختصر معاویہ کا مطلب خاطر خواہ ہوگیا۔ اور احنف ابن قیس کی رائے نقار خانہ میں طوطی کی آواز بنکر رہ گئی اور اس مجمع میں اپنا کوئی اثر پیدا نہ کر سکی۔ حاضرین نے یزید کی بیعت کرلی، چنانچہ ہمارے مستند مورخ اسی طرح تحریر فرماتے ہیں کہ بعد ازیں حاضرین با یزید بیعت کردند و ہرکس بمنزل خود بازگشت۔

(دیکھو روضۃ الصفا جلد دوم)

اس کیفیت کو پڑھکر ہر شخص سمجھتا ہوگا کہ اہل شام کی طرف سے معاویہ کو اطمینان ہوگیا ہوگا یہ خیال غلط ہے۔ معاویہ کو ابھی ان کی طرف سے اطمینان کلی نہیں ہوا تھا اور حقیقت حال یہ ہے کہ معاویہ اہل شام کو جیسا پہچانتے تھے ویسی بصیرت اہل شام میں کہاں کہ وہ معاویہ کو پہچانیں اسی لئے ان لوگوں نے اب تک اپنے حق و باطل میں کوئی امتیاز نہ کیا تھا۔ شدہ شدہ معاویہ کو جن امور کا شبہ ان لوگوں کی طرف سے لگا ہوا تھا، اس کے آثار معلوم ہونے لگے تو اس نے ان سامانوں کے ذریعوں کو فوراً قطع کر دیا۔ اور جب تک ان تمام ذریعوں کا خاتمہ نہ کر لیا اسکو اہل شام کی طرف سے اطمینان کلی نہ ہوا اسکی اصلی کیفیت یہ ہے کہ یزید کے مقابلہ میں معاویہ نے دو دعویدار خلافت اور ملک شام میں سمجھ رکھے تھے ایک تو سعید ابن عثمان، دوسرے عبد الرحمن ابن خالد ابن الولید ان دونوں کو

کی نسبت اسکو خبر لگی کہ یہ لوگ بیعت یزید سے ناراض ہیں اور اہل شام کے سامنے اپنے اوصاف اضافی کی بنا پر اپنا استحقاق خلافت ظاہر کرتے ہیں۔ ان لوگوں میں سب سے پہلے عبد الرحمن ابن خالد کی پوری خبر لیگئی حمص کے لوگوں کو بلاکر جہاں کے یہ عامل تھے، معاویہ نے ان کا امتزاج لیا تو معلوم ہوا کہ حقیقتاً وہاں کے لوگ عبد الرحمن کے خلافت کے خواہاں ہیں۔ اس ضرورت سے عبد الرحمن کا تصفیہ بہت ضروری ٹھہرا کیونکہ ایک تو عثمان کے زمانہ سے برابر وہ صوبۂ حمص کا عامل چلا آرہا تھا دوسرے اس کے باپ خالد ابن ولید کا لوہا کیا کم تھا اور پھر انکی ذاتی امارت اور مراتب نے اہل شام کو اس کا گرویدہ اور مطیع بنا رکھا تھا۔ معاویہ نے انکے دفع کی جو فکر کی وہ ہم امام عبد البر کی کتاب استیعاب سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

لما اراد معاویة البیعة لیزید خطب اهل الشام وقال یا اهل الشام لقد کبرت سنی ودنت اجلی وقد اردت ان اعقد لرجل یکون نظاما لکم وانما انا رجل منکم فاروا رأیکم فاصفقوا واجتمعوا وقالوا رضینا بعبد الرحمن ابن خالد ابن الولید فشق ذلک علی معاویة ابن ابی سفیان واسرها فی نفسه ثم ان عبد الرحمن مرض فامر معاویة طبیبا عنده یهودیا وکان عنده مکینا ان یاتیه ویسقیه سقیة یقتله بها فسقاه فخرق بطنه فمات وقصة هذا مشهورة عند اهل السیر والعلم بالآثار والاخبار۔ اختصر تھا۔ معاویہ نے جب ارادہ کیا کہ یزید کے لئے بیعت لے یعنی اسکو اپنا ولی عہد کرے تو اہل شام سے خطاب کیا اور کہا کہ اے اہل شام میں سن ہوگیا ہوں اور زمانہ میری موت کا قریب آگیا ہے۔ اس لئے میں نے قصد کیا کہ میں ایک شخص کو اپنا ولی عہد مقرر کروں تاکہ وہ تمہارا انتظام قائم رکھے اور میں بھی تم ہی لوگوں میں سے ایک آدمی ہوں تم سب اپنی رائے قائم کر لیں سب نے باہم متفق الرائے ہوکر کہا کہ ہم عبد الرحمن ابن خالد ابن الولید کی خلافت سے راضی ہیں۔ یہ بات بڑی اور انتخاب معاویہ کو بہت شاق گزرا مگر دل ہی میں ناگواری کو پوشیدہ رکھا۔ بعد چندے عبد الرحمن مذکور بیمار ہوا، موقع پاکر معاویہ نے ایک طبیب کو جو اس کے پاس رہتا تھا اور مذہب یہودی کا آدمی تھا حکم کیا کہ عبد الرحمن کے پاس جائے اور اسکو کوئی ایسی دوا پلائے کہ اسکا کام تمام ہوجائے۔ چنانچہ طبیب نے کچھ ایسی دوا پلائی کہ اس کے پینے سے عبد الرحمن کا پیٹ

پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ قصہ اہل سیر و اخبار اور صاحبان علم و آثار میں
مشہور ہیں میں نے اسکو مختصر طور پر درج کیا ہے۔ صاحب روضۃ الصفا نے یہودی
کی جگہ طبیب کو نصرانی بتلایا ہے اور اس کا نام ابن آثال لکھا ہے۔
انکی عبارت یہ ہے۔ ابن آثال شربت مسموم بہ عبدالرحمن داد تا او درگذشت
و آن مفتاح المہالک در جیب صدف اند وخته بود از گردن او بیفتاد و
معاویہ آنچہ از ابن آثال وعدہ کردہ بود بخانہ نمود (دیکھو روضۃ الصفا
بمبئی صفحہ ۲۴)

بہرحال ایک دعویدار خلافت سے تو فراغت کلی ہوئی۔ اب دوسرے
دعویدار سعید ابن عثمان کی سرگذشت یوں ہے کہ ان کے ساتھ بھی معاویہ
ایسے ہی سلوک قائم رکھتے مگر خیریت ہوگئی کہ انھوں نے فوراً یزید
کی اطاعت کا اقرار کر لیا۔ اس وجہ سے مورد مظالم نہ ٹھیرے بلکہ
مستحق مکارم گو تاہم جلا وطنی اور ایک گونہ خارج البلدی کی سزا انکو دیگئی
ہم انکی سرگذشت کو تاریخ اعثم کوفی کے ترجمہ سے نقل کرتے ہیں
سعید ابن عثمان جب آئے تو معاویہ نے بڑی تعظیم و تکریم کی اور انکو اپنے
پہلو میں بٹھا لیا۔ پھر مخاطب ہو کر کہا کہ اے میرے بیٹے! تیری یہ کیا باتیں
سنی جاتی ہیں؟ سعید نے کہا اے امیر المومنین بیان کیجئے وہ کیا باتیں
ہیں؟ معاویہ نے کہا ہم نے سنا ہے تو کہتا ہے کہ معاویہ کے بعد میں اس کے
بیٹے یزید کی نسبت خلافت کا زیادہ مستحق ہوں۔ سعید نے کہا کہ اگر میں
نے کہا ہے تو کیا برا کیا؟ اور حق بات بھی، خدائے واحد کی قسم میرا باپ یزید
کے باپ سے [illegible] میری ماں اسکی ماں سے افضل ہیں اور میں خود اس سے
بہتر ہوں لیکن ان سب باتوں کے باوجود ہم نے یہ عہد تیرے واسطے قرار
دے دیا ہے کہ جو کچھ تو کرتا ہے ہم اس پر معترض نہیں ہیں۔ معاویہ
یہ سنکر ہنسا اور کہا اے بھتیجے! تو سچ کہتا ہے عثمان مجھ سے اور تیری
ماں یزید کی ماں سے بہتر ہے کیونکہ قریشی عورت کلبی سے اچھی ہوتی
ہے لیکن تیرا یہ کہنا کہ میں یزید سے اچھا ہوں۔ میں تیری اس بات
کو ہرگز نہ مانونگا۔ مجھے اسی خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ میں [illegible] عالم
کی جان ہے اگر میرے بیٹے کی جگہ سے عراق تک ایک رسی تان دیں
اور اس رسی کو تمام آدمی تھام لیں تو میں ان تمام اشخاص سے یزید
کو بہتر اور زیادہ اچھا سمجھونگا۔ مگر تیرے حقوق بھی بہت ہیں اور ان حقوق کا
پورا نہ کرنا خلاف شرع اور بعید از مروت خیال کرتا ہوں تو خوش رہ میں نے تجھے
خراسان کا والی مقرر کیا اتنا لکھکر ہمارے مستند مورخ آگے لکھتے ہیں کہ زیاد
ابن امیہ اور ابو عقبہ و ابن ابو بکرہ کے نام خط لکھا گیا اور ان دونوں
نے حسب الحکم سعید ابن عثمان کو چالیس لاکھ درم دیکر مع فوج ہمراہی کے
خراسان کی طرف روانہ کر دیا (دیکھو ترجمہ اعثم کوفی مطبوعہ دہلی صفحہ ۳۱۱)
المختصر معاویہ نے ان دونوں دعویداران خلافت کو ناکام بلکہ خارج
البلد کر دیا حقیقت تو یہ ہے کہ بیعت یزید کی مشن تمام و کمال دو ہی
طریقوں سے چلائی گئی۔ اس کی تکمیل میں یا تو قتل سے کام لیا گیا یا رشوت
دیکر کام نکالا گیا۔ القصہ جب اہل شام کی طرف سے معاویہ کو اطمینان ہو گیا
تب اس نے اور بلاد اسلامیہ میں بھی اسکی سلسلہ جنبانی شروع کی مغیرہ ابن
شعبہ نے کوفہ میں تو اس کی کارروائی شروع کر دی مگر زیاد نے بصرہ میں
اسکی نسبت تامل اختیار کیا کہ یکایک وہ مرض طاعون سے مر گیا اسکی جگہ
عبیداللہ ابن زیاد بصرہ کا امیر ہوا اس نے یزید کی بیعت کے مسئلہ کو بصرہ
والوں کے ساتھ طے کر لیا۔ عراق میں اس وقت بیعت یزید سے انکار کرنیوالے
سوائے کون دعویدار خلافت تو وہاں تھا ہی کون [illegible] انکار کرنیوالوں میں وہی
شیعیان علی علیہ السلام شمار کئے گئے۔ انکی جو حالت کی گئی وہ ادنیٰ بھی جا سکی(?)
کہ بیشمار قتل کئے جا چکے بہت سولی دیئے گئے درختوں میں لٹکائے گئے اندھے
کئے گئے اور شہر بدر کر دیئے گئے غرضکہ بصرہ میں بھی سخت ظلم و تعدی کے
ذریعہ سے بیعت یزید کا اقرار کرا لیا گیا۔

جب عراق کی طرف سے بھی اطمینان ہو گیا تو حجاز اور حرمین شریفین کے
باشندوں سے بھی بیعت یزید کی چھیڑ چھاڑ شروع ہو گئی۔ مروان کو جو
اس وقت مدینہ کا عامل تھا لکھا گیا کہ باشندگان حجاز کا عندیہ مزاج
لیکر فوراً اطلاع دیں چنانچہ مروان نے جب اہل مدینہ سے اسکی تحریک کی
تو عموماً سب نے اس سے انکار کیا اور اکثر لوگوں نے اس امر میں سکوت اختیار
کیا۔ مروان نے معاویہ کو ذیل کی عبارت میں جواب لکھ بھیجا جسکو ہم روضۃ الصفا
سے نقل کرتے ہیں۔ معاویہ مکتوبے بمروان نوشت کہ تمکین حکومت یزید در خاطر ارباب
مدینہ قرار دہد و بجہت عبداللہ ابن عمر صد ہزار درم فرستاد چون قاصد بمدینہ
رسید مال را پیش عبداللہ ابن عمر برد عبداللہ آن اموال را قبول
کرد و چون نام بیعت شنید مال باز گردانید و گفت کہ من پیر شدہ ام
دین من [illegible] درم ارزان است مروان بمعاویہ پیغام داد کہ اہل
مدینہ منتظر عبداللہ ابن عمر اند و می گویند تا [illegible] بیعت نکند بیعت نمی
کنیم [illegible] می گوید کہ این بدعت است [illegible] معاویہ [illegible] می کند ابوبکر و عمر
کہ خلیفہ بودند خلافت را بہ اولاد خود ندادند [illegible]

وشیر رسم جباران وظالمان (دیکھو روضۃ الصفا بمبئی صفحہ ۳۴۳)
مروان کا یہ خط پاکر معاویہ نے تھوڑے عرصہ تک خموشی اختیار کی پھر کچھ سوچ کر یزید کو حج کے ارادہ سے مکہ بھیجا اور وہاں سے مدینہ جانے کی فرمائش کر دی اور تاکید کر دی کہ دونوں مقاموں کے لوگوں کے ساتھ خوب بخشش و انعام سے کام لیا جائے تاکہ وہ تیری جاہ پرستی اور زرافشانی سے زیربار ہو کر پھر کسی طرح تیری قبول بیعت سے انکار نہ کر سکیں۔ یزید نے معاویہ کے حکم کو حجاز کا سفر اختیار کیا اور نہایت تزک و احتشام سے پہلے مکہ معظمہ میں داخل ہوا اس کے سفر کی کیفیت صاحب روضۃ الصفا اس عبارت میں دکھلاتے ہیں
دریں سال یزید مرحج رفت و بجہت تحصیل نام نیک اموال وافر و مکہ شرفہا اللہ شرفہا صرف کردہ و نہایت آوردہ و ذکر سماحت و مروت او در افواہ دفتا واما چوں ایں معنی اشتہار یافت کہ معاویہ یزید را ولیعہد خویش می گرداند مردم دریں باب سخنہا گفتند بعضے از شعرا او را ہجو مودند و رسنجے بہ تلاش وسے مشغول گشتند و طبقات خلائق را بقدر حاجت ایشاں رعایت فرمود
معاویہ کا یہ مشن اگر پورے طور سے مفید ثابت نہ ہوا تاہم بہت کارگر تو ضرور ہوا کہا جا سکتا ہے اس کے بعد معاویہ نے عبداللہ ابن زبیر کو مکہ سے بلایا اور جب یہ آئے تو انکی بڑی تعظیم و تکریم کی گئی۔ مگر عبداللہ ابن زبیر جیسے چالاک ہوشیار اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانے والے بزرگ تھے وہ سب کو معلوم ہے وہ جنگ جمل ہی کے وقت سے امیدواران خلافت میں شمار ہوتے تھے معاویہ انکو خوب پہچانتا تھا ہر چند خوب گھما پھرا کر کوشش کی کہ یہ بیعت یزید کی نسبت اپنی رائے کا اظہار کریں مگر وہ ایسے کب تھے جو انکی ظاہری تعظیم پر فریفتہ ہو کر بیعت یزید کے متعلق ہاں بھرتے اور پھر ہمیشہ کے لئے اپنے حصول مقاصد کا دروازہ بند کر دیتے یہ معاویہ کے دام تزویر میں نہ آنا تھا نہ آئے۔ عبداللہ ابن زبیر نے معاویہ کے سوالوں کا جو جواب دیا وہ روضۃ الصفا کی عبارت سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔
عبداللہ ابن زبیر گفت درست و برادر تو آن کس است کہ کلمہ حق را بے کالا وحیلہ ریا با تو بگوید۔ و دریں کار پیش از امضا و عزیمت فکر بجا آر۔ مبادا شد کہ اگر یزید را ولیعہد گردانی پشیمان بشوی من دریں سخن غرض ندارم و افشائے ایں حکایات نخواہم کرد
گویا یہ کہنا کہ من دریں سخن غرض ندارم کہاں تک صحیح تھا معاویہ کو خوب معلوم تھا کہ عبداللہ ابن زبیر سا امیدوار خلافت اور اس طرح حصول خلافت سے انکار بات یہ تھی کہ اس وقت عبداللہ ایسے ہی بھانپ گئے تھے تمام سوکی کسی طرح

بچکر نکل آنا ان کے لئے مناسب تھا۔ کیونکہ جس طرح معاویہ انکو پہچانتا تھا ویسے ہی عبداللہ اسکو جانتے تھے۔ معاویہ منکرین بیعت یزید کے ساتھ جس سختی اور مظالم سے پیش آتا تھا وہ سب عبداللہ ابن زبیر کے اسوقت پیش نظر تھی ایسے موقعہ پر خاص طور سے غور کر کے عبداللہ یزید کی بیعت کی نسبت اپنی گومگو رائے دیکر شام سے بخیر و خوبی مکہ واپس چلے آئے۔ معاویہ نے بھی اس سے زیادہ تحریک کوئی فی الحال مناسب نہ سمجھا اور خموش ہو رہا۔ معاویہ عبداللہ ابن زبیر کے واپس جانے کے بعد مروان ابن الحکم کے نام پھر ایسا مضمون کا ہدایت نامہ لکھا جسے ہم روضۃ الصفا سے نقل کرتے ہیں۔
مشائخ مصر و اکابر عراق و اعیان جزیرہ و مشاہیر دمشق آمدہ باز زند من بیزید بیعت کردند و اشراف شام دریں قضیہ نیز با ایشاں موافق اند ترا نیز باید کہ از اہل مدینہ ہم بیعت ایشاں بجہت یزید
مروان نے اس حکمنامہ کی کیا تعمیل کی اور اسکا باشندگان مدینہ پر کیا اثر پڑا۔ ذی قدر مورخ تحریر فرماتے ہیں۔
چوں ایں نامہ بمروان رسید صحابہ و تابعین را جمع نمودہ بر منبر آمدہ گفت ایہا الناس بدانید کہ امیر را ضعف و شیخوخت دریافتہ و پیری در وے اثر تمام کردہ و از جہت کار خلافت اندیشہ مستحق کردہ چنانکہ متضمن رضائے خداوند تعالیٰ و فراغ خواطر مسلمانان باشد و عجیب آں وارد کہ رضائے شما را ہم محزوں کنند۔ اکنوں چہ میگوئید از حوالی مجمع آواز برآمد کہ ہمے مقروں بخوشنودی پروردگار عالم و عالمیاں باخدا در آں ہیچ نمی گوئیم سمعنا و اطعنا۔ مروان گفت کسے را کہ ولیعہد خویش گردانیدہ کہ نیکو سیرت و با مروت و عدل و سیاست است و قدم بقدم خلفائے راشدین می دارد و آں شخص پسر اوست یزید۔ مردم چوں نام یزید شنیدند ہیچ نگفتند۔ اما عبدالرحمن ابن ابوبکر در خشم آمدہ گفت دروغ میگوئی تو اے مروان۔ اولکن ہم دروغ می گوید کہ ترا بایں سخن امر فرمودہ زیرا کہ یزید بایں صفت و خصال پسندیدہ متصف نیست و بخلافت وارا صنی نیستم۔ مروان در غضب آمدہ گفت شخصے کہ چنیں می گوید چناں بزرگوار و نیکو کار مرد نیست کہ در شان او خداوند عز و علا ایں فرستاد والذی قال لوالدیہ اف لکما۔ خشم عبدالرحمن زیادہ گرفت گفت کار تو بمرتبہ رسید کہ قرآن در حق من تاویل می کنی و تو آں کسی کہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ترا و پدر ترا از شہر بیرون کردہ بود آنگاہ برخواست دست پائے مروان را برگرفتہ گفت اے دشمن خدا از ایں منبر فرود آ

کہ اہل آن بیعتی جمعی از بنی امیہ در مسجد بودند خواستند کہ قوم عبدالرحمن ابوبکر
بگیرند، عائشہ بر این معنی اطلاع یافتہ با جمعی از خواتین بمسجد درآمد مروان
چون عائشہ را دید بترسید و پیش او دوید و گفت اے مادر مومنان ترا
بخدائے تعالی سوگند میدہم کہ ہیچ حق باشد. بگو گفت من بجز حق ورا
چیزے نگویم من با واسطہ شہادت قیام می نمایم کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم بر تو و بر پدر تو لعنت کردہ است و ذکر طرید ابن طرید می کنم نیز باز آمدم
من این نوع سخنان می گوئی کہ نقل می کنند۔

بیعت ہو تو یزید کی سلطنت ہو تو اسکی، مروان نے جو حق ناحق عبدالرحمن
کے ہاتھوں مار بھی اور عائشہ کی لعن وطعن آمیز باتوں کی بوچھار تو اسکو سوا
شرمندگی اور بیچارگی کے اور کیا کہا جا سکتا ہے اس واقعہ سے مروان کیا تمام بنی
امیہ میں ایک غیر متحمل جوش پھیل گیا اور اسکو ہر شخص نے علیحدہ رنگ آمیزیوں
سے لکھ لکھ کر معاویہ کو اطلاع دی۔ ان میں سے ہم صرف عثمان کے بیٹے
عمر کا خط ذیل میں لکھیں گے۔ ان خطوط کو پڑھکر معاویہ کو سخت اضطراب
لاحق حال ہوا اور اسنے اسکی نسبت قطعی فیصلہ کر دیا کہ حرمین شریفین میں بیعت
یزید کے پیچیدہ مسئلہ کی گتھی بغیر ناخن تزویر کے اور کسی تدبیر سے نہیں سلجھیگی اور اسکا
انتظام وہاں گئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ معاویہ نے یہ قصد تو ضرور کر لیا مگر مروان کے خط
پر جو اس نے حکومت مدینہ کے دوران میں لکھا تھا غایت درجہ کی توجہ کی۔ اما بعد فان
عمر ابن عثمان ذکر ان رجالا من اہل العراق ووجوہ اہل الحجاز
یختلفون الی الحسین ابن علی (علیہما السلام) ذکر انہ لا یامن
وثوبہ وقد بحثت عن ذلک فبلغنی انہ لا یرید الخلاف یومہ ولست
آمن ان یکون ہذا ایضا من بعد ذلک فاکتب الی برایک فی ہذا والسلام
آپ کو معلوم ہو کہ عمر ابن عثمان نے مجھے خبر دی ہے کہ اہل عراق اور سرداران حجاز کی
ایک جماعت کی آمد و رفت جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں
بہت پائی جاتی ہے اور کہتا تھا کہ میں انکے خروج کی بابت مطمئن نہیں
ہوں لیکن جو اس معاملہ کی تحقیقات کی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ ان دنوں
میں حصول خلافت کا ارادہ نہیں رکھتے مگر تیرے بعد جو مسند خلافت پر
ممکن ہوگا اسکی طرف سے مجھے اطمینان نہیں ہے اس بارے میں آپکی جو رائے ہو اس سے مطلع فرمائیے والسلام
اس خط نے معاویہ کو سخت اضطراب میں ڈالدیا کیونکہ وہ بیداران حجاز میں سب سے
پہلے وہ جناب امام حسین علیہ السلام کو خیال کر چکا تھا اس خط کو پڑھکر معاویہ
نے فوراً جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ اس
میں بیعت یزید کے مسئلہ کو کھلم کھلا تو لکھا نہیں مگر عمر ابن عثمان کی عبارت کو
آپ سے شکایت آمیز الفاظ میں دہرا دیا۔

اما بعد فقد انتہت الی امور عنک ان کانت حقا فقد اظنک
ترکتہا رغبۃ فدعہا ولعمر اللہ ان من اعطی اللہ عہدہ ومیثاقہ
لجدیر بالوفاء وان کان الذی بلغنی عنک باطلا فانک اعزل
الناس لذلک وعظ نفسک واذکر بعہد اللہ واوفہ فانک متی
تنکرنی انکرک ومتی ماتکدنی اکدک فاتق شق عصا ہذہ الامۃ
وان یردہم اللہ علی یدیک فی فتنۃ فقد عرفت الناس وبلوتہم
فانظر لنفسک ولدینک ولامۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ولا تستخفنک السفہاء الذین لا یعلمون۔ آپکی نسبت مجھکو ایسی
ایسی خبریں ملی ہیں۔ اگر یہ اخبار صحیح ہیں تو میرا یہ خیال ہے کہ آپ ان ارادوں
کو ترک کر دیجیے اور ان افعال سے باز آئیے۔ انسان کو لازم ہے کہ جس کسی
کے ساتھ کوئی عہد کرے اسکو پورا کرے۔ اور اگر یہ اخبار جو آپ کی نسبت
سے گئے ہیں صحیح نہیں ہیں تو یہ سراسر جھوٹ اور بہتان ہے اور آپ ان سے
بالکل بری الذمہ ہیں آپ اپنے نفس کو موعظہ فرمائیں اور اپنے معاہدہ پر قائم
رہیں اگر آپ میرے حقوق کا انکار کرینگے تو ضرور سمجھیں کہ میں بھی آپکے استحقاق
کا انکار کرونگا اور جب آپ میرے ساتھ چالیں چلیں گے تو میں بھی آپ
کے ساتھ چال چلونگا۔ آپ ان امور سے ضرور پرہیز کریں جن سے عصائے
امت میں کوئی تفرقہ پڑے اور ایسا نہ ہو کہ آپکے ہاتھوں سے امت میں کوئی فتنہ برپا
ہو جائے آپ عوام الناس کو تو پہچان چکے ہیں۔ انکو میزان آزمائش میں آزما چکے
ہیں لہذا امت محمدیہ کی عافیت اور اپنی جان و اپنے دین کی حفاظت کو پیش نظر
رکھ کر مستعد رہیں اور مجانین امت کے کہنے پر اتنا نہ فرمائیں۔ اس خط میں معاویہ نے جناب امام حسین علیہ السلام
کو اپنی قدرت وسطوت سے جو ڈرایا اور دھمکایا ہے وہ عبارت تحریر سے ظاہر ہے مگر
ان دھمکیوں کی وجہ سے خاصان خدا ہرگز یہ گمان الہی اپنا فرض منصبی چھوڑ
تھوڑا ہی سکتے ہیں معاویہ کے خط کا دندان شکن جواب لکھ گیا وہ یہ تھا۔ اما بعد
فقد بلغنی کتابک تذکر فیہ انہ قد بلغتک عنی امور انت لی عنہا راغب وانا
بغیرہا عندک جدیر وان الحسنات لا یہدی لہا ولا یسدد لہا الا اللہ
واما ما ذکرت انہ انتہی الیک عنی فانہ انما رقاہ الیک الملاقون
المشاؤن بالنمیم وما ارید لک حربا ولا علیک خلافا وایم اللہ
انی لخائف اللہ فی ترک ذلک وما اظن اللہ راضیا بترک ذلک ولا
عاذرا بدون الاعذار فیہ الیک وفی اولئک القاسطین الملحدین
حزب الظلمۃ واولیاء الشیاطین الست القاتل حجر الکندی

والمصلين العابدين الذين كانوا ينكرون الظلم ويستعظمون
البدع ولا يخافون في الله لومة لائم ثم قتلتهم ظلماً وعدواناً بعد
ما كنت اعطيتهم الايمان المغلظة والمواثيق المؤكدة لا تأخذهم
بحدث كان بينك وبينهم ولا باحنة تجدها في نفسك اولست
قاتل عمرو بن الحمق صاحب رسول الله صلى الله عليه وآله
وسلم العبد الصالح الذي ابلته العبادة فنحل جسمه واصفر لونه بعد ما
امنته واعطيته من عهود الله ومواثيقه ما لو اعطيته طائراً
لنزل اليك من رأس الجبل ثم قتلته جرأة على ربك واستخفافاً بذلك
العهد اولست المدعي زياد ابن سمية المولود على فراش عبيد ثقيف
فزعمت انه ابن ابيك وقد قال رسول الله الولد للفراش وللعاهر
الحجر فتركت سنة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم تعمداً وتبعت
هواك بغير هدى من الله ثم سلطته على العراقين يقطع ايدي
المسلمين وارجلهم ويسمل اعينهم ويصلبهم على جذوع النخل
كأنك لست من هذه الامة وليسوا منك اولست صاحب
الحضرميين الذين كتب فيهم ابن سمية انهم كانوا على دين علي
فقتلهم ومثل بهم بامرك ودين علي والله الذي كان يضرب عليه اباك
ويضربك وبه جلست مجلسك الذي جلست ولولا ذلك لكان شرفك
وشرف ابيك الرحلتين وقلت فيما قلت انظر لنفسك ولدينك ولامة
محمد واتق شق عصا هذه الامة وان تردهم الى فتنة واني لا اعلم
فتنة اعظم على هذه الامة من ولايتك عليها ولا اعلم نظراً لنفسي
ولديني ولامة محمد صلى الله عليه وآله افضل من ان اجاهدك
فان فعلت فانه قربة الى الله وان تركته فاني استغفر الله لذنبي
واسأله توفيقه لارشاد امري وقلت فيما قلت اني ان انكرتك تنكرني
وان اكدك تكدني فكدني ما بدا لك فاني ارجو ان لا يضرني كيدك في وان
لا يكون على احد اضر منه على نفسك لانك قد ركبت جهلك
وتحرصت على نقض عهدك ولعمري ما وفيت بشرط ولقد نقضت
عهدك بقتلك هؤلاء النفر الذين قتلتهم بعد الصلح والايمان والعهود
والمواثيق فقتلتهم من غير ان يكونوا قاتلوا وقتلوا ولم تفعل ذلك
بهم الا لذكرهم فضلنا وتعظيمهم حقنا مخافة امر لعلك لو لم
تقتلهم مت قبل ان يفعلوا او ماتوا قبل ان يدركوا فابشر يا معاوية
بالقصاص واستيقن بالحساب واعلم ان لله تعالى كتاباً لا يغادر

صغيرة ولا كبيرة الا احصاها وليس الله بناس لاخذك
بالظنة وقتلك اولياءه على التهم ونفيك اولياءه من
دورهم الى دار الغربة واخذك الناس ببيعة ابنك غلام
حدث يشرب الخمر ويلعب بالكلاب لا اعلمك الا وقد خسرت نفسك
وتبرت دينك وغششت رعيتك واخربت امانتك وسمعت مقالة
السفيه الجاهل واخفت الورع التقي لاجلهم والسلام۔

خلاصہ کلام امام علیہ السلام یہ ہے کہ [illegible]
[illegible]

ترک کیا اور عبید ثقفی کے بیٹے کو اپنا بھائی حکومت عراقین بنا ہوا کیا کہ اس نے مسلمانوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے - ان کی آنکھوں کو گرم لوہے سے اندھا کیا اور ان کے اجسام کو درختوں کی شاخوں پر لٹکا دیا گیا تو امت اسلامیہ میں داخل نہ تھا اور یہ لوگ تجھسے کوئی علاقہ نہ رکھتے تھے ہاں اے معاویہ کیا تو وہ شخص نہیں ہے کہ تیری حکم سے زیادہ ابن سمیہ نے لکھ بھیجا کہ قبیلہ حضرمی کے لوگ حضرت علی علیہ السلام کے پیرو میں تونے اسکو حکم دیدیا کہ عموماً جو شخص طریقۂ علی پر پایا جائے اُس کو قتل کر ڈالو اور ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑنا حالانکہ خدا کی قسم ہے علی علیہ السلام نے دین خدا کے حکم سے تجھکو اور تیرے باپ بھائی کو اپنی شمشیر آبدار کے نیچے رکھا تھا الغرض امور کے کینۂ وحسد سے تونے آج مسندِ خلافت کو غصب کرلیا ورنہ تیرے باپ کا منصب صیف اور شتا کی حدود سے باہر نہیں تھا (رحلۃ الشتاء والصیف) اور تونے جو اپنے خط میں یہ تحریر کیا ہے کہ اپنے نفس اور اپنے دین کی نگرانی کیجئے اور امت محمدیہ میں فتنہ نہ ڈالیے اور شق عصائے امت اور تفریق جماعت سے پرہیز کیجئے تو میرے علم و یقین میں تیری حکومت سے بڑھکر کوئی دوسرا فتنہ اس امت کیلئے نہیں ہے اور اپنے نفس اپنے دین اور سارے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کوئی دوسری چیز اس سے بڑھکر مفید نافع اور افضل نہیں ہے کہ میں تیرے ساتھ جہاد کروں - اگر میرا مقابلہ اور مقاتلہ انجام پاگیا تو مجھکو حضرت رب العزت میں شرف قربت حاصل ہوگا اور اگر میں استمالت اور پہلو تہی کروں تو مجھکو اسکے لئے استغفار کرنا چاہیئے اور اپنے خدائے تبارک تعالیٰ سے طلب رشد کرنا چاہیئے اور جو تونے یہ لکھا ہے کہ اگر آپ میری حقوق کا انکار کیجئے گا تو میں بھی آپکے استحقاق کا انکار کردوں گا اور اگر آپ میری ساتھ چال چلنگے تو میں بھی آپکے ساتھ چال چلونگا - بس افسوس ہے تجھپر مجھکو تو تجھ سے امید رکھنے کے عوض میں یقین کامل ہے کہ تیرے مکر سے دنیا میں کسی کو ضرر نہ پہنچیگا بلکہ وہ الٹ کر تیری ہی ذات پر آتا رہیگا کیونکہ تو اپنی جہالت پر سوار ہوگیا ہے اور نقض عہد پر حریص ہوگیا ہے اپنی جان کی قسم کہا کر کہتا ہوں کہ تونے اپنے معاہدوں میں سے کسی ایک عہد پر بھی وفا نہیں کی اور تونے اپنے اقرار اور پیمان و معاہدہ صلح کے بعد حجر تونے سخت سے سخت قسمیں کہائی تھیں ان مسلمانوں کو بغیر اسکے کہ وہ تجھسے منازعت پر آمادہ ہو کر کسی طرح کی مخالفت پیش کریں تونے مار ڈالا ان کا کوئی گناہ اور کوئی تقصیر ہماری محبت ہماری تعظیم اور ہمارے ذکر فضیلت کے سوا اور کچھ بھی نہیں تھی اور تونے ان لوگوں کو خاص کر اس وجہ سے قتل کرایا کہ شاید تو مر جائے اور یہ لوگ زندہ رہجائیں تو

تیغ فولادی کی لذت چکھنے پائیں گے بس اے معاویہ سمجھ لے کہ روز حساب بہت جلد آنیوالا ہے اور یہ بھی یقین کرلے کہ خدائے منتقم کے پاس ایسی جامع کتاب ہے کہ دنیا کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا گناہ ایسا نہیں چھوٹا ہے جو اس میں درج نہ کیا جاتا ہو خدا تیری ان حرکتوں کو خوب دیکھتا ہے کہ تونے آدمیوں پر بہتان رکھا ہے اور صالحان خدا تہمت کے جرم میں ماخوذ کیا ہے ان میں سے بہتوں کو تونے قتل کرا دیا اور بہتوں کو ان کے مساکن و شہر سے جلاوطن کرایا اور اپنے ایسے بیٹے یزید کے لئے جو شراب خوار اور کتوں سے کھیلنے والا ہے خلائق خدا کی بیعت لیتا ہے یہ امر سوائے اس کے نہیں ہے کہ تونے اپنے نفس کو سخت نقصان میں ڈالا ہے اور اپنے دین کو ہلاک کیا ہے اور اپنی ماتحت رعایا کو مشوش اور مضطرب الحال بنایا ہے اور اپنی امانت و دیانت کو خراب کیا ہے اور جہال زمانہ کی باتوں کو سنتا ہے اور پرہیزگاران عالم کو ڈراتا اور دھمکاتا ہے صرف اسلیئے کہ اپنے حصول مقاصد پر فائز ہو - والسلام

ہمارے ناظرین علاوہ فصاحت و بلاغت کے جو صرف کلام امام ہونے کی حیثیت سے لا سر ہے دیکھ سکتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے معاویہ کے تمام استدلال کی کیسی قطع و برید فرمادی ہے اور اس کے تمام مظالم و معائب کا آئینہ اسکے سامنے رکھدیا ہے مگر اس کے دیدۂ بصیرت میں اتنا نور کہاں تھا کہ وہ اس مقدس تحریر سے کچھ متنبہ ہوتا معاویہ نے اس خط کو پڑھا تو سہی مگر ان دندان شکن مضامین کا جواب نہ ہوسکا اپنے لب حسرت چبا کر رہ گیا اور کہا تو یہ کہا الفدا کان فی نفسہ ضب ما اشعر بہ ان کے دل میں ایسا بغض و حسد بھرا ہوا ہے جس کا کچھ ٹھکانا نہیں بہرحال اسی وقت سے جناب امام حسین علیہ السلام کی مخالفت اسکے دل میں اور بڑھی بیعت یزید کے متعلق اب اسکو یقین کامل ہو گیا کہ جناب امام حسین علیہ السلام عبداللہ ابن زبیر اور عبدالرحمٰن ابن ابوبکر اس سے کبھی رضا مند نہ ہونگے عبدالرحمٰن اور ان کی بہن حضرت عائشہ کی مخالفت کی اطلاع تو مروان کی رپورٹ سے معلوم ہوچکی تھی جناب امام حسین علیہ السلام کیطرف سے ایسی مخالفانہ تحریر آہی چکی اب کیا باقی رہا - اسلیئے معاویہ نے خود حرمین کا قصد کیا اور ایک ہزار کی جمعیت کے ہمراہ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ پہلے مدینہ میں داخل ہوا ہم اس کے ورود مدینہ کے حالات روضۃ الصفا کی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں -

اول کسے کہ بادے ملاقات نمود امیرالمومنین امام حسین علیہ السلام بود -

معاویہ باآنجناب گفت لا مرحبا و لا اھلاً گوید نے رامانی یعنی مثل آں بدن مستی کہ خون از جوش آمدہ باشد و حق عز و علا خون ترا خواہد ریخت و چوں عبدالرحمٰن را دید گفت تو پیر شدی و عقل تو زائل گشتہ خرافت تبو راہ یافتہ و با عبداللہ ابن عمر ہم سخنان سرد گفت و با ابن زبیر ہم خطابہا عنیف کرد و از جملہ سخنہائے کہ با ایشان گفت ایں بود کہ من شما را بہ حسد و عداوت و شقادت می سپارم

اس عبارت سے معاویہ کی برہم مزاجی اور شوریدہ طبعی کی پوری حقیقت معلوم ہو گئی امیر صاحب غصہ میں آندھی بنے ہوئے آئے اور اولوں کی طرح برس پڑے فرزند رسول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی شان میں جس ریدہ دہنی کو کام لیا وہ اوپر کی عبارت سے ظاہر ہے اور ہر شد زادوں کی خدمات میں جن زبان درازیوں کو صرف فرمایا وہ بھی معلوم ہو گئیں ان حضرات کے بعد عبداللہ ابن زبیر کے ساتھ جو صدیق اکبر کے نواسے اور حضرت صدیقہ کے بیاسے بھانجے تھے جو باتیں کیں وہ بھی ظاہر ہو گئیں اب ان لوگوں سے زیادہ اور کسکی وقعت تھی جس کے حفظ مراتب کا لحاظ کیا جاتا ہمارے ذی قدر مورخ اس سلسلہ کو آگے لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام معاویہ را جواب داد کہ ای معاویہ آہستہ باش کہ اہل ایں سخن نیستیم۔ معاویہ گفت کہ اہل ایں سخن ہستی بلکہ بدتر ہم شمار کاری می خواہید کہ خدا تعالیٰ غیر آں می خواہد و آنچہ ارادہ عز و علا بود ظاہر گشت

معاویہ نے اپنے اس جواب میں جو جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں سخت کلامیاں کیں ان کی نسبت ہمکو کوئی شکایت نہیں ہے کیونکہ ہمارے لئے ان کی یہی باتیں ان کے بطلان کی قوی دلیلیں ہیں اور ان بیہودہ باتوں سے ہمارے مفترض الطاعہ امام کے مناقب مخصوصہ اور فضائل منصوصہ میں کوئی فرق نہیں آتا باقی رہیں وہ دلائل جو اپنی موجودہ ثروت و اقتدار کے حق ہونے یا منجانب اللہ ہونیکے دعوؤں میں بیان کیں وہ جناب باری تعالیٰ عز اسمہ کی پاک منزہ ذات پر صریح تہمت اور سراسر الزام ہے ان کے قبل بھی بہت سے دنیا پرستوں نے اپنے موجودہ ثروت و اقتدار کو اپنی خدائی کی سچائی اور اپنی معبودیت کی صداقت ٹھہرایا تھا اور برابر انبیاء و اوصیائے سابقین کے مقابلے میں اپنی طرف سے ایسی ہی دلیلیں بیان کی تھیں گو عام نگاہوں میں ان کی یہ ضعیف و کمزور دلیلیں ان کی ظاہری سطوت و ثروت کے اعتبار سے کتنی ہی قوی اور مستحکم سمجھی جاتی ہوں مگر ان برگزیدگان الٰہی کے سامنے جن کو درگاہِ رب العزت سے خلیفۃ اللہ علی المومنین اور حجۃ اللہ علی العالمین کے مقدس خطابات عنایت فرمائے گئے ہوں یہ دلائل کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ تھوڑے عرصہ کے بعد دنیا اور دنیا والوں نے دیکھ لیا کہ انکے تمام ثروت و اقتدار اور اخبار و آثار مٹ گئے اور شریعت کے احکام باقی رہ گئے جو انہی بزرگواروں کے ذریعہ سے اطراف عالم میں پھیلائے گئے ہیں جن کے خلاف میں یہ اپنی عارضی اور ظاہری قوت و اقتدار سے کام لیتے تھے۔ جن لوگوں کو انبیائے سابقین اور سلاطین ماضیین کے اخبار و آثار قدیمہ پر عبور حاصل ہے وہ امیر صاحب کی ان لغویات کو جو انہوں نے جناب امام حسین علیہ السلام کے حق میں جائز رکھیں بالکلیہ اسی پیمانہ پر سمجھیں گے۔

بہرحال۔ اشراف مدینہ سے جو گفتگو ہوئی وہ تو معلوم ہوئی۔ اب عامۂ انصار سے جس طرح پیش آئے اس کی کیفیت ہم اپنے معزز ہمعصر سید غضنفر علی صاحب کے رسالہ صلاح الناشئین فی شہید الحسین کی عبارت سے ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

اہل مدینہ یعنی انصار و فرزندان انصار بھی خواہ اہلبیت ضرور تھے مگر وہ اس عہد میں سخت کمزور اور پریشان حال تھے ان کے ضعف کی ابتداء نزاع سقیفہ کو سمجھنا چاہیے اور انتہا حکومت بنی امیہ بلکہ خاص عہد امیر معاویہ کو کیونکہ علاوہ پرانی رنجشوں کے تازہ مخالفت یہ ہوئی کہ جمل و صفین میں تمام انصار حضرت امیر علیہ السلام کے ساتھ رہے۔ ابن عبد البر نے استیعاب میں لکھا ہے کہ معاویہ اپنے دور شاہی میں مدینہ منورہ میں آئے اور ابو قتادہ انصاری ان سے ملنے گئے تو معاویہ نے ان پر اعتراض کیا کہ تم ہمارے استقبال کو گھروں سے کیوں نہ نکلے؟ ابو قتادہ نے کہا کہ ہمارے پاس سواریاں نہ تھیں معاویہ نے تعریضاً کہا کہ آخر تمہارے وہ قوی ہیکل شتران آبکش کیا ہوئے؟ ابو قتادہ نے کہا وہ تو سب بروز جنگ بدر تمہارے اور تمہارے باپ کے تعاقب میں ہلاک ہو گئے اور یہ بھی کہا کہ سنو معاویہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ہم لوگوں سے فرمایا تھا کہ میرے بعد تم تنگی اور پریشانی میں مبتلا ہو گے معاویہ نے کہا کہ پھر دفع مصیبت کا کیا علاج بتایا تھا۔ ابو قتادہ نے کہا کہ صبر۔ معاویہ نے جواب دیا کہ اچھا اب قیامت تک صبر ہی کرتے رہو۔ اس گفتگو کو آخر جب عبدالرحمٰن ابن حسان کو ہوئی تو انہوں نے یہ درد انگیز شعر کہے۔

الا ابلغ معاویۃ بن صخر	امیر المؤمنین عنی کلامی
فانا صابرون ومنظروکم	الی یوم التغابن والخصام

امیرالمومنین معاویہ ابن صخر کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم صابرین ہیں اور اپنا اور تمہارا فیصلہ روز محشر پہ اٹھا رکھتے ہیں۔

المختصر امیر حسب منشاء نے مدینہ میں بیٹھ کر بیعت یزید کی سلسلہ جنبانی آغاز کی مگر یہ چاروں حضرات جن کے ساتھ اول ملاقات میں اس سختی سے پیش آئے ان کی طرف کوئی اعتنا نہیں کی گئی اور اپنے غیظ و غضب کی وجہ سے انکو اپنے پاس آنے کی بھی اجازت نہیں دی چنانچہ خواجہ اعثم کوفی تحریر فرماتے ہیں

چوں معاویہ در مدینہ فرود آمد مردان اسلام بسلام او در رفتند داود یافتند ایں برگزیدگان ہم رفتند چوں بدر سرائے معاویہ رسیدند و دستوری خواستند ایشانرا دستوری ندادایشان برنجیدند و باز گشتند۔

معاویہ کے اس انتہائی غیظ و غضب کو معلوم کرکے ان چاروں حضرات نے اپنے قیام کو مدینہ میں قرین مصلحت نہ سمجھا اور مدینہ سے فوراً مکہ کی طرف چلے گئے ان لوگوں کے چلے جانے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی سوائے اس کے کہ وہ معاویہ کی فتنہ انگیز طبیعت سے خوب واقف تھے اور یہ ذرا سے اختلاف پر اپنے مخالف کیساتھ جیسا کچھ ظالمانہ سلوک کیا کرتے تھے وہ ظاہر ہے اس لئے ان لوگوں کیلئے ضرور تھا کہ اپنی عزیز جانوں کو اس کے پنجہ ظلم سے بچائیں اور انکی حفاظت اس وقت اس سے بڑھکر نہیں تھی کہ موقعہ سے ٹل جائیں۔

بہرحال جبتک یہ لوگ مدینہ میں موجود رہے معاویہ نے لب نہ ہلایا ان حضرات کے چلے جانیکے بعد اپنی تدبیروں کی جولانی کے لئے میدان خالی پایا اور مسجد رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں آکر نہایت شدومد سے ذیل کا خطبہ پڑھا۔

معاویہ بر منبر آمدہ بعد از حمد و ثنائے باری تعالیٰ گفت کہ می دانم کہ امروز کسے شائستہ تر از پسرمن نیست کہ بمسند خلافت و سریر امارت باشد چراکہ فضائلے کہ او راست دیگرے را نیست جماعتے از ایں کار او را اندو باعیوبے کہ او ندارد او را منسوب و معیوب می دارند و تا بلائے از من بایشان نرسد ایں نخواہد کرد ایشاں را باید کہ ترک فضولی دہند ایشاں مصلحت روزگار خود نگاہ دارند و الا ببینند انچہ از سزائے ایشانست بعد ازآں گفت کہ اگر امام حسین علیہ السلام و عبدالرحمٰن و عبداللہ ابن عمر و عبداللہ ابن زبیر را توفیق رفیق گردد با یزید بیعت کنند فبہا والا بایشاں کنیم انچہ با ایشاں باید کرد و ازیں بسیار گفت تہدید بے اندازہ بزبان آوردہ از منبر بزیر آمدہ بمنزل خویش باز گشت

معاویہ نے اپنے اس خطبہ میں تمام اہل مدینہ کو اپنی سطوت سلطانی اور سیاست خسروانی بڑے زوروں میں دکھلائی اور انکو اپنی عظمت و جلالت اور قوت و شوکت سلطنت سے بہت دھمکایا ان کی اس تہدید کا باشندگان مدینہ پر کسی قدر اثر بھی ضرور ہوا تاہم انہوں نے بیعت یزید کے مسئلہ میں اپنی رضامندی صاف صاف لفظوں میں نہیں ظاہر کی۔

ادھر معاویہ کو بھی ابھی باشندگان مدینہ کی طرف سے اطمینان نہیں تھا اسمیں شک نہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام عبداللہ ابن زبیر اور عبدالرحمٰن ابن ابوبکر کے چلے جانے سے معاویہ کے حصول مقاصد کے لئے میدان ضرور خالی مل گیا اور اس نے سوچا کہ جن لوگوں سے ہمکو خوف تھا ان میں سے کوئی بھی موجود نہیں جو یہاں کے لوگوں کو ہم سے خلاف کرنیکی کوشش کر سکے باعتبار انصاف کا موجودہ ضعف ہرگز اس قابل نہیں کہ ہمارے مقابلہ کی جرات کر سکے باینہمہ ابھی مدینہ میں تین حضرات ایسے باقی ہیں جو ضرور ہے کہ اپنے حصول مقاصد کی غرض سے اپنی تجویز کے ساتھ متفق بنا لئے جائیں کیونکہ ان باقی ماندہ تین حضرات میں ہر شخص اہل مدینہ پر ایک خاص قابو اور اختیار رکھتا ہے اور عموماً اس مقدس شہر کے باشندے انہی کی پیروی اور اقتدار کرتے ہیں۔

معاویہ کے یہ منتخب حضرات کون کون تھے پہلے حضرت عبداللہ ابن عباس دوسرے عبداللہ ابن عمر تیسرے حضرت عائشہ۔ ان حضرات کی نسبت معاویہ کا اعتقاد تھا کہ جب یہ بیعت یزید پر متفق ہو جائیں گے تو تمام لوگ بلامزاحمت اس کی بیعت کا قلادہ اپنی گردنوں میں ڈال لیں گے عبداللہ ابن عباس کا انعقاد اسکے لئے اس وجہ سے ضروری ہوا کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی غیبت میں بنی ہاشم انہی کے مطیع و منقاد ہونگے عبداللہ کی سازش سے بنی ہاشم کی رضامندی بآسانی حاصل ہو جائیگی عبداللہ ابن عمر کی نسبت مروان اطلاعاً لکھ چکے تھے کہ عوام مدینہ انہی کے پیرو ہیں اس وجہ سے عام استرضا کیلئے ان کا متفق کر لیا جانا بھی ویسا ہی لازم سمجھا گیا باقی رہا عائشہ کا انتخاب وہ سب سے زیادہ ضروری تھا۔ کیونکہ ان کا جو واسطہ عبدالرحمٰن سے تھا وہ بھی معلوم تھا اور جو علاقہ ابن زبیر سے تھا وہ بھی ظاہر تھا۔ ایک کی ہمشیرہ عزیزہ تھیں تو دوسرے کی خالہ مشفقہ۔ اور یہ دونوں حضرات یزید کے مقابلہ میں شروع سے عویدار خلافت چلے آتے تھے اس وجہ سے ان کا انتخاب سب سے زیادہ ضروری اور لازم خیال کیا جاتا تھا۔

بہرحال تمام لوگوں سے پوشیدہ رات کو اپنی فرودگاہ میں خلوت کی ایک صحبت

ترتیب دی گئی اور اس میں ان حضرات کو اس طرح باری باری بلایا گیا کہ ایک کو دوسرے کی گفتگو کی خبر مطلق نہ ہو۔ ہم معاویہ کی ان پرائیویٹ کارگزاریوں کی پوری کیفیت تاریخ روضۃ الصفا کی عبارت سے ذیل میں قلمبند کرتے ہیں

چوں عبداللہ ابن عباس در آمد معاویہ اور اتعظیم و تبجیل نمود گفت ما درہمہ وقت از بنی ہاشم حساب ہا داشتیم چہ ماہمہ پسران عبد مناف ایم و از یک پستان شیر خوردہ ایم و در یک چمن نشو و نما یافتہ و ہمہ اوقات بایکدیگر بودہ ایم و طریق محبت و مودت پیمودہ ایم۔ غبار وقتار کہ بر حواشی خواطر ما راہ یافتہ بواسطۂ ملک بودہ۔ قبل ازایں کہ امر حکومت قبیلۂ تیم و عدی داشت شما بر آں رضا دادا شنیدہ ہیچ نوع مخالفتے از شما صادر نشد چوں عثمان را کشتند تغیر در حال شما راہ نیافت و بر آں فعل انکار نکردید و بعد از منازعت و محاربات بسیار من مالک سریر مملکت گشتم و درباره شما تقصیرے نکردم و نیز برفعت منزلت شما مساعی جمیلہ مبذول داشتم و ابواب عطایا بر شما مفتوح ساختم و شما را بر اموال وافر محفوظ و بہرہ مند گردانیدم اما ہر چند ملاحظہ کنم از شما دوستی و موافقت ملاحظہ نمی کنم بلکہ از شما ہر روز یک نوع عداوت و مخالفت ظاہر می شود بالتخصیص از امیر المومنین امام حسین علیہ السلام کہ می کنند آنچہ ما بگویم بہتر باشد از محاربے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام با من کرد و غالب نیامد پس باید شنید این نوع کلمات و حرکات را ترک کنید و باصناف آلاؤ نعما کہ باری تعالیٰ درشان من ارزانی داشتہ مشاہدہ فرمائید و اگر شما را مظنۂ آنست کہ مانند جناب علی ابن ابیطالب و جناب امام حسن علیہما السلام کسے را داریدن آن ظن فاسد است۔

اس تقریر میں معاویہ کی چالیں قابل غور ہیں۔ امیر صاحب نے اپنی موجودہ گفتگو میں دونوں پہلو قائم رکھے۔ اظہار قرابت کے ملائم الفاظ میں دلجوئی منظور رکھی اور اعلان سطوت شاہانہ کے پُرزور اور سخت لہجہ میں دہمکی دیجاتی تھی اگر امیر صاحب اپنے دعوے میں سچے ہوتے تو جناب امام حسین علیہ السلام کے اُن اقوال کو بھی کھُل کھُل کر بیان کر دیتے جو اُن پر معارک صفین سے زیادہ گراں گزرتے تھے مگر امیر صاحب کے جہاں ہزارہا ایسے روزانہ عام فریب کے کچے چٹھے چلا کرتے تھے ان میں سے یہ بھی ایک کورا فریب اور سفید جھوٹ تھا بہرحال۔ عبداللہ ابن عباس نے جو اس تقریر کا جواب دیا وہ بھی روضۃ الصفا کی عبارت سے ذیل میں لکھا جاتا ہے

ابن عباس گفت آنچہ گفتی کہ پسران عبد مناف ایم سخن حق و کلمۂ صدق است و تو اگر از ما طمع دوستی داری دو رنیست اکنوں کہ بر مقصود خویش فائز گشتی و عروس ملک را در کنار نہادی۔ باید کہ باستمالت خاطر ہا کوشی و دلہا و دستاں زندو زما را احسان و عطفے کہ درمامیذول داشتی از تو بعید و غریب نیست زیرا کہ طبیعت تو برجود و کرم مجبول است ہر چند کہ مال افزون بخش و بر آں منت نہی و آنچہ گفتی شما را مانند امیر المومنین علی علیہ السلام و امام حسن علیہما السلام کسے نیست۔ مطبوع طبع نمی افتد۔ زیرا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام زندہ است او پسر پدر خویش است و صلاح حال آنست کہ اذیتے باو نرسانی و او را نرنجانی کہ عالمیان ترا دریں باب ملامت خواہند کرد کہ امروز در ربع مسکون غیر او کسے نیست کہ پسر دختر پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باشد۔ (روضۃ الصفا)

یہ تو ظاہر ہے کہ عبداللہ ابن عباس نے بھی معاویہ کا ایسا ہی جواب دیا جیسے اسکے سوال کا مدعا تھا مگر معاویہ ان کے مقصود کو سمجھ گیا اور انکی طرف سے بھی مطمئن ہو گیا اور اتنا ضرور یقین کر لیا کہ اس معاملہ میں یہ ضرور خاموش رہینگے عموماً تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس اس وقت آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے اور قیام مدینہ کو ترک فرما کر طائف میں کچھ کاشتکاری مشاغل کرتے تھے جس سے ان کی بسر اوقات ہوتی تھی اس لئے ان کی موجودہ حالتوں کے اعتبار سے معاویہ کو بھی ان کے ساتھ زیادہ شبہ کرنیکی ضرورت نہیں رہی تھی اس وجہ سے انکو ہنسی خوشی رخصت کر دیا اور عبداللہ ابن عمر کو بلایا انکی گفتگو کے لکھنے سے پہلے جان لینا چاہیے کہ یہ (عبداللہ ابن عمر) امیر المومنین علی علیہ السلام کی مخالفت میں پہلے ہی سے کمربستہ تھے اور محاربات جمل و صفین میں ان کی خموشی اور علیحدگی صاف صاف علی علیہ السلام کی مخالفت ثابت کر چکی تھی اسلئے معاویہ کو اپنی تجویزوں سے انکے متفق ہو جانے کی کامل امید تھی چنانچہ عبداللہ ابن عباس نے تو اس نے بیعت یزید کی نسبت کھل کر کچھ بھی نہیں کہا تھا جناب امام حسین علیہ السلام کی شکایت میں چھپے ڈھکے اپنے حقوق کے متعلق بے مروتی کا اظہار کیا تھا مگر ان عبداللہ ابن عمر کو جناب امیر علیہ السلام کا مخالف اور اپنا موافق پاکر ان سے البتہ اپنے دلی ارادوں کا اظہار صاف صاف کر دیا انسے جو گفتگو ہوئی وہ یہ ہے۔

معاویہ بہ عبداللہ ابن عمر گفت کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را چوں گلہ بے شبان و رمہ بے شبان باشد ازیں سبب یزید را بولایت عہد برکشیدم و فرمان در ہمہ امصار بلدان او ر پذیرفتند الا چندتن از قریش۔ اکنوں تو دریں مخالفت چہ اندیشیدہ عبداللہ ابن عمر گفت ہیچ میخواہی کہ تقدیم امرے کنی کہ فتنہ انگیختہ نشود و خون مردم ریختہ نگردد و دریں تو عیاۓ نزد ما

معاویہ گفت چرا نخواہم چنیں امرے را دوست دارم۔ عبداللہ گفت سریر خود را نصب کن و بر فراز آں نشیں تا من نخستیں در آیم و باتو بیعت کنم بشرط آنکہ بعد از تو نصب امامت باجماع امت باشد۔ سوگند باخدا ئے بعد از تو اگر امت بغیر انجمن شوند و غلام حبشی را با امامت برگزینند۔ من داخل شوم بدانچہ امت داخل شوند ایں بگفت و داخل سرائے خویش شد و در بر ائے خویش و بیگانہ فر و بست و ہر کس از دوستان عزم زیارت او می کرد رخصت نمی داد

عبداللہ ابن عمر نے اپنے گھر کے دروازے تو بند کر لئے مگر معاویہ کے حصول مقاصد اور بیعت یزید کے لئے کامل طور سے فتح الباب کر دیا معاویہ کو انکی ایسی نرم او رصلح نما تقریر سے پوری قوت مل گئی اور اس نے یقین کر لیا کہ جب ان جیسا شخص جسکی اوپر اہل مدینہ کا اتفاق منحصر ہے وہی اس معاملہ میں ہمارے حال پر ایسا مہربان ہو اور بغیر کسی خلاف اور انحراف کے اس معاملہ میں بالکل خاموشی اختیار کرتا ہے اور اپنے گھر کے دروازے بند کئے لیتا ہو اور جو ہمہ تن اجماع کا مطیع و منقاد ہونیکا مستحکم اقرار کرتا ہے تب ہمارے حصول مقاصد میں کونسی شے مانع ہے کیونکہ عوام الناس کا اجماع کچھ ایسا مشکل امر نہیں ہے یہ تو ظاہر ہے کہ بیعت یزید سے انکار کرنے والے محض وہ لوگ ہیں جو عمائد اور صنادید قریش میں شمار کئے جاتے ہیں وہ سب کے سب یہاں سے چلے گئے ہیں لیکن ان کے بعد جو ہے وہ یوں ہم سے اور ہمارے اجماع سے اتفاق کرنے پر موجود ہے اور اس کی خاص یہ حالت ہے کہ وہ اپنی جگہ پر اپنے گھر کے دروازہ بند کئے چپ چاپ بیٹھا ہے تو اگر عوام الناس بیعت کی معاملہ میں کسی سے کوئی رائے بھی لینا چاہینگے تو موقع پر سوائے اس کے اور کس کے پاس جائیں گے وہ ان کی رائے دینے سے پہلے اپنی کے اتفاق رائے کی متابعت پر از خود راضی ہے اور ایسا خموشی اور ساکت ہو کہ کسی سے ملنا ملانا بھی نہیں چاہتا آخر کار عوام الناس ہر طرف سے مایوس اور مجبور ہو کر میری ہدایتوں پر عمل کرینگے اور بیعت یزید اختیار کر لیں گے۔

بہر حال۔ ہم نے جہاں تک بیعت یزید کے معاملے پر خصوصًا ملک حجاز کے متعلق غور کیا ہے اور اسلام کی تاریخوں کے طومار کو دیکھا ہے ہمکو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ میں معاویہ کے حصول مقاصد اور بیعت یزید کا انعقاد صرف عبداللہ ابن عمر کی وجہ سے ہوا ہے کیونکہ تاریخیں بتلا رہی ہیں کہ اہل مدینہ عبداللہ ابن عمر کو ان حضرات کے مقابلے میں جو فی الحال بخوف معاویہ مکہ چلے گئے تھے عزت اور وقعت کی کم نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں کے چلے جانیکے بعد بیعت یزید کے معاملہ میں تمام لوگوں کی آنکھیں انہی کے فیصلہ کی طرف لگی ہوئی تھیں اور وہ انہی کے منشاد کے منتظر تھے اب جب ان لوگوں نے ایسی حالت میں ان کو دیکھا کہ یہ کسی سازش یا خوف کی وجہ سے یا جو بھی کچھ ہو کسی کو اپنے گھر تک نہیں آنے دیتے اور اس مسئلہ میں ان کی خموشی ان کا سکوت ان کی رضا اور تسلیم کو بتلا رہی ہے تو تمام لوگ مجبور ہو گئے معاویہ تو پہلے ہی اپنے خطبہ میں ان کو ڈرا چکا تھا اور کھلے کھلے لفظوں میں کہہ چکا تھا کہ جو شخص بیعت یزید سے انکار کریگا وہ بلائے عظیم میں مبتلا کیا جائیگا بلکہ یہاں تک اس نے تمام لوگوں کو سنا دیا تھا کہ یہ صنادید قریش و عمائد عرب عبداللہ ابن زبیر عبدالرحمن اور جناب امام حسین علیہ السلام اگرچہ ہم سے اختلاف کرکے مکہ چلے گئے ہیں مگر یہ بھی دیکھیں گے کہ میں ان کے ساتھ اس معاملہ میں کیا کرتا ہوں اب جب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تو ان لوگوں کے اضطراب و انتشار کی کیا حالت ہو گی۔

بہر حال۔ اس میں شک نہیں کہ عبداللہ ابن عمر کے سکوت نے معاویہ کے حصول مقاصد کو بڑی قوت پہنچائی اگر ان کے محاسن سلوک کی جو انہوں نے معاویہ کے ساتھ قائم رکھے تھے پوری تحقیقات کی جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ عبداللہ نے اس طریقہ میں اپنے پدر بزرگوار کی پوری تقلید اختیار کی تھی جنہوں نے اپنے ایام حکومت میں بنی امیہ کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو پھر ساحل مراد تک پہنچا دیا تھا اب انکے بعد ان کے لائق صاحبزادہ نے ایسی اعانت و مدد فرمائی کہ عرب کی حکومت اور تمام بلاد اسلامی کی امارت اگر ہمیشہ کیلئے نہیں تو کم از کم سو برس تک کے لئے معاویہ اور اسکی قریبی رشتہ دار میں قائم کر دی اس واقعہ سے دس برس کے بعد جس دلی جوش سے انہوں نے یزید کی بیعت بار دیگر قبول کی اور منکرین اہل مدینہ کو یزید کے خلاف باغی فاسق اور گنہگار بتلایا وہ تمام تاریخوں میں درج ہے ہم کو اس وقت کی خاموشی اور پھر اس وقت کا دلی جوش صاف صاف بتلا رہا ہے کہ یہ ابتدا ہی سے بیعت یزید پر راضی تھے اس وقت ان کا سکوت الخاموشی نیم رضا کا مصداق تھا۔ المختصر اب ہم عبداللہ ابن عمر کے متعلق حالات کو ختم کرکے ام المومنین عائشہ کے واقعات بیان کرتے ہیں صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں

عائشہ بمعاویہ گفت کہ ایں معنی پسندیدہ نبود کہ برادر من محمد را بمصر کشتی و کہ سوختی و امروز بمدینہ آمدہ برادر دیگرم عبدالرحمن را ایذائی کنی و دوبارہ او سخنان درشت می گوئی و فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را اپنیز رامی رنجانی و بہ جنس قتل تخویف می کنی و تو نمی دانی کہ طلقائی و طلقا را

حلال نیست کہ متصدی امر خلافت گردند و پدر تو از لشکر احزاب بودہ و در مخالفت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیچ امر نا مرعی نگذاشت و مرا معلوم نیست کہ ترا ازیں کہ گردانیدہ است۔ اگر ترا بگیرم و بقصاص برادر خویش بکشم مرا ازیں کار کہ مانع خواہد آمد

معاویہ نے اگرچہ اس کے بعد ام المومنین کو تو کسی قدر ٹھنڈا بھی کر لیا مگر با ایں ہمہ اسکو ان کی طرف سے قطعی مایوسی ہوگئی عبد اللہ ابن زبیر اور عبد الرحمٰن ان دونوں حضرات کا تصفیہ بھی انہی کے اتفاق پر منحصر تھا۔ لیکن اس معاملہ میں ان کی طرف سے ذرا بھی امید باقی نہیں رہی اور کوئی تدبیر بھی کارگر ہوتی نہیں پائی گئی۔ تو آخرکار معاویہ بمصداق "آخر الحیل السیف" ان کی ہلاکت کے درپے ہوا ان کے ختم ہوتے ہی بیعت یزید کی تمام الجھنوں کا قطعی فیصلہ ہوگیا۔ اور معاویہ نے استخلاف الرشید یزید پلید کی بیعت پر اہل مدینہ سے اقرار کرا ہی لیا۔ چنانچہ تاریخ حبیب السیر میں اس واقعہ کو اس عبارت میں لکھا ہے۔

در تاریخ حافظ ابرو از ربیع الابرار و کامل السقیفہ منقول است کہ در شہور سنہ ثمان و خمسین من الہجرۃ معاویہ ابن ابو سفیان جہت بیعت پسر لعین خود بمدینہ رفتہ امام حسین علیہ السلام و عبد الرحمٰن ابی بکر و عبد اللہ ابن زبیر و ابن عمر با عائشہ زبانِ ملامت و اعتراض بر وے بکشادند و معاویہ در خانہ خویش چاہے کندہ و سر آنرا بہ خاشاک پوشانیدہ و کرسی آبنوس بر آں نہادہ آنگاہ عائشہ را بضیافت طلب داشتہ بر کرسی نشانید تا در آں چاہ افتاد و معاویہ سر آں چاہ را بگچ مضبوط نمود و از مدینہ بمکہ رفت۔

اور اسی کے قریب قریب مضمون امام جلال الدین سیوطی نے بھی کتاب اوائل میں مندرج فرمایا ہے۔ اس کی اصلی عبارت کو ہم ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

وکان (معاویۃ) علی منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یأخذ البیعۃ لیزید فاخرجت عائشۃ رأسہا من الحجرۃ وقالت صہ صہ ھل استدعی الشیوخ لبنیہم البیعۃ قال لا قلت فبمن تقتدی انت فخجل ونزل عن المنبر وبنی لہا حفرۃ فوقعت فیہا وماتت یعنی معاویہ منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیٹھا ہوا یزید کیلئے لوگوں سے بیعت لے رہا تھا کہ عائشہ نے حجرہ سے سر نکالا اور کہا کہ چپ رہ چپ رہ اے معاویہ! آیا شیخین نے بھی اپنے بیٹوں کے لئے بیعت لی تھی۔ معاویہ نے یہ کہا کہ نہیں عائشہ نے کہا کہ پھر تو کس کی پیروی کرتا ہے۔ پس معاویہ شرمندہ ہو کر منبر سے نیچے اتر آیا اور ام المومنین عائشہ کے لئے ایک گڑھا کھودا اس طریق پر کہ وہ اس میں گر کر انتقال کر گئیں۔

حکیم سنائی جو بقول شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی اولیائے کبار سے ہیں اپنے حدیقہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں ؎

عاقبت ہم بدست آں طائی ۔۔۔ شد شہید و بکشت آں یاعلی
آنکہ با جفتِ مصطفےٰ زینساں ۔۔۔ بدکند مرد را تو مرد مخواں

بہرحال۔ امیر صاحب مدینہ میں کسی نہ کسی طرح بیعتِ یزید کا معاملہ طے کرتے ہوئے مکہ پہنچے۔ یہاں پہنچکر بخلافِ مدینہ انہوں نے بالکل نرمی اور ملائمت اختیار کی جناب امام حسین علیہ السلام۔ عبد اللہ ابن جعفر عبد الرحمٰن ابن ابی بکر اور عبد اللہ ابن زبیر پھر ان سے اسی طرح ملے جیسے مدینہ میں پہلے مل چکے تھے چنانچہ صاحب روضۃ الصفا مکہ میں انکی ملاقات کے احوال یوں لکھتے ہیں۔

چوں منازل و مراحل طے کردہ بحوالی حرم رسید معارف مکہ باستقبال او رفتند و امیر المومنین حسین علیہ السلام و عبد اللہ ابن جعفر و عبد الرحمٰن و ابن زبیر نیز او را استقبال نمودند چوں معاویہ ایں چہار کس را دید استبشار نمود ہر یک را بنوعے بنواخت و فرمود تا چہار جنیبت پیش ایشاں کشیدند و با ایشاں در مقام مباسطت آمدہ روان شد و چوں در مکہ نزول کرد فراخور آں جماعت صلہ ہائے گراں مایہ فرستاد و امیر المومنین امام حسین علیہ السلام جائزہ معاویہ را قبول نفرمود

اللہ اللہ۔ کہاں تو وہ عتاب اور کہاں یہ اشفاق ؏ ببیں تفاوتِ رہ از کجا ست تا بہ کجا۔

مدینہ میں تو اس جماعت کی تذلیل و تحقیر کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا اور اب مکہ میں یہ تعظیم و تکریم سبحان اللہ رب العظیم کچھ سمجھ میں نہیں آتا حقیقت تو یہ ہے کہ جن لوگوں کے اغراض و مقاصد حق پر نہیں ہوتے ان کے تغیر اور تلوّن کی ایسی ہی مختلف صورتیں ہوا کرتی ہیں امیر صاحب کو تجربۃً یہ ثابت ہو چکا تھا کہ ان حضرات کے مقابلہ میں سوکھی دھمکیوں سے کام نہیں نکلے گا اور یزید کی بیعت کا بیڑا سلطنت کے زور لگائے جانے سے نہ چلیگا۔ تحفہ اور انعام کی ترکیب بھی کارگر ہوتی ابن زبیر وغیرہ کی طرف سے جو امید ہو مگر حضرت امام حسین علیہ السلام کا انکار ایسا محال اور دشوار ہے کہ ان کی طرف سے قطعی مایوسی ہی نہیں

بلکہ بالکل انہونی بات ہے۔

انہی امور پر کامل غور کرکے امیر صاحب نے ان حضرات کے استمزاج لینے کی غرض سے مدینہ کی ایسی یہاں بھی ایک پرائیویٹ صحبت قائم کی اور ان حضرات کو تخلیہ میں طلب کیا اسی طرح کہ ایک کی دوسرے کو خبر نہ ہو ہم اس پوشیدہ مشورت کی کیفیت بھی تاریخ روضۃ الصفا کی عبارت سے ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

از جناب امام حسین علیہ السلام معاویہ گفت کہ دوسہ کلمہ معروض بپائے تو خواہم کرد کہ بسمع رضا اصغا نمائی وجواب نیکو بگوئی۔ امیر المومنین حسین علیہ السلام فرمود آں کدام است معاویہ گفت کہ پیش ازیں مکتوبات باطراف ولایت فرستادہ معارف ومشاہیر را طلب داشتم تا با یزید بیعت کنند وبحکومت او رضا دہند ودر قضیۂ مردم تاخیر نمودم چہ دانستم کہ ایشاں اکثر قوم وعشیرۃ اند وبا او درایں امر ہیچ مضائقہ نخواہند کرد بالآخر چوں از ایشاں التماس نمودم کہ با یزید بیعت کنند جمعے کہ بیع از ایشاں متوقع بودہا اوامتناع نمودند ومن اگر دیگرے را شائستہ خلافت می دانستم اورا بہ ولیعہدی اختیار می کردم۔

بیعت یزید پر جناب امام حسین علیہ السلام راضی ہو جاتیں یا اپنی رضامندی ظاہر فرماتیں۔ خدا کی شان۔ استغفراللہ ربی۔ معاویہ کے اس کہنے سے کہ خلافتِ یزید کی ابتدا اہلِ اسلام کی تحریک اور استدعا سے ہوئی اور وہ تمام اہل اسلام کے نزدیک ایک تسلیمی مسئلہ قرار پا چکا ہے معاویہ کا یہ خیال تھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام بھی اتفاق کرلیں گے یہ انکی سراسر جہالت ونادانی ہے۔ معاویہ کو اپنی ابلہ فریبیوں کے مقابلہ میں انہی لوگوں سے ایسی امید کرنی چاہیئے تھی جو صرف اپنی ضرورت کے نکالنے اور اپنا ہیٹ پالسی کی غرض سے اجماع کے قائل تھے بخلاف ان تکم پرستوں کے جناب امام حسین علیہ السلام اس خاندان اعلیٰ اور دودمان والا کی مبارک یادگار تھے جو اپنے استحقاق منصوصہ کے مقابل میں اتفاق اجماع اور شورائے کو آج تک کوئی چیز ہی نہیں سمجھتے تھے اور جنہوں نے ایک بار نہیں ہزار بار ایک سو قدر نہیں ہزار سو قعوں پر۔ اجماع کی تمام دلیلوں کی پورے طور سے قطع وبرید فرمادی تھی۔ جناب امام حسین علیہ السلام بھی اس وقت اسی اصول کو اختیار فرمائے ہوئے تھے پھر ایسی حالت میں جناب امام حسین علیہ السلام پر معاویہ کی یہ لغویات کیا اثر پیدا کرسکتی تھیں۔

المختصر روضۃ الصفا کا بیان ہے کہ معاویہ کے جواب میں جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ آہستہ باش اے معاویہ! مردم ہستند کہ سزاوار ایں کار اند وہم از پدر تو ہم از پسر تو فضیلت ورجحان می دارند

یہ مختصر مگر دنداں شکن جواب سنکر امیر صاحب کے اب تو کان کھڑے ہوئے پوچھنے لگے مگر ازیں سخن خود را می خواہی۔ امام حسین علیہ السلام نے نہایت آزادانہ مگر مختصر الفاظ میں یوں ارشاد فرمایا کہ اگر خویشتن را خواہم ودر نیست

اتنا سنکر معاویہ اپنے پیارے بیٹے یزید کی کیسے ہیٹی ہونے دیں کہنے لگے در آنچہ مادر وپدرِ تو بہتر از مادر وپدرِ یزید است۔ شکے نیست۔ اما بخدا سوگند کہ یزید در اقامت لوازم خلافت وقواعد سلطنت بہتر از تو بود با امر ونواہی حکومت سزاوار از تست۔ معاویہ کے کلام کی ردمیں امام علیہ السلام نے فوراً ارشاد فرمایا کہ طرفہ حالتے است کہ خمارہ وفاجر امت بہتر از من باشد۔ اب تو اس پردہ کے فاش کر دینے سے امیر صاحب گرمائے مگر پھر سنبھل کر کہنے لگے آہستہ باش کہ اگر تو در مجلس یزید کو گردی او بغیر از نیکوئی در شانِ تو نگوید۔ امیر صاحب نے اس جواب میں اگرچہ ملائمت کے ساتھ صرف اپنے ولیعہد بہادر کے محاسن اخلاق کا اظہار کردیا اور حقوق سے کوئی بحث نہیں کی مگر جناب امام حسین علیہ السلام نے ان کی اس تقریر کا ایسا سنجیدہ اور معقول جواب دیا کہ آخر کار معاویہ کو یزید کے اظہار محاسن کے دلائل سے عاجز آکر اپنی تقریر کے سلسلہ کو دوسری طرف پھیرنا پڑا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ من آنچہ از وے می دانم میگویم واو را نیز باید کہ آنچہ از من می داند بگوید۔ یہ ایسا پُر معنی اور مسکت جواب تھا کہ پھر معاویہ کو اس معاملہ میں آیندہ گفتگو کی جرأت نہ ہوسکی آخر کار جناب امام حسین علیہ السلام کو رخصت کردیا۔ مگر چلتے چلتے اتنا ضرور سنا دیا یا ابا عبداللہ بر خیز وبہ باسعادت باز گرد وبر جان خود بترس وازاہل شام بر حذر باش وباید از جواب در شانِ یزید از تو شنیدم ایشان نشنوند کہ ایشاں با تو وپدر تو در مقام عداوت کدورت ہستند۔ جناب امام حسین علیہ السلام کے بعد عبدالرحمٰن ابن ابوبکر کی طلبی ہوئی۔ ان سے جو گفتگو ہوئی وہ یہ ہے۔

عبدالرحمٰن گفت اے معاویہ! اما ترا حوالہ بخدا تعالیٰ کردہ ایم وما باغو اسئے تو با یزید بیعت نخواہیم کرد وہیچ خلافت را بشورا بے بائیگزاشت معاویہ گفت من صفاہیت ترا می دانم وآنچہ در حق تو اندیشہ کردم زود باشد کہ بینی عبدالرحمٰن گفت خداوند عالم در دنیا وآخرت ترا بآں بگیرد وعقوبت کند معاویہ دست دعا بر داشت کہ خدایا ہم ایں شخص

ازمن کفایت کن ہیں آنگاہ گفت اے فلاں بعد برجانِ خود بہ بخشائے و
ازار بابِ شام حذر نما۔

عبدالرحمٰن کے بعد امیر صاحب کو جس شخص سے سامنا ہوا وہ ایسا حرفت والا اور دیدہ میں دیدہ ملا کر جواب دینے والا تھا جو اب بھی اپنے آپ کو ان سے زیادہ تر خلافت کا مستحق سمجھتا تھا اور اپنے استحقاقِ اضافی کی اعتبار سے خلافتِ گزشتہ بیان سے پہلے حملہ بھی کر چکا تھا۔ اگرچہ شام میں انہیں آپ کو یہ خلیفہ نہیں سمجھتا تھا مگر حرمین میں اپنے آپ کو خلیفہ سے کم نہیں جانتا تھا وہ کون تھا؟ عبداللہ ابنِ زبیر حضرت صدیقِ اکبر کا نواسا اور جنابِ صدیقہ کا پیارا بھانجا۔ اب ان میں اور امیر صاحب میں جیسے برابر کی جوڑ چلی اور دونوں میں جیسی گہری چھنی وہ روضۃ الصفا کی زبانی یوں ہے۔

چوں چشم معاویہ بر وے (عبداللہ ابن زبیر) افتاد ایں دو بیت کہ بر راہے کہ سوراخ او مسدود می شود از راہِ دیگر بیرون می آرد۔ بعد ازاں گفت اے پسر زبیر ابر جانِ خود ترس گرد خلافت و شقاق مگرد و براں کہ خلافتِ یزید قرار گرفتہ و کار بے ستقیم و منتظم گشتہ مستقل باش۔ ابنِ زبیر گفت اے معاویہ! در ضمیرِ من تخالفِ اہلِ اسلام نیست اما باید کہ موسس و مبانیٔ فتنہ نباشی و ایں کار را بشوریٰ حوالہ کنی و از حکومت اگر ملول شدہ دست از آں باز دار و بہ پسرِ خود مدہ خلافتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امرِ پُر خطر است و در روزِ قیامت از تو سوال کنند کہ چوں از ایں عہدہ بیروں آمدی و بعد از خود بہ کہ گزاشتی و در خاتمۂ فاتحہ آنچہ در ضمیر داری بیاندیش معاویہ گفت۔ اے پسرِ زبیر! از ایں سخناں بگذر و بعد ازیں حذر باش کہ شامیاں ایں کلمات را از تو نشنوند کہ ایشاں را طاقتِ استماع ایں حدیث نیست۔

اس جلسۂ مشورت کو ختم کر کے معاویہ نے پھر دو تین روز تک خاموشی اختیار کی۔ اس امید پر کہ شاید اب بھی یہ لوگ ان کی اس تجویز سے اتفاق پیدا کر لیں اور اپنی خموشی کی حالت میں بھی تالیفِ قلوب اور خوشامد کو مشغلوں سے غافل نہ رہا اور سالِ تحائف کا سلسلہ پھر ویسے ہی آغاز کیا چنانچہ ہمارے مستند مورخ لکھتے ہیں کہ نزد امیر المومنین حسین علیہ السلام پیش از دیگراں ہدایا فرستادہ جانبِ او را از ہمہ مرجح داشت اما آنجناب صلۂ آں را قبول نفرمودہ (روضۃ الصفا ملخصاً صفحہ ۳۷)

جب یہ ترکیب بھی کارگر ہوتے نہیں دیکھی دیکھا ایک بہت بڑی مجلس حرم محترم میں منعقد کی جس میں تمام اہلِ اسلام خصوصیت کیساتھ بلائے گئے ایک بہت بڑا منبر بھی امیر صاحب کے لئے آراستہ کیا گیا آغاز کلام سے پہلے سابق بزرگواروں کا جو شروع سے منکرینِ بیعت چلے آتے تھے پھر اس وقت استمزاج لینا ضروری سمجھا گیا اسلئے ان لوگوں سے خود مخاطب ہو کر امیر صاحب نے کہا کہ شفقتِ مرا بحالِ خویش می شناسید ایں وقت آنچہ امکان داشتم دربارہ شما خدمت شائستہ بجا آوردم و صلۂ رحم را منظور می دارم و امید وارم کہ من بعد ایں معنی سمت از دیا پذیرد و غرض از ترتیبِ ایں مقدمات آنکہ یزید برادر پسرِ عم شما است مخاطر خواہم آنکہ بحسبِ ظاہر او را خلیفہ شمارید و در معنی اختیار امور مملکت در قبضہ و اختیارِ شما خواہد بود۔

اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ امیر صاحب کی یہ آخری کوشش تھی ہر طرف سے مجبور ہو کر آخر میں اس کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ظاہر میں تو یزید خلیفہ مان لیا جائے اور باطن میں آپ حضرات سلطنت کی تمام کاروبار اپنے اختیار سے انجام دیں معاویہ کی اس مجبوری اور مایوسی نے انکی بناوٹ اور خود غرضی کی تمام قلعی کہولدی اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہ اس وقت کیسے غرض کے باولے ہو رہے تھے حاضرین میں تو کسی نے ان کی استدعا پر اعتنا نہیں فرمائی اور کچھہ جواب نہیں دیا مگر عبداللہ ابنِ زبیر سے اس وقت بھی چپ نہ رہا گیا اور وہ تمام جلسہ کیطرف سے ایک سپیکر[ل] ہونیکی حیثیت میں ظاہر ہو کر جو کچھہ کہنے لگے ان کی تقریر کو ہم روضۃ الصفا کی عبارت سے نقل کرتے ہیں۔

ابنِ زبیر گفت اے معاویہ از سہ کار یکے را اختیار کن معاویہ گفت آں کدام کدام است؟ گفت اول آنکہ ہیچ کس را بخلافت تعین مکن۔ چنانکہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسے را تعین نکرد و چوں بجوارِ رحمت خدائے عز و شانہ انتقال کرد مسلماناں بعد از استشادہ کسے را کہ اہلیت داشت خلیفہ ساختند۔ یعنی ابابکر را۔ معاویہ گفت من ایں کار نتوانم کرد چہ در میانِ شما ہیچ کس را مثل ابی بکر نمی بینم و می ترسم کہ بعد از من در میانِ امت مخالفت پیدا شود۔ عبداللہ گفت کہ اگر ایں صورت مطبوع طبعِ تو نمی افتد بجناں کہ ابوبکر شخصے را از صنادیدِ عرب و قریش برگزیدہ خلافت باو داد تو نیز یکے را اختیار کن بشرط آنکہ آں شخص از بنی عبدالشمس و بنی امیہ نباشد و اگر ایں سعی ہم موافق طبعِ تو نیست بسنتِ عمر ابنِ خطاب عمل نما و تعین خلیفہ را بشوریٰ باز گذار و باوجود آنکہ

ل Speaker بولنے والا۔ نمایندہ ۱۲

عمر اقربا و پسران داشت کہ ہمہ را استحقاق آں بود کہ متصدی امر خلافت
ہیچ یک از ایشاں نشود۔ معاویہ گفت مرائے ایں سہ شخص دیگر بخاطر تو می
رسد۔ ابن زبیر گفت نے سخن ہمیں است معاویہ رو بدیگراں کردہ
گفت شما چہ می گوئید۔ ایشاں گفتند ما ہماں می گوئیم آنچہ عبد اللہ ابن
زبیر گفتہ۔ معاویہ گفت من می خواہم پیش از رحیل بر منبر شوم و مردم را
نصیحت کنم و ایں وعظ را بر فردا گذاشتم و من برائے شما از اہل شام
می ترسم وقد عذر من انذر عاقبت بخیر باد۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اب اس ضد کا کیا علاج۔ نہ یہ مانینگے نہ وہ بلکہ جو دل سے لگی ہو کرینگے
تو وہی۔ ناظرین کو امیر صاحب کی موجودہ پالیسی تو معلوم ہو گئی اگر غور
کیا جائے تو عبد اللہ جس طریقہ کا پیرو تھا اس کی ہدایت کے اعتبار سے
اس کی تجویز صحیح و درست تھی اب اگر معاویہ اسکے ہم طریق ہوتے تو ضرور
اس کی پیش کردہ شرائط کو تسلیم کرتے ان کا انکار یقین دلا رہا
ہے کہ وہ اس طریقہ اور اس اصول کے پابند ہی نہیں تھے اور جسکی
متابعت اور اطاعت وہ کرتے تھے وہ صرف ان کی غرض اور ضرورت
تھی اور کچھ نہیں۔ معاویہ سے حضرت عثمان کی اقتدا بھی نہ کی گئی
یہ تو خاص الخاص بنی امیہ تھے خلافت ملنے کے وقت انہوں نے
کیسی عقیدت اور ادب کیساتھ سیرت شیخین کے اتباع کا مجمع عام
میں اقرار واثق کیا تھا اس وجہ سے ضرور تھا کہ حضرت عثمان
ہی کی عظمت مدِ نظر رکھکر سنتِ شیخین کا مسلک اختیار کر لیتے۔

القصہ معاویہ نے ایک نہ سُنی اور سنتے تو کیسے شریر عبد اللہ نے تو بیعت
یزید کے معاملہ کو دو ٹوک کر کے ان سامنے رکھدیا کہ انکے آئے ہوئے ہوش
باختہ ہوگئے خصوصاً آنکہ از بنی عبد الشمس و از بنی امیہ نباشد کی ایسی شرط
لگادی کہ سمجھنے کا گھر بالکل مٹی کا ہو گیا۔ امیر صاحب کے لئے کسی طرف سے
نکلنے کی راہ باقی نہیں رہی تو آخر مجبور ہو کر۔ ان حضرات کو رخصت کیا
اور اپنے وعظ و پند کے پشتارے کو بھی تہ کرکے رکھدیا اور اس جلسہ کو بھی
موقوف کر دیا جس کیلئے اتنا بڑا اہتمام کیا گیا تھا۔ وہ دن تو اسی حجت
بیجا میں تمام ہوا۔ رات آئی تو قیامت آئی امیر صاحب کے یہ رات
عجب انتشار و اضطراب میں گزری مدینہ تک تو وہ اپنا کام اپنی خاص طرز
پر بناتے آئے تھے مگر یہاں کوئی ترکیب پیش نہ چلی اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی
جب ہر طرف سے مایوس ہو گئے تو پھر وہی کھلی کھلی مکاری اور عیاری
کی ترکیب عمل میں لائے وہ اس طرح کہ مردانِ ہمراہی میں سے چند اہل شام
کو جو مخالفت اہل حجاز اور محبت یزید میں کامل تھے اشارہ کردیا کہ کل
کی موعظت میں ہم عموماً لوگوں سے یہ بیان کرینگے کہ ان تینوں (یعنی حضرت
امام حسین علیہ السلام۔ عبد الرحمٰن ابن ابو بکر اور ابن زبیر) نے بھی
بیعتِ یزید کو منظور کر لیا ہے لہذا تم لوگ بھی یزید کی بیعت قبول کرلو
تو اب تم لوگوں کو چاہیئے کہ با شمشیر برہنہ ان لوگوں کے پاس کھڑے
رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ یہ ہماری عام فریبی کی حقیقت فاش کر دیں ہمکو
یقین ہے کہ وہ اپنی جان کے خوف سے ضرور خاموش رہینگے
اور کچھ نہ کہہ سکینگے ان کی خاموشی اور سکوت عامۃ الناس کے نزدیک
ان کی رضامندی کا پورا ثبوت ہو جائیگا جو ہمارا عین مقصد ہے امیر
صاحب کی اس جوڑ بندی کی کیفیت تاریخی عبارت میں ملاحظہ ہو۔

روزِ دیگر شد و معاویہ باستحضار صنادید قریش فرمان داد امام حسین
علیہ السلام و عبد الرحمٰن ابن ابی بکر و عبد اللہ ابن زبیر نیز حاضر گشتند
و معاویہ بر منبر رفتہ خطبہ آغاز کرد و بتدریج سخن بمقصود رسانیدہ
گفت من از مردم سخناں می شنوم کہ آنرا اعتبارے نیست دیروز
چناں استماع نمودم کہ جماعتے باہم می گفتند کہ امام حسین علیہ السلام و
عبد الرحمٰن ابن ابی بکر و عبد اللہ ابن زبیر بخلافتِ یزید راضی نیستند
و بائے بیعت نمی کنند از سخن ایشاں متعجب شدم ایں ہر سہ کس را
کہ سادات قریش و اکابر قبیلہ اند بحضور خویش طلبیدم و از ایں
معنی شرائط استفسار بجا آوردم۔ لطفہا کردند و بہ بیعت یزید اعتراف
نمودند و ایں حدیث در حضور ایشاں می گوئیم کہ ہر کس از ایں امر
شک و شبہ باشد مرتفع گردد و در ایں اثنا اہل شام شمشیرہا از نیام
برآوردہ گفتند کہ اگر ایں سہ کس آشکارا بیعت کردند فبہا و الا ما ایشاں
را می کشیم چہ ما راضی نیستیم با ایں بیعت در خفیہ واقع نشود۔ باوجود شوکت
و استقلال و عظمت یزید را متابعت ایں چہار کس چہ احتیاج
ست اے معاویہ با دستوری دہ نفر ما ایں چہار کس را گردن
بزنیم۔ معاویہ با ایشاں گفت ساکن باشید و شمشیرہا خود را در
غلاف کنید و طالب شر و فساد و فتنہ و خون ریختن نباشید۔ اے
اہل شام از خود بترسید و فتنہ را انگیز مکنید کہ ہدم بنیانِ دین مبارک
نباشد اہالیانِ شام شمشیر را در نیام کردند امیر المومنین امام حسین علیہ السلام
و عبد الرحمٰن ابن ابی بکر و عبد اللہ ابن عمر و عبد اللہ ابن زبیر متحیر گشتند و
با خود اندیشیدند کہ اگر گوئیم بیعت نکردہ ایم لا محالہ ما را زندہ نگذارند

لاجرم دراں محفل زبان درکام کشیدند و ہیچ نگفتند و دیگراں با یزید بیعت کردند علامہ ابن اثیر بھی اپنی تاریخ کامل میں اس مضمون کو ذیل کی عبارتیں قلمبند فرماتے ہیں۔ ثم دعا صاحب حرسہ بحضرتہم واقام علےٰ رأس کل رجل من ھؤلاء رجلین ومع کل واحد سیف وقال ان ذھب رجل منہم یرد علیّ کلمۃ بتصدیق او تکذیب فلیضرباہ بسیفہ ثم خرج وخرجوا معہ حتی رقی المنبر معاویہ نے اپنے پاسبان کو بلا کر ان چار آدمیوں کو سامنے کہا کہ تم ان لوگوں میں سے ایک ایک شخص کو ساتھ دو دو سپاہی مقرر کرو جو تلوار لئے انکے ساتھ کھڑے رہیں کہ اگر ہمارے خطبہ کے درمیان ان میں سے کوئی کلام کرے تو فوراً اس کی گردن ماردی جائے (تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۲۰۱)

یہ تمام واقعات جو ہم نے بیعت یزید کے متعلق روضۃ الصفا کی اسناد سے لکھے ہیں وہ بجنسہ تاریخ الخلفاء امام جلال الدین سیوطی کے ترجمہ میں بھی موجود ہیں جو مطبع صدیقی لاہور سے چھپکر شائع ہوئی ہے لیجئے کمہ میں بیعت یزید اس چالبازی اور جوڑ توڑ سے عمل میں لائی گئی حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو بیعت یزید کی شہرت بھی انہوں نے ایسی ہی کرائی جیسے اپنی خلافت کا جھوٹا اور جعلی اعلان دومۃ الجندل میں کرالیا تھا بیعت یزید پر اجماع نیک نیتی اور صحیح اصول کیساتھ ہوا یا نہ ہوا وہ ایک جداگانہ بحث ہے لیکن اس کی حکومت اشاعت تو سر دست ضرور ہوگئی اور امیر صاحب کا یہی مقصود تھا۔ بیعت یزید پر کیا منحصر ہے دومۃ الجندل کا فیصلہ کس نیک نیتی اور دیانت سے کیا گیا تھا اور اسکو تصفیہ کا اصول کونسا درست تھا جس نے دو دو فقروں کے ہیر پھیر میں معاویہ کو خواہ مخواہ خلافت دلوا ہی اسی طرح معاویہ کی عیارانہ چالبازیوں نے حرمین میں یزید کی حکومت کا رنگ بھی جما دیا ورنہ صورت واقعہ اصل وہی تھی جو پوری تصریح کیساتھ اوپر لکھی گئی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اصلی دعویداران و حقداران خلافت کی استحقاق ہر طرح سے نص خدا اور فرمان رسول سے ثابت تھے انکے مقابلہ میں اجماع شورٰی وغیرہ وغیرہ کے مصنوعی طریقے صرف اسی غرض سے ایجاد کئے گئے تھے کہ ان کی خودغرضی اور طمع دنیاوی کے پردے فاش ہوں اور اتفاق کی آڑ میں اپنی بے لوثی اور استغنا کا اظہار ہو مگر بات یہ ہے کہ قدرت کی انتظام اور انسان کے مخترعات میں بڑا فرق ہوتا ہے اسلئے تین ہی برس کے بعد اس انتظام میں تغیر پیدا ہونے لگا پہلے ہی خلیفہ کے بعد استخلاف کا منسوخ شدہ قانون پھر نافذ ہوا۔ اور حضرت ابوبکر کے وصیت نامہ کے موافق حضرت عمر خلافت کی گدی پر بٹھلائے گئے تعجب ہے کہ اس وصیت نامہ کے لکھنے کیوقت کسی نے بھی حسبنا کتاب اللہ

کہکر حضرت خلیفہ اول کو قاعدہ استخلاف کو بازیگر نافذ کرنیسے نہ روکا خلیفہ ثانی کے بعد شورٰی عامہ کا خلاصہ صرف چھ آدمیوں میں محدود کردیا گیا اسی سے سمجھ لینا چاہیئے اگر اس انتظام جدید کو اصول نفسانی اغراض و مطالب سے مبرا ہوتے تو اس میں اگر ہمیشہ کیلئے نہیں تو تھوڑے دنوں تک کیلئے تو ضرور کچھ استحکام ہوتا مگر یہاں تو صبح سے شام بھی نہیں ہونے پائی کہ انکے رنگ برنگ ہونے لگے اور انکی ظاہری صفائی اور اتفاق میں خودغرضی اور نفسانیت کی مہیب صورتیں دکھلائی دینے لگیں معاویہ کی خواہ مخواہ خلافت کی حقیقت اس وقت کسی اصل کی قاعدہ سے معلوم نہیں ہوتی انکے ہوا خواہ انپر بھی اجماع ثابت کرتے ہیں ایک تو دومۃ الجندل کے فیصلہ کے بعد مگر جب اس فیصلہ کی کوری بے ایمانی ثابت کیجاتی تو پھر اس اجماع کو حضرت امام حسن علیہ السلام کی صلح تک اٹھا لیجاتے اور یہ دکھلاتے ہیں کہ اس صلحنامہ کے بعد انکی خلافت پر اجماع ہوا مگر اس میں بھی اختلاف ہے عموماً سواد اعظم اہلسنت والجماعت کا اسپر اتفاق ہے کہ خلافت راشدہ کے تیس سال کا محدود زمانہ جناب امام حسن علیہ السلام کی ششماہہ حکومت پر تمام ہوچکا اب اگر ان کو خلافت ملی بھی تو یہ خلافت نہیں تھی بلکہ ایک معمولی بادشاہت تھی اس سے نہ خلافت اسلامی کو کوئی واسطہ تھا اور نہ اجماع امت کوئی سروکار چنانچہ ہمارے مستند ہمعصر خواجہ عبید اللہ امرتسری تحریر فرماتے ہیں اس کے سوا خلافت راشدہ کا زمانہ منقضی ہوچکا تھا۔ اب ملکت عضوضہ کے عہد کی صبح نمودار ہو نیوالی تھی معاویہ کے سوا اور کوئی صحابی اسکو پسند نہیں کرتا تھا۔

خلافت تو یہیں سے رخصت ہوگئی اب اجماع ہوا تو کیا اور نہ ہوا تو کیا اگر اجماع ہوا بھی تو ان کی معمولی بادشاہی پر نہ خلافت اور نیابت رسول پر تعجب تو یہ ہے کہ جب ان کی خلافت کے ڈھانچے کو انکی خیرخواہ اجماع اور اتفاق کی کھپچیوں سے درست کرنیمیں کامیاب نہیں ہوئے تو اجماع اور استخلاف کے اصول سے دست بردار ہوکر استیلا اور غلبہ کے طریقہ سے انکی خلافت کے مجسمہ کو قائم کرتے ہیں اجماع اور استخلاف کے بعد استیلا اور غلبہ خاصکر انہی کی خلافت ثابت کرنیکے لئے انعقاد خلیفہ کے مقررہ اصول

میں ایجاد کیا گیا۔ استیلاء اور غلبہ حقیقت میں کیا ہے؟ یہ ہی جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ اس جملہ پر غور کرکے ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کلمہ کہاں تک دیانت۔ امانت یا احکام شریعت کے مطابق ہے۔

المختصر معاویہ کے اصولِ خلافت کی تحقیق تو قطب جنوبی کی تحقیق سے بھی زیادہ مشکل ہے جس کی تھوڑی سی کیفیت اوپر بیان کی گئی اب امیر معاویہ نے اپنے بعد اپنے صاحبزادۂ بلند اقبال یزید کو سریر خلافت پر بٹھلا کر ان بدعات کے سلسلہ میں ایک کڑی اور جوڑ دی اور بخلاف اجماع و سیرت شیخین صاحبزادے کو کسی نہ کسی طرح بلاد اسلامیہ کا حاکم بنا ہی دیا۔

ہمارے اس مسلسل اور مکمل بیان سے ظاہر ہو گیا کہ اصلی دعویدارانِ خلافت کے جائز حقوق کے مٹانے اور اپنے مصنوعات و مخترعات کو سچا اور صحیح بتانے کے لئے کیسے کیسے طوفان اٹھائے گئے اور کیسی کیسی جی توڑ کوششیں کی گئیں اور کیسے کیسے جوڑ توڑ سے کام لیا گیا۔ ان ذواتِ مقدسہ کے نام مٹانے اور ان کے فضائل و مناقب منصوصہ مخصوصہ کے گھٹانے میں کیا کیا فکریں نہ کی گئیں۔ انہی مظالم کے سلسلہ میں کربلا کے قیامت ناک واقعات کی ابتدا ہوئی جس کے اقدام کا آغاز معاویہ کے زمانہ سے شروع ہوا اور اس کی تکمیل کا سہرا یزید کے سر باندھا گیا اس کی تفصیل یوں ہے کہ ان اصلی اور جائز مستحقینِ خلافت کے حقوق پامال کرنے اور ان کے اختیارات منتزع کرنے کے لئے اجماع۔ استخلاف۔ شوریٰ اور استیلا وغیرہ کے غیر محدود اصول قائم کئے گئے اور ابتدا ہی سے استحکام سلطنت کیلئے ان کے ضعف اور اضمحلال پیدا کرنے کی عملی کوشش کیجانے لگیں اور پھر ان کے ضعیف اور مجبور بنا دینے ہی پر بس نہیں کی گئی بلکہ اس کے بعد ان حضرات کے قتل کرنے اور دنیا سے ان کا نام مٹانے کی بھی فکر کرنے لگے اور معاویہ نے جناب امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوا کر سب سے پہلے اس خونِ ناحق کی ابتدا کی یزید نے اس ایجاد پدری میں واقعۂ کربلا کا خونیں منظر دکھلا کر ایسا کامل اضافہ کر دیا جس نے اُسکے نام کو ظلم و تعدی میں باپ کے نام سے ضرور بڑھا دیا۔

اپنی اس بحث کو تمام کرتے ہوئے ہم اپنے اس مضمون کو بھی ختم کرنا چاہتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے ایسے شدید اور سخت ترین مظالم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اپنی جان کی حفاظت کیوں نہ فرمائی۔

اگرچہ اس بحث کا تصفیہ قبل از وقوع ضرور خیال کیا جائیگا مگر چونکہ ہم اپنے سلسلہ بیان میں واقعاتِ کربلا کے اسباب وقوع کو متصل لکھتے چلے آتے ہیں اس لئے ضرور ہے کہ ہم اس کو بھی اسی مقام پر قلمبند کر دیں۔

واقعات کربلا کی اصلی اغراض اور اسکے صحیح اسباب وقوع

اس مضمون کے شروع کرنے سے پہلے ہمارے ناظرین کو سمجھ لینا چاہیئے کہ خلافت کے تمام اختیارات منتزع کر لیے جانیکے بعد بھی ان بزرگواروں نے اگرچہ اس تازہ انتظام سے کوئی مخالفت نہیں ظاہر کی اور قطعی خانہ نشینی اور خاموشی اختیار کر لی مگر تاہم وہ اپنے اظہارِ حقوق۔ استدلالِ عادی اور اعلانِ فضائل سے کسی صحبت یا کسی جلسہ میں خاموش نہیں رہے ایسے موقعوں پر وہ خود اپنے جائز حقوق کا اظہار اور اپنے سچے دعووں کا علانیہ اعلان کر دیتے تھے اور اپنے مقابل کی رو در رو وقوی دلیلوں سے اپنے جائز حقوق کو ثابت فرما دیتے تھے جن کو سننے والوں کو سوا سکوت کے اور کچھ نہ سوجھتا تھا۔ رفتہ رفتہ اظہار حقوق اور اعلانِ مراتب کے یہ طریقے بھی مخالفین کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے اور آخر میں یہی کانٹے ترقی کرتے کرتے خار اشکن سنانیں اور شعلہ فگن تلواریں بنکر کربلا کے قیامت خیز میدان میں نکل پڑیں۔

یہ تو پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ شروع سے آخر تک برابر جناب امام حسین علیہ السلام نے معاویہ کی تمام تجویزوں سے اختلاف اور انکار اختیار کیا تھا اور بیعت یزید کے متعلق اس کی منت سماجت۔ خوشامد درآمد تہدید و تاکید غرض کسی تدبیر ترکیب پر کوئی اعتنا نہیں فرمائی تھی غضب ہو اکہ اسلام کی ناشدنی نسل اور اسکی ناہموار یادگاروں نے بیعت یزید پر بھی اجماع و استخلاف شوریٰ و استیلا غرض چاروں طریقوں سے صحیح جانکر تمام محاسن اور حقیقت کا مجموعہ قرار دے لیا تھا اور اس کی اطاعت اور متابعت کو اپنے اوپر واجب اور لازم گردان لیا تھا چونکہ یزید پر ان تمام مصنوعی اور قیاسی دلیلوں کا بطور اجماع ہو گیا تھا اس لئے اسی اصولِ موضوعہ کی قاعدہ سے سلطنت یزید کو بھی اور دوسری گزشتہ خلافتوں کے مقابلہ میں پورا استحکام اور قوت ملکی تھی دنیا کے حریص خود غرض اور شکم پرست بے سمجھے بوجھے آمنا و صدقنا کہتے ہوئے اس ضلالت اور گمراہی کے اندھے کنوئیں میں گر پڑے تھے۔ طمع حرص اور حصولِ دنیا کی غیر محدود خواہشوں نے انکی تمیز اور ادراک

کی تمام قوتوں کو زائل کر دیا تھا اور ملک میں اس سرے سے لیکر اس سرے تک ضلالت کی سیاہ چادر پھیلی ہوئی تھی اور وہ زمانہ قریب آگیا تھا کہ امت محمدیہ کی کشتی دریائے ضلالت میں غرق ہو جائے ایسی مجبوری کی خیر اور ناگزیر ضرورتوں میں جناب امام حسین علیہ السلام نے اس ودیعت خداوندی اور فرمان ایزدی کی تعمیل کو ضروری سمجھا جس کی خبر جناب مخبر صادق صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ذریعہ سے پہنچ چکی تھی۔ اس حکم الٰہی کی تعمیل اور ان موجودہ مصنوعی اصولوں کی قطع و برید تا وقتیکہ آپ کے مقدس رشتۂ حیات کا خاتمہ ظالم ہاتھوں سے نہ کیا جائے اور کسی طرح ممکن نہیں تھی۔ لہذا وہ عمل اختیار کیا گیا جسے حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ان لفظوں میں فرما گئے ہیں:۔

شاہ است حسین و بادشاہ است حسین — دین است حسین دین پناہ است حسین
سر داد و نداد دست در دست یزید لعین — حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین

اسلام کے لیے اس سے بڑھکر شرمناک اور عبرت خیز اور کونسا واقعہ ہو سکتا ہے کہ باوجودیکہ یزید کی حقیقت کے تمام دلائل کو سراسر غلط و باطل بتلایا جاتا ہے مگر جب ان مصنوعی قواعد و ضوابط کی رو سے اسکا استحقاق کما حقہ ثابت ہو جاتا ہے تب پھر اس کی حقیقت کا اعتراف کر لیا جاتا ہے اور اسکی حکومت کو اجماع استخلاف شورائی و استیلا غرض انہی چاروں دلیلوں سے صحیح سمجھ لیتے ہیں اور اتنی ہی صحت پر بس نہیں کیجاتی بلکہ یزید کے مقابلہ میں جناب امام حسین علیہ السلام کے اظہار حقوق کو بغاوت سے نسبت دیجاتی ہے اور یزید کے خلوص و عقیدت میں یہانتک دلی جذبات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ امام مظلوم کے مصائب کے بیان تک کو بھی حرام بتلایا جاتا ہے

ہمارے ناظرین کو یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ مسلمانوں میں اس شرمناک عقیدہ کی بنا کچھ اسی زمانہ میں نہیں ہوئی بلکہ اس گمراہ عقیدہ والے جناب امام حسین علیہ السلام کی زندگی ہی میں پیدا ہو چکے تھے۔ اب ہم اپنے ان تمام بیانات کی تصدیق اور ثبوت اپنے محترم دوست عالیجناب خان بہادر مولوی شیخ احمد حسین صاحب آنریری مجسٹریٹ رئیس پریانواں کے جوان تمام اعزاز کے علاوہ فی زمانہ بہت بڑی استعداد اور تحقیق کامل کیساتھ سواد اعظم اہلسنت کے ایک معتبر اور مستند ممبر خیال کیے جاتے ہیں رسالہ البلاغ المبین کی عبارت ذیل میں بلفظہ درج کرتے ہیں جسکو انہوں نے واقعات کربلا کی تمہید میں تحریر فرمایا ہے ہمکو یقین ہے کہ ہمارے تمام دعوے جو اوپر لکھے گئے ہیں ہمارے محترم معاصر کی تحریر سے کامل طور پر ثابت ہو جائینگے۔

اگرچہ شہادت حسینی کا تیرہ و تار رسالہ ۶۱ھ ہجری میں واقع ہوا لیکن اس دیجور قیامت کی شام ظلمت اسی وقت سے شروع ہو چکی تھی جبکہ خورشید رسالت غروب ہوا اور جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس دار فانی سے عالم جاودانی کو انتقال فرمایا اس کی تفصیل کی بھی ضرورت ہے؟ اگر ہے تو میں اس مقام پر جناب مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی کی زبان سے وہ مختصر تقریر ادا کئے دیتا ہوں جسکو انہوں نے اپنی کتاب رویائے صادقہ کی چودہویں فصل میں زیب ترقیم فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں:۔

جو شخص سب سے زیادہ پیغمبر صاحب کی وفات سے متاذی ہوا وہ فاطمہ تھیں والدہ پہلے انتقال کر چکی تھیں۔ اب ماں اور باپ دونوں کی جگہ پیغمبر صاحب تھے اور باپ بھی کیسے دین و دنیا کے بادشاہ ایسے باپ کا سر سے اٹھ جانا اس پر حضرت علی علیہ السلام کا خلافت سے محروم رہنا اور نمک بر جراحت ترکۂ پدری یعنی فدک کا دعویٰ کرنا اور مقدمہ ہار جانا کسی دوسرے کو ایسے پیہم صدمات پہنچتے تو زہر کھا کر مر جاتا مگر ان کے صبر و ضبط الٰہی کے تھے تھے پھر بھی رنجوں میں گھل گھل کر چھ مہینے کے اندر انتقال فرما گئیں اور جتنے دن زندہ رہیں ان لوگوں سے جنہوں نے انکو رنج دیئے تھے نہ بولیں اور نہ بات کی یہانتک کہ ان لوگوں کو اپنی جنازے پر آنے کی ممانعت کر دی اور شب کے وقت مدفون ہوئیں انا للہ وانا الیہ راجعون

اس مضمون صداقت مشحون کو بیان کر کے جناب مولوی صاحب ممدوح بیان کرتے ہیں کہ سخت افسوس کی بات ہے کہ اہلبیت کو پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد ہی سے ایسے ناملائم واقعات پیش آئے کہ انکا وہ ادب و لحاظ جو ہونا چاہیے تھا اس میں ضعف آگیا اور رفتہ رفتہ منجر ہوا اس ناقابل برداشت واقعہ کربلا کی طرف جس کی نظیر تاریخ میں ملنی دشوار ہے۔

جس طرح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد ہی اہلبیت نبوی کو مکروہات کا پیش آنا مسلّم ہے اسی طرح اس میں بھی کلام نہیں کہ ان حضرات بابرکات نے کوئی موقعہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں کنایتاً یا صراحتاً قطع حجت اور دفع دخل نہ فرمایا۔ دیکھو جناب امام حسین علیہ السلام نے جو تقریر بطور احتجاج کربلا میں کی اس میں یہ الفاظ بھی تھے الست ابن بنت نبیکم وابن وصیہ۔ یعنی اے اعدائے دین کیا میں تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہوں اور تمہارے نبی کے وصی کا فرزند نہیں ہوں۔ حضرت علی علیہ السلام کے قواعد اور ان کی اجماع و استنباط و استحقاق کی مضامین سے اسفار معتبرہ پر ہیں چنانچہ مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی

روپاِ صادقہ میں لکھتے ہیں کہ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت علی خلافت کے دعویدار ضرور رکھتے اور کیوں نہ ہوتے پیغمبر صاحب کے لیے داماد کیو بیٹا کیو بھائی کیو ہی تھے۔ اور مولوی احسان اللہ صاحب وکیل گورکھپوری نے اپنی کتاب تاریخ اسلام کے صفحہ ۱۶۴ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علی کو پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد ہی خلافت کا دعویٰ تھا لیکن نہ اس طرح کہ کوئی فساد کریں۔ بس یہی کہ وہ اپنے کو حقدار سمجھتے تھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خلافتوں میں بھی ان کو تامل تھا۔

کتاب الاستیعاب ابن عبدالبر کی میں ہے کہ قال علی علیہ السلام ان اللہ عز وجل لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قلنا نحن اھلہ و اولیائہ فلا ینازعنا سلطانہ احد فابی علینا قومنا وتولوا غیرنا وایم اللہ لولا مخافۃ الفرقۃ وان یعود الکفر ویضیع الدین لغیرنا فصبرنا علی بعض الالم یعنی حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا تو ہم نے آنحضرت کے اہل اور ولی ہونیکا اظہار کیا اور یہ ظاہر کیا کہ رسول کی جانشینی کی بابت نزاع کرنیکا ہم سے کوئی شخص مستحق نہیں لیکن قوم نے ہماری بات نہیں سنی اور ہمارے سوا دوسروں کو والی بنا لیا قسم ہے خدا کی اگر قوم کے تفرقہ کا خوف نہ ہوتا اور یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ مبادا کفر پھر عود کر آئے اور دین برباد ہو جائے تو بیشک قوم کی اس کارگزاری کو ہم بدل دیتے آخر ہمکو آلام پر صبر ہی کرنا پڑا۔

اور کتاب حلیۃ الاولیائے ابونعیم و مسند امام احمد حنبل خصائص امام نسائی اور جواہر العقدین امام سمہودی وغیرہ کتب معتبرہ میں ہے کہ ان علیاً انشد الناس من سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یقول من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ یعنی علی علیہ السلام قسم دلاتے تھے لوگوں کو کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرماتے ہوئے سنا ہے وقال علی انشدکم ھل سمعتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یقول یوم غدیر خم من کنت مولاہ فعلی مولاہ حضرت علی علیہ السلام مسلمانوں سے قسم دلا کر پوچھتے تھے کہ تم نے روز غدیر خم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے اور شمس الدین محمد جزری صاحب حصن حصین نے اسنی المطالب میں اسی احتجاج کو جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی زبان سے یوں نقل فرمایا ہے۔

عن ام کلثوم بنت فاطمہ عن فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ورضی اللہ عنہا قالت انسیتم قول رسول اللہ یوم غدیر خم من کنت مولاہ فعلی مولاہ وقولہ صلعم انت منی بمنزلۃ ھٰرون من موسیٰ۔ یعنی ام کلثوم بنت فاطمہ اپنی مادر گرامی قدر جناب فاطمہ بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ فرمایا جناب سیدہ نے کہ کیا تم لوگ وہ قول بھول گئے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم میں فرمایا تھا جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے اور آنحضرت کا وہ بھی قول بھول گئے کہ علی علیہ السلام کو مجھ سے وہ منزلت اور وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔

اور مولوی احسان اللہ صاحب عباسی تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقعہ پر (غدیر خم میں) یہ بھی کہا تھا من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ یعنی جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ زمانۂ وفات قریب تھا اس لئے مسلمانوں کی آئندہ رہنمائی کے لئے یہ سب باتیں اس طور پر کی گئیں جس طرح عموماً مرنے والے وصیّت کے طور پر ظاہر کیا کرتے ہیں شوریٰ کے زمانہ میں بھی حضرت علی علیہ السلام نے کوئی شکوہ اپنی حق تلفی کا اٹھا نہیں رکھا چنانچہ تاریخ ابوالفدا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جزری۔ تاریخ کبیر ابن جریر طبری وغیرہ میں صاف صاف لکھا گیا کہ جب حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کی مدبرانہ پالیسی نے حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو امر خلافت سے محروم فرمایا تو جناب امیر علیہ السلام نے اپنی مخالف پارٹی کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا لیس ھذا اول یوم تظاھرتم علینا فیہ فصبر جمیل یعنی آج یہ کچھ پہلا دن نہیں ہے جس میں تم نے ہمیں مغلوب کرنیکو آپس میں سازشیں ہوں۔ خیر صبری بہتر ہے۔

خدا خدا کر کے جب حضرت علی علیہ السلام کی خلافت تسلیم بھی کی گئی تو فوراً جنگ مخالفانہ سے رد لکاری ہوئی اس میں آپ نے تلوار سے احتجاج فرمایا آخری مخالفت کی باد تند نے چراغ مصلحت کو خاموشی پر مجبور کیا اور رشدہ شدہ یہ نوبت پہنچی کہ اس جناب نے شقی ترین امت کی ہاتھ سے

شربتِ شہادت نوش فرمایا ان کے بعد خلافِ قاعدہ منضبط (اجماع اہل حل وعقد و بقول قائلین موافق قاعدۂ قیصر و کسریٰ) انہی کی وصیّت سے جنابِ امام حسن علیہ السلام ان کے جانشین ہوئے۔ فصول المہمہ ابن صباغ مالکی اور نزہتہ المجالس صفوری شافعی او شہادت نامہ مولفہ شاہ انوار علی صاحب کاکوری میں بحوالۂ کتبِ اخبار و سیر منقول ہے کہ بعد وفاتِ جنابِ علی علیہ السلام نے جنابِ امام حسن علیہ السلام نے مدح مرتضوی میں جو خطبہ پڑھا اس کے ختم ہونے پر حضرت عبداللہ ابن عباس نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ معاشر الناس هٰذا ابن بنت نبیکم و وصی امامکم فبایعوه۔

یعنی اے گروہ مردم دیکھو یہ تمہارے نبی کے نواسے اور تمہارے امام کے وصی ہیں پس ان سے بیعت کرو۔

روضۃ الاحباب اور حبیب السیر میں ہے کہ عبداللہ ابن عباس نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے معاشر مردمان! ایں پسر پیغمبر شما صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است و وصی امام شما ست بیعت بوے کنید۔ اور ملّا محمد مبین صاحب انصاری حنفی لکھنوی فرنگی محلی اپنی کتاب وسیلۃ النجاۃ میں بذیل تذکرہ جنابِ امام حسن علیہ السلام لکھتے ہیں کہ بعد از وفات پدر خود علی مرتضیٰ علیہ السلام بوصیت آنحضرت بر سریر خلافت نشست کتاب نزل الابرار بما صح فی مناقب اہلبیت الاطہار میں ہے کہ لما توفی ابوه علی علیه السلام ولی الخلافة بوصیّته یعنی جب حضرت علی علیہ السلام شہید ہوئے تو ان کی وصیت کے موافق حضرت امام حسن علیہ السلام والی خلافت ہوئے۔ اور کتاب عقد الفرید میں امام شہاب الدین ابن عبد ربہ یوں لکھتے ہیں کہ من حدیث ہیثم بن عدی قال حدثنی غیر واحد ممن ادرکت من المشائخ ان علی ابن ابیطالب اوصی الامامة الی الحسن یعنی ہیثم ابن عدی نے کہا کہ مجھ سے حدیث کی اکثر مشائخ نے جن سے میں ملاقی ہوا کہ حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے اپنا جانشین جنابِ امام حسن علیہ السلام کو مقرر کیا اور شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اپنے رسالہ سر الجلیل میں در باب عدم اثبات زہد حضرت علی علیہ السلام یوں تحریر فرماتے ہیں نیز زہد حقیقی آنست کہ نہ خود بہ لذّت دنیوی پرداز د و نہ اقارب و اولادِ خود را بداں متمتع ساز د و حال حضرت ابو بکر ہمیں است مثل طلحہ ابن عبیداللہ برادر زادہ داشت و مثل عبدالرحمٰن پسر و مثل عائشہ دختر ہیچ را از اینہا عامل نفرمود ہمچنیں حضرت عمر فاروق ہیچکس را از بنی عدی عامل نفرموده حالانکہ مثل سعید ابن زید ابوجہم ابن حذیفہ و خارجہ ابن حذافہ و عبداللہ ابن عمر بوده اند و مرتضیٰ علی السلام عبداللہ ابن عباس را عامل بصرہ و عبیداللہ ابن عباس را بر یمن وقثم ابن عباس را بر مکہ و سعد ابن عباس را بر مدینہ و جعدہ ابن ہبیرہ را کہ ہمشیر زادہ اش بود بر کوفہ و محمد ابن ابی بکر را کہ ربیب بود بر مصر مقرر فرمود و امام حسن علیہ السلام را بعد از خود خلیفہ ساخت۔

اب یہ تم سنیے کہ جنابِ امام حسن علیہ السلام کے خلیفہ ہوتے ہی لوگوں نے ان سے منہ پھیر لیا اور ایسا منہ پھیر لیا کہ مجبوراً ان کو گوشہ نشینی اختیار کرنی پڑی اور اس پر بھی چین نہ پڑا تو ان کو زہر دلوایا گیا حسن بیچ ڈھیکے ہی چکے شہید ہو گئے اور باوجود وصیت اپنے جد امجد کے پہلو میں دفن نہ ہونے پائے۔ امام حسن علیہ السلام کے شہید ہوتے ہی ان کے بھائی امام حسین علیہ السلام حسب وصیّت امام حسن ان کی قائم مقام ہوئے اور اگرچہ حضرت امام حسن کے چند صاحبزادے موجود تھے لیکن ان میں سے کوئی وصی مقرر نہیں ہوا چنانچہ اسد الغابہ اور حیوٰۃ الحیوان میری اور روضۃ الاحباب وغیرہ میں ہے کہ اوصیٰ الی اخیه الحسین یعنی جنابِ امام حسن علیہ السلام نے اپنے بھائی امام حسین کو اپنا وصی مقرر فرمایا۔ اور تاریخ حبیب السیر میں ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ امام حسین علیہ السلام را وصیہا کرده امر امامت بد آں حضرت تفویض نمود اور کتاب الصفوة ابن جوزی محدث و تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن جوزی میں لکھا ہے کہ تولی امرہ اخوه الحسین جنابِ امام حسن کے بعد منصب امامت جنابِ امام حسین علیہ السلام کے متعلق ہوا۔

پس اگر یہ امامت اور تولیت مخصوص امر امامت کی نہ ہوتی تو اس کا وصی اور ولی سوائے فرزندانِ جنابِ امام حسن علیہ السلام کے اور کون ہوتا بہرحال یہ تو جملۂ معترضہ تھا اب ملاحظہ ہو کہ جنابِ امام حسن علیہ السلام کو شہید ہوتے ہی اعدائے دین نے جنابِ امام حسین علیہ السلام کو نرغے میں لے لیا اور وہ دباؤ ڈالا جو دشمن سے دشمن پر بھی نامناسب تھا نتیجہ جو ہونا تھا وہ ہوا اور اس میں شک نہیں کہ سوائے جان دینے اور ظلم و ستم برداشت کرنے کے اب حسین کی نظر میں اپنے نانا کی امت کو طریق ہدایت و نجات بتانے کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں تھا جس کو انہوں نے قطعی طور پر بنا دیا بیشک اگر وہ اپنی جانِ گرامی اپنے جد امجد کے دین مبین پر فدا نہ کر دیتے تو آج

ظلمت ضلالت سے نکلنے کی کوئی مشعل نہیں ملتی ع ایں راہ کہ می روی
بہ ترکستان است۔ بھلا دیکھو تو خلاف اسرار خداوندی مصلحۃً اگر جناب
سید الشہداؑ کی روش استقلال جناب علی ابن ابیطالب علیہما السلام
شروع ہی سے اختیار فرماتے تو خون کے پیاسے دشمن کیا جناب امام حسین
سے زیادہ ان کی رعایت کرتے یا چھوڑ دیتے۔ ہرگز نہیں۔ پھر اگر اسی
وقت یہ معاملہ پیش آجاتا تو دنیا میں دینِ محمدی کا نام بھی باقی نہیں تھا
اس وقت کی ایک ادنیٰ مخالفت نے تو ایک عالم کو خوارج کے زمرے
میں داخل کر دیا۔ کاش کچھ بھی طول دیا جاتا تو سب کے سب بیہوش نکچ
بچا ہو جاتے سچ ہے خداوند عالم کے انتظامات کو کچھ اس کے خاصان بارگاہ ہی
خوب جانتے ہیں دیکھو جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس
کس طرح اپنے اہلبیت کے ساتھ تمسک اور ان کی اقتدا تاکید فرمائی تھی اور
کیا کیا حقوق امت پر ظاہر کر دیئے تھے کیا یہ نہیں فرمایا تھا انی تارک
فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی وانھما لن یفترقا
حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیہما میں تم لوگوں
میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک قرآن دوسرے اپنی عترت
اپنے اہلبیت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ
میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد ہوں۔ پس خیال رکھو کہ تم لوگ میرے بعد ان
دونوں کے ساتھ کیا معاملہ کرو گے آنحضرت نے لوگوں سے فرمایا کہ قرآن
اور اہلبیت یہ دو چیزیں میں تم لوگوں کے لئے چھوڑے جاتا ہوں اس کا منشاء
بظاہر یہ تھا کہ قرآن تمہارے لئے ایسا عمدہ قانون چھوڑتا ہوں جو ضروریات زندگی
میں تمہارا سب سے بڑا رفیق ہے اور قرآنِ مجید کے سمجھانے کے لئے اہلبیت (دیکھو
تاریخ اسلام مولوی احسان اللہ صاحب وکیل گورکھپور)
مگر افسوس ہے کہ اس کا مطلب امت کی سمجھ میں نہیں آیا۔ ورنہ فقط قرآن
خوانی اور کلمہ گوئی کو بغیر تمسک اہلبیت کے کوئی بھی وقعت سے نہ دیکھتا کیونکہ
علی حسن اور حسین علیہم السلام کے مخالفین بھی تو سب کے سب کلمہ گو اور
قرآن خوان تھے کیا حضور نبوی نے ارشاد نہیں فرمایا تھا مثل اہلبیتی
کمثل سفینۃ نوح من رکبہا نجیٰ ومن تخلف عنہا غرق وھویٰ
میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی سی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی
اور جس نے تخلف کیا وہ غرق ہوا اور تہ میں بیٹھ گیا اور کیا یہ نہیں فرمایا
تھا مثل اہلبیتی کباب حطۃ بنی اسرائیل میرے اہلبیت کی
مثال بابِ حطہ بنی اسرائیل کی سی ہے پھر آخر ان ہدایات کا مطلب کیا

سمجھتے تھے یہی کہ علی سے مخالفت۔ فاطمہ سے مخاصمت۔ حسن سے عداوت
قائم کریں اور حسین علیہ السلام کو قتل کر کے ان کے حرمِ محترم کو ستائیں
بچوں کو قطرہ قطرہ آب کے لیے ترسائیں ان کے خیموں کو جلائیں انکو
مثل بندیاں ترک و دیلم شہر بشہر اور دیار بدیار پھرائیں۔
حیرت تو یہ ہے کہ بعض تجربہ کار صحابہ جن میں سے بعض کے اسمائے گرامی
عشرہ مبشرہ کی صفاتِ اضافی سے موصوف کیے جاتے ہیں۔ وہ کیونکر
علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو برا سمجھنے لگے۔ دیکھو حضرات طلحہ و زبیر
نے کوفہ اور بصرہ کی صوبہ داریاں نہ ملنے سے حضرت علی علیہ السلام
کی بیعت توڑ دی جیسا کہ تاریخ امام ابن جریر طبری اور تاریخ کامل ابن اثیر
جزری اور تاریخ حافظ ابن کثیر وغیرہ سے ثابت اور واضح ہے اور تاریخ
تاریخ ابن شحنہ تاریخ ابوالفدا۔ تاریخ ابن اثیر جزری تاریخ ابن جریر طبری
تاریخ ابن کثیر اور تذکرہ خواص الامۃ وغیرہ میں مفصل موجود ہے
کہ احسان ابن ثابت۔ کعب ابن مالک۔ ابوسعید خدری۔ مسلمہ ابن مخلد
نعمان ابن بشیر مسلمہ۔ فضالہ ابن عبید۔ کعب بن عجرہ۔ زید ابن ثابت
عبداللہ ابن سلام سہیل بن سنان۔ اسامہ ابن زید۔ قدامہ ابن
مظعون۔ مغیرہ ابن شعبہ اور رافع ابن خدیج وغیرہم نے حضرت علی
علیہ السلام کی بیعت سے قطعاً انکار کیا۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعری تو
پورے طور سے منحرف تھے ہی چنانچہ استیعاب ابن عبدالبر میں ہے کان
(ابوموسیٰ الاشعری) منحرفاً عن علی کرم اللہ وجہہ مولوی
احسان اللہ صاحب تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے بہت
زور مارا کہ لوگ علی علیہ السلام کا ساتھ نہ دیں۔ امیر معاویہ اور عمرو العاص
کی عداوت تو اظہر من الشمس ہے جس کی تفصیل و سند کی کوئی حاجت نہیں
حضرت سعد ابن ابی وقاص اور عبداللہ ابن عمر نے علی ابن ابیطالب علیہ السلام
کی بیعت کو قطعی طور سے مکروہ تصور فرمایا چنانچہ تذکرۂ خواص الامہ سبط
ابن جوزی میں ہے کہ قال الزھری والعجب ان عبداللہ ابن عمر و
سعد ابن وقاص لم یبایعا علیا وبایعا یزید ابن معاویہ یعنی
زہری کہتے ہیں کہ تعجب ہے عبداللہ ابن عمر اور سعد ابن وقاص نے علیؑ
سے تو بیعت نہیں کی اور یزید ابن معاویہ کی بیعت کر لی امام مسعودی
کتاب مروج الذہب میں لکھتے ہیں کہ قعد عن بیعتہ جماعۃ عثمانیۃ
منہم سعد ابن ابی وقاص وعبداللہ ابن عمر وبایع یزید بعد
ذلک یعنی حضرت علی علیہ السلام کی بیعت سے ایک جماعت نے تقاعد

کیا جس میں سعد ابن ابی وقاص اور عبد اللہ ابن عمر تھے ۔ اور عبد اللہ نے بعد اس کے یزید کی بیعت کر لی ۔ اور حافظ ابن کثیر شامی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ بایع الناس علیا بالمدینۃ وتربص نفر لم یبایعوا منہم ابن عمر و سعد ابن ابی وقاص لوگوں نے مدینہ میں علی کی بیعت کی مگر ایک گروہ نے بیعت سے توقف کیا جن میں ابن عمر اور سعد ابن ابی وقاص تھے اور فتح الباری شرح صحیح البخاری میں یزید سے حضرت عبد اللہ ابن عمر کی بیعت کا حال یوں لکھا ہے ۔ وبایع لابنہ یزید بعد موت معاویۃ لاجتماع الناس علیہ عبد اللہ ابن عمر نے بعد وفات معاویہ انکے بیٹے یزید کی بیعت کر لی اس لئے کہ اس کی خلافت پر لوگوں کا اجماع ہو گیا تھا دیکھیے عبد اللہ ابن عمر ایسے جلیل القدر صحابی مفتی نے امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی بیعت تو نہ کی اور امیر شام کی اطاعت واجب خیال فرمائی چنانچہ ان کے ایسے مطیع اور وفادار تھے کہ ان کے فرزند رشید یزید عنید پلید کو امام برحق تسلیم کر کے بطیب خاطر اس کی بیعت کر لی اور فقط بیعت ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ انہاک کے ساتھ مخالفین یزید کو اس کی اطاعت اور بیعت یزید پر ترغیب دیتے تھے چنانچہ صحیح مسلم اور جامع الاصول ابن اثیر جزری میں تحریر ہے ۔

عن نافع قال جاء عبد اللہ ابن عمر الی عبد اللہ ابن مطیع حین کان من الحرۃ ما کان زمن یزید بن معاویۃ فقال اطرحوا لابی عبد الرحمن وسادۃ فقال انی لم اٰتک لاجلس اتیتک لاحدثک حدیثا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یقول من خلع یدا من طاعۃ لقی اللہ یوم القیمۃ لا حجۃ لہ ومن مات و لیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاہلیۃ ۔

یعنی نافع سے مروی ہے کہ جب حرہ کا واقعہ عہد یزید میں ہوا تو عبد اللہ ابن عمر عبد اللہ ابن مطیع کے پاس گئے ابن مطیع نے اپنے خادم سے کہا کہ آپکے واسطے مسند بچھا دو حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ میں بیٹھنے کو نہیں آیا بلکہ تم سے وہ بات کہنے کو آیا ہوں جو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنی ہے اور وہ یہ ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام وقت کی اطاعت سے دست بردار ہو گا وہ بروز قیامت بغیر حجت مبیّن خدا حاضر کیا جائیگا اور جو شخص امام وقت سے بیعت کئے بغیر مرا وہ جاہلیت اور کفر کی موت مرا ۔

اور صحیحین مسلم بخاری وجامع الاصول ابن اثیر جزری میں ہے کہ عن نافع قال لما خلع اہل المدینۃ یزید ابن معاویۃ جمع ابن عمر حشمہ وولدہ فقال انی سمعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول ینصب لکل غادر لواء یوم القیمۃ وانا قد بایعنا ہذا الرجل علی بیعۃ اللہ ورسولہ وانی لا اعلم غدرا اعظم من ان یبایع رجل علی بیع اللہ ورسولہ ثم ینصب لہ القتال و انی لا اعلم احدا منکم خلعہ ولا تابع فی ہذا الامر الا کانت الفصل بینی وبینہ ۔ یعنی نافع سے مروی ہے کہ جب اہل مدینہ نے یزید ابن معاویہ کی خلع بیعت کیا تو حضرت عبد اللہ ابن عمر نے اپنی اولاد اور وابستگان کو جمع کیا اور ان کو ہدایت کی کہ سنو میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر غدر کرنیوالے کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائیگا تم جانتے ہو کہ ہم نے یزید کی بیعت حسب اطاعت و اتباع خدا و رسول کی ہے اور میں نہیں جانتا کہ اس سے زیادہ کوئی غدر ہے کہ اس طرح جس شخص کی بیعت کیجائے پھر اس شخص سے جنگ قائم کیجائے پس جو شخص یزید کی بیعت شکنی کریگا اور میرا کہنا نہ مانیگا میں اُس سے بیزاری اختیار کرونگا ۔

معلوم ہوتا ہے کہ انہی وجوہ سے امام غزالی صاحب نے یزید کا بابت کچھ پاس و لحاظ کیا ہے جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں لا یجوز لعن یزید ولا تکفیرہ فانہ من جملۃ المؤمنین وامرہ الی مشیۃ اللہ یعنی یزید پر لعنت کرنی اور اس کی تکفیر جائز نہیں ہے کیونکہ وہ مؤمنین میں سے ہے اور امر اس کا مشیت ایزدی سے متعلق ہے ۔

وقال الغزالی وغیرہ یحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل الحسن والحسین وحکایۃ ماجری بین الصحابۃ من التشاجر والتخاصم فانہ یہیج علی بغض الصحابۃ والطعن فیہم امام غزالی وغیرہ فرماتے ہیں کہ حالات مقتل حسنین علیہما السلام اور واقعات مشاجرات ومخاصمات صحابہ کا بیان کرنا واعظ وغیرہ پر حرام ہے کیونکہ بیشک ایسی باتیں لوگوں کو بغض صحابہ اور طعن اصحاب پر برانگیختہ کرتی ہیں ملا علی قاری شرح بدء الامالی میں لکھتے ہیں ان الامر بقتل الحسین بل قتلہ لیس بموجب اللعنۃ علی مقتضی مذہب اہل السنۃ یعنی جناب امام حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم دینا بلکہ خود انکا قتل کر دینا بھی موافق مذہب اہلسنت کے لعن کا موجب نہیں ہے اور شیخ ابن حجر مکی منح مکیہ شرح قصیدہ ہمزیہ میں لکھتے ہیں قال الا ابن العربی المالکی

لم یقتل یزید الحسین الا بسیف جدّہ یعنی نہیں قتل کیا حسین کو یزید نے مگر انہی کے جدّ امجد کی تلوار سے اس سے آگے چلکر پھر اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ قول بعضہم لا ملام علیٰ قتلۃ الحسین لانہم انما قتلوہ بسیف جدّہ الآمر بسلہ علی البغاۃ وقتالہم۔ اور بعض علماء کا قول ہے کہ قاتلین حسین علیہ السلام کی سرزنش اور ملامت درست نہیں کیونکہ قاتلین نے امام حسین علیہ السلام کو ان کے اسی جد کی تلوار سے قتل کیا ہے جو اس بات کے آمر تھے کہ باغیوں پر تیغ کشی اور اُن سے جنگ کیجائے اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں یزید کی نسبت یوں ارشاد فرماتے ہیں انہ کان مسلماً ولم یثبت عنہ ما تخرجہ عن کونہ مسلماً یزید مسلمان تھا اور اس کی نسبت کوئی ایسی بات ثابت نہیں ہوئی جو اس کو دائرہ ایمان سے خارج کر دے پھر کچھ آگے چلکر بمقتضائے شفقتِ قلبی فرماتے ہیں ولا یخفی ان ایمان یزید محقق ولا یثبت کفرہ یزید مسلمان تھا اور پوشیدہ نہیں ہے بلکہ ظاہر ہے کہ یزید کا ایمان ثابت ہے اور اس کا کفر پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا۔

زیادہ تر لطف کی یہ بات ہے کہ بعض آئمۂ مذہب نے یزید کو خلفائے اثنا عشر منصوص علیہم میں داخل کیا ہے چنانچہ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں اور امام جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح البخاری الموسوم بفتح الباری میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ خلفاء یہ حضرات ہیں۔

ابوبکر[۱]۔ عمر[۲]۔ عثمان[۳]۔ علی[۴]۔ معاویہ[۵]۔ یزید[۶]۔ ابن معاویہ عبد الملک[۷] ابن مروان ولید[۸] ابن عبد الملک۔ سلیمان ابن عبد الملک ہشام ابن عبد الملک۔ یزید ابن عبد الملک اور عمر ابن عبد العزیز۔

اور حاشیہ عقائد نسفی میں مولوی محمد حسن صاحب سنبھلی یوں لکھتے ہیں ظہر صحۃ خلافۃ یزید ابن معاویۃ علی ما اشتہر لا البعض علیٰ توا تر استخلافہ امام عادل فلو فرض فسقہ عند اعتقاد امامتہ لم یضرہ فضلاً عما بعدہ۔

خلافت یزید ابن معاویہ کی صحت موافق بعض اخبار کے اس خبر متواتر سے ہے کہ امام برحق معاویہ ابن ابوسفیان نے اس کو اپنا ولیعہد مقرر کیا۔ فلہذا اگر یہ بھی فرض کیا جائے کہ یزید انعقادِ بیعت کے وقت فاسق تھا تب بھی امامتِ یزید کو کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ چہ جائیکہ بعد خلیفہ ہونیکے اس کا فسق ظاہر اور ثابت ہو تو اس کی امامت اور خلافت کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے

اب مشکل یہ ہوئی کہ جب خلافتِ یزید اجماع اور استخلاف دونوں صورتوں سے ثابت ہو چکی تو خلاف عقائد مسلمہ مجالس ذکر شہادت جناب امام حسین علیہ السلام کا منعقد کرنا جس کے سبب سے لوگوں کی دلوں میں امیر المومنین یزید کی جانب سے بغض وکدورت پیدا ہو۔ کیونکہ درست ہوگا اور حقیقت اس کام کا انجرار اسی امر کی جانب ہوگا جس کی نسبت امام غزالی صاحب کا ارشاد نقل ہو چکا ہے حیف صد حیف! کیا ان سب امور پر غور کرنیکے بعد بھی کوئی عاقل اور بالغ شہادت جناب امام حسین علیہ السلام کو شفاعتِ عظمیٰ کا ایک قوی سبب قرار دینے سے انکار کر سکتا ہے! ہرگز نہیں ہرگز نہیں! بیشک امام تشنہ کام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جان دیکر مخلصینِ امت کی کشتی کو ساحلِ نجات تک پہنچا دیا اور راہِ ما سبق و مابعد کے لئے کھرا اور کھوٹا پرکھنے کی معیار قایم کر دی۔ روحی لہ الفدا سچ تو یہ ہے کہ امام غزالی۔ ابن عربی۔ ملا علی قاری اور شیخ ابن حجر مکی کے اقوال پر کیا نظر کیجائے جبکہ ابتدا ہی سے بجائے نصرت ورفاقت کے انحراف وبغاوت کی ہوا چل چکی تھی قیامت تو یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہوتے ہی ان کی ودیعت اور امانت میں خیانت کی نگاہیں پڑنے لگیں اور لوگوں نے عصائے موسیٰ کے حبل المتین کو چھوڑ کر سحرِ سامری کی رسیاں ہاتھوں میں لیں جنہوں نے دائرۂ عظمتِ اہلبیتِ رسالت کو اسکے مرکز سے ہٹا کر مشرق سے مغرب تک پہنچا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مطلعِ صبح نبوت پر شامِ ظلمت کا دور دورہ نمودار ہو گیا یعنی نیابتِ نبوت کی مقدس مسند پر خاندانِ بنی امیہ کی اخبث ممبر یزید ابن معاویہ نے جلوس کر کے دودمان مصطفوی کے دشمنوں کے مقصدِ دلی پورے کر دیئے اور اگر مدبرِ تو اندیشِ تمام کنندہ کے تمغے سے قبائے سلطنتِ امویہ کو زینت دی۔

یزید کی ذاتی کارگزاری اور قابلیت امرِ خلافت کی حاصل نہیں کچھ بھی نہیں بلکہ یہ ساری کامیابی اسکے تجربہ کار اور ہوشیار باپ کی ان کوششوں کی بدولت تھی جن کو انہوں نے بڑے بڑے کاریگروں اور استادوں سے سیکھا تھا۔ اور انقلاب کی ابتدائی حکمت عملی سے انکو بہت کچھ امیہ کا سبق بھی مل چکا۔

(دیکھو البلاد المبین از صفحہ ۲۶ تا ۳۲)

یہ تھے واقعات کربلا کے اصلی اسباب اور یہ تفصیل اس ذبح عظیم کی ظاہری وجہیں اس بحث کے متعلق ہم کو خود اقرار ہے کہ ہم نے اس کے بیان میں طوالت سے ضرور کام لیا ہے مگر اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ آج تک شہادتِ جناب امام حسین علیہ السلام

کی نسبت یہی یقین کیا جاتا ہے کہ فرزند رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شہادت خدا کی مشیت کے مطابق تھی۔ اور وہ معصوم و مظلوم بڑے شدائد اور مصائب اٹھا کر شہید ہو گئے مگر اس زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کی ناہموار نسلیں اپنی بداعمالیوں سے واقعۂ کربلا کو غلط اور بے اصل ثابت کرنے کی کوششیں کرنے لگیں تو ضرور رہا کہ ان کی آنکھیں کے سامنے اس واقعۂ عظیمہ اور سانحۂ شدیدہ کے تمام حالات ایک ایک کرکے بیان کئے جائیں اور اسکے واقع ہونیکے ظاہری اسباب اور اسکے برپا کرنیکی اصلی ضرورتیں صاف طور پر کھولکر دکھلا دی جائیں جو صدہا برس سے پوشیدہ اور اسرار مکتوم کی طرح اہلبیت طاہرین کے مقدس گروہ میں سینہ بسینہ چلی آتی تھیں اور مصلحت خداوندی کی وجہ سے سوائے خواص کے عوام کو ان کی اطلاع کم تھی بُرا ہوا اہلِ اسلام کی ان ناسزاوار نسلوں کا اور انکی ایسی متمردانہ ضلالت کا جنہوں نے ایسے صریحی واقعہ کی تکذیب ہی نہیں کی بلکہ سرے سے اسکی قطع و برید کر دینی چاہی اور محض اپنی شکم پروری اور خود غرضی کیلئے ضروریات سے ایک ایسے مسلمہ عقیدہ سے انکار کیا اور ایک ایسے کلیہ کی قطع کی فکر کی جس پر آجتک اسلام کے تمام فرقے ایک دل ایک زبان تھے۔ قیامت تو یہ کی کہ اس واقعہ کی تکذیب ہی نہیں کی بلکہ اسکا انکار کیا تھا تمام علمائے کرام اور انکی ہزارہا مستند اور معتبر تالیفات کو بھی بالکل جھوٹ اور سراپا بہتان ثابت کیا اور رائی کیا ان تمام آثار و اخبار قدیمہ کو جو اس واقعہ کے متعلق ان کی معتبر اور مستند صحاح و مسانید و سنن میں منصوص من اللہ و منصوص من الرسول ثابت کی گئی تھی بالکل لغو اور جھوٹ ٹھہرا دیا انکی گمراہانہ عقائد سے ہر خاص و عام خیال کر سکتا ہے کہ انکی آنکھ میں جب خدا و رسولِ خدا کی کوئی منزلت نہیں ہے تو بیچارے علمائے شریعت کی کیا حقیقت ہوگی ہم نے اپنی کتاب میں حسبِ ضرورت سے اس بحث کی طوالت کو قید کیا زیادہ یہی تھی کہ عموماً اہل اسلام اپنی حالت پر رحم کریں اور ان مخربین شریعت و خائنین امت کی گمراہانہ لغویات میں پھنسکر اپنے عقائد صحیحہ کو خراب نہ کریں اور بمصداق آیۂ وافی ہدایہ لیہلک من ہلک عن بیّنۃ ویحییٰ من حی عن بیّنۃ طریق مستقیم کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور اپنے عقائدِ حقہ کے ساتھ خدا و رسول کی دربار میں پہنچنے کا اعزاز حاصل کریں۔

اب ہم اپنے موجودہ سلسلہ بیان میں ان اخبار و آثار قدیمہ کو قلمبند کرتے ہیں جن سے یہ ثابت ہو جائیگا کہ اس مصیبت ناک واقعہ اور اس قیامت خیز سانحہ کی خبر قریب قریب تمام انبیاء و مرسلین کو پہنچائی گئی تھی اور یہ ایک ایسا ضروری اور واجب التعظیم امر تھا کہ تمام انبیائے مرسلین نے اس کی نسبت اپنا پورا خلوص اور اپنی کامل ہمدردی ظاہر فرمائی ہے

واقعاتِ کربلا کی مسلسل اور تمام و کمال پیشن گوئیاں

ان اخبار و آثار کے مطالعہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جنابِ احدیت عز اسمہ نے اپنے اور ضروری اسرار کی تعلیم روحانی کیوقت اپنے اس راز کی خبر بھی جناب آدم علی نبینا و علیہ السلام کو پہنچائی تھی۔ صاحب ناسخ التواریخ نے اس مقام پر اپنی کتاب میں بہت بڑی عرق ریزیوں سے کام لیا ہے اور اس واقعۂ عظیمہ کو قریب قریب تمام انبیاء و مرسلین کی ارشاد سے ثابت کیا ہے چنانچہ انہوں نے ایک جناب آدم صفی اللہ کے حالات میں اس واقعہ کی اطلاع کو کئی طریقوں سے لکھا ہے ہم ان مختلف طریقوں میں سے صرف اس طریقہ کو ذیل میں قلمبند کرتے ہیں جس کو انہوں نے تفسیر در الثمین کی اسناد سے لکھا ہے۔ ان کی اصل عبارت یہ ہے۔

تفسیر آیۂ کریمہ فتلقّیٰ آدم من ربّہ کلمٰت فتاب علیہ انّہ ھو التوّاب الرّحیم۔ خدائے سبحانہ و تعالیٰ می فرماید۔ خلاصہ معنی چنانست کہ آدم علیہ السلام در ساقِ عرش کلمہ چند نگریست۔ جبرئیل علیہ السلام وی را آموخت کہ بدان کلمات کہ اسمائے پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و آلِ پیغمبر بود بنا بندہ بشود و بدینگونہ سخن بگوید یا حمید بحق محمد یا عالی بحق علی یا فاطر بحق فاطمۃ یا محسن بحق الحسن والحسین علیہم السلام۔ خدا را بر این کلمات سوگند داد چون بنام امام حسین علیہ السلام رسید آتش حزن از قلبش برانگیخت و آب از چشمش بریخت گفت بجبرئیل کہ چہ شد کہ در ذکر پنجم قلب من شکافت و عبرتم سیلان یافت جبرئیل گفت این فرزند تو بمصیبت بزرگ مبتلا بشود کہ ہمہ مصیبتہا در نزد آن کوچک باشد گفت ای برادر آن کدام است قال جبرئیل یقتل عطشاناً غریباً وحیداً فریداً لیس لہ ناصر ولا معین ولو تراہ یا آدم وھو یقول واعطشاہ واقلّۃ ناصراہ حتی یحول العطش بینہ و بین السماء کالدخان فلم یجبہ احد الا بالسیوف و شرب الحتوف فیذبح ذبح الشاۃ من قفاہ و ینہب رحلہ اعداۂ و تشہر رؤسہم ھو و انصارہ فی البلدان و معہم النسوان کذلک سبق فی علم الواحد المنان گفت ای برادر چنانکہ تشنہ لب باشد و بیکس باشد و تنہا باشد و فرید باشد و ناصر و معینی نباشد اے آدم اگر او را ببینی در حالتے کہ می گوید واعطشاہ و اقلّۃ ناصراہ تاگاہے کہ از تشنگی چشمش چنان تاریک می شود کہ آسمان را نتواند دید و ہیچکس او را

جواب نگوید الا بازبانِ شمشیر و شراب مرگ پس او را می کشند چنانکه گوسفند را از قفا سر بر می دارند و احمال و اثقال او را دشمنان او به نهب و غارت می برند و سر او و اصحاب او را بر سر سنان ها می کنند و در شهرها می گردانند و اهلبیت او را اسیر کنند و این صورتیست که از پیش بعلم خدا دیدم و احد بر گذشته است۔

جوں ہی سخن بپایۂ رفت آدم و جبرئیل چون زن ثکلے (سوگوار) بگریستند۔

جناب نوح علی نبینا و آلہ و علیہ السلام کے متعلق وہ یہ عبارت درج فرماتے ہیں

در تاریخ محمد نجار شیخ المحدثین باسناد بہ انس ابن مالک مرقوم می دارد قال النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم لما اراد اللّٰہ ان یھلک قوم نوح اوحی اللّٰہ تعالیٰ ان اشق الواح الساج فلما شقھا لم یدر ما یصنع بھا فھبط جبرئیل فاراہ ھیئۃ السفینۃ ومعہ تابوت فیھا مائۃ الف مسمار فضرب المسامیر کلھا فی السفینۃ الی ان بقیت خمسۃ مسامیر فضرب الی مسمار فاشرق بیدہ واضاء کما یضیئ الکوکب الذی فی افق السماء فتحیر نوح الخ

جناب رسول خدا فرمود چون خدا خواست قوم نوح علی نبینا و علیہ السلام را غرضۂ ہلاکت و دمار دارد نوح را فرمان کرد کہ الواح درخت ساج را بشکافند چون بشکافت ندانست کہ با آن الواح چہ صنعت کند آن وقت جبرئیل فرود شد و از برائے نوح صورت کشتی را نمودار کرد و صندوقے بود کہ صد ہزار مسمار داشت پس آن کشتی را با مسمارہا استوار نمود و ہنوز پنج مسمار باقی بود و یکی از ان پنج را بکاربست و با مطرقہ بکوفت شعاعۂ از ان مسمار بدرخشید چنانکہ ستارۂ روشن در افق آسمان درخشان گردید و نوح را از ین حدیث عجیب حیرتے فرو گشت پس مسمار بطلاقت لسان و ذلاقت بیان بسخن آمد و گفت من بنام خیر الانبیاء محمد ابن عبد اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مسمّم جبرئیل فرود شد نوح گفت یا جبرئیل حالِ این مسمار چیست کہ من چون ندیدہ ام گفت این مسمار باسم سید انبیاء محمد ابن عبد اللہ است آنرا بر اوّل سفینہ نصب کن از طرف ایمن پس مطرقہ بر مسمار ثانی زد ہمچنان نوری طالع و ساطع گشت نوح گفت این چیست جبرئیل عرض کرد کہ این مسمار برادر و پسر عم و سید اوصیا علی ابن ابیطالب است این مسمار را بر جانب ایسر سفینہ نصب کن پس مطرقہ بر مسمار ثالث زد و ہمچنان کہ نور تابان و درخشان گردیدہ جبرئیل عرض کرد این مسمار فاطمہ علیہا السلام است آن را در جنب پدرش رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم استوار فرمائی آنگاہ مسمار چہارم از ضرب مطرقہ ساخت چون نور آن ظاہر شد و لمعان نمود جبرئیل گفت این مسمار حسن علیہ السلام است آنرا در جنب پدر جا بدہ چون نوبت مسمار پنجم رسید و مطرقہ بکوفت نور بالا گرفت و آثار خون باد پدار گشت فقال جبرئیل ھذا الدم و قصۂ شہادت حسین علیہ السلام و کردار امت را با آن حضرت بہ شرح کرد فلعن اللّٰہ قاتلہ و ظالمہ و خاذلہ پس جناب نوح علیہ السلام قاتل و خاذل و ظالم او را بلعن و نفرین یاد کرد۔

جناب ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔

و نیز در خصال سند بحضرت امام رضا علیہ السلام منتہی می شود کہ فرمودہ است کہ خداوند امر کرد ابراہیم علیہ السلام را کہ ذبح کند کبشے را کہ فرستادہ بجای فرزندش اسمٰعیل و ابراہیم آرزومند بود کہ ذبح کند بدست خویش اسمٰعیل را تا بازگشت کند در قلبش آنچہ بازگشت می کند در قلب پدر کہ بدست خویش عزاوار اشرافِ اولاد خود را بکشد و بدین طاعت واورا کنہ از رفع درجات اہل ثواب و مصائب فاوحی اللّٰہ تعالیٰ الیہ یا ابراھیم من احب خلقی الیک فقال یا رب ما خلقت خلقا ھو احب الی من حبیبک محمد صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم فاوحی اللّٰہ الیہ افھو احب الیک او نفسک قال ھو احب الی من نفسی قال فولدہ احب الیک او نفسک قال بل ولدہ قال فذبح ولدہ ظلما علی یدی اعدائہ اوجع لقلبک او ذبح ولدک بیدک فی طاعتی قال یا رب بل ذبحہ علی ایدی اعدائہ اوجع لقلبی قال یا ابراھیم فان طائفۃ تزعم انھا من امۃ محمد سیقتل الحسین علیہ السلام ابنہ من بعدہ ظلما و عدوانا کما یذبح الکبش ویستوجبون بذالک سخطی۔ از خداوند تعالیٰ و تبارک خطاب آمد کہ اے ابراہیم از آنچہ من آفریدم نزد تو محبوب تر کیست؟ عرض کرد از آنچہ بیافریدی محبوب تر نزد من حبیب تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم است خطاب آمد او را دوست تر میداری کہ خویشتن را۔ عرض کرد او را از نفس خویش دوست تر دارم خطاب آمد کہ فرزند خود را عزیز تر داری یا فرزند او را عرض کرد فرزند او را۔ خطاب آمد کہ قتل فرزند او از ظلم بدستِ دشمنان او قلب ترا بیشتر بدردمی آورد یا قتل فرزند تو بدست تو در طاعت من عرض کرد قتل فرزند او بدست دشمنان او دردناک تر است بر من۔ خطاب آمد کہ اے ابراہیم ہمانا طائفہ کہ گمان می کنند امت محمد اند زود باشد کہ فرزند او حسین علیہ السلام را از ظلم و عدوان بکشند کہ گوسفند را کشند و مستوجب غضب من گردند پس ابراہیم را دل بدرد آمد و بگریست فاوحی اللّٰہ تعالیٰ یا ابراھیم

فقد فديت جزعك على ابنك اسمعيل لو ذبحته بيدك بجزعك على الحسين وقتله واوجبت لك ارفع درجات اهل الثواب على المصائب وذلك قول الله تعالى وفديناه بذبح عظيم - از حضرت قدس مرا ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام را وحی آمد کہ ای ابراہیم آں جزعیکہ بر فرزند خود اسمعیل و امنیگر می گشت اگر او را فدا کردی بر گریستن حسین علیہ السلام وواجب ساختی از بہر خود بلند تر درجہ از درجات اہل ثواب بر مصائب از اینجا است کہ خدا تعالی فرمودہ وفدیناہ بذبح عظیم -

ازیں خبر مکشوف می افتد کہ فدا شدہ است جزع ابراہیم بر فرزندش اسمعیل فدیہ شدنی بر ذبح حسین کہ ذبح عظیم است (ناسخ التواریخ جلد ششم مطبوعہ بمبئی)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات پر فریقین کا اتفاق ہے علمائے اہلسنت واقعہ کربلا کی پیشین گوئیوں کو ذبح اسمعیل کیوقت سے بتلاتے ہیں اور علمائے اہلبیت اس سر خداوندی کو ادوار قدیم سے شمار کرتے ہیں - اس میں شک نہیں کہ حضرت ابراہیم کے واقعات پر فریقین نے اتفاق کیا ہے اور اسی وقت سے دونوں فرقے اسکو اخبار قدیمہ میں داخل کرتے ہیں چنانچہ ہمارے معتبر و مستند معصر عالی جناب شیخ احمد حسین صاحب اپنے رسالہ البلاء المبین میں تحریر فرماتے ہیں -

حضرت اسمعیل کی قربانی کا واقعہ تو سب کو معلوم ہے جسکی نسبت خداوند عالم فرماتا ہے ان هذا لهو البلاء المبين و فديناه بذبح عظيم ان هذا لهو البلاء المبين - کے معنی تو صاف ہیں کہ فی الواقع یہ ایک روشن امتحان ہے لیکن وفدیناہ بذبح عظیم کا مطلب سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالی نے کس ذبح عظیم یعنی قربانی بزرگ کے بدلے حضرت اسمعیل کو بچالیا فی الحقیقت وہ ذبح عظیم جس کا ذکر آیہ کریمہ میں ہے وہی تھا جو عاشورہ محرم کربلا کے قیامت خیز میدان میں بروز جمعہ بوقت عصر واقع ہوئی اور ابراہیم کے فرزند کی ناتمام قربانی کو علی کے لخت جگر حسین نے کامل کر دیا تھوڑا غور کرنے سے ہماری سمجھ میں آ سکتا ہے کہ کسی گوسفند کی یہ حقیقت نہ تھی کہ اُسے حضرت اسمعیل کی مقابلہ میں ذبح عظیم کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا -

اخبار صحیفہ سے ثابت ہے کہ جب حضرت ابراہیم نے حسب منشائے حکم باری عز اسمہ حضرت اسمعیل کو قربانی کرنا چاہا اور بعدہٗ بموجب ارشاد رحمانی اس عمل سے باز رکھے گئے تو انکو حزن کیا تھا یہ خیال پیدا ہوا کہ جس قربانی کے لئے مجھی بارِ اس رشد و مدد کیا تھا مامور کئے گئے تھے اس سے باز کیوں رکھے گئے پس حق سبحانہ و تعالی نے ارشاد فرمایا ان هذا لهو البلاء المبين و فديناه بذبح عظيم یعنی واقعی یہ بہت ہی سخت امتحان ہے اور ہم نے اسمعیل کو ایک بڑی قربانی کے بدلے بچالیا حضرت ابراہیم نے اس بڑی قربانی کو دریافت کیا تو ارشاد ہوا کہ تیرا فرزند حامل نور ختم المرسلین ہے اس وجہ سے ہم نے تیرا امتحان لے کر اسمعیل کو بچا لیا پھر حق سبحانہ و تعالی نے خلیل اللہ کی نظروں سے رفع حجاب فرمایا کہ آپ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کی آل با صفا کا رتبہ جلیلہ مشاہدہ فرمالیں جب آپنے یہ منظر عالی منزلت ملاحظہ فرمایا تو بہت ہی محفوظ ہوئے اور حسین ابن علی ابن ابیطالب علیہم السلام کو دیکھکر فرمایا کہ یہ کون؟ جواب آیا کہ اسمعیل کے فرزند کے لخت جگر یعنی دختر محمد مصطفیٰ کا بیٹا حسین ہے ای ابراہیم تو اپنی ذات کو زیادہ دوست رکھتا ہے یا محمدؐ کو؟ اپنے فرزند اسمعیل کو زیادہ دوست رکھتا ہے یا محمدؐ کے لخت جگر حسین کو؟ ابراہیم نے عرض کی کہ خداوندا میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنی ذات سے اور امام حسین علیہ السلام کو حضرت اسمعیل سے زیادہ دوست رکھتا ہوں - ارشاد ہوا اے ابراہیم! اسمعیل کا فدیہ عظیم یہی ہے اشقیائے امت اسکو مع اسکے اطفال خوردسال کے تین دن کا بھوکا پیاسا غربت و بیکسی کی حالت میں نہایت ظلم و ستم کے ساتھ شہید کریں گی جسکو دیکھکر شجر و حجر آسمان و زمین اور وحش و طیور روئیں گے جب جناب خلیل اللہ نے یہ واقعہ سنا شدت قلق سے آپ پر عالم گریہ طاری ہوا اور سرشک غم دیدہ ہائے مبارک سے جاری ہو خطاب آیا کہ اے ابراہیم حسین علیہ السلام کی مصیبت پر رونا اسی ثواب کے برابر ہے جو اسمعیل کی قربانی سے حاصل ہوتا (دیکھو مناہج الطالبین قزوینی روضۃ الشہدا حبیب السیر معارج النبوۃ وغیرہا -

بات یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم حضرت اسمعیل کو گھر سے لے چلے اور حضرت ہاجرہ نے چھری اور رسی لینے کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ ایک گوسفند کی قربانی کرنی ہے پس حق سبحانہ و تعالی نے گوسفند قربانی بھیجکر اپنے برگزیدہ نبی کے قول کو پورا کر دیا اس امر عجیب کو تو دیکھو کہ باوجود صدہا زخموں کے جناب سید الشہدا ارواحنا لہ الفدا کی روح مبارک نے جسد اطہر سے اس وقت تک مفارقت نہ کی جبتک کہ آپ گلوئے تشنہ پر خنجر جفا پھرا کر لفظ ذبح کا مصداق ہو لیا اور یہی لفظ ذبح کی رعایت تھی کہ آپ کے قاتل بھی اسلام کے مدعی تھے کیونکہ ذبیحہ کیلئے کلمہ گو کی شرط ہے گو وہ زبانی ہی کیوں نہ ہو - اور چونکہ شہادت کبریٰ کی تکمیل منظور الٰہی تھی لہذا وہی اشرار ملاعین جو برائے نام اسلام کا دم بھرتے تھے بعنوان کیفیت

یھدی اللہ قوماً کفروا بعد ایمانھم وشھدوا ان الرسول حق، کفار زنا ہنجار سے بدتر اور نا لکار تر ہوگئے۔ کما قال اللہ تعالیٰ ان الذین کفروا بعد ایمانھم ثم ازدادوا کفراً لن تقبل توبتھم واولٰئک ھم الضالون پس گویا قدرت نے تیغ شہادت کے دونوں پہلوؤں کو ایک ہی واقعہ سے ثابت اور مکمل کر دیا۔

ہمارے لائق معاصر کی عبارت سے واقعۂ کربلا کی تصدیق اخبار و آثار ابراہیمی سے بخوبی ہوگئی۔ اب ہم اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں۔

جنابِ موسیٰ علیٰ نبینا و آلہ و علیہ السلام کے زمانہ میں اس واقعہ کی خبر کو صاحب ناسخ التواریخ اس عبارت میں لکھتے ہیں۔

در خبر است کہ موسیٰ علیہ السلام با یوشع بن نون عبورش بارضِ کربلا افتاد ناگاہ نعلِ موسیٰ علیہ السلام ساخرے پدید آمد و شراک نعل بگسست و خار بسخت در پائے موسیٰ خلید و خون روان گشت فقال الٰھی ای شیءٍ حدث منّی فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ ان ھنا یقتل الحسین وھنا یسفک دمہ فسال دمک موافقۃً لدمہ عرض کرد الٰہی چہ کسے است ازمن پدید از گشت کہ بدیں کیفر گرفتار شدم خطاب آمد خونِ حسین علیہ السلام دریں موضع بخاک بریزد و خونِ تو بموافقت خونِ او جاری گشت عرض کرد حسین کیست؟ فقیل لہ ھو سبط مصطفےٰ وابن علی المرتضیٰ عرض کرد قاتل او کیست؟ خطاب آمد کہ لعین ماہی دو دریا ملعون وحوش صحرا و طیر ہوا یزید ابن معاویہ پس موسیٰ دست برداشت و بر یزید لعن فرستاد و دعا و نفرین یاد کرد و ایں وقت یوشع ہم آمین گفت و از آنجا بسلامت در گذشت حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کے متعلق ایک واقعہ اور ہے جو ایک وحشی خدا رسیدہ کیساتھ آپکی ملاقات میں مشہور ہے بوجہ شہرت کے اسکی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ السلام کی متعلق یہ حالات مشہور ہیں مروی است کہ سلیمان علیہ السلام بر بساط خویش جائے داشت و در ہوا عبور می داد ناگاہ روزی از زمین کربلا خواست کہ در گذرد باد بساط او را بگردانید و اندوہ نمود چنانکہ سلیمان بیمناک شد بساط او در انجا تا آنگہ ایں وقت باد از جنوب بایستاد و بساط او در انجا در افتاد فقال سلیمان للریح لم سکنت فقالت ان ھھنا یقتل الحسین علیہ السلام سلیمان فرمود تراچہ افتاد کہ ساکن گشتی گفت بقتل حسین علیہ السلام در انجا است سلیمان پرسید حسین کیست؟ گفت سبطِ احمد مختار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و پسر علی مرتضیٰ علیہ السلام است گفت کشندہ او کیست؟ گفت لعین اہل السمٰوات والارض یزید پس سلیمان دست برداشت و در لعن فرستاد و بد عا بد یاد کرد و ایں وقت جن و انس آمین کشتند و باد وزیدن گرفت و بساط طریق سلامت سپرد۔

حضرت عیسےٰ ابن مریم علی نبینا و علیہ السلام مرویست کہ عیسیٰ علیہ السلام را با حواریوں گذر بکربلا افتاد ناگاہ شیرِ شرزہ را نگریستند کہ طریق را بر مختاران سد و ساختہ عیسیٰ پیش شد و قال لم جلست فی ھذا الطریق ولا تدعنا نمر فیہ نمر و از چہ رو در ایں راہ نشستہ و بر روندگان راہ بستہ و نمی گذاری کہ از در گذریم آن شیر بفصیح تر زبانے بسخن در آمد و گفت انی لم ادع لکم الطریق حتیٰ تلعنوا یزید قاتل الحسین نمی گذاریم شمارا کہ در گذرید الا آنکہ یزید را کہ کشندہ حسین علیہ السلام است لعن کنید عیسیٰ علیہ السلام گفت او کیست؟

قال سبط محمد النبی الامی وابن علی الولی۔

فرمودہ قاتل او کیست؟ گفت قاتل او ملعون وحوش بیابانہا و درندگان صحراہا خاصہ روز ہائے عاشورا۔ پس عیسیٰ دست برداشت و لعن کرد بر یزید و نفرین فرستاد و دراین وقت شیر از طریق کنارہ گرفت و حواریوں آمین شدند و بجانب مقصود عبور دادند

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک اور واقعہ بھی مشہور ہے جس کو ہم جناب علی ابن ابیطالب کے سلسلہ روایات میں بیان کرینگے المختصر ہمارے اس مختصر سلسلہ بیان سے ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ واقعہ عظیم خدائے علیم کے علم میں قدیم سے چلا آتا ہے اور اس کی تکمیل جناب ختم المرسلین کے پیارے نواسے کے ذریعہ سے کربلا کے قیامت خیز میدان میں پوری ہونیوالی مقدر ہوچکی تھی چنانچہ ہمارے اس بیان کی تصدیق میں ہمارے معزز اور محترم معاصر تحریر فرماتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ خداوند عالم نے اپنی مکرم مخلوق میں سے جس کو جیسا رتبۂ عالی عطا فرمایا اسی قدر اسکو انتظامی تکلیف کا مورد بنایا چنانچہ انبیائے عالیشان اور بانیانِ ادیان نے اپنوں یا بیگانوں کے ہاتھوں سے جو جو مصیبتیں اٹھائی ہیں انکا احصا تاریخ دنیا کی سیر کرنیوالے مشکل سے کر سکتے ہیں۔ ابوالبشر حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام کی خلافت و بعثت سے ہدایت اور دین الٰہی کا سلسلہ شروع ہوا الغرض جب حضرت آدم انسانی نسلوں کے موجب ہو کر ہمارے لئے قانونِ الٰہی لائے تو وہ میری جانب سے شارع امتحان

ابتلا طالع ہوا گویا بہ سبب دو آزمائش دونوں ایک ہی روز جلوہ افروز عالم ہوئیں ضروری تھا کہ بانیانِ دینِ خداوندی اور رہبرانِ ہدایتِ حق معرضِ امتحان و آزمائش میں لائے جائیں کیونکہ سونا اگر آگ میں جلنے سے پہلے ہی سونا ہے مگر آگ میں پڑنے سے وہ ثابت کر دیتا ہے کہ میں آزمائش میں کھرا اور کامل ہوں ؎

خوش بود گر محک تجربہ آید میاں
تا سیہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

گو ہمارے ناقص اور کمزور خیالات اس آزمائش و ابتلا کو کسی غیر محمود معنی سے تعبیر کریں لیکن روحانی مذاق کی بنا پر اس قسم کی آزمائش محض فضل خداوندی اور برکاتِ نامتناہی ثابت ہوئی ہے حضرت آدمؑ کے بعد حضرت نوحؑ حضرت ہودؑ۔ حضرت صالحؑ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت اسحٰقؑ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ حضرت موسیٰؑ حضرت ایوبؑ۔ حضرت یونسؑ حضرت ذکریاؑ حضرت یحییٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ۔ حضرت جرجیسؑ۔ و غیرہم صلوٰۃ اللہ علیہم وعلی نبینا وآلہ اجمعین کو مخالفین کے ہاتھوں سے جو ناقابلِ برداشت اذیتیں اٹھانی پڑی ہیں وہ قطعی طور پر ثابت کرتی ہیں کہ مردانِ خدا کو خدا کی راہ میں کس کس قسم کے دشمنوں سے مجاہدہ اور مقابلہ کرنا پڑا ہے خود ہمارے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایتِ امت کی بدولت جن جن مصائب کے سامنے ہوئے ان کی شرح اور تفصیل کی حاجت نہیں لیکن چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء و مرسلین کے سردار اور جمیع شرائع کے متمم تھے لہٰذا ضرور تھا کہ ان کا امتحان اور ابتلا بھی ان کو رتبۂ اعلیٰ کیوا فق پہنچتا چنانچہ وہ ان کے پیارے فرزند کیساتھ مخصوص ہوا جس کے ماتم کے لئے قصرِ عالم عزا خانۂ مخلصین و فادار بنا دیا گیا اگرچہ درجۂ شہادت فی الاصل ابتلاء رسول آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک انتہائی شعبہ تھا لیکن اس کی قرعہ اندازی حسین ابن علیہما السلام روحی فداہما کے نام گرامی پر ہوئی یوں تو جس طرح حضرت نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخالفین کی بدولت تکلیفیں جھیلنی پڑیں اسی طرح ان کے خاندان عظیم الشان کا ہر ایک رکن رکین شیاطین امت کے ہاتھوں مبتلائے مصیبت و آلام رہا لیکن درحقیقت ایک تخصیصی آزمائش اور کامل ابتلا کا مرتبہ خاص آل عبا کی ذاتِ جامع البرکات پر ختم ہو گیا علامۂ اجل شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اپنی کتاب سر الشہادتین میں واقعہ شہادت کی جو تمہید زیب رقم فرمائی ہے اس کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ جتنے کمالات جدا جدا کل انبیاء میں تھے وہ سب ذاتِ سرورِ کائنات میں مجتمع ہو گئے فقط ایک کمالِ شہادت باقی رہ گیا تھا جس کے حاصل نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفسِ نفیس شہید ہو جاتے تو شوکتِ اسلام ٹوٹ جاتی اور عوام کو عروجِ دین میں خلل پڑ جاتا پس حکمتِ الٰہی نے چاہا کہ یہ عظیم الشان کمال بھی آنحضرت کو ان کے اہلبیت میں سے ایسے عزیز قریب تر کے ذریعہ سے پہنچے جو بمنزلہ فرزندِ حقیقی کے ہو تاکہ اس کا یہ کمالِ شہادت جنابِ رسولِ خدا کی ذات میں شامل ہو جائے چنانچہ عنایتِ ایزدی نے حسنین علیہما السلام کو اپنے نانا کا قائم مقام اور نائب بنایا اور دونوں کو دو آئینے پر تو کمالِ محمدی اور دو رخسارِ جمالِ مصطفوی کے ٹھہرا کر ان دونوں صاحبزادوں کے توسط سے یہ کمال بھی ذاتِ آنحضرت میں داخل کر دیا۔

فی الحقیقت جنابِ شاہ صاحب کی یہ تحقیق ندرتِ ذکاوت ان کے اتباع کے لئے سرمایۂ فخر و ناز ہو سکتی ہے لیکن اس قدر افسوس ضرور ہے کہ شاہ صاحب نے حسین ابن علی کی قائم مقامی اور نیابتِ مصطفوی کو فقط ان کے قتل ہی تک محدود و مخصوص کر دیا بمصداق قولِ شاعر ؎

از صحنِ خانہ تا بہ سرِ بام از آنِ من ٭ وز سقفِ خانہ تا بہ ثریا از آنِ تو

مؤلف صاحب رسالۂ البلاء المبین لکھتے ہیں کہ میدانِ کربلا کا معرکۂ شہادت معنوی طور پر وہ عظیم المرتبہ امانت تھی جس کو قدرت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں سے حضرت اسمٰعیل کی مقدس خاندان میں سپرد کیا تھا اور ۶۱ ہجری میں عاشورا کے دن جناب امام حسین علیہ السلام نے نہایت ہی استقلال اور ثابت قدمی کیساتھ ادا کر دیا یہ وہ ودیعت تھی جو خاندانِ اسمٰعیل میں چلی آتی تھی اور جس کے ادا کرنے اور باٹھانے کا کوئی متحمل نہیں ہو سکتا تھا لیکن بالآخر اس کے سچے امین نے نہایت خوشی سے تسلیم و رضا کیساتھ ذبحِ عظیم کی پیشین گوئی پوری کر دی اور بی ہاجرہ کی مبارک نسل کا وعدہ بی بی فاطمہ کی مقدس نسل نے کامل طور سے وفا کر دیا یعنی دہم محرم کو حسین ابن علی نے اس وعدہ کی تکمیل کر کے اپنے دادا اسمٰعیل ابن ابراہیم علیہما السلام کو سبکدوش کر دیا۔

بمضمونِ احادیثِ متواترہ جنابِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہادت جناب امام حسین علیہ السلام کی خبروں کا مکرر پہنچنا ثابت کرتا ہے کہ خداوندِ عالم کا آنحضرت کو اس واقعہ سے مطلع کرنا بے معنی نہ تھا بلکہ یہ وہی وعدہ تھا جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علی نبینا و علیہما السلام سے لیا گیا تھا اور گویا یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ جس قربانی کی بنا پر حضرت اسمٰعیل سے

شروع ہوئی تھی وہ خاندانِ مصطفوی اور دودمانِ مرتضوی کے چشم و چراغ جنابِ امام حسین علیہ السلام کی ذات پر ختم اور کامل ہوگئی۔

دیکھو اگر جنابِ امام حسین علیہ السلام چاہتے تو فقط یزید لعون کی بیعت سے اُن کی اور ان کے اہلبیت کی مخلصی ہوجاتی جنابِ امام حسین علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے وہ منحوس سماں اور نامبارک منظر تھا جس میں وہ بے خانماں ہوکر جامِ شہادت پینگے وہ بخوبی جانتے تھے کہ ان کے بعد ان کے اہلبیت اور ذرّیت کیساتھ دشمنانِ دین کوئی کمی نہیں کریں گے بچوں کی آہ و زاری عورتوں کی فریاد و بیقراری۔ ایسا اتقام جہاں بجز ذاتِ باری نہ کوئی مونس و معین ہے نہ ہمدم و ناصر۔ اپنی جماعت قلیل اور اشقیا کی جمیعت کثیر آفتاب کی تمازت پانی کا مطلق بند ہونا۔ یہ سب باتیں کیا اس امر کے لئے کافی نہیں تھیں کہ ایک انسان کا دل ہلاکر اسکو امورِ مخالف طبع کے قبول کرنے پر آمادہ کردیں؟ کیا کوئی آدمی اپنی بشری ہستی میں ایسی سختیوں اور بلاؤں کا متحمل ہوکر اپنی وجدانی صداقت اور ایمانی قوت پر قائم رہ سکتا ہے؟ مگر ہاں فاطمہ زہرا کے فرزند حسین علیہ السلام نے یہ ساری مصیبت و صعوبت اپنے سر لے لی اور آنکھوں کے سامنے ان کے ننھے ننھے بچے اور عزیز قتل کردیے گئے حتیٰ کہ چرند و پرند سیراب ہوتے تھے وہ اس سے محروم رکھے گئے دھوپ کی تکلیف اٹھائی بھوک پیاس کے صدمے سہے خیمے جلا دیے گئے۔ خود جسمِ لطیف پر بے شمار زخم کھائے لیکن اُس ودیعتِ اسمٰعیلی کے ضامن اور امانتِ ابراہیمی کے امین نے ع سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے دم مارنا تو کیا یہ بھی زبان سے نہ فرمایا کہ خدایا اس بلا سے مجھے نجات دے یا یہ آزمایش مجھ سے ٹال دے اور باوجود ہزار ہا قسم کی مصیبتوں کے وہ ذرا بھی تو بیقرار نہ ہوا اور تمام شب باوجود اس بار کے اٹھا لینے اور اس امتحان میں پورا اترنے کے دعاؤں میں بھی مشغول رہا۔ واقعی جنابِ امام حسین علیہ السلام بیقرار کیوں ہوتے وہ ایسے نہ تھے کہ اپنے دادا کی امانت کو ادا نہ کرتے اور اپنے نانا کی امت کی کشتی نجات کو گردابِ ضلالت میں ڈوب جانے دیتے بلکہ انہوں نے خود اس جوش کو پورا کردیا جو حضرت ابراہیم کے دل میں پیدا ہوا تھا اور اس طوفان کو ٹال دیا جس میں امت محمدیہ غرق ہوا چاہتی تھی (دیکھو البلاغ المبین صفحہ ۶۲ مطبوعہ کانپور)

ہمارے معزز معاصر کے اس بیان سے ہمارے ناظرین کو اس واقعہ کی ضرورت اور اسرار خداوندی میں اس کے داخل ہونے کی پوری کیفیت تو معلوم ہوگئی اب ہم ان پیشین گوئیوں کو درج کرتے ہیں جو مخصوص جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ایک بار نہیں کئی بار اس عظیم المرتبہ اور جلیل الشان شہادت کی نسبت خاصکر اسی وجہ سے پہنچائی تھیں کہ آپکے ان ارشاد و ہدایت بنیاد اور آپکے ان فرمان واجب الاذعان پر تمام مسلمان کامل اعتقاد رکھکر ایسی تیرہ و تار زمانہ میں اپنے آپ کو اس کے اقدام کے مواخذہ سے بچائیں اور ایسے خونِ ناحق سے اپنے ہاتھوں کو رنگین نہ کریں بعض ابنائے زمانہ کا یہ خیال ہوگا کہ واقعات کربلا کے متعلق آنحضرت نے صرف ایک ہی بار خبر دی ہوگی۔ ایسا نہیں ہے اس وقت سے لیکر اس وقت تک کے علماء نے اپنی اپنی تالیفات میں درج کرکر اس کو متواتر کا درجہ عطا کردیا ہے ان لوگوں کا ایسا خیال محض شبہ ہی ہے جو ان کو عدم کتب بینی کی وجہ سے لاحق ہوا ہے اگر وہ کتب اخبار و احادیث کے مطالعہ کی طرف اب بھی توجہ فرمائیں تو انکو معلوم ہوجائیگا کہ شہادت جنابِ امام حسین علیہ السلام کا واقعہ وہ عظیم الشان واقعہ ہے جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو دربارِ الٰہی سے مختلف اوقات میں متفرق ذریعوں سے خبر بھیجی رہی ہے اور جب آنکو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو فی الحقیقت آپ نے اسکی اطلاع تمام اہل اسلام کو دی ہے۔

واقعاتِ کربلا کی صحیح اور معتبر پیشین گوئیاں

مشکوٰۃ شریف میں تحریر ہے۔ عن ام الفضل بنت الحارث امرأۃ العباس رضی اللہ عنہ انّھا دخلت علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فقالت یا رسول اللہ رایت حلمًا منکرا اللیلۃ قال ما ھو قالت رایت کان قطعۃ من جسدک المبارک قطعت ووضعت فی حجری فقال علیہ السلام رایت خیرا تلد فاطمۃ ان شآء اللہ غلاما یکون فی حجرک قالت فولدت فاطمۃ الحسین کان فی حجری فارضعتہ بلبن قثم فدخلت یوما علی النبیؐ فوضعتہ فی حجرہ ثم حانت منّی التفاتۃ فاذا عینا رسول اللہ تھراقان الدموع فقلت یا رسول اللہ بابی انت وامی ما لک قال اتانی جبرئیل فاخبرنی انّ امّتی ستقتل ابنی ھذا فقلت ھذا قال نعم واتانی بتربۃ حمرآء۔

اُمّ الفضل زوجہ محترمہ حضرت عباس رضی سے منقول ہے کہ میں نے ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ میں نے رات کو ایک پریشان خواب دیکھا ہے آپنے فرمایا وہ کونسا خواب ہے؟ میں نے عرض کی کہ میں نے ایسا خواب دیکھا ہے کہ آپ کے بدن مبارک

کا ایک ٹکڑا جدا ہو کر میری گود میں رکھدیا گیا ہے آپ نے فرمایا کہ تم نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ انشاء اللہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ہاں ایک لڑکا ہوگا جو تمہاری گود میں رہیگا۔ اُمّ الفضل کہتی ہیں کہ حضرت فاطمہ کے ہاں جناب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے اور میری گود میں رہے اور میں نے ان کو اپنے بیٹے قثم کا دودھ پلایا ایک دن میں آنحضرت کے پاس گئی اور حسین کو ان کی گود میں دیدیا پھر دیکھا کہ آنحضرت کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں میں نے پوچھا کہ یا حضرت میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کو کیا ہوا؟ فرمایا میرے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور خبر دی کہ میری اُمت اس فرزند کو قتل کرڈالیگی میں نے کہا اسے! فرمایا ہاں اور مجھے سرخ مٹی بھی دی (دیکھو مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۹ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ) اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ولادت ہی کے دن آنحضرت جناب امام حسین کی شہادت کی خبر دربار احدیت سے پہنچ گئی تھی۔ ہمارے معزز اور معتبر معصر نے اس واقعہ کو خاص جناب سیدہ کی زبانی بھی تحریر فرمایا ہے اور وہ ایک ایسا صحیح الاسناد واقعہ ہے جس پر علمائے فریقین نے قطعی اتفاق فرمایا ہے ممدوح کی عبارت یہ ہے جناب امام حسین علیہ السلام نے اگرچہ چھپن سال کی عمر میں شربت شہادت نوش فرمایا لیکن اس واقعہ کی خبر مصیبت اثر ولادت ہی کے زمانہ میں شائع ہو کر گویا دنیوی رنج و راحت کا توام ہونا ثابت کر چکی تھی چنانچہ روضۃ الشہداء سے منقول ہے کہ جب جناب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو اپنے حبیب کی خدمت میں ادائے تہنیت کے لئے بھیجا۔ جبرئیل نے تہنیت فرزند ادا کی اور اس کے بعد ہی تعزیت شروع کر دی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سبب تہنیت تو معلوم ہے لیکن تعزیت کی کیا وجہ ہے؟ جبرئیل نے کہا کہ یا رسول اللہ جس حلق پر آپ بوسہ دیتے ہیں آپ کے بعد تیغ جفا سے مجروح کیا جائیگا پھر کسیقدر حال کربلا عرض کیا۔ حضرت سید المرسلین یہ خبر جانکاہ سن کر بہت ہی گریاں ہوئے حضرت علی علیہ السلام نے رونے کا سبب دریافت کیا اور جب واقعہ شہادت سنا تو وہ بھی رونے لگے اور اسی حالت سے حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کے پاس تشریف لیگئے جناب سیدہ نے یہ خبر جانگزا سنی تو ایک نالہ جگر خراش کھینچا اور روتی ہوئی آنحضرت کی حضور میں تشریف لے گئیں اور فریاد کی اے پدر بزرگوار! علی نے آپکی زبانی مجھے یہ خبر سنائی ہے کہ جفا کاران اُمت کلیجے نور انی حسین پر تیغ جفا پھرائینگے آنحضرت نے فرمایا ہاں۔ اے فاطمہ! جبرئیل نے اسیطرح مجھکو آگاہ کیا ہے جناب سیدہ رونے لگیں اور کہا کہ میرے حسین نے ایسی کونسی خطا کی ہے جو طفولیت میں ان پر ایسا ظلم کیا جائیگا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اے فاطمہ

یہ حادثہ حسین کے لڑکپن میں نہ ہوگا بلکہ اس وقت میں ہوگا جبکہ نہ میں ہونگا اور نہ تم ہوگی نہ علی ہونگے اور نہ حسنؑ ہونگے یہ سنکر جناب سیدہ زیادہ تر بیتاب ہوگئیں اور فرمانے لگیں کہ اے مظلوم مادر! وائے بیکس مادر! جبکہ اس وقت تیرے جد و پدر مادر و برادر نہونگے تو کون ہوگا جو تیری مصیبت کی تعزیت بجالائیگا۔ راوی کہتا ہے کہ ہاتف نے آواز دی کہ جناب امام حسین علیہ السلام کا ماتم مصیبت زدگان امت قیامت تک برپا رکھینگے اور ہر سال جب وہ وقت آئیگا جس میں حسین علیہ السلام شہید ہونگے تو وہ لوگ تعزیت حسین کو تازہ کیا کریں گے اور بشرط مصیبت بجالایا کرینگے۔ امام بغوی اپنی معجم میں تحریر فرماتے ہیں عن انس ابن مالک ان النبیّ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قال استأذن ملک القطر ربّہ ان یزورنی فاذن لہ وکان فی یوم امّ سلمۃؓ فقال رسول اللہ یا امّ سلمۃؓ احفظی علینا الباب لا یدخل علینا احد فبیناھی علی الباب اذ دخل الحسین فاقتحم فی ثب علی رسول اللہ فجعل رسول اللہ یلثمہ ویقبلہ فقال لہ الملک اتحبہ قال نعم قال ان امّتک ستقتلہ وان شئت اریک المکان الّذی یقتل بہ فاراہ فجاء بسھلۃ او تراب احمر فاخذتہ امّ سلمۃؓ فجعلتہ فی ثوبھا قال ثابت کنّا نقول انھا کربلاء واخرجہ ابوحاتم فی صحیحہ وروی احمد نحوہ وروی عبد ابن حمید وابن احمد نحوہ لکن فیہ ان الملک جبرئیلؑ ولکن صحتا واقعتان وزاد الثانی ایضا انہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم شمّھا وقال ریح کرب وبلاء۔

امام بغوی نے معجم میں انس سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فرشتہ باران نے پروردگار عالم سے اس امر کی اجازت چاہی کہ وہ میری ملاقات کو آئے خدا نے اُسے اجازت دی اور وہ دن جناب اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ آنحضرت نے امّ سلمہ سے فرمایا کہ تم دروازہ کی حفاظت کرتی رہنا کوئی میرے پاس نہ آئے اس درمیان میں کہ حضرت ام سلمہ دروازہ پر تھیں جناب امام حسین علیہ السلام آگئے اور گھر میں داخل ہوگئے اور آنحضرت کی گود میں اُچک کر جا بیٹھے۔ آنحضرت انکو پیار کرنے لگے تو فرشتہ نے کہا یا حضرت کیا آپ اسکو بہت دوست رکھتے ہیں؟ آپ نے کہا ہاں۔ اس نے عرض کی کہ آپ کی امت انکو عنقریب قتل کردیگی اور اگر آپ چاہیں تو وہ جگہ آپ کو دکھلا دوں جہاں یہ قتل ہونگے پھر وہ جگہ دکھلا دی پس نرم مٹی یا سرخ مٹی لا دی پس حضرت امّ سلمہ سلام اللہ علیہا

نے اسے لے لیا اور اپنے کپڑے میں رکھ لیا ثابت کہتا ہے کہ ہم لوگ اس زمین کو کربلا کہتے ہیں اور اس روایت کو یوں بیان کیا ہے ابو حاتم نے اپنی صحیح میں اور امام احمد ابن حنبل نے مثل ابو حاتم کے اسکو روایت کیا ہے اور عبد ابن حمید اور ابن احمد نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ لیکن اس روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ وہ فرشتہ جبرئیل علیہ السلام تھا۔ مگر اصل مضمون کوئی میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور دوسری روایت میں اتنا اور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ نے اس مٹی کو سونگھا اور فرمایا کہ اس سے کرب و بلا کی بو آتی ہے۔

شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب میں تحریر فرمایا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے نقل فرمایا ہے کہ ایک دن جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے ہم نے آپ کے لئے کھانا تیار کیا اور تھوڑا دودھ جو ام ایمن نے بھیجا تھا وہ بھی حاضر کیا۔ آنحضرت نے کھانا تناول فرمایا اور دودھ نوش کیا، پھر میں نے آنحضرت کے ہاتھ دھلائے اور آنحضرت نے اپنے ہاتھوں کو چہرۂ اقدس اور ریش مبارک پر پھیرا اور دعا کی پھر سجدہ میں گئے اور رونا شروع کیا ہم لوگ کچھ دریافت نہ کرسکے اتنے میں جناب امام حسین آپ کی پشت مبارک پر گر کر رونے لگے۔ آپ ان کا رونا ملاحظہ فرما کر اپنا رونا بھول گئے اور فرمانے لگے بابی انت و امی یا حسین۔ میرے باپ تجھ پر فدا ہوں اے حسین! تم کیوں روتے ہو؟ حسین نے کہا بابا جان! ہم نے کبھی آپ کو اس قدر روتے نہیں دیکھا ہے۔ آج کیا حال ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اے فرزند آج میں تیرے جمال مسرت مآل کو دیکھ کر ایسا مسرور ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا۔ ناگاہ جبرئیل علیہ السلام نے خداوند عالم کی طرف سے آکر یہ خبر پہنچائی کہ میری امت تجھ کو بحالت غربت و کربت شہید کریگی (دیکھو رسالہ البلاء المبین صفحہ ۱۵)

معجم کبیر میں امام طبرانی لکھتے ہیں۔ عن ابی امامة الباهلی قال قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم لا تبکوا هذا الصبی یعنی حسینا قال وکان یوم ام سلمة منزل جبرئیل فدخل رسول الله وقال لام سلمة لا تدعی احدا یدخل علی فجاء الحسین فلما نظر الی النبی صلی الله علیه وسلم فی البیت اراد ان یدخل واخذته ام سلمة واحتضنته وجعلت تناحیه و تسکتیه فدخل حتی جلس فی حجر النبی فقال جبرئیل للنبی ان امتك ستقتل ابنك هذا تناول جبرئیل تربة فقال بمكان او كذا اخرج رسول الله صلی الله علیه (و آله) وسلم قد احتضن حسینا کاشف البال مهموما فظننت ام سلمة انه غضب من دخول الصبی فقالت یا نبی الله جعلت الفداء انك قلت لنا لا تبکوا هذا الصبی وامرتنی ان لا ادع احدا یدخل علیك فجاء فخلیت عنه فلم یرد علیها فخرج الی الصحابة وهم جلوس فقال لهم ان امتی یقتلون هذا وفی القوم ابی بکر وعمر وقال رسول الله صلی الله علیه (و آله) وسلم هذه تربة واراهم ایاها (اخرجه الطبرانی فی الکبیر فی مسند ابی امامة الباهلی)

ابو امامہ باہلی سے مروی ہے کہ ایک روز حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد کیا کہ اس لڑکے یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کو نہ رلایا کرو۔ اس روز جناب ام سلمہ کے گھر کی باری تھی۔ آنحضرت کے پاس جبرئیل نازل ہوئے۔ حضرت گھر کی کوٹھری میں تشریف لے گئے اور ام سلمہ سے فرمایا کہ میرے پاس کسی کو نہ آنے دینا ناگہاں امام حسین تشریف لاتے اور حضرت کو دیکھکر کوٹھری میں گھسنے لگے جناب ام سلمہ نے انھیں تھام کر اپنے گلے لگا لیا اور انکو اندر جانے سے روک رکھا اور انکو رونے سے چپ کرانے لگیں جب وہ بہت رونے لگے تو جناب ام سلمہ نے انکو چھوڑ دیا اور وہ حضرت کے پاس جا کر گود میں بیٹھ گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ کی امت اس کو عنقریب قتل کریگی اور ہاتھ بڑھا کر آنحضرت کو تھوڑی سی مٹی دی اور کہا کہ وہ اسی مکان میں شہید کئے جائیں گے۔

پس آنحضرت امام حسین کو گود میں لئے ہوئے نہایت غمگین برآمد ہوئے جناب ام سلمہ نے خیال کیا کہ شاید آنحضرت امام حسین کے اندر جانے سے ناراض ہوئے ہیں وہ عرض کرنے لگیں یا نبی اللہ میں آپ کے قربان ہو جاؤں حضور نے فرمایا تھا کہ اس لڑکے کو مت رلایا کرو اور یہ بھی حکم دیا تھا کہ کسی کو میرے پاس گھر میں نہ آنے دینا، جب جناب امام حسین علیہ السلام تشریف لائے تو میں نے ان کو روک رکھا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انکو نہ کچھ جواب دیا اور صحابہ کے پاس تشریف لائے سب صحابہ بیٹھے ہوئے تھے آنحضرت نے ان سے فرمایا کہ بہ تحقیق میری امت اس کو شہید کریگی صحابہ میں ابوبکر اور عمر بھی موجود تھے۔ حضرت نے ان کو دکھلا کر فرمایا جہاں پر یہ شہید کئے جائیں گے وہاں کی مٹی یہ ہے۔

اس روایت سے تو آنحضرت کا علی الاعلان خبر شہادت حسین پہنچانا بخوبی ثابت

ہو گیا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرح حضرت عائشہ سے بھی واقعہ شہادت کی خبر مشہور ہے۔ چنانچہ امام طبرانی اور ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اخبرنی جبرئیل انی ابنی الحسین یقتل بارض الطف وجاءنی بھذہ التربۃ واخبرنی ان فیہا مضجعہ۔ ام المومنین عائشہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھکو خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین طف کی زمین پر مارا جائے گا اور یہ مٹی مجھکو لاکر دکھلائی گئی ہے کہ اس میں انکی قبر ہوگی

امام ترمذی اپنی صحیح میں امام احمد ابن حنبل اپنی مسند میں اور امام بیہقی اپنی سنن میں تحریر کرتے ہیں عن ابن عباس قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصف النہار واخذ بیدہ قارورۃ فیہا دم ملتقط فسألہ فقال دم الحسین علیہ السلام واصحابہ لم ازل ابتغہ منذ الیوم فنظروا فوجد اقد قتل ذلک الیوم۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے۔ ژولیدہ مو غبار آلودہ انکے ہاتھ میں ایک شیشی کی اس میں مٹی سے ملا ہوا خون تھا حضور سے استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا حسین اور اس کے دوستوں کا خون ہے۔ ابن عباس کا قول ہے کہ میں ہمیشہ اسکو دیکھا کرتا تھا ایک دن اسکو دیکھا کہ بالکل خون ہوگئی پس معلوم ہوا کہ جناب امام حسین علیہ السلام شہید ہوگئے۔

حافظ ابو نعیم، و امام بیہقی و اسحق ابن راہویہ لکھتے ہیں عن ام سلمۃ رض اضطجع ذات الیوم فاستیقظ وھو خاثر وفی یدہ تربۃ حمراء یقبلہا فقلت ما ھذہ التربۃ یا رسول اللہ قال اخبرنی جبرئیل ان ھذا یعنی الحسین یقتل بارض العراق وھذہ تربتہا ام سلمہ سے مروی ہے کہ ایک روز جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب استراحت فرما کر اٹھے انکے دست مبارک میں سرخ مٹی تھی جسکو وہ بوسے دے رہے تھے۔ میں نے عرض کی یا حضرت یہ مٹی کیسی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے کو خبر دی ہے کہ حسین عراق کی زمین شہید کئے جائیں گے یہ وہیں کی مٹی ہے۔

حافظ ابو نعیم نے پھر اسی پیشین گوئی کو ایک دوسرے موقعہ پر اس طریق سے تحریر کیا ہے عن ام سلمۃ رض قالت کان الحسن والحسین علیہما السلام یلعبان فی بیتی فنزل جبرئیل فقال یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان امتک تقتل ابنک ھذا من بعدک واومی الی الحسین واتاہ بتربۃ فشمہا ثم قال ریح کرب وبلاء وقال یا ام سلمۃ رض اذا تحولت ھذہ التربۃ دما فاعلمی ان ابنی قد قتل فجعلتہا فی قارورۃ۔

ام المومنین ام سلمہ سے روایت ہے کہ جناب حسنین علیہما السلام میرے گھر میں کھیل رہے تھے پس جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہنے لگے یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بتحقیق کہ آپ کی امت آپ کے اس بیٹے کو (امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے) قتل کر دیگی اور حضور کو اس جگہ کی مٹی لاکر دکھلائی۔ آپ نے اسکو سونگھکر فرمایا کہ اس سے تکلیف و رنج کی بو آتی ہے اور آنحضرت نے مجھ سے فرمایا اے ام سلمہ! جب تم اس مٹی کو دیکھو کہ یہ خون ہو جائے تو بس سمجھ لینا کہ میرا یہ بیٹا شہید ہو گیا پس میں نے وہ مٹی ایک شیشہ میں رکھ لی

امام دیلمی لکھتے ہیں عن معاذ ابن جبل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نعی الی الحسین واتیت بتربتہ واخبرت بقاتلہ معاذ ابن جبل سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دی گئی ہے ہمارے معزز اور معتبر ہمعصر عالی جناب شیخ احمد حسین صاحب بالقابہ شواہد النبوۃ ملا جامی، لطائف اشرفی حضرت سید اشرف جہانگیر اور سعادت الکونین فی فضائل الحسنین کی معتبر اسناد سے تحریر فرماتے ہیں کہ مشہور ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ایک زانو پر اپنے نور العین حسین اور دوسرے زانو پر اپنے فرزند ابراہیم کو بٹھلائے ہوئے تھے کہ ناگاہ حضرت جبرئیل نے پیغام حق پہنچایا کہ یہ دونوں آپ کے پاس نہیں رہ سکتے ان میں سے ایک کو اختیار کیجئے۔ آہ آہ رونے کی جگہ ہے اور غور کرنے کا مقام ہے کہ دو پیاروں میں اس قسم کا قطعی فیصلہ کس کا قلب کر سکتا ہے۔ ایک بیٹا دوسرا بیٹی کا بیٹا لیکن نواسے حسین کی محبت جس کے سبب دل نے کسی طرح ابراہیم کو حسین پر ترجیح نہ دی اور حسین ہی کو اختیار فرمایا چنانچہ اس واقعہ کے تین روز بعد حضرت ابراہیم نے رحلت فرمائی کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر امام حسین علیہ السلام پر پڑتی تھی تو آپ بہایت خوشی کیساتھ فرماتے تھے ھلا و مرحبا من فدیتہ بابنی ابراہیم اور گوارا ہوا اسکا آنا جس پر میں نے اپنے بیٹے کو قربان کر دیا (دیکھو رسالہ البلاء المبین صفحہ ۲) صاحب ناسخ التواریخ تحریر فرماتے ہیں کہ ہند مادر معاویہ خوابے دید نزد رشتہ دما

درآمد و خواستار شد کہ خواب خویش را بعرض جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم برساند۔ چوں رخصت یافت حاضر شد و بعرض رسانید کہ در خواب دیدم کہ آفتابے برفراز سر من ارشد و آنآں آں آفتابے دیگر آشکار گشت و ماہے سیاہ تمام از من متولد شد و از آں ماہ سیاہ ستارۂ تاریک برآمد و آں ستارہ بر آسمان آفتاب ثانی کہ از آفتاب نخستین زاد حملہ افگند و آں را ابلعید پس آسمان ظلمت کدہ گشت و ستارہائے سیاہ پدیدار شد کہ جہاں را فرو گرفت چوں رسول خدا ایں کلمات را اصغا فرمود آب از چشم مبارک بگردانید فشد
قال الهند اخرجي يا عدوة الله مرتين فقد حددت على احزاني ونعيت الي احبابي پس روہند آورد و مرات و کرات فرمود اے دشمن خدا بیروں شو۔ ہما ما تازہ کردی اندوہ مرا خبر مرگ دوستان مرا بمن آوردی چوں ہند بیروں شد فرمود اللهم العنها والعن نسلها چوں از تعبیر خواب پرسش کردند فرمود آفتاب نخستین علی علیہ السلام و آفتاب ثانی حسین ابن علی علیہما السلام است و آں ماہ سیاہ معاویہ و آں ستارۂ تاریک پسرش یزید است کہ با فرزند من حسینؑ بمیان خواہد آمد و او را شہید خواہد کرد و ہنگام شہادت او آفتاب سیاہ و آسمان تیرہ خواہد گشت و تیرگی جہان را فرو خواہد گرفت و آں ستارگان سیاہ بنی امیہ اند کہ بر جہانیان مستولی خواہند شد

ہند مادر معاویہ کا خواب قریب قریب انہی الفاظ میں عائشہ کی زبانی ذکر الشہادتین مطبوعہ آگرہ میں بھی درج ہے۔

امام احمد۔ ابو یعلی۔ ابن سعد اور امام طبرانی نے علی علیہ السلام اور طبرانی نے دیگر طریق سے باسناد ابی امامہ باہلی اور انس ابن مالک اور ابن عساکر نے ام سلمہؓ اور ابن سعد نے عائشہ اور ابو یعلی نے بار دیگر ام المومنین زینب بنت جحش اور ابن عساکر نے بار ثانی ام الفضل زوجہ حضرت عباس کی اسناد سے تحریر فرمایا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كان عندي جبرئيل فاخبرني ان الحسين يقتل بشاطئ الفرات وقال هل لك ان اشمك من تربته قلت نعم فمد يده فاخذ قبضة من تراب فاعطانيها فلم املك عيني ان فاضتا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیلؑ ابھی ابھی میرے پاس سے گئے ہیں انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ حسین دریائے فرات پر قتل ہوگا اور آپ بھی کہا کہ اگر کہیے تو وہاں کی خاک آپ کو سنگھا دوں میں نے کہا کہ ہاں پس جبرئیل نے ہاتھ بڑھا کر ایک مشت خاک مجھے دی اسے مجھ سے ضبط گریہ نہ ہو سکا

علامہ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں۔

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان جبرئيل اراني التربة التي تقتل عليه الحسين فاشتد غضب الله على من يسفك دمه فيا عائشة والذي نفسي بيده انه ليحزنني فمن هذا من امتي يقتل حسينا بعدي۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے اس سرزمین کی خاک دکھلائی جس پر حسین علیہ السلام قتل کئے جائیں گے اور جو شخص حسین کا خون بہائیگا اس پر خدا کا غضب شدید ہوگا پھر فرمایا کہ اے عائشہ! قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اس خبر نے مجھے بہت ہی غم میں ڈالا آہ وہ کون سفاک ہوگا میری امت سے جو حسین کو قتل کریگا۔

معجم طبرانی میں ہے کہ عن زينب بنت جحش قالت قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان جبرئيل اتاني فاخبرني ان ابني هذا تقتله امتي فقلت فارني تربته فاتاني بتربة حمراء

ام المومنین زینب بنت جحش سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور مجھے خبر دی کہ میرے اس فرزند کو امتی قتل کر ڈالیں گے پس میں نے جبرئیل سے کہا کہ مجھے اس فرزند قتیل کے مشہد کی خاک دکھلاؤ۔ انھوں نے سرخ خاک لا کر دی۔

صواعق محرقہ تذکرہ امام قرطبی اور سر الشہادتین میں امام بغوی و ابن السکن بسندہ اور ابن عساکر و ابن نعیم و ماوردی کی اسناد سے لکھا ہے عن انس ابن الحارث ابن نبيه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول ان ابني هذا يعني الحسين يقتل بارض من العراق يقال لها كربلاء فمن ادرك منكم ذلك فلينصره انتهى

ابن حارث ابن منبہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرا فرزند حسین علیہ السلام سرزمین عراق میں مقام کربلا پر قتل کیا جائے گا پس تم میں سے جو شخص کہ وہ وقت پائے اسے چاہیے کہ حسین کی نصرت کرے۔ مستدرک میں امام حاکم ابن عباس سے نقل کرتے ہیں قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم اوحى الله الي اني قتلت بيحيى بن زكريا سبعين الفا واني قاتل بابن بنتك سبعين الفا وسبعين الفا۔

فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ حق سبحانہ و تعالی نے بذریعہ وحی کے مجھے خبر دی ہے کہ میں نے یحیی ابن زکریا علی نبینا و علیہ السلام کے خون ناحق

کے بدلے میں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کر دیا اور تمہارے فرزند کے خون ناحق کے عوض میں ستر ہزار و ستر ہزار ایک لاکھ چالیس ہزار) آدمیوں کو قتل کرونگا ۔

اتنی معتبر اور مستند اور متواتر حدیثیں واقعہ کربلا کی پیشین گوئی کے متعلق لکھکر ہم کو یقین ہے کہ ہم اپنی بحث کے سلسلہ کو انتہا تک پہنچا چکے ہیں ۔ اب ہم ان پیشگوییوں سے متعلق ایک ایسا واقعہ اور لکھے دیتے ہیں کہ جس سے یقینی طور پر یہ معلوم ہو جائیگا کہ جناب رسالتمآب نے اپنے آخری وقت اس واقعہ کی نسبت اپنے کمال حزن و ملال کا اظہار فرماکر شہادت حسین کو یاد فرمایا ہے ۔ چنانچہ کتاب مثیر الاحزان میں حضرت عبد اللہ ابن عباس سے منقول ہے کہ آنگاہ کہ مرض رسول اللہ شدت می شد و در آں مرض در میگذشت امام حسین علیہ السلام را بسینہ مبارک خود می چسپانید وعرق بدنش بر حسین سیلان داشت و بذل جاں می فرمود و می گفت مالی ولیزید لا بارک اللہ فیہ اللھم العن یزید ایں بگفت و مدہوش بود چون بہوش آمد حسین علیہ السلام را بوسید آب چشمش بروے مبارک مید وید و فرمود اما ان لی ولقاتلک مقاما بین یدی اللہ عزوجل ۔ کہ داوری من با کشندہ حسین در پیش روی خدا و ند خواہد بود

اب ہم پیشنگوئیوں کے موجودہ سلسلہ میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور جناب امام حسن علیہ السلام کے ارشادات بھی اسی تفصیل کے ساتھ ذیل میں قلمبند کرتے ہیں اور تمام اہل اسلام کو یہ دکھلا دیتے ہیں کہ دنیا کی تاریخ میں یہی ایک تنہا واقعہ ہے جس کی قدامت کا سلسلہ ابتدا سے لیکر انتہا تک کامل اور درست ہے ۔

صواعق محرقہ اور نسیج بکیہ شرح قصیدہ ہمزیہ میں ہے کہ اخرج ابن سعد عن الشعبی قال مر علی رضی اللہ عنہ بکربلاء عند مسیرہ الی صفین وحاذی نینوی قریۃ علی الفرات فوقف وسال عن اسم ھذہ الارض فقیل کربلاء فبکی حتی بل الارض من دموعہ ثم قال دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو یبکی فقلت ما یبکیک قال جاء جبرئیل عندی آنفا فاخبرنی ان ولدی الحسین علیہ السلام یقتل بشاطی الفرات بموضع یقال لہ کربلاء ثم قبض جبرئیل قبضۃ من تراب و شممنی ایاہ فلم املک عینی ان فاضتا ورواہ احمد مختصرا وروی الملا وابو نعیم ان علیا مر بقبر الحسین فقال ھھنا مناخ رکابہم وھھنا موضع رحالھم وھھنا مھراق دمائہم فتیلۃ آل محمد یقتلون ھھنا ہ العرصۃ تبکی علیھم السماء والارض طبقات کبریٰ میں ابن سعد سے منقول ہے کہ سفر صفین میں حضرت علیہ السلام کا گزر مقام کربلا میں ہوا ۔ جب آپ نینوا کے برابر (جو کنار فرات پر واقع ہے) پہنچے تو ٹھہر گئے اور اس سرزمین کا نام پوچھا تو بتایا گیا کہ اسے کربلا کہتے ہیں ۔ یہ سنکر آپ اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی ۔ اور فرمایا کہ ایک بار میں حضور نبوی میں حاضر ہوا تو آنحضرت کو روتے ہوئے پایا عرض کی کہ باعث گریہ کیا ہے ؟ ارشاد فرمایا کہ ابھی جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے انھوں نے مجھے خبر دی کہ میرا فرزند حسین کنار فرات پر موضع کربلا میں قتل ہوگا ۔ پھر ایک مشت خاک مجھے سنگھائی اس پر مجھ سے ضبط گریہ نہ ہوسکا ۔ روایت کیا اسکو احمد ابن حنبل نے بھی اور ملا اور ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کا گزر موضع قبر حسین پر ہوا تو فرمایا کہ جوانان آل محمد اسی میدان میں قتل کئے جائیں گے یہ انکے ٹھہرنے کی جگہ ہے اور یہ ان کے اسباب سفر رکھے جانے کا مقام ہے ۔ اور یہ انکے خون گرائے جانیکا مقام ہے مسند ابن ابی شیبہ اور مسند ابو یعلی اور مسند ابن ابی عاصم میں تحریر ہے عن یحیی انہ سار مع علی علیہ السلام فلما حاذی نینوی و ھو منطلق الی صفین نادی صبرا یا ابا عبد اللہ بشط الفرات قلت ما ذاک قال دخلت علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات یوم و عیناہ تفیضان قلت یا نبی اللہ اغضبک احد ما شان عینیک تفیضان قال بلی قام من عندی جبرئیل قبل فحدثنی ان الحسین یقتل بشط الفرات فقال ھل لک الی اشمک من تربتہ قلت نعم فمد یدہ فقبض قبضۃ من تراب فاعطانیھا فلن املک عینی ان فاضتا یحیی سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام صفین کی طرف جارہے تھے اور میں بھی انکے ہمراہ تھا حضرت نینوا کے قریب پہنچے تو آواز بلند فرمایا کہ اے ابو عبد اللہ کنارہ فرات پر صبر کرنا ۔ میں نے عرض کی آپ کیا فرماتے ہیں ؟ فرمایا کہ میں ایکروز جناب رسولخدا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہیں وجہ حزن و ملال دریافت کی تو ارشاد ہوا کہ ابھی جبرئیل میرے پاس سے گئے ہیں، انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ حسین کنار فرات پر قتل ہوگا اور یہ بھی کہا کہ آپ اس کی خاک مشہد سونگھنا چاہیں تو ممکن ہے میں نے کہا کہ میں اسے سونگھنا چاہتا ہوں چنانچہ جبرئیل علیہ السلام نے ہاتھ بڑھا کر ایک مشت خاک اٹھائی اور مجھے دی۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام کی اسی پیشین گوئی کو امام احمد ابن حنبل نے بھی اپنی مسند مطبوعہ مصر جزو اول صفحہ ۸۵ میں تحریر کیا ہے انکے علاوہ حافظ ابو نعیم نے اصبغ ابن نباتہ اور یحییٰ الحضرمی کی اسناد سے حلیۃ الاولیا میں بھی لکھا ہے۔ کنز العمال اور دیگر کتب سیر و حدیث میں بھی قریب قریب یہی روایات درج ہیں کتب احادیث کے علاوہ عرب کے تاریخی جریدہ سے بھی اس واقعہ کی پوری حقیقت معلوم ہوتی ہے چنانچہ ہمارے ذی قدر اور روشن ضمیر معاصر محقق عالی جناب شیخ احمد حسین صاحب رسالۃ البلاء المبین میں تحریر فرماتے ہیں تاریخ روضۃ الاحباب، حبیب السیر اور فتوحات اعثم کوفی میں ہے کہ اثنائے سفر صفین میں جناب امیر المومنین علیہ السلام مع اپنے ہمراہیوں کے کوفہ کے پل سے عبور فرما کر مسجد ابو سبرہ میں داخل ہوئے وہاں نماز پڑھی اور تسبیح سبحان من یولج اللیل فی النہار و یولج النہار فی اللیل پڑھ کر آگے روانہ ہوئے اور بعد طے منازل سرزمین بابل پر پہنچے تو گھوڑے کو تیز کیا اور لشکر والوں کو بھی حکم دیا کہ بہت تیز روی کے ساتھ اس سرزمین سے گزر جائیں کیونکہ یہاں ایسا خسف واقع ہوگا جس میں بہت سے زندہ آدمی زمین میں دھنس جائیں گے، لشکریوں نے یہ سنکر بعجلت تمام اس مقام سے سفر کیا۔ جب آپ مقام کربلا میں پہنچے تو دریائے فرات کے کنارے جہاں چند درخت خرما کے تھے تشریف لے گئے اور عبداللہ ابن عباس سے فرمایا کہ تم کچھ واقف ہو کہ یہ کون مقام ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ ہم اس مقام کو نہیں جانتے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے عبداللہ اگر تم کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ کونسی اور کیسی سرزمین ہے تو بے اختیار زار زار روؤگے، یہ کہکر خود جناب امیر المومنین علیہ السلام اتنا روئے کہ محاسن مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی اور فرمایا افسوس ہے میرے ساتھ آل ابو سفیان نے کیسی عداوت اختیار کی ہے اس کے بعد جناب امام حسین کو طلب فرمایا اور ارشاد کیا کہ اے فرزند صبر اختیار کرو اور دیکھو کہ تمہارا باپ آج کے دن آل ابو سفیان کے ہاتھوں کیسے کیسے رنج اٹھا رہا ہے کل تم کو بھی ان ظالموں کے ظلم برداشت کرنے ہونگے اس گفتگو کے بعد جناب امیر المومنین علیہ السلام نے وضو کیا اور چند رکعات نماز پڑھکر ایک ساعت کے لئے آپ سو رہے جب بیدار ہوئے تو حضرت عبداللہ ابن عباس کو طلب فرما کر کہا کہ اے ابن عباس میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گروہ مردان نورانی چہرہ کا نازل ہوا جنہیں سب لوگ شمشیریں حمائل کئے ہوئے سفید علم ہاتھوں میں لیے ہوئے ہیں، انھوں نے گرداگرد اس سرزمین کے ایک خط کھینچا پھر ان خرما کے درختوں کی یہ حالت دیکھی کہ اپنی شاخیں زمین پر ٹیک رہی ہیں اور ایک نہر خون تازہ کی بھری ہوئی ہے حسین فریاد کر رہا ہے، لیکن کوئی اس کی فریاد کو نہیں پہنچتا اور وہ مردان سفید رو ندا کر رہے ہیں کہ اے آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبر اختیار کرو اور آگاہ ہو کہ تم بدترین خلائق کے ہاتھوں سے قتل ہوگے اور اے حسین تم کو بشارت ہو کہ بہشت تمہارے قدموں کا مشتاق ہے وہ سب میرے پاس آئے اور رسم تعزیت بجالائے یہاں تک خواب دیکھکر میں بیدار ہوگیا اے عبداللہ قسم بخدائے کریم حضرت رسول خدا نے مجھے مطلع فرمایا تھا کہ میں ہنگام سفر زمین کربلا پر یہ خواب دیکھونگا۔ اے ابن عباس یہ وہی زمین ہے کہ جس میں حسین علیہ السلام اور ایک جماعت فرزندان فاطمہ بنت رسول خدا کی مدفون ہوگی۔ اہل آسمان بھی اس بقعہ کو کربلا کہتے ہیں بعد ازاں امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے عبداللہ اس سرزمین میں اس جگہ کو تلاش کرو جہاں ہرن شب گزاری اور آرام کرتے ہیں، عبداللہ گئے اور وہ مقام معلوم کرکے آئے اور عرض کی یا امیر المومنین جس مقام کی تلاش کرنے کو آپ نے فرمایا تھا وہ جگہ مل گئی، حضرت علی نے جب یہ سنا تو کہا کہ اللہ اکبر صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ، پھر آپ اس جگہ تشریف لے گئے اور وہاں پہنچکر ایک مٹھی ہرنوں کی مینگنیوں کی جنکا رنگ زعفرانی تھا اور جنمیں مشک کی ایسی خوشبو تھی اٹھا کر سونگھی اور فرمایا کہ بے شک جناب رسول خدا نے مجھے ایسا ہی پتہ دیا تھا اے عبداللہ مجھے آنحضرت نے خبر دی تھی کہ ایک دن حضرت عیسیٰ بن مریم علی نبینا وعلیہما السلام کا گذر اس سرزمین پر ہوا اور میری طرح [illegible] انھوں نے بھی سونگھا تھا اس وقت تمام ہرن انکے سامنے کھڑے تھے اور جناب عیسیٰ رو رہے تھے حواریوں نے موجب گریہ دریافت کیا تو جناب مسیح نے ارشاد فرمایا کہ یہ سرزمین وہ ہے کہ جس میں فرزند محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرینگے وہ مقتول مظلوم دختر محمد مصطفےٰ کا لخت جگر ہوگا پس مسیح نے مینگنیاں ہرنوں کی اٹھا کر سونگھیں اور حواریوں سے فرمایا کہ یہ مینگنیاں اسلئے خوشبو دار ہیں کہ خدا وند عالم ایک روز فرزند محمد مصطفےٰ کو یہاں لائیگا اور وہ اس خوشبو سے تسلی پائیگا اے عبداللہ یہی مینگنیاں ہیں

اس وقت ہاتھ میں لئے ہوں جسکو حضرت عیسےٰ علی نبینا و علیہ السلام نے اپنے ہاتھ میں اٹھایا تھا جب جناب امیرالمومنین علیہ السلام یہ فرما چکے تو بہت روئے اور فرمایا کہ اے پروردگار عالم! میرے فرزند کے قاتلوں کی عمر سے برکتوں کو سلب فرما اور انکو ہمیشہ کے لئے ملعون کر پھر اس قدر روئے کہ حالت غشی طاری ہو گئی جب ہوش ہوا تو آٹھ رکعت نماز پڑھی اور بار بار پینگیوں کو سونگھتے تھے اور اپنے فرزند رشید جناب امام حسین علیہ السلام کو تسلی دیتے تھے اور صبر کی وصیت فرماتے تھے (دیکھو البلاء المبین۔)

جن الفاظ میں آپ نے اپنے نور العین جناب امام حسین علیہ السلام کو وصیت فرمائی ہے وہ اشعار ہیں جو آپ کے دیوان میں درج ہیں اور انکو ہمارے ممتاز معاصر صاحبزادہ محمد حسن صاحب پھلواروی اور صاحب ناسخ التواریخ نے اپنی اپنی تالیفات میں قلمبند فرمایا ہے اور ہم نے بھی اس سلسلہ کی جلد اول میں واقعات صفین کے متعلق ان اشعار کو مندرج کیا ہے وہ یہ ہیں

حسین اذا کنت فی بلدۃ — غریباً فعاشر بآدابہا
کأنی بنفسی و اعقابہا — و بالکربلاء و محرابہا
فتخضب منا اللحاب الدماء — خضاب العروس باثوابہا
مصائب تاباک من ان ترد — فاعد لہا قبل منتابہا
ہو المدرک الثالی یا حسین — بل الک فاصبر لا یغابہا
لکل دم الف الفٍ دماً — یقصر فی قتل احزابہا
ہنالک لا ینفع الظلمین — قولٌ بعذرٍ و اعتابہا
سل الدور تخبر وافصح بہا — بان لا بقاء لا ربابہا
لناسۃ الفخر فی حکمہا — فصلت علینا باعرابہا
حسینٌ خلا تضجرنّ للفراق — فدنیاک اضحت لتخرابہا
لنا الدین لا شک للمؤمنین — بآیات وحی قد اتیٰ بہا
فصلّ علیٰ جدّک المصطفیٰ — وسلّم علیہ لطلابہا

یعنی اے حسین علیہ السلام جب تم کسی شہر میں پردیسی ہو تو وہیں کی طرز معاشرت اختیار کرنا۔ میری نگاہوں میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اور میری اولاد آج ہی کربلا میں موجود ہیں ہماری ڈاڑھیاں خون سے رنگی جاتی ہیں جیسے دلہنوں کے لال کپڑے پہناتے ہیں اگرچہ ان واقعات کو میں نے آنکھ سے نہیں دیکھا لیکن اس کے علم کی کنجیاں میرے پاس موجود ہیں اے میرے نور دیدہ حسین علیہ السلام۔ ان مصیبتوں میں چند مصیبتیں ایسی ہیں جو اسکے بعد ظاہر ہونگی ہیں اُن مصیبتوں کے قبل تم اُن پر مستعد و آمادہ رہنا تیرے ایک ایک قطرہ خون کے برابر ہزار ہزار خون میں تیرے قاتل تیرے قتل کے ظلم میں ضرور قتل کئے جائیں گے، ان ظالموں کو اس وقت اس کے لئے کوئی بہانہ کرنا یا کوئی عذر پیش کرنا نفع پذیر نہ ہوگا اگر تم دنیا کے لوگوں سے انکے گھروں کی حالتیں دریافت کرو تو وہ کس فصاحت سے تم کو جواب دیں گے کہ اہل میں وہ ایک گھر کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اے نور دیدہ حسین علیہ السلام تم اپنے دوستوں اور عزیزوں کے فراق میں پریشان خاطر نہ ہو کیونکہ دنیا ویران ہونے ہی کو پیدا ہوئی ہے یہ ہم ہی لوگ ہیں جن کے فضائل کی نشانیاں قرآن مجید میں مندرج ہیں اور اس کے صحیح معنی میں ہم ہی لوگوں پر پروردگار نے وحی بھیجا ہے ہم اُن ہی آیات قرآنی اور ان کے وجوب کی رو سے تمام ایمان لانے والوں کے ایمان میں ہیں اپنے جد بزرگوار جناب ختم الانبیا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو اور ان پر سلام بھی بھیجو نیز اُن پر جو انکی خواہش کرتے ہیں۔

صاحب ناسخ التواریخ نے وہ پیشین گوئیاں جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے متعلق لکھی ہیں وہ یہ ہیں کہ جناب امیرالمومنین نے وصایا کے ذیل میں فرمایا۔ یا ابا محمد و یا ابا عبداللہ کانی بکما وقد خرجت علیکما من بعدی الفتن ههنا فاصبرا حتی یحکم اللہ ہو خیر الحاکمین ثم قال یا ابا عبداللہ انت شہید ہذہ الامۃ فعلیک بتقوی اللہ والصبر علی بلائہ اے حسن و اے حسین گویا من با شما حاضرم کہ بعد از من فتنہا بر شما نزول می شود این وقت صبر کنید۔ و شکیبائی ورزید تا خداوند حکم براند کہ او بہترین حکم کنندگان است۔ اے حسین شہید می شوی و اینہا بعلم قضا رفتہ است، پس بر تست پرہیزگاری و در بلا شکیبائی۔

پھر ذی قدر مورخ تحریر فرماتے ہیں کہ امیرالمومنین علیہ السلام امام حسن علیہ التحیہ والثنا را گریان یافتہ فرمودیا بنی اتجزع علی ابیک وغدا تقتل بعدی مسموماً مظلوماً و یقتل اخوک بالسیف ہکذا وتلحقان بجدکما وابیکما وامکما۔ فرمود کہ اے فرزند من بر پدر خود میگری و حال آنکہ فردا بعد از من کشتہ بشوی مظلوم و مسموم و ہمچنان کشتہ بشود برادرت بشمشیر و ملحق میشوید بجد خود و پدر خود و برادر خود (دیکھو ناسخ التواریخ ص ۲۵۰ جلد) ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ جسطرح جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وقت وفات تک اس مصیبت عظمیٰ کی یاد قائم رکھی اسی طرح

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے بھی اپنے آخری وقت تک اس واقعہ کی خبر پہنچائی ہے اب جناب امیر المومنین کے بعد جناب امام حسن نے بھی ان واقعات سے سب کو آگاہ کر دیا ہے چنانچہ فتوحات اعثم کوفی میں یہ عبارت درج ہے معاویہ کسے را بطلب امیر المومنین حسین فرستاد وے از ین معنی ہلاک شد پیش او حاضر نہ شد حسن علیہ السلام گفت، اے معاویہ دست از برادرم حسین علیہ السلام بر دار کہ او برخلافت تو رضا نخواہد داد تا او را نکشند و او را نتواں کشت تا اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم را نکشند و اہلبیت پیغمبر را نتوانند کشت تا اشیاع ایشاں را نکشند و اگر جملہ لشکر شام در سر ایں شود ایں کار ایں وقت میسر نہ گردد۔

قریب قریب یہی عبارت روضۃ الاحباب، روضۃ الصفا و حبیب السیر میں بھی درج ہے اب ہم ذیل میں جناب امام حسن علیہ السلام کے آخری وقت کی وصیت بھی جو ان کے مصائب کے متعلق حضرت امام حسین کو مخصوص فرمائی گئی تھی۔ ناسخ التواریخ کی اصلی عبارت سے لکھتے ہیں۔

فقال لہ الحسن علیہ السلام ما یبکیک یا ابا عبد اللہ علیہ السلام قال ابکی لما صنع بک۔ حسن علیہ السلام فرمود اے ابا عبد اللہ علیہ السلام چہ می گریاند ترا عرض کرد میگریم از برائے آن ستم کہ بر تو وارد شدہ است

فقال لہ الحسن علیہ السلام ان الذی یؤتی الی سم یدس الی فاقتل بہ ولکن لا یوم کیومک یا ابا عبد اللہ یزدلف الیک ثلثون الف رجل یدعون انھم من امۃ جدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وینتحلون دین الاسلام فیجتمعون علی قتلک وسفک دمک وانتہاک حرمتک وسبی ذراریک ونسائک وانتہاب ثقلک فعندھا یحل لبنی امیۃ اللعنۃ وتمطر السماء رمادا ودما ویبکی علیک کل شیء حتی الوحوش فی الفلوات والحیتان فی البحار۔

حسن علیہ السلام فرمود ہمانا پوشیدہ مرا ایں سم خورانیدند ولیکن نیست روزی چون روز تو اے ابا عبد اللہ علیہ السلام نزدیک است کہ سی ہزار مرد تو بیرون می آیند کہ خود را در شمار امت جد ما پندارند و دین اسلام بر خود می بندند و انجمن میشوند بر قتل تو و ریختن خون تو و نابود ساختن حرمت تو و اسیر کردن فرزندان تو و نہب و غارت بردن اثقال و احمال تو ایں وقت لعن فرود می آید بر بنی امیہ و آسمان خاکستر و خون می بارد و تمامیت اشیا بر تو می گریند تا وحوش صحرا و ماہیان دریا۔ ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۱۲۹

بہرحال ہم اپنی موجودہ بحث کے طولانی سلسلہ میں جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے لے کر جناب علی مرتضےٰ و حضرت حسن المجتبےٰ علیہما التحیۃ والثناء تک سب کے مختلف ارشادات اس واقعہ کی پیشین گوئیوں میں بالتفصیل لکھ چکے۔ ان بزرگواروں کے بعد خاص جناب امام حسین علیہ السلام کے ارشادات بھی ان مصائب کی پیشین گوئیوں میں تمام کتابوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں اور وہ علی العموم تمام لوگوں کو معلوم ہیں اور عنقریب ہمارے سلسلہ بیان میں درج ہوں گے۔ مگر ان تمام پیشین گوئیوں کو قلمبند کر کے ہم اپنی کتاب کے ناظرین کو خصوصاً اور تمام اہل اسلام کو عموماً یہ دکھلاتے ہیں کہ وہ ایسی ایسی متواتر شہادتوں کے ملاحظہ کے بعد بھی۔ کیا وہ ایسے صریحی بدیہی اور متواتر واقعہ کے وجود سے جو اپنی قدامت کی وجہ سے تمام تاریخی دنیا میں اپنی آپ مثال ہے صرف ایک جاہل اور گمراہ کنندہ کے اغوا کی وجہ سے انکار کر سکتے ہیں۔ ثبوت شہادت کی روایتوں کی جیسی کچھ عالمانہ اور محققانہ تنقید ہمارے معزز اور معتبر معصر صاحبزادہ شاہ محمد حسن صاحب پھلواروی نے اپنی کتاب شہادت حسین میں درج فرمائی ہے وہ تمام اہل اسلام کی ہدایت کے لئے پورے طور سے کافی ہے فمن شاء فلیرجع الیہ۔

ان تمام دلیلوں سے قطع نظر کر کے ہم اپنے ذی قدر معصر کی صحابہ تابعین، محدثین، مفسرین، اور علماء متقدمین و متاخرین کے بزرگ ناموں کی صرف وہ فہرست ذیل میں مندرج کرتے ہیں جن کو ذی قدر مولف نے اپنی بحث کے خاتمہ پر اپنی کتاب کے صفحہ ۸۴ میں قلمبند فرمایا ہے ان کی تحریر بعینہ یہ ہے۔

اب غور کرنا چاہیئے کہ یہ پیشین گوئی شہادت کس قدر کثرت طرق سے مروی ہے اگر اس پر تواتر معنوی کا بھی حکم لگایا جائے تو بیجا نہ ہوگا حضرت امیر المومنین علی مرتضےٰ اور خود حضرت امام حسین اور حضرت عبد اللہ ابن عباس اور حضرت انس اور حضرت امہات المومنین حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن اور والدہ عبد اللہ ابن عباسؓ، حضرت ام الفضل اس پیشینگوئی کی روات ہیں اور ہر طبقہ کے محدثین اسکو اپنی کتابوں میں سند کرتے آئے ہیں مثل امام احمد ابن محمد ابن حنبل، ابن ابی شیبہ، عبد ابن حمید کشی، ابو داؤد، ابن سعد، طبرانی، امام حاکم، عبد الرزاق، ابو نعیم، ابو یعلی ابن عساکر، طبرانی، خطیب، بیہقی وغیرہم رحمہم اللہ تعالےٰ

اور پھر ان سے اکابرین محدثین اور علماے محققین نقل کرتے آئے ہیں جیسے ابن تیمیہ، ابن قیم، نووی، ابن صلاح، سبکی، ابن سبکی، قاضی عیاض، بیضاوی، غزالی، ابن عربی، قرطبی، ذہبی، مزی، ابن اثیر، ابن حجر عسقلانی، ابن حجر مکی، عینی، عبد العزیز وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین اور کسی محدث نے ابتداے زمانہ تالیف و تصنیف احادیث سے بیسک آج تک اصل پیشین گوئی شہادت کو موضوع نہیں کہا، بعض طرق کا واہی ہونا یا ضعیف ہونا اور بات ہے تمام طرق اور اصل واقعہ کو کسی نے موضوع یا غلط نہیں سمجھا، موضوعات صغانی، ابن جوزی، موضوعات سخاوی، موضوعات سیوطی، موضوعات ملا علی قاری اور موضوعات شوکانی وغیرہم شائع اور ذائع ہیں مگر ان کتابوں میں اصل واقعہ کی حدیث کو نہ موضوع کہا گیا اور نہ اشارۃً وکنایۃً کسی نے بھی اس پیشین گوئی کا انکار کیا، علماے اندلس جو خاص بنی امیہ کی سطوت و جبروت میں تھے اور (غالباً خود بنی امیہ تھے) وہ بھی اس واقعہ کو نہ چھپا سکے اور اکابر محدثین (علماے اندلس مثل ابو عمرو، امام قرطبی - ابن حزم، حمیدی ابن عربی مالکی، ابن عربی صوفی، ابن عبد ربہ، مقری وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ اپنی تصانیف و تالیفات میں برابر شہادت جناب امام الحسین علیہ السلام کا مذکور کرتے آئے اور ان کی کتابیں ہم لوگوں کے ہاتھوں میں موجود اور شائع اور ذائع ہیں -

اب تو اسلامی دنیا کو معلوم ہو گیا کہ چودہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی امام مظلوم کی شہادت کا واقعہ اس دم تک مشہور بین الجمہور ہو ہم اس کے متعلق اپنی طرف سے کوئی تحقیق قلمبند نہیں کرتے کیونکہ ہم کو ایسے واقعہ کی نسبت یقین ہو کر وہ حد تواتر سے گزر کر مشاہدات کے درجہ تک پہنچ گیا ہے۔ پھر وہ ایک مرد لا یعقل اور جہل کے اغوا یا غلط بیانی سے غلط نہیں سمجھا جا سکتا۔ پھر بیکار وقت عزیز کے رائیگاں کرنے سے کیا حاصل ہے؟ اسلئے ہم اپنی موجودہ بحث کو تمام کرکے اپنے موجودہ سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں -

یزید کی سلطنت کا زمانہ

پندرھویں رجب ۶۰ھ ہجری کو معاویہ ابن ابوسفیان نے وفات کی یزید اس وقت اپنے ننہال میں میمونہ بنت جندل کلبی اپنی ماں کو دیکھنے گیا تھا مسلم ابن عقبہ اور ضحاک ابن قیس فہری

نے جو شروع سے حقوق یزید کے مؤید اور اس کی خیر خواہی کا دم بھرنے والے تھے فوراً یزید کو باپ کے مرنے کی خبر پہنچائی اور وہ نہایت سرعت سے شام میں پہنچکر اپنے باپ کا قائم مقام ہوا۔ ہم یزید کی تخت نشینی کے پورے حالات فتوحات اعثم کوفی کے ترجمہ سے ذیل میں لکھتے ہیں -

یزید روتا ہوا اپنے باپ کی قبر پر گیا، وہاں جھککر خوب رویا رونے میں لوگوں نے اس کا ساتھ دیا، پھر سوار ہو کر قبہ خضرا کا رخ کیا جو اس کے باپ کا بنایا ہوا تھا اس وقت سیاہ عمامہ ریشمین اس کے سر پر تھا، باپ کی تلوار کمر سے لگائے تھا قبہ مذکور میں پہنچکر قیام کیا لوگ چاروں طرف سے آنے شروع ہوئے خدام نے اس کے لئے تماطین اور اطلس کا قبہ کھڑا کر رکھا تھا فرش کے اوپر دوسرے فرش اس قدر بچھائے گئے تھے کہ چند سیڑھیاں چڑھکر اس پر بیٹھ سکتے ہیں، یزید اس فرش پر بیٹھ گیا اونے اور اعلےٰ تمام قوموں کے لوگ آ کر اسے خلافت کی مبارکباد اور معاویہ کے مرنے کا پرسا دیتے تھے، پھر یزید نے کھڑے ہو کر یہ تقریر کی - کہ اے شام کے لوگو! تمہیں خوشخبری ہو کہ ہم حق پر ہیں اور دین کے مددگار ہمیشہ خیر و برکت اور سعادت ہمارے ساتھ رہی ہے آگاہ ہو کر عنقریب ہم میں اور عراق والوں میں معرکہ آرائی ہوگی - کیونکہ انہی دوتین گزشتہ راتوں کو میں نے خواب دیکھا کہ میرے اور عراقیوں کے درمیان تازہ خون کا دریا بہ رہا ہے ہر چند میں نے چاہا کہ اس خون کے دریا کو عبور کر جاؤں - مگر نہ کر سکا - ابن زیاد آیا اور اس خون کے دریا کو عبور کرنے لگا - میں دیکھتا رہا اہل شام کے رئیسوں نے کہا کہ ہم سب تیری خدمت گزاری کے لئے کمربستہ ہیں تیرے حکم اور اشارے کے منتظر ہیں ہم مستعد فرمانبرداری ہیں تو جہاں جائیگا وہیں ہم جائیں گے تیرے واسطے حتی الامکان کوشش بلیغ کرینگے، عراق والوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے ہمارے ہاتھوں میں اب بھی وہی تلواریں موجود ہیں جن سے صفین کی لڑائیوں میں کام لیا گیا ہے یزید نے کہا مجھے اپنی جان کی قسم یہی بات ہے میں ایسے معاملات کی نسبت تم ہی پر بھروسہ کرتا ہوں میرا باپ تمہارے حقوق کے لئے جیسا شفیق تھا وہ ظاہر ہے عرب میں میرے باپ جیسا جیسا مروت و سخاوت اور بزرگ شخص کوئی دوسرا نہیں تھا وہ خوش بیانی سے جرأت تھا

گفتگو کے وقت کبھی لکنت ظاہر نہ ہوئی یہاں تک کہ دنیا سے اٹھ گیا یزید یہ کہہ ہی رہا تھا کہ سب سے پچھلی صف سے آواز آئی کہ اے دشمن خدا تو جھوٹ بولتا ہے ۔ معاویہ میں یہ اوصاف نہیں تھے تو اور تیرا خاندان ان اوصاف سے بے نصیب ہو لوگ اس شخص کا یہ کلام سنکر بگڑ گئے اور وہ بھی جان بچا کر اس انبوہ سے نکل گیا ۔ ہر چند ادھر اودھر تلاش کیا کہیں نہ پایا آخرکار وہ بل چل جاتی رہی ، یزید کے دوستوں میں سے ایک شخص عطار ابن ابی صفین نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر دشمنوں کے کہنے کا کچھ خیال نہ کر خوشی منا کہ اللہ تعالے نے تیرے باپ کے بعد خلافت کا مرتبہ تجھے عطا کیا ۔ آج تو ہمارا خلیفہ ہے تیرے بعد تیرا بیٹا معاویہ خلیفہ ہوگا اسے تجھے اور تیرے بیٹے سے زیادہ عزیز کوئی دوسرا شخص نہیں ہے ، یزید اسکی باتوں سے خوش ہوگیا اور اسے خلعت گرانبہا عنایت کیا صاحب ناسخ التواریخ نے عطا ابن صفین کے علاوہ عصام ابن صیفی ، عبداللہ ابن مازن اور عبداللہ ابن ہمام کی بھی خوشامدانہ تقریریں درج ہیں ۔ المختصر یزید نے پھر اپنے منقطع خطبہ کا سلسلہ اس طرح اٹھایا کہ اے لوگو! معاویہ خدا کا ایک بندہ تھا خدا نے اسے عزت بخشی وہ ان تمام شخصوں سے بزرگ تھا جو اس کے بعد ہیں یا آئندہ ہونگے اگرچہ وہ خلافت میں اس رتبہ کا شخص نہیں تھا جیسا اس سے پہلے تھا میں خدا کے سامنے اس کی تعریف نہیں کر سکتا کیونکہ وہ جیسا تھا خدا اس حال سے خوب واقف ہے اگر وہ اس کے گناہ بخشدے تو اسکی رحمت کی اندازہ سے بعید نہیں ہے اگر مبتلائے عذاب کرے تو بھی امید ہو کہ انجام کار اس پر رحم فرمائیگا خلافت کا معاملہ آج مجھ سے متعلق ہوگیا ہے میں اپنے حقوق کے حاصل کرنے میں ذرہ بھر کمی نہ کرونگا اسکے انتظامات کیلئے حتی الوسع عدل و انصاف کے ساتھ کوشش کرونگا والحکم للہ و اذا اراد اللہ شیئاً ہیا اسبابہ والسلام ۔

اب یزید نے حکم دیا کہ خزانوں کے منہ کھولے جائیں ۔ اراکین سلطنت امیروں رئیسوں اور سرداروں اور نامور لوگوں اور برادرانِ اور اعلی کو بہت سا مال بخشا پھر تمام اطراف سلطنت میں فرمان بھیجکر اپنی بیعت لینے کی طرف متوجہ ہوا (دیکھو ترجمہ تاریخ اعثم کوفی مطبوعہ دہلی صفحہ ۳۴۷)

انہی حکمناموں میں ولید عامل مدینہ کے نام بھی حکم لکھا گیا یزید تو اپنی آنکھوں سے وہ سارے سامان جو ابھی چند مہینے پیشتر اس کی بیعت کی خاص ضرورت کے لئے اسکے باپ معاویہ ابن ابوسفیان نے بہم پہنچائے تھے دیکھ ہی چکا تھا اور ان حضرات کو بھی خوب پہچانتا تھا جنہوں نے اس کی بیعت سے قطعی انکار کر دیا تھا اور آج تک اپنے اسی انکار پر قائم تھے خدا جانے معاویہ کی حیات کے کتنے دن یزید نے خاصکر ان حضرات سے انتقام لینے کی خواہش میں کس بے چینی سے کاٹے تھے اب ان لوگوں میں سے عبداللہ ابن عمر نے تو اس کی بیعت کا سیاہ ڈورا اپنی گردن میں ڈال ہی لیا تھا ، عبدالرحمن ابن ابی بکر صدیق غریب مر ہی چکے تھے رہے کون کون عبداللہ ابن زبیر اور حسین ابن علی مخصوص ان دونوں کے لئے جو لکھا گیا اور اس کی تعمیل کی جو صورت ہوئی ہے ہم اسکو تاریخ کبیر طبری مطبوعہ لیڈن کے ترجمہ سے ذیل میں لکھتے ہیں ، وھو ہذا

اسی سلسلہ میں ولید ابن عقبہ ابن ابی سفیان حاکم مدینہ منورہ کو یہ حکم پہنچا کہ حسین اور عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر سے فوراً سختی کے ساتھ مواخذہ کرو کہ ہماری خلافت کو تسلیم کریں اور انکو بغیر اقرار اطاعت رہا نہ کرو ۔ محقق ابی مخنف اور دیگر صاحبان مقاتل ، اور اسلامی مورخین و محدثین اس امر پر متفق ہیں کہ جناب امام حسین کیواسطے یہ حکم صاف صاف لفظوں میں لکھا تھا کہ اگر حسین پر راضی نہ ہوں تو ان کا سر کاٹ کر فوراً بھیجدیا جائے ۔ المختصر اس حکمنامے کے آتے ہی امام حسین اور عبداللہ ابن زبیر طلب کئے گئے حسین علیہ السلام اور ابن زبیر مسجد میں تھے کہ عبداللہ ابن عمر ابن عثمان فرستادہ ولید نے طلبی کا حکم سنایا اس سے کہدیا گیا کہ چلو ہم لوگ آتے ہیں ابن زبیر نے استعجاباً جناب امام حسین علیہ السلام سے کہا کہ شب کو خلاف معمول کیوں بلایا گیا ہے انھوں نے فرمایا اری طاغیتھم قد ھلک فبعث الینا لیاخذ البیعۃ قبل ان یفشوا فی الناس الخبر ۔ معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ نے رحلت کی پس تجویز یہ ہے کہ خبر مرگ فاش ہونے سے پہلے ہم سے بیعت لے لی جائے اس مقام پر فتوحات اعثم کوفی میں اتنا اضافہ اور کیا ہے ابن زبیر نے جناب امام حسین علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ بیعت یزید کے متعلق کیا کہینگے جناب امام حسین علیہ السلام نے کہا کہ میں یزید کی بیعت اختیار نہ کرونگا کیونکہ معاویہ نے میرے بھائی کے ساتھ اس شرط پر عہد کیا تھا اور قسم کھائی تھی کہ اس کے مرنے کے بعد خلافت مجھے ملیگی اور وہ ہرگز اپنی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ نہ کریگا اگر معاویہ مر گیا ہے اور اس نے اپنے قول و قرار کو پورا نہیں کیا ہے تو بڑا اہم کام واقع ہوا کیا تیرا خیال ہے کہ میں یزید کی بیعت اختیار کر لونگا ۔ یزید شرابی جھوٹا اور علانیہ فساد ہی فساد ہے ۔ ہم جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

کے اہلبیت ہیں۔ ہم سے ایسی بات کی توقع ہرگز نہیں ہو سکتی۔

امام طبری لکھتے ہیں کہ اس گفتگو کے بعد ابن زبیر تو مسجد سے اٹھ کر اپنے گھر جا بیٹھے اور جناب امام حسین علیہ السلام حسب وعدہ ولید سے جا کر اسی وقت ملے۔ ولید نے خبر وفات معاویہ در مضمون فرمان یزید سے آگاہ کر دیا۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے الفاظ تعزیت کے بعد فرمایا کہ شاید تم اس کو اچھا نہ سمجھتے ہو گے کہ شب کے وقت خلوت میں مجھ سے بیعت لی جائے۔ کل دربار میں جب سب کو جمع کر لینا تو مجھے بھی بلا لینا۔ ولید نے اسے منظور کر لیا۔ لیکن مروان نے کہا نہیں پھر ایسا موقع ہاتھ نہ آئے گا یا تو حسین اسی وقت بیعت کریں یا قتل کئے جائیں۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اوکاذب و لئیم! بنیری یا ولید کی کیا مجال جو مجھے قتل کر سکے چند بنی ہاشم اور موالی حسین جو اس وقت ایوان ولید پر موجود اور گوش بر آواز تھے تلواریں کھینچ کر اندر داخل ہونا چاہتے تھے کہ جناب امام حسین علیہ السلام فوراً باہر نکل آئے اور سب کو ساتھ لے کر مراجعت فرمائی۔ مروان نے ولید کو سرزنش کی کہ کیوں اس واقعہ کو ہاتھ سے جانے دیا۔ ولید نے کہا میں تو ہرگز اسے گوارا نہ کرونگا کہ حسین کا قاتل بنوں۔ اگر چہ تمام ملک و مال دنیا کی مجھکو کیوں نہ دیا جاوے (دیکھو رسالہ البلاغ المبین مطبوعہ کانپور صفحہ ۱۴۱)

علامہ ابن جریر الطبری اپنی تاریخ کبیر اخبار الرسل والملوک میں لکھتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام اور عبد اللہ ابن زبیر کا بیعت یزید سے علیحدہ رہنا عبد اللہ ابن عمر کی مرضی کے خلاف تھا چنانچہ وہ کہتے تھے۔ اتقیا اللہ ولا تفرقا جماعۃ المسلمین۔ اے حسین! اور اے ابن زبیر!! خدا سے ڈرو اور جماعت مسلمین میں تفرقہ نہ ڈالو مطلب یہ ہے کہ یزید سے بیعت کر کے اہل جماعت میں شامل ہو جاؤ۔ (دیکھو البلاغ المبین صفحہ ۱۴۸)

عبد اللہ ابن عمر اور جناب امام حسین علیہ السلام کی اس مسئلہ میں گفتگو ہم آئندہ باب میں بتفصیل بیان کریں گے۔

المختصر ولید کے پاس سے جناب امام حسین علیہ السلام عصمت سرا میں تشریف لائے نہایت درجہ کا تردد و انتشار آپ کے چہرہ مبارک سے ہویدا و آشکار تھا اور اب مدینہ میں آپ اپنا قیام کسی طرح ممکن نہیں سمجھتے تھے چنانچہ صاحب بلاغ المبین کا بیان ہے کہ جب جناب امام حسین علیہ السلام نے مدینہ کا قیام موجب رنج و محن خیال کیا اور حفاظت حرمت جان و ننگ و ناموس سمجھی۔ تو مکہ معظمہ کا قصد ہجرت مصمم فرمایا وقت شب جناب امام مظلوم اپنے جد امجد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روضہ مطہر پر حاضر ہوئے اور فرمایا السلام علیک یا رسول اللہ اے جد بزرگوار میں آپ کی لخت جگر فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا فرزند اور آپ کا نور نظر حسین (علیہ السلام) ہوں میں وہ شخص ہوں جس کی حرمت و رعایت کے لئے آپ نے اپنی امت کو وصیت فرمائی تھی۔ مگر آپ کی امت نے وہ وصیت نہ سنی، یہ کلمات فرما کر امام عالی مقام نے بہت نماز کی نیت کی اور تمام شب رکوع و سجود میں مصروف رہے اور صبح ہوتے ہی گھر تشریف لائے اور شب کو پھر روضہ نبوی پر تشریف لے گئے اور چند رکعتیں نماز کی ادا کیں جب فارغ ہوئے تو درگاہ ایزدی میں مناجات شروع کی کہ بار خدایا یہ خاک پاک تیرے پیغمبر اور حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہے اور میں ان کا نواسا ہوں اب مجھکو وہ واقعہ پیش آیا ہے جس سے تو آگاہ ہے۔ خداوندا تو میرے حال سے واقف ہے اور میری ضمیر کو جانتا ہے۔ الٰہی بحق اس خاک کے اور اس شخص کے جو اس میں آرام کر رہا ہے جو کچھ تیری اور تیرے پیغمبر کی رضا ہو اس پر مجھے ثابت قدم رکھ یہ فرما کر امام علیہ السلام بہت روئے۔ اور روتے روتے قبر شریف پر سر رکھکر سو رہے۔ ناگاہ عالم رویا میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضور سرور عالم جماعت انبیاء کے ساتھ رونق افروز ہوئے اور آتے ہی اپنے فرزند دلبند کو اپنے سینہ رحمت گنجینہ سے لگا کر دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور رو کر فرمایا کہ اے نور نظر و اے لخت جگر میں دیکھتا ہوں کہ زمانہ ایفائے عہد کا نزدیک آگیا اور عنقریب جو لوگ اسلام کے مدعی ہیں وہ تجھکو کربلا کی زمین میں قتل کریں گے۔ اے حسین (علیہ السلام) تو پیاسا ہوگا اور ظالم تجھے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دینگے خدا تعالیٰ تیرے دشمنوں کو ملعون ابدی فرمائے۔ اسی خواب میں جناب امام حسین علیہ السلام نے عرض کی کہ اے جد بزرگوار مجھ کو اپنی خدمت سے جدا نہ فرمایئے مجھے اب کوئی حاجت دنیوی نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جواب دیا کہ اے فرزند! شہادت کی مصیبت ناک منزل طے کر کے میرے پاس آؤ اور ان درجات عالیہ کو جو حق تعالیٰ نے تیرے لئے مقرر فرمائے ہیں حاصل کر رب العزت، مجھے، تجھے، تیرے والدین اور برادر بزرگ کو ایک ہی ساتھ محشور فرمائے گا۔ اور نفحات جنت عطا فرمائیگا (البلاغ المبین)

یہی مضامین قریب قریب . فتوحات اعثم کوفی، روضۃ الاحباب، روضۃ الصفا اور روضۃ الشہدا وغیرہ میں بھی درج ہیں . نیز کتاب اللہوف سید ابن طاؤس نور اللہ مرقدہ میں بھی یہی مضامین درج ہیں . بہرحال طبری اس کے آگے لکھتے ہیں کہ اب دوسری رات آئی تو ولید کو پھر حسین یاد آئے . چنانچہ اس نے پھر ان کو طلب کیا . لیکن آپ نے کہلا بھیجا کہ اب تو رات کا وقت ہے صبح کو ہم اور تم اس معاملہ میں نظر کریں گے . ولید یہ جواب سنکر خاموش ہو رہا ، صاحب رسالۃ البلاد المبین تحریر فرماتے ہیں کہ . رات ہوئی تو حضرت پھر روضۂ نبوی پر گئے . اور چند رکعات نماز پڑھکر اپنے نانا سے کلمات رخصت عرض کئے اور صبح ہوتے ہی با دیدۂ اشکبار گھر میں آکر مع اہلبیت وعشائر و اصحاب آیۂ کریمہ فخرج منہا خائفا یترقب قال رب نجنی من القوم الظلمین . پڑھتے ہوئے مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوگئے .

جناب امام حسین علیہ السلام کے رخصت ہونے کے وقت مدینہ میں عجیب کہرام مچا ہوا تھا . ہر شخص آپ کو یوں پریشان اور مجبور ہو کر مفارقت احباب اور ترک وطن اختیار کرنے سے از حد متألم اور متاثر تھا جناب امام حسین علیہ السلام کی مدینہ سے روانگی عبد اللہ ابن زبیر کی طرح پوشیدہ نہیں تھی . بلکہ ولید کی استدعا اور یزید کی منشا سنتے ہی ترک وطن کی تمام مجبوریاں امام عالی مقام کے پیش نظر ہو چکی تھیں اور آپ بخوبی سمجھ چکے تھے کہ اب مدینہ کے قیام میں کسی طرح مصلحت کی صورت نہیں ہے . اس لئے اسی وقت آپ نے مکہ معظمہ کی ہجرت کا قصد فرمالیا تھا اور اپنے تمام عزیز و اقارب اور اعوان و انصار کو اپنے قصد سے مطلع کر دیا تھا . ان تمام حضرات میں سے حضرت محمد ابن حنفیہ کی رخصت نہایت پر اثر ہے جس کو ہم متقل محمد ابن ابی طالب کی عبارت سے ملفظہ ذیل میں درج کرتے ہیں . وہو ہذا .

این وقت محمد ابن حنفیہ از ورود آمد چہ دانستہ بود کہ آنحضرت بسیج سفر می کند . وہمی دانست بکدام جانب خواہد شتافت امام حسین علیہ السلام فرمود فاین اذہب یا اخی وقال انزل مکۃ فان اطمأنت بک الدار بسبیل ذلک وان کنت خرجت الی بلاد الیمن فانہم انصار جدک وابیک وہم ارأف الناس وارقہم قلوبا واوسع الناس بلادا فان اطمأنت بک الدار والا لحقت بالرمال وشعوب الجبال وجزت من بلد الی بلد حتی تنظر ما یؤول الیہ امر الناس فانا اصوب ما تکون رایک یا حسین تستقبل الامر استقبالا حتی یحکم اللہ بیننا وبین القوم الفاسقین .

حسین علیہ السلام فرمود اے برادر بکدام جانب سفر کنم عرض کرد بمکہ بشو . ودر آنجا باش اگر بر تو مبارک افتاد نیکو باشد . واگرنہ بجانب یمن سفر بکن چہ ایشان انصار جد تو اند و مردمانے مہربان و رقیق القلب می باشند وبلاد ایشان پر نعمت و وسعت است واگر در یمن نیز آسائشے بدست تو نشد پیوستہ شو بہ ریگستانہا وکوہسارہا واز جائے بجائے جنبش میکن ونگران باش کہ سرانجام مردم چہ خواہد بود بہ انارائے تو صائب است گاہے کہ امرے راپیش باید شد خداوند حکم می فرماید میاں ما واناں کہ بر طریق فسق وفجور می روند فقال الحسین علیہ السلام یا اخی واللہ لو لم یکن فی الدنیا ملجأ ولا مأوی لما بایعت یزید بن معاویہ حسین علیہ السلام فرمود اے برادر اگر در تمامت دنیا مامنے وپناہے بدست من نشود من با یزید پسر معاویہ بیعت نخواہم کرد . این وقت محمد ابن حنفیہ قطع سخن کردہ سخت بگریست ونیز حسین علیہ السلام ساعتے باو گریاں بود ثم قال یا اخی جزاک اللہ خیرا لقد نصحت واشرت بالصواب وانا عازم علی الخروج الی مکۃ وقد تہیأت لذلک انا واخوتی وبنو اخی وشیعتی وامرہم امری ورایہم رایی واما انت یا اخی فلا علیک ان تقیم بالمدینۃ فتکون لی عینا علیہم لا تخفی عنی شیئا من امورہم فرمود اے برادر عدایت جزائے خیر دہاد شرط نصیحت بجا بردی وصوابدید مصلحت بجا آوردی اینک عزیمت مکہ درست کردہ ام وکار سفر بساختہ ام وبا برادران من وفرزندان برادران من وشیعیان من کوچ خواہم داد وچہ امر ایشان امر منست ورائے ایشان رائے من است واما بر تو اے برادر حرجی نیست اندر مدینہ سکون فرمائی ودیدۂ این جماعت نگران باشی وہیچ امرے از امور ایشان بر من پوشیدہ نداری آنگاہ قلم وقرطاس طلب داشت وبدین منوال وصیتے برائے برادر نگا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھذا ما اوصی بہ الحسین بن علی ابن ابیطالب الی اخیہ محمد المعروف بابن الحنفیۃ ان الحسین یشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ جاء بالحق من عند الحق وان الجنۃ والنار حق وان الساعۃ اٰتیۃ لا ریب فیہا وان اللہ یبعث من فی القبور وانی لم اخرج اشراً ولا بطراً ولا مفسداً ولا ظالماً وانما خرجت لطلب الاصلاح فی امۃ جدی ارید الامر بالمعروف والنھی عن المنکر واسیر بسیرۃ جدی وابی علی ابن ابیطالب فمن قبلنی بقبول الحق فاللہ اولی بالحق ومن رد علی ھذا فاصبر حتی یقضی اللہ بینی وبین القوم بالحق وھو خیر الحاکمین وھذہ وصیتی یا اخی الیک وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب - می فرماید

کہ این وصیتے است از حسین ابن علی علیہما السلام بہ برادرش محمد ابن حنفیہ وپس از شہادت بوحدانیت خدا وبہ رسالت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آفریدگار از آفریدگان می فرماید ہانا بہشت ودوزخ حق است وقیامت آمدنیست وخداوند بر می انگیزد مردمان را از قبور اینک من از مدینہ کوچ نمی دہم در طلب راحت ونشاط وفزونی حشمت ودانباط ظلم وعناد وبلاد - بلکہ از برائے اصلاح حال امت وباز آوردن مردم از طریق ضلالت بیرون می شوم وچیزے کہ قائم ورامر معروف ونہی از منکر بہ سنت جدم وپدرم کار ہمی کنم وآنکس کہ حق مرا بپذیرد رشد خویش دریابد وآنکس کرد وکمند بجستم از شکیبائی می فرمایم تا خداوند درمیان ما حکم فرماید اینست وصیت من با برادرم ونیست توفیق جز از خدائے من ومن بخدا پناہ بردہ ام -

یہی مضمون فتوحات اعثم کوفی میں بھی درج ہے اس سفر سے جناب امام حسین علیہ السلام کا مقصود جو کچھ تھا وہ پورے طور سے ظاہر ہوتا ہے امام علیہ السلام نے صاف صاف اور کھلے کھلے الفاظ میں اپنے اس سفر کی اصلی اغراض بیان فرما دی ہیں اور اپنی تمام مجبوریوں کو ظاہر کر دیا ہے۔ اسلامی تاریخوں کے دیکھنے والوں پر ظاہر ہے کہ یہ زمانہ مدینہ والوں کے لئے کیسا مصیبت ناک اور وحشت خیز تھا اگر جناب امام حسین علیہ السلام مدینہ سے روانگی کا پورا سامان نہ فرما دیتے تو سلطنت کی طرف سے ضرور ان فسادات کے الزام آپ کے سر لگائے جاتے اور اگر الزام آپ کے دشمنوں پر ثابت بھی نہ ہوتے تاہم اعدائے دین آپ کی طرف ان فسادات کی افواہ ضرور مشہور کر دیتے -

فتوحات اعثم کوفی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام سے روانگی کے وقت عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن عمر بھی ملنے آئے عبداللہ ابن عمر نے یزید سے بیعت کر کے حفاظت جان اختیار کرنے کے لئے بہت کچھ اصرار کیا مگر جناب امام حسین علیہ السلام نے نہ مانا، عبداللہ نے کہا کہ اے ابا عبداللہ (علیہ السلام) اگر تم اس ارادہ کو جو پیش نظر ہے ترک کر دو اور جس طرح لوگوں نے یزید سے بیعت کر لی ہے تم بھی اس سے بیعت کر لو اور اپنے مکان اور اپنے نانا جان کی تربت سے علیحدہ نہ ہو اور اپنے اوپر اس گروہ کی حجت قائم نہ ہونے دو جس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور اگر تم یہ چاہتے ہو کہ یزید سے بیعت نہ کرو تو وہ تمہیں اسکے لئے ضرور مجبور کریگا اور وطن میں اطمینان سے نہ بیٹھنے دیگا تا وقتیکہ آپ اس کی بیعت اختیار نہ کریں اور ممکن ہو کہ یزید کی عمر بہت تھوڑی ہو اور ہم تم اسکی طرف سے نچنت ہو جائیں جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ایسی باتوں پر تف ہے جب تک کہ آسمان و زمین قائم ہیں کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں غلطی پر ہوں تو اسے بیان کر کہ میں اس غلطی سے باز آ جاؤں، عبداللہ ابن عمر نے کہا کہ آپ غلطی پر نہیں ہیں اور نہ ایسا ہونا ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے رسول کی دختر کے فرزند کو غلطی اور ہو میں مبتلا کرے مگر آپ نے سنا ہوگا کہ زمانہ کا رنگ بدلا ہوا ہے مبادا یزید آپ کے خلاف اٹھ کھڑا ہو اور کوئی حرکت ایسی کر بیٹھے جس کے مقابلے کی آپ میں طاقت نہ ہو اسلئے مناسب ہے کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ہرگز یزید کی بیعت نہ کرونگا بلکہ اپنے نانا جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور اپنے باپ علی مرتضےٰ علیہ السلام کی خصلت اور طریقوں پر چلوں گا جو شخص میری اطاعت کریگا اور حق بات کو سنے گا نیکی اور سلامتی حاصل کریگا، اور جو شخص انکار کر کے دائرہ اطاعت سے باہر ہوگا - تو میں اس پر صبر کرونگا یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ مجھ میں اور اس میں فیصلہ کر دیگا اور وہی اچھا حاکم ہے (مطبوعہ صفحہ ۱۳۶)

ہم تو شروع ہی سے یہ دکھلاتے آئے ہیں کہ عبداللہ ابن عمر بیعت یزید کے لئے ہر شخص سے کوشاں تھے اور ایسے کہ اسکی بیعت کے منکرین کو صاف صاف باغی اور غدار کا حکم لگاتے تھے یہ گفتگو جو ابھی لکھی گئی ہے

بھی یہی مضمون نکلتا ہے۔ ہم کو چونکہ بیعت یزید کے متعلق اس مقام پر کچھ لکھنا ضرور نہیں ہے اس لئے آئیندہ ہم کو جو کچھ لکھنا ہوگا وہ یزید کے کیرکٹر میں لکھیں گے۔ اس سے بالکل قطع نظر کرکے ہم اپنے موجودہ سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام اپنے تمام عزیز و اقارب سے فرداً فرداً رخصت ہوئے اور بنی ہاشم کے تمام محلہ میں کہرام مچ گیا، حضرت محمد حنفیہ کے رخصت ہونے کی کیفیت اوپر لکھی جا چکی ہے اب ہم تمام عزیز و اقارب اور اہل وطن سے رخصت ہونیکے حالات لکھیں تو نہایت طول ہوگا۔ اس وجہ سے جیسے مردوں میں صرف محمد حنفیہ سے رخصت ہونے کا حال لکھا گیا ہے اسی طرح عورتوں میں صرف حضرت ام المومنین ام سلمہ سلام اللہ علیہا کے حالات رخصت کو بیان کرینگے ہم اس کتاب کے آغاز میں لکھ آئے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی پرورش حضرت ام المومنین ام سلمہ کے سپرد ہوئی تھی۔ امام عالی مقام کو ان کے ساتھ اور انکو امام عالی مقام کے ساتھ ایسا کچھ روحانی تعلق تھا جس کا اندازہ ہر شخص آسانی سے کر سکتا ہے۔ ہم ان حالات کو ناسخ التواریخ کی اصلی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

ایں وقت ام سلمہ عرض کرد اے فرزند چگونہ روا دارم کہ تو آہنگ عراق داری و خود از جد تو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شنیدم کہ فرمود یقتل ولدی الحسین بارض العراق فی ارض یقال لہ کربلاء۔ فرزندم حسین در عراق کشتہ می شود در جائے کہ اورا کربلا می گویند فقال لہا یا اماہ انا واللہ اعلم ذٰلک وانی مقتول لا محالۃ ولیس لی من ھٰذا بد وانی واللہ لا عرف الیوم الذی اقتل فیہ واعرف من یقتلنی واعرف البقعۃ التی اقتل وادفن فیہا وانی لا عرف من یقتل من اہلبیتی و قرابتی وشیعتی وان اردت یا اماہ اراک حفرتی ومضجعی۔

حسین علیہ السلام فرمود اے مادر من سوگند باخدائے من می دانم سرانجام را البتہ کشتہ می شوم واز آں چارہ نیست والبتہ می دانم آں روز را کشتہ می شوم ومی شناسم آن کس را کہ مرا می کشد ومی شناسم آن بقعہ را کہ در ایں مرا بخاک می سپارند ومی شناسم آنرا کہ کشتہ می شوند از اہل بیت من و خویشاوند من و شیعیان من اگر بخواہی اے مادر قبر خود را با تو نمودار می کنم پس ام سلمہ اے بگریست فقال الحسین یا اماہ قد شاء اللہ عز وجل ان یرانی مقتولا مذبوحا ظلما وعدوانا وقد شاء ان یری حرمی ورھطی و نسائی مشردین واطفالی مذبوحین مظلومین ماسورین

مقیدین وھم یستغیثون فلا یجدون ناصراً ولا معیناً۔

حسین علیہ السلام فرمود اے مادر خدامی خواہد مرا بدست ظلم وعدوان کشتہ و سر بریدہ ببیند۔ واہلبیت مرا و زنان مرا و جماعت مرا متفرق و پراگندہ دیدار کند۔ واطفال مرا مظلوم و مذبوح نگرد و ہمگان را اسیر در غل و زنجیر نظارہ فرماید در حالتے کہ ایشان واذلاہ واغوثاہ می گویند و ہیچ ناصرے و معینی نباشد فقال واللہ انی مقتول کذالک وان لم اخرج الی العراق یقتلونی ایضاً فرمود اے مادر قسم بخدا من بدیں شرح کشتہ می شوم اگر چہ بسوئے عراق نروم نیز کشتہ خواہم شد ایں وقت ام سلمہ عرض نمود کہ در نزد من تربتے است کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرا سپرد و اینک در قارورہ نہادہ ام پس حسین علیہ السلام از خاک کربلا پارہ برگرفت و اورا داد و گفت در قارورہ دیگر نہادہ فرمود ایں ہر دو را بدار تا گاہے کہ خون اندریں قارورہ موج زند بداں کہ مرا کشتند۔

بہر حال حضرت ام سلمہ سلام اللہ علیہا کو اس سفر کی نسبت جو جو خوف تھے انکو جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک سے آپ ہی بیان کر دیا اور تمام اعزہ و اقارب سے رخصت ہو کر قبل اس کے کہ آپ مکہ معظمہ کی راہ اختیار فرمائیں۔ آپ پھر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مطہر میں تشریف لے گئے۔ چنانچہ محمد ابن ابیطالب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔ آنگاہ دیگر بارہ بر سر قبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمد وقال یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بابی انت وامی لقد خرجت من جوارک کرھاً وفرق بینی وبینک واخذت بالانف قہراً ان ابایع یزید ابن معاویۃ شارب الخمور وراکب الفجور فان فعلت کفرت وان ابیت قتلت فہا انا خارج من جوارک کرھاً علی الکرۃ فعلیک منی السلام یا رسول اللہ۔

عرض کرد پدر و مادرم فدائے تو باد اے رسول خدا از جوار تو بیرون شدم واز حضرت تو دور افتادم بناچار قہراً بر من سخت گرفتند کہ با یزید شرابخوارہ وعصیان بارہ بیعت کنم۔ اگر بپذیرم براہ کفر رفتم اگر سر برتافتم تا تیغ کیفر یافتم۔ ہاں اے رسول خدا بر تو سلام باد اینک منم کہ باکراہ از تو دور می شوم۔ ایں وقت او را خواب فرو گرفت و رسول خدا را دیدار کرد و برد سلام داد وقال یا بنی لقد لحق بی ابوک واخوک وھم مجتمعون فی دار الحیوان ولکنا مشتاقون الیک فعجل بالقدوم الینا واعلم یا بنی ان لک فی الجنۃ درجۃ معنا بنور اللہ فلست تنالہا

الا بالشہادۃ وما اقرب قد دملک علینا فرمودے فرزند من ابیک پدر و مادر و برادر تو اندر بہشت باامن اند و ما ہمگاں مشتاق و مدار تو اے نشاب قیبیسے ما و ہداں اے فرزند ہاما برائے تو در بہشت مقامی ہست کہ محفوف است بنور خدا وند و جز بشہادت ادراک آں سعادت نتوانی کرد۔ المختصر جناب امام حسین علیہ السلام نے با تمنیان رخصت کی تمام ضروریات کو انجام دیکر اپنے چھوٹے سے قافلے کے ساتھ ہیں میں اٹھارہ بنی فاطمہ تھے اور اگر بچوں کا بھی شمار کیا جائے تو پورے اکیس ہوتے ہیں مدینۃ النبی کو ہمیشہ کے لئے رخصت فرمایا۔ اور مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔

جناب امام حسین علیہ السلام کی رخصت کے حالات کو لکھکر ہم کو ضرور ہے کہ عبداللہ ابن زبیر کی مدینہ سے روانگی کی کیفیت بھی لکھدیں تاکہ ناظرین کو ان دونوں حضرات کے احوال روانگی سے انکے دلی مقاصد کا بخوبی اندازہ ہو جائے۔ امام طبری کی تاریخ کبیر میں ہے۔ چونکہ ولید کے پاس اس وقت تک ابن زبیر نہیں آئے تھے اس لئے دوبارہ انکے پاس آدمی بھیجا گیا اور جب اسکو بھی ٹال دیا تو ولید نے خفا ہوکر اپنے بہت سے غلاموں کو ان پر مسلط کر دیا۔ یہ لوگ ابن زبیر کے گھر پر چڑھ آئے اور چیخ چیخ کر کہنے لگے یا ابن الکاھلیۃ فوراً امیر کی حضور میں حاضر ہو ورنہ قتل کیا جائیگا۔ یہ نقشہ دیکھکر ابن زبیر نے اپنے بھائی جعفر کو ولید کے پاس بھیجا اور جعفر نے بخوشامد ولید سے کہا کہ اس وقت وہ آپ کی طلبی سے متوحش ہو گئے ہیں، رات بھر کی مہلت دیجائے اور غلاموں کو واپس بلا لیا جائے کل وہ ضرور حاضر ہوں گے۔ ولید نے مان لیا اور غلام واپس بلا لئے گئے یہ وقت فرصت پاکر ابن زبیر صرف ایک جعفر کو ساتھ لے کر شبا شب مدینہ سے بھاگے اور کسی غیر متعارف راہ سے مکہ معظمہ کی طرف راہی ہوئے صبح کو ولید نے ان کے تعاقب میں سواروں کو دوڑایا مگر کہیں پتہ نہ لگا ولید کو سارا دن دوا دوش میں گزرا۔ یزید کو جب معلوم ہوا کہ جناب امام حسین علیہ السلام اور ابن زبیر بغیر بیعت کرنے کے مدینہ سے نکل سکے اور ولید نے کچھ تدارک نہیں کیا تو اس نے برہم ہو کر بجائے ولید کے عمرو ابن سعید کو حاکم مدینہ مقرر کیا عمرو ابن سعید ماہ رمضان میں مدینہ منورہ پہنچا اور اس نے سب سے پہلے یہاں جو کام کیا وہ یہ تھا کہ عمرو ابن زبیر کو شحنۂ شہر مقرر کر کے عبداللہ ابن زبیر کے ہمنشینوں کو خوب زد و کوب کرایا مدینہ کی اسی پر آشوبی کی حالت میں عبداللہ ابن مطیع بھی ابن زبیر کے معاون خیال کئے جانے کے قصور میں قید پڑے۔ مگر پھر عبداللہ ابن عمر کی سفارش سے چھوٹے۔

ان واقعات سے کامل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی روش کو ابن زبیر کے طریقہ سفر سے کوئی واسطہ نہ تھا اور نہ انکے مقاصد کو ان کے مطالب سے کوئی سرو کار اسی لئے مخالفین نے بھی ان دونوں حضرات کے سفر کی اصلی اغراض پر کامل طور سے غور کر کے جس کی جیسی اغراض تھیں ویسی ہی اس کی فوری سیاست کا بھی انتظام کیا

مکہ معظمہ کے قیام سے لیکر روانگی عراق تک کے حالات

مدینہ منورہ سے نکلتے ہی حضرت مسلم ابن عقیل نے جناب امام حسین علیہ السلام کو شارع عام سے ہٹ کر دوسری راہ اختیار کرنے کی صلاح دی مگر جناب امام حسین علیہ السلام نے اسے منظور نہ فرمایا چنانچہ ابن مخنف اپنے مقتل میں لکھتے ہیں۔ فقال لہ ابن عمہ مسلم ابن عقیل یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو سلکنا غیر الجادۃ کان لنا خیراً کما فعل عبداللہ ابن زبیر فانا نخاف ان یلحقنا رجال یزید فقال لا واللہ ما فارقنا ھذا الطریق ابداً۔ حضرت مسلم ابن عقیل نے فرمایا بہتر ہو کہ ہم لوگ راہ متعارف چھوڑ کر غیر متعارف راستہ اختیار کریں جیسا کہ ابن زبیر نے کیا ہے۔ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ شاید یزید کے آدمی ہمیں ملجائیں جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم خدا کی شارع عام اور سیدھی راہ کو کبھی نہ چھوڑونگا

فتوحات اعثم کوفی اور دیگر تاریخوں میں بھی یہی عبارت درج ہو ہمارے معزز معاصر صلاح النشائین کے معتبر مولف تحریر فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں نہ خود جناب امام حسین علیہ السلام نے قیام کیا نہ کسی نے انکو وہاں ٹھیرنے کی رائے دی۔ بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل مدینہ یعنی انصار و فرزندان انصار ہی خواہ اہلبیت ضرور تھے مگر وہ اس عہد میں سخت کمزور اور پریشان حال تھے ان کے ضعف کی ابتدا انزاع سقیفہ کو سمجھنا چاہیے اور انتہا حکومت بنی امیہ بلکہ خاص امیر معاویہ کو۔ کیونکہ علاوہ پرانی رنجشوں کے زیادہ بگاڑ یہ ہوا کہ صفین و

طبع جدید

جمل میں تمام انصار حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ دیکھے (دیکھو صلاح الشائبتین صفحہ ۵۔)

جناب امام حسین علیہ السلام اپنے قافلہ کے ہمراہ جب شہر مکہ کے قریب پہنچے اور دور سے مکہ کے پہاڑ دکھلائی دیئے تو جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ ولمّا توجّہ تلقاء مدین قال عسیٰ ربّی ان یھدینی سوآء السّبیل۔ مکہ کے لوگوں نے نہایت تعظیم و تکریم سے ان کا استقبال کیا اور بڑی قدر و منزلت سے پیش آئے رسالہ البلاء المبین میں تحریر ہے کہ مکہ معظمہ پہنچکر امام عالی مقام نے قیام فرمایا اکثر لوگ حضرت کی شرف صحبت سے مشرف ہوتے تھے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ گو عبداللہ ابن زبیر کو مکہ میں وارد ہوئے چند ہی دن گزرے تھے لیکن انہوں نے ان ہی دنوں میں اتنے ہی دنوں میں بالاتفاق اہل مکہ اپنی حکومت کا رنگ جمالیا تھا اور وہ رنگ روز بروز شوخ ہوتا جاتا تھا (صفحہ ۴۹)

یہ تو معلوم ہی ہو چکا تھا کہ ابن زبیر جناب امام حسین علیہ السلام سے پہلے پہنچ گئے تھے اور انہوں نے مکہ میں آتے ہی اپنی ہی سلطنت کے رنگ جمانے شروع کر دیئے تھے اور لوگوں کا رجوع بھی انکی طرف ہونے لگا تھا مگر جناب امام حسین علیہ السلام کی تشریف آوری انکے حصول مقاصد کے لئے مضر ثابت ہونے لگی اور اہل اسلام ابن زبیر کی حضوری کو ترک کر کے امام عالیمقام کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کرنے لگے اگرچہ جناب امام حسین علیہ السلام کی اغراض اہل اسلام کے ساتھ وہ نہ تھیں جو ابن زبیر کی۔ اور نہ امام کو اپنے منصب منصوصہ کے اعتبار سے سوائے بیعت ہدایت ان لوگوں کے ساتھ کسی قسم کی سازش یا فریب دہی کی کوئی ضرورت تھی مگر ابن زبیر نے رجوع امام کے ظاہری اسباب کو دیکھکر یقین کر لیا کہ جبتک جناب امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ میں تشریف رکھیں گے ہمارے لئے کوئی کامیابی نہ ہوگی چنانچہ صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں۔

وکان الحسین علیہ السلام اثقل خلق اللہ علی عبداللہ ابن زبیر لانہ کان یطمع ان یبایعہ اھل مکۃ فلمّا قدم الحسین اختلفوا الیہ وکانوا یصلّون معہ ومع ذلک کان عبداللہ بن زبیر یختلف الیہ بکرۃ وعشیا۔

یعنی تمام خلق سے زیادہ جناب امام حسین کا وجود عبداللہ ابن زبیر کو گراں تھا اس لئے کہ عبداللہ ابن زبیر اس بات کے خواہشمند تھے کہ اہل مکہ انکے ہاتھ پر بیعت کریں لیکن جناب امام حسین علیہ السلام جب وارد مکہ ہوئے تو لوگ جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آمد و رفت کرنے لگے اور انہی کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور باوصف اس گرانی کے عبداللہ ابن زبیر بھی صبح و شام آپ کے پاس آتے تھے۔

اور تاریخ طبری میں ہے۔ وکان الحسین علیہ السلام اثقل خلق اللہ علی ابن زبیر وقد عرف ان اھل الحجاز ولا یبایعونہ ابدا مادام الحسین بالبلد وان حسینا اعظم فی اعینھم وانفسھم منہ واطوع فی الناس منہ۔ جناب امام حسین علیہ السلام تمام مخلوق خدا سے زیادہ عبداللہ ابن زبیر پر گراں تھے چونکہ عبداللہ جانتے تھے کہ جب تک حسین ابن علی علیہ السلام یہاں ہیں اہل حجاز کبھی میرے ہاتھ پر بیعت نہ کریں گے اور یقیناً حسین علیہ السلام کی عظمت اہل حجاز کی نگاہوں میں اور دلوں میں عبداللہ ابن زبیر سے زیادہ تھی اور یہ لوگ انکی اطاعت کے لئے زیادہ مستعد تھے۔

عبداللہ ابن زبیر اس امر کو جنگ جمل کے واقعات سے تجربہ کر چکے تھے کیونکہ حجاز کے ترک کر دینے پر باوجودیکہ انھوں نے عراق میں اپنے حصول مطالب کے اسباب فراہم اور اس کے سامان مستحکم کرتے تھے اور بصرہ میں خود اور کوفہ میں ابو موسیٰ الاشعری کی سازشوں سے اپنا قبضہ جمالیا تھا یہ سب کچھ کر لیا تھا۔ مگر جب جناب امیرالمومنین علیہ السلام موقع پر پہنچ گئے تو ان کے تمام انتظام درہم و برہم ہو گئے۔ اور انکو اپنی اغراض و مقاصد میں کامل شکست پہنچی۔

اسکے علاوہ عبداللہ ابن زبیر میں دو چار اخلاقی کمزوریاں ایسی تھیں جو تمام اہل اسلام میں طشت از بام ہو چکی تھیں۔ اور ہر شخص انکی ذات میں ان معائب کے ہونے کا یقین ضرور رکھتا تھا۔ ان میں سب سے پہلے تو یہ کہ ام المؤمنین عائشہ کی تمام پریشانی اور رسوائی کے اصلی باعث یہی تھے۔ پھر ماء حواب پر غلط شہادت انھوں نے ہی دلوائی تھی۔ جو بالاتفاق فریقین اسلام میں سب سے پہلی جھوٹی گواہی تھی جو دی گئی۔ انہی وجوہ سے اہل عرب عموماً ان کو بروایت استیعاب ابن عبدالبر کی از حد بخیل۔ ضیق العطن نہایت بدخلق اور حد درجہ کا حاسد کہتے تھے اور خلافت کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جناب امام حسین علیہ السلام کے آتے ہی انکی طرف سے اہل اسلام کا رجحان کم ہو گیا یزید کو جب یہ معلوم ہوا کہ جناب امام حسین علیہ السلام اور ابن زبیر بغیر بیعت کئے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو چلے گئے۔ اور ولید نے کچھ تدارک نہ کیا تو جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے

اس لئے برہم ہو کر بجائے ولید کے عمرو ابن سعید کو حاکم مدینہ مقرر کیا۔ عمرو ابن سعید نے آتے ہی عمر ابن زبیر کو شحنہ شہر مقرر کر کے عبد اللہ ابن زبیر کے ہم نشینوں کو خوب زد و کوب کرایا۔ یزید کی یہ عمدہ تدبیر تھی کہ تمام تشدد و تنبیہ کا ظاہری رخ تو ابن زبیر کی طرف تھا اور مقصود یہ تھا کہ حسین مقتول یا ماخوذ ہوں اور قوی حریف سلطنت کے خوف سے اطمینان ہو مگر ان تدبیروں کو جناب امام حسین علیہ السلام نے سمجھ لیا چنانچہ مذکور ہے کہ آٹھویں ذی الحجہ کو جب وہ بقصد عراق مکہ معظمہ سے نکلے تو فرزدق نے آپ سے دریافت کیا کہ قریب حج آپ مکۂ معظمہ سے نکلے؟ اسکے جواب میں امام عالی مقام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

اگر میں جلد یہاں سے نہ نکلوں تو گرفتار ہو جاؤنگا (دیکھو صلاح النشاتین باسناد تاریخ کبیر طبری)

امام طبری نے اگرچہ ان مجبوریوں کی کوئی تفصیل نہیں کی مگر ہم اس کی کافی وجہ تبلاتے دیتے ہیں جس کو دیکھکر ہر شخص سمجھ جائیگا کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی ایسی جائے امن کو جہاں ایک مچھر کا خون گرانا بھی جائز نہیں کیوں ترک فرمایا۔ اور اپنے حج کو عمرۂ مفردہ سے کیوں بدل دیا ہمارے اکثر غلط فہم معاصرین کا گمان یہ ہے کہ اہل کوفہ کی ارادت اور عقیدت کے پرجوش مضامین کو انکے خطوط اور قاصدوں کی زبانی معلوم کر کے جناب امام علیہ السلام نے مراسم حج کی ادائیگی کا انتظار بھی نہ کیا اور عراق کی راہ لی حقیقت میں یہ اعتراض خاصکر ایسے ہی لوگ کرتے ہیں جنکو اسلام کی حقیقت اور امام کی معرفت کی نسبت کچھ اطلاع نہیں ہے ورنہ جو شخص اسلام کے آداب شریعت اور ائمہ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کی ذاتی و صفاتی عظمت و جلالت سے پورا واقف ہے وہ کبھی ایسے توہمات کو اپنے دل میں جگہ نہیں دے سکتا خصوصا اس ذات قدسی صفات کی نسبت جس نے اپنے زمانہ حیات میں پچیس ۲۵ حج پاپیادہ ادا کئے ہوں (طبرانی معجم کبیر) کیا کوئی اہل اسلام اس وقت یا اس وقت کسی مسلمان کی نسبت ایسا اعتقاد رکھ سکتا ہے کہ وہ جناب امام حسین علیہ السلام سے زیادہ حرمت کعبہ اور ثواب حج کا جاننے والا تہا۔ باقی رہا یہ امر کہ وہ کونسی مجبوری تہی جس کی وجہ سے امام نے مکہ کے قیام کو ترک کیا اور اپنے حج کو عمرہ مفردہ سے بدل ڈالا وجہ یہ تھی کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے یزید کی ان ظاہری اسلوں کو جو ابن زبیر کی نسبت منسوب کی جاتی تھیں اور آن کا مقصود اپنی ہی طرف تھا اچھی طرح معلوم کر لیا تھا جیسا کہ تاریخ طبری کی عبارت سے ظاہر ہو چکا اب اس کے بعد جناب امام حسین علیہ السلام کو یہ تحقیقی خبر ملی کہ میں ایام حج اور احرام کی خاص حالت میں ہی قتل کر دیا جاؤنگا۔ اور میرے قتل کی ضرورت کی وجہ سے حرمت کعبہ کا بھی خیال نہ کیا جائیگا اسی جدید اور شدید بند و بست کے لئے یزید نے اپنے آدمیوں کو حاجیوں کے قافلہ میں پوشیدہ روانہ کر دیا ہے۔ اور ان کو میرے خون ناحق کی تعمیل پر کامل طور سے مستعد کر کے بھیجا ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام قسطنطنیہ امام قندوزی اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں اس کے متعلق یہ عبارت لکھتے ہیں۔ وکان فیہ خروج الحسین رضی اللہ عنہ من مکۃ الی العراق بعد ان طاف وسعی وحل من احرامہ وجعل حجتہ عمرۃ مفردۃ لانہ لم یتمکن من اتمام الحج مخافۃ ان یبطش بہ وینقطع الفساد فی الموسم فی مکۃ لان یزید ارسل مع الحجاج ثلاثین رجلا من شیاطین بنی امیۃ وامرھم بقتل الحسین علیہ السلام علی کل حال۔ یعنی اسی دن جناب امام حسین علیہ السلام نے طواف بیت اللہ وسعی بین صفا و مروہ اور تحلیل احرام وغیرہ فرما کر اپنے حج کو عمرۂ مفردہ سے بدل ڈالا اور مکہ سے عراق کی طرف کوچ فرمایا۔ کیونکہ آپ اتمام حج تک وہاں نہیں رہ سکتے تھے۔ بوجہ اس کے کہ آپ کو خوف لگا ہوا تھا کہ آپ پر اس سے بہی زیادہ سختی کی جائیگی۔ جس کے باعث مکہ معظمہ میں خصوصاً موسم حج کے زمانہ میں فساد واقع ہوگا۔ کیونکہ یزید نے شیاطین بنی امیہ میں سے تیس آدمیوں کو قافلہ حجاج کے ساتھ مخصوص اسی واسطے روانہ کیا تھا اور ان کو یہ حکم دیدیا تھا کہ وہ جناب امام حسین علیہ السلام کو جس حال میں پائیں قتل کر ڈالیں۔

یہ روایت تاریخ اعثم کوفی۔ اور مقتل ابی مخنف میں بھی موجود ہے۔ اور امام طبری نے بھی اسکو لکھا ہے اس میں شک نہیں کہ امام عالی مقام نے مکہ معظمہ کے قیام کو صرف امن کے خیال سے اختیار فرمایا تھا مگر پہلی جب آپ کو مخالفین کی یہ خفیہ سازشیں معلوم ہوئیں اور اس امر کا پورا یقین ہو گیا کہ بنی امیہ ہماری مخالفت کے جوش میں حرمت کعبہ کا خیال اور لحاظ نہ کرینگے اور ہمارے قتل پر ضرور اقدام کرینگے تو آپ نے مکہ کے قیام سے بھی کنارہ کشی اختیار فرمائی کیونکہ ایسی حالت میں آپ مکہ میں کسی طرح رہنا پسند نہیں فرما سکتے تھے اور علی العموم ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں وہ گوسفند بننا نہیں چاہتا جسکے ذبح ہونے سے

حرمتِ خانہ کعبہ ضائع کی جائیگی چنانچہ تاریخ کبیر طبری میں تحریر ہے کہ بعض لوگوں نے قصدِ روانگی سے آپ کو منع کیا تو آپنے فرمایا واللہ لان اقتل خارجا منہا (ای من مکۃ) بشبر احبّ الیّ من ان اقتل داخلا منہا بشبر وایم اللہ لو کنت فی جحر ہامّۃ من ہٰذہ الھوامّ لاستخرجونی حتّٰی یقضوا فی حاجتہم وایم اللہ لیعتدنّ علیّ کما اعتدت الیہود فی السبت۔ واللہ اگر میں مکہ سے ایک بالشت باہر قتل کیا جاؤں تو یہ امر مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ بقدر ایک بالشت کے مکہ کے اندر قتل کیا جاؤں قسم ہے خدا کی کہ اگر میں حشرات الارض میں سے کسی کے سوراخ میں بھی ہوں تب بھی یہ لوگ مجھے اس جگہ سے نکالکر ضرور قتل کر ڈالینگے اور بخدا مجھ پر ایسا ہی ظلم و تعدی کریں گے جیسا کہ یہود نے سبت کے بارے میں ظلم و تعدی کی تھی۔

اب مکہ میں اپنے قتل کئے جانے سے اتنی احتیاط کی کیا ضرورت تھی؟

اول تو اسی سے ظاہر ہے کہ آپ کسی طرح حرمتِ کعبہ ضائع کرنیکا الزام اپنی طرف عائد ہونا پسند نہیں کرتے تھے دوسرے یہ کہ آپ کی نظر اپنے جدِ بزرگوار کی اس مخصوص حدیث پر بھی ضرور تھی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور پیشین گوئی ارشاد فرما دیا تھا کہ مکہ میں ایک ایسا قریشی قتل کیا جائیگا جس پر تمام دنیا کا عذاب ہوگا جیسا کہ کنز العمال میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ مکہ میں ایک مرد قریشی دفن ہوگا جس کا نام عبداللہ ہوگا۔ اس پر عالم کے عذاب کا ایک حصہ ہوگا اور دوسری روایت اسی کنز العمال میں ہے کہ اگر اس شخص کا گناہ تولا جائے تو دونوں جہان کے گناہوں سے بھی زیادہ ہوگا۔ پھر اس کی تیسری روایت میں ہے کہ مکہ میں ایک سردار قریش کی قبر بنیگی جس کا نام عبداللہ ہوگا اسپر نصف عالم کا عذاب ہوگا۔ (کنز العمال صفحہ ۲۴۳) شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص مدفون ہوگا با شرک و کفر شہر مکہ میں قریش سے جس پر نصف عذابِ عالم ہوگا۔

جنابِ امام حسین علیہ السلام کی احتیاط کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ زمانہ کا رنگ دشمنوں کی مخالفت اور ان کی عالم فریبی آپکو صاف صاف بتلا رہی تھی کہ اگر آپ کا خونِ ناحق یہیں گرایا گیا اور یہ ذبحِ عظیم بھی قربانگاہِ اسمٰعیلی (منٰی) کے اصلی مقام پر واقع ہوتا تو آپکے فضائل و مناقب چھپانیوالا اور آپ کے مراتب بتدریج گھٹانیوالا فرقہ اس حدیث کا مفہوم ضرور آپ ہی کے دشمنوں کی طرف پھیر دیتا۔ اور پھر آپ کے قتل ہو جانیکے بعد ایک عبداللہ نہیں ہزار عبداللہ مکہ میں مدفون ہوتے مگر وہ عبداللہ کو ابو عبداللہ ہی جانتے۔ ہم کو اس وقت کی سیاسی ضرورتیں جنہوں نے اور بہتان اہلبیت علیہم السلام کے متعلق تمام دنیا میں مشہور کر دیئے بتلا رہی ہیں کہ وہ اسی طرح ضرور اس حدیث کے صحیح مضمون کو آپ ہی کی طرف عائد کرتے جنابِ امام حسین علیہ السلام کی یہ احتیاط آپکی انتہا درجہ کی عاقبت اندیشی کی بھی دلیل ہے چنانچہ ہمارے معزز ہمعصر صاحب صلاح النشاتین تحریر فرماتے ہیں کہ جنابِ امام حسین علیہ السلام نے اسوقت اپنے خیرخواہوں پر ظاہر کیا تھا کہ میرے لئے اس دور میں کہیں جائے امن نہیں لہذا بپاس حرمت حریم کعبہ میں یہاں قتل ہونا گوارا نہ کرونگا۔ اگر ہم محض سیاسی نگاہوں سے بھی اس منظر کو دیکھیں تو بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنابِ امام حسین علیہ السلام کا قصدِ عراق فرمانا تدبر کا اعلیٰ نمونہ تھا (دیکھو صفحہ ۳۱۴)۔ بہرحال اس مضمون کو ختم کر کے پھر ہم اپنے قدیم سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں اب حج کے تو دن تھے۔ مکہ معظمہ میں تمام بلادِ اسلامیہ کے لوگ اکٹھے ہوئے تھے اور جنابِ امام حسین علیہ السلام کے اس بے وقت سفر سے ہر شخص کو انتشار تھا۔ خالص ہواخواہوں نے تو اپنے خلوص اور عقیدت کے تقاضے سے آپ سے اس کی وجہ دریافت کی اور بہت سے گندم نما جو فروشوں نے سلطنت کی سازش یا اپنی نفسانیت کی خواہش سے آپکے دلی مدعا کی تجسس کی تلاش کی۔ جنابِ امام حسین علیہ السلام نے ہر شخص کو اس کی خواہش کے مطابق جواب دیا۔ ہم ان میں سے صرف بیا، آدمیوں کی گفتگو قلمبند کرتے ہیں۔

سفرِ عراق اور اہلِ کوفہ کے مفصل حالات

ہم اپنے موجودہ سلسلہ بیان کو جنابِ امام حسین علیہ السلام کی روانگی عراق کے حالات سے آغاز کرتے ہیں مگر قبل اس کے کہ ہم اپنے اصلی مضامین کو شروع کریں ضرور ہے کہ ہم کوفہ اور اہلِ کوفہ کے مفصل حالات بھی مندرج کر دیں جو ہمارے اکثر مضامین کی پوری طور سے تائید کرینگے ہم اس کے متعلق اپنی طرف سے کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ اس مختصر نوٹ کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں جسکو ہمارے معزز ہمعصر صاحب صلاح النشاتین

نے نہایت اختصار کیا تھا قلمبند فرمایا ہے۔ دہو ہذا۔
بلاذری نے فتوح البلدان میں کوفہ کا مفصل ذکر کیا ہے اس کا مجملہ مختصراً یہ ہے کہ سرسبز و شاداب سرزمین کوفہ ابتدا میں لشکر اسلام کی ایک بڑی چھاؤنی تھی جس کو سعد ابن ابی وقاص نے ۱۷ھ میں قائم کیا تھا لیکن پھر سال ہی دو سال میں یہاں مستقل آبادی کی بنا پڑ گئی۔ اہل عرب کے قبیلے جدا جدا محلے قائم ہوئے اور کوفہ ایک وسیع شہر اور حاکم عراق کا دار الحکومت ہو گیا۔ شروع آبادی سے تین برس تک سعد ابن ابی وقاص حاکم کوفہ رہا لیکن پھر اہل کوفہ نے حضرت عمر سے شکایت کی وقالوا انہ لا یحسن الصلوٰۃ اور کہا کہ ان کو ٹھیک نماز پڑھنی اور پڑھانی نہیں آتی اس پر حضرت عمر نے سعد کو معزول کر دیا سعد اہل کوفہ کی اس حرکت سے اسقدر برہم ہوئے کہ انکے حق میں یہ بددعا کی اللھم لا ترض عنھم امیرا ولا ترضھم بامیر خدایا نہ ان سے کوئی امیر راضی ہو اور نہ یہ کسی امیر سے راضی ہوں سعد کے بعد عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ حاکم کوفہ اور عبد اللہ ابن مسعود منتظم بیت المال مقرر ہوئے مگر عمار یاسر کو بھی اہل کوفہ نے پسند نہ کیا اور یہ کہا کہ یہ امور سیاست سے واقف نہیں ہیں حضرت عمر نے عمار کو بھی معزول کیا اور اہل کوفہ سے تنگ آکر کہا من عذیری من اھل الکوفۃ ان استعملت علیھم القوی فجروہ وان ولیت علیھم الضعیف حقروہ کون ہے جو کوفیوں سے میرا عذر خواہ ہو۔ حالت یہ ہے کہ اگر کسی قوی کو ان پر حاکم مقرر کرتا ہوں تو اسے فاجر بتاتے ہیں اگر کسی ضعیف کو ان پر والی مقرر کرتا ہوں تو اس کی تحقیر کرتے ہیں اب اس وقت حضرت عمر نے مغیرہ ابن شعبہ کو منتخب کیا اور ان سے کہا کہ اگر میں تم کو حکومت کوفہ دیدوں تو پھر ایسا نہ کرو گے جیسا کہ تم پر عیب لگایا گیا تھا یہ اشارہ ہے ناقابل ذکر واقعہ ام جمیل کی طرف جس کو قاضی ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں بسلسلۂ ذکر یزید ابن زیاد و سعید بن مفرغ لکھا ہے اور عموماً ہر مبسوط تاریخ میں مفصل مذکور ہے) مغیرہ نے کہا کہ نہیں چنانچہ مغیرہ حاکم کوفہ مقرر ہوئے اور حضرت عمر کی زندگی بھر یہاں قائم رہے ابن اثیر نے تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے مغیرہ کو معزول کر کے پھر سعد ابن ابی وقاص کو حکومت دی لیکن ایک ہی سال کے اندر یہ واقعہ پیش آیا کہ سعد نے تمام نہاد قرض بیت المال سے ایک رقم کثیر لے لی اور جب عبد اللہ ابن مسعود منتظم بیت المال نے اس رقم کی واپسی کا تقاضا کیا تو سعد کو ناگوار گذرا یہاں تک بات بڑھی کہ سعد نے ابن مسعود کو غلام کہا اور ابن مسعود نے تعریضاً سعد کو کمینے کا بچہ کہا حضرت عثمان کو خبر ہوئی تو انہوں نے سعد کو برخاست کر کے ولید ابن عقبہ ابن ابی معیط کو حاکم کوفہ مقرر کیا۔ ولید پانچ برس تک مسلسل والی کوفہ رہا ابو زبید عہد جاہلیت کا مشہور نصرانی شاعر جو بنی تغلب علاقہ رکھتا تھا ولید کا مصاحب خاص تھا ولید نے مشہور کیا تھا کہ وہ میری صحبت میں مسلمان ہو گیا مگر درحقیقت ولید کو خود اس کے اثر صحبت سے مے نوشی کا چسکا پڑ گیا تھا پہلے چھپکر پیتا رہا لیکن جب زیادہ بڑھ گئی تو راز فاش ہو گیا کوفیوں نے دربار خلافت میں استغاثہ کیا کہ شرابخوار امیر کو یہاں سے ہٹا دیا جائے۔ چنانچہ ولید بن عقبہ معزول ہوا اور اس کی جگہ سعید ابن العاص کو ملی سعید نے چند روز حالات کوفہ کو مشاہدہ کر کے درگاہ خلافت میں رپورٹ کی کہ یہاں سخت ابتری اور بدنظمی پھیلی ہوئی ہے ادھر ادھر سے گنوار اور دوسرے قبیلے جو آکر یہاں جمع ہو گئے ہیں انہی کا زور ہے اور وہ ارباب شرف جنہوں نے قدیم ناموریاں حاصل کی ہیں بے اثر ہوتے جاتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ اس رپورٹ پر بانتظامی حالت کو سنبھالنے کی کوشش کی جائے حضرت عثمان نے اہل حجاز کو ترغیب دی کہ عراق کی حالت اچھی نہیں ہے بہتر ہے کہ وہاں سے اپنے تعلقات کو اٹھالیں اور وہاں کی جائداد بیچکر ان کی عوض حجاز میں زمین خرید لیں بہرکیف سعید نے حتی الوسع درستی نظم و نسق میں سعی کی مگر سوء اتفاق سے ایک روز باتوں باتوں میں سعید کی زبان سے نکل گیا کہ ھذا السواد بستان القریش یہ سرسبز خطۂ عراق قریش کا باغیچہ ہے جملہ حاضرین جلسہ کو جن میں بیشتر سرداران عراق تھے ناگوار ہوا اور اشتر نخعی نے برہم ہو کر کہا اتزعم ان السواد الذی افاء اللہ علینا باسیافنا بستان لک ولقومک ”واہ تم یہ زعم کرتے ہو کہ جس سواد پر خدا نے ہماری تلواروں کے زور سے ہمیں قابض کیا وہ تمہارے اور تمہاری قوم کا باغیچہ ہے“ غرضکہ اسی وقت سے برابر کشیدگی بڑھتی اور آخر یہ ہوا کہ ۳۴ھ ہجری میں کوفیوں نے سعید کو نکال دیا سعید کی جگہ حضرت عثمان نے ابو موسیٰ الاشعری کو بھیجا ان کے وقت میں کوفیوں کی سرکشی اتنی بڑھی کہ بقول ابن خلدون اہل عراق نے عامر ابن قیس کو جو مرد زاہد مشہور تھا وکیل مقرر کر کے دار الخلافت میں بھیجا۔ عامر نے عین دربار میں حضرت عثمان سے کہا کہ آپ سے بڑے بڑے معاملوں میں غلطیاں ہوئیں اب مسلمان آپ کے بار خلافت کے متحمل نہیں ہو سکتے لہذا مناسب یہ ہے کہ آپ خلافت سے استعفا دیکر

کنارہ گزیں ہو جائیں۔ بعد ازاں اہلِ مصر اور اہلِ بصرہ کیساتھ کوفی بھی
اُس یورش میں شریک ہوئے جس میں حضرت عثمان قتل ہوئے اس ہنگامہ
کے وقت اہلِ بصرہ کی آمد و رفت طلحہ کے پاس اور اہلِ کوفہ کی زبیر کے
پاس اور اہلِ مصر کی علی علیہ السلام کے پاس تھی لیکن جب حضرت
عثمان کے بعد مہاجرین و انصار اور خود طلحہ اور زبیر نے علی علیہ السلام
کو خلیفہ تسلیم کر لیا تو اہلِ کوفہ اور اہلِ بصرہ سب نے ان کی اطاعت قبول کر لی
کوفہ کے متعلق یہاں تک جس قدر واقعات نقل ہوئے ان سے اندازہ
ہو گیا ہوگا کہ کوفہ بدنظمی اور شورش کا مخزن تھا حضرت عثمان تو خود
ایک ضعیف خلیفہ تھے حضرت عمر بھی اہلِ کوفہ سے عاجز آ گئے تھے اور
اس ملک کو مغیرہ کے حوالہ کر کے انہوں نے بھی اپنی جان بچائی تھی
لیکن باوجود اس حالت کے جب جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کوفہ
کو دار الخلافت قرار دیکر وہاں تشریف فرما ہوئے تو ان کے فیض
مواعظ اور حسنِ سیاست سے اہلِ کوفہ کی بہت کچھ اصلاح ہو گئی تھی
کہ جناب علی علیہ السلام نے جنگِ جمل و صفین میں کوفیوں سے خوب
کام لیا مگر جس طرح سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا
لشکر عبد اللہ ابن اُبی جیسے منافقوں سے خالی نہیں رہا اور انہی کی
وجہ سے بارہا ناگہانی ہزیمتیں اور نقصان آنحضرت کو اٹھانا پڑے
اسی طرح جناب امیر المومنین علیہ السلام کا لشکر بھی اس قسم کے احمق
شریروں سے خالی نہ تھا چنانچہ یہی احمق گروہ دفعتہً عمرو عاص کے
دام تزویر میں پھنس کر خارجی ہو گیا۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام
کی مدبرانہ قوت نے اگرچہ فوراً اس ضعف کا تدارک کیا اور فتنہ خوارج
کو فرو کر کے پھر اہلِ عراق کو باغیوں کی سرکوبی کے لئے تیار کر لیا تھا
افسوس کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے یکایک شہید ہو جانے سے
عراق و حجاز میں ایک ہولناک انقلاب وقوع میں آ گیا اور اسی حالت
میں باغیوں نے بعض سرپرست سردارانِ عراق سے سازش کر کے
دار الخلافت کی طرف فوجیں بڑھا دیں۔ جناب امام حسین علیہ السلام
نے خود فوج اس یورش کے روکنے کو بھیجی۔ اہلِ سازش نے
جھوٹی خبریں اُڑا کر اس فوج میں بھی تفرقہ ڈال دیا بلکہ خاص
کیمپ میں بھی ایسی شورش پھیلا دی کہ خود جناب امام حسن علیہ السلام
زخمی ہوئے اب سوائے صلح کے کوئی چارہ مسلمانوں کی جانبری کا نظر
نہ آیا لہذا مجبور صلح پر رضامندی ظاہر کی گئی سیوطی نے تاریخ الخلفا میں

لکھا ہے کہ صلح ان شرطوں پر ہوئی کہ معاویہ اپنے حینِ حیات حکمرانی کریں
مگر ان کو اہلِ حجاز و عراق کے ان وظائف کے ضبط کرنے کا مجاز نہ ہوگا
جو جناب علی علیہ السلام کے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ ابن جریر نے یہ
بھی لکھا ہے وقد صالح الحسن علیہ السلام معاویۃ علی
امان اصحاب علی حیث کانوا یعنی شرطِ صلح تھی کہ شیعیانِ علی
علیہ السلام عام اس سے کہ کہیں ہوں ان کے امن و آسائش
میں خلل اندازی نہ کی جائیگی۔ ابن عبد البر نے استیعاب میں لکھا ہے
کہ عمرو ابن عاص نے معاویہ کو ترغیب دی تھی کہ ان شرطوں پر صلح نہ
کرو بلکہ وقت یہ ہے کہ بزور شمشیر سلطنت پر قبضہ کر لو مگر معاویہ نے
اس رائے کو نہ مانا کیونکہ وہ اس خبر سے متوحش تھے کہ جناب امام حسن
ابن علی علیہما السلام چالیس ہزار اہلِ عراق سے جہاد کے لئے بیعت
لے چکے ہیں ملک پر قبضہ کرنیکے بعد امیر معاویہ نے شرائطِ صلح کی خلاف
ورزی پر کمر باندھی اور عراق پر یکے بعد دیگرے ایسے حاکم مقرر کئے
جنہوں نے تدبیر اور شمشیر کے زور سے پیروانِ علی علیہ السلام کو
برباد کرنا شروع کیا چنانچہ خود عبید اللہ ابن زیاد نے جبکہ یزید نے
اسے حاکم کوفہ کیا ہانی ابن عروہ پر احسان جتانا شروع کیا اور کہا
کہ یا ہانی اما تعلم ان ابی قدم ہذا البلد فلم یترک احدا من
ہذہ الشیعۃ الا قتلہ غیر ابیک ہانی! آیا تو نہیں جانتا کہ میرا باپ
(بعہدِ معاویہ) حاکم کوفہ ہو کر آیا تو اس نے شیعوں میں سے سوائے
تیرے باپ کے اور کسی کو نہیں چھوڑا۔
زیاد کی نسبت اکثر مورخین کا یہ خیال ہے کہ امیر معاویہ کو سلطان
بنانا اسی کا کام تھا بلکہ ابن جریر طبری نے تو صاف لکھ دیا ہے —
وکان زیاد اول من شدّ امر السلطان واکّد الملک لمعٰویۃ
والزم الناس الطاعۃ وتقدّم فی العقوبۃ وجرّد السیف
واخذ بالظنّۃ وعاقب علی الشبہۃ وخافہ الناس زیاد کہ
وہ شخص ہے جس نے حاکمِ وقت (معاویہ) کی سلطنت کو قوی کیا اور
اس کی تمام امور کو درست و چست کیا اور تمام لوگوں سے اس کی
بیعت لی اور تمام لوگوں پر سختی کی تلوار کھینچی اور [illegible] صرف ظن
اور شبہہ پر ہی قتل کر ڈالا [illegible] اور سب لوگ اس سے ڈرنے لگے
ہاں اس موقعہ پر یہ ظاہر کر دینا بھی ضرور ہے کہ یہ ہانی کو زیاد نے نظر
مروت کی راہ سے نہیں چھوڑا تھا بلکہ عروہ پدر ہانی ایک مقتدر اور محتشم

شخص تھا۔ اور اس کا قتل کرنا چنداں آسان نہیں تھا مسعودی مروج الذہب میں لکھتے ہیں کہ ہانی جب کسی مہم پر نکلتا تھا تو بارہ ہزار سپاہی اس کے ہمراہ رکاب میں ہوتے تھے اور جب وہ اُن قبیلوں کو بھی جو اس کے حلیف تھے جمع کر لیتا تھا تو بیس ہزار کی کی جمعیت ہو جاتی تھی۔

غرضکہ اس طوفان خونریزی نے اکثر جوشیلے اور غریب شیعوں کا خاتمہ کر دیا تھا۔ البتہ وہ شیعہ جانبر ہوئے جن کے قبیلے اور جتھے قوی اور صاحب شوکت تھے یا وہ بچے جنہوں نے بحکم ضرورت دشمنوں سے ہموار ابنش آنا شروع کر دیا تھا لیکن پھر بھی شیعوں کی تعداد عراق میں ہر جگہ سے زیادہ تھی۔

امیر معاویہ نے جب اپنا پیمانہ عمر لبریز کر کے ساغر حکومت یزید میخوار کو دیا اور مملکت میں ایک تغیر حادث ہوا تو پیروانِ علی علیہ السلام نے ایسے وقت فرصت سمجھ کر کوفہ میں سلیمان ابن صرد صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مکان پر ایک بیہ اثر جلسہ کیا جس میں باہم کر عہد کیا گیا کہ نصرتِ اہلبیتِ اطہار میں اپنی جان و مال سے دریغ نہ کریں گے چنانچہ باتفاق رائے اہلِ جلسہ سلیمان ابن صرد اور مسیّب ابن نجبہ اور رفاعہ ابن شداد اور حبیب ابن مظاہر نے ایک عرضی جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں لکھی جس کا خلاصہ مضمون یہ تھا "الحمد للہ کہ آپ کا دشمن جبار عنید ہلاک ہوا فبعداً لہ کما بعدت ثمود" اب آپ ہماری پیشوائی اور رہنمائی کے لئے تشریف لائیے جس وقت آپ ادھر کا قصد فرمائیں گے ہم حاکم کوفہ کو کوفہ بلکہ حدود عراق سے نکال دیں گے ہم اس سے بالکل جدا ہو چکے ہیں اور جمعہ و جماعت میں اس کے ساتھ شریک نہیں ہوتے "

عبداللہ ابن سبیع اور عبداللہ ابن وال سفیر نامہ بر مقرر ہوئے جنہوں نے دسویں رمضان المبارک کو مکہ معظمہ میں یہ عرضی جناب امام حسین علیہ السلام کی حضور میں پیش کی اس کے بعد مسلسل عرضیاں پہنچیں بگیں از آنجملہ پانسو اکتیس عرضیاں جن میں سے کوئی ایک شخص کی طرف سے تھی کوئی دو، اور کوئی چار کی طرف سے۔ قیس ابن مسہر اور عبدالرحمان ابن عبداللہ اور عمارہ ابن عبید کی معرفت وصول ہوئیں

اس سلسلہ میں شبث ابن ربعی اور حجار ابن الحر اور یزید ابن حارث اور یزید ابن عمیر اور عروہ ابن قیس اور عمرو بن حجاج اور محمد ابن عمیر کی عرضیاں پہنچیں جن میں بکمال فصاحت یہ مقصد ظاہر کیا گیا تھا کہ سب سامان منتظم ہو چکا ہے اور ایک لشکر آراستہ آپ کی نصرت کے لئے تیار ہے جلد تشریف لائیے سب کے آخر میں ہانی ابن ہانی اور سعید ابن عبداللہ اہل کوفہ کے سفیر پہنچے اور اس مضمون کی عرضی لائے کہ اب آنے میں تاخیر نہ کیجئے جلد آئیے تمام لوگ چشم براہ ہیں اور آپ کے سوا کسی کی امامت اور خلافت سے رضامند نہیں ہیں سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں لکھا ہے کہ بعض عرضیوں میں یہ جملہ بھی تھا کہ ان لم تقبل الینا فانت آثم یعنی اس حالت میں کہ ہم طالب ہدایت ہیں اور آمادہ نصرت ہیں۔ اگر آپ اعراض کریں گے تو اس کا بارِ گناہ آپ پر ہے جب یہ سب عرضیاں جن کی تعداد ابن اثیر اور سبط ابن جوزی نے ڈیڑھ سو لکھی ہے جناب امام حسین علیہما السلام کے ملاحظہ سے گزر چکیں اور سفیروں نے زبانی بھی قابل اطمینان حالات ظاہر کئے تو اُن سب کے جواب میں جناب امام حسین علیہ السلام نے ایک خط لکھنے کا ارادہ کیا یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس وقت تک اہل کوفہ کے خطوط کثرت سے آ رہے تھے مگر امام عالی مقام علیہ السلام نے کسی ایک کا جواب نہیں دیا تھا ان تمام خطوط میں سوائے اشتیاق اور اظہار خلوص کے کسی الزامی خطاب سے کام نہیں لیا گیا تھا اور اس آخری خط میں تو صاف صاف الزامی الفاظ مندرج تھے تو اب ضرور ہوا کہ امام زمانہ ان کے معاملات میں ان کی ظاہری روش پر اعتبار کر کے وہی طریقہ اختیار فرمائیں جو جناب رسالت مآب نے اپنے ظاہر نما گروہ کے ساتھ قائم رکھا تھا۔

المختصر اُن کے متواتر خطوط اور کثرت اشتیاق اور اظہار عقیدت کو ملاحظہ فرما کر جیسا کہ ہمارے معزز معاصر نے لکھا ہے جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ تحریر زیب رقم فرمائی جسکو ہم بجنسہٖ ناسخ التواریخ کی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من الحسین ابن علیؑ الی الملاء من المؤمنین والمسلمین اما بعد فان ہانیا و سعیدا قدما علی بکتبکم وکانا آخر من قدم علی من رسلکم وقد فہمت کل الذی قصصتم وذکرتم ومقالۃ جلکم انہ لیس علینا امام فاقبل لعل اللہ ان یجمعنا

بك على الحق والهدى وانا باعث اليكم اخي وابن عمي وثقتي من اهل بيتي مسلم ابن عقيل فان كتب الي انه قد اجتمع راي ملائكم وذوي الحجى والفضل منكم على مثل ما قدمت به رسلكم وقرات في كتبكم فاني اقدم اليكم وشيكا ان شاء الله تعالى فلعمري ما الامام الا الحاكم بالكتاب القائم بالقسط الدائن بدين الحق الحابس نفسه على ذلك لله والسلام۔

یہ خط حسین ابن علی کی طرف سے جمیع مومنین و مسلمین کے نام۔ واضح ہو کہ سب سے آخر میں ہانی اور سعید تم لوگوں کے خطوط لیکر آئے اور تمہارے سابق و لاحق خطوط میں جو مقاصد مرقوم تھے میں نے ان کو سمجھا تم نے باتفاق اپنے نامہ و پیام میں ظاہر کیا ہے کہ ہم لوگوں کی ہدایت کیلئے کوئی امام نہیں تم آؤ تو امید ہو کہ خدا ہم سب کو تمہاری رہنمائی سے راہ راست اور مسلک حق پر فائز فرمائے لہذا میں اپنے برادر عم زاد اور اہل خاندان سے معتمد مسلم ابن عقیل کو بھیجتا ہوں اور ان کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ تمہارے حالات اور معاملات سے آگاہی حاصل کرکے حقیقت امر سے مجھے مطلع کردیں پس اگر انہوں نے لکھا کہ تم سب خاص و عام باتفاق طالب حق ہو اور نصرت حق پر آمادہ ہو تم میں جو ارباب عقل و فضل ہیں وہ سب تم سے متفق الرائے ہیں جیسا کہ تم اپنے خطوط میں ظاہر کرچکے ہو تو انشاءاللہ تعالیٰ میں بہت جلد تمہارے پاس پہنچتا ہوں اور نیز واضح ہے کہ امام بس وہی امام ہے جو مطابق کتاب خدا عمل کرے اور طریق عدل و حق پر قائم ہو اور اپنے نفس کو ہمیشہ احکام خدا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا پورا مقید و پابند رکھے۔ والسلام

حضرت مسلم ابن عقیل کی کوفہ کی طرف روانگی

بہرحال حضرت مسلم ابن عقیل علیہ السلام اپنے برادر عالی مقدار جناب امام حسین علیہ السلام کا خط لیکر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں تک لکھ کر یہ ضروری ہوا کہ پہلے ہم حضرت مسلم علیہ السلام کے احوال کو خاتمہ تک پہنچالیں تب جناب امام حسین علیہ السلام کے سفر عراق کے حالات کو اپنے موجودہ سلسلۂ بیان میں مندرج کریں گے۔

بہرحال حضرت مسلم علیہ السلام عقیل ابن ابیطالب کے بڑے صاحبزادے تھے ولادت ان کی بروایتے خلافت ثانیہ کے عہد میں ہوئی مورخین کے گروہ میں اکثر علما بھی خلافت ثانی ہی کو ان کی ولادت کا زمانہ قرار دیتے ہیں۔ خلافت ثالثہ تک تو حضرت مسلم کا زمانہ بھی اسی خاموشی میں صرف ہوا جس طرح اور بنی ہاشم کا جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کی زمانۂ خلافت میں بھی ان کو کاروبار ملکی میں مداخلت حاصل نہ تھی نہ یہ کسی صیغہ میں مامور تھے اور نہ ملکی مناصب میں سے کوئی عہدہ ان سے تعلق رکھتا تھا جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت عباس علیہ السلام کی حقیقی بہن ان سے منسوب تھیں۔ آپ کے محاسن اخلاق اور عادات ستودہ صفات کے حالات ہمارے سلسلۂ بیان میں عنقریب آنیوالے ہیں جن سے ہر شخص بخوبی سمجھ لیگا کہ اہلبیت طاہرین میں ان مقدس بزرگوار کے علاوہ جو منجانب اللہ معصوم تھے اور دوسرے حضرات بھی شرعی معاملات میں اپنی احتیاط اور اپنا محفوظ الخطا ہونا ثابت فرماتے تھے اب ہم حضرت مسلم کے احوال بھی زیادہ تر رسالۃ الملاء المبین اور صلاح المتقین کی عبارت کے ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔ صاحب رسالۃ الملاء المبین لکھتے ہیں امام عالیمقام نے اپنے چچا زاد بھائی مسلم ابن عقیل سے فرمایا کہ تم سے یہ چاہا گیا ہے کہ کوفہ کو جائیں اور وہاں کے حالات سے آپ کو مطلع کریں حضرت مسلم اپنے دو صغیرالسن صاحبزادے کو جو بغیر باپ کے رہ نہیں سکتے تھے ہمراہ لیکر راہی کوفہ ہوئے اور چند روز میں کوفہ پہنچکر مختار ابن عبید ثقفی کے یہاں فروکش ہوئے ہمارے معزز معاصر نے اختصار کے لحاظ سے صرف نفس واقعہ کو اپنے مدعائے بیان کیلئے کافی سمجھا ہے اور جو احوال راستہ میں حضرت مسلم ابن عقیل پر گزرے ان کو ضرورت سے زائد خیال فرماکر چھوڑ دیا ہے چونکہ ہمارا مدعائے تالیف تمام حالات کی تفصیل کا ابتدا سے ذمہ دار ہے اسلئے ہمکو ضرور ہے ہم ان حالات کو بھی اسی تفصیل سے قلمبند کریں مقتل ابی مخنف میں یہ عبارت درج ہے:۔ فارسل مسلم مع الدليلين وفي اثناء الطريق ضلا وماتا احدهما عطشا فتطير مسلم نبعث الى الحسين عليه السلام يخبره بذلك ويستعفيه عن المسير الى الكوفة فبعث اليه يامره بالمسير الى ما امره اولا فسار في وقته وساعته

امام علیہ السلام نے حضرت مسلم عقیل کو دو راہبروں کیساتھ کوفہ کی طرف روانہ کیا اتفاق وقت سے وہ راہ بھول گئے اور ان میں ایک آدمی مارے پیاس کے مرگیا پس حضرت مسلم علیہ السلام نے اسکو شگون بد سمجھکر جناب امام حسین علیہ السلام کو لکھ بھیجا اور اپنے لئے اس سفر سے واپس آنیکی تحریک کی مگر جناب امام حسین نے انہیں یہ لکھ بھیجا کہ جسطرح تم کو اول

حکم دیا گیا ہو اسی کے مطابق تم جاؤ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں وہ فوراً چلے گئے۔ فتوحات اعثم کوفی کے ترجمہ میں ان واقعات کو زیادہ تفصیل سے لکھا ہے اس کی عبارت یہ ہے۔

حضرت مسلم نے قبیلہ قیس ابن خیلان کے دو رہبر ساتھ لئے کہ غیر معروف راستہ سے کوفہ تک پہنچا دیں کچھ روز چل کر وہ دونوں رہبر راستہ بھول گئے اور غلطی سے ایسے میدان میں جا پڑے جہاں پانی کا نام و نشان نہیں تھا انجام کار یہ دونوں راہبر پیاس کی شدت سے مرگئے اب حضرت مسلم بہت پریشان ہوئے اور ہراساں ہوکر ادھر ادھر پانی کی تلاش میں دوڑے مگر کسی جگہ پانی نہیں ملا۔ آخر کار ایک گاؤں مضیق نام میں پہنچکر پانی پیا۔ ساتھیوں، مویشیوں۔ اور گھوڑوں کو بھی پانی دیا پھر کچھ دیر آرام لیکر جناب امام حسینؑ کے نام خط لکھا اور اس میں یہ بھی تحریر کیا کہ یہ سفر مجھے مبارک نہیں ہوا فال بد معلوم ہوتی ہے (دیکھو ترجمہ اعثم کوفی صفحہ ۳۵۵)

ایک اور روایت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جس وقت حضرت مسلم کو پانی دستیاب ہوا تو اس وقت انہوں نے اپنے مردہ راہبروں کی لاشوں کو غسل دیکر مدفون کیا بہرحال حضرت مسلم کے اس خط کا جواب جو جناب امام حسین علیہ السلام نے تحریر فرمایا تھا وہ یہ تھا:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم من الحسینؑ ابن علی الی ابن عمہ مسلم ابن عقیل، اما بعد فقد خشیت ان لا یکون حملک علی الکتاب لی فی الاستعفاء من التوجہ الذی وجھتک الا الجبن فامض لوجھک الذی وجھتک یا ابن عم انی سمعت جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یقول ما منا اھل البیت من تطیر ولا یتطیر بہ فاذا قرأت کتابی فامض علی ما امرتک والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ خط حسین ابن علی کی طرف سے مسلم ابن عقیل کو لکھا گیا ہے میری دانست میں مجھے تمہارے خوف نے یہ خط میرے نام لکھوایا ہے اور جیسے تم نے اس سفر سے جو تمہیں درپیش ہے لئے فسخ عزم کی رائے ظاہر کی ہے تم یقین کرلو کہ میں نے اپنے نانا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ہم اہلبیت کبھی فال نہیں لیتے اور نہ کسی کو اپنے لئے فال لے جانے کی اجازت دیتے ہیں پس جب تم میرا یہ خط پاؤ تو فوراً جس طرف میں نے تمہیں بھیجا ہے چلے جاؤ اور جس کام کے لئے تمہیں مامور کیا ہے اسے بجالاؤ اور کوفہ کی طرف کوچ کرو۔

امام حسین علیہ السلام کا یہ حکم پاکر حضرت مسلمؑ کوفہ کو روانہ ہوگئے اور نہایت عجلت سے مسافت طے کرتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے اور مختار ابن عبیدہ ثقفی اور بروایتے سلیمان ابن صرد خزاعی کے مکان میں فروکش ہوئے آپ کی تشریف آوری کی خبر سنکر جوق جوق اہل کوفہ حاضر ہوکر داخل بیعت ہونے لگے حتی کہ چند ہی روز میں ۱۸ ہزار آدمیوں نے سعادت بیعت حاصل کی (صفحہ ۱۵ ابتلاء المبین)

عموماً تاریخوں میں اٹھارہ ہزار آدمیوں کے بیعت کرنے پر اتفاق ہے چنانچہ مقتل ابو مخنف میں یہ عبارت درج ہے فاجتمع الناس الیہ فبایعہ ثمانیۃ عشر الف رجل اُن بیعت کرنے والے حضرات میں ہم صرف دو حضرات کے سچے جوش اور اصلی عقیدت کو ناسخ التواریخ کی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں وھو ھذا۔

چوں مسلم نگریست کہ مجلس از بزرگان کوفہ آگندہ است مکتوب حسین علیہ السلام را برآورد و برآں جماعت قرائت نمود مردم از بس بشارت و اشتیاق گفتند و آغاز بگریۂ فرحت نمودند و با مسلم دست بیعت قرار دادند و پیمان متابعت استوار نمودند در روز از روز اقتحام و ازدحام برافزود و چندانکہ ہیجدہ ہزار کس با مسلم بیعت کردند و شرط متابعت بجا می آوردند۔ انیوقت عابس ابن ابی شبیب شاکری بپای برخواست و خدا را سپاس گفت مصطفی علیہ السلام را درود فرستاد و روی بمسلم آورد و قال انی لست اعلم ما فی قلوب الناس ولکن اخبرک بنفسی احارب عدوکم فی احبتکم واضرب بسیفی ملتکم حتی القی اللہ عزوجل گفت من ضمیر مردم ندانستم لکن از اندیشۂ خویشتن ترا آگاہی میدہم روز یکہ بخوانید مرا شما را اجابت کنم و دشمن شما را بشمشیر خویش آگاہ کہ در راہ خدا کشتہ شوم ایں بگفت و بنشست پس حبیب ابن مظاہر برخاست بجانب او نگران شد و قال یرحمک اللہ تعالی قد قضیت ما علیک انا واللہ علی مثل ذلک۔

فرمود اے عابس خدا ترا رحمت کناد آنچہ بر تو واجب بود قضا فرمودی سوگند با خدا اے من نیز بر آں عقیدہ ام کہ تو باشی۔ (صفحہ ۱۰۷)

حضرت مسلم کے خاص حالات میں صاحب صلاح الشائقین لکھتے ہیں کہ جب حضرت مسلم داخل کوفہ ہوئے تو اہل کوفہ نے انکی بہت تعظیم و تکریم کی اور ان کو مطمئن کر دیا کہ ہم نصرت و اطاعت کو حاضر ہیں اٹھارہ ہزار اہل کوفہ سے بیعت لینے کے بعد حضرت مسلم نے تقریباً گیارہ ذیقعد کو عابس ابن شبیب کے ہاتھ جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں یہ خط روانہ کیا واقعہ یہ کہ پیش رو قافلہ اپنے اہل قافلہ سے جھوٹ نہیں بولتا ہے یہاں کی

کیفیت یہ ہے کہ اس وقت تک اٹھارہ ہزار میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اب مناسب یہ ہے کہ آپ بہت جلد یہاں تشریف لائیے کیونکہ سب آپ کے مطیع ہیں اور سب نے آلِ معاویہ سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ اس وقت یزید کی طرف سے نعمان ابنِ بشیر حاکمِ کوفہ تھا چونکہ اس نے حضرت مسلم کی طرف سے اغماض کیا یہ بات ہواخواہانِ دولت کو ناگوار ہوئی تو مسلم ابن سعید حضرمی اور عمارہ ابنِ سعد ابنِ ابی وقاص نے یزید کو لکھ بھیجا کہ مسلم ابن عقیل یہاں فوج جمع کر رہے ہیں اور کوفہ ہاتھ سے جایا چاہتا ہے اگر بچانا منظور ہے تو کسی ایسے شخص کو بھیجو جو دشمن کشی میں تمہارا قائم مقام ہو یزید نے اس واقعہ سے مطلع ہو کر اراکینِ دولت سے مشورہ لیا اور اپنے باپ کے میر منشی سرجونِ رومی کی ہدایت کے موافق عبید اللہ ابن زیاد والیِ بصرہ کو یہ فرمان بھیجا کہ ہمارے شیعوں نے کوفہ سے ہمیں اطلاع دی ہے کہ ابن عقیل مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کی غرض سے کوفہ میں لشکر جمع کر رہے ہیں لہذا تم اس فرمان کو دیکھتے ہی وہاں پہنچو اور نہایت سرگرمی سے پتہ لگا کر اس کو قید کر دو یا قتل کر دو یا شہر سے نکال دو جب یہ فرمان ابن زیاد کے پاس پہنچا اس نے حکم دیا کہ بہت جلد سامانِ سفر مہیا کیا جائے کل کوفہ کی طرف کوچ ہوگا عجیب اتفاق ہے کہ اسی شب جس کی صبح کو ابن زیاد روانہ کوفہ ہوگا۔ منذر ابن جارود نے جناب امام حسین علیہ السلام کا ایک خط ابن زیاد کو دکھایا جو اسی منذر اور دیگر اشرافِ بصرہ مالک ابن مسمع احنف ابن قیس مسعود ابن عمر۔ قیس ابن ہیثم اور عمرو ابن عبید ابن معمر کے نام تھا اور اس کا خلاصہ مضمون یہ تھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے اوّل یہ ظاہر فرما کر کہ ہم جانشین و وصی و وارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں تحریر فرمایا تھا کہ فرمانروایانِ عہد نے شرعِ نبوی کو مٹا ڈالا ہے اور بدعتوں کو رواج دیا ہے لہذا میں تم کو کتابِ خدا اور سنتِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف دعوت کرتا ہوں اگر تم میری بات مانو گے اور فرمان پذیری پر رضامند ہو جاؤ گے تو تمہیں سبیلِ ارشاد کی طرف ہدایت کروں گا بیان کیا گیا ہے کہ منذر نے محض اس خوف سے خط دکھایا کہ مبادا یہ خط جعلی ہو اور یزید یا ابن زیاد نے ہم لوگوں کے دلوں کو ٹٹولنے کیلئے یہ مکر کیا ہو غرض ابن زیاد نے تو خط دیکھتے ہی اول نامہ بر کو گرفتار کرا کے قتل کرایا۔ پھر روسائے بصرہ میں سے صرف شریک ابن الاعور کو اپنے ہمراہ لیا اور مسلم ابن عمر باہلی جو یزید کا فرمان لایا تھا وہ بھی ساتھ ہوا شریک کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ شیعۂ علی علیہ السلام تھا وہ راہ میں ایک جگہ بیماری کا بہانہ کر کے رک گیا۔ مقصد یہ تھا کہ کسی طرح ابن زیاد رستہ میں ایک روز تک رک جائے اور جناب امام حسین علیہ السلام اس سے پیشتر پہنچ کر کوفہ پر اپنا قبضہ کر لیں۔ اس منصوبہ میں شریک کے اور لوگ بھی شریک تھے مگر ابن زیاد نے اس کے رکنے کی پرواہ نہیں کی اور برابر رواں دواں داخل کوفہ ہوا چونکہ ابن زیاد کا داخلہ شب کے وقت ہوا اور ان دنوں جناب امام حسین علیہ السلام کی خبر آمد گرم تھی اس لئے لوگوں کو دھوکا ہوا اور ہر طرف سے مرحبا بِکَ یا ابنَ رسولِ اللہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں نعمان بھی یہ غلغلہ سن کر دار الامارہ میں بند ہو گیا مگر جب اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ ابن زیاد ہے تو قصر کا دروازہ کھول دیا۔ ابن زیاد اندر داخل ہوا اور اہل کوفہ جو خوش خوش ساتھ دوڑے آئے تھے حیران ہو کر واپس آئے صبح کو ابن زیاد نے دار الامارہ میں عمائدِ کوفہ اور شیوخِ قبائل کو جمع کر کے اول تخویف آمیز باتوں سے انکے ہوش و حواس کو پراگندہ کیا پھر ہر ایک کو حکم دیا کہ اپنے اپنے محلہ اور قبیلوں میں جس جس کی رائے کو مخالفِ حکومت پائیں انکی فہرست پیش کریں ورنہ وظیفہ بند اور معافیاں ضبط کی جائیں گی بلکہ چھپا ہوا نکلا کیا ہی مقتدر اور معزز کیوں نہ ہو قتل کیا جائیگا اور اس کا گھر بار لوٹ لیا جائیگا کوفیوں میں جو ہواخواہ تھے اہلبیت کے اب وہ قوی دل ہو گئے اور ابن زیاد کی سطوت و جبروت کو رونق دینے لگے ابن زیاد نے تنہا تخویف و تہدید ہی سے کام نہیں لیا بلکہ سردارانِ قبائل کے گھر رشوت سے بھر دیئے حضرت مسلم کے لئے خاص جو حکم دیا گیا اسکو ہم ناسخ التواریخ کی عبارت سے ذیل میں درج کرتے ہیں

ابن زیاد برخاست و با جماعت در مسجد نماز گزاشت و بے توانی بر منبر صعود نمود و خدا را سپاس و ثنا گفت و ثم قال امّا بعد فانّ ابن عقیل السفیہ الجاھل قد اتی ما رأیتم من الخلاف والشقاق نبرئت ذمۃ اللہ من رجل وجدناہ فی دارہ من جاء برأسہ فلہ دیتہ اتّقوا اللہ عباد اللہ والزموا طاعتکم وبیعتکم ولا تجعلوا علی انفسکم سبیلا گفت اے مردم نگرستید پسر عقیل را کہ مردے سفیہ و جاہل بود چہ مایہ خلاف و نفاق انگیخت ہمانا امرے کہ ما مسلم را در سرائے او بیابیم مال او و خونش ہدر است و آنکس کہ مسلم را نزد من حاضر کند بہائے دیت او دیگر دہیم اے مردم از خدا بترسید و طاعت خود را دست باز ندہید و بیعت خود را زیر پائے خویش منہید و خویشتن را در تہلکہ میفگنید (ناسخ التواریخ صفحہ ۱۹۲)

ہمارے معزز ہمعصر حضرت مسلم کا باقی ماندہ واقعہ اس عبارت میں لکھتے ہیں ابن زیاد نے انتہائی تخویف و تہدید ہی سے کام نہیں لیا بلکہ سرداران کوفہ کے گھر رشوت سے بھر دیئے اس وقت تک حضرت مسلم مختار ثقفی رہ کے گھر میں فروکش تھے مگر رنگ بگڑا ہوا دیکھ کر ہانی ابن عروہ کے یہاں آ کر مقیم ہوئے اور بدستور یہاں بھی بیش و کم لوگوں کی آمد و شد کا سلسلہ جاری رہا شریک ابن الاعور بھی مخلصین سے ہانی میں اترا تھا اتفاق سے وہ علیل ہو گیا۔ ابن زیاد نے اس کی علالت کی خبر سنکر کہلا بھیجا کہ کل میں تمہاری عیادت کو آؤں گا شریک نے حضرت مسلم سے کہا کہ جس وقت ابن زیاد آ جائے اور میرے پاس بیٹھے اور میں موقع پا کر پانی مانگوں تو تم فوراً نکل آنا اور اس کا کام تمام کر دینا اس کے بعد کوفہ تمہارا ہے اور میں پھر صحت پا کر تمہارے مدعا کے موافق بصرہ کا بھی انتظام کر لوں گا اور تمام عراق پر تمہارا قبضہ ہو جائیگا دوسرے روز ابن زیاد آیا اور شریک کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو گیا۔ صرف ایک غلام اس کے ساتھ تھا شریک نے عمدہ موقعہ پا کر پانی مانگا۔ اور پھر دیر تک حضرت مسلم کے نکلنے کا انتظار کر کے ہذیانی لہجہ میں یہ شعر پڑھنا شروع کیا ؎

ما تنتظرون بسلمی لا تحیوھا — اسقونیھا وان کانت بھا نفسی

مگر حضرت مسلمؑ نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی جب ابن زیاد چلا گیا تو شریک نے حضرت مسلم سے پوچھا کہ آپ نے ابن زیاد کو قتل کیوں نہ کیا حضرت مسلمؑ نے کہا دو وجہ سے میں نے چھوڑ دیا ایک تو یہ کہ ہانی نے اپنے گھر میں اس قتل کا ہونا ناپسند کیا دوسری یہ کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ الایمان قید الفتک لا یفتک مومن کسی کو اچانک مار ڈالنا اہل ایمان کا شیوہ نہیں۔

اکثر بزرگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت مسلم اگر ابن زیاد کو قتل کر ڈالتے تو بعد از ایں جو کچھ ظلم آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوئے ان کا انسداد کے نام سے تعبیر کیا جاتا مگر مجھ کو اس رائے سے اتفاق نہیں بلکہ میں شریک کا ہمخیال ہوں ہمارے لائق ہمعصر کی یہ رائے کہاں تک صحیح ہو اس کی نسبت میں اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھ سکتا کہ ہاں اپنی کتاب کے ناظرین کو اتنا ضرور یاد دلا دوں گا کہ اہلبیت طاہرین کے مقدس گروہ کا ہر ایک ممبر اپنے جد بزرگوار کی پاک شریعت کی پابندی اتنی سختی اور اتنی احتیاط سے کرتا ہے یہ تو مسلم ہے کہ حضرت مسلم معصوم نہیں تھے اسی سے سمجھ لینا چاہیئے کہ جب غیر معصوم سے اتنی احتیاط اور سختی سے شریعت کی پابندی دیکھی جاتی ہے تو اس مقدس طبقہ میں وہ بزرگوار جو حجج اللہ معصوم ہیں کس قدر ان معاملات میں محتاط ہوں گے

بہر حال اس کے بعد ہمارے لائق ہمعصر تحریر فرماتے ہیں کہ احوال یہ ہے کہ شریک نے اس واقعہ کے تیسرے ہی روز اسی مرض میں دنیا سے رحلت کی اور اسی عرصہ میں ابن زیاد کے مکار غلام معقل نے جو کوفہ میں شیعہ بنا ہوا پڑا پھرتا تھا حضرت مسلم علیہ السلام کا پتہ لگا لیا ہمارے معزز ہمعصر نے اپنے مدعائے تالیف کی ضرورت سے معقل کے واقعہ کا صرف خلاصہ تحریر فرمایا ہے ہم معقل کی مکاری اور عیاری تاریخ طبری کے ترجمہ سے ذیل میں لکھتے ہیں۔ وہو ہذا۔

جب ابن زیاد کو اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ مسلم ابن عقیل ابتک کوفہ میں ہیں تو اس نے شدہ شدہ پتہ لگایا کہ مسلم ہانی ابن عروہ کے گھر پوشیدہ ہیں تو اس نے اس خیال سے کہ مسلم کی گرفتاری کے بعد شاید ہانی انکار کر جائے معقل کو ہانی کے گھر کچھ روپے دیکر بھیجا اور اس سے کہدیا کہ ہانی کے گھر جا اور اس سے ملاقات کر کے یہ کہنا کہ میں جناب امام حسین علیہ السلام کا قاصد ہوں انہوں نے کچھ روپیہ دیا ہے کہ مسلم ابن عقیل کو دیدیا جائے اور یہ کہدیا جائے کہ جہاں ان کو ضرورت ہو اس کو خرچ کریں میں ماریئے بصرہ کی طرف جاتا ہوں اور وہاں سے فوراً کوفہ میں پہنچا ہوں معقل ابن زیاد کے حسب الحکم ہانی کے گھر آیا اور اس کے کہنے کے مطابق پہلے ہانی سے ملا ہانی بیچارہ ان عیاری اور مکاری کی چالوں کو کیا جانتا تھا معقل کو جناب امام حسین علیہ السلام کا قاصد سمجھ کر حضرت مسلم کے پاس لیگیا اور ملاقات کرا دی صاحب ناسخ التواریخ کا بیان ہے کہ معقل کی رسائی ہانی کے گھر مسلم ابن عوسجہ کے ذریعہ سے ہوئی تھی اور بات یہ تھی کہ غریب صاف دل مسلم ابن عوسجہ اس کی مکارانہ اور عیارانہ چالوں کو مطلق نہیں سمجھے تھے (ناسخ التواریخ صفحہ ۱۸۲)

المختصر ہمارے معزز ہمعصر اپنے قدیم سلسلہ بیان میں فرماتے ہیں کہ ابن زیاد نے اشتیاق ملاقات ظاہر کر کے ہانی کو دار الامارہ میں بلایا اور قید کیا۔ حضرت مسلم ہانی کے گھر سے نکلے اور قبائل کندہ و مذحج و اسد و تمیم و ہمدان میں سے ایک جماعت کثیر کو ساتھ لیکر دار الامارہ کا محاصرہ کر لیا اس وقت ابن زیاد کو سخت ہراس

ہوا کیونکہ اس کے پاس صرف چند سپاہی اور کچھ اور غلام تھے علاوہ ازیں ابن زیاد کی پیش بینی کا نتیجہ تھا کہ بیس معزز اشخاص شیوخ قبائل میں سے بھی اس وقت دارالامارہ میں بند تھے ابن زیاد نے انہی لوگوں سے کام لیا جن شخصوں پر اسے بھروسہ تھا اُن کو غیر متعارف راستہ سے باہر نکالا کہ لوگوں کو بھڑکا کر مسلم کے پاس سے ہٹائیں اور باقی سرداروں کو حکم دیا کہ کوٹھوں پر چڑھ کر جماعت مسلم کو سلطانِ وقت کے عتاب سے ڈرائیں جو لوگ ڈرانے اور دھمکانے کیلئے کوٹھوں پر چڑھے تھے ان میں سے زیادہ گویا کثیر ابن شہاب تھا جس نے بڑے زور و شور سے کہنا شروع کردیا کہ اے اہل کوفہ جاؤ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ رہو مفت مصیبت میں نہ پڑو اور قتل سے بچو امیر المومنین یزید کا لشکر سر پر آپہنچا ہے اور امیر ابن زیاد نے قسم کھائی ہے کہ اگر تم لوگ اسی وقت اپنے اپنے گھروں کو واپس نہ جاؤ گے تو تمہارے وظیفے بکلم بند کرلیئے جائیں گے اور تمہیں بیگار میں پکڑ کر اہل شام کی جنگ آزما فوجوں میں بھیجدیا جائیگا اور تم جیسے نافرمانوں کو چن چن کر سرتابی کا مزہ چکھایا جائیگا بلکہ حاضر کو غائب کے بدلے اور غائب کو حاضر کے عوض میں تعزیر دی جائیگی دوسرے سرداروں نے بھی اسی قسم کی نصیحتیں کیں یہ صدائیں گویا بجلیاں تھیں جن کے ہول سے یک بیک لوگ میدان چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے اور یہ حالت ہوگئی کہ عورتیں اور مرد آآکر اپنے اپنے بیٹوں اور بھائیوں کے ہاتھ پکڑتے تھے اور کہتے تھے کہ چلو کل لشکرِ شام آپہنچا تو کیا بنا سکو گے انجام کار نمازِ مغرب کے وقت تک حضرت مسلمؑ کا تمام لشکر منتشر ہوگیا اور صرف تیس شخص ان کے ساتھ شریک نماز ہوئے بعد ازاں یہ سب بھی چل دیئے اور حضرت مسلمؑ بالکل تنہا رہ گئے اور پریشان تھے کہ کہاں جائیں مگر ایک ضعیفہ نے جس کا نام طوعہ تھا ان کو اپنے مکان میں سب بسر کرنے کی اجازت دی (البلاء المبین صفحہ ۲۱)

القصہ اِدھر ابنِ زیاد کو خبر دی گئی میدان صاف ہوگیا چنانچہ وہ اسی وقت سے قصر امارت کو چھوڑ کر باہر نکل آیا اور منادی کرادی کہ تمام شیوخ قبائل اور اہلِ لشکر اور پاسبانان شہر اسی وقت مسجد جامع میں جمع ہوں جب خوب مجمع ہوگیا تو ابنِ زیاد نے بطور اعلان عام کی منادی کہ مسلم باغی ہے جو اس کو پناہ دے گا قتل کیا جائیگا پھر حصین ابن نمیر شحنۂ شہر کو حکم دیا کہ محلوں کی ناکہ بندی کرکے گھروں کی تلاشی لی جائے اور عمرو ابن حریث کو فوراً فوج جمع کرنیکا حکم دیا

ان احکام پر اسی وقت سے عمل درآمد کا سلسلہ شروع ہوگیا صبح تو طوعہ کے بیٹے نے ابنِ زیاد کو خبر دیدی کہ مسلمؑ میرے گھر میں ہیں ابنِ زیاد نے محمد ابن اشعث اور عمرو ابنِ عبید اللہ ابن عباس سلمی کو قبیلۂ قیس کے ستر سپاہیوں کے ساتھ حضرت مسلم کی گرفتاری کے لئے بھیجا یہاں تک صلاح النشائتین کی عبارت لکھکر ہم حضرت مسلمؑ کے اخیر دردناک واقعات کو پھر کتاب البلاء المبین کی عبارت سے ذیل میں قلمبند کرتے ہیں وہو ہذا۔

حضرت مسلم ہنوز نماز صبح پڑھکر ابھی جانماز ہی پر تشریف رکھتے تھے کہ دشمن آپہنچے فوراً اٹھکر دو رکعت نماز پڑھی ہتھیار لگائے اور باہر نکل کر اس فوج سے ایسا لڑے کہ ڈیڑھ سو آدمیوں کو تہ تیغ فرمایا باقی ڈیڑھ سو اپنے سروں پر پاؤں رکھکر بھاگ گئے ابن زیاد یہ حال سُنکر منغض ہوا۔ اس شقی ازلی نے پھر پانسو سوار روانہ کئے اور حضرت مسلم نے بزورِ ہاشمی ان میں سے بھی اکثروں کو قتل کیا تب ان مردود نے دور سے پتھر پھینکنے شروع کردیئے لیکن واہ رے استقلال اور شجاعت کہ اس پانچسو کی جماعت کو بھی درہم برہم کردیا جس میں سے فقط پچاس آدمی باقی رہ گئے۔ ابنِ اشعث سردار فوج نے پھر ابنِ زیاد سے مدد مانگی تو اس ملعون نے کہلا بھیجا کہ مسلم کو دھوکا دیکر پکڑ لو ورنہ طوالت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا چنانچہ محمد ابنِ اشعث قریب آکر حضرت مسلم سے بولا کہ آپ کو ہم پناہ دیتے ہیں حضرت مسلم نے کہا تجھ پر اور تیری پناہ پر خدا کی مار یہ سُنکر ان نابکاروں نے تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ کرنی شروع کردی حتیٰ کہ آپ کا جسم مبارک زخمی ہوگیا اور ایک پتھر پیشانی پر ایسا لگا کہ سارا چہرہ خون سے تر بتر ہوگیا علامہ ابن اثیر جزری تاریخ کامل میں لکھتے ہیں کہ حضرت مسلم زخموں سے چور ہوکر بکیر ابنِ حمران کے مکان کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اس نابکار نے گھر سے نکلکر دفعۃً تلوار لگائی جس کی ضرب سے آپکا اوپر کا ہونٹ کٹ گیا آپنے اس حالت میں پھر کر ایسی تلوار ماری کہ بکیر کا سر کٹ کر دس قدم پر جا گرا اور پھر آپ اسی دیوار کا تکیہ لگا کر بیٹھ گئے حضرت مسلمؑ کا حال پیاس سے نہایت متغیر تھا ان غبیاے بے دین سے ایک چلو پانی مانگا۔ ان شیاطین نے پانی دینے کی بجائے انجیارگی آپ پر حملہ کردیا سبحان اللہ آپنے اس گزری ہوئی حالت پر بھی بہتیروں کو مارا اور پانی کی خواستگاری کی آخر ایک شخص نے

ایک کوزہ پانی کا لا کر دیا۔ لیکن منہ لگاتے ہی تمام پیالہ خون سے بھر آیا اور چند گوہر دنداں ٹوٹ کر پانی میں گر پڑے۔ یہ دیکھکر آپ نے منہ ہٹالیا ناگاہ کسی بے دین نے پیچھے سے ایسا نیزہ مارا کہ آپ زمین پر گر گئے دیر چار طرف سے گھیر کر لوگوں نے آپ کو پکڑ لیا اور ابن زیاد کے پاس لے گئے ابن زیاد نے بآوازِ بلند کہا کہ تم نے کیوں خلیفۂ وقت پر خروج کیا آپ نے جواب دیا کہ خلیفۂ وقت اور امام زمانہ حضرت حسین ابن علی علیہما السلام ہیں میں نے تو جو کچھ کیا وہ رضا جوئی حق میں کیا۔ ابن زیاد نے بآواز بلند کہا کہ تم میں کوئی ایسا ہے جو مسلمؑ کو بالا خانہ پر لیجا کر ان کا سر کاٹے۔

فتوحاتِ اعثم کوفی کے ترجمہ میں حضرت مسلمؑ اور ابن زیاد کی باہمی تقریر نہایت تفصیل سے لکھی ہے جس کو ہم ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

حضرت مسلمؑ کو عبید اللہ ابن زیاد کے پاس حاضر کیا تو کسی نے کہا کہ امیر کو سلام کرو حضرت مسلم نے کہا کہ پناہ بخدا وہ امیر نہیں جو اُسے سلام کروں۔ دوسرے یہ بات ہے کہ اس وقت کا سلام مجھے کیا فائدہ دیگا ہے۔ اگر وہ مجھے چھوڑ دیگا تو سلام کر لونگا۔ عبید اللہ نے یہ گفتگو سنکر کہا اس کا سلام کرنا آسان ہے اگر سلام بھی کرے گا تو مارا جائیگا مسلم نے جواب دیا تو مجھے قتل کریگا تو کیا ہوگا بیشتر ازاں تجھ سے بدتر شخصوں نے مجھ سے بہتر اشخاص کو قتل کر دیا ہے عبید اللہ نے کہا اے عاق و شاق تو نے امام وقت پر خروج کیا امت اور مسلمانوں کے اجماع میں اختلاف ڈالا اور فتنہ برپا کیا مسلم نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے اے پسر زیاد معاویہ امت کے اجماع سے مسلمانوں کا خلیفہ نہیں ہوا بلکہ دغابازی اور تغلب سے وصی پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خلاف ہو کر خلافت چھین لی اور یہی یزید کی کیفیت ہے اور فتنہ تو نے برپا کیا اور تجھ سے پہلے تیرے باپ نے فساد برپا کیا تھا۔ امید ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ بدترین شخص کے ہاتھ سے درجۂ شہادت عطا کرے گا خدا کی قسم میں راہ راست پر ہوں میری نیت و اعتقاد میں ذرا بھی تبدیلی اور تغیر نہیں آیا میں حسین ابن علی علیہ السلام کی فرمانبرداری میں جو جناب امیر المؤمنین و پیغمبر خدا کا خلیفہ اور جانشین اور مسلمانوں کا امام در پیشوا ہے ثابت قدم ہوں۔ یزید اور معاویہ کو فاسق و فاجر جانتا ہوں عبید اللہ نے کہا تو معاویہ کو فاسق کہتا ہے حالانکہ تو خود مدینہ میں شراب پیتا تھا مسلم نے کہا او کذاب ابن کذاب شراب تو اس شخص نے پی ہے جو ناحق مسلمانوں کا خون بہاتا ہے اور اُسے گناہ نہیں سمجھتا اور خونریزی

سے ایسا دل خوش کرتا ہے گویا کچھ گناہ ہی نہیں ہے عبید اللہ نے کہا اے فاسق تو نے سمجھکر یہ اختیار کی تھی کہ کام بن جائیگا مگر تو اس عہدے کے لائق نہیں تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے تجھے کامیاب ہونے دیا اور اس اور اس شخص کے نصیب کیا جس کو اس منصب کے لائق پایا مسلم نے فرمایا او بد نہاد ہمارا تمہارا فیصلہ قیامت کے دن خدائے تعالیٰ کے سامنے ہوگا عبید اللہ نے پوچھا کیا تو سمجھا تھا کہ حسین کو خلافت مل جائیگی مسلم نے کہا جو کچھ سمجھے ہوئے تھا وہ محض خیال ہی نہ تھا بلکہ یقینی امر تھا عبید اللہ نے کہا اگر میں تجھے قتل نہ کروں تو خدا مجھے مار ڈالے مسلمؑ نے جواب دیا تجھ جیسے خبیث چلن اور شریر طینت والے شخص کے ہاتھ سے ناحق خونریزی کا ہونا کچھ مشکل بات نہیں ہے خدا کی قسم اگر دو آدمی بھی میرے ہمراہ ہوتے اور ذرا سا پانی ملجاتا تو تجھے اس قصر میں مزہ چکھا دیتا۔ فی الحقیقت جس شخص نے اس مکان کی بنیاد ڈالی ہے وہ ملعون تھا اگر تو مجھے مار ڈالنے کا مصمم ارادہ رکھتا تو قریش میں سے کسی شخص کو میرے پاس بھیج کہ میں اُس سے کچھ وصیت کی باتیں کہوں گا۔ عبید اللہ نے عمر ابن ابی وقاص کو آپ کے پاس بھیجا کہ جو کچھ وصیت کرنی ہو اُسے کر دی جائے عمر ابن سعد نے مسلمؑ کے پاس آکر کہا جو وصیت ہے مجھ سے کہہ کہ میں اُسے بجا لاؤنگا مسلم نے کہا تو میری اور اپنی قرابت کو پہچانتا ہے آج تیری ضرورت ہے اور وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ واجب ہے کہ تو میری باتوں کو غور سے سنے اور میری خواہش کو بجا لائے۔ عمر سعد نے کہا تو سچ کہتا ہے اور مجھ پر فرض ہو گیا کہ تیری وصیت کو پورا کروں گو تو نے اپنی جان پر ظلم کیا مگر تو میرے چچا کا بیٹا ہے جو کچھ کہنا ہے بیان کر حضرت مسلم نے کہا کہ میں اس شہر میں سات سو درہم کا قرضدار ہوں میرے مارے جانے کے بعد میرا گھوڑا۔ میری زرہ اور اسلحہ کو بیچکر قرضہ ادا کر دینا پھر حسین ابن علیہما السلام کو خط بھیجکر میرے حال سے مطلع کر دینا اور میری طرف سے لکھ دینا کہ ہرگز ہرگز عراق کی طرف تشریف نہ لائیں جو حال میرا ہوا ہے وہی سلوک آپ کے ساتھ ہوگا عمر سعد نے عبید اللہ سے وصیت کا ذکر کیا اس نے کہا کہ گھوڑے اور اسلحہ سے قرضہ کی ادائگی ہم سے کچھ تعلق نہیں نہ کوئی مخالفت کر سکتا ہے مگر مسلم کی لاش پر بعد قتل بھی ہمارا ہی اختیار رہیگا ہم جو کچھ چاہیں گے کرینگے اور حسین ابن علی علیہما السلام کی نسبت یہ بات ہے کہ اگر وہ ہم

حملہ نہ کریگا تو ہم بھی اس پر حملہ نہ کریں گے اور اگر وہ ہمیں ایذا دیگا اور خلافت حاصل کرنے کے واسطے ہم سے لڑے گا تو ہم بھی خاموش نہ رہیں گے
اے مسلم ابن عقیل تو اس شہر میں کیوں آیا تھا۔ حالانکہ اس جگہ کی حالت اور حاکم سب عمدہ حالت میں تھے تو نے آکر پریشانی ڈالی
مسلم نے کہا میں اس شہر کے لوگوں کو متفرق اور پریشان کرنے کی غرض سے نہیں آیا تھا مگر چونکہ تم نے بڑے بڑے قاعدے جاری کر دیئے ہیں مصر و روم کے بادشاہوں اور ایران کے حاکموں جیسے قوانین کا برتاؤ کر رکھا ہے خلق خدا کے ساتھ سنت کیخلاف عمل در آمد ہوتا ہے امر بالمعروف بالکل جاتا رہا۔ کوئی شخص بدی سے نہیں رکتا اسلئے امیر المومنین حسین علیہ السلام نے مجھے اس جگہ بھیجا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے طریق کو جاری کروں۔ خلق خدا اللہ تعالیٰ کے احکام اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر چلاؤں کیونکہ امیر المومنین علی علیہ السلام کی وفات کے بعد خلافت ہمارا حق تھا اور تم بھی اس بات سے خوب واقف ہو خواہ اُسے مانو یا نہ مانو۔
امیر المومنین علی علیہ السلام پر جو امام برحق تھے اور خلیفہ مطلق سب سے پہلے تم نے خروج کیا تھا اور تمہاری کیفیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں فرمایا ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون عبید اللہ ابن زیاد نے یہ کلام سنکر بیحیائی کی اور خدا و رسول کا ذرا بھی پاس نہ کیا اور امیر المومنین علی و حسین و مسلم علیہم السلام کی نسبت نالائق الفاظ منہ سے نکالے مسلم نے کہا تیرے اور تیرے باپ کے اور اس شخص کے منہ میں خاک جس نے تجھے امیر بنایا!
اے دشمن خدا تو خود ان کلمات کا سزاوار ہے تیرے باپ زیاد کا کوئی باپ ہی نہیں معلوم تھا صرف معاویہ نے دائرۂ اسلام سے خارج ہو جانے کے بعد زیاد ولد الزنا کو اپنے خاندان سے ملحق کر لیا تھا اور الخبیثت للخبیثین والخبیثون للخبیثت والا مضمون صادق آیا اب تو جو چاہے کہہ اور ہم اہلبیت نبوت ہیں ہم پر ہمیشہ مصائب نازل ہوتے رہے ہیں ہم راضی برضا ہیں عبید اللہ نے کہا کہ اسے مکان کی چھت پر لیجاکر قتل کرو (ترجمۂ اعثم کوفی صفحہ ۳۶۳)
اب ہم اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں۔ ہمارے معزز معصر تحریر فرماتے ہیں بکیر جہنمی کے بیٹے نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی اور حضرت مسلم کا ہاتھ پکڑ کر کوٹھے پر لے چلا آپ ہر ہر قدم پر درود پڑھتے اور ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین فرماتے ہوئے چلے جاتے تھے جب اوپر پہنچے تو کعبۂ معظمہ کی جانب رُخ فرما کر بدیدۂ اشکبار کہنے لگے۔ السلام علیک یا ابن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تمنا تو یہی تھی کہ ایک بار اور بھی دیدۂ شوق کو زیارت آفتاب جمال سے منور کر لیتا لیکن افسوس کہ دنیا میں اب اس آرزو کا پورا ہونا غیر ممکن ہے اس تقریر کے بعد آپ نے دعا کی اور قاتل سے کہا کہ اپنا کام کر چنانچہ قاتل لعین نے آپ کا سر تن سے جدا کر دیا۔ یہ واقعہ تیسری ذی الحجہ ۶۰ھ ہجری کو ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔
اس کے بعد ابن زیاد بد نہاد نے ہانی ابن عروہ کو دار پر کھنچا اور حضرت مسلم کے دونوں کمسن بچوں کو جن کا نام محمد اور ابراہیم تھا نہایت سنگدلی اور بے رحمی سے قتل کرا دیا (البلاد المبین صفحہ ۵۶)
ہمارے معصر محقق نے حضرت مسلم کے مصیبتناک واقعہ کو تو خوب تفصیل سے تحریر فرمایا ہے لیکن اپنی ضرورت تالیف کیوجہ سے ہانی ابن عروہ اور دوسرے راسخ الاعتقاد جان نثاروں کی پوری کیفیت درج نہ فرما سکے جن کامل الولا اور خالص الایمان بزرگوار نے حضرت مسلم کی حمایت اور جناب امام حسین کی عقیدت و محبت میں اپنی جانیں فدا کر دیں چونکہ ہم ابتدا ہی کتاب سے ہر ایک واقعہ کو پوری تفصیل کیساتھ لکھتے آئے ہیں اسلئے ضروری ہے کہ ہم ان بزرگوار کے حالات بھی اُسی تفصیل سے بیان کر دیں۔ ان حضرات میں ہم سب سے پہلے ہانی ابن عروہ علیہ الرحمہ کی کیفیت قلمبند کر کے دنیا کو سچے خلوص اور عقیدت کی ایسی بینظیر مثال دکھلاتے ہیں جس کی مثال سے دنیا کے کارنامے عموماً بالکل خالی پائے جاتے ہیں ہانی ابن عروہ شہر کوفہ کے جیسے مقتدر اور محتشم بزرگ تھے وہ ہم اور جلاء العیون کی اسناد سے لکھ آئے ہیں انکی ذاتی وجاہت و جلالت کو یاد دلاکر اس مقام پر ہم فتوحات اعثم کوفی کی عبارت سے ترجمہ کر کے ان کا حال قلمبند کرتے ہیں یہ معتبر مورخ بیان کرتے ہیں کہ عبید اللہ زیاد نے محمد اشعث عمرو ابن حجاج اور اسما ابن خارجہ کی طرف متوجہ ہو کر حکم دیا کہ جاؤ ہانی ابن عروہ کو بلا لاؤ وہ وہاں سے اٹھکر ہانی کے گھر آئے اور دیکھا کہ ہانی گھر میں موجود ہے انہیں سلام کیا اور پوچھا کہ تو امیر کے پاس کس لئے نہیں آتا اس نے تجھے کئی مرتبہ یاد کیا ہے اور تیرے حاضر نہ ہونے سے آزردہ خاطر ہے اس نے جواب دیا کہ میں بیماری کی وجہ سے نہ جا سکا چلنے پھرنے کی طاقت

ابھی تک نہیں آئی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے تیری طرف کئی عذر بھیج دیا تھا اس نے قبول نہیں کیا اور کہا کہ میں سنتا ہوں کہ وہ تندرست ہو گیا باہر نکلتا ہے اور اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھتا ہے اور آدمی بھی اسکے پاس جمع ہوتے ہیں یہیں مناسب ہے کہ تم اسکے پاس چلے چلو کیونکہ وہ صاحب عزت ہے ایسے شخص سے ملنا جلنا اچھا ہے ہانی نے کہا بہت اچھا میں چلونگا اسکے بعد اپنی پوشاک منگا کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان لوگوں کے ہمراہ دارالامارہ میں پہنچا اس کا دل گھبرایا اور بدی اور شرارت کا برتاؤ ہونیکا خیال گزرا تو اسماء ابن خارجہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے بھائی مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امیر میرے ساتھ بدسلوکی وقوع میں آئیگی اسماء نے کہا سبحان اللہ یہ کیا بات ہے اے چچا تیرے یہ خیالات بالکل غلط ہیں اپنے دل سے تشویش دور کر اور ہر طرح مطمئن رہ بھلائی کے سوا کوئی اور امر ظاہر ہوگا غرض اس ترکیب سے اس کو عبید اللہ ابن زیاد کے پاس لائے اس وقت قاضی شریح بھی عبید اللہ ابن زیاد کے پاس بیٹھا تھا جس وقت ہانی کو دروازہ سے آتے دیکھا تو ابن زیاد نے شریح کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا ؎

ارید حیاتہ ویرید قتلی   عذیرک من خلیلک من مراد

ہانی یہ شعر سنکر گھبرایا اور کہا اے امیر یہ کیا ضرب المثل ہے جو تو نے زبان سے نکالی۔ اس نے کہا خدا کی قسم ہانی تو نے مسلم ابن عقیل کو اپنے گھر میں لا کر رکھ چھوڑا ہے اور اسکو پناہ دیکر بہت سے لوگوں کو مسلح کر کے مکان کے اردگرد فراہم کیا ہے اور تو یہ جانتا ہے کہ میں ان باتوں سے بے خبر ہوں یقین کر لے کہ تیری تمام باتیں مجھے معلوم ہیں ہانی نے کہا کہ مجھے ان امر کی کچھ بھی خبر نہیں عبید اللہ نے کہا تیرا کہنا بالکل سچ ہے پھر معقل کو بلا کر ہانی سے کہا کہ تو اس کو پہچانتا ہے اب ہانی سمجھ گیا کہ یہ کیا بات تھی اور معقل عبید اللہ کا جاسوس تھا فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوست نہیں تھا۔ عبید اللہ کو اس سے سب حالات معلوم ہو گئے۔

اب ہانی نے اقرار کر لیا اور کہا اللہ تعالیٰ امیر کو محفوظ رکھے خدا کی قسم میں نے کسی شخص کو مسلم کے بلانیکے واسطے نہیں بھیجا نہ اُسے بلا لیا۔ مگر نصف شب کے وقت میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ میرے گھر پناہ کا طالب ہوا مجھے اس بات سے شرم آئی کہ میں اُسے پناہ نہ دوں اور تنہا چھوڑ دوں اسلئے میں نے اس کو پناہ دی اب مجھے اس کا حال معلوم ہو گیا ہے اجازت دے کہ واپس جا کر اس سے عذر کروں کہ وہ کہیں اور چلا جائے اور میں عہد کرتا ہوں کہ جب اس شخص کو اپنے گھر سے رخصت کر دونگا تو پھر تیرے پاس چلا آؤنگا اس نے کہا کہ جب تک تو مسلم کو یہاں حاضر نہ کر دیگا میرے پاس سے نہ جا سکے گا ہانی نے کہا کہ میں کبھی ایسی بات نہ کرونگا کیونکہ از روئے شرع و مروّت یہ جائز نہیں ہے کہ پناہ میں لیے ہوئے شخص کو دشمن کے حوالے کر دوں۔ اہل عرب کے حالات۔ عادات اور خصائل ایسے نہیں ہیں تو مجھے ان کے قتل کی تکلیف نہ دے میں ہرگز اسے تیرے سامنے نہ لاؤنگا اور اپنے واسطے اس عیب و عار کو گوارا نہ کروں گا مسلم ابن عمر باہلی نے کہا کہ اے امیر ذرا سی دیر کی مہلت دے کہ میں ہانی سے دو باتیں کر لوں۔ عبید اللہ نے کہا کہ اسی مکان میں جو کہنا ہو کہہ لے مسلم ابن عمر نے ہانی کا ہاتھ پکڑا اور ایک کونے میں لیجا کر کہا کہ تو اپنی زندگی سے کیوں بیزار ہے۔ اپنے بچوں اور کنبہ والوں پر رحم کر مسلم ابن عقیل کے واسطے سب کو ہلاک نہ کر اگر ہم جیسوں میں سے کوئی بُرا بردہ الابحہ سے طلب کرتا تو عیب کی بات تھی مگر جب ایک زبردست شخص جس کی پنجہ میں تو گرفتار ہے اسکو مانگتا ہے تو اسکے حوالہ کر دینا کوئی عیب اور شرم کی بات نہیں ہے۔ ہانی نے کہا خدا کی قسم ہزار عیب سے بڑھکر یہ بات ہے میں اس شرم کو کبھی گوارا نہ کروں گا اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کے قاصد کو ہرگز دشمن کے حوالے نہ کروں گا جبتک کہ میں زندہ ہوں اور میرے ہاتھ پاؤں چلتے ہیں اور دوست آشنا اور عزیز و اقارب میرے زندہ ہیں ایسا ہونا ممکن نہیں ہے بلکہ خدا کی قسم اگر میں تنہا بھی رہجاؤں گا اور میرا کوئی مددگار اور غمخوار بھی نہ رہیگا تب بھی یہ عار نہ اٹھاؤنگا۔ مسلم ابن عمر ابن زیاد کے پاس واپس آیا اور کہا اسے کوئی نصیحت کارگر نہ ہوئی اور یہ مسلم ابن عقیل کو ہرگز ہرگز تیرے حوالے نہ کرے گا۔ ابن زیاد غضبناک ہو کر بولا خدا کی قسم اگر تو مسلم کو میرے پاس نہ لائیگا تو میں تیرا سر اڑا دوں گا ہانی نے کہا کس کی مجال ہے جو میرے ساتھ اس طرح پیش آئیگا۔

اگر تو ایسا خیال بھی دل میں لائیگا تو جماعت کثیر میرے خون کے قصاص میں اٹھکر تیرے گھر کو گھیر لیگی۔ ابن زیاد نے کہا کہ تو مجھے اپنے عزیزوں سے ڈراتا ہے یہ کہکر ایک آہنی عمود جو سامنے رکھا تھا ہانی کے منہ پر مارا جس سے ان کے لب اور ناک پھٹ کر خون بہنے لگا۔ قریب عبید اللہ ابن زیاد کا ایک سپاہی تلوار لیے کھڑا تھا ہانی نے اس کے قبضہ پر ہاتھ مار کر چاہا تلوار سونت لے مگر ایک اور سپاہی نے ہاتھ پکڑ لیا۔ اور

عبید اللہ نے چیخ کر کہا کہ اُسے گرفتار کر کے اسی مکان کی ایک کوٹھری میں بند کر دو (دیکھو ترجمہ اعثم کوفی صفحہ ۳۶)

طبری نے ہانی کا جواب جو حضرت مسلمؑ کی طلب میں ابن زیاد کو دیا وہ یہ لکھا ہے کہ ہانی نے کہا کہ میں اپنی اہانت کی وجہ سے آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بنی ہاشم کی ہلاکت کا باعث نہیں ہو سکتا۔ اگر مسلمؑ ابن عقیل میرے پاؤں کے نیچے بھی ہوتا ہم میں اپنا پاؤں ان پر سے نہ اٹھاؤں گا کر تو دیکھ لے۔ ابن زیاد نے یہ سنکر ہانی ابن عروہ کے سر پر اپنے عمود آہنی کی ایک ضرب لگائی جس سے ہانی کی پیشانی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی (دیکھو طبری صفحہ ۱۶۲)

مقتل ابی مخنف میں بھی قریب قریب یہی مضمون درج ہے اس کی عبارت یہ ہے وقال واللہ لو کانت رجلی علی طفل من اطفال آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما رفعتھا حتی تقطع ثم قتلہ ابن زیاد بعمود اگر میرا پاؤں آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچوں میں سے کسی بچہ پر ہو تو میں ہٹاؤں گا نہیں جبتک کہ وہ کاٹ نہ دیا جائے اس کے بعد ابن زیاد نے لپنے عمود سے انھیں قتل کر دیا اگرچہ ابی مخنف نے اپنے اس بیان میں ہانی کی شہادت اسی وقت لکھی ہے مگر یہ خلاف جمہور ہے حقیقت میں ہانی کی شہادت اس وقت نہیں ہوئی بلکہ حضرت مسلمؑ کے شہید ہو جانیکے بعد ہانی ابن عروہ کو شارع عام پر سولی دی گئی۔ یہ تھی ہانی ابن عروہ کی ایسے جلیل المراتب اور عظیم الشان رئیس کوفہ کی مصیبت ناک سرگزشت جس کی ذلت اور جس کا خون جناب امام حسین علیہ السلام کی اطاعت کے قصور میں جائز سمجھا گیا۔ ہانی ابن عروہ ایسے مشہور اور مقتدر رئیس کو مار کر پھر تو ابن زیاد اپنی شقاوت اور قساوت کی آبائی سند پر نازاں ہو بیٹھا اور شیعیان علی علیہ السلام کو چن چن کر قتل کرنے لگا ہمارے معتبر مؤرخ صاحب ناسخ التواریخ تحریر فرماتے ہیں حضرت مسلمؑ ہانی کے گھر سے رات کے وقت بیکہ و تنہا اس خیال سے نکلے کہ کہیں جائے امن ملے۔ آپ اس وقت گھوڑے پر سوار تھے کہ یکایک آپ کو سعید ابن احنف ملا اور اس نے آپ کو پہچان لیا اور کہنے لگا اے سید و مولا ہمارے آپ اس وقت کہاں تشریف لے جاتے ہیں آپنے فرمایا کہ شہر کی پرآشوبی دیکھ کر میں اس قصد سے نکلا ہوں کہ کسی جائے امن میں پوشیدہ ہوں تاکہ جماعت جس نے مجھے بیعت کی ہے اور میری نصرت کا وعدہ کیا ہے وہ میری مدد اور حمایت کرے سعید نے جواب دیا حاشا وکلّا۔ تمام دروازے شہر کے بند ہیں اور تمام محلوں کی ناکہ بندی ہو چکی ہے اور پہرے بیٹھ چکے ہیں کہ جہاں آپ کو دیکھیں قید کر لیں۔ تب حضرت مسلم ابن عقیلؑ نے کہا اچھا اب تمہاری صلاح کیا ہے؟ سعید نے کہا میرے ساتھ آیئے کہ میں آپ کو ایک جائے امن میں پہنچا دوں۔ سعید حضرت مسلمؑ کو محمد ابن کثیر کے گھر لایا اور اس کو دستک دیکر بلایا جب ابن کثیر آیا تو اس سے کہا یہ حضرت مسلمؑ ہیں اتنا سننا تھا کہ وہ ان کے قدموں پر گر پڑا اور نہایت تعظیم و تکریم سے ان کو گھر میں لے گیا اور آپ کی تشریف آوری کو نعماتِ الٰہی جانکر شکرِ خدا ادا کیا اور اپنے گھر کے تہخانہ میں چھپایا اور آپ کے لئے آرام و راحت کے سامان مہیا کر دیئے جاسوسوں نے اسکا بھی پتہ لگا لیا اور ابن زیاد کو خبر دیدی اس نے اپنے بیٹے خالد کو تھوڑی سی فوج دیکر محمد ابن کثیر کا گھر گھیرنے کیلئے بھیجدیا خالد نے باپ کے حکم کی تعمیل کی اور محمد ابن کثیر اور اس کے بیٹوں کو پکڑ کر ابن زیاد کے پاس لے آیا اور حضرت مسلمؑ کو ہر چند تلاش کیا اس کے گھر میں نہ پایا۔ ابن زیاد نے محمد اور اس کے بیٹے کو قید خانہ میں بھیجدیا محمد کی گرفتاری نے کوفہ کی رگ رگ پے میں ایک غیر معمولی جوش پیدا کیا اور سلیمان ابن صرد خزاعی۔ مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی۔ رفاع ابن عازب اور قریب قریب تمام اشراف کوفہ نے یہ مشورہ کیا کہ صبح کو لشکر جمع کر کے محمد ابن کثیر کی خلاصی کی تدبیر کیجائے اتفاقات سے ابھی صبح نہیں ہونے پائی تھی کہ عامر ابن طفیل بارہ ہزار فوجِ شام لیکر کوفہ میں داخل ہوا یہی فوج جسکو ابن زیاد نے یزید سے اپنی کمک کے لئے منگایا تھا دوسرے دن انکو محمد ابن کثیر کا معاملہ پیش ہوا اور یہ سامنے لائے گئے محمد ابن کثیر کو دیکھتے ہی ابن زیاد نے فحش بکنا اور دینی شروع کر دیں محمد ابن کثیر نے اس کو ڈانٹا اور کہا یہ بیہودہ گوئی انسانیت نہیں ہے تیری یہ مجال نہیں ہے کہ تو مجھ سے بات کر سکے میں تجھکو اور تیرے حسب و نسب کو خوب جانتا ہوں۔ تیرے باپ کی نسبت ابوسفیان کے ساتھ بالکل غلط ہے تیرے باپ کے بلا لینے سے جو غرض تھی وہ یہی ہے جس کی وجہ سے یہ ظلم و تعدی آج بروئے کار ظاہر ہو رہی ہے محمد ابن کثیر سے یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اشراف کوفہ جن کی تعداد

چالیس ہزار بھی مسلح ہو کر محمدؐ کی خلاصی کے لئے دارالامارہ کے دروازہ پر موجود ہو گئے۔ کواڑ تو بند ہو ہی چکے تھے۔ وہ محاصرہ کئے کھڑے رہے ابن زیاد نے لشکر شام کو ان کے مقابلہ کا حکم دیا اور خود محمد ابن کثیر سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ ملے محمد مجھ کو اپنی جان اور یزید کے سر کی قسم ہے کہ میں اس سے زیادہ تجھ سے نہیں کہتا کہ تو مسلم ابن عقیل کو میرے حوالے کر دے ورنہ میں تجھ کو شمشیر سے قتل کر دوں گا۔ محمد ابن کثیر نے جواب دیا کہ تیری اتنی مجال نہیں ہے کہ ایک بال بھی تو ہمارے جسم سے جدا کر سکے ابن زیاد کا غصہ اور بڑھا۔ اس نے تھوڑی دیر تک تحمل کر کے پھر محمد سے پوچھا کہ تو اپنی جان کو زیادہ عزیز رکھتا ہے یا مسلم کی جان کو محمد نے جواب دیا کہ مسلم کی جان کا خدائے جان آفریں معین و ناصر ہے اور میرے تیس ہزار اقربا مددگار ہیں کہ تیرے دارالامارہ کو ایک ساعت میں پارہ پارہ کر دیں گے اتنا سنا تھا کہ ابن زیاد میں تحمل کی تاب نہیں رہی ایک دوات اس کے سامنے رکھی تھی اٹھا کر محمد کی طرف پھینکی۔ وہ اس کی پیشانی پر جا لگی جس سے اس کی پیشانی پر سخت صدمہ پہنچا اور خون جاری ہو گیا محمد نے تلوار میان سے نکالی اور ابن زیاد کی طرف بڑھا حاضرین نے اسکو پکڑ لیا معقل ابن زیاد کا غلام تھا وہ محمد کے سامنے آ گیا۔ محمد نے لپک کر اس کو اپنی تلوار سے دو ٹکڑے کر ڈالا محمد کی یہ شجاعت دیکھ کر ابن زیاد وہاں سے اٹھ گیا اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ محمد کو پکڑ کر مار ڈالو غلاموں نے چاروں طرف سے اس کو گھیر لیا اور وہ بھی چاروں طرف سے ان پر حملہ کرتا رہا محمد نے ان غلاموں میں سے دو نفر کو مار ڈالا اتفاق سے اس گیر و دار میں محمد کا پاؤں پھسل گیا اور وہ گر پڑا عبیداللہ ابن زیاد نے فرصت پا کر اسے پکڑ لیا محمد کے بیٹے بھی لڑائی میں مشغول تھے اور ابن زیاد کی موجودہ جماعت کو متفرق کر کے یہ چاہتے تھے کہ دروازہ تک پہنچ کر نکل جائیں۔ اس نے اپنی اس کوشش میں ابن زیاد کے اکیس آدمیوں کو مار ڈالا۔ وہ اجل نصیب قریب تھا کہ دروازہ پر پہنچ کر باہر نکل جائے کہ یکایک ایک غلام نے اس کو اپنی شمشیر سے قتل کر ڈالا۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ یہاں تو یہ حال ہوا۔ اب اہل کوفہ اور اہل شام کے مقابلہ کی کیفیت ہوئی کہ فریقین کشت و خون میں مصروف تھے کہ ابن زیاد نے کہا کہ محمد اور اس کے بیٹوں کے سر کاٹ کر اہل کوفہ کی جماعت میں پھینک دیے جائیں

چنانچہ ایسا ہی ہوا تاہم کوفیوں نے لڑائی موقوف نہ کی اور صبح سے شام تک برابر لڑائی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی تو سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس گئے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت مسلم علیہ السلام طوعہ کے گھر اسی رات کو داخل ہوئے (دیکھو تاریخ ناسخ التواریخ جلد ششم صفحہ ۱۹۲)

محمد ابن کثیر اور انکے بیٹے کے مارے جانے کے بعد عبداللہ ابن یقطر کا درد انگیز واقعہ پیش آیا۔ فتوحات اعثم کوفی میں ہے کہ عبیداللہ ابن زیاد کے غلاموں میں ایک شخص مالک ابن یربوع تمیمی تھا اس نے آکر سر دربار ابن زیاد کو اطلاع دی کہ امیر کو اللہ محفوظ رکھے ایک سخت واقعہ کی خبر ہے وہ یہ کہ میں اس وقت سیر کی ضرورت سے شہر کے باہر گیا۔ دیکھا کہ ایک شخص نہایت تیزی سے مدینہ کی طرف جا رہا ہے میں نے اس کے پیچھے اپنا گھوڑا دوڑایا اور اس کو پا لیا تو پوچھا کہ تو کون شخص ہے اور کہاں جاتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں مدینہ کا رہنے والا ہوں۔ پھر میں نے گھوڑے سے اتر کر اس سے دریافت کیا کہ تیرے پاس کوئی خط ہے اس نے کوئی اقرار نہیں کیا تو میں نے اس کے کپڑوں کی تلاشی لی اس کے سربند میں ایک خط پایا وہ یہ ہے اور اس شخص کو امیر کے دروازے پر پہرہ کے اندر دے دیا ہے۔ عبیداللہ ابن زیاد نے خط کو لیکر دیکھا تو اس میں یہ مضمون لکھا تھا۔

مسلم ابن عقیل کی طرف سے حسین ابن علی علیہما السلام کو معلوم ہو کہ میں کوفہ میں پہنچا۔ تمام شیعوں سے ملا ان سے آپ کی بیعت لی بیس ہزار شخصوں نے دلی رضا و رغبت سے آپ کی بیعت اختیار کر لی ہے میں نے ان کے نام لکھ لئے ہیں آپ اس خط کے مضمون سے اطلاع پاتے ہی فوراً چلے آئیں کسی وجہ سے دیر نہ کریں کیونکہ کوفہ والے دل سے آپکے خیر خواہ دوست ہیں اور یزید ابن معاویہ سے متنفر ہیں والسلام

ابن زیاد نے کہا کہ وہ جس شخص کے پاس سے خط لایا ہے اسکو میرے پاس لا مالک جا کر لے آیا ابن زیاد نے پوچھا تو کون ہے اس نے جواب دیا کہ میں بنی ہاشم کا ہوا خواہ ہوں۔ پوچھا تیرا نام کیا ہے اس نے کہا عبداللہ ابن یقطر۔ پھر پوچھا کہ یہ خط تجھکو کس نے دیا ہے کہ حسین علیہ السلام کو پاس لیجائے اس نے جواب دیا کہ ایک بوڑھی عورت نے دیا تھا تو اس نے کہا کہ تو اس کا نام جانتا ہے اس نے کہا میں اس کے نام سے واقف نہیں ہوں عبیداللہ ابن زیاد نے کہا تو دو باتوں میں سے ایک بات کر

یا تو اس کا نام بتلا دے جس نے تجھے یہ خط دیا ہے کہ تو میرے ہاتھ سے بچ جائے ورنہ میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔ اس نے کہا میں ہرگز اسکا نام نہ بتلاؤنگا۔ گو میری جان بھی جاتی رہے تو کوئی پرواہ نہیں ہے عبیداللہ ابن زیاد نے اسے بھی قتل کر ڈالا (دیکھو فتوحات اعثم کوفی صفحہ ۳۵۹) عبداللہ ابن یقطر جو کوفیوں کے قاصد تھے ان کا حال تھا۔ اب ہم جناب امام حسین علیہ السلام کے ایک قاصد کا حال ذیل میں ناسخ التواریخ کی اسناد سے تحریر کرتے ہیں۔

جناب امام حسین علیہ السلام مکۂ معظمہ سے نکل کر ارض حاجز تک پہنچے اور وہاں سے آپ نے بطن رمہ کی طرف آگے بڑھنے کا قصد فرمایا تو اس وقت تک بحسب ظاہر آپ کو حضرت مسلمؑ کی کوئی خبر معلوم نہ ہوئی تھی۔ اس وجہ سے اضطرار و انتشار قلب مبارک پر مستولی تھا۔ پس آپ نے اہل کوفہ کے نام ایک خط اپنی تشریف آوری کی اطلاع اور تجسس احوال مسلمؑ کی ضرورت سے تحریر فرمایا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم من الحسین ابن علی الی اخوانه المؤمنین والمسلمین سلام علیکم وانی احمد الیکم اللہ الذی لا الہ الا ھو اما بعد فان کتاب مسلم ابن عقیل جاءنی یخبرنی فیہ بحسن رأیکم واجتماع ملأکم علی نصرنا والطلب بحقنا فسألت اللہ ان یحسن لنا الصنیع وان یثیبکم علی ذلک اعظم الاجر وقد شخصت الیکم من مکۃ یوم الثلثاء لثمان مضین من ذی الحجۃ یوم الترویۃ فاذا قدم الیکم رسولی فانکمشوا فی امرکم وجدوا فانی قادم علیکم فی ایامی ھذہ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ خط ہے حسین ابن علی کی طرف سے سائر مومنین کے نام لکھا جاتا ہے پس خدا تعالیٰ کا شکر و سپاس تحریر فرما کر لکھا جاتا ہے کہ مسلم ابن عقیل کے خط سے معلوم ہوا کہ تم لوگ اپنے حسن رائے اور طریقہ پر متفق ہو گئے ہو اور ہماری نصرت و اعانت پر کمربستہ ہو اور ہمارے طلب حقوق کے لیے ہم داستان ہو گئے ہو اور میں حق سبحانہ و تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ تم کو میرے امور میں نیکی عطا فرمائے اور ان امور میں تم کو اجر عظیم عنایت کرے میں بروز سہ شنبہ ۸ ذی الحجہ یوم الترویہ کو مکہ سے باہر نکلا اور اب تمہاری طرف آرہا ہوں۔ پس جب میرا قاصد تمہارے پاس پہنچے تو اپنے امور کو تیز اور جلدی کرنا اور میں بھی انہی دنوں میں تمہارے پاس پہنچتا ہوں۔ والسلام

جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ خط لکھکر اور اپنی مہر لگا کر عبداللہ ابن یقطر کو دیا اور وہ اسے لیکر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے جب قادسیہ میں پہنچے تو حصین ابن نمیر کے لشکر کے جاسوسوں نے ان لوگوں کو گرفتار کرلیا اور حصین ابن نمیر کے پاس لے گئے حصین نے ان لوگوں سے کہا کہ اس کی تلاشی لو۔ دیکھو کوئی خط اس کے پاس نہیں ہے جب عبداللہ ابن یقطر نے یہ سنا تو وہ خط نکالکر اسے پارہ پارہ کیا کہ کوئی اسکے پرزوں کے ذریعہ سے مضمون خط کی نسبت کچھ نہ معلوم کرسکا۔ پس حصین ابن نمیر نے عبداللہ ابن یقطر کے ہاتھ گردن سے بندھوا دیئے اور ابن زیاد کے پاس بھیجا جب وہ ابن زیاد کے پاس پہنچے تو ابن زیاد نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو؟ عبداللہ ابن یقطر نے نہایت آزادی سے جواب دیا کہ میں شیعیان علی و دوستان حسین علیہما السلام سے ایک شخص ہوں عبیداللہ ابن زیاد نے کہا کہ تو نے اس خط کو کیوں پارہ پارہ کر دیا عبداللہ نے بڑی صفائی سے جواب دیا کہ خاصکر اس وجہ سے کہ تو اسکو نہ پڑھ سکے اور اسمیں جو کچھ لکھا ہے تجھ کو کچھ بھی نہ معلوم ہوسکے۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ وہ خط کس کا تھا۔ عبداللہ نے کہا کہ وہ جناب امام حسین علیہ السلام کا خط کوفہ کی ایک جماعت کے نام تھا اس نے پوچھا ان لوگوں کے نام کیا ہیں عبداللہ ابن یقطر نے کہا کہ میں ان کے نام نہیں جانتا۔ ابن زیاد کا غصہ اور بڑھ گیا۔ اس نے عبداللہ سے کہا کہ تمکو ان لوگوں کے نام بتانے ہونگے اور امیرالمومنین علی ابن ابیطالب اور حسنین علیہما السلام پر (معاذ اللہ) لعنت کرنی ہوگی نہیں تو میں تجھے ضرور مار ڈالونگا یہ سنکر عبداللہ ابن یقطر نے کہا کہ میں اس جماعت کا نام تو بتلاؤنگا نہیں لیکن تیرے حکم ثانی کی تعمیل کے لیئے میں منبر پر جاتا ہوں اور تو جتنا کہیگا اتنی لعنت میں ضرور کر دونگا۔ ابن زیاد نے اسکو اجازت دی اور وہ منبر پر گیا۔ پہلے اس نے خدائے سبحانہ و تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ثنا کی پھر جناب علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثنا اور ان کے اہلبیت طاہرین پر متواتر صلوات بھیجی اسکے بعد عبیداللہ ابن زیاد اور اسکے باپ پر اور اول سے آخر تک تمام بنی امیہ پر برسر منبر لعنت کی پھر باواز بلند کہا کہ اے معشر الناس! سنو میں حسین علیہ السلام کا تمہاری طرف قاصد ہوں میں نے انکو بطن رمہ کی

منزل میں جھوٹا ہے پس تم لوگ اپنے امام کی اطاعت اور متابعت اختیار کرو اتنا سننا تھا کہ ابن زیاد کو غصہ آ گیا۔ اُسنے حاضرین سے کہا کہ اس کو منبر سے اتار لو الغرض عبد اللہ ابن یقطر منبر سے نیچے اتارے گئے اور مسقف بام پر لیجا کر قتل کئے گئے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ پھران بیرحموں نے بحکم ابن زیاد ان کی لاش کو اس بلندی سے اس سختی کیساتھ پھینکدیا کہ مرنے کی تمام ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ رمقِ جان باقی تھی کہ عبد الملک ابن نمیر نے اٹھکر سر کاٹ لیا (دیکھو ناسخ التواریخ جلد ششم صفحہ ۲۱۴)

انہی حضرات کے ایسے رشید ہجری اور میثم تمار رضی اللہ عنہ کے پُر درد واقعات ہیں اگرچہ یہ دونوں حضرات حضرت مسلمؑ کی نصرت یا حمایت کے لئے مخصوص قتل نہیں کئے گئے بلکہ صرف اہلبیت کے دوستدار اور علی علیہ السلام کے اصحاب ہونیکے جرم میں گردن زدنی کے سزاوار سمجھے گئے چونکہ یہ دونوں واقعے بھی جناب امام حسین علیہ السلام کے داخلہ عراق سے دس روز قبل واقع ہوئے اس لئے ضرور ہوا کہ ہم ان کی دلخراش داستانیں بھی اپنے سلسلہ بیان میں درج کر دیں رشید ہجری علیہ الرحمۃ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے معززاصحاب میں شمار ہوتے تھے ان کو جو خلوص اور عقیدت خاندانِ رسالت اور دودمانِ امامت کے ساتھ تھی وہ عموماً ظاہر تھی باوجودیکہ کوفہ میں عبید اللہ ابن زیاد کے ظلم تعدی نے قیامتِ عظیم مچا رکھی تھی مگر یہ راسخ الاعتقاد اور کامل الایمان بزرگوار جناب امیر المومنینؑ علیہ السلام کے ارشادات کے اعلان و اظہار سے کبھی باز نہ آتے تھے اور تمام لوگوں کو آپ کے وہ ارشاد سنایا کرتے تھے جو مخصوص ان حضرات کو بتلائے گئے تھے۔ شدہ شدہ دشمنوں نے یہ خبر ابن زیاد بدنہاد کو پہنچا دی اس نے رشید کو بلا بھیجا یہ آئے تو ان سے پوچھا کہ (معاذ اللہ) تمہارے جھوٹے امام نے تم کو تمہاری موت کی کیا صورت بتائی ہے رشید ہجری رضی اللہ عنہ نے نہایت بیباکی سے جواب دیا کہ تیرے منہ میں خاک نہ میں جھوٹا ہوں نہ میرا امام دروغگو ہے میری موت کی نسبت میرے امام برحق نے خبر دی ہے کہ تو مجھسے کہیگا کہ میں ان حضرات پر (معاذ اللہ) لعنت کروں اور میں اسے قبول نہ کرونگا۔ پس تو میرے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالیگا اس لعین نے کہا قسم بخدا میں تمہارے امام کو جھٹلاتا ہوں اور (معاذ اللہ) ان کو دروغگو ثابت کرتا ہوں پس یہ کہکر اس نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں

کاٹ ڈالو مگر زبان نہ کاٹو۔ پس ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے گئے اور ان کے تڑپتے ہوئے جسم معطل کو ان کے گھر بھیجدیا۔ یہ واقعہ سنکر تمام ہمسایہ کے لوگ جوق جوق انکے پاس آئے اور ان کی موجودہ حالت پر افسوس کرنے لگے پس رشید ہجری لوگوں سے جناب امیر المومنین علیہ السلام کے ارشادات بیان کرنے لگے اور وہ واقعاتِ حال و آئندہ بھی جو انکو جناب امیر المومنین علیہ السلام کے ذریعہ سے معلوم ہوئے تھے لوگوں کو سنانے لگے اس کی خبر بھی لوگوں نے ابن زیاد بدنہاد کو پہنچائی اور اور یہ بیان کیا کہ ان کے مواعظ سے قریب ہے کہ تمام شہر میں فتنہ اور برپا ہو جائے۔ تب اس ملعون اشقی نے جواب دیا کہ اس کے امام برحق نے جھوٹ نہیں کہا جاؤ اس کی زبان بھی کاٹ ڈالو پس انکی زبان بھی کاٹ ڈالی گئی اور وہ بزرگوار اسی بات کو برحمتِ الٰہی واصل ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ

ملا مجلسی علیہ الرحمۃ نے اس واقعہ کو شیخ طوسیؒ کی اسناد سے لکھا ہے اور شیخ طوسیؒ نے ابوحسان عجلی کی اسناد سے رشید ہجری علیہ الرحمہ کی خاص صاحبزادی امۃ اللہ کی زبانی نقل فرمایا ہے (دیکھو ترجمہ جلاء العیون جلد دوم صفحہ) رشید ہجری جیسا میثم تمار رضی اللہ عنہ کا بھی پُر درد واقعہ ہے۔ میثم تمار اصل میں بنی اسد کے غلام تھے۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے خرید فرما کر ان کو راہِ خدا میں آزاد کر دیا تھا ان کا اصلی نام سالم تھا مگر جناب امیر المومنین علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق انکا نام میثم رکھا گیا انہوں نے جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں مثل رشید ہجری اور دیگر اکابر صحابہ کے سالہا سال تعلیم پائی تھی اور علم التفسیر اور حدیث میں بہت بڑی کامل دستگاہ رکھتے تھے چنانچہ یہ عبد اللہ ابن عباس کو علم التفسیر کے متعلق اپنے اخیر زمانہ میں بہت کچھ بتلا گئے اور لکھوا گئے میثم تمار بھی اُن مخصوص بزرگواروں میں سے تھے جن کو واقعہ کربلا کی کیفیت پوری تفصیل کے ساتھ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے بتلا دی تھی اور رشید ہجری کی طرح ان کو بھی ان کی موت کے حالات سے اطلاع فرما دی تھی چنانچہ جب آخر سال یہ مکہ میں حاضر ہونے کے قصد سے آئے تو حضرت ام المومنین اُم سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے جناب امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا شوق ظاہر فرمایا امام عالیمقام باہر تشریف لے گئے تھے زیارت سے مشرف نہ ہو سکے مگر تاہم انہوں نے حضرت ام المومنین

جناب امام حسین علیہ السلام کے واقعات کی پیشین گوئی بیان کی حضرت ام المومنین ام سلمہ سلام اللہ علیہا نے یہ سنکر اپنی لونڈی کو حکم دیا کہ ان کی ریش کو معطر کر دے عرب میں یہ بہت بڑی تعظیم و تواضع کے اظہار کا عام دستور ہے۔ کنیز نے فوراً تعمیل حکم کی۔ حضرت ام المومنین ام سلمہؓ کے یہ اشفاق دیکھکر میثم تمارؓ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آج تو آپ میری ریش کو معطر فرما رہی ہیں مگر وہ زمانہ بہت قریب آپہونچا ہے کہ اہلبیت طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کی محبت میں میری ڈاڑھی خون سے رنگین کیجائیگی۔ بہرحال میثم حج سے فارغ ہو کر متوجہ کوفہ ہوئے تو معرف کوفہ سے کہتے تھے (معرف اصطلاح عرب میں اس آدمی کو کہتے ہیں جو بادشاہ یا امیر کے آگے آگے ناواقف لوگوں کے حسب و نسب سے اس کو آگاہ کرتا چلے) کہ بہت جلد ایک حرام زادہ بنی امیہ میں سے مجھے طلب کریگا اور تو اس سے مہلت چاہیگا۔ اور آخر الامر مجھے اسکے پاس لیجائیگا۔ یہاں تک کہ دروازۂ خانۂ عمرؔ ابن حریث پر مجھے سولی چڑھائیگا پس ابن زیاد ملعون جب کوفہ میں آیا اور معرف کو بلاکر میثم کا حال پوچھا تو معرف نے کہا کہ وہ حج کو گئے ہیں۔ ابن زیاد نے کہا قسم بخدا اگر انہیں نہ لاؤگے تو تمہیں قتل کرونگا۔ پس معرف نے مہلت مانگی اور مقام قادسیہ میں میثم کے استقبال کو گیا۔ اور وہاں قیام کیا تا اینکہ میثم وہاں پہونچے۔ پس میثم کو پکڑ کے ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ جب میثم رضی اللہ عنہ داخل مجلس ابن زیاد شقی ہوئے تو حاضرین مجلس نے کہا یہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے نزدیک نہایت مقرب ترین مردم سے تھے۔ اس شقی نے کہا واہ تم پر اس عجمی کا وہ اس قدر اعتبار فرماتے تھے۔ سب نے کہا۔ ہاں۔ ابن زیاد نے کہا اے میثم پروردگار تمہارا کہاں ہے؟ میثم نے فرمایا کمین ظالمین میں اور تو انہیں ظالموں میں ہے۔ ابن زیاد نے کہا تم اس درجہ جری ہو کہ مجھ سے اس طرح کلام کرتے ہو۔ اب لازم ہے کہ ابو ترابؑ پر لعنت کرو۔ میثم نے کہا میں ابو تراب کو نہیں جانتا۔ ابن زیاد نے کہا علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر۔ میثم نے کہا اگر میں ان پر لعنت نہ کروں تو تو کیا کرے گا؟ ابن زیاد نے کہا خدا کی قسم میں تمہیں قتل کر دونگا۔ میثم نے کہا کہ میرے مولا علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ تو مجھے سولی پر مع نو آدمیوں کے دروازۂ عمرؔ ابن حریث پر لٹکا دے گا۔ ابن زیاد نے کہا کہ میں تمہارے امام کے قول کی مخالفت کرتا ہوں تاکہ ان کا دروغ ظاہر ہو۔ میثم نے کہا کہ میرے مولا نے کبھی دروغ نہیں کہا اور انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے وہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے اور جناب رسول خدا نے جبرئیلؑ سے اور جبرئیلؑ نے خداوند جلیل سے۔ پس تو ان کی مخالفت کیونکر کر سکیگا۔ اور میں جانتا ہوں تو جس طرح مجھے قتل کریگا اور وہ جگہ بھی جانتا ہوں جہاں تو مجھے سولی دیگا اور سب سے پہلے اسلام میں جس کے منھہ پر لگام چڑھائیں گے وہ میں ہی ہوں گا۔ پس ابن زیاد نے حکم دیا کہ میثم اور مختار ان دونوں کو قید کریں۔ قیدخانہ میں میثم نے مختار کو خبر دی کہ تم چھوٹ جاؤگے اور طلب خون جناب امام حسین علیہ السلام کروگے اور ابن زیاد کو قتل کروگے۔ جب مختار کو قتل کرنے چلے تو یزید کی طرف سے قاصد پہونچا اور ایک حکمنامہ پہنچا اس میں لکھا تھا کہ مختار کو چھوڑ دو۔ پس میثم تمار کو بلایا اور حکم دیا کہ ان کو عمرؔ ابن حریث کے دروازہ پر سولی چڑھا دو۔ پس اس وقت عمرؔ ابن حریث نے جانا کہ وہ جو مجھ سے میثم نے کہا تھا کہ اپنے ہمسایہ کی رعایت کرنا اس کی مراد یہی وقت ہے پس اپنی کنیز کو حکم دیا کہ ان کی سولی کے نیچے جھاڑو دے اور خوشبو روشن کرے۔ پس میثم نے احادیث فضائل اہلبیت علیہم السلام بیان کرنی شروع کر دیں اور بنی امیہ پر لعنت کی اور دیگر امور قتل و انقراض عہد بنی امیہ کے خبر دیتے رہے۔ تب لوگوں نے ابن زیاد سے کہا کہ اس شخص نے تمہیں بدنام کیا اس نے حکم دیا کہ ان کے منھہ پر لگام چڑھا کر سولی پر کھینچیں کہ آئندہ بات نہ کر سکیں جب ان کو سولی پر بیٹھے بیٹھے تین دن گزرے تو تیسرے دن ایک ملعون آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک حربہ تھا۔ اس نے کہا کہ بخدا سوگند میں یہ حربہ تم پر ماروں گا۔ باوجودیکہ جانتا ہوں کہ تم ہمیشہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور راتوں کو عبادت الٰہی میں بسر کرتے تھے پس۔ حربہ اس شقی ترین مردم نے ایسا مارا کہ میثم کا پہلو قطع ہو گیا اور آخرکار خون ان کے سوراخہائے دماغ سے جاری ہو کر ریش و سینۂ میثم پر جاری ہوا اور ان کے مرغ روح نے بابہائے ریاض جنان کی طرف پرواز کیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ورضی اللہ عنہ وعن جمیع اشیاع وموالی ائمۃ المعصومین سلام اللہ علیہم اجمعین من یومنا ھذا الی یوم الدین۔

مکہ معظمہ سے جناب امام حسین علیہ السلام کی روانگی

یہ تھے ائمہ معصومینؑ کے خالص الایمان فدائی اور یہ تھے اہلبیت طاہرینؑ کے سچے اور راسخ الاعتقاد شیدائی۔ انہی کے خلوص اور عقیدت پر اسلام اور ایمان کی جڑیں ہیں اور یہی اسلام کے سچے ہر دلعزیز پیرو اور امت

سر دو مہ مجمہ یہ کے مشترک خطاب سے مخاطب ہونیکے لائق تھے۔ اب ہم ان بزرگوں کے حالات کو ختم کر کے اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں۔ ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہم اس سے پہلے جناب امام حسین علیہ السلام کی مکہ سے عراق کی طرف عزیمت اور سنہ حج سے عمرۂ مفردہ کے بدل دینے کی ناگزیر ضرورتوں کو لکھ چکے ہیں بہر حال جس طرح مدینہ منورہ سے مراجعت کے وقت بہت سے لوگوں نے آپ کو مرقد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہونیکے لئے اصرار کیا تھا اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ مکۂ معظمہ سے نکلنے کے وقت لوگ سفر عراق کیلئے بھی مانع آئے۔ مگر جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ آپ نے مدینۂ منورہ میں ہر شخص کو اس کے سوال اور اس کے فہم کے مطابق جواب دیا اسی طرح یہاں بھی آپ نے ان لوگوں کو اس کا باعث سمجھا دیا۔

حج کے ایام تھے مکۂ معظمہ میں اسلام کے خاص و عام کا مجمع تھا۔ عبد اللہ ابن جعفر اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عبد اللہ ابن عمر مدینۂ منورہ سے مکۂ معظمہ میں بقصد حج آئے ہوئے تھے۔ سب سے پہلے عبد اللہ ابن عمر اور جناب امام حسین علیہ السلام کے درمیان جو گفتگو واقع ہوئی ہم وہ بیان کرتے ہیں۔ عبد اللہ ابن عمر جناب امام حسین علیہ السلام کا قصد مصمم دیکھکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کو معلوم ہے کہ کوفہ والے آپ کے خاندان کے کیسے دشمن ہیں۔ آپ کو ان کی طرف سے پوری احتیاط برتنی چاہئے۔ اور اپنے آپ کو ان سے بچانا لازم ہے۔ آپ انکے قول و قرار پر اعتماد نہ کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ لوگوں نے عام طور پر یزید سے بیعت کرلی ہے اور کوفہ والے بھی دولت و زر کے لالچ سے اسی کی طرف جھکے ہوئے ہیں آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ یا آپ کو شہید کر دیں گے آپ کے قتل ہو جانے سے تمام اہلبیت برباد ہو جائیں گے اس لئے آپ امن کی جگہ (ان) سے خدا کے گھر میں بیٹھے رہیں اور تمام جھگڑوں اور مخمصوں سے الگ تھلگ رہیں جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے ابن عمر افسوس تو اس بات کا ہے کہ یہ لوگ مجھے خدا کے گھر میں بھی نہ بیٹھنے دیں گے مجھ سے خواہ مخواہ الجھینگے اور اگر میں کسی لامعلوم جگہ بھی چلا جاؤں گا تو بھی یہ ڈھونڈ نکالیں گے اور مجھ کو بیعت یزید کیلئے مجبور کریں گے۔ اگر میں انکار کرونگا تو مجھے قتل کریں گے۔ اے ابا عبد الرحمن! تم نے سنا ہوگا کہ بنی اسرائیل نے پو پھٹنے سے سورج نکلنے تک ستر پیغمبروں کو قتل کیا تھا اور اس کے بعد باطمینان تمام بازاروں میں جا بیٹھے تھے اور اپنے لین دین میں مصروف ہو گئے تھے۔ خدا نے ان کے ایسے بڑے گناہ کی سزا دینے میں توقف فرمایا تھا اور ان پر عذاب نازل کرنے میں جلدی نہ کی تھی مگر انجام کار ان کو پکڑ لیا اور خدا ہی سب سے بہتر بدلہ لینے والا ہے (دیکھو ترجمۂ اعظم کوفی صفحہ ۳۵۳)

اسی طرح عمر ابن عبد الرحمن بھی آپ کے اس قصد سے مطلع ہو کر امام عالیمقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ ایسے شہر و دیار کی طرف جاتے ہیں جہاں یزید کے عاملوں اور امیروں کا قبضہ ہے اور مال و زر کے خزانے انہی کے زیر تصرف ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ لوگ درہم و دینار کے بندے ہیں۔ پس مجھے خوف ہے کہ کہیں وہی لوگ جنہوں نے آپ سے نصرت و متابعت کا عہد کیا ہے حکام وقت کے خوف یا طمع زر سے آپ سے لڑنیکو تیار نہ ہو جائیں جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا بھائی تمہیں خدا جزائے خیر دے۔ تم نے نہایت عاقلانہ بات کہی۔ میں عاجز ہوں اس سے کہ تمہارے مشورہ کے موافق عمل کروں یا نہ کروں مگر تم میرے نزدیک بہترین اہل مشورہ اور بہترین خیر خواہوں میں سے ہو۔ ایسا ہی واقعہ عبد اللہ ابن زبیر سے بھی پیش آیا جب ان سے امام عالیمقام نے سفر عراق کا ذکر کیا تو اول انہوں نے تائید کی اور کہا کہ بلا تامل وہاں جانا بہتر ہے مگر پھر یہ خیال کر کے کہ مبادا جناب امام حسین علیہ السلام کچھ اور سمجھیں بیان کیا کہ حجاز میں بھی اگر آپ مکہ ہی میں قیام کریں تو کوئی آپ کے خلاف دم نہ مارے گا اور میں خود آپ کی نصرت اور بیعت کیلئے موجود ہوں جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں وہ گوسفند بننا نہیں چاہتا ہوں جس کے ذبح ہونے سے حرمت کعبہ میں فرق آئیگا (دیکھو صلاح النشاتین صفحہ ۲۲۳) ان کو جو جواب دیا گیا وہ صاف بتلا رہا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام ان کے آخر نتیجوں کی خبر ان کو دے رہے ہیں اور اپنا نتیجہ ان کے ایسا ہونا کسی طرح پسند نہیں فرماتے۔

طبری کا قول ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن جعفر کی استدعا کے جواب میں آپ نے فرمایا۔

انی رایت رؤیا رائیت فیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وامرت فیہا بامر انا ماض لہ علی ما کان اولی فقالا لہ فما تلک الرؤیا قال ما حدثت احدا بہا وانا محدث بہا حتی القی ربی میں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آنحضرت نے ایک امر کے لئے (جسکی تعمیل ضروری ہے) مجھے مامور فرمایا ہے جس کو میں انجام دینے والا ہوں۔ عبد اللہ نے پوچھا کہ وہ کون امر ہے جس پر آپ مامور فرمائے گئے ہیں۔ حضرت نے جواب دیا کہ جس امر پر میں مامور ہوں وہ نہ کسی سے بیان کیا ہے اور نہ بیان کرونگا جب تک کہ اپنے پروردگار سے ملاقی نہ ہوں۔

علامہ حسین دیار بکری تاریخ الخمیس میں اور علامہ ابن اثیر جزری اسد الغابہ میں لکھتے ہیں کہ ابن جعفر کے جواب میں صرف اتنا ہی فرمایا گیا رأیت فی المنام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وامرنی بامر انا فاعل ما امرت۔ یعنی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا اور آنحضرتؐ نے ایک امر خاص کی نسبت مجھے حکم دیا ہے پس جس بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے میں اس کی تعمیل کرنیوالا ہوں۔

مگر ان تمام حضرات کے برخلاف حضرت محمدؐ حنفیہ کو یہ خواب بھی بتلا دیا گیا اور واقعات کربلا کے مصائب اور اپنے شہید ہونیکی پوری حالت جتلا دیگئی اس کا باعث یہ تھا کہ آپ نے چلتے وقت انہی کو اپنا قائمقام اور وصی مقرر فرمایا تھا اور اپنا وصیت نامہ مہری انہی کے حوالہ کیا تھا۔ چنانچہ مقتل ابومخنف کی عبارت یہ ہے۔

ثم ان محمد ابن حنفیۃ سمع ان اخاہ الحسین رضی اللہ عنہ یرید العراق فبکی بکاءً شدیدا ثم قال لہ ان اهل الکوفة قد عرفت غدرهم بابیك واخیك فان قبلت قولی اقم بمکة فقال یا اخی انی اخشی ان تقاتلنی جنود بنی امیة فی مکة فاکون الذی یستباح دمه فی حرم اللہ ثم قال یا اخی فسر الی الیمن فانك امنع الناس به فقال الحسین علیه السلام یا اخی لو کنت فی بطن صخرة لاستخرجونی منها فیقتلونی ثم قال له الحسین یا اخی سانظر فیما قلت فلما کان وقت السحر عزم علی المسیر الی العراق فاخذ محمد ابن الحنفیة زمام ناقته وقال یا اخی ما سبب ذلك انك عجلت فقال جدی رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم اتانی بعد ما فارقتك وانا نائم فضمنی الی صدره وقبل بین عینی وقال لی یا حسین یا قرة عینی اخرج الی العراق فان اللہ عز وجل قد شاء ان یراك قتیلا مخضبا بدمائك فبکی محمد ابن الحنفیة بکاءً شدیدا فقال یا اخی اذا کان الحال هکذا فلا معنی لحملك هؤلاء النسوة فقال قال لی جدی صلی اللہ علیه وآله وسلم ایضا ان اللہ عز وجل قد شاء ان یراهن سبایا مهتکات یساقون فی اسر الذل وهن ایضا لا یفارقنی ما دمت حیا فبکی محمد ابن الحنفیة بکاءً شدیدا ثم قال اودعتك اللہ یا حسین فی دعة اللہ یا اخی۔

یعنی جب محمدؐ ابن حنفیہؓ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ہمارے بھائی جناب امام حسینؑ ملک عراق کی طرف تشریف لیجانیکا قصد رکھتے ہیں تو آپ زار و قطار روئے پس آپ نے عرض کی کہ اے بھائی آپ اہل کوفہ کے غدر کو اپنے پدر بزرگوار اور برادر عالی مقدار کیساتھ خوب جانتے ہیں پس اگر آپ میری عرض پذیرا فرمائیں تو مکہ ہی میں قیام کریں۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ کو خوف ہے کہ لشکر بنی امیہ مجھ کو مکہ میں قتل نہ کر ڈالے اور کہیں میں وہ شخص نہ ہوں جس کا خون بہانا حرم محترم میں مباح ہو۔ محمدؐ ابن حنفیہ نے کہا کہ آپ یمن کی طرف تشریف لیجائیں کہ وہاں کے لوگ مخالفوں کو آپ تک نہ آنے دیں گے۔ امامؑ عالیمقام نے جواب دیا کہ اے برادر عزیز! اگر میں پتھر میں بھی سما جاؤں تاہم یہ بے دین مجھ کو وہاں سے بھی نکال لیں گے اور مجھے قتل کر ڈالینگے پھر جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بھائی! جو کچھ تم نے کہا ہے میں اس میں غور کروں گا۔ مگر جب صبح ہوئی تو حضرت نے سفر عراق کا قصد مصمم فرمالیا۔ یہ خبر پاکر محمدؐ ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے آپ کے ناقہ کی مہار پکڑ لی اور عرض کی کہ اے بھائی! اتنی عجلت فرمانیکی کیا وجہ ہے؟ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ تمہارے رخصت ہوجانیکے بعد میں سوگیا تو میں نے عالم رؤیا میں جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور آپ نے مجھ کو اپنے سینۂ اقدس سے لگایا اور میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور ارشاد فرمایا کہ اے حسین! علیہ السلام اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! عراق کی طرف روانہ ہو کیونکہ خدائے سبحانہ وتعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ تو قتل ہو اور اپنے خون میں رنگین ہو۔ اتنا سننا تھا کہ حضرت محمدؐ حنفیہ زار و قطار رونے لگے اور کہنے لگے کہ بھائی! جب آپ اس حال سے خود واقف ہیں تو پھر عورتوں کو ساتھ کیوں لئے جاتے ہیں؟ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ سے میرے جد بزرگوار حضرت احمدؐ مختار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمادیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی یہ بھی مرضی ہے کہ ہماری عورتیں بھی اسیر ہوں اور لوٹی جائیں اور زمرۂ اسرا میں داخل ہوں۔ اور تاوقتیکہ میں زندہ ہوں یہ مجھ سے جدا نہ ہوں گی۔ یہ سن کر پھر حضرت محمدؐ حنفیہ زار و قطار روئے اور فرمایا یا حسینؑ ابن علیؑ! میں تمکو وداع کرتا ہوں اور اے بھائی میں تمکو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔

روانگی کے وقت حضرت عبداللہ ابن عباس بھی موجود تھے۔ وہ فرمانے لگے قرّت عیناک یا ابن الزبیر ھٰذا حسین علیہ السلام یخرج الی العراق وعلیک بالحجاز۔ اے ابن زبیر اب تو تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ دیکھو حسین علیہ السلام عراق کی طرف روانہ ہوتے ہیں اب حجاز میں تم ہی تم ہو۔ یہ کہکر ابن عباس نے یہ شعر پڑھے ؎

یالکِ من قنبرۃٍ بمعمر	خلا لکِ الجوّ فبیضی واصفری
	ونقّری ما شئتِ ان تنقّری

اے چنڈول خوشحال ہو کہ جائے آب و دانہ میں ہی تیرے لئے میدان خالی ہو گیا۔ شوق سے انڈے دے اور بچے نکال۔ اور انڈے دینے کی جگہ کو جس قدر چاہے نرم اور درست کرلے۔ (دیکھو بلاد المبین بارشاد بلاذری صفحہ ۵) صاحب ناسخ التواریخ ذیل کے دو شعر اور لکھتے ہیں ؎

قد رحل الصیاد عنکِ فابشری	ورفع الفخ فماذا تحذری
لابد من صیدک یوماً فاصبری	ھٰذا الحسین خارج فاستبشری
	الی العراق راجیاً للظفر

اے چنڈول صیاد چلا گیا۔ تو خوش ہو۔ اور جال اٹھ گیا۔ اب تجھ کو اندیشہ کیا رہا۔ تاہم تو کبھی نہ کبھی شکار کیا جائیگی جس کا انتظار کئے جا۔ دیکھو یہ امام علیہ السلام با امید کامیابی عراق کی طرف تشریف لیجا رہے ہیں سو تو خوش ہو جا۔ (صفحہ ۲۰۹)

مکہ سے روانگی کے وقت عمال بنی امیہ نے آپکے روکنے کیلئے کوشش ضرور کی تھی مگر اس میں ان کو مطلق کامیابی نہ ہوئی ان کی یہ جرأت اسی لئے تھی کہ یزید کا وہ بند و بست جسکی تعمیل کیلئے قافلہ حجاج میں پوشیدہ طور سے تیس آدمی مقرر کرکے روانہ کئے گئے تھے اور عمرو ابن سعید کو خاص اسی اہتمام کی درستی اور تعمیل کیلئے امیر حجاج بنایا گیا تھا خاطر خواہ انجام پا جائے۔ اسی وجہ سے جب عمرو ابن سعید ابن العاص حاکم مکہ کو امام عالیمقام جناب امام حسین علیہ السلام کی روانگی کا حال معلوم ہوا تو اس نے بھی اپنے بھائی یحییٰ ابن سعید کو تھوڑے سے لشکر کے ساتھ آپکو سفر سے باز رکھنے کیلئے روانہ کیا۔ ہم اس واقعہ کو ناسخ التواریخ کی عبارت سے لکھتے ہیں۔

این وقت عمرو ابن سعید ابن العاص کو عامل یزید بود نہ لیند۔ یا یکہ حسین علیہ السلام سفر عراق کند۔ مبادا با مردم اتفاق کند لیس رزم آغاز د و خلل در ملک یزید پدید آرد لاجرم برادر خود یحییٰ ابن سعید ابن العاص را نیز با آنحضرت فرستاد الیشاں پیر سیدند۔ و طریق دسانیدند کہ بکجا می شومی مراجعت فرما و در جائے خویش اقامت نما۔ در میاں فریقین سخن بالا گرفت و کار بتازیانہ افتاد و عوانان جانبین یک دیگر را بتازیانہ زحمت کردند و آسیب زدند حسین علیہ السلام آں جماعت را اجابت نفرمود و الیشاں را باز فرستاد و طریق عراق پیش داد مردم عمرو ابن سعید بانگ در دادند و گفتند یا حسین الا تتقی اللہ تخرج من الجماعۃ وتفرق بین ھٰذہ الامۃ گفتند اے حسین از خدا نمی ترسی بیکسو می شوی از جماعت و متفرق میکنی امت را فقال لی عملی ولکم عملکم انتم بریئون مما اعمل انا بریئ مما تعملون۔ فرمود مرا کار لیست و شما را کردار لیست۔ شما نکو ہیدی دار یاد کا مرا من بیزارم از کار گزاری شما آں بگفت و رواں گشت

بہرحال جناب امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ سے عراق کی طرف تشریف لے چلے۔ شہر سے کچھ دور گئے تھے کہ حضرت عون و محمد علیہما السلام صاحبزادگان حضرت عبداللہ ابن جعفر اپنے والد بزرگوار کے فرستادہ معہ ان کے عقیدت نامہ کے حاضر ہو کر شرف زیارت سے مشرف ہوئے۔ عبداللہ ابن جعفر نے جو عریضہ اپنے خورد سال بچوں کے ہمراہ روانہ خدمت کیا تھا اس کی عبارت یہ تھی۔

اما بعد فانی اسئلک باللہ ان تنصرف حین تنظر فی کتابی ھٰذا فانی مشفق علیک من ھٰذا الوجہ الذی توجہت لہ ان یکون فیہ ھلاکک واستیصال اھلبیتک وان ھلکت الیوم طفی نور الارض فانک علم المھتدین ورجاء المؤمنین ولا تعجل فی السیر فانی فی اثر کتابی ھٰذا والسلام۔

می گوید ترا با خدا سوگند می دہم و گمان میکنم کہ دریں راہ کہ مکتوب مرا نخواندہ سفر عراق فسخ عزیمت فرمائی سہانا بر تو می ترسم کہ پیش دارے تباہ شوی و اہلبیت تو سرگشتہ و پریشان حال شوند۔ و چوں تو نباشی نور خدا در زمین نا پدید شود زیرا کہ تو نور خدا ہستی و لوائے ہدایت مسلمانان و امید گاہ مومنان۔ اکنون در طے منازل عجلت مفرمائی کہ من ہم بر اثر مکتوب خویش می رسم۔

جب اس خط کا بھی کوئی اثر ہوتے نہیں دیکھا تو عبداللہ ابن جعفر منزل تنعیم میں جو مکہ سے آپ کی پہلی منزل تھی تشریف لائے اور انہی کلمات کا خدمت مبارک میں بار دگر اعادہ فرمایا جناب امام حسین

علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں تم سب سے کہہ چکا ہوں کہ میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق ایک ایسے امر کی تعمیل کیلئے جا رہا ہوں جسکو میں کسی پر تاوقتیکہ زندہ ہوں ظاہر نہیں کر سکتا اور میں اس کو کبھی کسی سے نہ کہوں گا۔ تاوقتیکہ اپنے رب سے نہ جا ملوں۔ عبداللہ یہ سنکر خاموش ہو رہے اور آخرکار اپنے دونوں صاحبزادوں کو بلاکر وصیت فرمائی کہ امام عالیمقام کی رکاب سے کسی وقت جدا نہ ہونا اسی منزل میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آنے اور ان کے ساتھ ہی امام علیہ السلام کی ایسی ہی گفتگو فرمانیکے حالات بھی بتلائے جاتے ہیں مگر امام عالیمقام نے ان سے صرف اسی قدر فرمایا کہ میں سفر عراق پر مامور ہو چکا ہوں لہٰذا قطعاً مجبور و معذور ہوں۔ اسی منزل میں حضرت عبداللہ ابن عباس کے ساتھ ابو بکر ابنِ حارث ابن ہشام کی بھی گفتگو تاریخوں میں درج پائی جاتی ہے جنہوں نے اہل کوفہ کی بے وفائی اور عہد شکنی کی مثالیں جناب امیر المومنین اور جناب امام حسن علیہ السلام کے عہد میں دکھلا کر آپ کو سفر عراق سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی جناب امام حسین علیہ السلام نے ان کی طول طویل استدعا کے جواب میں صرف اتنا فرمایا۔ جزاک اللّٰہ خیراً یا ابن عم فقد اجتھدت رایك ومھما یقض اللّٰہ لیکن حق سبحانہ وتعالیٰ تمہیں اس مشفقانہ مشورہ کیلئے جزائے خیر دے لیکن جو کچھ کہ خداوند عالم کا حکم ہو چکا ہے وہ ضرور ہوگا

بہرحال۔ اب ہم جناب امام حسین علیہ السلام کے موجودہ سفرنامے کے متعلق مکہ معظمہ سے لیکر کربلائے معلےٰ تک کی ہر ہر منزل کے حالات علیحدہ علیحدہ لکھتے ہیں۔ اور خاص کر کربلا کے متعلق جو آخر منزل ہے آپ کے اس سفر کا ایک نقشہ بھی بطور ضمیمہ کے لگا دیتے ہیں جو جغرافی ضروریات کی نسبت کافی اطلاع ناظرین کتاب کو پہنچا دیگا۔

دوسری منزل ذات العرق - منزل تنعیم سے یہ مقام چار فرسخ کے قریب ہے۔ فی زمانہ بارہ میل کے قریب ہوا ذات العرق کی نسبت جغرافیہ عرب میں لکھا ہے۔ ذات عرق منھل اہل العراق وھو الحد بین تھامۃ ونجد وقیل عرق جبل بطریق مکۃ ومنہ ذات عرق عرفاً اہل عراق کے قیام کی جگہ ہے اور وہ تہامہ اور نجد کی حد فاصل ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسی سبب سے اس منزل کا نام ذات عرق مشہور ہو گیا۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی منزل میں عرب کا مشہور شاعر فرزدق آپ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اس کی ملاقات کی کیفیت یوں ہے

کہ فرزدق کا اصلی نام ہمام ابن غالب ہے۔ وہ اپنی ماں کو حج کے قصد سے لیے آرہا تھا اور مکہ جا رہا تھا۔ ذات العرق کی منزل پر پہنچکر اس نے دور تک میدان میں خیمے نصب دیکھے۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جناب امام حسین علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ فوراً آستانِ مقدس پر حاضر ہوا دیکھا کہ سراچۂ بیرونی میں آپ قرآنِ مجید کی تلاوت فرما رہے ہیں تسلیم بجا لاکر فرزدق کھڑا رہا۔ امام عالیمقام نے نہایت خوش اخلاقی سے جواب سلام عطا فرماکر اس کو اپنے پاس بٹھالیا۔ فیما بین گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا تو فرزدق نے عرض کی اعطاك اللّٰہ سؤلك واملك فیما تحب بابی انت وامی یا ابن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم ما اعجلك عن الحج - یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ خدائے تبارک وتعالیٰ آپ کی دعاؤں کو مستجاب کرے اور آپ کے مطالب و مقاصدِ دلی کو پورا کرے حضور نے ایام حج میں کیوں اتنی جلدی فرمائی کہ بغیر ادائے حج راہِ سفر اختیار فرمائی۔ امام علیہ السلام نے حسرت بھری آواز سے ان مختصر الفاظ میں اس کو جواب دیا الولم اعجل لاخذت اگر میں جلدی نہ کرتا تو گرفتار کر لیا جاتا اتنا فرماکر آپ نے اس سے اپنی طرف سے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا اور استفسار فرمایا اخبرنی عن الناس خلفك قال الخبیر سئلت قلوب الناس معك واسیافھم علیك والقضاء ینزل من السمآء واللّٰہ یفعل ما یشآء قال صدقت للّٰہ الامر من قبل ومن بعد وکل یوم ربنا ھو فی شان ان نزل القضآء بما نحب فنحمد اللّٰہ علی نعمائہ وھو المستعان علی ادآء الشکر وان حال القضآء دون الرجآء فلم یبعد من کان الحق نیتہ -

اب تو مجھ کو بتلا اور راہ کی کوفہ کی خبر سنا۔ فرزدق نے عرض کی کہ آپ ان لوگوں کے حالات مجھ سے دریافت فرما رہے ہیں جو دل سے تو آپ کو دوست رکھتے ہیں اور آپ کے دیدار کی تمنائے دلی کا اظہار کرتے ہیں لیکن جب لڑائی کا وقت آئیگا تو وہی لوگ آپ کے منہ پر تلواریں کھینچیں گے اور آپ کو قتل کریں گے۔ پس جو حکم مشیت ہوگا اور جو خدا چاہے گا۔ وہ ظاہر ہوگا جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے فرزدق! جو کچھ تو نے کہا وہ سب راست ہے اور حکم آئندہ و گزشتہ سب اسی قادرِ مطلق کے دستِ اختیار

میں ہے اور ہر روز اس کے لئے ایک نئی شان ہے۔ اگر اس کا حکم ہمارے مقصد کے مطابق ہو تو ہم اس کا شکریہ ادا کرینگے اور پھر بھی وہی ہم کو اس سپاس گزاری کی توفیق و قوت عطا فرمائیگا اور اگر ہمارے مقصد کے مطابق اس کا حکم جاری نہ ہوا۔ تاہم وہ اپنے سے کبھی ان لوگوں کو دور نہ کریگا جو راہ حق میں سالک اور طریق تقویٰ کے رہرو ہیں۔ امام علیہ السلام کا یہ بلیغ جواب سن کر فرزدق کے حواس گم ہو گئے۔ نہایت ادب سے خدمت مبارک میں عرض کی بلغک اللہ ماتحب وکفاک ماتحذر حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو آپ کی خواہشوں پر فائز المرام فرمائے اور جن امور کی طرف آپ کو اندیشہ ہے ان میں آپ کی اعانت فرمائے اس کے بعد فرزدق نے امام علیہ السلام سے حج کے متعلق چند ضروری مسائل پوچھے اور ان کا جواب پاکر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا۔ فرزدق کی ملاقات کے حالات تمام تاریخوں میں درج ہیں اور اس قدر مشہور ہیں کہ کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔

تیسری منزل ثعلبیہ

تیسری منزل ثعلبیہ۔ ذات العرق سے کوچ فرماکر جناب امام حسین علیہ السلام اپنے ہمراہیوں کے ساتھ منزل ثعلبیہ پر وارد ہوئے علمائے جغرافیہ ثعلبیہ کی تحقیق میں لکھتے ہیں وھی منزل بطریق مکۃ قد کانت قریۃ فخربت وھی مشھورۃ وھی بفتح اول۔ یہ مکہ کی راہ میں ایک منزل ہے۔ یہ ایک قریہ تھا جو خراب اور ویران ہو گیا اور یہی مشہور ہے اور ثعلبیہ بفتح اول ہے اسی منزل میں ابو ہرّہ کوفہ سے آکر جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوا جیب تسلیم و تعظیم بجالاکر پوچھنے لگا کہ حرم خدا اور حرم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر حضور کے سفر فرمانیکا باعث کیا ہے؟ جناب امام حسین علیہ السلام نے اسکے جواب میں ارشاد فرمایا۔ ویحک ابا ھرۃ ان بنی امیۃ اخذوا مالی فصبرت وشتموا عرضی فصبرت و طلبوا دمی فھربت وایم اللہ لتقتلنی الفئۃ الباغیۃ و لیلبسنھم اللہ ذلا شاملا و سیفا قاطعا ولیسلطن علیھم من یذلھم حتی یکونوا اذل من قوم سبا اذ ملکھم امراۃ منھم فحکمت فی اموالھم ودمائھم۔ اے ابا ہرّہ افسوس ہے تجھ پر بنی امیّہ نے میرے حقوق کو غصب کر لیا اور میں صبر کرتا رہا۔ وہ مجکو علانیہ سب و شتم سے یاد کرتے رہے ہیں۔ میں ان کی ان حرکات پر بھی صبر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جب وہ میرے قتل کے درپے ہوئے تو میں نے وہاں سے مجبور ہو کر نکل جانیکا قصد کیا۔ خدا کی قسم یہ فرقۂ گمراہ مجھے قتل کریگا اور خدا تعالیٰ ان پر اپنے قہر کو مسلط کریگا اور تلواروں کے نیچے رکھ لیگا اور ان لوگوں پر ایسے شخص کو حکمراں کریگا جو ان لوگوں کو شہر سبا کے آدمیوں سے بھی زیادہ ذلیل و خوار کر دیگا جس وقت کہ ان پر ایک عورت (بلقیس) کو حاکم بنا دیا تھا کہ وہ ان کی جان و مال کا اختیار کلی رکھتی تھی۔

اسی منزل میں طرتاح بن حکم بھی زیارت سے مشرف ہوئے کیفیت یہ ہو کہ طرتاح اپنے اہل و عیال کے لئے سال بھر کا غلہ اور خوراک وغیرہ تمام ضروریات ایک بار مہیا کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ اس وقت اپنی ان تمام ضروریات کو فراہم کرکے گھر لئے جاتے تھے کہ منزل ثعلبیہ میں جناب امام حسین علیہ السلام کی تشریف آوری کی خبر سنکر آستان مقدس پر حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔ اذکرک فی نفسک لا یغرنک اھل الکوفۃ فواللہ لئن دخلتھا لتقتلن وانی لاخاف ان لا تصل الیھا فان کنت مجمعا علی الحراب فانزل اجاء فانہ جبل منیع واللہ ماناالنافیہ ذل قط وعشیرتی یرون جمیعا نصرک فھم یمنعونک ما اقمت فیھم میں آپکو آگاہ کئے دیتا ہوں تاکہ آپ پر اہل کوفہ کا فریب نہ چل سکے۔ خدا کی قسم اگر کوفہ میں آپ داخل ہو گئے تو آپ کو وہ لوگ زندہ نہ چھوڑیں گے۔ بس مجکو خوف ہے کہ آپ کوفہ تک بھی بسلامت نہ پہنچ سکیں گے۔ اگر آپ نے جنگ کا ارادہ کیا ہے تو جبل اجا میں قیام فرمائیں کہ وہ نہایت محفوظ جگہ ہے۔ خدا کی قسم ہم لوگ آج تک کسی دشمن کے ہاتھ سے ذلیل و رسوا نہیں ہوئے ہیں جتنی مدت تک آپ وہاں قیام پذیر رہیں گے ہم اور ہمارے عشیرہ کے تمام لوگ آپ کی پوری نصرت کریں گے۔

جبل اجاء بوزن فعل مع ہمزہ یمن میں قبیلۂ بنی طے کے دو مشہور پہاڑوں میں سے ایک کا نام ہے اور اہل عرب اسکو بلاقید بروزن قبا بھی کہتے ہیں اور یہ پہاڑ مکہ سے کوفہ جانیوالی راہ میں واقع ہے۔ بہرحال طرتاح کی یہ استدعا سنکر جناب امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا ان بینی وبین القوم موعدا اکرہ ان اخلفھم فان یدفع اللہ عنا فقدیما انعم علینا وکفی وان یکن مالا بد منہ ففوز وشھادۃ انشاء اللہ۔ مجھ میں اور اس قوم (اہل کوفہ) میں وعدہ ہو گیا ہے جس سے اختلاف کرنا میں بالکل مکروہ سمجھتا ہوں۔

اگر خدائے سبحانہ وتعالیٰ نے اس امر میں مجھے میرے دشمنوں کو دفع کر دیا تو میں اس کی عنایت وکفایت کے شایاں سمجھا جاؤنگا اور اگر اس کا حکم اس کے خلاف ہوا تو میں ماجور ہونگا اور سعادتِ شہادت پر انشاء اللہ تعالیٰ فائز ہونگا۔ بہر طرح آپ کا یہ حکم سنکر یہ اپنے اسبابِ انتقال کے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور گھر کی تمام ضرورتوں کو ٹھیک رکھکر امام علیہ السلام کی نصرت کے قصد سے گھر سے نکلے تو معلوم ہوا کہ جناب امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے اور یہ بے نیلِ مرام واپس آئے

ثعلبیہ سے امام عالیمقام نے عبداللہ ابن یقطر کو کوفہ بھیجا تھا جن کا پورا واقعہ اوپر درج ہو چکا ہے۔ ثعلبیہ سے امام علیہ السلام کو راہ مخدوش معلوم ہونے لگی اس کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسلمؑ کے معاملات سے فارغ ہو کر ابنِ زیاد نے جنابِ امام حسین علیہ السلام کے سدِّ راہ کی بھی جلد جلد فکر کرنی شروع کر دی اور ان سامانوں سے اس کی اصلی غرض یہی تھی کہ جنابِ امام حسین علیہ السلام کوفہ پہنچنے سے پہلے پہلے راہ ہی میں گرفتار کر لئے جائیں یا کم سے کم سوائے اس راہ کے جسکو وہ اختیار فرما چکے ہیں دوسری کوئی دوسری راہ اختیار نہ کرنے پائیں اور کسی قوم اور قبیلہ کے لوگ بھی ان سے نہ مل سکیں۔ پس اپنی اس تجویز کے موافق اپنے تمام راستوں کا معقول اور مستحکم بندوبست کر لیا۔ اور حصین ابن نمیر کو ایک معتد بہ جماعت دیکر راستہ کی حفاظت وحراست کے تمام ضروری انتظام سپرد کر دیئے حصین ابن نمیر نے قادسیہ کو اپنی لشکرگاہ بنایا اور وہیں سے تمام اندرونی وبیرونی راستوں کی ناکہ بندی کے لئے متفرق افسروں کی ماتحتی میں رسالے اور فوجیں روانہ کر دیں اور مخصوص کر کے **واقصیہ** (متعلق کوفہ) **شام** اور **بصرہ** جانیوالے راستوں کی نہایت سختی سے حفاظت کی گئی۔ **واقصیہ بکسر قاف والصاد منزل فی طریق** مکہ وھی دون زبالۃ بمرحلتین۔ بکسر قاف مع الصاد کہ سر کوفہ جانیوالے راستہ میں ایک منزل ہے جو منزل زبالہ سے دو منزل پیچھے ہے واقصیہ کی خاص حفاظت سے ابن زیاد کی خواہش یہ تھی کہ جناب امام حسین علیہ السلام کوفہ آ رہے ہیں سوائے واقصیہ کے کوئی اور دوسری راہ نہیں ہے جس کی کامل حفاظت کر دی گئی اب وہ سوائے کوفہ آنے کے اور کسی طرف جا نہیں سکتے یعنی شہادت مسلمؑ سے موثر ہو کر وہ براہ راست یزید کے پاس شام کو بھی نہیں جا سکتے کیونکہ کوفہ سے وہاں تک کی ناکہ بندی ہو چکی ہے اور کوفہ سے قادسیہ اور قادسیہ سے شام تک بھی فوجیں بیٹھ چکی ہیں۔ بصرہ کی راہ بھی مسدود ہو چکی ہے۔ اس لئے کہ کوفہ کے اخبار معلوم کر کے آپ بصرہ کا رُخ نہ کر دیں۔

ابنِ زیاد کے ان انتظامات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس بدبخت ازلی کی خواہشِ دلی یہ تھی کہ جناب امام حسین علیہ السلام کسی نہ کسی طرح سیدھے کوفہ میں لائے جائیں کہ تمام مملکت میں اس کی قوت واقتدار کی شہرت ہو جائے اور امام عالیمقام کی ذلت چنانچہ منزلِ ثعلبیہ سے آگے بڑھتے ہی جابجا لوگوں کی مختلف جماعتیں آپ کو نظر آنے لگیں اور اکثر قبائل عرب راستے میں آپ کو ملتے تھے اور آپ اُن سے راستوں کی کیفیت استفسار فرماتے تھے تو وہ لوگ سوائے اسکے اور کوئی جواب نہ دیتے تھے کہ ہمکو کسی امر کی اطلاع نہیں ہے لیکن ہم اتنا جانتے ہیں کہ آجکل تمام راہیں مسدود ہیں ان راہوں سے نہ کوئی شخص باہر جا سکتا ہے اور نہ باہر سے اندر آ سکتا ہے چنانچہ تاریخ طبری میں ابن زیاد کے ان انتظامات کے متعلق یہ لکھا ہے:۔

ابنِ زیاد نے کوفہ کا پورا بندوبست کر کے حصین ابن نمیر کو کئی ہزار سوار دیکر بیرونی مقامات کی حفاظت اور راہیں مسدود کرنے کیلئے متعین کیا حصین ابن نمیر نے قادسیہ میں اپنا کیمپ قائم کیا اور سوا اس راستہ کی جس پر جناب امام حسین علیہ السلام آ رہے تھے ہر طرف کی راہ سوار سواروں کی چوکیاں بٹھا دیں کہ مشتبہ حالت میں کوئی شخص گذرنے نہ پائے یعنی کوئی شخص کسی طرف سے آکر جناب امام حسین علیہ السلام کی جماعت میں شامل نہ ہونے پائے اور نہ امام عالیمقام کسی دوسری طرف جا سکیں

(صلاح النشاتین صفحہ ۲۴)

چوتھی منزل واقصیہ۔ اسی منزل میں زہیر ابن القین بجلی امام عالیمقام علیہ السلام کے قافلہ سے مل گئے ان کی پوری کیفیت یہ ہے کہ زہیر ابن القین البجلی قوم فزارہ اور قبیلہ بجیلہ کے رئیس اور شہر کوفہ کے ممتاز اور جلیل القدر باشندوں میں سے تھے۔ بایں معنی کہ وہ جناب امام حسین علیہ السلام کے ہمسفر اور ہم طریق تھے مگر بنی امیہ کی مخالفت اور ظلم و تعدی کی وجہ سے منزل پر پہنچکر ایک جا خیمہ نہیں کرتے تھے منزل ثعلبیہ تک تو ایسا ہی ہوتا آیا مگر یہاں یعنی منزل واقصیہ پر پہنچکر زہیر ابن القین اپنے ہمراہیوں کیساتھ (ناشتہ) کیلئے دسترخوان پر بیٹھے تھے کہ ایک قاصد نے آکر جناب امام حسین علیہ السلام کی طرف سے اُن کو طلبی کا حکم سنایا۔ جناب امام حسین علیہ السلام کی طلبی کا مضمون

سُن کر بنی اُمیہ کے خوف سے اُس تمام مجمع کو سخت انتشار واقع ہو گیا۔ اور وہ لیے شش و پنج میں گرفتار رہے کہ جماعت کی جماعت نے موجودہ غور و فکر میں زانوئے تشویش پر اپنے اپنے سر جھکا لیے اور کانّما علی رؤسهم الطیر کے پورے پورے مصداق بن گئے ان کی اسی غور و فکر اور پس و پیش کی عین حالتوں میں دیلم بنت عمرو زوجۂ زہیر ابن القین کی بی بی اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے شوہر کو مخاطب کر کے کہنے لگی کہ سبحان اللہ فرزند رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا خاص آدمی تیرے پاس بھیجیں اور تجھ کو شرفِ حضوری سے خود اعزاز بخشیں اور تو ان کی دعوت قبول نہ کرے استغفر اللہ ربی۔ اتنا سننا تھا کہ اس کی مردانہ غیرت نے اس کی عقیدت اور ارادت میں ایک غیر معمولی جوش پیدا کر دیا۔ اور زہیر ابن القین بے اختیار ہو کر اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا اور امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور دیر تک آپ سے باتیں کر کے جب پھر اپنے خیمہ میں آیا تو نہایت مطمئن۔ فرحناک اور مسرور الحال تھا۔ اس نے آتے ہی حکم دیا کہ ہمارے خیمے اور تمام باربرداری کے اسباب اسی وقت یہاں سے اٹھائے جائیں اور جناب امام حسین علیہ السلام کے خیموں کے ساتھ قائم کیے جائیں اور یہ کہکر وہ اپنی خوش عقیدہ زوجہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی اور تجھ کو اجازت دی کہ تو اپنے میکے کو واپس جائیں یہ گوارا نہیں کرتا کہ تو قید ہونے اور لوٹے جانے کی مصیبتیں اٹھائے یہ کہکر تمام مال متاع اپنے بنی اعمام کو مع اپنی زوجہ دیلم کے سپرد کیا اور یہ کہا کہ اس عورت کو اس کے قبیلہ تک پہنچا دیں بیچاری دیلم سکتے میں آگئی اور اپنے شوہر سے رخصت ہوتے وقت بہت روئی اور کہنے لگی کہ خار اللہ لک اسئلک ان تذکّرنی فی القیمۃ عند جدّ الحسین علیہ السلام۔ پروردگار عالم خیر تیرے حصہ میں عطا فرمائے۔ میری التجا تم سے یہی ہے کہ تم جناب امام حسین علیہ السلام کے جدِ بزرگوار کی خدمت میں جانا تو میرے ذکر سفارش کو نہ بھولنا خواجہ احمد اعثم کوفی اپنی فتوحات میں لکھتے ہیں کہ دیلم زوجہ زہیر ابن القین رضی اللہ عنہما نے شوہر کی یہ تقریر سنکر جواب دیا کہ تم تو فرزند مرتضے علیہ السلام کی رکاب میں حاضر ہو کر اپنی جانبازی کے جوہر دکھاؤ تو پھر میں کیونکر دختر محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضور میں بار سعادت یابی حاصل نہ کروں اپنی خالص الایمان اور کامل الاعتقادی بی بی کا ایسا پُر اثر جواب سنکر زہیر کو سوائے سکوت کے اور کچھ کہتے نہ بن پڑا وہاں سے اٹھکر چلنے پر مجبور ہو گئے

پاس آیا اور ان میں سے ہر ایک شخص کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ میں عام طور سے تم لوگوں کو اجازت دیتا ہوں کہ تم میں سے جو شخص چاہے وہ میری ہمراہی اختیار کرے اور جو چاہے وہ اپنی راہ لے میں خوشی و رغبت اسکو رخصت کرتا ہوں کہ یہ میرا آخری عہد ہے۔ مگر میں تم لوگوں سے رخصت ہوتے ہوئے حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کا ایک تذکرہ بیان کرتا ہوں اسکو سن لو جس وقت کہ غزوۂ بحرین میں ہم لوگوں کا اور ان کا ساتھ ہوا اور خدائے سبحانہ و تعالیٰ نے اس جنگ میں ہمیں فتح عنایت فرمائی اور غنیمت وافر ہمارے ہاتھ آئی تو سلمان نے ہم لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا افرحتم بما فتح اللہ علیکم فقلنا نعم قال اذا ادرکتم سیّد شباب آل محمد فکونوا اشدّ فرحا لقتالکم معہ مما اصبتم الیوم من الغنائم فامّا انا فاستودعکم اللہ تعالیٰ۔ یعنی فتح موجودہ سے جو تم کو حق تعالیٰ نے عنایت فرمائی ہے تم خوش ہوئے یا نہیں؟ ہم لوگوں نے عرض کی کہ بیشک ہمکو خوشی حاصل ہوئی ہے جناب سلمانؓ نے فرمایا کہ جس وقت تم لوگ سید جوانان آل محمد کی رکاب میں قتال کرو گے تو تم کو واجب ہو جائیگا کہ تم کو اُس دن آج کی حصولِ نعمت سے زیادہ خوشی حاصل ہو کیونکہ اُس دن غنیمت جنات عدن تمہاری قسمت کا حصہ ٹھہر چکی پس میں آج تم لوگوں سے وداع ہوتا ہوں کیونکہ میں اس وقت تک زندہ نہ رہونگا بہرحال۔ زہیر ابن القین بجلی اپنی باوفا اور خالص الاعتقادی بی بی کیساتھ جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور آپکے ہمراہ معرکۂ کربلا میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے جیسا کہ معرکۂ کربلا کے تفصیلی واقعات میں عنقریب بیان ہوگا۔ خواجہ احمد اعثم کوفی کی یہی عبارت معتبر اور مستند بین الفریقین ہے اور علمائے اہلبیت رضوان اللہ علیہم نے بھی اس مضمون پر اتفاق کیا ہے

پانچویں منزل خزیمیہ - واقعہ کے بعد اس منزل پر قیام ہوا خزیمیہ کی نسبت لکھا ہے کہ یہ ایک چھوٹی سی آبادی مکہ کی راہ میں ثعلبیہ منزل کے بعد ہے اسی آبادی میں ایک قصر خزیمیہ کے نام سے مشہور تھا اور اسی محل کی مناسبت سے اس بستی کا نام خزیمیہ مشہور ہو گیا بہرحال جناب امام حسین علیہ السلام ایک شبانہ روز اسی منزل میں قیام فرما ہے اس منزل کا نام زرود بھی ہے اسی منزل پر اور امام طبری اور ابن اثیر کے نزدیک منزل ثعلبیہ ہی میں آپکو حضرت مسلم و ہانی ابن عروہ اور عبداللہ ابن یقطر کی مصیبتناک شہادت کی خبر یکبارگی پہنچی

اسکی خلاصہ کیفیت ہے کہ عبد اللہ ابن سلیمان اور منذر ابن اسمعیل قبیلہ بنی اسد کے دو شخصوں نے مکہ ہی آپ کی ہمراہی اختیار کی تھی منزل زرود پر پہنچکر امام عالیمقام نے ایک سوار کو کوفہ کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا اور اس سے کوفہ کا حال دریافت فرمانا چاہا مگر وہ اپنی رو میں کچھ ملتفت نہ ہوا اور اپنی راہ چلا گیا عبد اللہ ابن سلیمان اور منذر ابن اسمعیل نے اسکے پیچھے اپنے ناقے دوڑا دیے اور اس سے جا ملے اس سے حال پوچھنے لگے تو اس نے کہا کہ میرا نام بکر ہے اور میں قبیلۂ بنی اسد کا ایک آدمی ہوں ان دونوں نے کہا کہ ہم بھی اسی قبیلہ کے ہیں پھر اس سے کوفہ کا حال پوچھا تو اسنے کہا کہ میں نے حضرت مسلم اور ہانی ابن عروہ کی شہادت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے بلکہ انکی لاشوں کو کوفہ کی گلیوں میں تشہیر ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ بکر سے یہ حال سنکر ان کے توحواس جاتے رہے اور صدمہ کے باعث جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں فوراً خبر نہ کر سکے۔

چھٹی منزل زبالہ - یہ منزل واقصیہ اور ثعلبیہ کے درمیان واقع ہے عبد اللہ اور منذر نے امام عالیمقام علیہ السلام کی خدمت میں حضرت مسلم اور ہانی ابن عروہ کا واقعہ عرض کر دیا اور کہا کہ آپکا یہاں سے ایک قدم بھی آگے بڑھنا کسیطرح قرین مصلحت نہیں یہی بہتر ہے کہ اب آپ واپس ہوں جناب امام حسین علیہ السلام نے انکی باتوں کا تو کچھ جواب نہ دیا مگر فرزندان عقیل کی طرف آپنے دیکھا وہ مصیبت زدہ یکزبان ہو کر کہنے لگے لا واللہ لا نبرح حتی ندرک ثارنا او نذوق ماذاق اخونا۔ نہیں واللہ ہم نہ ٹلینگے جبتک کہ انتقام نہ لے لیں یا ہم بھی مثل اپنے بھائی کے شہید نہ ہو جائیں یہ سنکر جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا لا خیر فی العیش بعد ھؤلاء یعنی ان جیسے عزیزوں کے بعد زندگی کا کوئی مزہ نہیں (صلاح النشأتین صفحہ ۲۶)

خواجہ احمد اعثم کوفی اس واقعہ میں اتنا اضافہ اور کرتے ہیں کہ حضرت مسلم کی ایک صغیر سن لڑکی (رقیہ بنت مسلم) جو ان سے بہت ہی مانوس تھی۔ آپ حضرت مسلم کی شہادت سنکر انا للہ وانا الیہ راجعون فرماتے ہوئے عصمت سرا میں داخل ہوئے اور ان صاحبزادی کو بلایا اور ان کے حال پر روز سے زیادہ شفقت و عنایت فرمانے لگے اس معصومہ نے پوچھا کہ آج ان اشفاق کثیرہ کی کیا وجہ ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید میرے باپ غربت کے سفر میں ہلاک کئے گئے اس نادان کی اس تقریر کو سنکر امام عالی مقام میں زیادہ تحمل کی تاب نہ رہی آپ بے اختیار رونے لگے پھر کیا تھا تمام اہلبیت میں خبر پہنچ گئی اور قیامت کا کہرام مچ گیا۔

مقتل ابو مخنف میں حضرت مسلم علیہ السلام کے شہید ہونیکی خبر پہنچانا ہلال ابن نافع اور عمر ابن خالد کے متعلق لکھا ہے۔ انکی عبارت یہ ہے

فبینا الحسین رضی اللہ عنہ فی المسیر اذ جاء ھلال ابن نافع وعمر ابن خالد من الکوفۃ فسئل عنہما احوال الناس فقالا اما الاغنیاء فقلوبہم الی ابن زیاد واما باقی الناس فقلوبہم الیک وان مسلماً وھانیاً وقیس الذی کان رسولک ققتلوا فقال اللہم اجعل الجنۃ لنا ولاشیاعنا منزلا کریما انک علی کل شیء قدیر ثم خطب وقال قد نزل بنا ما ترون وان الدنیا قد تغیرت وتنکرت وادبر معروفہا ولم یبق الا کصبابۃ الاناء لا یعمل الحق ولا ینتہی عن الباطل ولا یری الموت من الموت الا سعادۃ والحیوۃ مع الظالمین الا خسارۃ۔

جناب امام حسین علیہ السلام کی زیارت بابرکت سے راہ کوفہ میں ہلال ابن نافع اور عمر ابن خالد مشرف ہوئے تو آپ نے ان دونوں کو اپنے پاس بلا کر کوفہ کا حال دریافت فرمایا تو انہوں نے جواب دیا کہ شہر کے امرا اور اہل دول کے قلوب تو ابن زیاد کی طرف رجوع ہیں اور باقی آپکے مشتاق ہیں اور حضرت مسلم ابن عقیل اور ہانی ابن عروہ اور قیس ابن مسہر قاصد بصرہ مار ڈالے گئے اتنا سنکر جناب امام حسین علیہ السلام از حد محزون ہوئے اور فرمانے لگے یا اللہ! تو ہم کو اور ہمارے شیعوں کو جنت عطا فرما بیشک تو تمام چیزوں پر قادر ہے پس آپنے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کہ ایہا الناس ہم پر جو کچھ واقع ہوا وہ تم نے دیکھ لیا اب دنیا بدل گئی اور بری طرح بدلی نیکیاں اسکی سب ختم ہو گئیں۔ بس اتنی ہی باقی ہیں جتنی برتن میں سے گر جانیکے بعد پانی باقی رہجاتا ہے حق پر کوئی عمل نہیں کرتا اور باطل سے باز نہیں رہتا اس حال میں مومن موت کو سعادت جانتا ہے اور ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کو نقصان عظیم تصور کرتا ہے۔

صاحب ناسخ التواریخ کا بیان ہے کہ منزل زبالہ ہی میں جناب امام حسین

علیہ السلام کو عبد اللہ ابن یقطر رحمۃ اللہ علیہ کی خبر شہادت پہنچی یہاں پہنچکر آپ نے اپنے تمام ہمراہیوں کو اکٹھا کر کے عام طور سے وہ حکم سنا دیا جو ہم مقتل ابی مخنف کی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں ایہا الناس فمن کان یصبر علی حد السیف وطعن الاسنۃ فلیقم معنا والا فلینصرف عنا جو لوگ تلواروں کی آنچ اور نیزوں کی بھالوں کا تحمل کر سکیں وہ تو ہمارے ساتھ رہیں اور جو ان مصائب کی برداشت کی طاقت نہیں رکھتے وہ ہم سے علیحدہ ہو جائیں صاحب ناسخ التواریخ خطبہ کی یہ عبارت درج فرماتے ہیں۔

اما بعد فقد اتانا خبر فظیع قتل مسلم ابن عقیل وھانی ابن عروہ وعبد اللہ ابن یقطر وقد خذلنا شیعتنا فمن احب منکم الانصراف فلینصرف من غیر حرج ولیس علیہ ذمام۔

اے گروہ مردم خبر وحشت خیز و دہشت انگیز شہر یہ قتل مسلم ابن عقیل و ہانی ابن عروہ و عبد اللہ ابن یقطر مجھ کو پہنچی اور معلوم ہوا کہ ہمارے طرفداروں نے ہم کو چھوڑ دیا پس جس کا ہماری ہمراہی سے دست بردار ہونے اور چلا جانے کا قصد ہو وہ چلا جائے اس کے لئے کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اسکے ذمہ کوئی ذمہ داری نہیں ہے (دیکھو ناسخ التواریخ صفحہ ۲۱۵)

حقیقت حال یہ ہے کہ عرب کے طماع اور حریص طبیعت کے لوگ جن کو جناب امام حسین علیہ السلام کے اس سفر کی اصلی اغراض کے متعلق خبر نہ تھی وہ یہ سمجھکر کہ فرزند رسول الثقلین جناب امام حسین علیہ السلام تسخیر ممالک کے ارادہ سے تشریف لیے جاتے ہیں حصول غنیمت و وصول دولت کی نیت سے آپکے ہمرکاب ہو گئے تھے اور مکہ سے یہاں تک آپکے ہمراہ چلے آئے تھے اور انکے علاوہ راستہ میں انکے ہمخیال اور ہم طبیعت قوم و قبیلہ کے لوگ بھی اس قافلہ کے ہمراہ ہو گئے تھے اس وجہ آپکی رکاب میں ایک معتدبہ جمعیت ہو گئی تھی جسکی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔ اس منزل پر پہنچکر جب جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں اپنے اس سفر کی اصلی اغراض صاف صاف لفظوں میں بیان کردیں تو ایسے لوگوں کے ارادوں میں استقلال کہاں وہ تلواروں اور نیزوں کے مصائب کا نام سنتے ہی کانوں پر ہاتھ دھرنے لگے۔ چنانچہ مقتل ابو مخنف میں لکھا ہے فجعل القوم یتفرقون فلما بین الاھل بیتہ وموالیہ وھی نیف وسبعون رجلا وھم الذین خرجوا معہ من مکۃ فنادبھم۔ یعنی یہ اعلان سنکر تمام لوگ متفرق ہو گئے اور آپ کے ساتھ سوائے اہلبیت طاہرین اور اصحاب مخصوصین کے کوئی دوسرا نہیں رہا اور یہ حضرات وہی تھے جو مدینہ منورہ سے ہمراہ تشریف لا رہے تھے اور انکی تعداد بہتر آدمی تھے اور یہی بزرگوار آپ کے ساتھ آگے بڑھے۔

اسلام کی بدنام کرنیوالی تحریکیں جو واقعات کربلا کو معمولی ملک گیری یا سے تعبیر کرتی ہیں۔ وہ ان حالات کو پڑھکر اپنی غلط فہمی اور سوء ظنی کی کامل اصلاح فرمالیں کیا ایسے واضح اور روشن احوال پڑھکر بھی وہ اپنے غلط شبہوں پر اصرار کرتے رہینگے؟ کیا اب وہ نہ سمجھیں گے کہ اگر امام عالیمقام کے وہی ارادے ہوتے جیسا کہ وہ خیال فرماتے ہیں تو آپ کبھی ان لوگوں کو عمداً یوں رخصت نہ کر دیتے کیا کوئی ملک گیر اپنی فتوحات کی کوششوں میں اپنی ہمراہی جماعت کو بڑھانیکے عوض گھٹانے یا کم کرنے کا خیال کر سکتا ہے؟ اور کم کرنا بھی ایک ایسی مختصر تعداد تک جو فوج کشی یا ملک گیری کی ضرورتوں کو تو کہاں اپنی ضروری حفاظت کے لئے بھی پورے طور سے کافی نہ ہو ان واقعات کو پڑھکر ایسے مشتبہ حضرات کو یقین کر لینا چاہیے۔ کہ واقعات کربلا کی ضرورت کسی طرح دنیاوی تعلقات سے متعلق نہ تھی بلکہ اسکی بنا اس حکم الہی اور فرمان رسالت پناہی پر قائم تھی جسکی خبر پچاس برس پہلے جناب مخبر صادق صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی معلوم ہو چکی تھی اس راز خداوندی کو ایک مدت تک پوشیدہ رکھنا ضروریات سے تھا چونکہ دربار ایزدی سے اس مقدس اور عظیم الشان خدمات کی تعمیل جناب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مخصوص فرمائی گئی تھی اسلئے آپ نے اسکو مکہ سے یہاں تک علانیہ ظاہر نہ فرمایا اب چونکہ اس کا زمانہ بالکل قریب پہنچ گیا تھا اور یہ بے ضرورت جمعیت جو ان شدائد و مصائب کے تحمل کی مطلق قوت نہ رکھتی تھی روز بروز بڑھتی چلی جاتی تھی لہذا ان کو خبردار کر دینا اور ان کو اصلی نتیجہ تبلا دینا ضروری تھا اسی لئے آپنے انکو اب ظاہری طور پر اپنے موجودہ سفر کا صحیح اور حقیقی نتیجہ تبلا دیا اور وہ لوگ آپکے ارشاد کو اپنی موجودہ خواہش کے بالکل مخالف پاکر آپ سے علیحدہ ہو گئے۔

اب ہم اپنے قدیم سلسلہ بیان پر آ گئے منزل زبالہ سے کوچ ہوا تو دوسرے دن جناب امام حسین علیہ السلام اپنے رفقاء کے ہمراہ جنکی تعداد بہتر تھی قصر مقاتل میں تشریف فرما ہوئے۔

ساتویں منزل قصر مقاتل

قصر مقاتل بین عین التمر والشام منسوب الی مقاتل بن حسان وھی قریب القطقطانیہ

عین التمر اور شام کے درمیان واقع ہے اور شہر قطقطانیہ سے قریب ہے
اور یہ قصر مقاتل ابن حبان کی طرف منسوب ہے۔ قصر بنی مقاتل
میں پہنچکر دور تک اونچے اونچے خیمے نصب دیکھے گئے اور میدان کا
میدان گھوڑوں اور سواروں اور ہتھیاروں سے بھرا ہوا دیکھا گیا
دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حر ابن زیاد ریاحی اور اس کے ہمراہی
فروکش ہیں اور یہ سب اسی کا لشکر ہے تاریخ کبیر طبری میں قصر
مقاتل کی جگہ اس منزل کا نام منزل شراف لکھا ہے۔ وہ حر کی
ملاقات کی کیفیت کا خلاصہ یوں لکھتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام
منزل شراف سے آگے بڑھے تھے کہ لشکر یزید کے ہزار سواروں نے ان کو گھیر لیا
حر ابن یزید ان سواروں کا افسر تھا چونکہ ٹھیک دوپہر کا وقت تھا اور سوار دوپہر
کی شدت سے بدحواس تھے اس لئے جناب امام حسین علیہ السلام
نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ پانی کی مشکیں جو ہمراہ ہیں لاؤ اور اس
لشکر کو سیراب کرو۔ چنانچہ وہ لوگ دوڑے اور سب کو پانی پلایا۔

منزل شراف میں حر کی ملاقات اور اس کے سیراب کرنے کے حالات

صاحب ناسخ التواریخ نے اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے
چنانچہ انکی عبارت یہ ہے۔

حسین علیہ السلام غلامان خویش را فرمود تا سپاہ حر را سیراب
کنند۔ اقداح و اوانی ایشاں را پر از آب نمودند آنگاہ نوبت
بستایش فرس و جمل رسید۔ اسپہا نیز کرۃ بعد کرۃ آب دادند
تا نیک سیراب گشتند۔ علی ابن الطعان المحاربی گوید من با سپاہ
حر بودم از قفائے ہمگان رسیدم چوں امام حسین علیہ السلام
مرا دید و تشنگی مرا و اسپ مرا بدانست فرمود تا اشتر راویہ را
بخوابانید۔ و من مراد آبیہ و او ندانستم آنگاہ مرا فرمان داد کہ عطف راویہ بگیر
تا نیک تر بر آب سیلان گیرد۔ من را امتثال ایں امر دانا نبودم۔ آنحضرت
علیہ السلام خود برخاستہ و بدست مبارک آں خدمت کرد تا من
سیراب شدم و اسپ خود را سیراب کردم (صفحہ ۲۱۹)
بہر حال فرزند ساقی کوثر کی اخلاقی فیض رسانیوں سے حر کا
تمام لشکر سیراب ہو گیا اور پیاس سے ان کے جلتے ہوئے دلوں
و دہکتے ہوئے کلیجوں کی آگ بالکل ٹھنڈی پڑ گئی۔
جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے خاص محاسن اخلاق کے

کے اظہار میں فیض نفیس جیسا کچھ اہتمام فرمایا وہ ابھی ابھی
علی ابن الطعان المحاربی کی زبانی اوپر کے واقعات سے
ظاہر ہوا لشکر حر کی سیرابی میں یہاں تک عرصہ ہو گیا کہ ظہر
کی نماز کا وقت آ گیا تو جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے
اصحاب کی جماعت میں سے حجاج ابن مسروق کو اذان کہنے کا
حکم دیا اور خود خیمہ مطہر میں تشریف لے گئے، جب تک باہر
اذان دی گئی آپ نے اندر کپڑے بدلے اور خیمہ مقدس سے باہر
نماز جماعت کے لئے تشریف لائے۔ تمام تاریخوں کا اس پر اتفاق
ہے کہ اس جماعت میں حر اور اس کے تمامی ہمراہی شریک ہوئے
جناب امام حسین علیہ السلام نے امامت نماز فرمانے سے پہلے
حر اور اس کے ہمراہیوں کو مخاطب فرما کر ذیل کا خطبہ ارشاد
فرمایا جسکو ہم تاریخ طبری کی عبارت سے لکھتے ہیں

اما بعد ایھا الناس فانکم ان تتقوا و تعرفوا الحق لاھلہ
یکن ارضیٰ للہ و نحن اھل البیت اولی بولایۃ ھذا
الامر علیکم من ھؤلاء المدعین ما لیس لھم والسائرین
فیکم بالجور والعدوان وان انتم کرھتمونا و جھلتم حقنا
وکان رایکم غیر ما اتتنی کتبکم وقدمت بہ علیّ رسلکم
انصرفت عنکم۔

ایہا الناس خوشنودی خدا اسی میں ہے کہ پرہیزگاری
اختیار کرو اور اہل حق کا حق پہچانو۔ ہم اہلبیت رسالت ہیں
اور خلافت و امامت ہمارا حق ہے۔ ان جھوٹے مدعیوں کا جو تم پر
بجور و عدوان حکمران بنے ہوئے ہیں، لیکن اگر تم ہمیں ناپسند
کرتے ہو اور ہمارے حق سے انجان بنتے ہو اور جو کچھ تم نے خطوں
اور سفیروں کے ذریعہ سے عہد کیا ہے اس کے برخلاف ہو گئے
تو خیر میں واپس چلا جاؤں۔ یہ ارشاد سنکر امام طبری کا بیان
ہے کہ حر نے کہا کہ ہم آپ کے خطوں اور سفیروں کے معاملہ کو نہیں
جانتے جناب امام حسین علیہ السلام نے عقبہ ابن سمعان کو حکم دیا
اور وہ دو تھیلیاں خطوں سے بھری لائے اور حر کے سامنے ان
خطوں کو پھیلا دیا حر نے کہا کہ ہم لوگ ان کاتبوں میں نہیں
ہیں اور ہم کو حکم ہے کہ ہم آپ کو لے جا کر امیر ابن زیاد کے سامنے
پیش کر دیں جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تمہاری موت اس سے زیادہ

قریب ہے لہذا اس رد و قدح کے بعد یہ قرار پایا کہ ابن زیاد کو لکھا جائے اور تا وقتیکہ کوئی جواب نہ آئے واپسی کی راہوں کو چھوڑ کر کسی دوسری طرف سفر کیا جائے۔

خواجہ اعثم کوفی اپنی تاریخ میں بھی قریب قریب یہی مضمون لکھتے ہیں ان تمام واقعات کو وہ بیان کرتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام اپنے خیمہ میں جا بیٹھے، تھوڑی دیر میں حر بھی آپ کے قریب آ بیٹھا اور تمام آدمی اپنے اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے ہوئے کھڑے تھے کہ اتنے میں حر کے پاس کوفہ سے خط آیا کہ حکم سے مطلع ہوتے ہی حسین ابن علی علیہما السلام۔ اُن کے اصحاب کو نظر بند کر لینا اور خود ان کے ساتھ سے علیحدہ نہ ہونا یہاں تک کہ انھیں میرے پاس حاضر کرو اور میں نے اس قاصد کو حکم دیا ہے کہ تیرے ساتھ ساتھ رہے جب تک کہ تو اس حکم کو پوری طرح انجام دے لے۔ اور میری فرمانبرداری کا حق ادا کرے۔ ہمارے معزز اور محترم دوست عالی جناب شیخ احمد حسین صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ پریانواں ضلع پرتاب گڈھ اپنے رسالہ البلاد المبین میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابھی بیان ہو چکا ہے کہ امام عالی مقام نے فرزدق شاعر کے جواب میں یہ کلمہ ارشاد فرمایا تھا کہ اگر میں مکہ سے باہر نکلنے میں خود عجلت نہ کروں تو دشمن اسیر اور مجبور کر کے مجھ کو لیجائیں گے، چنانچہ حر کے ارادہ سے ظاہر ہو گیا کہ امام کی بات ظنی نہیں تھی بلکہ حضرت کا وہ کلمہ متعلق علم امامت اور شہادت کے اعتبار پر تھا (دیکھو البلاد المبین صفحہ ۵۰)

المختصر اعثم کوفی آگے تحریر فرماتے ہیں کہ حر نے ابن زیاد کے مضمون خط سے مطلع ہو کر اپنے ہمراہیوں کو بلایا اور کہا یہ مردود کمبخت ابن زیاد مجھے لکھتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کو گرفتار کر کے حاضر کر اور جہاں تک میں سوچتا ہوں میرا دل مجھے ایسی بات اور ایسے کام پر آمادہ نہیں ہونے دیتا، جس سے جناب امام حسین علیہ السلام رنجیدہ ہوں بس اس امر سے سخت پریشان ہوں حر کا ایک ہمراہی ابوشعشا ابن زیاد کے قاصد سے کہنے لگا کہ تیری ماں تیری جدائی میں روئے تو کس کام کے لئے یہاں آیا ہے اس نے کہا کہ میں نے اپنے امام کی فرمانبرداری کی اور اپنی بیعت کو پورا کیا ہے۔ اپنے امیر کا حکم تم کو پہنچا دیا۔ ابوشعشا نے کہا مجھے اپنے سر و جان کی قسم ہے تو اپنے امام کی فرمانبرداری کی سبب خدا کی درگاہ میں گنہگار ہو گیا تو نے اپنے آپ کو تباہ کر ڈالا اپنی دنیا و آخرت دونوں خراب کر دیں اور دوزخ کی آگ اپنے واسطے سلگا لی۔ تیرے امام کی تعریف میں حق سبحانہ و تعالٰی فرماتا ہے۔ وجعلنٰہم ائمۃ یدعون الی النار ویوم القیٰمۃ لا ینصرون۔ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ نماز عصر کا وقت آ گیا، جناب امام حسین علیہ السلام نے موذن سے فرمایا کہ اذان دے، پھر آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور پھر ویسا ہی خطبہ ارشاد فرمایا جیسا کہ ابھی ابھی اوپر لکھا جا چکا ہے۔ (دیکھو ترجمہ اعثم کوفی صفحہ ۳۴۶)

تحریر الشہادتین میں مولوی سلامت اللہ صاحب حر کی زبانی تحریر فرماتے ہیں پس نمی گذارم ترا تا آنکہ ببرم ترا پیش ابن زیاد اور مقتل ابو مخنف میں بھی یہی مضمون درج ہو چکے الفاظ یہ ہیں۔ قال الحر لہ لا نفارقک حتی ادخلک علی ابن زیاد۔ میں آپ کی ہمراہی تاوقتیکہ آپ کو عبید اللہ ابن زیاد کے پاس نہ لیجاؤں نہ چھوڑونگا جناب امام حسین علیہ السلام نے حر کے جواب میں فرمایا۔ الموت ادنٰی الیک من ذلک ثم قال لاصحابہ قوموا فارکبوا کہ تمہاری موت تمہارے اس ارادہ سے جلد آ جائیگی یعنی تاوقتیکہ ان کوششوں میں تم اپنی جانیں نہ کھپا دو ممکن نہیں کہ تم اپنے خیالات میں کامیاب ہو سکو یہ فرما کر اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ اٹھو اور سوار ہو، حکم پاتے ہی تمام اصحاب سوار ہو گئے اور مخدرات علیہا کو بھی محملوں میں سوار کر لیا، جب حر کے لشکر نے ہمراہیان جناب امام حسین علیہ السلام کی یہ تیاری دیکھی تو وہ بھی آراستہ ہو کر عین راستہ پر کھڑا ہو کر حائل ہو گیا۔ امام علیہ السلام نے حر کی گستاخانہ مزاحمت دیکھ کر فرمایا ثکلتک امک ما تزید تیری ماں تیرے غم میں روئے تو نے یہ کیا ارادہ کیا ہے حر نے نہایت ادب سے ذیل کے الفاظ میں جواب دیا۔ اما لو غیرک من العرب یقولہا لی وھو علی مثل ھذہ الحال التی علیہا ما ترکت ذکر امہ بالثکل کائنا من کان ولکن واللہ ما لی الی ذکر امک من سبیل الا ما نقدر علیہ۔

اگر حضور کے سوا اہل عرب میں سے کسی دوسرے شخص نے میری ماں کا نام لیا ہوتا تو میں بھی ضرور اس کی ماں کو انہی الفاظ سے یاد کرتا، لیکن خدا کی قسم میں آپ کی مادر گرامی کو سوائے نیکی اور بہتری کے کسی لفظ کے

کیا وہی نہیں کر سکتا اتنا سنکر جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا واللہ لا انبعك فقال اذا واللہ لا ادعك۔ قسم خدا کی میں تو تیرا کہنا نہیں مانوں گا حر نے عرض کیا قسم خدا کی میں آپکو جانے نہ دونگا مؤرخین کا بیان ہے کہ تنہا میں تین بار انہی کلمات کی تکرار ہوئی آخرکار امام حسین علیہ السلام نے حر سے کہا کہ جب تیرا قصد میرے ساتھ ایسا ہی ہے تو تو ہی تنہا ہو کر اپنی فوج سے نکل آ اور ہم بھی یکہ و تنہا تیرے مقابلہ میں نکل آئیں ہم دونوں آپس میں مقابلہ کر کے باہم سمجھ لیں اور قصہ چکا جائے حر نے یہ سنکر جواب دیا کہ ہمکو آپ کے ساتھ تیغ آزمائی اور معرکہ آرائی کی اجازت نہیں ہے جو حکم مجھکو ہوا ہے وہ اتنا ہی ہے کہ آپکو جہاں پاؤں وہاں سے کوفہ پہنچا دوں اور اگر آپ نے میرے اس کلام کو قبول نہ فرمایا تو آپ اب جو ایسی راہ اختیار فرمائیں جو نہ مدینہ کی طرف جاتی ہو اور نہ کوفہ کی جانب اور یہی حالت اُس وقت تک قائم رہیگی جب تک کہ عبیداللہ ابن زیاد کی طرف سے میرے اطلاعنامہ کا جواب نہ آئے چنانچہ ہمارے معزز ہمعصر صلاح النشاتین میں طبری کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

چنانچہ امام حسین علیہ السلام نے مقام عذیب سے جو قادسیہ سے ۳۸ میل کے فاصلہ پر ہے وہ راستہ جس پر چلے آ رہے تھے چھوڑ دیا اور ایک روایت میں ہے کہ دمشق کی طرف چلے۔

منزل آٹھویں بیضہ عُذَیبُ الہِجانات یا **عذیب النعمان** میں طرماح ابن عدی اور مجمع ابن عبداللہ جو کوفہ سے آ رہے تھے جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے حالات کوفہ دریافت کیے مجمع نے بیان کیا کہ عموماً سرداروں کو بڑی بڑی رشوت کی رقمیں دیکر ابن زیاد نے ملا لیا ہے اور ان سب نے آپکے خلاف اتفاق کر لیا ہے باقی اہل کوفہ کے دل آپکی طرف مائل ہیں مگر اس سے کیا حاصل کل کو انہی کی تلواریں آپ پر کھنچی ہونگی یعنی ابن زیاد اور وہ رشوت خوار لوگ انکو ڈرا دھمکا کر یا دباؤ دکھلا کر آپکے مقابلے میں لا بٹھینگے جناب امام حسین علیہ السلام نے پوچھا ہمارے قاصد قیس ابن مسہر کا بھی کچھ حال معلوم ہے مجمع نے کہا کہ وہ شہید کئے گئے یہ سنکر جناب امام حسین علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آیہ وافی ہدایہ فمنہم مّن قضی نحبہٗ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ پڑھکر یہ دعا فرمائی اللّٰھم اجعل لنا ولھم الجنۃ واجمع بیننا وبینھم فی مستقر من رحمتك ورغائب مذخور ثوابك بعد ازاں طرماح نے عرض کی میں دیکھتا ہوں تو آپکے ساتھ اتنی قلیل جماعت ہے

کہ اسکے لیے یہی لشکر حر جو آپکو گھیرے ہوئے ہے کافی ہے۔ اور ادھر کی یہ کیفیت کہ میدان کوفہ میں اس قدر فوجوں کا جماؤ ہے کہ قبل ازیں میں نے کسی میدان میں اس کثرت سے فوجوں کا مجمع نہیں دیکھا تھا وہاں دریافت کرنیسے معلوم ہوا کہ جائزہ لینے کے بعد یہ تمام فوجیں آپکے مقابلہ میں بھیجی جائینگی قصر بنی مقاتل سے کچھ دور آگے کوچ ہوا تھا تو جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے حضرت علی اکبر علیہ السلام سے اپنے ایک خواب کا یوں ذکر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اب ہمارا وقت شہادت قریب ہے حضرت علی اکبر نے عرض کی جبکہ ہم حق پر ہیں تو ہمیں موت کی کچھ پروا نہیں ہمکو تو دلی سے حق پر جان دینگے جناب امام حسین علیہ السلام نے فرزند سعید کو دعا دیکر فرمایا جزاك اللہ من ولد خیر ما جزی ولدا عن والدہ

نویں منزل ذی حُسُم۔ اس منزل پر پہنچکر جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ معاملے نے جو صورت اختیار کی وہ تم سب کے پیش نظر ہے، دنیا کا رنگ بدل گیا، نیکیاں مفقود ہو گئیں اور کچھ یوں ہی سے آثار خیر باقی ہیں باطل کا دور دورہ ہے اور حق پر عمل کرنیوالے نہیں رہے، اب وہ وقت آگیا کہ اشرار و مفسدین سے کنارہ گزین ہو کر مومن محض اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرے مجھکو طاقت کے ساتھ جینا شاق ہے اور میں اپنی موت کو شہادت سمجھتا ہوں۔ اس تقریر کو سنکر زہیر ابن القین نے تمام اصحاب کی طرف سے کہا کہ اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سب نے آپکا ارشاد سنا، واللہ اگر یہ بھی ہو کہ ہم آپ کی نصرت و رفاقت سے دست بردار ہو جائیں اور دنیا ہمارے لئے وہیں بنجائے اور ہم ہمیشہ کے لئے اس میں رہنے والے بھی ہوں تو بھی ہم دنیا میں رہنے پر آپ ہی کی معیت کو اختیار کریں گے۔ (دیکھو طبری و صلاح صفحہ ۲۹)

ناسخ التواریخ میں بھی یہی مضمون قریب قریب درج ہے۔ مگر اتنا اضافہ اس میں ضرور ہے کہ زہیر ابن القین کے اظہار رفاقت کے ساتھ حضرت حبیب ابن مظاہر کے خلوص و عقیدت کو بھی ان کی زبانی قلمبند کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ہلال ابن نافع - زہیر ابن القین کی عقیدتمندانہ تقریر کے ختم ہو جانے کے بعد فرمانے لگے واللہ ما کرھنا لقاء ربنا وانا علی نیاتنا وبصائرنا نوالی من والاك ونعادی من عاداك قسم خدا کی ہم اپنے پروردگار سے ملاقات کرنیکو مکروہ نہیں

وکل حي سالك سبیلي　　ما اقرب الموعد من الرحیل
وانما الامر الی الجلیل　　سبحان ربي ماله مثیل

(ناسخ التواریخ صفحہ ۲۲۵) اور امام ابو اسحٰق اسفرائنی نے اپنی مقتل میں یہ تین اشعار زیادہ لکھتے ہیں۔

اهل العراق هل لکم خلیل　　ولکم الاشراف والذلیل
والامر فی ذاك للجلیل　　وکل حي سالك سبیل
وما فرق النقلة والرحیل　　وکل شی له دلیل

اے اہل عراق آیا تمہارا کوئی دوست ہے آیا تم کسی کو شریف اور صاحب فضیلت سمجھتے ہو اس حالہ میں انقلاب اللہ کے ہاتھ ہے ہر ذی حیات ایک روز مریگا اور میں اب نہ یہاں نقل و حرکت کرتا ہوں اور نہ کہیں کوچ کرتا ہوں۔ خدا ہر ایک کا رہنما ہے۔ (اصل نسخہ عربی صفحہ ۲۶ ترجمہ مطبوعہ بنارس صفحہ ۷۶)

صاحب ناسخ التواریخ اور امام اسفرائنی باتفاق خود یا تحریر فرماتے ہیں کہ جناب علی ابن الحسین علیہما السلام فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار ان اشعار کو کہہ رہے فرماتے تھے اور اپنی تلوار اور آلات حرب کو صاف کرتے جاتے تھے میری آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے لیکن میں نے اپنے آنسوؤں کو ضبط کیا اور قطعی سکوت اختیار کیا لیکن جب میری والدہ نے یہ اشعار سُنے تو اُن سے ضبط نہ ہو سکا اپنے حزن و خوف کو ظاہر کیا اور وہ جناب امام حسین علیہ السلام کی طرف چلیں کہ دامن زمین سے گھسٹتے جاتے تھے اور حضرت سے عرض کی کہ اے مولا! کاش موت آجاتی اے خلیفہ گزشتگان اور اے حامی درماندگان! یہ باتیں تو ایسی ہیں جیسے کسی کو اپنی موت کا یقین ہو جاتا ہے میرا دل آپکے یہ اشعار سُنکر کباب ہو گیا ہے اور انہوں نے میرے جگر کو جلا دیا ہے یہ کہکر سخت روئیں۔ اور انکے رونے سے سب رونے لگی اور حضرت اُم کلثوم علیہا السلام نے فرمایا واحمداہ واعلیاہ واحسناہ وااسفاہ۔ اے فرزند رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم وائے ہو ہم پر کہ ہم تمہارے بعد زندہ رہیں آپنے سب مخدرات کو تسلی اور تشفی دیکر فرمایا کہ اے بہنو! تم مطابق تقرب خدا کے ماتم واری کرنا کہ آسمان کے رہنے والے بھی ایک روز فنا ہو جائینگے اور ساکنین زمین بھی مرجائینگے اور تمام مخلوق فنا ہونیوالی ہے۔ اے اُم کلثومؑ۔ اے فاطمہؑ۔ اے عاتکہؑ اے سکینہؑ۔ جس وقت کہ میں قتل کیا جاؤں میری لاش پر اپنے گریبان کو چاک نہ کرنا اور اپنے مُنہ کو زخمی نہ کرنا پھر بعد رات خیموں میں گئیں اور وہاں بآواز بلند چیخ چیخ کر رونے لگیں حتے کہ اُنکی صدائے گریہ و زاری و نوحہ و بکا بہت بلند ہوئی تو پھر حضرتؑ اُنکے پاس خیمہ میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے اہلبیت صبر کرو حضرت زینب علیہا السلام نے فرمایا کہ آپکے مرنے پر صبر نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہم کو بعد آپ کے زندگی خوش آسکتی ہے جبکہ آپ ایسی باتیں کرتے ہیں تو ہم کیونکر نہ روئیں کیوا بھائی کیا میں آپ کو مقتول اور آپکے مال و اسباب کو دشمنوں کے ہاتھوں غارت ہوتا ہوا اور حرم محترم کو قید اور آپ کے جسم شریف پر راہوار چلتے ہوئے دیکھونگی اور وہ بے گور و کفن پڑا ہوگا یہ پیشین گوئیاں یاد کرکے ہم کیونکر نہ نوحہ کریں (نسخہ عربی صفحہ ۳۵ ترجمہ صفحہ ۷۸)

مقتل ابو مخنف میں بھی قریب قریب یہی مضمون مندرج ہے اور ابن حجر نے صواعق محرقہ میں بھی یہی لکھا ہے اور امام قندوزی نے ینابیع المودۃ مطبوعہ بمبئی کے صفحہ ۳۲۸ میں بھی یہی مضمون قلمبند فرمایا ہے المختصر پردگیان عصمت اور دلفگاران مصیبت کو اچھی طرح تسلی اور تشفی دیکر جناب امام حسین علیہ السلام عصمت سرا سے باہر تشریف لائے اور اپنے تمام اعوان و انصار کو قریب قریب اپنے خیموں کے نصب فرمانے کا حکم دیا فوراً جاں نثاروں نے تعمیل حکم کی اور اُس چٹیل میدان میں اس ترتیب سے اُن وفاداروں نے اپنے اپنے خیمے اور سرا پردے لگا لیے کہ جناب اہلبیت کرام سے ملے ہوئے خیمے تو عزیز و اقارب جناب امام عالی مقام کے کھڑے ہوئے اور اُنکے بعد اصحاب جاں نثار نے اپنی اپنی فرودگاہیں درست کیں اُنکے بعد راحلے اور دوسری سفر کی ضرورتوں کے لئے خادموں اور غلاموں نے اپنے ڈیرا ڈال لیے مورخین کا بیان ہے کہ خیمے سب اس قرینہ سے یکے بعد دیگرے ملے جلے لگائے تھے کہ ایک دوسرے سے اپنی ضرورت کے وقت نہایت آسانی سے ملاقات کر سکتا تھا۔ اور دوسری محرم سے دسویں محرم تک جب تک کہ ظلم و نفاق کے بھڑکتے ہوئے شعلوں نے انکو خاک سیاہ نہ کر ڈالا اس وقت ان میں باہمی آمد و رفت اسی طرح قایم رہی اور تمام عزیز و اقارب اہلبیت کی زیارت سے مشرف ہوتی رہی اور اسی طرح اصحاب و انصار کی عورتیں بھی مخدرات عظمے کی زیارت سے باریاب ہوا کرتی تھیں

کوفہ کے حالات اور ابن زیاد کا عمر سعد کو امیر لشکر بنا کر کربلا کی طرف بھیجنا

جب ابن زیاد نے جناب امام حسین علیہ السلام کے نزول کربلا کی تحقیقی خبر پائی تو وہ بنہایت اطمینان سے قتل حسینؑ اور قوت سلطنت یزید کو بندوبست کرنے لگا یہاں تک کہ حُر ابن یزید الریاحی کی آخر رپورٹ دربار میں پہنچی کہ جناب امام حسین علیہ السلام کو معہ ان کے ہمراہیوں کے کوفہ کی راہ سے پھیر کر کربلا تک پہنچا چکا ہوں اور اب یہاں سے وہ کسی طرح آگے جانے نہیں پائیں گے۔ اس رپورٹ کے سنتے ہی اُس نے جناب امام حسینؑ علیہ السلام کا وہیں قتل کیا جانا کوفے میں لائے جانے سے بہتر سمجھا اور حصین ابن نمیر کو قادسیہ سے کربلا پہنچ جانے کے لئے سخت تاکید لکھ بھیجی۔ کوفہ سے بھی کربلا کی طرف فوجیں روانہ کرنے کا انتظام کرنے لگا پہلے اسکا خیال یہ تھا کہ مشکل سے کوئی جناب امام حسینؑ علیہ السلام پر ہاتھ اٹھانے کے لئے راضی ہوگا اس لئے وہ پس و پیش کرتا تھا مگر عمر ابن سعد نے اس خون ناحق اور اس ذبح عظیم کے اقدام پر اپنی پوری آمادگی دکھا کر اس کی موجودہ تشویش کو بالکل رفع کر دیا چنانچہ علامہ ابو اسحٰق اسفرائنی اور خواجہ احمد اعثم کوفی عمر سعد کے حالات میں لکھتے ہیں کہ حُر ابن یزید الریاحی کا خط پا کر ابن زیاد نے کوفہ میں منادی کرا دی کہ جو شخص حسین علیہ السلام کا سر لائیگا اُس کو میں دس برس کے لئے مُلک رَے دے دونگا اور ایسی ہی عام منادی شہر بصرہ میں بھی ہوگئی عمر ابن سعد ابن زیاد کے پاس آیا اور کہا کہ میں جناب امام حسین علیہ السلام کا سر لاؤں گا۔ ابن زیاد نے کہا کہ بہتر ہے۔ جا اور امام حسین علیہ السلام پر پانی بند کر اور اُنکا سر میرے پاس لا اُس نے کہا سمعناً و اطعناً۔ پس اُسی وقت اس نے ایک علم کھڑا کیا اور چھ ہزار آدمی اسکے نیچے دیکر اس کو کربلا کی روانگی کا حکم دیا پس عمر ابن سعد اپنے گھر آیا تو اسکے پاس مہاجرین و انصار و ساکنان کوفہ کی اولاد آئی اور اُس سے کہا کہ افسوس ہے تجھ پر اے عمر تو ہرگز امام حسین علیہ السلام سے لڑنے نہ جا اُس نے کہا اچھا میں ایسا نہ کرونگا بعد اسکے

ملک رے کی طمع اور سلطنت کی لالچ میں متفکر ہو کر سوچتا رہا جب اُس کے پس و پیش کی خبر ابن زیاد کو پہنچی اُس نے عمر ابن سعد کو بُلا کر سخت سرزنش کی چنانچہ صاحب صلاح النشاتین طبری کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

بیان کیا گیا ہے کہ عمر جناب امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ میں جانا نہ چاہتا تھا۔ مگر جب اس کو یہ دھمکی دی گئی کہ فرمان حکومت رے جو اُسے مل چکا ہے واپس لے لیا جائیگا تو حرص دنیا اسکی عقل پر غالب آگئی۔ امام اسفرائنی نے لکھا ہے کہ آخرکار اُس نے ملک رے کو اختیار کیا اور اپنی تشویش کے اظہار میں اُس نے یہ اشعار نظم کئے۔

فواللہ ما ادری وانی لواقف	افکرنی امری علی خطرین
أأترک ملک الری والری منیتی	ام ارجع ماثوما بقتل حسینؑ
فان صدقوا فیما یقولوا فانّنی	اتوب الی الرحمٰن توبۃ سنتین
وان کذبوا فزنا بدنیا دنیّۃ	وملک عقیم دائم الحجلین
الا انما الدنیا بخیر معجل	وما عاقل باع الوجود بدین
فان اناک نفس تازمی تعمداً	یقینا واعلموا عالم الجنتین
ولکن رب العرش یغفر زلّتی	ولو کنت فیہا اظلم الثقلین

قسم خدا کی میں متفکر اور متامل ہوں اور کچھ نہیں جانتا ہوں دو بڑے امور میں آیا مُلک رَے کو ترک کردوں اور اپنی تمنا کو چھوڑ دوں یا حسین علیہ السلام کے قتل کرنیکا گنہگار بنوں پس اگر انہوں نے سچ کہا جو یہ کہتے ہیں کہ توبہ قبول ہوجاتی ہے تو تو میں توبہ ہی کرونگا خدا سے اگرچہ بڑی توبہ ہوگی اور اگر وہ جھوٹے ہیں پس میں دنیا کے دنی میں کامیاب رہا۔ اور ملک عقیم ہے وہ کسی کا پاس لحاظ کرتا ہی نہیں خبردار ہو کہ دنیا ایک خوبی معجل ہے یعنی نقد اور کوئی عاقل ایسا نہیں ہوتا جو موجود کو قرض عوض فروخت کردے اگر میں اُس کو قتل بھی کردونگا تو اپنے زمانہ میں تو کامیاب ہو جاونگا اور دوسرے عالم میں کچھ نقصان بھگت لونگا لیکن پھر پروردگار عرش میری اس خطا کو بخش دیگا اگرچہ میں کل جن و انس میں سب سے زیادہ خطاوار ہی کیوں نہ ہوں (ترجمہ مقتل ابو اسحٰق اسفرائنی مطبوعہ بنارس صفحہ ۸۰)

مقتل ابو مخنف اور صواعق محرقہ میں یہی مضمون درج ہے صواعق محرقہ

کی عبارت یہ ہے۔ ثم نادی ابن زیاد فی عسکرہ من یاتینی برأس الحسین علیہ السلام فلہ الجائزۃ العظمیٰ واعطیہ ولایۃ الری سبع سنین فقام الیہ عمر بن سعد بن ابی وقاص وقال انا فقال امنعہ عن شرب الماء واتنی برأسہ فجعل علی عمر اولاد المہاجرین والانصار قالوا یا ابن سعد تخرج الی حرب الحسین وابوک سادس الاسلام فقال لست افعل ذلک ثم جعل یفکر فی ملک الری وقتل الحسین علیہ السلام فاملہ الشیطٰن واعمٰی قلبہ۔

عبیداللہ ابن زیاد نے اپنے تمام لشکر میں منادی کرا دی کہ جو شخص جناب امام حسین علیہ السلام کا سر میرے پاس لائے گا میں اسکو بہت بھاری انعام دونگا اور ملک رے کا محاصل بھی سات برس تک اس کے لئے اور اس کے بیٹے کے لئے کر دونگا۔ یہ سنکر ابن سعد کھڑا ہو گیا اور ابن زیاد کو کہا میں جاؤنگا۔ یہ سنکر ابن زیاد نے کہا کہ اچھا جاؤ اور امام حسین علیہ السلام پر پانی بند کر دو اور ان کا سر کاٹ کر میرے پاس لے آؤ۔ یہ حال دیکھ کر مہاجرین و انصار باشندگان کوفہ کی اولاد عمر سعد کے پاس آئی اور کہا کہ اے عمر تو جناب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ لڑنے کا قصد ہرگز نہ کر کیونکہ تیرا باپ ان لوگوں میں سے چھٹا شخص ہے جو سب سے پہلے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اونکا یہ کلام سنکر اس نے جواب دیا کہ اچھا میں یہ امر اب نہ کرونگا۔ یہ کہکر وہ ملک رے اور قتل جناب امام حسین علیہ السلام کے بارے میں سوچنے لگا پس شیطان نے اسکو گمراہ کیا اور اس کے قلب کو اندھا کر دیا۔

حال عمر ابن سعد چھ ہزار اور بروایتے نو ہزار جمعیت کے ساتھ کربلا کی طرف روانہ ہوا۔ اور ابن زیاد بد نہاد جامع مسجد کوفہ میں آیا اور تمام لوگوں کو جمع کر کے ذیل کا خطبہ پڑھا۔ انکم بلوتم آل ابی سفیان فوجدتموہم کما تحبون وہذا امیر المؤمنین یزید قد عرفتموہ حسن السیرۃ محمود الطریقۃ محسناً الی الرعیۃ ویعطی العطاء فی حقہ قد امنت السبل علی عہدہ وکذلک کان ابوہ معاویۃ فی عصرہ وہذا ابنہ یزید من بعدہ یکرم العباد ویغنیہم بالاموال ویکرمہم وقد زادکم فی ارزاقکم مائۃ مائۃ وامرنی ان اوفرہا علیکم واخرجکم الی حرب عدوہ الحسین فاسمعوا لہ واطیعوا۔

ایہا الناس! تم نے آل ابوسفیان کی پورے پورے طور سے آزمائش کر لی اور وہ تمہارے امتحانوں میں ٹھیک اترے اور تم نے اپنے امیرالمومنین یزید کو بھی اچھی طرح دیکھ لیا اور پہچان لیا کہ اسکی عادت شائستہ اور سیرت آراستہ ہے اور رعایا اور برایا کی ہدایات اور حسنات کے متعلق وہ معینہ کوشاں اور سخی ہے اور اس کا دورہ سلطنت نہایت امن و امان کا ہے۔ وہ اپنی زیر حکومت رعایا کے ساتھ اسی طرح سلوک کر رہا ہے جس طرح اس کا باپ معاویہ تم لوگوں کے ساتھ سلوک کیا کرتا تھا اب یزید اسی باپ کا بیٹا ہے جس نے عوام الناس کے ساتھ اچھے سلوک قائم رکھے ہیں اور لوگوں کو مختلف طور سے اموال عنایت فرما کر غنی اور مالدار بنا دیا اور تم لوگوں کے عطایائے مقررہ میں سو روپیہ سالانہ کا اضافہ فرمایا ہے اور مجھکو حکم دیا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ان عطایا مقررہ میں اور بھی اضافہ کر دوں اور تم کو حسین سے لڑنے کے لئے جو تمہارے زمانہ یزید کا دشمن جانی ہے روانہ کروں۔ پس تم ان احکام کو سنو اور دل و جان سے انکی تعمیل کرو۔ مورخین کا بیان ہے کہ اس کے بعد ابن زیاد منبر سے نیچے اترا اور اہل کوفہ کے لئے خزانوں کا منہ کھولدیا پھر کیا تھا، دنیا پرست ایمان فروش لوگوں کا ہجوم ہو گیا اور ہر شخص اپنی لیاقت کے مطابق جائزہ پا گیا اور امام علیہ السلام کے خون ناحق کا بیڑہ اٹھا اٹھا کر کربلا کی طرف روانگی پر مستعد ہو گیا ابن زیاد نے نہایت عجلت سے اپنے اس لشکر کو درست کیا۔ اس لشکر کی تعداد میں مورخین اور علماء نے بہت کچھ اختلاف کیا ہے جس کی وجہ سے صحیح تعداد کا معلوم ہونا دشوار ہے۔ علمائے اہلبیت میں سید ابن طاؤس ابن زیاد کے لشکر کی تعداد بیس ہزار بتلاتے ہیں اور ملا مجلسی نور اللہ مرقدہ بیس ہزار سے لیکر تیس ہزار تک لکھتے ہیں اور علمائے اہلسنت میں ابواعثم کوفی بیس ہزار، علامہ ابن جوزی چھ ہزار، امام یافعی بائیس[۲۲] ہزار، علامہ ابوالفراس پچاس ہزار اور ابن صباغ مالکی بائیس ہزار لکھتے ہیں، اور بعضوں کا قول تو دو لاکھ سے لیکر نو لاکھ تک پہنچا ہوا ہے۔ مگر ان تمام واقعات پر غور کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ابن زیاد کی فوج کربلا میں کم سے کم بیس ہزار اور زیادہ سے زیادہ اکیاون ہزار تھی اور اسی فیصلہ پر اکثر اسلامی مورخین کا اتفاق ہے (ناسخ التواریخ صفحہ ۲۳۲)

ابن زیاد نے اپنے اس کثیر التعداد لشکر کو اس طرح ترتیب دیا کہ عمر ابن سعد کو چھ ہزار سوار دیکر سب سے پہلے روانہ کر دیا، پھر شبث ابن ربعی کو بلایا اور

اس وقت کوفہ میں نہ تھا۔ اپنے گھر تھا۔ ابن زیاد کی طلبی پر پہلے تو اس علالت کا بہانہ لکھ بھیجا۔ مگر جب ابن زیاد نے اسکو حقوق بنی امیہ کی خبر دلائی تو وہ ایمان فروش بھی راضی ہو گیا اور اسکو کوفہ کے مجموع لشکر کا جو تعداد میں چوبیس ہزار تھا۔ افسر بنا کر عمر سعد کی ماتحتی میں دیا۔ شبث کے بعد اسنے عروہ ابن قیس کو ایک نشان عطا کیا اور چار ہزار سوار دیکر اسکو بھی عمر کی ماتحتی میں روانہ کیا، عروہ کے بعد سنان ابن انس نخعی کو بھی ایک علم عطا کیا اور چار ہزار اور بروایتے دس ہزار سوار دیے۔ سنان کے بعد حصین ابن نمیر متعینہ قادسیہ کو چار ہزار سواروں کے جدید دفعہ کے ساتھ کربلا کی روانگی کا حکم دیا، حصین کے بعد شمر ذی الجوشن الضبابی کو بھی چار ہزار سوار دیے۔ شمر کے بعد مضائر ابن رہینۃ المازنی کو تین ہزار فوج دی اور یزید ابن رکاب الکلبی کو دو ہزار سوار دیے گئے۔ اور اور نصر ابن خرشہ کو بھی دو ہزار سوار دیے گئے۔ اور محمد ابن اشعث کو ہزار سوار ملے۔ عبد اللہ ابن الحصین کو بھی ہزار سوار دیے گئے اور خولی اصبحی کے لئے بھی ایک جداگانہ علم آراستہ کیا گیا اور اس کو بھی دس ہزار سواروں کی سرداری دی گئی۔ اور بکر ابن کعب ابن طلحہ کو تین ہزار سواروں کی سرداری دی گئی اور حجاز ابن الحر کو بھی ہزار سوار ملے۔ ان کے علاوہ حر ابن یزید ریاحی تو تین ہزار سواروں کے ساتھ کربلا میں پہلے ہی سے مقیم تھا۔

بہرحال اس فوج جرار اور اس لشکر خونخوار کی تفصیل وار ترتیب تو یہی تھی جو اوپر لکھی گئی ان کا مجموعہ بہتر ہزار ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس تعداد میں کچھ اختلاف واقع ہوا ہو اور علمائے متقدمین نے تعین تعداد میں کمی و بیشی کا خیال نہ رکھا ہو۔ بہرحال تعداد میں گو اختلاف ہو مگر ان افسران فوج کے تعین اور تفصیل میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے جناب امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے جو لشکر بھیجا گیا تھا اس کے افسر یہی تھے۔

عمر ابن سعد، شبث ابن ربعی، عروہ ابن قیس، سنان ابن انس، حصین ابن نمیر، شمر ذی الجوشن، مضائر ابن رہینۃ المازنی، یزید ابن رکاب الکلبی، نصر ابن خرشہ، محمد ابن اشعث، عبد اللہ ابن الحصین، خولی ابن یزید اصبحی، بکر ابن کعب، ابن طلحہ۔ حجار ابن الحر ابن یزید الریاحی۔

المختصر۔ عمر ابن سعد ابن ابی وقاص کی ماتحتی میں چھ ہزار سوار مقدمۃ الجیش بنا کر روانہ کئے گئے۔ اور محمد ابن سیرین کی روایت کے مطابق عمر ابن سعد کی نسبت پیشین گوئی صحیح طور سے ثابت ہو گیا چنانچہ علامہ مذکور لکھتے ہیں کہ:۔

ایک روز جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام عمر سعد را دید ہنگامیکہ او جوان نورس بود و گفت ویحک یا ابن سعد کیف بک اذا قمت یوماً مقاماً تخیر فیہ بین الجنۃ والنار فتختار النار۔ فرمود اے پسر سعد چگونہ خواہی بود از روزیکہ متحیر باشی در اختیار بہشت و دوزخ پس اختیار خواہی کرد دوزخ را۔

القصہ بمصداق انکہ من سعد سعد فی بطن امہ سچ ہے عمر ابن سعد اپنے چھ ہزار سواروں کے ساتھ داخل کربلا ہوا۔ اس کے بعد شبث خولی عروہ ابن قیس دغیرہ وغیرہ تمام سرداران لشکر باری باری سے آتے گئے اور ملتے گئے۔ امام طبری کے مطابق سوم کو عمر ابن سعد کربلا میں داخل ہوا۔ اور ایک منزل کے فاصلہ پر جناب امام حسین علیہ السلام کے خیمہ مطہر سے اپنے لشکر کے پڑاؤ ڈالدیے۔

واقعات کربلا کی ابتدائی چھیڑ چھاڑ

عمر ابن سعد کو جب فرودگاہ کے ضروری انتظام سے فراغت ہو چکی تو اس نے عروہ ابن قیس احمسی کو بلا کر جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بھیجنا چاہا۔ مگر عروہ نے انکار کیا اور کہدیا کہ میرے عوض میں کسی دوسرے کو بھیجا جائے، چونکہ تمام اشراف کوفہ نے جناب امام حسین علیہ السلام کو خط لکھکر بلایا تھا اس لئے جس کسی سے عمر ابن سعد جناب امام حسین علیہ السلام کے پاس جانے کے لئے کہتا تھا وہی منہ چھپاتا تھا اور قطعی انکار کرتا تھا بہزار مشکل کثیر ابن عبد اللہ شعبی مستعد ہوا اور عمر ابن سعد سے کہنے لگا کہ میں جاتا ہوں اور اگر تو حکم دے تو اسی وقت ان کا سر بھی لے آؤں بہرحال۔ کثیر جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں چلا جب خیمہ مطہرہ کے قریب پہنچا تو ابو ثمامہ صیداوی رضی اللہ عنہ نے اسکو آتے دیکھکر امام عالی مقام سے عرض کی اصلحک اللہ یا ابا عبد اللہ کثیر ابن عبد اللہ جو تمام کوفیوں میں سب سے زیادہ مایہ فساد اور اصل بیداد ہے آپ کی خدمت میں آ رہا ہے یہ عرض کر کے ابو ثمامہ صیداوی باہر چلے آئے اور کثیر کو روک کر کہنے لگے کہ اگر تیرا ارادہ جناب امام حسین علیہ السلام کی حضور میں جانیکا ہو تو اپنے ہتیار کھول کر رکھدے۔ اس نے کہا ایسا نہیں

رکھو دنگا اگر امام عالی مقام سنیں گے تو میں خدمت رسالت اُن سے عرض کرونگا اور اگر وہ سنینگے تو میں واپس چلا جاؤنگا اور ثمامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تیری تلوار لیے رہتا ہوں تو خدمت امام میں جا کر اپنا معروضہ پیش کر کیونکہ تو نجس طبیعت کا آدمی ہے ہم خوب سمجھتے ہیں کثیر ابن عبد اللہ کو یہ سنکر غصہ آگیا اور ابو ثمامہ صیداوی سے دیر تک کچھ بحث کرتا رہا مگر اس جاں نثار نے اس شریر کو بغیر ہتھیار رکھے ہمانے نہ دیا پر نہ جانے دیا کثیر آخر کار مجبور ہو کر واپس گیا۔

کثیر کے واپس جانیکے بعد عمر ابن سعد نے قرۃ ابن قیس الحنظلی کو بلایا اور جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا جب وہ خیمۂ مقدس کے قریب پہنچا تو جناب امام حسین علیہ السلام کی نظر اس پر پڑی اصحاب سے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص اسکو پہچانتا ہے۔ حبیب ابن مظاہر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یہ شخص قبیلہ بنی حنظلہ سے ہے اور قرابت میں میرا بھانجا ہوتا ہے اور اس وقت تک ہمارے ساتھ خلوص اور حسن عقیدت کے ساتھ پیش آتا ہے وہ جب بالکل قریب آگیا تو زہیر ابن القین رضی اللہ عنہ نے اُسے روک کر پوچھا کہ تیرے یہاں آنے کی کیا ضرورت ہے اُسنے نہایت ملائمت سے جواب دیا کہ عمر ابن سعد کی طرف سے کچھ پیام لیکر جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اگر حضوری کا شرف مجھکو عطا فرمایا جائیگا تو عرض خدمت کر دونگا۔ زہیر ابن القین نے فرمایا کہ اچھا ہتھیار کھولکر رکھدو قرۃ نے اسیوقت حسب الحکم ہتھیار رکھ کر اپنے تمام ہتھیار رکھدیے اور جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر نہایت عجز و انکسار سے آداب بجالایا اور آستان اقدس کی بوسے لئے جناب امام حسین علیہ السلام نے جواب سلام دیکر نہایت خلق سے اسکو اپنے قریب بٹھایا اُس نے آنے کی وجہ پوچھی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ شہر کوفہ کے عمائد اور رئیسوں نے مجھکو بلایا اور میں نے انکی دعوت قبول کی اب اگر میری نسبت انکی رائے خلاف ہو گئی ہے۔ اور میرے آنے کو وہ اچھا نہیں سمجھتے تو بہتر ہے میں جسطرف سے آیا ہوں اُسی طرف چلا جاؤں۔ قرۃ نے عرض کی کہ جن لوگوں نے حضور کو تکلیف دی خط لکھکر بلوایا اور اتنے دور دراز سفر کی زحمت دی اب وہی لوگ آپ کو چھوڑ کر ابن زیاد کے حاشیہ بوسوں میں شامل ہو گیا خدا اُن پر لعنت کرے یہ کہکر قرۃ نے وہاں سے اُٹھکر جانا چاہا تو حضرت حبیب ابن مظاہر نے اُس سے کہا کہ قرۃ انتہائی افسوس کی بات ہے اب تو کہاں جاتا ہے یہیں رہ جا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کر کیونکہ تو نے انہی کے بزرگوں کی توفیق سے اسلام کی دولت حاصل کی ہے۔ قرۃ نے کہا وہ کون بیوقوف ہوگا جو جہنم کو بہشت پر ترجیح دیگا۔ مگر بات یہ ہے کہ میں قاصد ہوں میرا فرض ہے کہ میں عمر سعد کو کے سوال کا جواب اُسکے پاس پہنچا آؤں تو اس کے بعد مجھے اپنے معاملہ میں پورا اختیار ہوگا۔

ابو مخنف نے بھی یہ روایت درج کی ہے مگر پہلے قاصد کی جگہ کثیر ابن شہاب کا نام درج ہے۔ اور ابو ثمامہ صیداوی کی جگہ زہیر ابن القین لکھا ہے اور دوسرے قاصد کا نام قرۃ ابن قیس کی جگہ خزیمہ لکھا ہے۔

ابو مخنف کی روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ خزیمہ امام عالی مقام کے لشکر میں رہگیا اور شہید ہو گیا۔ مگر ایک محقق کے نزدیک ابو مخنف کا یہ بیان بالکل تنہا ہے جس کا کسی دوسرے مورخ نے کہیں بھی ذکر نہیں کیا امام طبری نے بھی ان رسالتوں کا ذکر کیا ہے اور قرۃ ابن قیس کو پیغام لانیکی تصریح کی ہے۔ مگر جناب امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں رہجانے اُنکے ہمراہ مارے جانے کا ذکر کہیں نہیں کیا۔

المختصر قرۃ ابن قیس جناب امام حسین علیہ سے رخصت ہو کر ابن سعد کے پاس آیا اور امام عالیمقام کا جواب اُس سے کہدیا عمر ابن سعد نے اسی وقت ابن زیاد کے پاس خط لکھا جسکی عبارت یہ تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اما بعد فانی حیث نزلت بالحسین بعثت الیہ رسولی فسئلتہ عما اقدمہ وماذا تطلب فقال کتب الی اہل ھذہ البلاد واتتنی رسلہم فسئلونی القدوم ففعلت فاما اذا کرھونی فبدا لھم غیر ما اتتنی بہ کتبہم فانا منصرف عنہم یں جس وقت کربلا میں داخل ہوا میں نے جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں اپنا قاصد بھیجا اور ان سے دریافت کیا کہ آپ کیوں آئے ہیں۔ آپنے جواب میں کہا بھیجا کہ کوفہ کو لوگوں نے کثرت سے خطوط میرے نام لکھکر روانہ کئے اور یکے بعد دیگرے اپنے قاصد میرے پاس بھیجے اور میرے آنیکے خواستگار ہوئے میں نے انکی دعوت کو قبول کیا اب اگر وہ اپنے قول سے پھر گئے اور انکی رائے دگرگوں ہو گئی ہے۔ تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔

حسان ابن قائد عبسی کہتا ہے۔ کہ میں ابن زیاد کے پاس اُسوقت دربار میں حاضر تھا جسوقت ابن سعد کا یہ خط ابن زیاد کے پاس پہنچا اُس نے خط کا مضمون پڑھکر یہ شعر برجستہ پڑھا ؎

الآن اذ علقت مخالبنا بہ | یرجو النجاۃ ولات حین مناص

اب ہمارے پنجہ میں پھنسکر جناب امام حسین علیہ السلام نکل جانا چاہتے ہیں حالانکہ اب رہائی معلوم۔ یعلاوہ ازاں عمر سعدکو جواب میں لکھ بھیجا اما بعد

فقد بلغنی کتابک وفھمت ما ذکرت فاعرض علی الحسین ان یبایع لیزید ابن معویۃ ھو وجمیع اصحابہ فاذا فعل ذٰلک رأینا

تمہارا خط مجھے ملا اور میں نے اسکے مضمون کو سمجھا پس تم امام حسین علیہ السلام کے ساتھ یہ معاملہ پیش کرو کہ وہ خود اور انکے اصحاب بیعت یزید کریں اور بیعت کرنیکے بعد ان لوگوں کے بارے میں جو ہماری رائے ہوگی دیکھا جائیگا۔ صلاح النشأتین باسناد طبری صفحہ ۳۰)

ابن زیاد کے متعلق حالات لکھکر اب ہم جناب امام حسین علیہ السلام کے خاص حالات قلمبند کرتے ہیں جب قیام گاہ کے ضروری انتظام سے فراغت ہوچکی تو آپ نے سب سے پہلے حضرت محمدؐ حنفیہ کے نام خط لکھا چنانچہ جناب امام محمدؑ باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔

لما ورد حین الحسین علیہ السلام بکربلا کتب الی اخیہ محمد بن الحنفیۃ من الحسین ابن علی علیہما السلام الی محمد ابن علی والذین عندہ من بنی ھاشم اما بعد فانی قد ترکت الدنیا وما فیھا وانتظر الشھادۃ العظمٰی و علمت ان الدنیا کانھا لم تکن والاخرۃ کانھا لم تزل و اثرت الاخرۃ علی الدنیا والسلام۔

یہ خط ہے حسین ابن علی علیہما السلام کیطرف سے محمدؐ ابن علیؑ اور انکے نام جو فرزندان بنی ہاشم میں سے انکے پاس ہیں اور انکی حفاظت و تمامیت میں سپرد کئے گئے ہیں۔ اما بعد واضح ہو کہ میں نے ترک زندگانی کی اور اب منتظر شہادت ہوں اور دنیا کو ایسا جانتا ہوں گویا تھی ہی نہیں اور آخرت کو ہمیشہ رہنے والی جانتا ہوں اور میں نے بمقابلہ دنیا کے آخرت اختیار کی ہے۔ والسلام۔

مروی ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے تمام ارض کربلا یا اسکا ایک حصہ وہاں کے زمینداروں سے خرید فرما لیا چنانچہ بحر المصائب میں اس واقعہ کو ذیل کی عبارت میں لکھا ہے۔

ان الحسین لما نزل بارض کربلا امر باحضار اھل القریٰ اھل نینوی وقال لھم انی اریدان اقیم فی ارضکم ھذہ واحب ان اجعلھا مسکنی فان بعتموھا علیّ کان فی ذٰلک رضاء فقالوا یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد سمعنا من آبائنا الاولین ان آدم ونوحا وابراھیم وغیرھم من النبیین والوصیین لم یرد احدھم علی ھذہ الارض الا وقد اصابتہ بلیۃ عظیمۃ ومصیبۃ فخیمۃ فایاک وان تسکن فیھا فقال الحسین علیہ السلام کیف لا وقد جری بہ القضاء من یوم خلقت السمٰوٰت والثریٰ فاشتری منھم التی احی التی فیھا البرکۃ والشفا الی اربعۃ امیال بستین الف درھم وفیھا قبر سید الانس والجان وقبور اصحابہ الی الان ثم تصدق بھا علیھم بشرطین احدھما ان لا یزدرعوا فیھا قط وثانیھما ان یرشدوا الی قبرہ من جاء من شیعتہ لزیارتہ ویضیفو ثلاثۃ ایام فرضوا بھا ورجعوا الی منازلھم وکان ذٰلک فی الیوم الثانی من المحرام۔

جناب امام حسین علیہ السلام نے ارض کربلا میں پہنچکر حکم فرمایا کہ باشندگان نینوےٰ کو بلاؤ وہ حاضر ہوئے۔ اُن سے فرمایا کہ میں تمہاری اس زمین پر رہنا چاہتا ہوں اور مجھے پسند ہے کہ میں اس زمین کو اپنا مسکن قرار دوں اگر تم اس زمین کو میرے ہاتھ فروخت کرو تو اس میں میری خوشنودی ضرور ہوگی اُن لوگوں نے عرض کی کہ اے فرزند رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمنے آباؤ اجداد سے سُنا ہے کہ حضرت آدم حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ وغیرہم علیہم اعلےٰ نبینا السلام جو جو حضرات اس سرزمین پر گزرے ہیں وہ بلائے عظیم اور مصیبت شدید میں مُبتلا ہوئے ہیں آپ ہرگز اس زمین پر سکونت اختیار نہ فرمائیں حضرت نے جواب دیا میں کیونکر اس زمین پر نہ رہوں حالانکہ قضائے الٰہی اسیطرح جاری ہوچکی ہے جس دن خدائے عالم و عالمیان نے زمین آسمان کو پیدا کیا۔ یہ کہکر آپنے اُن لوگوں سے ساٹھ ہزار درہم دیکر ان مقامات کو خرید لیا جن میں خدائے سبحانہ و تعالےٰ نے برکت اور شفا رکھی ہے اور مساحت میں وہ زمین چار میل تک ہے اُسی متبرک زمین میں قبر حضرت امام حسین علیہ السلام واقع ہے۔ جو سردار اولادِ آدم و بنی جان ہیں اور قبریں آپکے اصحاب کی بھی اسی زمین پر آج تک بنی ہوئی ہیں بعد اُسکے اُس زمین کو پھر انہی لوگوں پر وقف کردیا دو شرطوں پر۔ اُن میں ایک شرط یہ بھی کہ اتنی زمین پر جسکو آپنے خرید فرمایا ہے

کبھی کھیتی نہ کریں۔ اور دوسری شرط یہ تھی کہ جو ہمارے دوست ہماری قبروں کی زیارت کے واسطے آئیں اُن کو نشان قبر بتلادیں اور تین روز تک ان کو اپنا مہمان رکھیں۔ اہل نینوے ان دونوں شرطوں پر راضی ہوگئے اور قیمت لے کر اپنے اپنے گھروں کو پلٹ آئے یہ معاملہ دوسری محرم کو واقع ہوا۔

اب واقعات کربلا کی ابتدا یوں ہوئی کہ جب عمر ابن سعد کے نام ابن زیاد کا یہ تاکیدی حکمنامہ پہنچا کہ پہلے امام عالی مقام اور اُن کے اصحاب کرام سے یزید کی بیعت لی جائے تب اُنکی نسبت جو کچھ مناسب ہوگا کیا جائیگا تو عمر سعد کو سخت انتشار رہا۔ جیسا کہ امام طبری کا بیان ہے کہ ابن زیاد کا حکمنامہ پڑھکر اُس نے کہا کہ ابن زیاد عافیت کا طالب نہیں ہے۔ عمر سعد کو جنگ چھیڑ دینے میں تامل رہا۔ ان ایام تعویق میں ایک مرتبہ اور بروایتے چند مرتبہ شب کے وقت اُس نے جناب امام حسین علیہ السلام سے مابین ہر دو لشکر کے تنہائی میں ملاقات کی اور دیر تک آپس میں گفتگو ہوتی رہی اور ہنوز کوئی امر فیما بین طے نہیں ہونے پایا تھا کہ خولی ابن یزید اصبحی جو شقاوت و عداوت خاندان رسالت میں سب سے آگے تھا۔ عمر سعد کی ان حرکتوں سے سخت ناراض ہوا اور اس نے ابن زیاد کو اس مضمون کا خط لکھ بھیجا۔

اما بعد ایھا الامیر ان عمر ابن سعد یخرج کل لیلۃ و یبسط بساطا و یدعو الحسین علیہ السلام و یتحدثان حتی یمضی من اللیل شطرہ وقد ادرکتہ علی الحسین الرحمۃ والرأفۃ فامرہ ان ینزل عن حکمک و یصیر الحکم لی و انا اکفیک امرہ اے امیر! عمر سعد تمام رات اپنے لشکر سے نکل کر کنار فرات فرش بچھا کر جناب امام حسین علیہ السلام سے انواع و اقسام کی باتیں کرتا ہے، یہاں تک کہ رات کا بہت حصہ ان امور میں اُسکو گزر جاتا ہے اور میں اُسکو ہمیشہ جناب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ملائمت و بشفقت پیش آتے دیکھتا ہوں۔ پس اسکو آپ لکھ بھیجیں کہ وہ اس خدمت سے علیحدہ ہوجائے اور اُسکی یہ خدمت میرے سپرد کر دی جائے کہ میں اسکو باحسن وجوہ انجام دوں۔

یہ خط جس وقت ابن زیاد کو پہنچا تو وہ عمر سعد سے سخت ناراض ہوا اور اسکو فوراً یہ خط لکھا۔ اما بعد یا ابن سعد فقد بلغنی انک تخرج فی کل لیلۃ وتبسط بساطا و تدعو الحسین و تتحدثان معہ حتی یمضی اللیل شطرہ فاذا قرأت کتابی فاعرضہ بنزول علی حکمی فان اطاع اولی والا فامنعہ من شرب الماء فانی حللتہ علی الیہود والنصاریٰ وحرمتہ علیہ و علی اھلبیتہ فحل بین الحسین علیہ السلام و اصحابہ وبین الماء فلا یذوقوا منہ قطرۃ کما صنع بالتقی النقی عثمان امیر المؤمنین مظلوماً۔

اے پسر سعد مجھکو معلوم ہوا ہے کہ تو تمام رات اپنی لشکرگاہ سے برابر باہر رہتا ہے اور کنارہ فرات پر فرش بچھا کر خود بیٹھتا ہے اور جناب امام حسین علیہ السلام کو بلا کر بٹھلاتا ہے اور اُن سے ہر قسم کی گفتگو کرتا ہے اور اُن سے بملائمت پیش آتا ہے۔ پس جس وقت میری یہ کتابت تجھ کو ملے اور تو اسکو پڑھے تو انکو حکم دے کہ میرے حکم کو تسلیم کریں۔ اگر وہ مان لیں فبہا اور اگر نہ مانیں تو یک قلم آب فرات کو امام حسین پر بند کر دے اور تو اُن میں اور آب فرات کے درمیان حائل ہوجا۔ اور میں نے اس وقت سے آب فرات کو یہود و نصاریٰ پر حلال اور حسین اور اُن کے اہلبیتؑ اور اصحاب پر حرام کیا۔ پس تجھ کو مناسب ہے کہ تو نہر فرات کا پورا محافظ اور نگہبان رہ تاکہ وہ لوگ پانی نہ پینے پائیں اور اُس میں سے ایک قطرہ نہ لے جاسکیں۔ جیسا کہ مظلوم و متقی امیر المومنین عثمان کے ساتھ کیا گیا تھا

بندشِ آب اور دریائے فرات کی حفاظت

ابن زیاد کا یہ حکمنامہ ساتویں محرم کو پہنچا اور اسی دن سے جناب امام حسین علیہ السلام اور انکے ہمراہیوں پر پانی بند ہوگیا عمر سعد نے عمرو ابن الحجاج کو پانچسو سواروں کے ہمراہ گھاٹ کے ہر طرف پہرہ رکھنے کیلئے مقرر کردیا اور اس امر کی پوری تاکید کردی کہ فرات سے ایک قطرہ جناب امام حسین علیہ السلام کے خیمۂ مطہر میں نہ جانے پائے، پھر کیا تھا حکم کی دیر تھی، فرات کے کنارے کنارے دور تک گھاٹ پر پہرے بیٹھ گئے اور وہ سنگدل خدا ناترس جناب امام حسین علیہ السلام اور آپ کے ہمراہیوں کو دکھلا دکھلا کر خود نہر سے پیٹ بھر بھر کر پانی پی لیتے تھے اور زمین پر بہا بہا دیتے تھے۔ چنانچہ انہی بیرحموں میں ایک بدبخت کا نام عبد اللہ ابن الازدی تھا یہ شقی دریا کے کنارے کھڑا ہوا۔ اور جناب امام حسین علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ یا حسین الا تنظرون الی الماء کانہ کبد

السّماء واللہ لا تذوقون منہ قطرۃ واحدۃ حتّی تموتوا عطشا فقال الحسین علیہ السلام اللّٰھمّ اقتلہ عطشا ولا تغفر لہ ابدا - یعنی اس نے چلا کر کہا کہ اے حسین (علیہ السلام) دیکھو یہ آب فرات گویا زلال آب باراں اور جگر پارۂ آسمان ہے قسم خدا کی اگر تم پیاس سے مر بھی جاؤ تو بھی اس پانی میں کا ایک قطرہ نہ پاسکو گے جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ سنکر فرمایا اے پروردگار عالم تو اسکو پیاسا مار یو اور اسکو کبھی نہ بخشیو - حمید ابن مسلم کا بیان ہے قسم خدا کی میں نے عبداللہ ابن الحصین کو دیکھا کہ فرط تشنگی سے وہ چاروں طرف فریاد کرتا پھرتا تھا - لوگ اسکو پانی پر پانی پلاتے تھے اور وہ پیٹ بھر بھر کر گلے تک پی پی لیتا تھا مگر فوراً قے کر دیتا تھا اور اسکی پیاس ویسی کی ویسی ہی رہتی تھی اور پھر وہ اسی طرح پیاس کی فریاد کرتا رہتا تھا پھر پانی پیتا تھا اور پھر استفراغ کرتا تھا یہاں تک کہ اسی حالت میں وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا (کامل ابن اثیر)

علامہ ابن جوزی تذکرہ خواص الامہ میں لکھتے ہیں کہ عمرو ابن حجاج نے بھی اسی طرح جناب امام حسین علیہ السلام کو آواز دی اور کہا کہ یا حسین ھذا الماء یلغ فیہ الکلاب و تشرب منہ الخنازیر والحمیر واللہ لا تذوق منہ واللہ قطرۃ حتّی تذوق الحمیم فی نار الجحیم - اے حسین! (علیہ السلام) یہ آب فرات ہے جسکو کتے تک پیتے ہیں اور تمام جانوران جنس صحرائی، مثل سور، گدھے، اور بھیڑیے سب پیتے ہیں اور تم کو قسم بخدا اسکا ایک قطرہ تک نہیں مل سکتا، یہاں تک کہ اے حسین (برباد) تم دوزخ میں حمیم پیو -

خیمہ مطہر میں پانی کا قحط پیاس کی شدت حضرت عباس علیہ السلام کی پہلی سقائی

جناب امام حسین علیہ السلام نے ان بے دینوں کی گستاخیوں کا کچھ جواب نہ دیا بلکہ خاموشی کے ساتھ خیمہ مقدس کی طرف مراجعت فرمائی ساتویں تاریخ سے پانی بند ہو گیا اور آٹھویں کی شام ہوتے ہوتے بوڑھوں جوانوں اور بچوں کی حالتیں پیاس کے مارے متغیر ہونے لگیں تو حضرت عباس علیہ السلام نے پے در پے دو کنوئیں کھودے مگر وہ دونوں پانی سے خالی نظر آئے اور پانی کی جگہ ان میں پتھر نکلے چنانچہ ابومخنف اپنے مقتل میں لکھتے ہیں -

لمّا اشتدّ العطش قال الامام لاخیہ العبّاس اجمع اھل بیتک واحفروا بئرا ففعلوا ذلک فوجدوا فیھا صخرۃ ثم حفروا اخریٰ فوجدوھا کذلک

یعنی جب پیاس کی شدت ہوئی تو امام عالی مقام نے اپنے بھائی حضرت عباس سے فرمایا کہ اپنے اہلبیت علیہم السلام کو جمع کر کے کنویں کھودو، چنانچہ حضرت عباس نے اور سب نے ملکر دو کنویں کھودے لیکن ان میں پتھر ہی پتھر نکلے -

حضرت عباس علیہ السلام کی جان نثاری بہت قدر اور وقعت کے قابل ہے - کیونکہ ہندوستان کا سا ملک عرب نہیں ہے ان سنگلاخ میدانوں میں کنواں کھودنا کوئی آسان اور معمولی بات نہیں ہے اس میں شک نہیں کہ عرب کی زمین میں بھی پانی نکلتا ہے مگر وہاں پانی نکالنے میں انسان کو اتنی محنت کرنی ہوتی ہے جو ہمارے وہم و قیاس سے باہر ہے -

المختصر جب ان کوششوں میں بھی کامیابی کی کوئی صورت نہ دکھائی دی اور پیاس کا غلبہ بڑھتا گیا اور ہر شخص ایک تو شدت عطش سے دوسرے اس محنت شاقہ میں ناکام رہنے کی وجہ سے چور چور ہو گیا تو جناب امام حسین علیہ السلام نے پھر اپنے وفادار اور جان نثار بھائی سے کہا یا اخی امض الی الفرات وائتنا بالماء فقال سمعا و طاعۃ اے بھائی! نہر فرات کی طرف جاؤ اور پانی لاؤ اس جان نثار نے عرض کی ابھی لایا، اب حضرت عباس علیہ السلام کے محاسن خدمات کی تفصیل یہ ہے -

فلمّا اشتدّ العطش بالحسین علیہ السلام دعیٰ باخیہ العبّاس فضمّ الیہ ثلاثین فارسا وعشرین رجلا وبعث معہ عشرین قربۃ فاقبلوا فی اللیل حتّی دنوا من الفرات قال عمرو ابن الحجاج من انتم فقال رجل من اصحاب الحسین یقال لہ ھلال ابن نافع البجلی ابن عمّک جئت اشرب من ھذا الماء فقال عمرو اشرب ھنیئا فقال ویحک تامرنی ان اشرب والحسین ابن علیّ ومن معہ یموتون من العطش فقال عمرو صدقت

ولکن امرنا بامرٍ حتیٰ ان ننتھی الیہ فصاح ھلال باصحابہ
فدخلوا الفرات قال فصاح عمرو بالناس فاقتتلوا اقتالا
شدیداً فکان قوم یقتلون و قوم یملؤن حتیٰ ملؤھا ولم
یقتل من اصحاب الحسین احدٌ ثم رجع القوم الی معسکرھم
فشرب الحسین علیہ السلام ومن کان معہ فلذلک اسمّی
العبّاس سقّاءً۔ جب پیاس کی شدت جناب امام حسین پر زیادہ
ہوئی تو آپ نے اپنے بھائی حضرت عباس علیہ السلام کو بلایا اور تیس سوار
اور بیس پیدل انکے ہمراہ روانہ کئے اور بیس مشکیں آپ کے ہمراہ کر دیں یہ
سعادتمند قریب نصف شب کے روانہ ہوئے تا آنکہ فرات کے قریب پہنچے
عمرو ابن الحجاج (جو سب سے پہلے پانی روکنے پر مقرر ہوا تھا اور جس لعون
کی سخت کلامی ابھی اوپر کی روایت سے معلوم ہو چکی ہے اُس) نے پکار کر
کہا کہ تم لوگ کون ہو جو فرات پر آئے ہو ایک شخص نے اصحاب حسین میں سے
جس کا نام ہلال ابن نافع تھا جواب دیا کہ میں ہوں تیرا چچا زاد بھائی۔
پیاسا ہو کر فرات سے پانی پینے آیا ہوں۔ عمرو ابن حجاج نے کہا اچھا
پانی پیو۔ گوارا ہو تم کو یہ پانی کا پینا۔ ہلال ابن نافع کہنے لگے وائے ہو
تجھ پر اے شقی! مجھے تو تو پانی پینے کی اجازت دیتا ہے حالانکہ فرزند رسول
جناب امام حسین علیہ السلام اور انکے ہمراہی پیاس سے مرے جاتے ہیں۔
عمرو ابن حجاج نے کہا کہ جو کچھ تم کہتے ہو سچ ہے یہ میں بھی جانتا ہوں
لیکن ہم لوگوں کو جو حکم ہوا ہے ضرور ہے کہ ہم اسکی تعمیل کریں اور اسے
انتہا تک پہنچا دیں۔ پس ہلال ابن نافع اپنے ہمراہیوں کو پکارے کہ اس مردود
کے روکنے سے نہ رکو پس وہ سعادتمند فرات میں داخل ہوئے ادھر
عمرو نے بھی اپنے ہمراہیوں کو بلایا پس دونوں گروہوں میں جنگ عظیم
واقع ہوئی اور یہ لڑائی اس انداز سے واقع ہوئی کہ کچھ لوگ اصحاب
جناب امام حسین علیہ السلام میں سے لڑتے جاتے تھے اور کچھ لوگ مشکوں میں
پانی بھرتے جاتے تھے یہاں تک کہ بیسوں مشکیں پانی سے بھر لیں اور ایک
شخص بھی جناب امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں سے شہید نہ ہوا
بعد پانی بھر لانے کے وہ پچاس کے پچاس دیندار و خالص جانثار
جناب عباس علیہ السلام کے ہمراہ پانی لیے اپنے لشکر کی طرف پلٹ آئے
جناب امام حسین علیہ السلام نے بھی پانی پیا اور آپکے کل ہمراہیوں
نے بھی پانی پیا۔ اسی دن سے پانی پلانے کی جہت سے حضرت عباس
علیہ السلام کا لقب سقا ہوا ہے۔ (دیکھو مائتین فاضل کنتوری مدظلہ
صفحہ ۱۳۵ باسناد تاریخ محمد ابن ابی طالب)

بہرحال۔ عمرو ابن الحجاج حضرت عباس علیہ السلام کی اس دلیرانہ ہمت
سخت نادم ہوا عمر ابن سعد نے صبح ہی سے پہرہ کا انتظام اور مستحکم کر دیا
اور ایک روایت کے مطابق چھ ہزار اور دوسری روایت کے موافق
آٹھ ہزار فوج کا پہرہ تمام گھاٹوں پر چاروں طرف پھیلا دیا جو ننگی تلواریں
لئے صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک دریا پر طلایہ پھرتے رہتے
تھے خبر پہنچانے والوں نے اسکی خبر بھی ابن زیاد کو پہنچا دی مگر چونکہ کاتب
بھی پانی لیجانے دینے کے جرم میں ملزم ہو سکتا تھا اسلئے اس نے
پانی لیجانے کے واقعہ کو تو نہ لکھا مگر کنوئیں کھودنے کی اطلاع اسکو لکھ ہی بھیجی۔
ابن زیاد بدنہاد نے اس مضمون پر مطلع ہو کر سخت آزردگی کے ساتھ
عمر سعد کو ذیل کی عبارت میں یہ خط لکھا۔

امّا بعد بلغنی ان الحسین (علیہ السلام) یحفر الآبار ویصیب
الماء فیشرب ھو واصحابہ فانظر اذا ورد علیک کتابی
فامنعھم من حفر الآبار ما استطعت وضیّق علیھم ولا
تدعھم یذوقوا الماء وافعل بھم کما فعلوا بالزکی عثمان۔
مجھ کو خبر لگی ہے کہ امام حسین علیہ السلام اور انکے اصحاب کنوئیں کھود کر پانی
نکالتے ہیں خود بھی پیتے ہیں اور اپنے اصحاب کو بھی پلاتے ہیں خوب
ہوشیاری کر جس وقت میرا یہ خط تجھ کو ملے جہاں تک تجھ میں قوت ہو
ایسی فکر کر کہ یہ لوگ پانی نہ پینے پائیں اور پانی کا کوئی سامان بھی نہ کرنے
پائیں اور انکے ساتھ وہی سختی کر جو عثمان کے ساتھ کی گئی تھی۔
اس حکم نامہ کو پڑھکر عمر ابن سعد نے اور سختی سے امتناع آب کا کامل انتظام
کر دیا اصحاب امام عالی مقام نے پہرہ والوں کی یہ سختی دیکھ کر یقین کر لیا کہ
اب ہمارے لئے فرات سے ایک قطرہ پانا سخت دشوار ہے اس لئے
ان میں سے ہر شخص اپنے فہم و شعور کے مطابق اپنے خلوص و عقیدت
کے اظہار کے ساتھ پانی ہاتھ آنے کی جدا جدا فکریں سوچنے لگا ان
بزرگوں میں سب سے پہلے یزید ابن حصین نے جناب امام حسین علیہ السلام سے یہ
استدعا کی کہ مجھ کو عمر سعد کے پاس بھیج دیجئے میں اسکو جا کر بطور خود فہمائش
کروں۔ شاید کہ وہ قدیم تعارف اور اتحاد کی وجہ سے ہمکو پانی لینے کی
اجازت دیدے امام عالیمقام نے یزید ابن حصین کو اجازت دی
اور وہ عمر سعد کے پاس روانہ ہو گئے ہم اس واقعہ کو محمد ابن طلحہ الشافعی
کی کتاب مطالب السئول کے فارسی ترجمہ سے ذیل کی عبارت میں لکھتے ہیں

یزید ابن حصین بنزد عمر ابن سعد آمد و اور اسلام نگفت۔ ابن سعد گفت یا اخا ہمدان چہ چیز ترا از سلام من مانع آمد مگر من مسلمان نبودم و خدا و رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم را نمی شناسم، یزید گفت اے پسر سعد اگر تو چنانکہ گوئی اگر مسلمانی چگونہ بر عترت جناب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بیروں شدی و مقاتلت اور اتصمیم عزم دادی و اینک آب فرات است کہ کلاب خنزیر از اں می آشامند و حسین ابن علی علیہما السلام و برادران و زنان و فرزندان او از تشنگی ہلاک می شوند و در میان ایشان حاجز و حائل می شوی و گمان می کنی کہ مسلمان ہستی و خدا و رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم را می شناسی، عمر سعد خجل شد و لختے سر فرو داشت پس سر برآورد و فقال یا اخا ہمدان ما اجد نفسی تجیبنی الی ترک الری لغیری اے برادر ہمدان چندانکہ با نفس خود کاوش کردم اجابت نفرمود کہ ولایت رے را دست باز دارم تا دیگرے بدست گیرد، پس یزید ابن حصین باز شتافت و عرض کرد یا ابن رسول اللہ پسر سعد رضا دادہ است کہ ترا عرصہ ہلاک و دمار در آرد تا از حکومت رے برخوردار گردد۔

تاریخ اعثم کوفی میں بھی بجنسہ یہی مضمون درج ہو۔ مقتل ابو مخنف میں بھی ایسا ہی واقعہ انس ابن کاہل رضی اللہ عنہ کے متعلق مندرج ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے۔

فانطلق انس فدخل علی ابن سعد لم یسلم علیہ فقال ابن سعد لم لا تسلم علیّ الست مسلماً قال واللہ لست انت مسلم لانک ترید ان تقتل ابن رسول اللہ فنکس راسہ فقال واللہ انی لاعلم ان قاتلہ فی النار ولکن لا بد من انفاذ حکم الامیر عبید اللہ ابن زیاد فرجع انس الی الحسین علیہ السلام و اخبرہ بذلک

یعنی انس رضی اللہ عنہ عمر سعد کے پاس پہنچے تو اسے سلام نہ کیا عمر نے پوچھا کہ کیا تم مجھکو مسلمان نہیں سمجھتے ہو۔ انس نے کہا کہ میں تجھ کو کیونکر مسلمان سمجھوں کیونکہ میں تجھ کو فرزند رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قتل پر بالکل آمادہ دیکھتا ہوں۔ یہ سنکر عمر سعد نے سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر تامل کرکے کہا کہ حقیقت میں یہ امر مجھکو خود معلوم ہو کہ ان کا قاتل ضرور جہنمی ہے، لیکن امیر ابن زیاد کے حکم سے کوئی چارہ نہیں ہے۔ یہ سنکر انس خدمت امام میں واپس آئے اور جو کچھ سنا تھا عرض کر دیا۔

ان دونوں رسالتوں سے عمر سعد پر کوئی اثر نہیں ہوا مگر اتنا کہ جب ساتویں تاریخ تمام ہو کر نویں محرم کی شب آئی تو وہ اپنے مخصوص اصحاب کے ساتھ اپنے لشکر سے جدا ہوا اور ایک علیحدہ مقام میں جناب امام حسین علیہ السلام کو بلا بھیجا۔ آپ تشریف لے گئے۔ گفتگو یوں ہوئی

امام عالی مقام اور عمر سعد کی گفتگو

عمر سعد نے امام عالی مقام سے پوچھا کہ اب تو آپ نے اہل کوفہ کی عہد شکنی اور بیوفائی اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمالی فوراً آپ نے فوراً جواب میں ارشاد فرمایا من خادعنا فی اللہ انخدعنا لہ جس نے خدا کے کاموں میں ہمارے ساتھ مکر کیا تو ہم اس کے مکر ہی پر اعتبار کرینگے۔ کیونکہ وہ بظاہر خدا کا طالب ہے، عمر سعد نے کہا اب تو جو معاملات ہونے والے ہیں وہ سب آپ کے پیش نظر ہیں۔ اب آپ کیا تجویز فرماتے ہیں؟ امام نے فرمایا دعونی ارجع فاقیم بمکۃ او المدینۃ او اذھب الی بعض الثغور فاقیم بہ کبعض اھلہ

مجھ کو چھوڑ دو کہ میں واپس ہو جاؤں اور مکہ معظمہ میں خواہ مدینہ منورہ میں قیام کروں اور نہیں تو بلاد اسلام کے کسی دور دراز سرحدی مقامات میں شل اور اہل اسلام کے جا قیام کروں۔

جناب امام حسین علیہ السلام کا یہ جواب سنکر عمر سعد کو ایک گونہ اطمینان سا ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ صحبت برخاست ہو گئی۔ جانبین کے لوگ اپنی اپنی فرودگاہ کو واپس گئے، عمر سعد نے آتے ہی ابن زیاد کے پاس ایک تیز رفتار قاصد کی معرفت اس مضمون کا خط لکھا۔

اما بعد فان اللہ قد اطفا النائرۃ وجمع الکلمۃ واصلح امر الامۃ ھذا الحسین (علیہ السلام) قد اعطانی عھداً ان یرجع الی المکان الذی منہ اتی او یسیر الی ثغر من الثغور فیکون رجلاً من المسلمین لہ ما لھم وعلیہ ما علیھم او یاتی امیر المؤمنین یزید فیضع یدہ فی یدہ فیری فیما بینہ وبینہ رایہ وفی ھذا لک رضیً وللامۃ صلاح۔

یعنی خدائے سبحانہ و تعالے نے بھڑکتی ہوئی آگ کو بجھا دیا اور سخنان پراگندہ کو جمع کر دیا اور امور کو اصلاح کی طرف مائل کیا۔ ابھی ابھی جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ اقرار مستحکم کیا ہو کہ انکو ان شہروں کی طرف (مکہ یا مدینہ) واپس جانے کی اجازت دیدی جائے، جہاں سے وہ تشریف لائے ہیں۔ یا دور دراز بلاد اسلامی کی طرف نکل جانے دیا جائے کہ وہ وہاں مثل اور مسلمانوں کے اپنی زندگی اختیار کریں یا یزید کے پاس جانے دیا جائے کہ وہ بنفس نفیس خود جا کر اس سے بات چیت کر لیں۔ پھر انکے فیمابین

جو کچھ قرار پا جائے ہم اس کی تعمیل کریں ہیں میری دانست میں تیری خوشنودی اور صلاح امت کے لئے یہی امر بہتر ہے۔

عمر سعد کے خط میں حرفت - اس خط میں یہ ایک امر نہایت ضروری تنقیح طلب ہے وہ یہ کہ عمر کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید پر اپنی رضا مندی ظاہر کر دی اور یہ امر بالکل خلاف جمہور اور مخالف مشہور ہے بخلاف اس کے اسلام کے تمام فرقوں میں یہی اعتقاد مسلم ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید کی نسبت کبھی کسی وقت اشارۃً یا کنایۃً بھی رضا مندی ظاہر نہیں فرمائی پھر ابن سعد نے آپ کی طرف سے اس شرط کا اضافہ کیسے کر دیا۔

اس واقعہ کی نسبت علمائے متقدمین اور متاخرین نے جو تحقیق فرمائی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عمر ابن سعد نے صرف قتل حسین کے الزام سے کسی نہ کسی طرح بچنے کے لئے اپنی طرف سے ابن زیاد کو لکھ بھیجا تھا۔ ورنہ جناب امام حسین علیہ السلام نے ایسی شرط ہرگز نہیں کی۔ ہمارے معزز اور مستند معصر سید غضنفر علی صاحب نے صلاح النشاتین میں جو کچھ اس واقعہ کی نسبت تحقیق فرمائی ہے وہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ اسی سے اس واقعہ کی پوری توضیح ہو جائے گی وہو ہذا۔ اس جگہ مناسب مقام یہ امر تنقیح طلب ہے کہ آیا جیسا عمر سعد نے اپنے خط میں ظاہر کیا جناب امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید پر آمادگی ظاہر کی تھی یا نہیں۔ بعض روایتوں سے اس کا پتہ چلتا ہے کہ عوام میں ضرور یہ چرچا ہو گیا تھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام بیعت یزید پر راضی ہو گئے تھے، چنانچہ ابن جریر طبری نے ابومخنف سے ایک روایت نقل کی ہے جس کو اس نے ایک جماعت محدثین کی طرف منسوب کیا ہے اس میں صاف صاف لکھا ہے

قال (الحسین علیہ السلام) اختاروا منّی خصالاً ثلاثاً اما ان ارجع الی المکان الذی اقبلت منہ واما ان اضع یدی فی ید یزید بن معویۃ فیری فیما بینی وبینہ رایہ واما ان تسیرونی الی ای ثغر من ثغور المسلمین شئتم فاکون رجلاً من اہلہ لی ما لھم وعلیّ ما علیھم۔

یعنی جناب امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میری تین باتوں میں سے ایک مان لو یا تو جس مقام سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں یا میں یزید ابن معاویہ کے ہاتھ میں ہاتھ دوں پھر میرے اس کے مابین جو کچھ رائے طے پا جائے اور یا مجھے حدود بلاد اسلام کی جس حد تک کی طرف تمہارا جی چاہے روانہ کر دو کہ میں وہاں کے باشندوں کا جانبوں اور نفع و نقصان میں ان کا شریک رہوں

لیکن اسی روایت کے ساتھ ابن جریر طبری نے عقبہ ابن سمعان سے یہ روایت بھی نقل کر دی ہے۔

عن عقبہ ابن سمعان قال صحبت حسیناً فخرجت معہ من المدینۃ الی المکۃ ومن المکۃ الی العراق ولم افارقہ حتی قتل ولیس من مخاطبۃ الناس کلمۃ بالمدینۃ ولا بالمکۃ ولا فی الطریق ولا فی العسکر الی یوم مقتلہ الا وقد سمعتہا الا واللہ ما اعطاھم ما یتذاکر الناس وما یزعمون من ان یضع یدہ فی ید یزید ابن معاویۃ ولا ان یسیروہ الی ثغر من ثغور المسلمین ولکنہ قال دعونی لاذھب فی ھذہ الارض العریضۃ حتی ینظر الی ما یصیر امر الناس۔

عقبہ بن سمعان کہتے ہیں کہ میں مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق تک برابر جناب امام حسین علیہ کے ساتھ رہا۔ اور تا وقت شہادت آپ کی خدمت سے جدا نہوا۔ امام عالی مقام نے مدینہ مکہ عراق یا کربلا میں قتل ہونے تک جو جو باتیں لوگوں سے کیں ان میں سے کوئی کلمہ بھی ایسا نہیں ہے جو میں نے نہ سنا ہو، یہ جو لوگوں کا زعم ہے کہ جناب امام علیہ السلام نے بیعت یزید پر آمادگی ظاہر کی بالکل غلط ہے اور یہ بھی غلط ہے کہ وہ شمل ہو کر اہل لشکر کے کسی سرحدی مہم پر بھیجا جانا منظور فرماتے تھے۔ البتہ امام علیہ السلام نے یہ کہا تھا کہ میری راہ نہ روکو کہ اس زمین وسیع میں کسی طرف چلا جاؤں اور دیکھوں کہ قوم کا معاملہ کیا صورت پکڑتا ہے۔ علامہ ابن اثیر نے تاریخ کامل میں اور علامہ ابن جوزی نے خواص الامہ میں اسی روایت کو معتبر سمجھا ہے اتنی کامل تحقیق فرما کر ہمارے لائق ہمعصر تحریر فرماتے ہیں کہ تمام واقعات سابقہ ولاحقہ پر غور کرنے کے بعد ہمارے نزدیک یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ عقبہ ابن سمعان کی روایت معتبر ہے لیکن یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید پر آمادگی ظاہر فرمائی۔ اس حیثیت سے غلط نہیں کہا جا سکتا کہ عمر سعد کے خط میں یہ مضمون ضرور تھا اور بظاہر اس سے عمر کا مقصد یہ تھا کہ سر دست جنگ ملتوی ہو جائے اور میں اس پیچ سے نکل جاؤں۔ لیکن اسکی یہ تدبیر نہ چلی (صلاح النشاتین صفحہ ۳۴)

اس واقعہ کی اصلی کیفیت یہی ہے جو اوپر لکھی گئی۔ اب وہ کون عقل سے خارج ہوگا جو اس کا سوتے جاگتے بھی خیال کریگا کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے بیعت پر اپنی مستعدی ظاہر کی ہو۔ بہرحال اب اس خط کا ملاحظہ ہو۔ عمر سعد کی اس جعلسازی اور انشاپردازی کی کیفیت امام طبری یوں لکھتے ہیں

کہ جب یہ خط ابن زیاد کی نظر سے گزرا تو پہلے تو اس نے بھی عمر سعد کی رائے کو پسند کیا اور کہا هذا کتاب رجل ناصح لاميره مشفق على قومه یہ تحریر ایک ایسے شخص کی طرف سے ہے جو اپنے امیر کے لئے ناصح ہے اور اپنی قوم کا مشفق ہے۔

شمر ذی الجوشن کا اغوا اور اس کی کربلا کی طرف روانگی

شمر ذی الجوشن حاضر دربار تھا۔ ابن زیاد سے کہنے لگا کہ جناب امام حسین علیہ السلام آپ کی حدود محروسہ سے اگر بغیر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے چلے گئے تو یہ امر انکی قوت اور آپ کے ضعف و عجز کی دلیل سمجھا جائیگا عمر کی رائے میرے نزدیک ہرگز قابل پذیرائی نہیں ہے۔ سنا جاتا ہے کہ اس نے جناب امام حسین علیہ السلام سے سازش کر لی ہے اور رات رات بھر باہم مشورے اور صلاح ہوا کرتی ہے۔ ولوانہ را ہوے بس بہت ابن زیاد شمر کے اغوا میں آگیا اور اسی وقت درشتی کے ساتھ عمر ابن سعد کو یہ جواب لکھا گیا۔

انی لم ابعثك الى الحسين لتكف منه ولا لتطا وله لتمنيه السلامة والبقاء ولا لتعتذر عنه ولا لتكون له عندی شفيعا انظر فان نزل حسين واصحابه على حكمی واستسلموا فابعث بهم الى سلما وان ابوا فازحف اليهم حتى تقتلهم وتمثلهم فانهم لذلك مستحقون فان قتلت حسينا فاوطئ الخيل صدره وظهره فانه عات ظلوم ولست ارى ان هذا يضر بعد الموت شيئا ولكن على قول قد قلته فلو قتلته لفعلت هذا به فان انت مضيت لامرنا فيه جزيناك جزاء السامع المطيع وان ابيت فاعتزل عملنا وجندنا وخل بين شمر ابن ذی الجوشن وبين العسكر فانا قد امرناه بامرنا۔

اے پسر سعد میں نے تجھ کو اس واسطے نہیں بھیجا ہے کہ تو وہاں بیٹھکر لڑائی سے اپنی جان بچائے اور نہ اس لئے کہ تو سستی اور استمالت اختیار کرے اور نہ اس لئے کہ تو حسین کو بقاء سلامتی کی امید دلائے اور نہ اس کی کہ انکی نسبت مجھ سے عذر خواہ ہو اور نہ اس لئے کہ تو انکی سفارش مجھ سے کرے پس یہ سمجھ لے کہ اگر امام حسینؑ اور اُن کے ساتھی میرا حکم مانیں اور اطاعت اختیار کریں تو تو ان کو صحیح و سلامت میرے پاس بھیجدے اور اگر وہ اس سے انکار کریں تو اُن پر پے در پے حملے کرتا انکہ تو انکو قتل کر ڈالے، اور جب انکو قتل کر چکے تو انکی لاشوں کے ہاتھ پاؤں، ناک کان اور اعضائے تناسل کاٹ لینا کیونکہ یہ سب کے سب میرے نزدیک ان ہی آزاروں کی سزاوار ہیں اور جب امام حسین کو قتل کر چکے تو گھوڑوں کی سموں سے انکی لاش کو روند ڈالنا اگرچہ میں جانتا ہوں کہ مرنے کے بعد لاشوں کے ساتھ یہ باتیں کرنے سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا لیکن چونکہ ایک بات میرے منہ سے نکل چکی ہے پس جب تو ان کو قتل کر چکے تو کچھ میری زبان سے نکلا ہے اس کی تعمیل کی جائے اگر تو نے اُن کے بارے میں ہمارے تمام احکام کی تعمیل کی تو ضرور ہم تجھ کو انعام سے سرفراز کرینگے اور اگر تجھے اس سے انکار ہے تو ہمارے کام سے علیحدگی اختیار کر اور فوج کے تمام امور شمر ذی الجوشن کے سپرد کر دے کہ ہم نے اپنے احکام مناسب اسکو دیدیے ہیں، قریب قریب یہی مضمون تاریخ طبری اور اعثم کوفی میں بھی درج ہے یہ خط لکھکر جب تیار ہوگیا تو حاضرین دربار سے ایک شخص جس کا نام جریر ابن عبداللہ ابن مخلد الکلابی تھا اٹھ کھڑا ہوا اور ابن زیاد سے کہنے لگا کہ ہماری چچا زاد بہن ام البنین کا عقد امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے ہوا تھا جس کے بطن سے چار فرزند موجود ہیں اور وہ چاروں میرے حقیقی بھانجے اس وقت اپنے بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا میں حاضر ہیں اگر تو مجھکو حکم دے تو میں اُن چاروں کے لئے تیری طرف سے خط امان لیکر کربلا میں بھیجدوں اور تیرا یہ حکم ہمارے سر پر بہت بڑا احسان ہوگا ابن زیاد نے جریر کی استدعا کو قبول کیا اور ان صاحبزادوں کے لئے خط امان لکھوا کر اپنے غلام عرفان کی معرفت کربلا میں بھجوا دیا۔ اعثم کوفی اور طبری میں بھی یہی مضمون مندرج ہے

کربلا میں شمر کا داخلہ

شمر ذی الجوشن علیہ اللعن والعذاب اپنے ماتحت لشکر کے ساتھ مع عرفان کے جس کا حال ابھی لکھا گیا ہے بعجلت تمام کربلا میں داخل ہوا اور عمر سعد کو ابن زیاد کا خط دیا عمر نے ابن زیاد کا خط پڑھکر شمر کی طرف نظر کی اور کہا واللہ لقد ثنيته عما كان فی عزامه واذعرته ولكنك شيطان فعلت ما فعلت قسم خدا کی تو نے اسکی رائے بدل دی اور اس کے قصد کو متغیر کر دیا اور اسکو تو نے سخت مواخذہ کی حالت میں ڈال دیا اور تو شیطان ہے۔ اب تو تو کر چکا جو تجھے کرنا تھا۔ اعثم کوفی اور طبری

بھی یہی بیان کرتے ہیں تھوڑی سی تلخ کلامی کے بعد شمر نے عمر سے پوچھا کہ اب تیرا کیا ارادہ ہے۔ ابن زیاد کے حکم کی تعمیل کریگا یا نہیں۔ اگر تجھ کو اسکے حکم کی تعمیل منظور ہے تو جناب امام حسین علیہ السلام سے کھل کر مقابلہ کر اور اگر نہیں تو اس کی ہدایت کے مطابق اپنا عہدہ میرے سپرد کر دے عمر سعد نے کہا لا ولا کرامۃً لک۔ میں فوج کی سرداری نہیں چھوڑونگا تو جس طرح سے اپنی فوج پیادہ کا سردار بنکر آیا ہے اسی طرح اپنے منصب پر قائم رہ۔ میں جناب امام حسین سے جنگ کرنے کا پورا انتظام کئے لیتا ہوں۔ یہ کہکر عمر سعد نے جناب امام حسین علیہ السلام کے امور میں نہایت سختی اور شدت سے کام لینا شروع کیا اور اسی وقت عمرو ابن الحجاج کو بلا کر چار ہزار فوج کے ہمراہ غاضریہ کے گھاٹ کی حفاظت کے لئے مقرر کیا کیونکہ یہی ایک گھاٹ اس وقت تک چھوٹا ہوا تھا جس کی طرف سے لشکر گاہ حسینی میں پانی پہنچنے کی امید تھی اور جب عمرو ابن الحجاج کی طرف سے کچھ شبہ ہوا تو شبث ابن ربعی کو ہزار سوار دیکر عمرو کے معاملات کا نگراں بنایا اور اس جماعت کو بھی غاضریہ کی جانب روانہ کیا اور سخت تاکید کر دی کہ پانی کی ایک بوند بھی اہلبیت علیہم السلام کے خیال میں نہ جانے پائے۔

جور و ستم کے اس مستحکم انتظام کی کیفیت معلوم کر کے جان نثاران حسینی میں جو انتشار لاحق ہوا وہ ہرگز بیان کے قابل نہیں سمجھنے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اسی وقت سے ہر شخص معاملات کی یکسوئی کی امیدیں تو درکنار اپنی اور بال بچوں کی جانوں کے امان سے بھی قطعی مایوس ہو گیا۔ بعض اصحاب نے جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں ابن زیاد کی اس تحریر کا خلاصہ بھی عرض کر دیا جو شمر کی معرفت ابھی ابھی وصول ہوئی تھی جب آپ نے اس مایہ فساد کا بیعت یزید کے معاملہ میں یہ اصرار دیکھا تو فرمایا واللہ لا وضعت یدی فی ید ابن مرجانۃ ابداً۔ قسم خدا کی میں تو کبھی ابن مرجانہ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دونگا۔ یہ فرما کر آپ نے یہ اشعار پڑھے

لا ذعرت السوام فی غسق اللیل	مغیراً ولا دعوت یزیدا
یوم اعطی من المهانة ضیماً	والمنایا ترصدنی ان احیدا

اس کے بعد آپ نے اپنے تمام اصحاب کو علیحدہ ہٹ جانے کا حکم دیا اور صرف حضرت عباسؑ اور حضرت علی اکبر علیہما السلام کو ہمراہ لیکر ایک طرف آئے آپ نے وہاں سے عمر سعد کو طلب فرمایا وہ بھی

اسی طرح مجبوراً اپنے بیٹے حفص اور اپنے غلام کو لیکر آیا جناب امام حسین علیہ السلام نے اس کو مخاطب کر کے فرمایا۔ فقال له الحسینؑ علیہ السلام ویلک یابن سعد اما تتقی اللہ الذی الیہ معادک اتقاتلنی وانا ابن من علمت ذرهٰؤلاء القوم وکن معی فانه اقرب لک الی اللہ۔ تجھ پر افسوس ہے اے عمر ابن سعد۔ کیا تو اپنے اس خدا سے نہیں ڈرتا ہے جس کی طرف تیری بازگشت ہونے والی ہے اور تو میرے ساتھ مقابلہ کرنے میں ذرا بھی خوف نہیں کرتا حالانکہ تجھ کو خوب معلوم ہے کہ میں کس کا فرزند ہوں پس تجھ کو لازم ہے کہ تو میری ہمراہی اختیار کر اور میرے فرمان کو قبول کر اور اپنے خدا کو شاد و خوشنود رکھ آپ کا یہ ارشاد سنکر ابن سعد نے جواب دیا کہ یہ کام میں کیسے کر سکتا ہوں ابن زیاد میرا گھر کھدوا ڈالے گا آپ نے فرمایا اسکی کوئی پروا نہیں میں تیرے لئے اس سے بہتر گھر بنوا کر دے سکتا ہوں۔ ابن سعد نے کہا کہ وہ میرے تمام مال و متاع اور جائداد کو ضبط کرے گا آپ نے فرمایا اسکی بھی کچھ پرواہ نہیں میں تجھ کو یہ تمام چیزیں فراہم کر دونگا ابن سعد نے کہا میں اہل و عیال کیلئے سخت خوفزدہ ہوں جناب امام حسین علیہ السلام اب اسکے ایسے مہمل و ضعیف عذرات سنتے سنتے عاجز آگئے تو آخر آپنے سمجھ لیا کہ یہ شقی ازلی اور بے نصیب ابدی ابن زیاد لعین کی متابعت میں ہمارا خون ناحق ضرور بہائیگا اور جور و ستم کے اظہار سے کبھی باز نہ آئیگا تو آخرکار آپنے یہ فرما کر اسکو رخصت کر دیا مالک ذبحک اللہ علی فراشک عاجلاً ولا غفر لک یوم حشرک فواللہ انی لارجو ان لا تاکل من بر العراق الا یسیراً۔ یہ تجھ کو کیا سوجھی ہے۔ خدائے سبحانہ وتعالیٰ تجھ کو تیرے فرش راحت ہی پر جلد قتل کرائیگا اور تجھ کو روز قیامت وقت پرسش حساب کبھی نہ بخشیگا خدا کی قسم ہے مجھ کو امید ہے کہ تجھکو گندم عراق سے بہت ہی کم کھانا نصیب ہوگا یہ سنکر ابن سعد اٹھ کھڑا ہوا اور بطور استہزا کہنے لگا فی الشعیر کفایۃ عن البر۔ یعنی اگر مجھے گیہوں نہ ملینگے تو میں جو ہی پر قناعت کرونگا اسیوقت سے عرب میں یہ ضرب المثل مشہور ہو گئی اور فارسی میں بھی اسکا ترجمہ کر لیا گیا ہے کہ ع گندم اگر بہم نرسد جو غنیمت است (طبری ابن اعثم کوفی وغیرہ)

بہرحال ابن سعد تو اپنے لشکر کیطرف واپس ہوا اور جناب امام حسین

علیہ السلام اپنے خیام کی جانب چلے آئے اور روز تک اپنے آیندہ مصائب پر غور فرماتے رہے۔

جناب امام حسین علیہ السلام کا خطبہ اور اصحاب جان نثار کی خوش عقیدتی اور حسن ولا

جناب امام حسین علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ نے کسی طرح اس امر کی اجازت نہ دی کہ آپ کے جان نثار اور خالص الاعتقاد اصحاب آپ کی نصرت اور حمایت میں اپنی غریب جانیں قربان کرنے کے لئے مجبور کئے جائیں کیونکہ کربلا کے معاملات انتہا تک پہنچ چکے تھے اور معاملے کے روبراہ ہونے کی تمام امیدیں منقطع ہو چکی تھیں۔ امام علیہ السلام نے اپنے عہدہ امامت کی مناسب ہدایات کو پورے طور سے وما علینا الا البلاغ کی انتہائی حد تک پہنچا دیا تھا۔ اور ایک بار نہیں کئی بار ایک موقعہ پر نہیں کئی موقعوں پر صحبت میں، خلوت میں جلوت میں عمر ابن سعد کو سمجھایا کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے ہمراہی مسلمانوں کو فرزند رسول کے خون ناحق میں شریک ہونے سے بچائے مگر ان تمام ہدایات کے خلاف جب آپ نے یقین کر لیا کہ عمر سعد کے حالات لھم قلوب لا یفقھون بھا کی حد تک پہنچ چکے ہیں اور اب یہ سنگدل، خدا نا ترس مجھکو ضرور قتل کریگا ایسی حالت میں آپ کے اخلاق اس کے مقتضی ہوئے کہ اپنی جان کے لئے اپنے عزیز و اقارب اور جان نثار اصحاب کو بھی قتل کرا دیا جائے کیونکہ یہ جانتے تھے کہ اعدائے دین کو صرف میری ذات سے مخالفت و خصومت ہے تو ایسی حالت میں ان قلیل وفاداروں کو اپنے ساتھ معرض ہلاکت میں ڈالنا خلق و مروت سے بعید ہے مناسب ہے کہ ان لوگوں پر صورت معاملہ صاف کھول دی جائے اور انکو اس محاصرہ سے نکل جانے کا پورا اختیار دیدیا جائے جناب امام حسین علیہ السلام دیر تک اس خیال میں مصروف رہے پھر اپنی تمام جمعیت کو جن میں آپ کے عزیز و اقارب بھی تھے جمع فرمایا اور نہایت اطمینان سے انکو یہ خطبہ سنایا۔

اُثنی علی اللہ احسن الثناء واحمدہ علی السرّاء والضرّاء اللّٰھم انی احمدک علی ان کرمتنا بالنبوۃ وعلمتنا بالقرآن وفھمتنا فی الدین وجعلت لنا اسماعاً وابصاراً وافئدۃ فاجعلنا من الشاکرین اما بعد فانی لا اعلم اصحابا اوفی ولا خیرا من اصحابی ولا اھل بیت ابرّ ولا اوصل من اھل بیتی فجزاکم اللہ عنی خیرا الا وانی لاظن یوما لنا من ھؤلاء الا وانی قد اذنت لکم فانطلقوا جمیعا فی حلّ لیس علیکم حرج منّی ولا ذمام ھذا اللیل قد غشیکم فاتخذوہ جملا ولیاخذ کل رجل بید رجل من اھل بیتی تفرقوا فی سوادکم ومدائنکم فان القوم انما یطلبوننی ولو قد اصابونی لھوا عن طلب غیری۔

آپ نے پہلے خدائے سبحانہ و تعالیٰ کی حمد کی اور بعد حمد و ستائش خدا تمام اصحاب و عزیز و اقارب کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے پروردگار عالم میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں اس لئے کہ تو نے مجھ کو منصب امامت ممتاز فرمایا اور رموز و غوامض کلام ربانی مجھکو عنایت فرمائے اور ارکان دین کی تعلیم فرمائی اور مجھکو گوش حق نیوش، دیدہ بینا اور دل دانا مرحمت کیا۔ پس ہم کو شکر کرنے والوں کی جماعت میں شمار فرما لیں اے لوگو! اس میں شک نہیں کہ میں نے اپنے اصحاب جیسے وفادار کسی اصحاب اور اپنے عزیز و اقارب سے اچھے کسی کے عزیز و اقارب نہیں دیکھے خدائے سبحانہ و تعالیٰ تم کو اس کے بدلے خیر عطا فرمائے مجھکو اس وقت اس جماعت (اہل کوفہ و شام) کی طرف سے دوسرے خیال کو لینی میں اس سے طریق اطاعت اختیار کر لینے کی امید رکھتا تھا لیکن اب مجھکو ان کے انداز دگرگوں معلوم ہوتے ہیں اس لئے میں تم سے اپنے تمام عہد و پیمان اٹھائے لیتا ہوں اور تم کو اپنی اطاعت کے بارے بالکل سبکبار کئے دیتا ہوں اور بکمال رغبت تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تمہارا جس طرف جی چاہے چلے جاؤ۔ یہ رات ہے چاروں طرف عالم میں تاریکی چھائی ہے تم لوگ اسے غنیمت جانو اور اپنے ناقے درست کر لو اور تم میں سے ہر شخص میرے اہلبیت سے ایک ایک آدمی کو اپنے ساتھ لے لے اور اس اندھیری میں مختلف شہروں اور قصبوں میں چلا جائے کیونکہ یہ لوگ صرف میرے خون کے پیاسے ہیں جب مجھے پالیں گے تو پھر دوسروں سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔

جناب امام حسین علیہ السلام کا یہ خطبہ سنتے ہی آپ کے تمام عزیز و اقارب اور اعوان و انصار کی رگ رگ میں سچے خلوص اور وفاداری کا جوش پیدا ہو گیا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ عقیدت کی سچی تصویریں ارادت کی اصلی مورتیں ایمان کی

پختہ اعتقاد کے تیار ہیں۔ مگر جن کے چھوٹے بڑے ملا کر بہتر سے زیادہ نہ تھے اپنی جان نثاری اور وفاداری کے حقیقی جوش میں آکر اپنے آپ میں زر ہوا اس قلیل جماعت میں سب سے پہلے آپ کے صاحبزادوں نے اور صاحبزادوں کے بعد بھائیوں نے اور بھائیوں کے بعد بھتیجوں نے اور بھتیجوں کے بعد بھانجوں نے اور بھانجوں کے بعد اور اصحاب نے نہایت خلوص کے لہجوں میں یک زبان ہو کر عرض کیا لا ارانا اللہ ذٰلک ابدا خدا ہم کو یہ دن کبھی نہ دکھلائے۔

اس خطبہ میں ارشاد فرمایا گیا تھا کہ ہمارے اصحاب جیسے کسی دوسرے کے اصحاب نہیں ہیں اور ہمارے اعزہ جیسے اور کسی کے عزیز نہیں ہیں، حضرت کا یہ مقولہ کہاں تک صحیح ہے؟ یہ تو واقعات کربلا ہی سے ظاہر ہے، باقی رہا امر کہ ان جان نثاروں نے جیسا شفیق اور مہربان سردار اور آقا اپنی خوش قسمتی سے پایا تھا وہ بھی ویسا ہی عدیم المثال تھا، جیسا آج تک کسی جان نثار اور مطیع و فرمانبردار کو نصیب نہیں ہوا۔ یہ امر آپ کے ان احکام سے خود بخود ظاہر ہے کہ باوجودیکہ آپ کو اپنی موت کا ہر صورت سے یقین تھا اور ایسی بیکسی اور بے بسی کا عالم پیش نظر تھا جو کسی کے کبھی دیکھنے میں کیا سننے میں بھی نہ آیا تھا مگر تاہم یہ سمجھ کر کہ مخالفوں کو صرف آپ کی ذات سے غرض ہے اس لئے آپ کے اعلیٰ درجہ کے اخلاق جنکی مثال سے دنیا کے کارنامے خالی ہیں ہرگز اس امر کے متقاضی نہ تھے کہ آپ کی رفاقت کے جرم میں انکی جانیں تلف ہوں اس لئے آپ انکو اور اپنے تمام اہلبیت کو بکمال رغبت ترک رفاقت کی اجازت فرما رہے تھے اور اپنی تنہا ذات پر بیکسی و تنہائی کے تمام مصائب گوارا فرمانے کے لئے راضی تھے اور دوسروں کے خون ناحق پر کسی طرح راضی نہ تھے۔ واقعات کربلا کو معمولی فوج کشی تصور کرنیوالے وہم پرست حضرات ذرا آنکھیں کھول کر اس خطبہ کے حرف حرف اور لفظ لفظ کو غور سے پڑھیں کہ اس کے مضامین معاملات دنیاوی سے امام عالی مقام کی کیسی بے لوثی اور کتنی بے سروکاری ثابت کرتے ہیں، کیا کوئی عقل کا اندھا بھی خیال کر سکتا ہے کہ ایک ملک گیر جو فوجکشی کے ارادہ سے میدان جنگ تک پہنچ گیا ہو اور اسکو یہ امر بھی متیقن ہو چکا ہو کہ صبح شام میں جنگ کا آغاز ہوا چاہتا ہے تو ایسے وقت میں وہ اپنے اصحاب و انصار کو جنپر اسکی جمعیت کا دارمدار ہو اس طرح ترک رفاقت کی صلاح دیگا اور ایسے نازک وقت میں اُن کو اپنے پاس سے جدا کر دیگا، کچھ اسی موقعہ پر منحصر نہیں ہے، شروع سفر سے لیکر اس وقت تک برابر ہم جناب امام حسین علیہ السلام کے مختلف خطبات سے دکھلاتے آئے ہیں کہ آپ ہرگز ہرگز ایسے ارادہ کے ساتھ مدینہ سے کربلا تک نہیں آئے تھے اتنا لکھکر ہم پھر اپنے قدیم سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں۔ اہلبیت علیہم السلام اور اصحاب کرام نے اپنے خلوص اور عقیدت کے اظہار میں نہایت جوش سے جواب دیے۔ ہم ان میں سے چند کامل الایمان بزرگوں کے جوابات ذیل میں لکھتے ہیں۔ ان میں سب سے پہلے جو بزرگوار اٹھے **مسلم ابن عوسجہ** تھے وہ امام عالی مقام کی خدمت میں عرض کرنے لگے۔

انحن نخلی عنک فیما نعتذر الی اللہ فی اداء حقک لا واللہ حتّٰی اطعن فی صدورھم برمحی ھٰذا واضربھم بسیفی فاثبت قائمہ فی یدی ولو لم یکن معی سلاح اقاتلھم بہ لقذفتھم بالحجارۃ واللہ لا نخلیک حتّٰی یعلم اللہ انّا قد حفظنا غیبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیک اما واللہ لو علمتُ انّی اقتل ثم احیی ثم احرق حیّا ثم اُذری یفعل ذلک بی سبعین مرّۃ ما فارقتک حتّٰی القی حمامی دونک فکیف لا افعل ذٰلک وانّما ھی قتلۃ واحدۃ ثم ھی الکرامۃ الّتی لا انقضاء لھا ابدا۔

اے فرزند رسول! کیا میں اپنا ہاتھ آپکی نصرت و رفاقت سے اٹھالوں پس میں خدائے سبحانہ و تعالےٰ کے آگے آپ کے ادائے حقوق کے ثبوت میں کیا حجت پیش کرونگا، خدا کی قسم مجھ سے ایسا نہ ہوگا میں تو آپ کے دشمنوں کے سینوں کو اپنے نیزہ کا نشانہ بنائے بغیر نہ چھوڑونگا اور انکے جسم کو اپنی تلوار کا نیام بناؤں گا جب تک کہ اس کا قبضہ میرے ہاتھ میں رہیگا۔ اور اگر میرے پاس جنگ کے لئے ہتیار نہ رہیں گے تو میں اُن پر سنگ باراں کرونگا۔ مگر بخدا کی قسم ہم آپ کی خدمت سے ہرگز علیحدہ نہ ہوں گے تاکہ خدائے سبحانہ و تعالےٰ پر یہ ثابت ہو جائے کہ غیبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہم ان کے فرزند دلبند کے محافظ رہے اور ہم نے اپنی حفاظت کے فرض کو کما حقہ ادا کر دیا۔

قسم خدا کی اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میں مارا جاؤنگا پھر جلایا جاؤں گا اور پھر زندہ جلا دیا اور جلا دے جانے کے بعد میری خاک ہوا میں اڑا دی جائے گی اور یہ امر ستر بار کیا جائیگا تو بھی میں آپ کی خدمت سے جدا نہ ہوگا یہاں تک کہ آپ کے ہمراہ مارا جاؤں اور یہ تو صرف ایک ہی دفعہ قتل ہوتا ہے پھر اس کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کی راحت ہے جو کبھی تمام

ہونے والی نہیں۔

مسلمؓ ابن عوسجہ کی اس پُر جوش تقریر کے ختم ہونے پر **زہیر ابن القین** رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے اٹھے اور فرمانے لگے واللہ لوا ردت انی قتلت ثم نشرت ثم قتلت حتی اقتل ھکذا الف مرۃ وان اللہ یدفع بذالک القتل عن نفسک وعن انفس ھؤلاء الفیتان من اھل بیتک قسم خدا کی مجھے یہ پسند ہے کہ میں مارا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں اور اسی طرح ہزار مرتبہ قتل کیا جاؤں۔ تاہم مجھ کو اپنے یہ تمام مصائب قبول ہیں اگر اس کے عوض میں آپ کے اور آپکے اہلبیت علیہم السلام کے سر سے آئی ہوئی یہ بلائیں جائے۔

یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ان خالص جان نثاروں کے یہ عقیدے کچھ خالی زبانی ہی نہ تھے۔ ان کامل الایمان بزرگوں نے معرکہ کارزار میں دھوپ پیاس اور اضطراب کی حالت میں حریف سے مقابلہ کرکے ایک ایک نے دس دس بیس کو مار کر ثابت کر دیا کہ ہم ہیں سچے وفادار اور ہم ہیں اصلی بہادر معرکہ کارزار کے گرم ہوتے ہی شوق وغا میں انکی شجاعت بے مثل و بینظیر ثابت ہوئی، مورخین کا بیان ہے کہ جنگ شروع ہونے ہی ان میں وہ عجیب جوش پھیل گیا تھا کہ ایک دوسرے پر شہید ہونے کے واسطے گرا پڑتا تھا اور ایک دوسرے کو آگے جاتا ہوا دیکھ کر صف سے نکلا پڑتا یہ اس کا ہاتھ تھام کر پیچھے کر دیتا تھا اور وہ اس سے آپ آگے بڑھ جاتا تھا۔ ان سعادت مندوں میں سے **محمد ابن بشر الحضرمی** کا واقعہ ان کے کامل الوفا اور راسخ الاعتقاد ہونے کے سبب آج تک یادگار ہے۔

محمدؓ کو عین اس وقت میں جبکہ جانبین سے صف آرائی ہو کر جنگ آغاز ہوا چاہتی تھی، خبر ملی کہ اس کا بیٹا مملکت رے کی سرحد میں گرفتار ہو گیا ہے اور وہاں کوئی آدمی اس کے قبیلہ کا ایسا نہیں ہے جو اس کی دیت دیکر اسکی مخلصی کی کوئی تدبیر کر سکے۔ اب تا وقتیکہ اسکی دیت ادا نہ کی جائے اسکی رہائی محال ہے۔ ایسی وحشت ناک خبر سنکر کیا کسی کا باپ کا دل اپنے آپے میں رہ سکتا ہے اور کیا وہ اسکو رہائی دلائے بغیر مطمئن ہو سکتا ہو۔ مگر محمدؓ کا تحمل و استقلال حقیقت میں اپنی آپ مثال تھا جس کی نظیر سے دنیا کے کارنامے خالی ہیں۔ محمد ابن بشر الحضرمی رضی اللہ عنہ نے اس خبر کے پہنچنے پر کوئی اعتنا نہیں کی اور صاف کہدیا کہ اگر وہ اسیر ہو گیا تو میں بھی اب خود اس کے بعد زندہ نہ رہوں گا جو اسکی ذلت و خواری دیکھوں یا اس کے لئے مطعون کیا جاؤں۔ میں ایسے وقت میں آپکی نصرت کو جناب امام حسین علیہ السلام کی نصرت پر ترجیح نہیں دے سکتا۔

یہ ہے سچا اعتقاد اور یہ ہے خالص جان نثاری۔ اگر محمدؓ اس وقت چلے بھی جاتے تو دنیا میں کوئی شخص ان پر الزام نہ لگا سکتا اور معترض نہ ہو سکتا مگر ان کے متبرک نفس نے خود اپنے بیٹے کی نصرت اور جناب رسول خدا کے بیٹے کی نصرت کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا، جناب امام حسین علیہ السلام نے اس خبر کو، اور محمدؓ کے جواب کو سنا تو محمدؓ کو پاس بلا کر خود فرمایا رحمک اللہ انت فی حل من بیعتی فاعمل من فکاک ابنک فقال اکلتنی السباع حیا ان فارقتک قال فاعط ابنک ھذہ الاثواب البرود یستعین بھا فی فداء اخیہ فاعطاہ خمسۃ اثواب قیمتھا الف دینار۔ خدائے سبحانہ وتعالیٰ تم پر اپنی رحمت نازل کرے۔ میں نے اپنی اطاعت کا بار تم سے اٹھا لیا اور تم کو اختیار دیا کہ تم جا کر اپنے بیٹے کو قید سے رہائی دلواؤ۔ محمدؓ نے عرض کی یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر میں آپ کو چھوڑ دوں تو جانوران درندہ مجھے پھاڑ ڈالیں، تب جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ برد اپنے دوسرے بیٹے کو دلوا دو اور اس سے کہہ دو کہ وہ اپنے بھائی کا فدیہ دیکر اسکو چھڑا لائے، غرض پانچ عدد بردیں اس کے بھائی کو دلوا دیں جنکی قیمت ایک ہزار اشرفی تھی۔

ان جان نثاروں کے حالات میں سے ہم نے صرف انہی دو بزرگواروں کے خلوص و عقیدت کا ذکر لکھا ہے جس سے ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ انکی نسبت جناب امام حسین علیہ السلام کا وہ کلام جو ابھی ابھی آپ کے خط میں لکھا جا چکا ہے کیسا صحیح اور واقعی ہے۔ اگر انکے حالات پر تحقیق کی نظر اور وسیع کی جائے تو معلوم ہو گا کہ حقیقت میں کسی نبی کے اصحاب ایسے صادق الاقرار اور کامل الاعتقا و ثابت نہیں ہوتے دور کیوں جاؤ۔ حضرت عیسےٰ ابن مریم علی نبینا وعلیہما السلام اور ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہی کے حالات معارک جنگ میں پڑھ لو، حضرت عیسےٰ ابن مریم کو تو اپنے زمانہ نبوت میں کسی معرکہ جنگ کا سامنا ہوا نہیں مگر ہاں آپ کی گرفتاری کی رات البتہ بہت بڑے امتحان کا وقت تھی۔ اس رات کو آپ کے حواری (اصحاب بھی) آپ کے ساتھ پوشیدہ تھے اور حضرت نے انکے نفوس مختلفہ کو موازنہ کرکے بتلا دیا تھا کہ خدا سے دعا مانگو کہ امتحان میں نہ پڑو بلکہ جس وقت آپ نے اپنی اطاعت بھی (مثل جناب امام حسین کے)

اپنے حواریوں کے ذمہ سے اٹھالی تھی، لیکن آپکے ان ظاہری جان نثاروں نے اپنے خلوص کو بہت بڑے جوش کے ساتھ ظاہر کیا تھا۔ ازانجملہ **شمعون** نے تو یہاں تک دعوی کیا تھا کہ میں آپ کے پسینہ کی جگہ اپنا خون گرا دونگا۔ مگر جب **ہیرودس** کے ملازم اس مظلوم رسول کا سراغ لگا کر انکے چھپنے کی جگہ تک پہنچ گئے تو ان میں سے ہر ایک مست خواب کو اس پیغمبر شب زندہ دار نے جو شام ہی سے ان خونخواروں کا انتظار کر رہا تھا۔ جگایا اور ان کو ان کے بستر استراحت سے اٹھایا آنکھیں ملتے بستروں سے اٹھے اور سیدھے چلتے بنے **فطرس** مقدس تو ڈر کے مارے جھٹ فصیل قلعہ سے نیچے کود پڑے۔ شمعون نے باوجود اتنی دلیری اور شجاعت کے صرف اپنے ایک مخالف کا کان کاٹ لیا اور چلتے ہوئے **یہودا** نے تو وہ ایمان فروشی اختیار کی کہ العیاذ باللہ تیس روپیے کر **ہیرودس** کے سپاہیوں کو وہ جگہ بتلا دی جہاں حضرت عیسی ابن مریم خود مع اپنے اصحاب کے پوشیدہ تھے، پھر جائزہ سلطانی کے وقت جب یہ لوگ دربار عام میں اس امر کی تحقیق کے لئے کہ یہ لوگ شریعت عیسے کے حامی اور پیرو ہیں بلائے گئے تو انہی لوگوں نے صاف طور سے شریعت عیسے کی پیروی سے قطعی انکار کیا اور جناب عیسے ابن مریم کو معاذ اللہ گالیاں تک دے کر کہا کہ ہم تو انکو پہچانتے بھی نہیں۔ (دیکھو انجیل متی و کار بیٹنیز باب المراسلات)

یہ تھے ایک پیغمبر اولی العزم و صاحب شریعت کے اصحاب وفادار اور یہ تھے جناب امام حسین علیہ السلام کے خالص جان نثار حضرت عیسے ابن مریم کے حواریوں کے احوال سے قطع نظر کرکے اب ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے واقعات پر غور کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ ان حضرات میں بھی کثرت سے ایسے بزرگوار تھے جو مختلف غزوات میں اور ایسے خاص موقعوں میں بھی جن میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے۔ آنحضرت کو معاندین اور دشمنان دین کے نرغہ میں یکہ و تنہا چھوڑ کر بھاگ بھاگ گئے اور ایسا منہ پھیرا کہ پھر کر بھی نہ دیکھا کہ پیغمبر خدا کس حالت میں ہیں اور لشکر اسلام پر کیا گزری۔ دو دو تین تین روز تک روپوش رہے **جنگ احد** **جنگ حنین** کے واقعات عموماً تمام مسلمانوں کے پیش نظر ہیں۔ ان واقعات کو اصحاب جناب امام حسین علیہ السلام کی وفاداری اور جان نثاری سے ملایا جائے تو ضرور یہی کہ انہی مظلوموں کی وفاداری کا پلہ بھاری

رہیگا۔ **شب نہم محرم** - آٹھویں کا دن بھی جوں توں کرکے تمام ہوگیا اور جناب امام حسین علیہ السلام کو معاملات کے طے ہونے کی طرف سے قطعی مایوسی ہوگئی۔ اپنی اور اپنے تمام اعوان و انصار کی موت آپکی آنکھوں کے سامنے تھی اور ہر شخص انتشار و اضطرار کی حالت میں گرفتار نظر آتا تھا ہم نے ان حضرات کے انتشار و اضطرار کی خاص حالت کی نسبت تحقیق کیا ہے تو ہم کو یہی ثابت ہوا کہ ان خالص الایمان بزرگوں کو اپنی اپنی جان کے ضائع ہونے کا کوئی افسوس نہ تھا اور نہ اپنے اہل وعیال کی بربادی وتباہی کا کوئی اندیشہ تھا وہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے نتیجوں کی نسبت پہلے ہی سے فیصلہ کر چکے تھے کہ جو ہماری جانوں کا نتیجہ ہوگا وہی فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس جان کا جو ان انکے اہلبیت کی حالت ہوگی وہی ہمارے اہل وعیال کی، اب اگر وہ اپنی جانوں کو اور اپنے اہل وعیال کو جناب امام حسین علیہ السلام کی جان اور انکے اہلبیت کی جان سے افضل و بہتر سمجھتے تو البتہ ان کو غم بھی ہوتا اور افسوس بھی، بخلاف اس کے وہ تو آیہ وافی ہدایہ النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم (نبی مومنین کے نزدیک انکی جانوں سے زیادہ عزیز ہے) کے مفہوم کو خوب سمجھے ہوئے تھے تو اب ان کو اپنے سید و آقا کی رکاب میں سوائے جان دیکر شرف سعادت اور درجہ شہادت حاصل کرنے کے اور کچھ اچھا ہی نہ معلوم ہوتا تھا اور وہ تمام بزرگوار اول سے لیکر آخر تک اسی مسلک پر قائم تھے ؎

ہمیں است تا زندہ ام نیت من	من و اقتدا تو در ہر نمازے

یہ تو اصحاب جان نثار کے حالات تھے۔ اب اعزہ واقارب کے خلوص کا نمونہ دیکھیے۔ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ شمر ذی الجوشن کے ہمراہ حضرت عباس علیہ السلام کے ماموں نے اپنے غلام عرفان کو بھیجا تھا اس غرض سے کہ وہ ابن زیاد کا خط امان دکھلا کر حضرت ام البنین کے چاروں صاحبزادوں کو میدان جنگ سے واپس بلالے اور حضرت عباس کو اپنے خاص خط میں لکھ بھیجا تھا کہ زمانہ پرآشوب ہو رہا ہے۔ حفاظت جان و اہل وعیال ضرور ہے، مناسب ہے کہ تم اس وقت اپنے بھائی کی نصرت سے کنارہ کش ہو جاؤ اور پھر کسی وقت آگے چلکر اسکی تلافی کرلینا، تمہارے اور تمہارے بھائیوں کے لئے خط امان بھیجا جاتا ہے جو ایسے نازک وقت میں تمہارے لئے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہے

پس تم ابن زیاد کے فرمان اور میرے خط کی تعمیل میں تعجیل کرو۔ آٹھویں کا دن تمام ہو کر نویں تاریخ کی شب کو عرفان نے وہ خط بجنسہ حضرت عباس علیہ السلام کو دیا اور آپ نے پڑھکر فوراً وہ خط زمین پر پھینکدیا اور عرفان سے کہدیا کہ تو جاکے ہمارے ماموں سے کہدے کہ تمہارے بھانجے لیے نہیں ہیں جو فرزند رسول کو چھوڑ کر ابن زیاد کی بیعت کریں ہم کو اس کی امان کی کوئی قدر نہیں ہے ہمارے لیے خدائے قادر و توانا کی امان کافی ہے جو کچھ ہمارے لیے اس کی مشیت میں مقدر ہو چکا ہے وہی ہر حال میں بہتر اور مناسب ہے۔

عرفان تو یہ جواب سنکر شمر سے سارا ماجرا دہراتا ہوا اسی وقت کربلا سے کوفہ کو واپس ہوا شمر ذی الجوشن بھی قبیلہ کلب تھا۔ اور بنی کلب قبیلہ حضرمیہ کی ایک شاخ سمجھا جاتا تھا اس لئے شمر بن ذی الجوشن کو بھی حضرت عباس علیہ السلام کی تقریب کی ایک گونہ قرابت کا دعویٰ ضرور تھا۔ عرفان سے حضرت عباس علیہ السلام کی تقریر سنکر اسنے ظاہری طور پر تو اپنی قرابت کے حقوق کا اظہار کرنا چاہا اگر باطن میں اس کی ان کوششوں سے صرف حضرت عباس علیہ السلام کا جدا کر لینا منظور تھا اس لئے کہ حضرت عباس علیہ السلام کی شجاعت کا دلیری اس وقت زبان زد خاص و عام ہو رہی تھی۔ جناب امام حسین علیہما السلام کی قوت توڑنے کے لئے اس نے اس امر میں پہلے ہی کوشش کی۔ وہ کچھ رات گئے اپنے لشکر سے خیام امام علیہ السلام کی طرف آیا اور قریب پہنچکر بآواز بلند پکارنے لگا۔ این بنی اختی عبد اللہ و جعفر و عباس و عثمان کہاں ہیں میری بہن کے لڑکے عبد اللہ۔ جعفر۔ عباس اور عثمان۔ مجھ کو ان سے کچھ کہنا ہے اتفاق سے جناب امام حسین علیہ السلام نے خود اس کی آواز کو سنا اور فوراً حضرت عباس علیہ السلام کو بلا کر ارشاد کیا کہ اگرچہ شمر فاسق ترین مردم ہے مگر چونکہ قرابت میں وہ تمہارا ماموں ہے تو مناسب ہے کہ تم اس سوال کا جواب دو۔ امام عالی مقام کا حکم پاکر وہ چاروں بھائی خیمہ سے نکل کر وہاں پہنچے جہاں شمر علیہ اللعنۃ والعذاب ان کے انتظار میں کھڑا تھا حضرت عباس نے پوچھا تو نے ہم لوگوں کو کیوں بلایا ہے؟ اس نے کہا کہ سنو! تم سب میری بہن کے لڑکے ہو تمہارے لئے پورے طور سے حکم امان ہے پس تم علیحدہ ہو جاؤ اور جناب امام حسین علیہ السلام کی طرف سے شریک جنگ نہ ہو اور بیکار اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور یزید کی بیعت و اطاعت اختیار نہ کرو۔ اتنا سننا تھا کہ وہ چاروں وفادار اپنے آپے میں نہ رہے حضرت عباس علیہ السلام نے خشم آلود نگاہوں سے اس کی طرف دیکھکر کہا تبت یداك و لعن ما جئت به من امانك یا عدو اللہ أتأمرنا ان نترك اخانا و سیدنا الحسین ابن فاطمة علیہما السلام و ندخل فی طاعة اللعناء و اولاد اللعناء أتؤمننا و ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا امان له تیرے ہاتھ کاٹے جائیں تجھ پر اور تیری اس امان پر جو اپنے ہمراہ لایا ہے دونوں پر لعنت ہو۔ اے دشمن خدا تو ہم سے کہتا ہے کہ ہم اپنے آقا اور بھائی حسین ابن فاطمہ علیہما السلام کی رفاقت سے ہاتھ اٹھائیں اور اپنا سر ایک فاسق اور فاجر کی اطاعت میں جھکائیں تو ہم لوگوں کو امان دیتا ہے اور فرزند رسول علیہما السلام کیلئے امان نہیں ہے۔ اتنا سننا تھا کہ شمر کے حواس باختہ ہو گئے اور وہاں سے وہ چلتا ہوا اور اپنے لشکر میں پہنچ گیا

(اعثم کوفی صفحہ ۳۳۸ و ناسخ التواریخ صفحہ ۲۴۱)

حضرت عباس علیہ السلام نے اپنے ارشاد کو کلمہ تبت یداك سے آغاز کیا ہے اس کو ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ آپ شمر کی قرابت کو اس وقت ایسا ہی سمجھتے تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابولہب کی قرابت تھی اسی بنا پر آپ نے شمر کو انہی الفاظ سے خطاب فرمایا جن الفاظ سے ابولہب کو حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس کے مظالم اور گمراہی کی پاداش میں متنبہ فرمایا ہے۔ طبری۔ روضۃ الصفا اور دوسری تاریخوں میں بھی یہ قصہ بتفصیل درج ہے امام طبری اور امام اسفرائنی وغیرہ نے عرفان کے واقعہ کو نہیں لکھا ہے صرف شمر کی گفتگو لکھی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ واقعات کربلا جس طرح سے جناب امام حسین علیہ السلام کے صبر۔ رضا تسلیم اور کمالات نفسانی کے لئے بے نظیر اور عدیم المثال تفصیلی دفاتر ہیں اسی طرح یہ واقعات آپ کے اعوان و انصار کی جانثاری وفاداری خلوص و عقیدت کے خوشنما آئینے ہیں جن میں ان کے اخلاقی کمالات کے بیش بہا جواہر آفتاب عالمتاب کی طرح دکھائی دیتے ہیں ہمارے موجودہ سلسلہ بیان میں کوئی واقعہ ایسا نہیں ہے جس سے

امام عالی مقام کے صبر و رضا اور ان بزرگواروں کے صدق و صفا کے پورے ثبوت نہ ملے ہوں اب ہم آئندہ واقعات میں ان کے استقلال اور اطمینان کے پکے واقعات قلمبند کرتے ہیں جو ایسے انتشار و اضطرار کی حالت میں انسانی طبیعتوں کو قطعی دشوار اور محال ہیں جس سے معلوم ہو جائیگا کہ وہ بزرگوار باوجود اس شدید ترین مصیبتوں میں منتشر، مضطرب، غمگین اور محزون ہونے کے اپنی مستقل مزاجی اور اطمینان قلبی کی وجہ سے نہایت خوش تھے اور بحد مسرور۔ چنانچہ محمد ابن ابی طالب اپنی تاریخ میں اور ملا مجلسی علیہ الرحمۃ بحار الانوار جلد عاشر اور جلاء العیون میں اور صاحب ناسخ التواریخ اپنی جلد ششم میں تحریر فرماتے ہیں کہ اسی رات یعنی شب نہم محرم کو جب شمر حضرت عباس علیہ السلام کے دندان شکن جواب سن کر اپنی لشکر گاہ کو واپس گیا تو جناب امام حسین علیہ السلام نے ایک خیمہ علیحدہ نصب کرا کے اپنے تمام اعوان و انصار کو حکم فرمایا کہ وہ خلوت میں جا کر آداب طہارت بجا لائیں۔ پانی تو کہاں میسر تھا جو غسل کے لئے مہیا کیا جاتا مگر ہاں جناب امام حسین علیہ السلام نے ایک پیالہ میں مشک۔ نورہ اور خوشبو کے تمام مصالحے رکھوا دیئے تھے حکم امام پا کر آپ کے اعوان و انصار باری باری سے اس خیمہ میں گئے اور آداب طہارت بجا لائے چنانچہ بُریر ابن خضیر ہمدانی اور عبدالرحمٰن ابن ربہ الانصاری بھی پہنچے جب اس خیمہ کے دروازے پر پہنچے تو بریر نے عبدالرحمٰن سے مزاح کی عبدالرحمٰن نے ان سے فرمایا کہ ایسے مصیبت خیز اور قیامت انگیز وقت باہم مزاح اور مطائبہ کا کون موقعہ ہے۔ ان کا کلام سن کر بریر نے نہایت اطمینان سے ذیل کے الفاظ میں جواب دیا۔

فقال بریر لقد علم قومی انّنی ما احببت الباطل کهلا ولا شابا وانما افعل ذلک استبشارا بما نصیر الیه فواللّٰه ما هو الّا ان نلقی هٰؤلاء القوم باسیافنا نعالجهم ساعة ثمّ نعانق الحور العین۔

ہمارا تمام قبیلہ جانتا ہے کہ میں نے کبھی نہ اپنی جوانی میں اور نہ پیری میں کسی امر باطل کو دوست نہیں رکھا اور نہ کبھی دنیا کے لہو و لعب میں مصروف ہوا۔ اور اس وقت جو مزاح تم مجھ سے معرض ظہور میں آتا ہوا دیکھتے ہو تو اس جاودانی بشارت کا تقاضا ہے جس کی طرف ہم لوگ بہت جلد پہنچنے والے ہیں۔ خدا کی قسم تھوڑی دیر میں ہم لوگ اس فرقۂ مخالفت کے ساتھ لڑیں گے اور ہم تیغ و سنان سے کام لینے کی نوبت پہنچ گئی اور اس کے بعد ہمارے ہاتھ حوروں کی گردنوں میں حمائل ہوں گے۔ یہ تھے اپنے محاسن خدادات پر کامل اطمینان اور یہ تھے اپنے اعتقادات پر مستحکم استقلال۔ بہرحال جب شب نہم نصف سے زیادہ کٹ گئی اور آپ کے اعوان و انصار اپنے خیموں میں بکمال خضوع و خشوع عبادت گزاری اور تحمید جناب باری عزّ اسمہ میں مصروف ہوئے اس وقت جناب امام حسین علیہ السلام اپنے سراپردۂ مطہر کے دروازے پر بیٹھے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے کہ اتنے میں لشکر مخالفین سے چند بے دین خیام مقدس کی طرف آتے دکھائی دیئے جب وہ اشقیا اصحاب باوفا کے خیموں کے قریب پہنچے تو ان میں سے عبداللہ ابن سخر جو بہت بڑا دلیر اور دریدہ دہن مشہور تھا آگے بڑھا تو اس نے امام عالی مقام کو یہ آیہ تلاوت فرماتے ہوئے سنا ولا یحسبنّ الّذین کفروا انّما نملی لهم خیر لانفسهم انّما نملی لهم لیزدادوا اثما ولهم عذاب مهین ما کان اللّٰه لیذر المؤمنین علی ما انتم علیه حتّی یمیز الخبیث من الطّیّب۔ جو لوگ کافر ہو گئے یہ نہ خیال کریں کہ ہم جو ان کو مہلت دیتے ہیں تو یہ کچھ ان کی ذات کی بہتری کے لئے ہے بلکہ اسلئے ان کو فرصت دیتے ہیں کہ وہ اور گنہگار ہوں اور ان کے لئے ذلت دینے والا عذاب مقرر ہے اور خدائے سبحانہ و تعالیٰ کا کام یہ نہیں کہ مومنین کو جس حال میں کہ تم ہو اسی پر رہتے ہوئے اس کی مرضی ہے کہ وہ پاک کو ناپاک سے علیحدہ کر دے اس نے یہ آیہ مبارکہ سنی اور اس کے مفہوم کو سمجھا تو مصداق الحق مُرّ باواز بلند کہنے لگا قسم برب کعبہ کہ پاک لوگ ہم ہیں جو تم لوگوں سے علیحدہ کئے گئے ہیں۔ امام عالی مقام نے تو اس کی مہمل تقریر کا کوئی جواب نہ دیا اور اس کی دریدہ دہنی پر صبر و خاموشی سے کام لیا مگر بُریر ابن خضیر ہمدانی جو ابھی خدمت مبارک سے رخصت ہو کر اپنے خیمہ میں گئے تھے عبداللہ ابن سخر کے بیہودہ کلمات سن کر آپے میں نہ رہے اور اس کو اپنی بلند آواز سے مخاطب کر کے کہنے لگے کہ تیرے ایسے فاسق کا یہ منہ ہے کہ خدا تجھے گروہ طیبین میں شمار کریگا۔ ایسا کبھی نہیں

ہو سکتا ہے آواز سُن کر اب تو عبداللہ کے کان کھڑے ہو گئے کہنے لگا کہ اے آواز دینے والے شخص بتلا تو کون ہے؟ بُریر نے جواب دیا کہ میں ہوں بُریر ابن خضیر۔ عبداللہ ابن سمیر اور بُریر میں ابھی گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ شمر ذی الجوشن جو اس جماعت میں موجود تھا کہنے لگا اے بُریر! مجھکو تو پورا یقین ہے کہ ہم گروہِ طیبین میں داخل ہیں اور تم (معاذ اللہ) طائفہ خبیثین میں شامل ہو اس کی دریدہ دہنی کے جواب میں بُریر نے کہا کہ ارے کافر تو اپنے آپکو طیبین میں اور فرزندِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہیوں کو (معاذ اللہ) خبیثین میں شامل بتلاتا ہے قریب ہے کہ تو اپنے کذب والحاد کی پاداش کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے عقوبتِ دوزخ میں گرفتار رہیگا جس سے تجھ کو پھر کبھی مخلصی نہ ہوگی۔ یہ سُنکر شمر نے جواب دیا کہ آج آج جو کچھ تمہارے دل میں آئے کہہ لو کل تو تمہاری گردنیں ہیں اور ہماری تلواریں۔ بُریر نے کہا اے دشمنِ خدا! تو ہمکو ہماری موت سے ڈراتا ہے خدائے غالب اور قادر پر خوب روشن ہے کہ ہم امام عالیمقام علیہ السلام کی رفاقت میں مر گئے اور اگر اپنی موت سے مر گئے تو مارے جائینگے اور ہمارے لیے یہ اس سے بدرجہا بہتر ہوگا کہ ہم تم لوگوں کی نعمت و دولت و راحت سے بہرہ یاب ہوں اور زندہ رہیں۔ ہمارے بخلاف ہماری قسم خدا کی تم کو جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کبھی نصیب نہ ہوگی اور سوائے جہنم کے تم کو کہیں اور پناہ نہیں ملیگی۔

اپنے وفادار جان نثار کی پوری تقریر سُنکر جناب امام حسین علیہ السلام نے اس کو آئندہ زبانی مشاجرت سے روک دیا اور فرمایا کہ تمہاری مثال ان لوگوں کیساتھ ان دونوں مومنوں کی سی ہے جو آلِ فرعون کو موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی تصدیق کے لیے بار بار ہدایت کرتے تھے مگر ان کو سعی اور کارگر نہ ہوتی تھی اور وہ ان کی ہدایتوں کی طرف مطلق متوجہ نہ ہوتے تھے۔ تم نے بھی اس وقت انہی دونوں بزرگواروں کے طریقے پر اپنی طرف سے حق موعظت ادا کر دیا لیکن کچھ فائدہ نہ نکلا اب ہمکو اور تمکو خدا پر شاکر رہنا چاہیے رضینا بقضاء اللہ [illegible] اب امام حسین علیہ السلام کے صبر و رضا اور آپ کے اعوان و انصار کے صدق و صفا کے چند واقعات لکھ کر اب ہم ابن سعد کی [illegible] قساوت قلبی کی ایک نقل ذیل میں درج کرتے ہیں

شمر تو نافیہ ہی تھا [illegible] شخص نے شمر [illegible] عمر ابن سعد سے پوچھا کہ تو نے باوجود دعویٰ اسلام فرزندِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کو کیسے گوارا کرلیا؟ اس نے جواب دیا۔ عضضت بالجندل انک لو شہدت ما شہدنا لفعلت ما فعلنا ثارت علینا عصابۃ ایدیہا فی مقابض سیوفہا کالاسود الضاریۃ تحطم الفرسان یمینا و شمالا و تلقی انفسہا علی الموت لا تقبل الامان ولا ترغب فی المال ولا یحول حائل بینہا و بین الورود علی حیاض المنیۃ او الاستیلاء علی الملک فلو کففنا عنہا رویدا لاتت علی نفوس العسکر بحذافیرہا فما کنا فاعلین لا ام لک۔ اگر تجھے ان باتوں کے کہنے کے پیش نظر جیسا یا ہوتا تو بھلا بہتر تھا اہلِ عرب کا خاص ہی ورد ہے۔ اگر تو ان معاملات کو اپنے ہی سمجھتا ہوتا جس طرح مجھے سمجھا ہے تو یقین ہے کہ تو بھی وہی کرتا جو ہم لوگ کر چکے ہیں۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ جماعت (جماعتِ امام) ہم پر چڑھ آئی ہے۔ ان کے ہاتھوں میں تلواروں کے قبضے ہیں وہ مانند شیرانِ درندہ کے صفوف کو یمین و شمال سے توڑے دیتے ہیں اور ملک و دولت کی طلبگاری میں اپنی جانوں کو موت کے منہ میں ڈالے دیتے ہیں وہ ہرگز امان قبول نہیں کرتے نہ وہ مال پر راغب ہیں ان کے اور ان کی موت کے درمیان کوئی شے مانع نہیں ہے یا تو وہ دنیا سے ہمکنار ہوں گے یا اپنی موت سے دوچار۔ اگر میں ان لوگوں سے نہ لڑوں یا انکے ساتھ رفق و مدارا کے سلوک کروں تو یہ تمام لشکر کو اپنی تلوار سے قتل کر ڈالیں تیری ماں مر جائے اب تو ہی انصاف کر کہ ہم کریں تو کیا کریں؟

بہرحال۔ اب تو عمر ابن سعد کی زبانی جو اس کو جناب امام حسین علیہ السلام سے خلوص تھا معلوم ہو گیا اس کی اس تقریر کو سنکر اور پڑھکر کون خیال کر سکتا ہے کہ امام عالی مقام [illegible] کے خیالات تھے یا شروع سے لیکر آخر تک [illegible] ان واقعات [illegible] ہونے سے [illegible] احتیاط کرتا تھا [illegible] یہ جانتے ہیں جو کتابوں میں اصلی واقعات [illegible] گئے ہیں اس زمانہ کے اکثر وہم پرست حضرات [illegible] ملک گیری امام فوج کشی میں [illegible] ابن سعد کے اسی بیان سے [illegible] یہ خیال ابن سعد [illegible] ابن عم کے

سر باندھا گیا ہے اور سب سے پہلے انہوں نے ہی بیعت یزید کی جو جناب امام
حسین علیہ السلام کی انکار کو بغاوت ٹھیرالیے اور بخلاف امام علیہ السلام
کے خود اس کی بیعت کرلی اور دوسروں کو جو اس کی بیعت سے احتیاط کرتے تھے
انپر بھی بغاوت کا حکم لگایا المختصر ہم پھر اپنے قدیم سلسلہ پر آجاتے
ہیں اور اسی رات کے واقعات میں بعض مورخین نے حضرت
عباس علیہ السلام کے خیمہ کی نگہبانی کرنے کا حال لکھا ہے جیسا کہ شب
ہشتم کے واقعات میں اوپر بیان کیا گیا غرضکہ ایسے ہی انتشار
و اضطرار میں وہ رات بھی تمام ہوئی اور نویں شروع ہوگئی۔

روزِ نہم محرم کے واقعات

جناب امام حسین علیہ السلام نے بتجدید تیمم اپنے اصحاب انصار کیساتھ
نماز صبح ادا فرمائی۔ ذکر و اذکار معمولی سے ابھی فرصت نہ ہوئی تھی
اور زوال کا وقت بھی داخل نہیں ہوا تھا کہ شمر ذی الجوشن کی ہدایت کے
بموجب عمر ابن سعد نے تمام سپاہ شام کو کمربندی کا حکم دیدیا اور
لشکر میں چاروں طرف یا خیل اللہ ارکبی وابشری بالجنۃ
کا غل مچ گیا۔ سواروں نے جلد جلد زرہیں پہنکر ہتھیار سنبھال لیے
اور اسی طرح پیادوں نے بھی سلاح حربی سے آراستہ ہوکر جنگ
کی پوری تیاری کرلی۔ عمر ابن سعد شمر ذی الجوشن کو ساتھ لیکر مع
اپنی فوج کے خیام امام علیہ السلام کی طرف بڑھا یہاں تو یہ سامان
تھے وہاں جناب امام حسین علیہ السلام اپنی سوگوار بہن حضرت زینب
سلام اللہ علیہا سے اپنا ایک خواب جو ابھی ابھی آپنے دیکھا تھا بیان
فرما رہے تھے اور وہ مصیبت زدہ بہن اپنے مظلوم بھائی کا خواب سنکر
مثل ابر نوبہار اشکبار ہو رہی تھیں بیقرار بہن کو امام عالی مقام
خاموش کر رہے تھے اور ارشاد فرماتے تھے لیس لک الویل
یا اختاہ اسکنی رحمک اللہ مہلاً لا تشمتی بنا القوم یعنی
اے بہن! تم کو مناسب نہیں ہے کہ اس طرح ہائے واویلا کرو۔ خدائے
سبحانہ وتعالیٰ تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے نالہ و فریاد کی آوازیں
بلند نہ کرو اور مجھ پر دشمنوں کو شماتت کا موقعہ نہ دو کہ اس
اثنا میں گھوڑوں کی آوازیں ٹاپوں اور سواروں کی صدائیں سنکر جناب امام حسین
علیہ السلام فوراً باہر تشریف لائے اور اپنے وفادار اور جانثار بھائی
حضرت عباس علیہ السلام کو فرمایا کہ سوار ہو اور انکے پاس جاکر دریافت کرو کہ انکو

اتنی عجلت کرنے کی کیا ضرورت ہے حضرت عباسؑ سمعاً و طاعۃً کہکر
حبیب ابن مظاہر اور زہیر ابن القین اور دیگر انصار مخصوصین
کی ہمراہی میں ان کی طرف بڑھے اور انکے قریب پہنچکر آواز بلند سے انکو
ڈانٹ کر پوچھا کہ تم دفعتاً کیوں بڑھتے چلے آرہے ہو جواب ملا کہ عبید اللہ ابن
زیاد کا ابھی ابھی حکم آیا ہے کہ اگر جناب امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ
یزید کی بیعت اختیار کریں تو خیر ورنہ فوراً جنگ آغاز کردی جائے حضرت
عباسؑ نے جواب دیا کہ تم یہیں ٹھیرے رہو ہم تمہارا پیام کو امام علیہ السلام کی خدمت
میں عرض کردیں۔ جو جواب ملے گا وہ واپس آکر ہم تمہیں فوراً کہدیں گے چنانچہ
وہ لوگ وہیں ٹھیرے اور حضرت عباس علیہ السلام بسرعت تمام امام عالیمقام
علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور صورت واقعہ بیان فرمادی جناب امام
حسین علیہ السلام نے تھوڑی دیر تأمل فرمایا پھر حضرت عباس علیہ
السلام سے مخاطب ہوکر ذیل کے کلمات ارشاد فرمائے
ارجع الیہم فان استطعت ان تؤخرہم الی غدوۃ وتدفعہم عنا العشیۃ
لعلنا نصلی لربنا اللیلۃ وندعوہ ونستغفرہ فہو یعلم انی قد
احب الصلوۃ لہ وتلاوۃ کتابہ وکثرۃ الدعاء والاستغفار۔
اس جماعت سے پھر ملاقات کرو اور ایسی کوشش کرو کہ آج کا مقابلہ
کل تک موقوف ہوجائے اور آج کی رات بھر میں عبادت و استغفار میں صرف
کروں کیونکہ ان لوگوں کو معلوم ہے کہ میں قرآن مجید کی تلاوت اور دعاؤں کی کثرت
اور طلب استغفار کو بہت دوست رکھتا ہوں۔ پس حضرت عباس علیہ السلام
نے جناب امام حسین علیہ السلام کا پیغام اہل شام کو پہنچایا۔ عمر ابن سعد شمر
ذی الجوشن سے پوچھنے لگا تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا آپ سردار فوج
ہیں جو مصلحت وقت سمجھیں کریں اگر میں امیر لشکر ہوتا تو میں ذرا بھی ان
لوگوں کو مہلت نہ دیتا۔ عمر نے کہا بہتر ہوتا کہ اس فوج کی سرداری میرے سپرد نہ
کیجاتی اور میں اس مہلکہ عظیم میں نہ پڑتا۔ عمرو ابن الحجاج نے کہا اگر ترک و
دیلم کی قومیں بھی ایسے وقت میں تم سے مہلت کی خواستگار ہوتیں تو قسم خدا کی
ان کی درخواست کو بھی تم قبول کرتے یہ تو آخر آلِ محمدؐ ہیں انکو
مہلت دینے میں یہ کشمکش پیچ اور تردد کیا ہے۔ یہ سنکر ابن سعد نے
حضرت عباس علیہ السلام کے پاس آدمی بھیجکر کہلا بھیجا انا قد اجلناکم
الی غد فان استسلمتم سرحنا بکم الی عبید اللہ ابن زیاد
فان ابیتم فلسنا بتارکیکم یعنی آج شب بھر کی ہم نے تم لوگوں کو
مہلت دی صبح کو اگر تم لوگوں نے ابن زیاد کی اطاعت قبول کی تو ہم

تم لوگوں کو آبِ زیاد کے پینے لئے چلیں گے اور اگر تم نے انکار کیا تو ہم تم سے دست بردار ہونے والے نہیں ہیں۔

یہ کلام سُنکر فریقین کے لوگ اپنی اپنی خیمہ گاہ کو واپس گئے۔ یہ معاملہ نویں محرم کو بعد زوال تصفیہ پا گیا۔ پھر زوال کے بعد سے شام تک کا وقت انہی انتشار و اضطراب میں تمام ہو گیا۔ جوں جوں وقت گذرتا جاتا تھا ان کی مصیبت کا انتشار و اضطراب بڑھتا جاتا تھا۔ اس انتشار تردد کے علاوہ پانی کی قلت اور پیاس کی شدت نے ان تمام مصیبت زدوں میں ایسی قیامت بپا رکھی ہے جس کا بیان کیا اندازہ بھی اس وقت قطعی محال ہے۔ پیاس کی شدت سے بوڑھے جوان اور بچوں کی وہ حالیتں ہو رہی تھیں کہ دشمن سے بھی نہیں دیکھی جا سکتی تھیں گرمی کے دن دھوپ کی حدت۔ آفتاب کی تمازت۔ جلتا ہوا ریگستان۔ کوسوں کا میدان۔ جس کا ذرہ ذرہ تمازت میں آفتاب کا جواب ہو رہا تھا اُس میں اس آفت رسیدہ اور غم دیدہ قافلہ کو ساتویں سے پانی نہیں ملا تھا اور آئندہ ملنے کی کوئی اُمید تھی۔ اِن غریبوں کے قلبی اضطراب انتشار کی حالت کو کس کی طاقت ہے جو بیان کر سکے۔ اگر ہم ان کی حالت کو کسی تفصیل سے بیان کریں تو ہمیں مصائب کی ایک جداگانہ کتاب تیار کرنی پڑیگی اس لئے ہم ان واقعات کی تفصیل سے چشم پوشی کر کے صرف اہلبیت علیہم السلام کی تشنگی کی بیقراری حضرت سکینہ علیہا السلام کی زبانی کتاب مثیر الاحزان کی اصلی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

قالت سکینة علیها السّلام عزّ مآءنا فی التّاسع من المحرّم حتّی کظّنا العطش حتّی نفد المآء کلّه وخلت الاوانی وجفّت القرب الّتی فیها حتّی یبست من شدّة الحرّ فلمّا امسی المسآء عطشت انا وبعض فتیاتنا وقمت الی عمّتی زینب علیها السّلام واخبرتها بعطشنا لعلّها ادّخرت لنا مآء فوجدتها فی خیمتها وفی حجرها اخی الرّضیع وهی تارة تقعد وهی ینطرب انطراب السّمکة فی المآء ویصرخ وهی تقول صبراً صبراً یا ابن اخی وانّی لک الصّبر وانت علی هذه الحالة المشرفة یعزّ علی عمّتک ان تسمع ولا تنفعک فلمّا سمعت انتحبت باکیة فقالت سکینة قلت نعم قالت ما یبکیک فقال لها ما لِ اخی الرّضیع ولعلّها بعطشی خشیة ان تزید همّها ووجدها

ثمّ قلت لها یا عمّتاه لو ارسلت الی بعض عیالات الانصار فلربّما ان یکون عندهم مآء فقامت واخذت الطّفل بیدها ومرّت بخیم عمومتی فلم تجد عندهنّ مآء فرجعت ومعها بعض اطفالهم رجآء ان تسقیهم ثمّ جلست فی خیم اولاد عمّی الحسن علیه السلام وارسلت الی خیام الاصحاب لعلّ عندهم مآء فلم تجد فلمّا ایست رجعت الی خیمتها وانا معها فاقترب من عشرین صبیّاً وصبیة فمرّ علینا رجل من اصحاب ابی وهو بریرة الهمدانی وکان یقال له سیّد القرّاء فلمّا سمع بکآئنا وهی نفسه علی الارض وحثّی التّراب نادی یا اصحابی ما عندکم من الرّای ابیت کمان تموت بنات فاطمة علیها السلام عطشاً وفی ایدینا قوائم سیوفنا لا واللّه لا خیر فی الحیوٰة بعدهم بل نرد قبلهم حیاض الموت اصحابی فلیاخذ کلّ واحد منّا بید فتات من هذه الفتیان ونهجم بهم علی مشرعة الغاضریّة قبل ان یهلکن من الظّمآء فان قاتلنا القوم قاتلناهم فما یهمّ یحی المازنی ان الحرسة یصبرون لا محالة علی قتالنا فاذا خذنا بایدی الفتیات ربّما ینال احدهن سهم او رمح فنکون السّبب لذٰلک ولکن الرّای ان نحمل معنا قربة ونملاها لهم فان قاتلنا احد قاتلناه وان قتل منّا احد یکون فداً لعطش بنات رسول اللّه صلّی اللّه علیه واٰله وسلّم فقال البریر شانک ثمّ اخذوا قربة وساروا قاصدین الی الفرات وکانوا اربعة نفر اقبلوا نحو المشرعة فحسّ بهم الحرّاس وقالوا من هؤلآء القوم فقال لهم انا بریر وهٰؤلآء اصحابی وقد کظّنا العطش نرید ان نرد الفرات فقالوا الیهم مکانکم حتّی نخبر رئیسنا نخبرکم وکان بین بریرؓ و بین رئیسهم (اسحٰق ابن حیوة) قرابة فلمّا اخبروه قال لهم افسحوا لهم المشرعة حتّی یشربوا فلمّا نزلوا الی المشرعة واحسّوا ببرودة المآء انتحب بریرؓ واصحابه وقالوا لعن اللّه ابن سعد وهذا المآء یجری واٰل بیت الرسول لا تنال منه قطرة فقال بریرؓ اصحابی اذکروا ما ورآءکم واملئوا القربة وعجّلوا فقد ذابت قلوب اطفال الحسین علیه السّلام من الظمآء ولا تشربوا حتّی تروی اکباد بنات فاطمة الزهرآء

سلام اللہ علیہا فقالوا لا واللہ یا بریرؓ لا نشرب قبل ان ترتوی
قلوب اطفال الحسین علیہ السلام فسمعہ رجل من الحرسۃ
فقال لھم ما الفاکم الورود حتّٰی تحملوا الی ھذا الخارجی واللہ
لا خبرت اسحٰق بخبرکم فان اغضی ارعبتکم بسیفی ھنا حتّٰی
یصل خبرکم الی الامیر فقال بریرؓ یا ھذا الکتم علینا امرنا ثم
دنا منہ وھو یرید قبضۃ فولّٰی منھزما واخبر اسحٰق بن لک
فقال اعترضوا طریقھم واتونی بھم فان ابوا فاتلوھم فلما
اعترضوھم قالوا یا بریرؓ لا یرضی اسحٰق بحملکم الماء الی صاحبکم
فقال لہ بریرؓ ثم ماذا قالوا اراقۃ دماء اشھی الی من اراقۃ
الماء ویلکم ما ذاق منا احد طعم فرائکم واتما ھم تتناری
اکباد اطفال الحسین علیہ السلام وعیالہ فواللہ لا ندعکم
حتّٰی تراق دماء ناحول ھذہ القربۃ فقال احدھم ان ھؤلاء
قمیتون علی یسیر ماء ولا یجدی لھم نفعا وقال بعضھم
لا تخالفوا حکم الامیر فخاطوا بھم حلقا فوضع بریرؓ واصحابہ
القربۃ علی الارض وجثوا دونھا وبریرؓ یبکی والھفا علی اکباد
البنات صدّ اللہ رحمتہ عمّن صدّنا عنکن فحملھا رجل علی
عاتقہ فاحترسھم الحرسۃ واجعلوا یرشقون القربۃ
بالسّھام فاصاب حبل القربۃ سھم حتّٰی خالطہ الی عاتق
الرجل وسال الدّم علی ثوبہ الی قدمیہ فلما نظر الدّم یسیل
والقربۃ سالمۃ قال الحمد للہ الذی جعل رقبتی وقاء لقربتی
فلما رای بریر ان القوم غیر تارکیہ صاح با علی صوتہ
ویلکم یا اعوان بنی سفیان لا تثیروا الفتنۃ ودعوا اشیاف
بنی ھمدان فی مغامدھا وکان حول الحسین علیہ السلام
جماعۃ وقال رجل منھم انی اسمع صوت بریرؓ ینتدب ویعظ
القوم فقال الحسین علیہ السلام الحقوا بہ فرکب جماعۃ
الیھم فلما راوھم الحرسۃ رجعوا منھزمین فجاء بریرؓ بالماء
حتّٰی دنا من الخیمۃ فرمی القربۃ وقال اشربوا یا آل رسول
صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھنیئا مریئا فتبا شرت الاطفال
بالماء وصحن صیحۃ واحدۃ ھذا بریرؓ جائنا بالماء ورمین
بانفسھن فمنھن من یحضنھا ومنھن من یضع خدھا علیھا
ومنھن من تلقی فوادھا علیھا فلما کثر ازدحامھن علی القربۃ
انقلب الوکاء واریق الماء وتصارخت الفتیان وصحن اریق
الماء یا بریرؓ فجعل یلطم وجھہ ویقول والھفا علی اکباد
بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

جناب سکینہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ نویں تاریخ محرم سے تو اس قدر پانی کی کمی ہم لوگوں پر ہو گئی کہ پیاس نے ہلاکت کی نوبت پہنچا دی۔ پانی بالکل نہ رہا اور سب برتن خالی ہو گئے مشکیں جن میں پانی رہتا تھا وہ بھی بالکل سوکھ گئیں یہاں تک کہ جو رطوبت مشک میں چمڑے کے بھیگنے سے پیدا ہو جاتی ہے گرمی کی شدت سے وہ بھی جاتی رہی۔ جب شام قریب پہنچی تو مجھے پیاس زیادہ ہوئی اور میرے ساتھ چند اور بچے بھی پیاس سے بیتاب تھے میں اپنی پھوپی حضرت زینب علیہا السلام کے پاس گئی کہ ان کو اپنی پیاس کی خبر دوں۔ شاید انہوں نے ہم بچوں کے واسطے کچھ پانی رکھ چھوڑا ہو وہ اس وقت اپنے خیمہ میں بیٹھی تھیں ان کی گود میں میرا چھوٹا بھائی (علی اصغر) تھا۔ دیکھا میں نے کہ میری پھوپھی کبھی کھڑی ہو جاتی ہیں اور کبھی بیٹھ جاتی ہیں اور۔ اس بچہ کی یہ کیفیت ہے کہ چھوٹی مچھلی کی طرح تڑپتا ہے اور چلا چلا کر روتا ہے اور پھوپھی کہتی جاتی ہیں کہ اے علی اصغر ٹھہر جا اور چپ ہو جا بھلا تجھے کب ٹھہرا جائے۔ تجھ پر تو ایسی سخت حالت گزر رہی ہے جس میں تو گرفتار ہو گیا ہے تیری پھوپی پر یہ سخت ناگوار ہے کہ تیرا چلانا سنے اور جس پانی کے واسطے تو تڑپ رہا ہے وہ تجھ کو نہ پلا سکے جب میں نے ان کی یہ آواز سنی تو میں بھی رونے لگی پھوپھی نے پوچھا کہ سکینہ تو رہی ہے! میں نے کہا کہ جی ہاں میں ہی تو ہوں اور میں نے ان کی خدمت میں اپنی پیاس کا اس وجہ سے اس وقت ذکر نہیں کیا کہ میری پیاس کا حال سنکر ان کا ملال اور بیتابی اور زیادہ ہو گی پھر میں نے کہا پھوپی اماں! آپ کسی کو انصار کی عیال کے پاس بھیجیں تو شاید کسی کے پاس تھوڑا سا پانی ضرور مل جانا۔ یہ سنکر پھوپی اماں اٹھ کھڑی ہوئیں اور علی اصغر کو ہاتھ پر لیا اور میری دوسری پھوپھیوں کے خیموں کی طرف گئیں ان خیموں میں بھی پانی نہ ملا۔ وہاں سے پلٹیں تو اور پیاسے بچے بھی ان کے ساتھ ہو گئے اس امید پر کہ شاید ہم کو بھی پانی پلا دیں بعد اس کے میری پھوپی پھر چچا جناب امام حسن علیہ السلام کی ذریت کے پاس بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد کسی کو انصار کے خیموں میں بھیجا کہ شاید ان لوگوں کے پاس سے کچھ پانی ملے مگر وہاں بھی کہیں پانی نہیں تھا جب پانی ملنے سے مایوسی ہو گئی تو اپنے خیمہ میں پلٹ آئیں۔ اب اس وقت ان کے پاس بچوں کا ہجوم ہو گیا ہم قریب

میں بچوں اور لڑکیوں کی ٹکڑیاں جمع ہوگئیں جو سب پیاس سے بیتاب تھے۔ اس وقت ایک شخص میرے والد ماجد کے اصحاب میں سے اس خیمہ کی طرف سے گزرا جس میں ہم سب بچے چلا رہے تھے ان کا نام بریر ہمدانی تھا اور وہ عرب میں سردارِ قاریان مشہور تھے جب ہمارے رونے کی آواز انہوں نے سنی پچھاڑیں کھا کر زمین پر گر پڑے اور خاک اڑانے لگے اور دیگر اصحاب کو پکار کر کہنے لگے۔ کیوں بھائیو! اب تمہاری کیا رائے ہے یہ تم کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ دختران فاطمہ علیہا السلام پیاس سے مرجائیں اور ہمارے ہاتھوں میں تلواریں بیکار موجود رہیں اور ہم کچھ نہ کرسکیں قسم خدا کی ایسا نہیں ہوسکتا۔ ان کے مرجانیکے بعد ہمارے لئے کچھ لطفِ زندگی نہیں ہے بلکہ ہم لوگ ان شہزادیوں سے پہلے مرجائیں تو ہماری ناموری ہوگی اے میرے ساتھیو! اب تو یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم میں سے ایک ایک شخص ایک ایک بچے کا ہاتھ پکڑ لے اور ہم ان سب کو ایکبارگی غاضریہ کے گھاٹ پر لے جائیں قبل اس کے کہ بچے پیاس کی شدت سے مرجائیں۔ اگر قوم جفاکار ہم سے لڑنے پر آمادہ ہوگی تو ہم بھی لڑیں گے یحییٰ مازنی کہنے لگے کہ محافظانِ فرات ضرور ہم سے لڑنے پر آمادہ ہوں گے مقابلہ و مقاتلہ پر اصرار کریں گے اگر ہم ان بچوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے فرات پر لیگئے اور لڑائی ہوئی تو ضرور ہے کہ کسی بچہ کو کسی تیر یا نیزہ کا زخم لگ جائے اور ہلاک ہوجائے تو ایسی حالت میں ہم ہی ان کے زخمی ہونیکے باعث ہوں گے۔ مناسب تجویز یہ ہے کہ ہم اپنے ساتھ ایک مشک لے چلیں اور فرات کے پانی سے اسکو ان کے واسطے بھر لائیں اگر پانی بھرنے پر کوئی ہم سے لڑے گا تو ہم بھی لڑیں گے اور اگر ہم میں سے کوئی مارا جائیگا تو دختران جناب فاطمہ علیہم السلام پر نثار ہوجائیگا۔ بریر نے یحییٰ مازنی کا کلام سنکر کہا کہ تمہاری رائے درست ہے ایسا ہی کیا جائیگا اب باہم مشورہ کرکے ایک مشک ان لوگوں نے اٹھالی اور فرات کا قصد کرکے روانہ ہوگئے۔ یہ سب چار آدمی تھے جو گھاٹ کی طرف چلے۔ جب قریب پہنچے تو محافظانِ گھاٹ نے ان کی آہٹ معلوم کرکے پکارا کہ یہ کون لوگ ہیں جو گھاٹ کی طرف چلے آتے ہیں بریر نے اپنا نام لے کر جواب دیا کہ میں ہوں بریر اور یہ میرے مخصوص ہمراہی ہیں۔ پیاس نے ہم لوگوں کو بیتاب کردیا ہے ہم فرات پر آنا چاہتے ہیں۔ محافظانِ فرات نے کہا کہ ابھی یہیں ٹھیرو جہاں تک آئے ہو تاکہ ہم تمہاری آنکی خبر اپنے رئیس کو کریں جیسا وہ کہیگا ویسا کیا جائیگا۔ اتفاقِ امر یہ ہوا کہ ان کے افسر اسحاق اور بریر ہمدانی میں کچھ سلسلہ قرابت کا تھا۔ جب محافظوں نے ان کی خبر اپنے سردار کو پہنچائی تو اس نے کہا کہ گھاٹ کی راہ چھوڑ دو اور راستے کھول دو کہ یہ لوگ آکر پانی لیں غرض جس وقت یہ لوگ گھاٹ پر پہنچے اور پانی میں اترے اور پانی کی خنکی محسوس ہوئی تو بریر ان کے ہمراہی اٹھے اور کہنے لگے خدا کی لعنت ابن سعد پر۔ ایسا ٹھنڈا پانی بہ رہا ہے اور جگر پارہائے تشنۂ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاس بجھانے کو ایک قطرہ بھی اس میں سے نہیں دیا جاتا بریر نے کہا بھائیو! یہ باتوں کا وقت نہیں ہے ان بچوں کو یاد کرو جن کو تم پیچھے اور تڑپتا چھوڑ آئے ہو مشک بھر لو اور جلدی لوٹ چلو اس لئے کہ اطفالِ حسین علیہ السلام کے دل پیاس سے پھٹے جاتے ہیں تم میں سے کوئی پانی نہ پئے جب تک کہ جگر گوشگانِ جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اس سے سیراب نہ ہولیں ان سعادتمندوں نے جواب دیا کہ نہیں اے بریر کبھی ایسا نہ ہوگا ہم کبھی یہ پانی نہ پیئیں گے جب تک کہ اطفالِ حسین علیہ السلام سیراب نہ ہولیں۔ ان محافظوں میں سے ایک شخص نے ان کی باتیں سنلیں اور کہنے لگا کہ تم کو پانی میں اترنا اور پانی پینے کی اجازت ملنا کافی نہوا۔ اب تمہارا یہ حوصلہ ہوگیا کہ پانی کی مشکیں بھر کر (معاذ اللہ) اس خارجی کے پاس لیجاؤ گے جس کا نام تم نے لیا ہے قسم خدا کی میں تمہاری اس حرکت کی خبر اسحٰق کو کئے دیتا ہوں اگر اسحٰق نے بنظرِ پاسِ قرابت چشم پوشی کی اور تم سے معترض نہوا تو میں تمہیں اپنی تلوار سے دھمکاؤں گا۔ لڑائی کا شور ہوگا تو اس وقت آپ ہی آپ تمہاری حرکتوں کی خبر ابن سعد کو ہوجائیگی۔ بریر نے کہا اے شخص ہمارے اس شورے کو پوشیدہ رکھ اور یہ کہکر بریر اس شخص کے پاس گئے ان کا یہ ارادہ تھا کہ اس کو پکڑ لیں اور اس کو وہاں سے ٹلنے نہ دیں تاکہ راز فاش نہ ہو مگر وہ ملعون ان کے مطلب کو سمجھ گیا اور وہاں سے بھاگ گیا۔ اور اسحاق کے پاس جاکر اس خبر کو بیان کیا۔ اسحٰق نے کہا کہ تم لوگ جاکر ان کی راہ روک لو اور گھیر کر ان کو میرے پاس لے آؤ اگر آنے سے انکار کریں تو لڑو اور ان کو جانے نہ دو بس جب یہ لوگ راہ روک کے کھڑے ہوئے تو بریر سے کہنے لگے کہ اسحاق کی اجازت نہیں ہے کہ تم یہ پانی اپنے رئیس کے پاس لیجاؤ بریر نے کہا کہ اگر ہم پانی لیجائیں تو تم کیا کرو گے؟

ان اشقیانے کہاکہ تمہارا خون اسی جگہ گرادیں گے۔ بریر نے کہا کہ یہ خونریزی ہمکو زیادہ پسند ہے بہ نسبت اسکے کہ ہم اپنی مشک کے پانی بہادویں واے ہو تم پر کہ تم میں سے کسی نے تمہاری فرات کے پانی کا مزا ابھی نہیں چکھا ہے پیا کیا ہمارا ارادہ تو یہی ہے کہ اطفال حسین علیہ السلام کے جگر کو اس پانی سے ترکریں اور ان کے اہل وعیال کو پانی پلائیں قسم خدا کی ہم تمہیں اس مشک کو ہاتھ نہ لگانے دیں گے جب تک کہ ہمارے خون اس مشک کے گرداگرد نہ بہہ جائیں۔ ایک شقی نے ان اشقیا سے کہاکہ یہ لوگ اس تھوڑے پانی پر جان دینے کے لئے حاضر ہیں اور یہ تھوڑا سا پانی کچھ ان کو سود مند نہیں ہوسکتا جانے بھی دو دوسرا بولا کہ امیر کے حکم کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے پانی نہ جانے پائے پس قلعہ با ندھکر ان بہادروں کو گھیر لیا بریر اس وقت معترض ہوگئے اور کہنے لگے افسوس ہو دختران فاطمہ علیہا السلام کی تباہ حالت پر خدائے سبحانہ وتعالیٰ اپنی رحمت ان لوگوں سے باز رکھے جنہوں نے ہمکو پانی لے جانے سے روکا اور منع کیا ہے ایک سعادت مند نے اس مشک کو اپنے شانے پر اٹھا لیا پس ان اشقیا نے ان کو گھیر لیا اور مشکیزہ پر تیروں کی بوچھار کرنے لگے ایک تیر مشکیزہ کے تسمہ پر آکر لگا۔ وہ تیر تسمہ سو پار ہو کر اس بہادر کے شانہ میں پیوست ہو گیا اور خون بہہ کر اس بہادر کے تمام کپڑوں میں بھر گیا اور اسکے پاؤں تک بھی پہنچا جب اس وفادار نے دیکھا کہ اس کا خون بہہ رہا ہے مگر مشک سے پانی نہیں گرا ہے وہ صحیح وسالم ہے تو کہنے لگا کہ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے میری گردن کو اس مشک کی سپر بنا دیا جب بریر نے دیکھا کہ یہ لوگ پانی نہ لیجانے دیں گے یا ہمکو زندہ نہ چھوڑیں گے تو با آواز بلند پکارنے لگے وائے ہو تم پر اے مددگاران بنی سفیان کیوں فتنہ خوابیدہ کو جگاتے ہو۔ ہماری تلوار جو قبیلہ بنی ہمدان کی تلوار ہے اس کو نیام سے باہر نہ نکلنے دو (بریر کی مراد یہ تھی کہ اگر ہم لڑیں گے تو بڑی خونریزی ہوگی) یہ بات بریر رضی اللہ عنہ نے اس سے بلاکر کہی کہ ان کی آواز دور تک پہنچی اس وقت جناب امام حسین علیہ السلام کے قریب اصحاب کی ایک جماعت موجود تھی ان میں سے ایک شخص بولا کہ مجھے تو بریر کی سی آواز معلوم ہوتی ہے جو دہی پکار رہے ہیں اور ہم لوگوں کو بلا رہے ہیں اور کوفیوں کو نصیحت کر رہے ہیں جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ فوراً ان کی کمک کو جاؤ ایک جماعت اصحاب سوار ہو کر بریر کے پاس پہنچی۔ جب نگہبانان فرات نے ان سواروں کو آتے دیکھا بھاگ کر اپنی فرودگاہ کو واپس گئے پس بریر پانی لے کر صحیح وسالم آ پہنچے تا اینکہ وہیں آگئے جہاں سب بچوں کو روتا چھوڑ گئے تھے۔ بھری ہوئی مشک کا منہ کھولے آتارکر رکھ دی اور کہنے لگے اے آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو یہ پانی پیو اور گوارا ہو تم کو اور نصیب ہو تمکو یہ پانی پینا اور تمہارے حلق سے اتر جائے یہ سنتے ہی ان بچوں میں بے انداز خوشی پیدا ہوگئی اور سب کے سب ایک بار چلا اٹھے کہ دیکھو بریر ہمارے واسطے پانی لائے ہیں سب دوڑ پڑے اور بیتابی سے اپنے آپ کو اس مشک پر گرا دیا۔ کوئی اس مشک کو اپنی گود میں لیتا تھا اور کوئی اپنے رخسار اس پر رکھ دیتا تھا اور کوئی اپنے دلکو مشک سے ملائے دیتا تھا (اس شدت کی پیاس تھی) جب ان کا ہجوم مشک پر زیادہ ہوا تو یکایک دہانہ مشک کا الٹ گیا اور منہ کھل گیا اور سب پانی خاک پر بہہ گیا سب بچے دفعتہ چلا چلا کر رونے لگے۔ اور پکارنے لگے کہ اے بریر! جو پانی تم لائے تھے وہ سب بہہ گیا۔ یہ سنکر بریر اپنے منہ پر طمانچے مارنے لگے اور کہتے تھے ہزار افسوس ہے میں اپنی جان دیکر یہ پانی لایا تھا مگر قسمت میں نہ تھا کہ دختران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلتے ہوئے جگر اس سے ٹھنڈے ہوں۔

ہم کو یقین ہے کہ اس مفصل روئداد کو پڑھکر ان آفت رسیدوں کی پیاس کی شدت پورے طور سے معلوم ہوسکتی ہے مظلوم بچوں کی حالت جو شدت تشنگی سے ہورہی تھی اس کے خیال ہی سے سوچنے والوں کے دل ہل جاتے ہیں تو اُن غریبوں کا کیا حال ہوگا جن پر یہ آفت گزر رہی تھی اور یہ قیامت ٹوٹ رہی تھی ہم نے اس واقعہ کو ان مظلومین کی پیاس کی تفصیل اور ثبوت میں لکھا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ صرف ایک اسی واقعہ کو ہمارے بیان کی کامل تصدیق ہو جائیگی۔ اس لئے ہم اور دوسرے واقعات کے لکھنے کی ضرورت نہیں دیکھتے مگر ہاں اس واقعہ کی نسبت اتنا ضرور اضافہ کرتے ہیں کہ اس روایت سے صرف اہلبیت علیہم السلام اور ان کے ننھے ننھے بچوں کی شدید پیاس بیتابی اور بیقراری ہی کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ اور بہت سے امور کا بھی کافی ثبوت ملتا ہے اول تو یہ ہے کہ حضرت بریر رضی اللہ عنہ کے اعلیٰ درجہ کی محبان فدایا

اُنکی سچی جاں نثاری اور وفاداری کا مخصوص ثبوت ملتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان جاں نثاروں کے خلوص امام علیہ السّلام ہی کی ذاتِ قدسی برکات تک منحصر نہ تھے بلکہ اُن کے بچوں اور تمام عزیز و اقارب کے ساتھ بھی اُنکے رُوحانی تعلقات ویسے ہی تھے۔ چنانچہ ان معصوموں کی مضطربانہ حالت دیکھکر وہ امامؑ عالی مقام کی اجازت کا بھی انتظار نہ کر سکے۔ دوسرے یہیں مانی اعلے اللہ مقامہ کی تجویز سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جانباز کبھی اُس امر کے اقدام کی رائے نہیں دیتے تھے۔ جو ان بزرگوارں کے ضرر یا اُن کے بچوں کی مضرّت کا باعث ہو۔ اگرچہ وہ از ظاہر کتنے ہی نفع کا ہو اور یہ بھی اُن کی وفاداری اور خلوص کا کامل ثبوت ہے۔ تیسری بات اُس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ ان اشقیاء کو جو عداوت تھی وہ صرف فرزندِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ۔ اور جو انکار تھا وہ صرف جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے استحقاق کا اور جو تکلیف و آزار ستم اور مصیبت ڈہائی تھی۔ وہ تنہا جنابِ امام حسین علیہ السلام کی جان پر۔ وہ سبکو اور سب کی قرابتوں کو پہچانتے تھے۔ اور سب کی قرابتوں کی رعایت و مروّت پر اس وقت تک آمادہ تھے۔ وہ نہ پہچانتے تھے تو ایک حسینؑ کو اور نہیں رعایت و مروّت کرتے تھے تو ایک قرابتِ حسین علیہ السّلام کی۔ چنانچہ ابھی ابھی اُوپر بیان ہو چکا ہی کہ بریر نے محافظانِ دریا سے کہدیا کہ میں بریر ہوں اور میں تمہارے رئیس کا قرابتدار ہوں اُنہوں نے جب اُنکے آنیکی خبر اسحٰق کو کی تو اُسنے بریر کا نام سُنتے ہی بلا تکلّف انکو آنے پانے سیراب ہونیکی اجازت دیدی۔ مگر جب اُن پر یہ ظاہر کیا گیا کہ بریر خود پانی نہیں پیتے بلکہ مشک بھر کر خیمہ حسین علیہ السلام میں لیجانا چاہتے ہیں تو فوراً امتناع کا حکم جاری کر دیا گیا۔ اس سے تو ثابت ہو گیا کہ یہ بندش آب۔ یہ قتل و خون اور یہ مصیبت و آفت غرض جو کچھ تھی وہ حسین علیہ السلام کی ایک غریب جان کیلئے انکے سوا اور کسی کے لئے نہیں۔ نہ کسی اصحابِ حسین سے کوئی خصومت تھی اور نہ کسی انصار سے کوئی عداوت۔ چنانچہ اسی وجہ سے جنابِ امام حسین علیہ السّلام نے اپنے خطبہ میں اُنکے اس دلی ارادہ کو اپنے اصحاب پر ظاہر کر دیا تھا۔ اور اسی بنا پر رخصت ہونے اور چلے جانیکا انکو اختیار دیدیا تھا کیا قیامت ہے۔ اسحٰق بریر کے مقابلہ میں تو اپنی قرابت کا اتنا لحاظ کرتا ہے کہ نہ ابنِ زیاد کے حکم کے خلاف کرنیکا خوف ہے اور نہ اپنے سابق جاری کئے ہوئے فرمان سے انحراف کرنیکا اندیشہ۔ مگر افسوس ہے اسکو جنابِ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی قرابتِ قریبہ کا جسکو ابھی پہلی پشت سے دوسری پشت بھی نہیں گزری تھی کوئی خیال اور کوئی پاس نہیں رہا۔ اسحٰق ابنِ جشوہ وہ شخص ہے جس کو عمر ابنِ سعد نے عداوتِ جنابِ امام حسین علیہ السلام میں سب سے زیادہ شدید سمجھکر دریا کا محافظ مقرر کیا تھا۔ خصوصاً ایسے وقت میں جب اُسکو دوسرے محافظینِ دریا کی نسبت یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ اپنی خدمات کی تعمیل میں نرمی اور ملائمت سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ ہم اسکی شقاوتِ قلبی کا ثبوت اُسی کی زبانی ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔ صاحبِ اسرار الشہادت لکھتے ہیں: عن عبد اللہ الانبازی ان اسحٰق ابن جشوہ کان اشقی الاشقیاء فی ذٰلک (منع الماء) حتّٰی انہ حین حکی ماجری علیہ فقال کنت انا ما ارقد الیوم واللیلۃ لیکون حراستی ومنعی للماء اتمّ و کنت انا امرت للجالس الذین امرت علیہم ان لا یتخذوا اناءً للماء خشیۃ ان یاخذ احد ھم نحو الحسین علیہ السلام فیسقیہ الماء۔ یعنی عبداللہ انبازی کہتے ہیں کہ اسحٰق ابن جشوہ کو امتناعِ آب کے بارے میں سب سے زیادہ شقاوت مدِّ نظر تھی۔ یہاں تک کہ جب اُس نے اپنی سرگزشت بیان کی تو خود کہا کہ میں رات کو اور دن کو کسی وقت بھی نہیں سوتا تھا۔ تاکہ میری حفاظت گھاٹ پر بخوبی رہے اور پانی کے بند ہونے کا انتظام پورا ہو۔ اور میں نے اُن محافظوں کو جو میرے ماتحت تھے قطعی حکم دے رکھا تھا کہ پانی کے برتن بھی اپنے پاس نہ رکھیں اس خوف سے کہ شاید کسی کا دِل جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی پیاس پر درد مند ہو جائے اور وہ اس برتن میں پانی بھر کر جنابِ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں لے جائے۔ کیا اس سے بھی زیادہ کوئی شقاوت زیادہ تصور کیجا سکتی ہے کہ نرمی اور ملائمت کے اتفاقی اور احتمالی وقوع کی بھی کس شدت سے احتیاط کی گئی ہے۔ تاریخ سے صحیح مذاق رکھنے والے حضرات کو بخوبی معلوم ہے کہ منعِ آب کا ایسا ہی معاملہ جنابِ امیر المومنین علیہ السّلام اور معاویہ کے درمیان میں بھی واقع ہو چکا تھا۔ جسکو ہم پوری تفصیل کے ساتھ اس سلسلہ کی جلد اول میں لکھ آئے ہیں۔ عرب میں اپنے مخالف پر پانی بند کرنے کی بدعت بھی معاویہ کی اوّلیات سے ہے۔ صفّین کے مقام پر جنابِ امیر المومنینؑ کے لشکر سے پہلے معاویہ کی فوج پہنچ گئی تھی۔ معاویہ نے میدانِ کارزار میں پہنچکر سب سے پہلی کارروائی جو کی وہ یہی تھی کہ دریائے فرات

پر قبضہ کرکے اہلِ عراق پر پانی کی بندش کردی جائے۔ مگر جنابِ امیرالمومنین علی علیہ السلام کے لشکر نے پہنچکر فوراً دریا کو اُن کے قبضہ سے نکال لیا کامیاب ہونیکے بعد اصحابِ امیرالمومنین کا یہ ارادہ ضرور ہوا تھا کہ معاویہ کو اس کے مظالم کا کلہ بکلہ جواب دیا جائے اور دریا کو اپنے قبضہ میں لاکر اہلِ شام پر بھی بالکل پانی بند کردیا جائے۔ مگر جنابِ امیرالمومنین علیہ السلام نے اُن کی اِن تجویزوں کو نا منظور فرمایا اور اپنے محاسنِ اخلاق کے تقاضوں سے جن الفاظ میں اُنکو جواب دیا وہ یہ تھے۔ لا تخلوا بینہم وبینہ لا افعل ما فعل الجاہلون وسنعرض علیہم کتاب اللہ وندعوہم الی الھدیٰ فان اجابوا اجابوا والا ففی حد السیف ما یغنی عن مثل ھذا انشاء اللہ۔ نہیں نہیں وہ فعل میں نہ کروں گا جو ان جاہلوں نے کیا۔ پانی کیلئے اُنکی راہیں کھولدو۔ ہم احکامِ خدا اُن پر عرض کرینگے اور ہدایت کی طرف اُنکی دعوت کرینگے۔ اگر وہ قبول کریں گے تو خیر نہیں تو ہم اپنی تلواروں سے کام نکالیں گے۔ یہانتک ہمکو اطمینان ہوجائے انشاء اللہ۔ ع فکر ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست۔ دُنیا کا معمول ہے کہ ہر شخص اپنی طبیعت کے اندازہ پر دوسروں کے مزاج کی افتاد کو بھی قیاس کرتا ہے۔ دریا کے چھین لئے جانے کے بعد معاویہ اور اُسکے ہمراہیوں کو یقین ہوگیا تھا کہ جنابِ امیرالمومنین علیہ السلام ہم سے اپنے مصائب کا پورا انتقام لینگے اور اب ہم کو دریا سے پانی نہ لینے دینگے۔ مگر چونکہ عمرو ابن العاص جنابِ امیرالمومنین علیہ السلام کی عالی ہمتی اور وسعتِ دلی کو خوب جانتا تھا۔ اور معاویہ کی تنگ ظرفی سے بھی واقف تھا اُسی مجمع میں بول اُٹھا کہ خدا کی قسم تو شوق سے پانی لے اور جس کو چاہیئے پلا پیو۔ واللہ علیؑ کا ظرف ایسا نہیں ہے جیسا تیرا۔ علیؑ سے ہرگز ایسے مظالم ظاہر نہیں ہوسکتے۔ وہ کبھی کسی متنفس کو اپنی فیض رسانی سے محروم نہ رکھیں گے معاویہ کو یہ تقریر سُن کر گونہ تسکین تو ہوئی مگر جیسا خاطر خواہ اطمینان ہونا چاہیئے وہ نہیں ہوا۔ آخر اُس نے مجبور ہوکر عرصہ تک غور کرنیکے بعد جنابِ امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں عرضِ حال کی جرات کی اور اپنی طرف سے بارہ آدمیوں کا ایک وفد آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ یہ لوگ اُسکی استدعا لیکر ساقیِ کوثر کی خدمت میں پہنچے اور جوشب ذی ظلم جو اُن لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح اور گویا تھا۔ خدمتِ مبارک میں یوں عرض کرنے لگا یا امیرالمومنین ملکت فاسمح حب علینا بالماء تا عف ماسلف من معاویۃ فتح ونصرت آپکے ہاتھ رہی۔ کرم کیجئے اور ہم کو پانی دیجئے اور جو کچھ معاویہ سے صادر ہوا ہے اسکو معاف فرمائیے جنابِ امیرالمومنین علیہ السلام نے اُنہیں اخلاق کے تقاضوں سے جو آپ کی ذات مجمع الصفات کے لئے خدای سبحانہ وتعالیٰ کیطرف سے مخصوص و ودیعت فرمائے گئے تھے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ جاؤ بشوق سے پانی پیو۔ ہم کبھی تمہیں پانی پینے سے منع نہیں کرتے عموماً دریا اور چشمے خدا کی نعمت ہیں۔ ان سے دوست دشمن سب کو سیراب و فیضیاب ہونا چاہیئے۔ میں ہرگز تمہارے ساتھ وہ نہ کرونگا جو ابھی ابھی تم میرے ساتھ کرچکے ہو۔ اب غور کرنے کے قابل یہاں صرف یہ امر ہے کہ منع آب کے متعلق کربلا اور صفین کے معاملات میں ایک خاص مشابہت ہے۔

اور جانبین میں وہی لوگ ہیں جن میں بیس برس پہلے ایسا ہی واقعہ گزر چکا تھا۔ اگر صفین میں معاویہ نے علیؑ پر پانی بند کیا تو کربلا میں یزید نے جنابِ امام حسین علیہ السلام پر پانی کی ممانعت کا حکم دیا۔ جو دریائے فرات صفین میں تھا وہی کربلا میں۔ مگر فرق یہ تھا کہ صفین کے معاملات میں معاویہ کے انتظام توڑ ڈالے گئے تھے اور اُسکو کامل شکست پہنچاکر دریا اپنے قبضہ میں لایا گیا تھا۔ اور یہ ثابت کردیا گیا تھا کہ ہماری ہمت اور دلیری تمہارے مظالم اور شقاوت سے دبنے والی نہیں ہے اس کے بعد اس کریم النفس نے یہ سمجھکر کہ دریا اور چشمے خدا کا فیض رواں ہیں ان سے تمام خلائق کو مستفید ہونا چاہیئے دریا کو چھوڑ دیا تھا۔ اور اُنکو پانی پینے کی صاف اجازت دیدی تھی۔ کربلا کے واقعات میں بھی اگر غور کیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ علیؑ کے فرزند اور مبارک یادگار حضرت عباس علمدار نے شبِ ہشتم محرم کو تمام مخالفین کی دریا کی موجودگی اور کامل حراست وحفاظت کے مقابلہ میں پانی کی بیس مشکیں بھر کر خیمۂ مطہر میں پہنچا دی تھیں۔ اور مخالفین کو دکھلا دیا تھا کہ جس طرح صفین کے معرکہ میں تمہاری دلیری اور مظالم کی ہمنے کوئی پروا نہیں کی اُسی طرح آج بھی ہم اُن ہی اُمور پر قادر ہیں۔ ہر شخص یقین کرسکتا ہے کہ اگر صفین کی طرح جنابِ امام حسین علیہ السلام فوجِ یزید کو شکست پہنچاکر دریائے فرات پر قبضہ کرلیتے۔ تاہم اپنے مخالفین کے ساتھ ویسے ہی محاسنِ سلوک قائم رکھتے جیسے آپکے پدرِ عالیمقدار نے جائز رکھے تھے۔ کیونکہ ابھی ابھی دو ہی چار روز پیشتر لشکرِ حر کی تشنگی اور قحطِ آب کی وجہ سے اُسکے ہمراہیوں کی پریشانی اور امامؑ عالی مقام کی فیض رسانی اور اُن کے ہر فرد واحد کو اپنے ہمراہیوں کا تمام پانی پلا دینے کی مفصّل

کیفیت پہلے درج ہو چکی جس سے ہمارے بیان کی کامل تصدیق ہوتی ہے یہ تھے اہلبیتِ طاہرین کے محاسن اخلاق اور یہ تھے ائمۂ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین کے مکارمِ اخلاق ذٰلکَ فَضلُ اللہِ یُؤتِیہِ مَن یَّشَآءُ واللہُ ذُو الفَضلِ العَظِیمِ۔ مرزا دبیر مرحوم سے

کیا نخی تھا ساقیٔ تسنیم و کوثر کا پسر	غیر کو پانی پلایا آپ پیاسا رہ گیا

مگر افسوس کربلا کے واقعات میں اُس ظالم گروہ نے ان بزرگواروں کی نہ ہمت و جرأت پر کوئی نظر کی اور نہ اُنکی غربت و مصیبت پر کوئی توجہ کی معاویہ نے علیؑ کے پاس تو صرف ایک ہی بار پانی لینے کی اجازت کے لئے اپنے آدمی بھیجے تھے تو فوراً اجازت مل گئی تھی۔ یہاں حسینؑ ابنِ علیؑ نے ایک بار نہیں کئی کئی بار اپنے متعدد جاں نثاروں کو پانی کی اجازت حاصل کرنے کیلئے بھیجا۔ خود بھی اتمام حجت فرمایا۔ غرض طرح طرح سے اُنسے پانی پینے کی اجازت مانگی۔ اپنے مختلف خطبات میں بھی اُسکی طرف اشارہ فرمایا اور متفرق طریقوں سے اُنکو پے در پے سمجھایا۔ مگر وہ سنگدل اور خدا ناترس نہ سمجھنے والے تھے اور نہ سمجھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ علی علیہ السّلام کی ذریّت پھڑک پھڑک کر پیاس کی شدت سے جاں بحق تسلیم ہو ہو گئی۔ یہ ایسے شدید ترین واقعات ہیں جن کی مثال سے دنیا کے کارنامے بالکل خالی ہیں جن لوگوں نے تاریخ کی سیر کی ہے وہ دونوں مقام کے واقعات کا موازنہ کر کے صحیح طور سے بتلا سکتے ہیں کہ صفین اور کربلا کے معاملات میں جانبین سے کون اسلام کے اخلاق اور ہمدردی کا عامل پایا جاتا ہے اور کس کی نسبت یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ خدا و رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ پر ایسے مخصوص اور مخدوش اوقات میں اس طور سے قائم رہا ہے۔ جو عموماً امکانِ انسانی سے دشوار معلوم ہوتا ہے۔

شبِ عاشور کے مخصوص حالات

تمام مورخین و محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ شبِ عاشور جناب امام حسین علیہ السّلام نے شب بیداری اور عبادت گذاری میں کاٹی۔ یہی وہ رات تھی جسکی مہلت نہایت مشکل سے عمر ابن سعد نے امامؑ عالی مقام کو دی تھی۔ علامہ ابو اسحٰق اسفرائنی اپنی کتاب ضیاء العینین فی مقتل الحسین میں لکھتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السّلام اور آپکے تمام صحابہ نے یہ رات عبادت میں گزار دی۔ اُنکی تسبیح کی آوازیں ایسی آتی تھیں جیسے شہد کی مکھیوں کی آوازیں اڑنے کے وقت پیدا ہوتی ہیں۔ تمام شب کوئی قیام میں تھا کوئی رکوع میں اور کوئی سجود میں (دیکھو ترجمہ صفحہ ۸۴)

امام طبری بھی لکھتے ہیں کہ اس رات کو جناب امام حسین علیہ السّلام اور آپکے اہلبیت و اصحاب تمام شب نماز و مناجات میں مشغول رہے (دیکھو صلاح النشأتین باسناد طبری صفحہ ۳۶) اور مقتل ابومخنف میں ہے ثُمَّ فِی اللَّیلَۃِ التَّاسِعَۃِ مِنَ المُحَرَّمِ کَانَ لِاَصحَابِہٖ دَوِیٌّ کَدَوِیِّ النَّحلِ مِنَ الصَّلٰوۃِ وَالتِّلَاوَۃِ نویں محرم کی رات جناب امام حسین علیہ السّلام اور آپکے اصحاب نے ذکرِ عبادت اور تلاوت قرآن میں صرف فرمائی ان کی آوازیں ایسی آتی تھیں جیسی شہد کی مکھیوں کی آوازیں آیا کرتی ہیں۔ صواعقِ محرقہ اور ینابیع المودہ میں بھی یہی عبارت درج ہے۔ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ امیر المؤمنین امام حسین علیہ السّلام و اہلبیت و شیعہ و موالی او در شبے کہ در روزِ آں شربتِ شہادت چشیدند۔ بنماز و عبادت و توبہ و انابت اشتغال نمود۔ (دیکھو جلد سوم صفحہ ۵۴) ترجمۂ اعثم کوفی میں لکھا ہے کہ امیر المؤمنین جناب امام حسین علیہ السّلام نے یہ تمام رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاری رکوع و سجود کی مصروفیت میں مشغول رہے۔ اور گریہ و زاری کے ساتھ اپنی بخشش و نجات کی دُعائیں مانگتے رہے اس طرح آپکے تمام بھائی بیٹے اور اہلبیت اور تمام انصار و اصحاب رات بھر مصروف عبادت رہے دم بھر کے لئے بھی کوئی نہ سویا سب اپنی مغفرت کی دعائیں مانگتے تھے اور تسبیح و تہلیل میں مصروف تھے۔

المختصر ان واقعات سے جناب امام حسین علیہ السّلام اور آپکے اہلبیت و انصار سلام اللہ علیہم اجمعین کی عبادت گزاری اور شب بیداری کے حالات معلوم ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ رات آلِ محمدؐ کے لئے قیامت کی رات تھی۔ ہر شخص شام سے سمجھ چکا تھا کہ صبح کو خاتمہ ہے۔ گھر سے باہر تک ایک اضطرار و انتشار کا عالم تھا عصمت سرا میں پردہ نشینانِ عصمت کی حالت اور بچوں کی مرجھائی ہوئی صورت دیکھی نہ جاتی تھی۔ جو عالم تھا اُسے مداحِ اہلبیتؑ نے کس خوبی سے ادا کیا ہے سے

بچھونوں پہ بیہوش بچے پڑے تھے	حرم ہاتھ رکھ رکھکے دم دیکھتے تھے

امامؑ عالی مقام کو عبادتِ الٰہی کے ساتھ اہلبیتؑ کی دلجوئی و تشفی اور معصوم بچوں کی دلداری و تسکین کی لَو دل سے لگی ہوئی تھی۔ چنانچہ

تاریخ طبری اور ابن واضح میں جناب امام زین العابدین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ شب عاشورا میں اپنے بستر رنجوری پر تھا اور میری پھوپھی حضرت زینب خاتون علیہا السّلام میری تیمار داری میں مصروف تھیں کہ میرے والد بزرگوار جناب امام حسین علیہ السلام مع چند رفقا خیمہ میں تشریف لائے اور بعض اشعار یاس انگیز کی تلاوت فرمائی جن کے مفہوم کو سمجھکر میں بیقرار ہو گیا۔ لیکن بمقتضائے مصلحت میں نے ضبط کیا اور اپنے آنسوؤں کو لوٹا دیا۔ البتہ میری پھوپھی زینبؑ کو تاب نہ رہی وہ بے اختیار ہو کر بد حواس ہو گئیں اور اپنے برادر عالی مقدار کے پاس پہنچیں اور رو رو کر کہنے لگیں وا ثکلاہ کاش آج ہی میری موت میرے نقش حیات کو مٹا ڈالتی۔ ہائے علیؑ۔ ہائے فاطمہؑ۔ ہائے حسنؑ اسی طرح فانی سے رحلت کر گئے۔ اب میرے بھائی اُنکے جانشین اور پس ماندوں کی پناہ تم ہی باقی ہو۔ حضرت زینبؑ کے یہ کلمات سنکر امام عالی مقام نے انکی طرف نظر فرمائی اور کہا کہ اے بہن صبر کو ہاتھ سے نہ دو۔ وہ بولیں کہ اے اباعبد اللہ میری جان تم پر قربان ہو کیا تم مرگ پر آمادہ ہو گئے اب تو باوجود ضبط کے امام کی آنکھوں میں بھی آنسو ڈبڈبا آئے۔ فرمایا کہ اے خواہر عزیز لو ترک القطا لنام کیا کروں چین بھی لینے پاؤں یہ سُنکر حضرت زینبؑ سے نہ رہا گیا۔ رو کر کہنے لگیں ہائے اب آپ کی عزیز جان اس طرح کے ستم میں ہے۔ یہ کہکر اپنا منہ پیٹ لیا۔ گریبان چاک کر ڈالا اور فرط غم سے غش کھا کر گر پڑیں۔ جناب امام حسین علیہ السلام اُن کے قریب آئے۔ جب وہ ہوش میں آئیں تو فرمایا کہ بہن! خدا خدا کرو اور سمجھو۔ تمام اہل زمین کو موت ضرور آئے گی۔ اور ہر چیز فنا ہونے والی ہے (البکاء المبین صفحہ ۶۱ باسناد طبری)

اہلبیتؑ کو اس طرح تسکین دیکر جناب امام حسین علیہ السّلام باہر تشریف لائے اور خیام اہلبیتؑ کے چاروں طرف خندق کھودنے کا حکم دیا۔ دو چار خالص الایمان جان نثاروں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ جب خندق تیار ہو گئی تو اُسے لکڑیوں سے بھر کر اُس میں آگ جلادی گئی اس سے فراغت پاکر جناب امام حسین علیہ السّلام پھر اُسی طرح خدا کی عبادت۔ گریہ وزاری اور مناجات جناب باری عز اسمہ میں مصروف ہو گئے۔ مگر باینہمہ اضطرار و انتشار کے امام عالی مقام علیہ السّلام کو اپنے اصحاب باوفا کی نسبت اخلاق و اشفاق کا ویسا ہی خیال تھا۔ اور آپ برابر یہی سوچتے تھے کہ کسی طرح ان خالص الاعتقاد جاں نثاروں

کی غریب جانیں معرض ہلاکت سے بچ جائیں اور جو مصیبتیں گزرنے والی ہوں وہ تنہا میری ہی ایک ذات پر گزر جائیں۔ اس لئے پھر آپ نے اپنے تمام اہلبیتؑ و اصحابؓ انصار کو اپنے پاس اُسی طرح جمع فرمایا۔ جیسا اسکے قبل کئی بار جمع فرما چکے تھے۔ اس مرتبہ بھی ان تمام سعادتمندوں کو ترک رفاقت کی اُسی طرح اجازت دی بلکہ ابکی بار تو ہر شخص کو فرداً فرداً اسکے قتل ہونے اور مارے جانے سے آگاہ بھی فرمایا مگر اُن بزرگواروں کی راسخ الاعتقادی اور کامل الایمانی لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ وہ اپنے قتل ہونے کی خبر پاکر بھی کسی طرح متردد نہ ہوئے۔ بلکہ اُسی طرح اپنے خلوص اور اپنی عقیدت پر کمال استقلال سے قائم رہے۔ چنانچہ ابوحمزہ ثمالی جناب امام زین العابدین علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں قال علیہ السّلام لما کان الیوم الّذی استشھد فیہ ابی اجمع اھلہ واصحابہ فی لیلۃ ذلک الیوم فقال لھم یا اھلی وشیعتی اتخذوا ھذا اللّیل جملا لکم فانجوا بانفسکم فلیس یطلب غیری ولو قتلونی ما فکروا فی غیری فانجوا رحمکم اللہ فانتم فی حلّ وسعۃ من بیعتی وعھدی الّذی عاھدتمونی۔

سید الساجدین جناب امام زین العابدین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ شب عاشورا جسکی صبح کو میرے والد ماجد جناب امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے انہوں نے اپنے تمام اہلبیتؑ و انصار کو جمع کیا اور فرمایا کہ تم لوگ اپنی اپنی سواری کے ناقے طیار کر لو اور اس تہلکہ سے اپنی جانیں بچا لیجاؤ۔ کیونکہ اس قوم شقاوت پیشہ کو سوائے میرے اور کسی سے کوئی مطلب نہیں ہے جب یہ مجھکو قتل کر لینگے تو تمہارا خیال تک نہ کرینگے پس تم لوگ اپنی اپنی راہیں اختیار کر لو۔ اور میں اپنی بیعت کا بار تمہاری گردنوں سے اٹھائے لیتا ہوں اور تمہارے اُس عہد و پیمان کو جو تم نے نہایت مضبوطی سے میرے ساتھ کیا ہے واپس لئے لیتا ہوں۔

امامؑ عالی مقام کا یہ کلام سُن کر تمام جاں نثاروں نے ایکزبان ہو کر یہی عرض کیا کہ اے سید و مولا ہمارے قسم خدا کی ہم کبھی آپ کے دامن کو نہ چھوڑینگے اور دوسروں کو یہ کہنے کا موقعہ نہ دینگے کہ ان لوگوں نے اپنے امامؑ کا ساتھ چھوڑ دیا اگر ہم ایسا کریں تو اپنے ان افعال کے لئے خدا کے سامنے کیا عذر پیش کریں گے اور اُسکے سامنے کیا مُنہ دکھلائینگے قسم خدا کی

آج ہم سے سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ ہم سب آپکی رفاقت میں اپنی جان دیدیں۔ یہ سنکر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ کل ہم مارے جائینگے اور تم سب بھی ہمارے ساتھ مارے جاؤ گے۔ اور تم میں سے ایک بھی زندہ نہ رہیگا۔ یہ سن کر آن سعادتمندوں نے جواب دیا کہ خدائے سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ ہم سب کو آپکی نصرت وحمایت کے صلے میں شہادت کے منصب جلیلہ پر فائز فرمائے گا۔ اور اے آقا ہمارے! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم اتنی بڑی سعادت کے حصول پر دلشاد اور مطمئن نہ ہوں۔ خالص جان نثاروں کی یہ پرجوش تقریر سنکر امامؑ عالی مقام نے بیساختہ فرمایا کہ جزاکم اللہ خیرا ودعا لھم بخیر۔ اسی تقریر کے سلسلہ میں حضرت قاسم ابن الحسن علیہما السلام نے اپنے عم بزرگوار کی خدمت میں عرض کی فانا فیمن یقتل فاشفق علیہ فقال لہ یا بنیّ کیف الموت عندک قال یا عمّ احلی من العسل فقال ای واللہ فداک عمک انک احد من یقتل من الرجال معی بعد ان تبلی ببلآء عظیم وابنی عبد اللہ فقال یا عمّ ویصلون الی النسآء حتی یقتل عبد اللہ وھو رضیع فقال فداک عمّک یقتل عبد اللہ اذا جفّت روحی عطشا وصرت الی خیمنا فطلبت مآء ولبنا فلا اجد قطّا اقول ائتونی ابنی لاشرب من فیّ فیأتونی بہ فیضعونہ علی یدی وحملہ لادنیہ من فیّ فیرمیہ فاسق لعنہ اللہ بسہم فینحرہ وھو یناغی فیفیض دمہ فی کفّی فارفعہ الی السمآء واقول اللّٰھم صبرا واحتسابا فیک فتعجلنی الاسنّۃ منھم فی الموقات فی الدنیا فیکون ما یرید اللہ فنبکی ونبکینا وارتفع البکآء والصراخ من ذراری رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فی الخیم ویسئلہ زھیر ابن القین وحبیب بن مظاھر عن علیؑ فیقولون یا سیدنا فسیدنا علیؑ فیشیرون الی ماذا یکون من حالہ فیقول مستعبرا ما کان اللہ لیقطع نسلی من الدنیا فکیف یصلون الیہ وھو ابو ثمانیۃ ائمۃ۔ حضرت قاسم ابن حسن علیہما السلام نے جناب امام حسین علیہ السلام سے عرض کی آیا میں بھی ان ہی مرنیوالوں میں ہوں؟ آپ نے پوچھا کہ اے جان عم! موت تمہارے نزدیک کیسی ہے؟ عرض کی کہ شہد سے بھی زیادہ شیریں ہے۔ یہ سنکر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے جان عم! تو بھی اس بلائے عظیم میں مبتلا ہونے والا ہے۔ اور کشتگان راہ خدا میں تو بھی شامل ہے۔ تو بھی مارا جائیگا اور میرا پسر شیرخوار عبد اللہ بھی قتل ہوگا۔ حضرت قاسم نے استعجابا استفسار فرمایا۔ کہ کیا یہ لشکر عورتوں پر چڑھ آئے گا کہ عبد اللہ کو بھی قتل کر دے گا؟ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرے چچا کی جان تجھ پر نثار ہو عبد اللہ کو یہ فرقہ ستمگار اسوقت قتل کرے گا جب یہ بچہ پیاس کی وجہ سے اپنی موت کے قریب پہنچیگا اور میں تمام خیموں میں اس کے لئے پانی اور دودھ تلاش کروں گا مگر کہیں کوئی چیز نہ پاؤں گا تو میں یہ کہوں گا کہ میرے بچے کو مجھے دو تاکہ میں اسکو اپنے لعاب دہن سے سیراب کر دوں۔ جب لوگ اسکو میرے پاس لائینگے تو میں چاہوں گا کہ اسکے منہ پر اپنا منہ رکھدوں۔ ایک خدا ناترس اسکو تیر سے قتل کر ڈالے گا۔ یکایک میرے ہاتھ اسکے خون سے بھر جائینگے۔ پس میں اپنے خدا کی درگاہ میں عرض کرونگا کہ اے پروردگار! اسوقت تو میں ان بلاؤں پر صابر ہوں اور اسکا عوض تجھی سے چاہتا ہوں۔ اس کے بعد وہ گروہ اشقیا ستم مجھ پر ایکبارگی حملے کرینگے اور یہ خندق جو خیمہ کی پشت پر کھدی ہوئی ہے اس میں آگ کے شعلے روشن ہونگے اور میں ایسے وقت میں جو میرے لئے دنیا کے تمام اوقات سے زیادہ تلخ ہوگا۔ ان پر حملہ کروں گا۔ کیونکہ مشیت ایسی ہی جاری ہوئی ہے۔ جناب امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب میرے پدر بزرگوار کا سلسلہ کلام یہاں تک پہنچا تو زہیر ابن القین اور حبیب ابن مظاہر رضی اللہ عنہما نے میری نسبت استفسار فرمایا۔ کہ آیا سید سجاد علیہ السلام بھی شریک و شہید ہونگے۔ جناب امام حسین علیہ السلام آنکھوں میں آنسو بھر کر بولے کہ خدائے سبحانہ وتعالیٰ میرے رشتہ حیات کو منقطع کرے گا مگر میری نسل منقطع نہ ہوگی وہ لوگ ان کے قتل پر کیونکر قادر ہو سکتے ہیں کہ ان کی مبارک نسل سے آٹھ امام پیدا ہونگے۔ یہ فرما کر پھر آپ نے باقیماندہ خطبہ کو ذیل کے مضامین پر تمام فرمایا۔

فقال لھم فان کنتم قد وطّنتم انفسکم علی ما وطّنت نفسی علیہ فاعلموا ان اللہ تعالیٰ انما یھب المنازل الشریفۃ لعبادہ باحتمال المکاره وان اللہ تعالیٰ ان کان خصّنی مع من مضیٰ من اھلی الذین انا آخرھم بقآء فی الدنیا من الکرامات بما یسھل علیّ معھا احتمال المکروھات فان لکم

شغلی ذلک من کرامات اللہ تعالیٰ واعلموا ان الدنیا حلوها ومرها حلم والانتباہ فی الآخرۃ والفائز من فاز فیها والشقی من شقی فیها۔

اگر تم نے بھی ان ہی امور کی نسبت اپنی کرلیا۔ وہی ہے جن امور پر میں آمادہ ہوں تو یقین کرلو کہ خداوند عالم اپنے اُن مخصوص بندوں کو جو اظہار حوادثات اور وقوع بلیات پر صبر و شکر سے کام لیتے ہیں۔ مدارج جلیلہ اور مناسب فیصلہ عطا فرماتا ہے اور اگر خداوند تعالیٰ میرے اُن بزرگواروں میں سے جو گزر گئے اور جنکی آخری یادگار میں موجود ہوں۔ مجھ کو خاص کرامتوں کے ساتھ مخصوص فرمایا کہ ان مکروہات کا تحمل میرے لئے آسان ہو جائے تو تم کو اُن میں سے مزید حصہ ملیگا۔ یقین کرلو کہ اِس حیات دُنیا کی مثال تکلیف سے گزرے یا آرام سے خواب کی سی مثال ہے اور آخرت کی بیداری کی اور ابقائے جاودانی کی۔ جو شخص عاقبت کے دن چھوٹ گیا وہ تو ہمیشہ کے لئے نجات پانے والا ہوا اور جو آخرت کے دن شقی ثابت ہو گیا اصلی شقی وہی ہوا۔

امام عالی مقام کی اس تقریر سے اُن جاں نثاروں کے خلوص و عقیدت میں اور استقلال پیدا ہو گیا۔ جناب امام حسین علیہ السلام اور آپ کے تمام اعوان و انصار نے بقیہ رات رکوع و سجود۔ گریہ و زاری اور عبادت میں کاٹی اور تمام حضرات تسبیح و تہلیل و وعظ و نصائح میں مصروف رہے۔ ~~~

صبح عاشورا محرم تھی قیامت کی سحر

جناب امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ صبح عاشورا کا سپیدہ جس وقت افق مشرقی پر ظاہر ہوا تو جناب امام حسینؑ نے نماز فجر پڑھکر درگاہ رب العزت میں یہ مناجات فرمائی۔

اللّٰھمّ انت ثقتی فی کلّ کرب ورجائی فی کلّ شدّۃ وانت لی فی کلّ امر نزل بی ثقۃ وعدّۃ وکم من کرب یضعف فیہ الفؤاد وتقلّ فیہ الحیلۃ ویخذل فیہ الصدیق ویشمت بہ العدوّ انزلتہ بک وشکوتہ الیک رغبۃ منّی الیک عمّن سواک ففرّجتہ وکشفتہ فانت ولیّ کلّ نعمۃ وصاحب کلّ حسنۃ ومنتھیٰ کلّ رغبۃ

یا اللہ تو ہر مصیبت میں میری جائے پناہ اور ہر تکلیف میں میری اُمیدگاہ ہے اور ہر معاملہ کا کارساز تو ہی ہے اور ہر مصیبت جو مجھ پر پڑے اُس میں میرا بھروسا اور اعتماد تجھ ہی پر ہے اور بہت سی مصیبتیں ایسی پڑیں جن سے میرا دل بیٹھ بیٹھ گیا اور تدبیریں بیکار ہو ہو گئیں۔ دوستوں نے مجھے چھوڑ چھوڑ دیا اور دشمنوں نے زبان طعن دراز کیں اور جب میں نے تیری حضور میں رجوع کی اور تیری جناب میں شکایت کی اس لئے کہ میری طبیعت کو تیرے سوا کسی سے لگاؤ نہیں تو تو نے اپنی (رحمت کاملہ سے) میری مصیبت کو ٹال دیا اور مجھے اس غم سے نجات عنایت فرمائی۔ حقیقتاً تمام نعمتوں کا مالک تو ہی ہے اور تمام نیکیوں کا آقا بھی تو ہی ہے اور تمام رجوع کرنے والوں کا مرجع بھی تو ہی ہے۔

صبح عاشورا قیامت کا نمونہ تھی جس اندوہ و مصیبت میں امام حسین علیہ السلام اور آپکے ہمراہی گرفتار تھے وہ ہر شخص کو معلوم ہے مسلمانوں ہی پر منحصر نہیں غیر مذہب والے بھی کافی طور سے واقف ہو کر ان واقعات سے آجتک متاثر ہوتے ہیں یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ آٹھویں تاریخ کی صبح سے امام حسین علیہ السلام کے خیام میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا۔ بوڑھے۔ جوان اور بچوں کے جگر شدت عطش سے کباب ہو رہے تھے اور کوئی بھی اُن کا پُرسان حال نہ تھا۔ قیامت تو یہ تھی کہ دریائے فرات آنکھوں کے سامنے لہریں مار رہا تھا مگر ان کی بے بسی اور مجبوری کی یہ حالت تھی کہ وہ تین دن کے پیاسے اُس سے ایک قطرہ بھی نہ لے سکتے تھے۔ ہمارے معزز ہمعصر صاحب البلاء المبین نے اس قیامت خیز عالم کی مختصر مگر سچی تصویر کھینچی ہے۔ جو ذیل کی عبارت سے ظاہر ہے۔

آہ وہ ریگستانی میدان۔ وہ آفت کی گرمی۔ وہ بلا کی دھوپ و پانی کا بند ہونا۔ گویا کربلا کا میدان عرصۂ محشر کا نمونہ تھا بلکہ اُس سے زیادہ ہولناک کیونکہ قیامت کے دن لوگ جنکی بدولت سایۂ رحمت کے اُمیدوار ہونگے۔ اور جنکے تصدق میں ساقی کوثر سے پانی پینگے وہ خود کربلا کی تابستانی مصیبت و پیاس کی شدت اٹھا رہا تھا اور اہلبیت رسالت کا ہر چھوٹا بڑا تشنگی سے ماہی بے آب کی طرح تڑپتا تھا۔ خیمۂ مبارک میں ہر سمت العطش العطش کے نعرے بلند تھے۔ لوگ اشاروں سے مطلب و تیمّم سے نماز ادا کرتے تھے۔ عابد بیمار اور صغیر شیرخوار کی بیتابانہ حالت کسی سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔ عورتوں اور بچوں کا حال پُر ملال دیکھکر امام حسین علیہ السلام کو نہ اپنی فکر تھی اور نہ اپنی مصیبت کا خیال تھا (البلاء المبین صفحہ ۶۰)

تحریر مصاحب سے قطع نظر کرکے ہم اب اصلی واقعات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ خیمۂ مطہر کے گرد جو خندق کھدی تھی اس میں آگ جلا دی گئی تھی۔ اس خیال سے کہ اگر گروہ اشقیا موقعہ پا کر مخدرات عصمت سے کوئی مزاحمت نہ کر سکے ابھی لشکر شام میں کامل طور پر صف بندی بھی نہیں ہوئی تھی کہ گروہ اشقیاء سے ابن جویریہ آگے بڑھا اور خیام مقدس کے چاروں طرف آگ کے شعلے بلند دیکھ کر اپنا گھوڑا اچھالتا ہوا اس خندق کے قریب پہنچ گیا اور کھڑے ہو کر باوازِ بلند پکار کر کہنے لگا۔ یاحسین و یا اصحاب حسین ابشروا بالنّار فقد تعجلتم الی النّار (خاک بدہن او باد) اے حسین علیہ السّلام والے اصحابِ حسینؑ تم کو نارِ دوزخ کی بشارت ہو اس لیے کہ تم نے خود ہی آگ کی طرف جلدی کی ہے۔ آپ نے اس دریدہ دہن کی گستاخی کے جواب میں فرمایا اتخبرّنی بالنّار و انا قادم علی ربّ کریم۔ تو مجھے آگ کا طعنہ دیتا ہے۔ حالانکہ میں تو اپنے ربِ کریم کی حضور میں جانیوالا ہوں یہ فرما کر آپ نے درگاہِ رب العزت میں اس طرح دعا فرمائی اللّھم اذقہ عذاب النّار فی الدّنیا۔ پروردگار! دنیا ہی میں تو اس کو عذابِ نار کا مزہ چکھا دے۔ اسی اثنا میں اس کا گھوڑا بگڑا اور یہ اس کی پشت زین سے زمین پر آ رہا۔ اسکا پاؤں رکاب میں الجھا رہا گھوڑا اپنی رَو میں اسکو زمین پر گھسیٹتا ہوا خندق کے کنارے لایا جس میں آگ دہک رہی تھی۔ اور وہ ملعون اسی آگ میں گر کر فی النّار کا مصداق ہو گیا۔

(تاریخ طبری فارسی جلد چہارم صفحہ ۶۲۹ مطبوعہ لکھنؤ اور تاریخ فتوحاتِ اعظم کوفی مطبوعہ دہلی صفحہ ۳۷۶)

تاریخ روضۃ الصّفا اور ناسخ التواریخ میں جویریہ کی طرح اور اشقیار کی تقریریں بھی لکھی ہیں۔ اور ان میں تمیم اور محمد ابن اشعث اور شمر ذی الجوشن کے نام خصوصیت کے ساتھ لکھے ہیں۔

صاحب روضۃ الصّفا اور ناسخ التواریخ کا بیان ہے کہ ان بے دینوں کی تقریریں سنکر مسلم ابنِ عوسجہ خلوص اور عقیدت سے اپنے آپے میں نہ رہے۔ امامؑ کی خدمت میں عرض کی۔ حکم ہو تو میں اس ملعون کو اپنے تیر سے ابھی ابھی چھید دوں۔ تاکہ پھر اس بدبخت کو آپ کی خدمت میں گستاخی کرنے کا یارا نہ رہے۔ امام عالی مقام نے جواب دیا لا ترمہ فانی اکرہ ان ابدئھم بقتال۔ تم اس کو تیر نہ مارنا۔ کیونکہ میں اپنی طرف سے لڑائی شروع کرنے کو مکروہ جانتا ہوں۔

جنگِ کربلا کا آغاز

جانبین سے مقابلہ کی تیاری ہوئی۔ روضۃ الصّفا اور فلاح النشاتین کے مؤلف تاریخ کبیر طبری کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ دسویں محرم جمعہ کے دن قبل زوال سے لڑائی کا آغاز ہوا۔ عمر سعد نے فوج کو یوں ترتیب دیا کہ اپنے لشکر کا علم اپنے غلام ورید کو دیا اور میمنۂ فوج پر عمرو ابن حجاج کو میسرۂ لشکر پر عروہ ابنِ قیس کو اور فوجِ پیادہ پر شبیث ابن ربعی کو اور سواروں پر خولی اصبحی کو امیر مقرر کیا۔

ادھر جنابِ امام حسین علیہ السّلام نے اپنے بہتر اعوان و انصار کی جماعت کو یوں آراستہ فرمایا کہ علم فوج اپنے چھوٹے بھائی جنابِ عباسؑ کو سپرد کیا۔ میمنہ پر زہیر ابن القین کو اور میسرۂ لشکر پر حضرت حبیب ابن مظاہر کو امیر مقرر فرمایا۔ ان مجاہدین کی صفیں خیمہائے مبارک کے سامنے تھیں اور ان کے پیچھے خندق تھی جس میں حفاظت کے خیال سے آگ روشن کر دی گئی تھی تاکہ حملہ ایک ہی سمت رہے۔ صفوں کو ترتیب دینے کے بعد امام حسین علیہ السّلام نے ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ الٰہی میں دعا کی اور پھر ناقہ پر سوار ہو کر لشکر عمر کی طرف تشریف لے گئے (فلاح النشاتین صفحہ ۳۴۴)

ناسخ التواریخ میں جلاء العیون کی اسناد سے لکھا ہے کہ بریر ابنِ خضیر ہمدانی آگے بڑھکر جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ اگر اجازت ہو تو میں ایک بار پھر ان اشقیار کو وعظ و نصیحت کر آؤں۔ ارشاد ہوا جاؤ۔ بریر اپنے مقام سے بڑھکر اور عمر سعد کی فوج کو مخاطب کر کے باوازِ بلند کہنے لگے یا معشر النّاس انّ اللہ عزّ وجلّ بعث محمّداً صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بالحق بشیراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ سراجاً منیراً و ھذا الفرات یلغ فیہ خنازیر السواد وکلابھا وقد حیل بینہ وبین اھلبیت۔ اے گروہ مردم! خدائے تبارک تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تمہاری طرف عہدۂ رسالت پر فائز فرما کر بھیجا کہ تم کو اعمالِ حسنہ کے صلہ میں بہشت عنبر سرشت کی بشارت پہنچائیں۔ اور تمہارے اعمالِ قبیحہ کی پاداش میں صعوباتِ جہنم سے ڈرائیں۔ وہ حضرتؐ مثل آفتاب عالمتاب کے چمکنے والے اور خدائے تعالیٰ کی طرف اسی کے حکم سے تم لوگوں کے بلانیوالے ہیں دیکھو یہ آب فرات ہے کہ جس سے موضع سواد کے سور اور کتے تک

سیراب ہو رہے ہیں۔ اور تم لوگ اہلبیت محمدؐ کو اس سے ایک قطرہ نہیں دیتے اور اُن کے اور اس نہر کے درمیان حائل ہو گئے ہو۔

بُریر کی یہ تقریر سُن کر اُن بے شرموں نے جواب دیا فواللّٰہ لیعطش الحسین کما عطش من کان قبلہ "تم خدا کی حسینؑ بھی ویسے ہی پیاسے رکھے جائینگے جس طرح وہ پیاسا رکھا گیا جو اُن سے قبل تھا (ناسخ التواریخ جلد ششم مطبوعہ بمبئی، صفحہ ۳۴۹)

بہرکیف بُریر کی تقریر کچھ بھی اثر پذیر نہ ہوئی تو اب امام حسین علیہ السلام بنفس نفیس ان بے دینوں کی طرف متوجہ ہوئے اور بآواز بلند ارشاد فرمایا۔

میدانِ جنگ میں امامؑ کا پہلا خطبہ۔ وہ خطبہ مبارک یہ ہے۔

ایّھا النّاس اسمعوا قولی ولا تعجلوا حتّٰی اعظکم بما الحقّ لکم علیّ حتّٰی اعتذر الیکم من مقدمی علیکم فان قبلتم عذری وصدّقتم قولی واعطیتمونی النّصف کنتم بذالک اسعد ولم یکن لکم علیّ سبیل وان لم تقبلوا منّی العذر ولم تعطوا النّصف من انفسکم فاجمعوا امرکم وشرکائکم ثمّ لا یکن امرکم علیکم غمّۃ ثمّ اقضوا الیّ ولا تنظرون انّ ولیّی اللّٰہ الّذی نزّل الکتاب وھو یتولّی الصّٰلحین اما بعد فانسبونی فانظروا من انا ثمّ ارجعوا الی انفسکم وعاتبوھا فانظروا ھل یحلّ لکم قتلی وانتھاک حرمتی الستُ ابن بنت نبیّکم صلّی اللّٰہ علیہ واٰلہ وابن وصیّہ وابن عمّہ واوّل المؤمنین باللّٰہ والمصدّق لرسولہ بما جاء بہ من عند ربّہ اولیس حمزۃ سیّد الشّھداء عمّ ابی اولیس جعفر الشّھید الطّیّار ذوالجناحین عمّی اولم یبلغکم قول مستفیض فیکم انّ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ واٰلہ وسلّم قال لی ولاخی ھذان سیّدا شباب اھل الجنّۃ

ایّھا النّاس! میری بات سنو اور میرے قتل میں جلدی نہ کرو تاکہ میں حقِ نصیحت جو مجھ پر واجب ہے ادا ہو جاؤں اور اپنے یہاں آنیکے عذرات تم سے بیان کر دوں اگر تم نے میرا عذر قبول کیا اور میرے قول کی تصدیق کی اور میرے معاملہ میں داد انصاف دی تو تم اسکے سبب سے نیک ہو جاؤ گے اور مجھ پر ظلم کرنیکی راہ نہ پاؤ گے۔ اور اگر تم نے میرے عذر کو قبول نہ کیا اور طریق انصاف اختیار نہ کیا تو تم اپنے کام کو درست اور اپنے شرکا کو جمع کر لو تاکہ تم پر تمہارا وہ کام اور اسکی حقیقت پوشیدہ نہ رہ جائے پھر جو کچھ تمکو میرے ساتھ کرنا ہو کرنا اور مجکو مہلت نہ دینا میرا ولی وہ خدا ہے جس نے قرآن کو نازل فرمایا اور جو صالحین ہی کو ولی بناتا ہے اتنا کہکر جنابِ امام حسین علیہ السلام نے اتنی دیر تک انتظار کیا کہ عمر سعد کی فوج کے لوگ ایک جا جمع ہو کر مخاطب ہو جائیں جب وہ جمع ہو گئے تو پھر آپ نے سلسلۂ بیان کو یوں شروع فرمایا کہ ایّھا النّاس اے گروہِ کوفہ و شام۔ تم لوگ میرے حسب و نسب پر لحاظ کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں۔ بعدہ اپنے دل میں غور کرو اور اپنے نفوس کو ملامت کرو اور چشم انصاف سے دیکھو کہ آیا مجھے قتل کرنا اور میری ہتکِ حرمت کرنا تمہارے لیے حلال ہے کیا میں تمہارے نبی محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی دختر کا فرزند نہیں ہوں اور کیا میں رسُول کے اُس وصی کا فرزند نہیں ہوں جو آنحضرت کا ابنِ عم تھا اور جو سب سے پہلے آپ پر ایمان لایا اور جس نے سب سے پہلے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُس امر کی تصدیق کی جسے وہ خدا کی طرف سے لائے تھے۔ کیا حمزہؓ سید الشہداء میرے باپ کے چچا نہیں ہیں اور شہید ذوالجناحین جعفر طیّار میرے چچا نہیں ہیں اور کیا یہ قولِ رسولؐ جو بمنزلۂ خبرِ مستفیض کے ہے تم تک نہیں پہنچا جو آنحضرت نے میرے بھائی کے حق میں اور خود میرے حق میں فرمایا کہ یہ دونوں سردار ہیں۔ جوانانِ اہلِ بہشت کے۔

ایک امام طبری ہی پر موقوف نہیں ہے اس پر تمام اسلامی مؤرخین کا اتفاق ہے کہ جنابِ امام حسین علیہ السلام کا موجودہ خطبہ یہاں تک پہنچا تھا کہ سامعین پر کچھ ایسا عالم طاری ہوا کہ موافقین اور مخالفین، غرض کل حاضرین رو دئے اور حضرت کی بہنیں اور بیٹیاں تو ایسے بین جگر خراش سے روئیں کہ امامِ عالی مقام نے بیتاب ہو کر حضرتِ عباس علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ بھائی خیمہ میں جاکر عورتوں کو سمجھا دو۔ فلمّا اسکتن حمد اللّٰہ واثنی علیہ وذکر اللّٰہ بما ھو اھلہ وصلّی اللّٰہ علی محمّد صلّی اللّٰہ علیہ واٰلہ وسلّم وعلی الملٰئکۃ والانبیاء فذکر فان صدّقتمونی بما اقول وھو الحقّ واللّٰہ ما تعمّدت کذبا منذ علمت انّ اللّٰہ یمقت علیہ اھلہ وان کذّبتمونی فانّ فیکم من ان سألتموہ عن ذالک اخبرکم اسئلوا جابر ابن عبد اللّٰہ الانصاری وابا سعید الخدری وسھل ابن سعد وزید بن ارقم وانس بن مالک یخبروکم انّھم سمعوا ھذہ المقالۃ من رسول اللّٰہ لی ولاخی اما فی ھذا حاجز لکم عن سفک دمی۔

جب مخدرات سراپردۂ عصمت خاموش ہوگئیں تو جناب امام حسین علیہ السلام نے حمد و ثنائے ربّ العزّت اس طرح ادا کی کہ شایانِ شانِ جناب کبریائی تھی اور حضرت خاتم النبیینؐ اور ملائکہ مقربین اور انبیائے مرسلین پر درود بھیجا۔ پھر اپنے قدیم سلسلۂ بیان کو قائم رکھنے کی غرض سے حدیث سیّدا شباب اھل الجنّۃ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اگر اس حدیث کے بیان کرنے میں تم مجھ کو سچا سمجھتے ہو تو بیشک تم نے ادائے حق کیا۔ کیونکہ میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ اور میں جانتا ہوں کہ خدا جھوٹ بولنے والوں کو دشمن رکھتا ہے۔ اور اگر تم اس حدیث کے بیان کرنے میں مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو ابھی تم ہی لوگوں میں بہت سے ایسے لوگ زندہ ہیں جو میری راست بیانی کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ پس تم لوگ جابر ابنِ عبداللہ الانصاری۔ ابوسعید خدری۔ سہل ابن سعد ساعدی۔ زید ابنِ ارقم۔ اور انس ابنِ مالک سے پوچھ لو وہ تم لوگوں کو بتلا دینگے کہ اُن لوگوں نے یہ حدیث جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی خود میرے اور میرے بھائی کے حق میں سنی ہے یا نہیں؟ کیا یہ بھی تمہارے لئے تم کو میری خونریزی سے روکنے کیلئے کافی نہیں ہے؟ جب امام حسین علیہ السلام کا سلسلۂ ارشاد یہاں تک پہنچا تو شمر ذی الجوشن قطع سخن کر کے یکایک بول اٹھا انا عبداللہ علی حرف ان کنت ادری ما تقول یعنی میں خدا کی عبادت برخلاف کروں اگر میں اس وقت تک یہ بھی سمجھا ہوں کہ آپ فرما کیا رہے ہیں۔

امام عالی مقام نے تو اس مایۂ ضلالت کا کچھ جواب نہ دیا مگر حضرت حبیب ابنِ مظاہر نے کلمہ بکلمہ اس کو اِن الفاظ میں جواب دیا واللہ انی لاراک تعبد اللہ علیٰ سبعین حرفاً و انا اشھد انک صادق ما تدری ما یقول قد طبع اللہ علیٰ قلبک۔ اے شمر! تو خدا کی ہزار شکوک و وساوس کے ساتھ عبادت کرتا ہے اور میں خود تیری اس راست گفتاری کا شاہد ہوں۔ جیسا کہ تو نے بیان کیا کہ میں جناب امام حسین علیہ السلام کی باتوں کو مطلق نہیں سمجھتا بیشک ایسا ہی ہے۔ تو ان کی باتوں کو مطلق نہیں سمجھ سکتا۔ خدائے سبحانہ و تعالیٰ نے تیرے قلب پر (جہالت وضلالت کی) مُہر لگا دی ہے۔

جنابِ امام حسین علیہ السلام نے موجودہ نزاع لفظی سے قطع نظر فرما کر پھر اپنا سلسلۂ کلام آغاز کیا۔ فقال لہم فان کنتم فی شک من ھذا افتشکون انی ابن بنت نبیکم فواللہ ما بین المشرق والمغرب ابن بنت نبی غیری فیکم ولا فی غیرکم ویحکم اتطلبونی بقتیل منکم قتلتہ او مال لکم استھلکتہ او بقصاص من جراحۃ فاخذوا لا یکلمونہ فنادی یا شبث ابن ربعی یا حجار ابن ابجر ویا قیس ابن الاشعث ویا یزید ابن الحارث الم تکتبوا الی ان قد اینعت الثمار واخضرت الجناب وانما تقدم علی جند لک مجندۃ۔

اگر تم لوگوں کو میرے اس کلام میں شک ہے تو کیا میرے اس دعوے میں بھی شک ہے کہ میں تمہارے پیغمبر کی بیٹی کا بیٹا ہوں؟ واللہ قسم خدا کی پورب سے لیکر پچھم تک تمہارے رسول کا بیٹا۔ تم میں یا تمہارے سوا اور لوگوں میں۔ سوا میرے اور کوئی نہیں ہے افسوس ہے تم پر کیا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ میں نے تمہارے کسی شخص کو مارا ہے جس کے خون کا بدلہ اس وقت تم مجھ سے لینا چاہتے ہو یا میں نے تمہارا کوئی مال تلف کر دیا ہے یا میں نے تم لوگوں میں سے کسی کو زخمی کیا ہے یا کسی طرح کا اور آزار پہنچایا ہے جس کے لئے تم اس وقت مجھ سے قصاص کے طلبگار ہو؟

اتنا ارشاد فرما کر آپ رُک گئے اور تھوڑی دیر تک انتظار کرتے رہے۔ کہ گروہ اشقیا میں سے شاید کوئی جواب دے مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی حضرت کے کلام صداقت التیام کا کوئی جواب نہ دیا۔ تب آپ نے باآواز بلند پکار کر کہا اے شبث ابن ربعی۔ اے حجار ابن ابجر۔ اے قیس ابن اشعث۔ اے یزید ابن الحارث آیا تم وہ لوگ نہیں ہو جنہوں نے مجھکو ستوا تر ان لفظوں میں خط لکھے تھے۔ کربلا یا کہ ہمارے درختوں کے میوے پک گئے ہیں اور ہمارے نخلستان سرسبز و شاداب ہو گئے ہیں۔ آپ بعجلت تمام ہمارے پاس تشریف لے آئیے ہم لوگوں نے لشکر تیار کر رکھے ہیں۔ یہ سب تو خاموش رہے مگر شبث ابن ربعی نے کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیا کہتے ہیں۔ فی الحال آپ کو اپنے ابنِ عم یزید ابنِ معاویہ کی دعوت قبول کرنی ہوگی اور وہ آپ کے ساتھ برفق و مدارا پیش آئے گا۔

اُس کی تقریر کے جواب میں امام عالی مقام نے جواب دیا لا واللہ لا اعطیکم بیدی اعطاء الذلیل ولا اقر لکم اقرار العبید ثم نادی یا عباد اللہ انی عذت بربی وربکم ان ترجمون واعوذ بربی وربکم من کل متکبر لا یومن بیوم الحساب قسم خدا کی میں ذلیل و خوار بن کر کسی کے ہاتھ پر نہ دھرونگا اور نہ تم لوگوں کے سامنے

غلاموں کا سا اقرار کرنے کی عار گوارا کرونگا۔ یقیناً میں نے تمہارے اور اپنے پروردگار سے پناہ مانگی ہے کہ تم مجھے سنگسار کرسکو اور میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں ایسے لوگوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے جو اپنے غرور کی وجہ سے روز قیامت پر یقین نہیں رکھتے۔ اتنا فرما کر آپ نے پھر عقبہ ابن سمعان کو بلایا اور آپ کو ناقہ کی مہار دیکر آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے جس کا نام ناسخ التواریخ کی تحقیق میں مرتجز تھا۔ مگر عام طور سے ذوالجناح مشہور ہے۔ اس کے بعد امام عالی مقام اپنے چند اصحاب باوفا کے ساتھ عمر سعد کے لشکر کے اور قریب آگئے تو بریر ابن خضیر ہمدانی نے آگے بڑھ کر مخصوص اہل کوفہ کو مخاطب کرکے آواز بلند پکارا اور کہا یقوم اتقوا اللہ فان ثقل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد اصبح بین اظهرکم هؤلاء ذریته وعترته وبناته وحرمه فهاتوا ما عندکم وما الذی تریدون ان تصنعوا بهم۔ اے قوم خدا سے ڈرو اور اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت یاد کرو کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی وہ ثقل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی ہے جو تمہارے سامنے موجود ہے اور اسکی ہمراہی میں اس کے لڑکے لڑکیاں عترت اور اسکے حرم محترم ہیں۔ اب تم کھل کھل کر بیان کرو کہ ایسے لوگوں کے ساتھ تمہارا کیا ارادہ ہے۔ اور ان لوگوں کے ساتھ تم کس طرح پیش آنا چاہتے ہو؟ افلا تقبلون منهم ان یرجعوا الی المکان الذی جاءوا منه ویلکم یا اهل الکوفة انسیتم کتبکم وعهودکم التی اعطیتموها واشهدتم اللہ علیها ویلکم ادعوتم اهل بیت نبیکم وزعمتم انکم تقتلون انفسکم دونهم حتی اذا اتوکم اسلمتموهم الی ابن زیاد ومنعتموهم عن ماء الفرات بئس ما خلفتم نبیکم فی ذریته ما لکم لا سقاکم اللہ یوم القیامة۔

آیا تم لوگوں کو منظور نہیں ہے کہ یہ جماعت وہاں لوٹ جائے جہاں سے آئی ہے کیوں اہل کوفہ کیا تم نے اپنے لکھے ہوئے خطوط کو اور ان وعدوں کو جن پر تم نے خدا کو درمیان دیا تھا اور جن میں تم نے واضح طور پر یہ لکھا تھا کہ اہلبیت پیغمبر تمہارے پاس آئیں۔ تو تم ان کی نصرت ومتابعت میں اپنی جانیں نثار کردوگے بالکل فراموش کردیا۔ اب جب وہ لوگ تمہارے پاس آگئے تو تم ان لوگوں کو ابن زیاد کے حوالے کئے دیتے ہو اور فرات کے پانی کو ان پر بند کئے بیٹھے ہو۔ واقعی تم اپنے پیغمبر کے بدترین پیرو ہو کہ ان کی ذریت طاہرہ کے ساتھ ایسے سلوک کرتے ہو۔ خدائے سبحانہ وتعالیٰ بروز قیامت تم کو کبھی سیراب نہ فرمائے۔ بریر کا یہ کلام سن کر گروہ اشقیا نے پھر وہی اپنا معمولی جواب دیا کہ ہم نہیں سمجھتے تم کیا کہتے ہو؟ بریر نے کہا الحمد للہ الذی زادنی فیکم بصیرة اللهم انی ابرء الیك من افعال هؤلاء القوم اللهم الق بأسهم بینهم حتی یلقوك وانت علیهم غضبان۔ اس خدائے سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ہے جس نے بمقابلہ تم لوگوں کے مجھ کو دیدۂ بصیرت عطا فرمایا۔ پروردگارا میں اس قوم کے افعال سے بالکل بیزار ہوں۔ پروردگارا اس جماعت شقاوت اثر کو آپس میں ٹکرا دیجیو۔ کہ ایسی حالت میں تیری حضوری میں پہنچیں کہ تو ان پر غضبناک ہو یہ کلام سن کر کوفیوں نے بریر پر تیر چلائے۔ بریر جناب امام حسین علیہ السلام کے پاس چلے آئے۔ اگرچہ صفوف مخالفین کے تیر آتے ملاحظہ فرماتے مگر وہ ہادی برحق اپنی جگہ سے نہ ہٹا۔ بلکہ کوفیوں کے تیراندازوں کے سامنے پھر دوسرے خطبہ کا آغاز فرمایا۔

امام عالی مقام کا دوسرا خطبہ - انشدکم هل تعرفونی قالوا نعم انت ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسبطه قال انشدکم باللہ هل تعلمون ان امی فاطمة بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قالوا نعم فقال انشدکم باللہ هل تعلمون ان ابی علی ابن ابیطالب قالوا نعم قال انشدکم باللہ هل تعلمون ان جدتی خدیجة بنت خویلد اول نساء هذه الامة قالوا اللهم نعم قال انشدکم باللہ هل تعلمون ان حمزة سید الشهداء عم ابی قالوا اللهم نعم فقال انشدکم باللہ هل تعلمون ان جعفر الطیار فی الجنة عمی قالوا اللهم نعم قال انشدکم باللہ هل تعلمون ان هذا سیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وانا متقلده قالوا اللهم نعم قال انشدکم باللہ هل تعلمون ان هذه عمامة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انا لابسها قالوا اللهم نعم قال انشدکم باللہ هل تعلمون ان علیا کان اولهم اسلاما واعلمهم علما واعظمهم حلما وانه ولی کل مؤمن ومؤمنة قالوا اللهم نعم فقال فبم تستحلون دمی وابی الذائد عن الحوض

بنی ودعنہ رجالا کمایذاد البعیر الصّادر عن الماء ولو ناء الحمد فی یدی ابی یوم القیمۃ قالوا قد علمنا ذالک کلّہ ونحن غیر تارکیک حتّی یذوق الموت عطشا۔ یعنی میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں آیا تم مجکو پہچانتے ہو؟ سبنے کہا ہم کیونکر آپکو نہ پہچانینگے آپ ہمارے رسول کے فرزند ہیں اور نواسے۔ امام نے فرمایا تمکو خدا کی قسم آیا تم جانتے ہو کہ میری ماں فاطمہ بنت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں سب نے کہا ہاں۔ امام نے فرمایا تمکو خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ علی ابن ابیطالب علیہ السّلام میرے باپ ہیں؟ سبنے کہا ہاں۔ امام نے کہا تمکو قسم خدا کی آیا تم جانتے ہو کہ جناب خدیجہ بنت خویلد میری دادی ہیں جو اس امّت کی پہلی عورت ہیں سبنے کہا ہاں۔ امامؑ نے فرمایا تم کو قسم خدا کی آیا تم جانتے ہو کہ حمزہ سیّد الشّہداء میرے باپ کے چچا تھے۔ سبنے کہا ہاں۔ امامؑ نے فرمایا تم کو قسم خدا کی آیا تم جانتے ہو کہ جعفر جو ریاض جنّت میں دو شہپروں کے ذریعہ سے پرواز کرتے ہیں۔ وہ میرے ہی چچا تھے سبنے کہا ہاں۔ امامؑ نے فرمایا آیا تم جانتے ہو کہ یہ شمشیر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ جو میں حمایل کئے ہوں۔ سبنے کہا ہاں۔ امامؑ نے فرمایا آیا تم جانتے ہو کہ یہ عمامہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو میں باندھے ہوں۔ سبنے کہا ہاں۔ امامؑ نے فرمایا آیا تم جانتے ہو کہ میرے پدر بزرگوار ایسے بزرگ ہیں جو سبسے پہلے ایمان لائے۔ اور جو بلحاظ علم و حلم کے تمام اہل اسلام سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں اور وہ تمام مومنین و مومنات کے مولا ہیں۔ سبنے کہا ہاں۔ ہم جانتے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ جب تم کو یہ سب کچھ معلوم ہے تو پھر تم کیوں میرے خون کو مباح سمجھتے ہو۔ حالانکہ تم خوب جانتے ہو کہ فردائے قیامت میں میرے ہی والد بزرگوار تمام تشنگان امّت کو حوض کوثر پر آمیطرح لیجائینگے جس طرح شتربان اپنے اونٹوں کو مشرع آب پر پانی پلانے کی غرض سے لیجاتے ہیں اور بہت سوں کو وہاں سے اسطرح ہٹا دینگے جس طرح غیر اونٹوں کو ہٹا دیا کرتے ہیں۔ اور اس دن لوائے حمد میرے ہی پدر بزرگوار کے ہاتھ میں ہوگا۔ اُن لوگوں نے جناب امام حسین علیہ السّلام کی تقریر سنکر جواب دیا کہ ہم لوگوں کو یہ سب باتیں معلوم تو ہیں مگر باینہمہ ہم لوگ آپ سے ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔ جب تک کہ آپ اسی تشنہ لبی سے شربت مرگ کا جام نوش نہ فرمائیں۔ (ناسخ التواریخ صفحہ ۲۵۱۔ مقتل ابو اسحٰق صفحہ ۳۵)

جناب امام حسین علیہ السّلام کا یہ دوسرا خطبہ تھا۔ ابھی اور خطبات بھی باقی ہیں جو عنقریب اپنے اپنے مقام پر سلسلۂ بیان میں آتے جائینگے علّامہ ابو اسحٰق اور ناسخ التواریخ کے ذی قدر مولّف بیان کرتے ہیں کہ اس خطبہ کو تمام فرماکر امامؑ عالی مقام خیمہ مطہّر میں تشریف لائے۔ حضرت زینب خاتون حاضر خدمت ہوئیں۔ ارشاد ہوا کہ سب اہلبیتؑ کو جمع کرو۔ سب حاضر خدمت ہوئے۔ تو ان گرفتاران مصیبت نے خود پوچھا کہ ہم کیوں طلب کئے گئے ہیں؟ امامؑ عالی مقام نے آبدیدہ ہوکر ارشاد فرمایا حاجتی اوصیکن اذا انا قتلت فلا تشققن علیّ جیبًا ولا تلطمن علیّ خدًّا ولا تخدشن علیّ وجہا یعنی تم سے صرف اس وصیّت کی ضرورت ہے کہ میں جس وقت مارا جاؤں۔ میرے ماتم میں تم گریبان چاک نہ کرنا۔ اپنے منھ پر طمانچے نہ مارنا۔ اور اپنے رخساروں کو مجروح نہ کرنا۔ اس کے جواب میں جناب زینبؑ نے عرض کی کہ آپ تو اس وقت ایسی باتیں فرماتے ہیں۔ جیسے آپ کو اپنی موت کا بالکل یقین ہو چکا ہو۔ فرمایا ہاں۔ ایسا ہی ہے اتنا سننا تھا کہ جناب زینبؑ نے رو رو کر فرمایا واثکلاہ واحسیناہ واعلیّاہ واحسناہ واضعفاہ واغربتاہ واقلّۃ ناصراہ فقال لہا الحسین علیہ السلام یا اختی تعزّی بعزاء اللہ فکان سکّان السّمٰوات یفنون واھل الارض یموتون ولا یبقی الا اللہ فلا تذہبنّ بحلمک الشّیطان۔ اُن کے نالہ و فریاد کو سنکر امام عالی مقام علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ اے بہن صبر کرو۔ ساکنین آسمان بھی فنا ہونے والے ہیں اور قاطنین ارض بھی مرنے والے ہیں۔ خدائے سبحانہٗ و تعالیٰ کی ذات پاک کے سوا اور کوئی رہنے والا نہیں ہے۔ خبردار رہو۔ شیطان تمہارے حلم کو برباد نہ کرنے پائے۔

یہ ارشاد سنکر جناب زینب علیہا السّلام نے اپنے دیدۂ اشکبار سے آنسو پونچھ ڈالے۔ مگر عجیب مضطربانہ لہجہ میں اپنے غریب بھائی سے پوچھا کہ آپ ہمکو یہاں سے نکال کر اور کہیں لیجائیں تب تو آپکی جان سلامت بچیگی؟ جناب امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا لو ترک القطا لنام۔ یہ جملہ فرماکر آپنے اسی مقام پر ایک لمحہ استراحت فرمائی۔ اسی عرصہ میں کچھ غنودگی سی آپ پر چھا گئی۔ آنکھ کھلی تو جناب زینبؑ سے فرمایا رأیت السّاعۃ جدّی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وھو یقول یا بنیّ اصبل السّاعۃ

تاتی الینا۔ میں نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جدّ بزرگوار کو ابھی خواب میں دیکھا۔ آپ فرماتے تھے کہ اے فرزند تیرے تھوڑی دیر اور صبر کرلے اس کے بعد تو ہمارے پاس پہنچا چاہتا ہے۔
اہل حرم میں تو امام علیہ السلام کے اس خواب کو سن کر کہرام مچ گیا اور آپ اُن کی تسکین وتشفی فرما کر باہر تشریف لائے زہیر ابن القین نے آسی اثنا میں صف سے بڑھ کر مخالفین کو مخاطب کیا اور کہا ایّھا النّاس انّ حق المسلم علی المسلم النّصیحۃ ونحن وانتم علیٰ دین واحد وقد ابتلانا اللہ بذرّیۃ نبیّکم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لینظر ما نحن وانتم صانعون وانا ادعوکم الی نصرتہ وخذلان الطّغاۃ۔ ایّھا النّاس! ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو نصیحت کرے چونکہ ہم اور تم ایک طریقہ پر اور ایک شریعت پر ہیں اسلئے ہم تمکو آگاہ کئے دیتے ہیں کہ اسوقت خدا سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے رسولؐ کے فرزند کی نصرت کے متعلق ہمارا اور تمہارا امتحان لے رہا ہے اور یہ بھی دیکھنا چاہتا ہے کہ اُسکی نصرت وحمایت پر کون کون آمادہ ومستعد ہوتا ہے اور اس سے کون پہلو تہی کرتا ہے پس میں تمکو نصرت حسین علیہ السّلام کی طرف دعوت اور اہل ضلالت کی ترک رفاقت کی ہدایت کرتا ہوں۔ زہیرؓ کی یہ تقریر سُنکر کوفیوں نے جواب دیا کہ ہم تو تمہارے رئیس جماعت کو ضرور قتل کرینگے تاوقتیکہ وہ بیعت یزید اختیار تفرمایئں۔ زہیرؓ ابن القین نے جواب دیا کہ یا رو آنکھیں کھولکر دیکھو جناب امام حسین علیہ السّلام تمہاری عقیدت اور حمایت کے زیادہ مستحق ہیں یا یزید اور ابن زیاد وغیرہ؟ اگر تم اُن کی نصرت وحمایت نہیں کرتے ہو تو انکی دل آزاری بھی نہ کرو۔ اور اس سے ہاتھ اٹھالو۔ ہوسکتا ہے کہ بےقتل کئے خود یزید جناب امام حسین علیہ السّلام سے راضی ہوجائے اور ایسی حالتیں وہ تم سے بھی خوشنود رہیگا زہیرؓ کا سلسلہ کلام جب یہانتک پہنچا تو یکایک شمر نے زہیرؓ کو ایک تیر لگاکر یہ کہا کہ کہانتک ان طول کلامیوں سے اپنی زبان کو بیکار تھکاتا رہے گا۔ زہیرؓ نے جواب دیا کہ تو جانور لا یعقل ہے انسان نہیں ہے اور تیرا ٹھکانا سوائے جہنم کے اور کہیں ہونیوالا نہیں ہے اور تو ہمیشہ عذاب الیم میں گرفتار رہیگا۔ شمر نے کہا کہ میں تجکو بھی ماردونگا اور تیرے آقا کو بھی قتل کرونگا۔ زہیرؓ نے جواب دیا کہ تو مجکو قتل سے ڈراتا ہے۔ مجکو تو رفاقت حسین میں مرنا اس جینے سے بدرجہا بہتر معلوم ہوتا ہے اس تقریر کے بعد زہیرؓ ابن القین نے اپنے اصحاب کو مخاطب کرکے کہا معاشر المہاجرین والانصار لا یغرّنکم کلام ھذا الکلب الملعون واشباھہ فانّہ لا ینال شفاعۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم انّ قوما قتلوا ذرّیّتہ وقتلوا من نصرھم فانھم فی جھنّم خالدون ابدا۔ اے گروہ مہاجرین وانصار کہیں اس سگ ملعون کا کلام تم کو فریب نہ دے کیونکہ یہ وہ ہے جس کو جناب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کبھی نصیب ہونیوالی نہیں ہے کیونکہ یہ قوم شقاوت اثر وہی ہے جو ذرّیت رسولؐ کو اور اُن لوگوں کو جو اُنکی نصرت کرتے ہیں قتل کرے گی اور یہ قوم وہی ہے جو ہمیشہ کیلئے دوزخ میں رہیگی۔
یہ حال ملاحظہ فرما کر جناب امام حسین علیہ السلام نے ایک صحابی کی معرفت زہیرؓ ابن القین کے پاس کہلا بھیجا کہ تم نے انکی موعظت کا حق ادا کردیا اور انکو صلاح نیک بدی۔ یہ کہلا کر جناب امام حسین علیہ السّلام بنفس نفیس خود گروہ اشقیا کی طرف مخاطب ہوکر ارشاد فرمانے لگے۔
یا ایّھا النّاس اعلموا انّ الدّنیا دار فناء وّ زوال متغیّرۃ باھلھا من حال الی حال معشر النّاس عرفتم شرائع الاسلام وقرأتم القرآن وعلمتم انّ محمّدا رسول اللہ الملک الدّیان وثبتم علیٰ قتل ولدہ ظلماً وّ عدوانًا معشر النّاس امّا ترون الی ماء الفرات یلوح کانّہ بطون الحیّات یشربہ الیھود والنّصاریٰ والکلاب والخنازیر وآل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یموتون عطشا لوگو یقین کرلو کہ دنیا محلّ فنا وزوال ہے اور ساعت بساعت اسکے رہنے والے ایک حال سے دوسرے حال پر متغیّر ہوتے رہتے ہیں۔ تم اسلام کے طریقہ پر ہو اور کتاب الٰہی کی تلاوت کرتے ہو اور محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو خدا کا رسول جانتے ہو۔ باایں ہمہ اُس کی اولاد کو عداوت کی راہ سے قتل کرنے پر تُلے ہوئے ہو۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ آب فرات جو سانپ کی طرح لہریں مار رہا ہے اُس سے یہود ونصاریٰ کیا سؤر اور کتّے تک تو سیراب ہو رہے ہیں مگر اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیاس سے مرے جا رہے ہیں۔
امام عالی مقام کا یہ کلام سُن کر اُن اشقیا نے جواب دیا کہ باتیں کم کیجئے۔ آپ کو اور آپکے ہمراہیوں کو اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں مل سکتا۔ یہاں تک کہ آپ اور آپ کے تمام ہمراہی ایک کے بعد ایک پیاس کی تکلیفیں اٹھا کر جام مرگ نوش فرمائیں۔

آن بے دینوں کے یہ گستاخانہ جواب سنکر امام علیہ السلام نے ذیل کا آیۂ وافی ہدایہ تلاوت فرمایا اِنَّ القوم استحوذ علیہم الشیطٰن فانسٰہم ذکر اللہ اولٰئک حزب الشیطٰن الا اِنّ حزب الشیطٰن ہم الخٰسرون ۰ شیطان اس جماعت پر غالب آگیا ہے اور ذکر خدا کو اس نے ان لوگوں کے دل سے بھلا دیا ہے یہ جماعت شیطانی لشکر ہے اور شیطانی لشکر ضرور گھاٹا اٹھانیوالا ہے اس کے بعد آپ نے ذیل کے اشعار پڑھے

لعنتم یا شر قوم ببغیکم	وخالفتم فینا النبی محمدا
اما کان خیر الخلق اوصاکم بنا	اما کان جدی خیرة اللہ احمدا
اما کانت الزہراء امی و والدی	علی اخا خیر الانام المسددا
لعنتم واخزیتم بما قد جنیتم	ستصلون نارا حرها قد توقدا

اے بدترین قوم! تم پر تمہاری بغاوت کے جرم میں عذاب ہوگا کہ تم نے جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جو ہمارے بارے میں فرما گئے تھے مخالفت کی۔ کیا اس بہترین خلق نے ہمارے لئے وصیت نہیں فرمائی تھی؟ کیا ہمارے جد بزرگوار احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم برگزیدۂ خدا نہیں ہیں؟ کیا فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہماری مادر گرامی قدر نہیں ہیں؟ اور کیا ہمارے والد بزرگوار علی مرتضےٰ علیہ السلام نہیں ہیں جو جناب خیر الانام کے بھائی ہیں؟ پس لعنت اور ذلت ہو تم لوگوں پر کہ تم نے سب کچھ بھلا دیا۔ عنقریب تم نار دوزخ میں جاؤگے جس کے شعلے ہمیشہ کے لئے مشتعل ہونگے۔ ان اشعار کے بعد آپ نے ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا۔

امام عالی مقام کا تیسرا خطبہ فقال الحمد للّٰہ الذی خلق الدنیا فجعلہا دار فناء و زوال متصرفۃ باہلہا حالا بعد حال فالمغرور من غرتہ والشقی من فتنتہ فلا تغرنکم ہذہ الدنیا فانہا تقطع رجاء من رکن الیہا وتخیب من طمع فیہا واراکم قد اجتمعتم علی امر قد اسخطتم اللّٰہ فیہ علیکم واعرض بوجہہ الکریم عنکم واحل بکم نقمتہ و جنّبکم رحمتہ فنعم الرب ربنا وبئس العبید انتم اقررتم بالطاعۃ وآمنتم بالرسول محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم انکم زحفتم الی ذریتہ وعترتہ تریدون قتلہم لقد استحوذ علیکم الشیطٰن فانسٰکم ذکر اللہ العظیم فتبا لکم ولما تریدون انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ہٰؤلاء قوم کفروا بعد ایمانہم فبعدا للقوم الظٰلمین۔

میں خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے دنیا کو پیدا کیا اور اس کو دار فنا و زوال پذیر قرار دیا اور اس کے باشندوں کو ایک حالت سے دوسری حالت میں اور ایک صورت سے دوسری صورت میں بدل جانے والا پیدا کیا پس مغرور وہی شخص ہے جو دنیا پر مفتون ہو گئے اور شقی وہی شخص ہے جو دنیا کا عاشق ہو۔ ایہا الناس! دنیا کے مکر و فریب میں نہ آؤ کیونکہ دنیا اس شخص کی تمام امیدوں کو قطع کر ڈالتی ہے جو اسکی طرف رغبت کرتا ہے اور جو اس سے امید رکھتا ہے اسی کو ناکام کر دیتی ہے اور اب میں دیکھتا ہوں کہ جس امر پر تم لوگوں نے اتفاق کیا ہے۔ وہ خدائے سبحانہٗ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہے اور وہ اس وجہ سے تم لوگوں سے اپنا منہ پھیر لیگا اور اپنا عذاب تم پر نازل فرمائیگا اور اپنی رحمت کو تم لوگوں سے دور کر دیگا۔ دیکھو خداوند عالم کیا اچھا پروردگار و مالک ہے اور تم لوگ اس کے کیسے برے بندے ہو کہ تم نے اسکی رسالت اور شریعت کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لائے اور اس کے رسول محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی۔ اب اسی کے اہلبیت پر فوج کشی کر رہے ہو اور ان کے قتل پر مستعد ہو اسی وجہ سے شیطان تم پر غالب آگیا ہے اور اس نے تم کو ذکر خدا سے باز رکھا ہے پس تم کو ہلاکت نصیب ہو۔ یہ کیا ارادہ تم نے کیا ہے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون یہ وہی قوم ہے جو بعد ایمان لانے کے کافر ہو گئی پس اس قوم ظالمین پر لعنت ابدی ہو۔

جناب امام حسین علیہ السلام کا ایسا موثر خطبہ سنکر عمر سعد کے کان کھڑے ہوئے سوچا کہ اگر آپ کے کلام صداقت التیام نے اس فوج پر اثر کیا تو برا ہو جائیگا۔ اس نے فوراً فوج کو للکار کر آواز دی کہ تم جناب امام حسین علیہ السلام کے جواب دینے کی کوشش نہ کرو۔ یہ سمجھ لو کہ حسین امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہما السلام کا بیٹا ہے۔ آج پر موقوف نہیں اگر کل تک تم اس سے یونہی گفتگو میں مصروف رہوگے تو وہ برابر ایسی ہی مسلسل تقریر کرتا رہیگا۔ اور اسکی زبان تمہارے جوابوں سے ہرگز بند نہ ہوگی۔

اسکے بعد شمر ذی الجوشن جرأت کرکے آگے بڑھا اور کہنے لگا یا حسین (علیہ السلام) جو کچھ تعلیم کرنا ہو وہ مجھے تعلیم فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اقول اتقوا اللّٰہ ربکم

ولا تقتلونی فانّہ لا یحلّ لکم قتلی ولا انتہاک حرمتی فانّی انا ابن بنت نبیّکم وجدّتی خدیجۃ زوجۃ نبیّکم ولعلّہ بلغکم قول نبیّکم الحسن والحسین سیّدا شباب اہل الجنّۃ۔

یعنی میں تو یہی کہتا ہوں کہ خدا سے ڈرو اور مجھے قتل نہ کرو کیونکہ میرا قتل تم پر حلال نہیں ہے۔ اور میری حرمت ضائع کرنا تمہیں جائز نہیں۔ کیونکہ میں تمہارے رسولؐ کی بیٹی کا بیٹا ہوں اور جدّہ ماجدہ میری جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجۂ محترمہ ہیں اور تم نے سُنا ہوگا کہ جنابِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسن وحسین علیہما السلام دونوں جوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔ تمر تو یہ سُنکر دم بخود ہو رہا مگر ابن سعد نے تمام لشکر کو حکم دیا کہ اب جناب امام حسین علیہ السلام کو زیادہ تقریر کی فرصت نہ دو۔ چاروں طرف سے محاصرہ کر لو۔ حکم کی دیر تھی سارے لشکر شام نے چاروں طرف سے سمٹ کر امامؑ عالی مقام کو اپنے حلقہ میں لے لیا۔ مگر اس حجّۃ اللہ برحق اور اُس داعی الیٰ کلمۃ المطلق کے استقلال کی کہاں تک تعریف کی جائے۔ جس نے اپنے فرائض ہدایت کی ادائیگی کے مقابلہ میں ایسے شدید محاصرہ کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ اور اتمامِ حجّت کی ضرورت سے اُن بے دینوں کو ڈانٹ کر کہا ویلکم ماعلیکم ان تنصتوا الیّ فتسمعوا قولی وانّما ادعوکم الیٰ سبیل الرشاد فمن اطاعنی کان من المرشدین ومن عصانی کان من المھلکین وکلّکم عاص لامری غیر مستمع قولی فقد ملئت بطونکم من الحرام وطبع علےٰ قلوبکم ویلکم الا تنصتون الا تسمعون۔

تم لوگوں کو ہو کیا گیا ہے کہ تم میری بات تک نہیں سُنتے حالانکہ میں تم کو راہِ راست کی طرف بلا رہا ہوں۔ اور میری دلی خواہش یہ ہے کہ جو شخص میری اطاعت کرے وہ سعادت و رشادت حاصل کریگا اور جو شخص میرے مقابلہ میں معاصی کا مرتکب ہوگا وہ اپنی ہلاکت کا آپ باعث ہوگا پس تم لوگ میری باتیں نہ سُننے کی وجہ سے سخت معاصی میں گرفتار ہو گئے ہو۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے شکم مالِ حرام سے پُر ہیں اور تمہارے دلوں پر ظلمت کی سخت مُہر لگی ہوئی ہے۔ کیا تم غور نہیں کرتے؟ کیا تم میری باتوں کو نہیں سُنتے۔

جنابِ امام حسین علیہ السلام کی یہ تقریر سُنکر عمرِ سعد کی فوج میں ایک دوسرے کو خود امامؑ عالی مقام کی طرف مخاطب کرنے لگا۔ جب وہ سب امامؑ کی طرف مخاطب ہوگئے تو یہ دیکھکر جناب امام حسین علیہ السلام نے ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا جو اپنی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے اپنا جواب آپ ہی ہے

تبّاً لکم ایّتہا الجماعۃ وترحاً احین استصرختمونا والھین متحیّرین فاصرخناکم مؤدّین مستعدّین سللتم علینا سیفاً فی رقابنا وحششتم علینا نار الفتن جناھا عدوّکم وعدوّنا فاصبحتم الباً علیٰ اولیائکم ویداً علیہم لاعدائکم بغیر عدل افشوہ فیکم ولا امل اصبح لکم فیہم الّا الحرام من الدّنیا انالوکم وخسیس عیش طمعتم فیہ من غیر حدث کان منّا ورأی تفیّل لنا فہلّا لکم الویلات اذ کرھتمونا و ترکتمونا وتجھّزتموھا والسّیف لم یشہر والجاش طامن والرّای لم یستحصف ولکن اسرعتم الیہا کطیرۃ الدّبا وتداعیتم الیہا کتداعی الفراش فقبحاً لکم فانّما انتم من طواغیت الامّۃ وشذّاذ الاحزاب ونبذۃ الکتاب ونفثۃ الشّیطان وعصبۃ الاثام ومحرّفی الکتاب ومطفئ السّنن وقتلۃ اولاد الانبیاء ومبیری عترۃ الاوصیاء وملحقی العھار بالنّسب ومؤذی المؤمنین وصراخ ائمّۃ المستہزئین الّذین جعلوا القراٰن عضین وانتم علیٰ ابن حرب واشیاعہ تعتمدون وایّانا تخاذلون اجل واللہ الخذل فیکم معروف وشجت علیہ عروقکم وتوارثتہ اصولکم وفروعکم وثبتت علیہ قلوبکم وغشیت صدورکم فکنتم اخبث شیء سنخاً للنّاصب واکلۃ للغاصب الا لعنۃ اللہ علی النّاکثین الّذین ینقضون الایمان بعد توکیدھا وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلاً فانتم واللہ ھم الا انّ الدّعیّ ابن الدّعیّ قد رکز بین اثنتین بین القلّۃ والذّلّۃ وھیہات ما اخذ الدّنیّۃ ابی اللہ ذالک ورسولہ وجدود طابت وحجور طہرت وانوف حمیّۃ ونفوس ابیّۃ لا توثر مصارع اللّئام علیٰ مصارع الکرام الا قد اعذرت وانذرت الا انّی زاحف بہذہ الاسرۃ علیٰ قلّۃ الاعوان وخذلان الاصحاب

اے جماعتِ شقاوت اثر تم لوگوں کو ہلاکت و ذلّت نصیب ہو۔ تم نے خود سرگشتہ و

حیران ہو کر ہم سے فریاد کی اور ہم تمہاری فریاد سننے کے لئے اور تم کو مدد دینے کے لئے آمادہ و مستعد ہوئے۔ اب تم نے ہمارے منہ پر تلواریں کھینچ لیں اور تم نے اس فتنہ کی آگ بھڑکائی جو ہمارے اور تمہارے دشمن نے پیدا کیا ہے پس تم لوگ اپنے دشمنوں کے اغوا سے اپنے دوستوں کی عداوت و مخالفت پر مستعد ہو گئے۔ بغیر اس کے کہ اُن کا انصاف تم پر ظاہر ہوا ہو یا کوئی اُمید اُنہوں نے تم کو دلائی ہو سوائے اس کے کہ تم نے حرام دنیا کو حاصل کیا اور ذلیل ترین زندگانی دنیا کی آرزو کی۔ حالانکہ تمہارے لئے ہماری طرف سے کوئی برائی ظاہر نہیں ہوئی اور نہ ہم نے تمہارے ادائے حقوق میں کوئی خطا کی پس ایسی حالت میں تم کیونکر گرفتار عذاب نہ ہوگے کہ تم نے ہم سے نفرت کی۔ ہم کو چھوڑ دیا اور لشکر ہماری مخالفت میں جمع کر لئے حالانکہ ہماری تلواریں نیام کے اندر ہیں اور ہمارے دل ابھی تک تمہاری طرف سے مطمئن ہیں اور ہمارے خیالات خدشات سے بالکل خالی ہیں۔ مگر تم اُن مخالفانہ کارروائیوں میں جلدی کر رہے ہو اور جمع ہو کر اپنی متفق علیہ تجویزوں سے آتش فساد کو مشتعل کرتے ہو اور اپنے آپ کو دیوانوں کی طرح اس آگ میں اوندھا سید ڈالے دیتے ہو اور مثل پروانوں کے جلے جاتے ہو معلوم ہوا کہ تم بقیہ احزاب گمراہان اُمت۔ منکران کتاب۔ پیروان شیطان رجیم۔ گناہگار گروہ ہو۔ تم احکام الٰہی کی تحریف کرنے والے اور شریعت رسالت پناہی کے مٹانیوالے۔ اور ذریت انبیاء کے قتل کر نیوالے اور عترت اوصیاء کا خون بہانیوالے ہو۔ تم وہی قوم ہو جو حرام زادوں کو اپنے حسب و نسب میں داخل کرتے ہو۔ دینداران اُمت کو آزار پہنچاتے ہو اور خدا اور رسُول کی ہنسی اُڑانیوالے سرداروں کے مددگار ہو جنہوں نے قرآن کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور تم حرب کے بیٹے اور اُس کے گروہ پر بھروسہ کرتے ہو اور ہماری مدد سے دست بردار ہو گئے ہو۔ ہاں! ہاں! قسم بخدا پیمان شکنی اور بیوفائی تمہارے خاص اوصاف میں داخل ہو چکی ہے۔ اور یہ صفت تمہاری رگ و پے میں اثر کر چکی ہے اور اس نے تمہارے تمام اعضاء و جوارح پر حقوق توریث کی رُو سے قبضہ کر لیا ہے اور تمہارے دلوں نے اس صفت ذمیمہ کو نہایت استقلال و استحکام سے قبول کر لیا ہے پس تم ایسے بدترین قوم ہو کہ ناصبین بھی تم کو حقیر سمجھتے ہیں اور طائفہ غاصبین تم کو اپنے ایک لقمہ سے کم جانتے ہیں۔ خبردار ہو جاؤ اُن لوگوں پر خدا کی لعنت ہوتی ہے جو عہد و پیمان کو توڑ ڈالتے ہیں اور جو حلف ایمان کو پس پشت ڈال دیتے ہیں حالانکہ تم خدائے سبحانہ وتعالیٰ کو ضامن دے چکے تھے۔ قسم بخدا وہ تم ہی ہو۔ آگاہ ہو کہ یہ زنا زادہ اور زنا زادہ کا بیٹا یہ خیال کرتا ہے کہ میں اس کی تہدید و تاکید سے جائے ذلت میں لونگا یا تو نہیں طریق جنگ اختیار کرونگا۔ میں ہرگز اپنی ذلت گوارا نہیں کرونگا اور نہ خدائے سبحانہ وتعالےٰ کا اور نہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ منشا ہے۔ ہمارے اجداد طیبین۔ ہماری جدات طاہرات۔ ہماری حمیت اور ہماری غیرت کا تقاضہ یہی ہے۔ کہ ایسی ذلت کی موت کے مقابل منصب شہادت کو قبول فرمائیں پس میں نے اپنی حجت تم پر تمام کر دی اور اپنے ہمراہیوں سے تمہارے ہمراہیوں کے ساتھ لڑونگا۔ گو یہ تھوڑے سے ہیں اور بہت سے ہمکو چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ فرما کر آپ نے چند اشعار ارشاد فرمائے۔ جن میں سے پہلا یہ ہے۔

فان نغلب فغلابون قدما — وان نهزم فغیر مهزمینا

یہ اشعار پڑھ کر آپ نے خطبہ کے بقیہ مضامین کو تمام فرمایا اور کہا کہ۔

ثم ایم الله لا تلبثون بعدها الا کریث ما یرکب الفرس حتی یدور بکم دور الرحی وتقلق بکم قلق المحور عهد عهده الی ابی عن جدی فاجمعوا امرکم وشرکاءکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمة ثم اقضوا الی ولا تنظرون انی توکلت علی الله ربی وربکم ما من دابة الا هو آخذ بناصیتها ان ربی علی صراط مستقیم ؕ

قسم خدا کی ہمارے بعد تم لوگ دنیا میں زیادہ نہ رہو گے۔ موت کی چکی تمہارے سروں پر گھومیگی۔ اور تم کو پامال و فنا کر ڈالے گی اور میرے پدر بزرگوار نے میرے جد عالی مقدار کی زبانی اِس دن اور اس واقعہ کی پوری خبر پہنچائی ہے۔ پس تم لوگ اپنے کام شروع کرو اور اپنے ہمراہیوں کو اپنا ہمدست بنالو کہ جو کچھ امر ظاہر ہونے والا ہے وہ ظاہر ہو جائے گا۔ اب تم ہم پر حملہ کرو اور ہم کو مہلت نہ دو کیونکہ ہم نے اپنے تمام امور خدائے قادر و توانا کے سپرد کر دئے ہیں کہ کوئی مخلوق اُس کی قدرت سے باہر نہیں ہو سکتی یقیناً میرا پروردگار راہ مستقیم پر استوار ہے۔

یہ خطبہ تمام فرما کر جناب امام حسین علیہ السلام نے عمر ابن سعد کو اپنے پاس طلب کیا۔ اگرچہ اُس وقت اُسکو آپکی خدمت میں جانا نہایت شاق گذرتا تھا لیکن تاہم وہ آپ کے سامنے آیا تو آپ نے اُسکی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا یا عمر انت تقتلنی تزعم ان یولیک الدعی ابن الدعی بلاد

الرّیّ و جرجان واللہ لا تتھنّاء بذٰلک ابدا عھدا معھوداً فاصنع ما انت صانع فانّک لا تفرح بعدی بدنیا و لا آخرۃ و کانّی براسک علیٰ قصبۃ قد نصب بالکوفۃ یترامی الصبیان ویتخذونہ غرضا بینھم۔ اے عمر سعد! تو مجکو ان خواہشوں کی وجہ سے قتل کرتا ہے کہ یزید زادہ ابن زیاد تجھ کو ملک رے اور جرجان کی حکومت عطا کریگا۔ قسم اُسی خدا کی جس نے مجھے پیدا کیا ہے کہ سلطنت رے تجھ کو نصیب نہیں ہوگی۔ تو اپنی اس بات پر قائم رہ اور تیرے جو جی میں آئے وہ کر۔ لیکن یہ یقین کرلے کہ بعد میرے تجکو دنیا و آخرت میں کوئی حصہ ملنے والا نہیں ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ کوفہ میں تیرا سر نیزہ پر نصب ہے اور لڑکے اُسپر پتھراؤ رہے ہیں۔ یہ کلمات سن کر ابن سعد کو غصہ آیا جس کو وہ ایک منٹ بھی برداشت نہ کرسکا اور اپنے تمام لشکر والوں کو پکار کر کہا کہ اب ایک لمحہ کے لئے دیر نہ کرو اور حسین اور اصحابِ حسین علیہ السّلام پر یکبارگی حملہ کرکے اپنی تلواروں کے نیچے رکھ لو کہ وہ تمہارے لئے ایک لقمہ سے زیادہ نہیں ہیں۔

فوجِ امامؑ پر لشکرِ شام کا حملہ اور حُرؑ کا حاضر ہوکر شرف اندوزِ خدمت ہونا

جناب امام حسین علیہ السّلام کے ان خطبات کے متعلق عموماً اور خصوصاً خطبۂ اولیٰ کی نسبت اسلام کی تمام تاریخوں کا اتفاق ہے۔ کہ فصاحت وبلاغت میں پھر اس جیسا دوسرا خطبہ نہیں سنا گیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر۔ کبیر طبری۔ اعثم کوفی۔ روضۃ الاحباب اور روضۃ الصفا میں بہ تغیرِ الفاظ یہ خطبہ درج ہے۔ ابن جریر طبری تاریخ کبیر طبری میں لکھتے ہیں فذکر من ذٰلک ما اللہ ما اللہ اعلم ولا یحصی ذکرہ فو اللہ ما سمعت متکلما قط قبلہ ولا بعدہ ابلغ فی منطق منہ یعنی جناب امام حسین علیہ السّلام نے اپنے اس خطبہ میں وہ معارف و نکات ارشاد فرمائے جنہیں خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے اور جن کا ذکر دائرۂ حدود و حصر سے خارج ہے۔ قسم خدا کی میں نے حسینؑ سے پہلے یا حسینؑ کے بعد کسی خطیب یا متکلم کو کبھی ایسی تقریر کرتے نہیں سنا کہ جو حسینؑ سے زیادہ تقریر میں فصیح وبلیغ ہو۔

مولوی احسان اللہ صاحب تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں کہ دونوں صفوں کے درمیان میں جو خطبہ امام حسین علیہ السّلام نے پڑھا وہ بہت ہی پراثر تھا۔ لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السّلام کا صرف یہی قصور تھا کہ وہ ایک گمراہ (یزید) کو اپنا رہنما بنانا پسند نہیں کرتے تھے۔ اس پر لوگ اُن کے خون کے پیاسے کھڑے تھے۔ دنیا کو چھوڑ دینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اُس پراثر خطبہ نے بجز حرؑ کے کسی دوسرے کے دل پر اثر نہیں کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ ابن سعد کی یہ ہدایت پاکر تمام لشکر جنگ پر آمادہ ہوگیا مگر حرؑ ابن یزید الریاحی اپنے ماتحتی لشکر سے علیحدہ ہوکر کھڑا ہوگیا مؤرخین کا بیان ہے کہ حرؑ ابن یزید اپنی صف سے علیحدہ ہوکر چلا تو قرہ ابن قیس کو یہ خیال ہوا کہ شاید یہ اپنے گھوڑے کو پانی پلانے کی غرض سے جاتے ہیں۔ وہ ان سے پوچھنے لگے کہ کیا تم نے آج اپنے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا ہے۔ حرؑ نے کہا ابھی تک تو پانی نہیں پلایا ہے۔ جب جی میں آئے گا پلالوں گا۔

مہاجر ابن اوس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت حرؑ کو عجیب حالت میں دیکھا کہ اُن کا تمام بدن کانپ رہا تھا۔ مجھ کو خیال ہوا کہ میدان جنگ دیکھ کر شاید یہ ڈر گئے ہیں۔ اس لئے میں نے ان سے پوچھا کہ میں آج خلاف معمول تمہاری یہ کیا حالت دیکھ رہا ہوں۔ تم تو شجاعانِ عرب کے سرمایۂ ناز اور دلیرانِ عراق کے مایۂ اعزاز ہو۔ آج کے علاوہ بہت سے معرکوں میں مجھے تمہاری رفاقت کا اتفاق ہوچکا ہے۔ مگر کبھی کسی لڑائی میں میں نے تمہاری ایسی حالت نہیں دیکھی تھی۔ حرؑ کچھ آگے بڑھ گئے تھے۔ [illegible] کو جواب دیا کہ میں تحصیلِ بہشت اور قبولِ دوزخ کا [illegible] فیصلہ کر رہا ہوں اسی وجہ سے میرے دل کی انتشار اور قلبی اضطرار کی یہ کیفیت ہو رہی ہے۔ مہاجر کا قول ہے کہ حرؑ کا یہ جواب سنکر مجھ کو یقین ہوگیا کہ یہ جناب امام حسین علیہ السّلام سے مل جانے کی خاطر جارہے ہیں۔ میں نے ابھی کسی کو اس امر سے آگاہ نہیں کیا تھا کہ حرؑ ابن یزید الریاحی اپنے مرکب تیز رفتار کو چابک لگا کر جناب امام حسین علیہ السّلام کے قریب پہنچ گئے۔ مہاجر کا بیان ہے کہ میں برابر افسوس کرتا رہا کہ اگر حرؑ نے اسی وقت مجھ سے [illegible] ارادہ ظاہر کردیا ہوتا تو میں بھی ضرور اُن کے ہمراہ ہو جاتا۔ مہاجر کا یہ دعویٰ

محض زبانی بہتا اب کیا تھا۔ اتنی جمعیت میں حُر کا کسی نے کیا کرلیا جو اس کا کوئی کچھ کرلیتا مگر نہیں۔ ان وجدانی تعلقات میں بھی بغیر توفیقاتِ الٰہی کے کسی کا ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا ع رہزنان عاقبت را رہنما درکار نیست۔ ابومخنف کا بیان ہے کہ حضرت حُر کیساتھ ان کے صاحبزادے بھی آئے تھے اور مقتل امام اسفرائنی میں حُر کے صاحبزادے بجیر ابن حُر کی مبارزت اور شہادت بھی تحریر ہے ابومخنف کی عبارت یہ ہے۔

فقال الحر لولده ان الحسین یستغیث فلا یغیث احد فهل لك تقاتل بین یدیه وتفدی به ارواحنا ولاصبر لنا علی النار ولا علی غضب الجبار ولا یکون خصمنا محمد المختار صلی الله علیه من رب الکبار قال ولده والله انا مطیعك ثم حملا کانهما یقاتلان حتی جاء بین یدی الامام وقبلا الارض وقال یا مولای انا الذی منعك من الرجوع والله ما علمت ان القوم الملاعین یفعلون بك ما فعلوا وقد جئنا لك تائبا فحمل ولده علی القوم ولم یزل یقاتل حتی قتل منهم اربعة وعشرین رجلا ثم قتل رضی الله عنه فاستبشر ابوه فرحا وقال الحمد لله الذی استشهد ولدی بین یدی ابن رسول الله صلی الله علیه واله وسلم۔

حضرت حُر نے اپنے فرزند سے کہا کہ سن رہے ہو کہ جناب امام حسین علیہ السلام استغاثہ فرما رہے ہیں اور کوئی انکے استغاثہ کا جواب نہیں دیتا۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ ان کا ساتھ دوگے اور ان پر اپنی جان فدا کروگے یا غضبِ خدائے جبار اور خصومت احمد مختار اور عذابِ نار کو اختیار کروگے؟ بیٹے نے جواب دیا کہ میں بہرحال آپکا مطیع ہوں پس وہ دونوں صاحب حملہ کرکے لشکر سے نکل آئے کر جنابِ امام حسین علیہ السلام کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوکر شرف قدمبوسی سے سرفراز ہوئے۔ حُر نے عرض کی یا مولا! میں ہی ہوں جس نے آپ کو اس زمین (کربلا) سے کسی طرف نہیں جانے دیا قسم خدا کی میں یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ ملاعین آپ کے ساتھ اسطرح پیش آئیں گے جس طرح اس وقت یہ پیش آرہے ہیں اب ہم حضور سے معافی کے خواستگار ہیں اور اپنے افعال سے تائب ہوتے ہیں بس ان کے لڑکے نے فوجِ مخالف پر حملہ کیا اور وہ نہیں مارے گئے جب تک انہوں نے چوبیس آدمیوں کو لشکرِ اشقیا سے نہ مار لیا اس کے بعد حضرت حُر کے صاحبزادے شہید ہوگئے۔ انکی شہادت کی خبر پاکر حضرت حُر نہایت مسرور اور فرحناک ہوئے اور فرمانے لگے خدا کا شکر ہے کہ میرا بیٹا فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر قربان ہوکر درجۂ شہادت پر فائز ہوا (ینابیع المودۃ صفحہ ۲۸۵)

امام قندوزی۔ امام اسفرائنی اور ابن حجر نے بھی قریب قریب یہی مضمون لکھا ہے اور علامہ کنتوری مدظلہ نے بھی اپنی معتبر تالیف مائتین میں اس کی تصدیق فرمائی ہے تعجب ہے کہ شہید ثالث کے معتبر اور مستند مؤلف کی بالغ نظر ابومخنف کی عبارت تک نہ پہنچی۔ مصائب کی کتابوں میں حضرت حُر کے ساتھ ان کے صاحبزادے ان کے بھائی اور ان کے غلام کا آنا اور یکے بعد دیگرے درجۂ شہادت پر فائز ہونا لکھا ہے اور عموماً یہی مشہور ہے مگر تاریخ سے اس کا صحیح پتہ نہیں معلوم ہوتا حضرت حُر کے بیٹے تک کے تو حالات ملتے ہیں مگر بھائی اور غلام کے احوال پر پردہ ہے تاریخ سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حُر کے ساتھ دو آدمی اور آئے تھے جن میں ایک کا نام شعثا اور دوسرے کا نام یزید ابن زیاد لکھا ہے شاید انہی دونوں سے علما نے بھائی اور بیٹے مراد لئے ہوں مگر تاریخوں نے حضرت حُر کے ساتھ ان دونوں کی قرابت کی کوئی تصریح نہیں کی ہے۔

مؤرخین نے حضرت حُر کے آنیکے وقت میں بھی اختلاف کیا ہے۔ بعض تو خطبۂ اول کے تمام ہوتے ہی بتلاتے ہیں اور بعض اتمام حجت اور خطبۂ رابعہ کے بعد جب صدائے استغاثہ بلند ہوئی اور بعض یہ لکھتے ہیں کہ تمام اعوان و انصار کی شہادت کے بعد جب جنابِ امام حسین علیہ السلام نے بارِ آخر صدائے استغاثہ بلند فرمائی تو حُر کی عقیدت میں جوش آیا اور یہ اسی وقت فوجِ شام سے علیحدہ ہوکر خدمتِ امام میں حاضر ہوئے۔

ان اختلافات کی نسبت تحقیق سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ امام عالی مقام کے اوّل خطبہ کو سن کر حضرت حُر کے دل پر یقینی اثر ہوگیا جس کو یہ فوراً ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھے اور دل ہی دل میں

تصفیہ کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے امام عالیمقام کے تمام خطبات کو جو یکے بعد دیگرے متواتر ارشاد فرمائے گئے سُنا۔ اور اُن پر غور کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنے خطبہ میں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا اپنے تمام حقوق دکھلائے اور اُنکی ضلالت و گمراہی کے تمام دلی خیالات کا پورے طور سے استیصال فرما دیا اور ان پر اپنے منصب امامت کے متعلق ایک ایک کرکے تمام حجتیں ختم کر دیں تاہم وہ متنبہ نہیں ہوئے تو آپ نے صدائے استغاثہ یوں بلند فرمائی امامن مغیث یغیثنا لوجہ اللہ امامن ذاب یذب عن حرم رسول اللہ۔ آیا کوئی ایسا ہے جو خاصۃً لوجہ اللہ ہماری اعانت کرے آیا کوئی ہے جو اس جماعت کو اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حرم سے دفع کرے اس استغاثہ کو سنکر حُر ابن یزید ریاحی کے خلوص و عقیدت میں ایک فوری اور دلی جوش پیدا ہوا جس کو وہ پھر کسی طرح ضبط نہ کر سکے اور اسی وقت اس لشکر شقاوت اثر سے علیحدہ ہو کر خدمت امام میں حاضر ہو گئے صورت واقعہ یہ ہے جو معتبر تاریخوں اور مقتل کی مستند اور معتبر کتابوں سے ثابت ہوتی ہے۔ بعد شہادت اعوان و انصار اُن کا آنا اور لشکر امام سے ملنا بالکل خلاف واقعہ ہے صرف استغاثہ کی وجہ سے راویوں کو شبہ ہوا ہے۔ ان لوگوں کو یہ خیال شاید اس سے ہوا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ استغاثہ اس وقت فرمایا ہے جبکہ آپ میدان کربلا میں بالکل یکہ و تنہا رہ گئے ہیں کیونکہ صدائے استغاثہ کو سُنکر حُر کا آنا مُسلّم ہو چکا ہے تو ان کا آنا عین تنہائی کے وقت میں ضرور ہوا ہوگا مگر راویوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے استغاثہ ایک ہی بار نہیں فرمایا بلکہ اتمام حجت کی غرض سے کئی بار استغاثہ فرمانا ثابت ہے ان میں سب سے اول بار اسی خطبۂ ابتدائی کے بعد جیسا کہ بیان ہوا۔ پھر اس کے بعد بھی کئی بار صدائے استغاثہ بلند فرمائی گئی ہے جیسا کہ سلسلۂ بیان آئندہ سے ظاہر ہوگا حضرت حُر اوّل استغاثہ کو سن کر اپنی صف سے جدا ہو گئے اور خدمت امام میں حاضر ہوئے بہر حال۔ یہ تو ایک جملۂ معترضہ تھا جو ہمارے سلسلۂ بیان میں آ گیا تھا اب ہم پھر اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آ جاتے ہیں۔

صاحب ناسخ التواریخ نے نہایت تفصیل سے حضرت حُر کی تمام کیفیت لکھی ہے جو ذیل میں ترجمہ کرکے لکھی جاتی ہے۔

جناب امام حسین علیہ السلام کا یہ پُر درد استغاثہ سُنکر حضرت حُر فوراً عمر ابن سعد کے پاس آئے اور پوچھنے لگے ای عمر اتقتل ہذا الرجل قال ای واللہ قتالاً شدیداً ایسرہ ان تسقط الرؤس وتطیح الایدی۔ اے عمر کیا تو واقعی اس شخص کو مار ڈالیگا؟ عمر نے جواب دیا بے شک۔ میں جنگ عظیم واقع کروں گا یہاں تک کہ سر جسموں سے اڑ جائیں اور ہاتھ قلم ہو جائیں۔ حُر نے پوچھا کیا تو ان معاملات کو مسالمت کے ساتھ نہیں تمام کر سکتا ہے؟ قال عمر اما لو کان الامر الیّ لفعلت ولکن امیرک قد ابیٰ۔ اگر اس امر کا اختیار میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں ضرور ایسا ہی کر دیتا جیسا تو کہتا ہے۔ لیکن تجھ کو معلوم ہے کہ تیرا امیر منع کرتا ہے عمر سعد کی یہ تقریر سُنکر حضرت حُر قرہ ابن قیس اور مہاجر ابن اوس سے ملتے ہوئے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا امام حسین کی خدمت میں تشریف لائے اور اپنے دل میں پروردگار عالم سے یہ دعا کرتے جاتے تھے اللّٰہم الیک انبت فتب علیّ فقد ارعبت قلوب اولیائک واولاد نبیک پروردگارا! میں توبہ کرتا ہوں کہ میں نے تیرے اولیاء اور تیرے پیغمبر (علیہ السلام) کی اولاد کے دلوں میں خوف ڈال رکھا تھا جناب امام حسین علیہ السلام نے بکمال شفقت فرمایا من تکون ارفع راسک تو کون ہے اپنا سر تو اٹھا؟ حُر نے آستانِ مقدس کے بوسے لئے اور کہا میں ہوں۔ حُر جس نے آپ کی راہ روکی اور آپ کو ارض کربلا سے کسی اور طرف نہ جانے دیا قسم خدا کی مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ اشقیا آپ کے ساتھ ایسے ظالمانہ سلوک کریں گے۔ اگر مجھ کو یہ معلوم ہوتا تو میں ہرگز ایسا نہ کرتا اور اب جو کچھ مجھ سے صادر ہوا ہے اس پر میں نہایت سخت نادم اور پشیمان ہوں۔ اب ان تمام جرائم کی معافی کے لئے آپکی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ کیا میری یہ استدعا حضور میں قابل قبول سمجھی جائیگی؟ حُر کی یہ تقریر سُنکر جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تیری الحاح وزاری کو قبول فرمائے اور تجھکو معاف کرے اب مناسب ہے کہ تو تھوڑی دیر کیلئے آرام کر حُر نے عرض کی کہ میں مخالفین سے لڑنے کو اپنے آرام سے بہتر سمجھتا ہوں جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا جیسا مناسب

معلوم ہو۔ پس جناب امام حسین علیہ السلام کے لشکر سے آگے بڑھکر اور اہل کوفہ کو مخاطب کرکے کہنے لگے۔ یا اهل الكوفة لامكم الهبل والعبر دعوتم هذا العبد الصالح حتى اذا جاءكم اسلمتموه وزعمتم انكم قاتلوا انفسكم دونه ثم عدوتم عليه لتقتلوه امسكتم بنفسه واخذتم بكلكله واحطتم به من كل جانب لتمنعوه التوجه الى بلاد الله العريضة فصار كالاسير في ايديكم لا يملك لنفسه نفعاً ولا يدفع عنها ضراً وحلاتم ونساءه وصبيته واهله من ماء الفرات الجاري تشرب به اليهود والنصارى والمجوس وتمرغ فيه خنازير السواد وكلابها وهاهم قد صرعهم العطش بئسما خلفتم محمداً في ذريته لا سقاكم الله يوم الظماء۔

اے اہل کوفہ تمہاری مائیں تمہارے سوگ میں بیٹھیں اور تم پر روئیں اس مرد صالح کو تم نے بلالیا جب اُسنے تمہاری دعوت کی درخواست کو منظور کرلیا اور وہ تمہارے پاس آگیا تو تم نے اس سے دست برداری کی اور اس کے دشمنوں کا ساتھ دیا حالانکہ قبل اسکے تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم اس کی راہ میں جہاد کروگے اور اپنی جانیں فدا کرنے میں بھی دریغ نہ کروگے پس تم نے اسی کے ساتھ غدر کیا اور اس کو قتل کرنے کے قریب پہنچا دیا اور اس کے گریبان گیر ہوئے اپنے مقاموں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کو اپنے محاصرہ میں لیلیا اور اسکو ایسا تنگ کیا کہ وہ یہاں سے کسی اور ملک یا شہر میں بھی نہیں جانے پاتا۔ بس وہ گویا تمہارے ہاتھ میں اسیر ہوگیا ہے کہ نہ اپنے لئے کوئی منفعت کا راستہ نکال سکتا ہے اور نہ تمہاری مدافعت کے بارے میں اپنی طرف سے کوئی کوشش کرسکتا ہے اور اس پر بھی تم نے بس نہیں کی اس کو اور اس کے تمام اہلبیت کو نہر فرات کے آب جاری سے منع کردیا جس سے تمام یہود و نصاریٰ و مجوس سیراب ہوتے ہیں یہاں تک کہ کتے اور سؤر بھی اس میں سے پانی پیتے ہیں اور ایک غریب آل محمدؐ ہیں کہ پیاس کے صدموں سے گرتے پڑتے ہیں حقیقت میں تم پیغمبرؐ کے بعد اس کی اولاد کے لئے کیسی بُری قوم ثابت ہوئے ہو۔ پروردگار عالم تم کو پیاس کے دن کبھی سیراب نہ کرے

حُر کی یہ تقریر سنکر کوفیوں نے اس کو تیروں سے جواب دیا مگر حُر ان کی ان حرکتوں پر کوئی اعتنا نہیں فرمائی اور وہاں سے لوٹ کر جناب جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پھر آکھڑے ہوئے۔

جناب امام حسین علیہ السلام کی فوج پر عمر سعد کا پہلا حملہ

حُر کی تقریر سُنکر عمر سعد نے اپنے لشکر کے علمدار کو آواز دی کہ یا درید ادن رايتك فادناها ثم وضع سهماً في كبد قوسه ثم رمى فقال اشهدوا اني اول من رمى۔ اے درید! اپنا علم آگے لا جب درید علم لیکر آگے آیا اس نے کمان میں تیر جوڑ کر ایک تیر مارا اور اپنے لشکر کو پکار کر کہا کہ گواہ رہنا میں ہی پہلا شخص ہوں جس نے جناب امام حسین علیہ السلام کی طرف تیر چلایا ہے۔

عمر سعد کی اسی تقریر کو تمام تاریخوں نے اعلانِ جنگ قرار دیا ہے اور جمہور علماء کا اسی پر اتفاق ہے کہ عمر سعد کے اسی حکم سے لڑائی شروع کی گئی۔ اور ایک بارگی دس ہزار تیر جناب امام حسین علیہ السلام کے لشکر کی طرف پھینکے گئے جس سے جناب امام حسین علیہ السلام کی فوج فوج کو سخت نقصان پہنچا بعض مؤرخین کا یہ قول ہے کہ اسی تیر بارانی میں آپکے پچاس اصحاب شہید ہوگئے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ زیادہ صحابی نہیں مارے گئے بلکہ ان کی سواریوں کے گھوڑے زیادہ ضائع ہوئے اور ان وفاداروں کو پیدل ہوکر مخالفین سے سامنا کرنا پڑا۔ مگر مشہور اور متواتر یہی ہے کہ اس تیر بارانی سے مخالفین کا کچھ ایسا کام نہیں نکلا۔ دوپہر دن چڑھتے چڑھتے میدانِ کارزار گرم ہوا جانبین سے متصل حملات ہونے لگے۔ افواجِ شام میں سب سے پہلا شخص جو میدان کارزار میں نکل کر مبارز طلب ہوا وہ یسار زیاد ابن ابیہ کا غلام تھا۔

عبداللہ ابن عمیر کی لڑائی۔ جناب امام حسین علیہ السلام کے ہمراہیوں میں سے عبداللہ ابن عمیر اس کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے ابن عمیر سے حسب و نسب دریافت کرکے یسار نے اپنے غرور و نخوت کا اظہار میں کہا کہ میں تم کو نہیں پہچانتا۔ تم چلے جاؤ اور اپنی جگہ زہیر ابن القین یا حبیب ابن مظاہر کو بھیجو کہ وہ ہمارے ہم چشم اور ہمعصر ہیں۔

عبداللہ ابن عمیر نے کہا کہ او پسر زانیہ کی غلام ابتری یہ جرات ہوئی کہ تو جس کو چاہیگا وہی تیرے مقابلے کو آئیگا۔ یہ کہکر اپنا گھوڑا بڑھایا اور ایک ضرب شمشیر لگا کر اس کو گھوڑے سے گرادیا۔ عبیداللہ ابن زیاد کے

غلام سالم نے جب یہ حال دیکھا تو یسار کی کمک میں روانہ ہوا اصحاب جناب امام حسین علیہ السلام نے سالم کو جاتے ہوئے دیکھ کر عبداللہ ابن عمیر کو آواز دی کہ حریف تیرے پیچھے سے آتا ہے ہوشیار ہو جا۔ عبداللہ ابن عمیر اپنے ہمراہیوں کی تقریر یسار کے مقابلہ میں مصروف ہوئے سالم اتنے میں ان کے قریب آپہنچا اور اپنی ایک ضرب لگائی جس سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔ عبداللہ ابن عمیر کی تیز دستی بہت ہی قابل قدر تھی کہ انہوں نے مجروح ہو کر بھی اپنے استقلال کو قائم رکھا اور پلٹ کر سالم پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ مقتول ہو کر زمین پر آرہا۔ اور اپنی ہمت و دلیری کے جوش میں ابن عمیرؓ یہ شعر پڑھنے لگے ؎

ان تنکرونی فانا ابن کلب　　انّی امرؤ ذو مرّۃ وعضب

ولست بالخوّار عند النّکب

بہرحال عبداللہ ابن عمیر اس کے بعد درجۂ شہادت پر فائز ہوئے عمرو ابن الحجاج نے سپاہ کوفہ کو ہمراہ لیکر لشکر جناب امام حسین علیہ السلام کے میمنہ پر حملہ کر دیا مگر جناب امام حسین علیہ السلام کے جاں نثاروں نے اپنے نیزوں کی نوکوں سے ان کو روکا اور کسی طرح ان کو انکے ارادوں میں کامیاب نہ ہونے دیا آخر کوفیوں کی فوج مجبور ہو کر پسپا ہوئی تو ان شیر دل سرفروشوں نے ان پر تیر باران کرنے شروع کر دیئے جس کی وجہ سے اکثر ہمراہیانِ ابن سعد مارے گئے۔

حضرتِ حُرؓ کی شہادت

یہ عالم دیکھکر حُر ابن یزید الریاحی نے کوفیوں سے مقابلہ کا قصد کیا صاحب ناسخ التواریخ کا بیان ہے کہ حُرؓ اور ان کے صاحبزادے ایک ساتھ ہو کر میدانِ جنگ میں آئے اور یہ اشعار رجز کے طور پر پڑھنے لگے ؎

الیت لا اُقتل حتّی اَقتلا　　اضربھم بالسیف ضربًا معضلا

لا ناقلا عنھم ولا معلّلا　　لا حاجزا عنھم ولا مبدّلا

احمی الحسین الماجد المؤمّلا

پھر فوج کوفہ کی طرف خطاب کر کے یہ اشعار پڑھے ؎

انّی انا الحُرّ ونجل الحُرّ　　اشجع من ذی لبد ھزبر

ولست بالجبان عند الکرّ　　لکنّنی الوقّاف عند الفرّ

اس کے آگے ہمارے معتبر مؤرخ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حُرؓ نے اپنے فرزندِ ارجمند کو مقابلۂ کفار کے لئے بھیجا۔ وہ بہادر فوج حریف پر حملہ آور ہوا اور سخت خونریزی واقع ہوئی حُرؓ کے صاحبزادے نے چوبیس بے دینوں کو قتل کیا۔ پھر وہ خود بھی شہید ہو گئے حضرت حُرؓ نے بیٹے کی خبرِ وفات پا کر رنج و ملال کی جگہ بہت بڑی فرحتِ دلی اور مسرتِ قلبی کا اظہار کیا جیسا کہ ابو مخنف کی اسناد سے اوپر لکھا جا چکا ہے۔

حضرت حُرؓ کے بھائی مصعب ابن یزید کی شہادت

ہمارے ذی قدر مؤرخ حافظ جمال الدین محدث صاحب روضۃ الاحباب کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ بیٹے کے بعد حُرؓ ابن یزید نے خود جنگ کرنے کا ارادہ کیا تو ان کا بھائی مصعب ابن یزید جو اس وقت تک فوجِ شام میں تھا بھتیجے کا قتل اور بھائی کی مستعدی دیکھ کر اپنے آپے میں نہ رہا گھوڑا جھکا کر صف سے آگے بڑھا۔ لوگوں نے سمجھا کہ بھائی سے مقابلہ کرنے کے لئے جاتا ہے مگر جب بھائی کے قریب پہنچا تو بھائی کو پکار کر کہا کہ ہم کو بھی راہ ہدایت بتلا کر وادیٔ ضلالت سے نکال لو میں اپنے تمام افعال سے توبہ کر کے آیا ہوں حضرت حُرؓ اس کو اسی وقت جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں لے آئے۔ امام عالی مقام نے اس کے ساتھ بھی اپنے اخلاق و اشفاق کا اسی طرح اظہار کیا جس طرح اس کے بھائی حُرؓ ابن یزید کے ساتھ کیا تھا۔

بھائی کو امامؑ کی خدمت میں پہنچا کر حضرت حُرؓ پھر مخالفین سے مقابل ہوئے اور ذیل کا رجز پڑھتے تھے۔

انّی انا الحُرّ ومأوی الضّیف　　اضرب فی اعناقکم بالسیف

عن خیر من حلّ بارض الخیف　　اضربکم ولا اری من حیف

یہ رجز پڑھ کر حُرؓ نے فوجِ مخالف سے اپنا مقابل طلب کیا عمر ابن سعد ان کو ادھر چلے آنے کو کب اچھی نگاہوں سے دیکھتا تھا جو اس رجز کو بھلائی کے کانوں سے سنتا ان کے اشعار رجز سنتے ہی غصہ کے مارے اس کا منہ لال ہو گیا۔ صفوان ابن حنظلہ جو اس کے پہلو میں کھڑا تھا اور یہ وہ شخص تھا جو عراق میں طاقت اور بطل قسمت ذاتی وصفوں سے موصوف تھا اس سے کہنے لگا کہ تو حُرؓ کے مقابلہ کیلئے جا

لیکن مقابلہ سے پہلے مواعظت سے کام لیا۔ جب وعظ و نصیحت سے کسی طرح کام نکلتے نہ دیکھا تو دست بہ قبضہ ہونا۔ بہرحال صفوان حر کے مقابلہ میں آکر کہنے لگا کہ تو نے تو آج اپنی بات بالکل ہیٹی کر دی کہ اپنے خلیفۂ زماں یزید ابن معاویہ کی رفاقت ترک کی۔ حر رضی نے جواب دیا اے صفوان! تو مرد دانشمند ہو کر ایسے جاہلانہ کلام کرتا ہے۔ مجھے سخت تعجب ہے کہ تجھ کو یزید جیسے شرابخوار اور بدکار کی ترک رفاقت کرنے پر اور جناب امام حسین علیہ السلام کی نصرت اختیار کر لینے پر تعجب ہوتا ہے۔ صفوان حر رضی کا جواب سُنکر غصہ میں آگیا اور اپنے نیزہ سے حر پر وار کیا۔ حر نے اس کے جواب میں اپنے نیزہ کا ایسا وار کیا کہ انی اُس کے سینہ کو توڑتی ہوئی پار نکل گئی اور وہ آناً فاناً گھوڑے سے زمین پر گر کر لوٹ پوٹ ہو گیا۔ صفوان کے تین بھائی اور تھے۔ تینوں باری باری سے اپنے بھائی کے معاوضہ میں حر کے مقابل ہوئے۔ مگر تینوں کے تینوں مارے گئے۔ ان تینوں کا ایک حال کر کے حضرت حر رضی اسی طرح اپنی شجاعت کے جوش میں فوج مخالف سے مبارزطلبی کرتے رہے۔ یزید ابن ابوسفیان کہ قبیلۂ بنی تمیم کے مشہور پہلوانوں سے تھا کہنے لگا کہ میں اس سے مقابلہ کر کے اس کو مارتا ہوں۔ حضرت حر رضی نے قبل اس کے کہ یزید ابن ابوسفیان کو وہ اپنی طرف آتا ہوا دیکھیں یہ قصد کیا کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی زیارت سے اور مشرف ہو آئیں یہ ارادہ کر کے وہ امام کے لشکر کی طرف بڑھے جنھیں ابن نمیر دیکھ رہا تھا۔ اس نے یزید ابن ابوسفیان سے کہا کہ یہی موقع ہے۔ اُس کے کہنے سے یزید چھپا ہوا حر رضی کے پیچھے آیا۔ مگر حر رضی نے دیکھ لیا۔ پھر کیا تھا۔ پلٹ کر اس پر وار کیا۔ اور اُس کو اتنی بھی مہلت نہ دی کہ وہ سنبھل کر اپنے لئے کوئی قابو پیدا کر سکے۔ اور اسی ایک وار میں حر رضی کی تلوار نے یزید ابن ابوسفیان کر بیجان کر دیا۔ اُس کو مار کر حضرت حر رضی پھر تو اپنے گھوڑے پر سنبھل بیٹھے اور ذیل کے اشعار پڑھنے لگے ؎

اکون امیرا غادرا وابن غادر	اذا کنت قاتلت الحسین ابن فاطمۃ
نفسی علی خذلانہ واعتزالہ	وبیعتہ ہذا الناکث العہد لائمۃ
فیاندمی ان لا اکون نصرتہ	الا کل نفس لا تواسیہ نادمۃ
اھم مرادا ان اسیر بجحفل	الی فئۃ زاغت عن الحق ظالمۃ
فکفوا والا زرتکم بکتائب	اشد علیکم من زحوف الدیالمۃ

سقی اللہ ارواح الذین تآزروا	علی نصرہ سقیا من الغیث دائمۃ
وقفت علی اجسادہم وقبورہم	فکاد الحشا ینفت والعین ساجمۃ
لعمری لقد کانوا مصالیت فی الوغی	سراعا الی الہیجا لیوث ضراغمۃ
تواسوا علی نصر ابن بنت نبیہم	باسیافہم آساد خیل قشاعمۃ

یہ رجز پڑھکر ابن سعد کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور اکثروں میں سے اکثروں کو مار کر پھر صفوں سے نکل آئے اور یہ اشعار پڑھنے لگے ؎

ہو الموت فاصنع ویلک ما انت صانع	فانت بکاس الموت لا شک جارع
وحام عن ابن المصطفیٰ وحریمہ	لعلک تلقی حصد ما انت زارع
لقد خاب قوم خالفوا اللہ ربہم	یریدون ہدم الدین والدین شارع
یریدون عمدا قتل آل محمد	وجدہم یوم القیامۃ شافع

یہ رجز پڑھکر پھر فوج مخالفین پر حملہ آور ہوئے اور انھیں سے اکثروں کو اسی طرح مار کر اپنی جگہ واپس آئے اور یہ اشعار رجز میں پڑھے ؎

اضرب فی اعراضکم بالسیف	ضرب غلام لم یخف من حیف
انصر من حل بارض الخیف	نسل علی الطاہر فرع الضیف

یہ رجز پڑھ کر فوج مخالف پر ایسا گرانبار حملہ کیا کہ پہلوانوں کے ہاتھوں سے تلواریں چھوٹ چھوٹ پڑیں اور میدان کارزار ان پر تنگ ہو ہو گیا۔ یہاں تک کہ اُن کی جماعت میں سے بیالیس آدمی مار ڈالے یہ خونین منظر دیکھکر عمر سعد کے ہوش اُڑ گئے۔ فوراً کمانداروں کے دستے کو آواز دی۔ وہ خطا کار پرا باندھ کر حضرت حر رضی پر تیر چلانے لگے۔ اور اس تیز دستی سے تیر لگائے کہ حضرت حر رضی کا تمام جوشن ساہی کی جلد کے مانند ہو گیا۔ اتفاق سے ایک تیر اُن کے گھوڑے کے ایسا لگا کہ اُس بے زبان نے فوراً جان دیدی۔ آخر یہ بہادر پیدل ہو کر فوج مخالف سے مقابلہ کیلئے مجبور ہو گیا اور اس مجبوری کی حالت میں بھی حضرت حر رضی نے اکثر اعدائے دین کو ٹھنڈا کر دیا۔ آخرکار وہ زخموں سے سراپا چور ہو کر گر پڑے۔ جناب امام حسین علیہ السلام کے اصحاب یہ حالت دیکھکر دوڑ پڑے اور ان کو اٹھا کر امام عالی مقام کی خدمت میں اٹھا لائے۔ ابھی ان میں رمق جان باقی تھی کہ امام عالی مقام نے اپنے رومال سے ان کے چہرۂ خاک و خون آلودہ کو پاک و صاف کیا اور فرمایا واللہ ما اخطأت امک حیث سمتک حرا واللہ انک حر فی الدنیا والاخرۃ۔ قسم خدا کی تیری ماں نے تیرا نام رکھنے میں غلطی نہیں کی

قسم خدا کی وہ دنیا و آخرت دونوں میں حُر رہا۔ یہ فرما کر آپؑ نے اور حُرؑ کے لئے خدائے سبحانہ وتعالیٰ سے طلبِ مغفرت فرمائی اور حُرؑ کے مرثیہ میں یہ اشعار پڑھے ؎

فنعم الحرّ حرّ بنی ریاح	صبور عند مشتبک الرّماح
ونعم الحرّ فی رھج المنایا	اذا الابطال تخطر بالصّفاح
ونعم الحرّ اذ واسا حسینا	وفاز بالھدایۃ والفلاح
ونعم الحرّ اذ نادی حسینا	فجاد بنفسہ عند الصّیاح
فیا ربّی اضفہ فی جنان	وزوّجہ مع الحور الملاح

حرّ ابن یزید ریاحی بہت ہی اچھا حر ہے جو تیروں سے مصاب ہونے کی حالت میں بڑا صبر کرنیوالا ثابت ہوا اور کیا اچھا شخص ہے حر جو موت کے زلزلے میں اس طرح جا پڑا جیسے بہادر اپنے آپ کو خطرہ میں جھونک دیا کرتے ہیں اور کیا اچھا شخص ہے حر جس نے حسین کی ہمدردی کر کے ہدایت وکامیابی حاصل کر لی اور کیا اچھا شخص ہے حر کہ جب حسینؑ نے صدائے استغاثہ بلند کی تو وہ اپنی ذات سے آوارہ پر حاضر ہوگیا پس اے میرے پروردگار! تو جنت میں اس کو مہمان ٹھہرا اور اس کی شادی حوران ملیح کے ساتھ کردیجیو۔

حضرت حر کا خاتمہ بخیر ہونیکے بعد ان کے بھائی مصعب ابن زبیر نے فوجِ شقاوت کوچ مبارزت کرکے خوب دادِ شجاعت دی اور اکثر مخالفین کو مار مار کر شربتِ شہادت نوش کیا۔

کہا جاتا ہے کہ حرؑ کا ایک غلام عروہ نامی تھا جو اس وقت تک عمر سعد کے لشکر میں تھا اور وہ اپنے مالک۔ اس کے بیٹے اور اس کے بھائی کی یہ حالت دیکھ کر فوجِ شام سے نکل کر حملہ آور ہوا اور اکثر مخالفین کو قتل کرکے خدمتِ امام عالی مقام میں حاضر ہوا اور کہنے لگا معاف فرمایئے کہ میں نے بے آپ کی اجازت کے اس لشکرِ ستم اثر سے جنگ آغاز کردی کیونکہ میں اپنے آقا حرؑ اور ان کے صاحبزادے اور ان کے بھائی کے خون کو بہتا ہوا دیکھ کر صبر نہ کر سکا اب حضور کی خدمت میں حاضر ہوں کہ مجھ کو باقاعدہ اذنِ جہاد فرمایا جائے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور وہ آپ سے رخصت ہوکر پھر عمر سعد کی فوج سے دست وگریباں ہوگیا یہاں تک کہ شہید ہوا۔

اس وقت پورے طور سے عرصۂ قتال گرم تھا۔ فوجِ شام تو اپنی کثرت پر مصروف ہی تھی۔ مگر جاں نثارانِ جناب امام حسین علیہ السلام جو اپنی تعداد میں مخالف کے سامنے بہت ہی کم یہاں تک کہ ان کی ایک صف کی نصف تعداد کو بھی پورا نہ کر سکتے تھے اس وقت اپنی پوری شجاعت اور دلیری کے جوش میں بھرے ہوئے تھے پورے اطمینان کے ساتھ جان دینے پر تلے ہوئے تھے وہ فوجِ مخالف کی کثرت کا ذرا بھی خیال نہ کرتے تھے اور نہ انکی قوت وطاقت کو دھیان میں لاتے تھے ہر شخص حصولِ سعادت کے لئے اور شوقِ شہادت میں ایسا بے چین ہو رہا تھا کہ ایک دوسرے سے آگے بڑھا چلا جاتا تھا۔ اسی عالم میں متعلقینِ حرؑ کے پورے خاتمہ کے بعد بریر ابنِ حضیر ہمدانی جن کی خدمات اوپر بیان ہوچکی ہیں خدمتِ امام میں آکر رخصت طلب ہوئے۔

بُریرؓ ابن خضیر ہمدانی کی شہادت

حضرت بُریر رضی اللہ عنہ نے اذن وغا چاہا جواب ارشاد ہوا چلو میں بھی تمہارے پیچھے آتا ہوں۔ اور ذیل کا آیۂ قرآنی تلاوت فرمایا فمنھم مّن قضیٰ نحبہ ومنھم مّن یّنتظر

یعنی ان میں سے کوئی (کوئی) ایسا ہی ہے جو انتقال کر گیا اور کوئی ایسا بھی ہے جو انتظار کرتا ہے۔

المختصر حضرت بُریر رضی اللہ عنہ میدانِ جنگ میں تشریف لاکر ذیل کا رجز پڑھنے لگے۔

انا بریر وابی خضیر	لیث یروع الاسد عند الزّیر
یعرف فینا الخیر اھل الخیر	اضربکم ولا اری من ضیر

کذالک فعل الخیر من بریر

رجز خوانی کے بعد بریرؓ نے فوجِ کفار پر حملہ کر انبار کر دیا اور پکار پکار کر کہنے لگے۔

اقتربوا منّی یا قتلۃ المؤمنین اقتربوا منّی یا قتلۃ اولاد البدریّین اقتربوا منّی یا قتلۃ اولاد رسول ربّ العٰلمین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) و ذرّیّتہ الباقین اے مومنوں کے قتل کرنیوالو! اور اے اولادِ غازیانِ بدر کے قتل کرنیوالو!! اور بقیۂ اولادِ رسول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے قتل کرنیوالو!!! میرے قریب آؤ اور مجھ سے جنگ کرو

کروکہ میں تمہاری بے ایمانی کا مزہ تم کو چکھاؤں۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ اس وقت بریر ابن خضیر کا یہ حال تھا کہ فوج اشرار سے یہ خطاب کرتے جاتے تھے اور پورے جوش و خروش سے حملہ پر حملہ کرتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ انہی متفرق حملوں میں فوج مخالفین سے تیس نبرد آزما نوجوانوں کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ رنگ دیکھکر یزید ابن معقل نے اپنا گھوڑا بڑھایا اور بریرؑ کو مخاطب کرکے کہا کہ اے گمراہ تجھ کو میں فرقۂ ضالین میں شمار کرتا ہوں بریرؑ نے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو آ ہم اور تو دونوں مل کر خدا کی درگاہ میں دُعا کریں جو ناحق پر ہوگا وہ حق کے ہاتھ سے مارا جائیگا یہ کہکر بریرؑ نے اس پر حملہ کیا تھوڑی دیر تک جانبین سے ردّ و بدل ہوتا رہا یزید نے فرصت پاکر بریر پر اپنی تلوار کا وار کیا مگر وہ کارگر نہ ہوا اس کے جواب میں بریر نے یزید پر اپنی تیغ آبدار اس زور سے لگائی کہ اس کے مغز کو کاٹتی ہوئی اس کے قعر دماغ تک اتر آئی اور وہ اسی زخم کے صدمہ سے ٹھنڈا ہوگیا۔ اس کے بعد یحیٰے ابن اوس لعینی بریرؑ سے مبارز طلب ہوا اور حضرت بریرؓ رضی اللہ عنہ اسی شریر کے ہاتھ سے شہید ہوئے یحیٰے نے بریرؑ کو مار کر بہت بڑے فخر و مباہات سے چند اشعار بھی پڑھے جس پر اس کے بھتیجے نے اسے ٹوک کر کہا ان بریرا کان من عباد اللہ الصالحین تو نے بریرؑ کو قتل کیا اور اب اس پر مفاخرت کرتا ہے خدا کو کیا منہ دکھلائیگا مورخین کا قول ہے کہ اس کلام سے یحیٰے کو ندامت ضرور ہوئی مگر اب وہ کیا مفید ہوسکتی تھی۔

وہب ابن عبداللہ الکلبی کی شہادت

بریر ابن خضیر ہمدانی کے بعد وہب ابن عبداللہ الکلبی عازم میدان ہوئے۔ واضح ہو کہ مورخین نے تعداد شہدا میں دو بزرگواروں کے نام جدا جدا وہب لکھے ہیں ایک بزرگ کا نام وہب ابن ابی وہب ہے جو قوم کا نصرانی تھا اور میدان کربلا میں جناب امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ پر مشرف باسلام و ایمان ہو کر شہید ہوا اور دوسرا وہب ابن عبداللہ الکلبی یہ وہب عبداللہ الکلبی وہ تھے جو بریر کے بعد فوج مقابل سے مقابلہ پر آمادہ ہوئے۔ ان وہب ابن عبداللہ الکلبی کی ماں کا نام قمری تھا جو جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی ولا اور عقیدت کے لئے خصوصیت کے ساتھ یاد کی جاتی ہیں اور ان کے متعلق کثرت سے اخبار و آثار علمائے کرام کی مختلف تالیفات میں پائے جاتے ہیں۔

ان حضرت وہب کی شہادت کا حال بھی دنیا کے عجیب و غریب واقعات میں سے ہے جس کی مثال مشکل سے دنیا کے کارناموں میں ملیگی۔ المختصر حضرت وہب میدان کارزار میں آکر یہ رجز پڑھنے لگے ؎

ان تنکرونی فانا ابن الکلب — سوف ترونی وترون ضربی
وحملتی وصولتی فی الحرب — ادرک ثاری بعد ثار صحبی
وادفع الکرب امام الکرب — لیس جهادی فی الوغا باللعب

رجز کے ختم ہونیکے بعد وہب نے اپنی تلوار سے فوج پر حملہ کیا اور اکثر ملاعین کو مارا۔ پھر اپنی مادر گرامی قدر کی خدمت میں واپس آئے اور کہنے لگے کہ میری خدمتوں سے آپ خوشنود ہوئیں؟ اس خوش عقیدہ نے جواب میں کہا ما رضیت او تقتل بین یدی الحسین علیہ السلام میں تو اس وقت تجھ سے خوش ہونگی جس وقت تو اپنے آقا جناب امام حسین علیہ السلام پر اپنی جان فدا کر دے گا۔ وہب کی شادی کو دو ہفتہ سے زائد نہیں ہوئے تھے۔ اس کی بی بی بھی ہمراہ تھی ماں بیٹے کی گفتگو سنکر وہ اپنے شوہر سے مخاطب ہو کر بولی کہ ماں کے کہنے پر نہ جا اور اپنے آپ کو اژدھے کے منہ میں نہ ڈال۔ اپنی جان پر رحم کر اور مجھ کو بیوہ نہ بنا۔ بی بی کی یہ تقریر سنکر ماں نے کہا بیٹا خبردار عورت کی باتوں کا اعتبار نہ کرنا اور نصرت امام سے دست بردار نہ ہونا یقین جان کر بغیر رضائے جناب امام حسین علیہ السلام اور خوشنودی والدین تجھ کو شفاعت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب ہونے والی نہیں ہے وہب کی بی بی نے اپنے شوہر کا عزم بالجزم دیکھکر کہا مجھ کو یقین ہے کہ تو نصرت امام علیہ السلام میں شہید ہو کر داخل جنت ہوگا اور حوران جنت سے ہم آغوش ہو کر مجھکو بالکل فراموش کر دیگا پس تجھ کو مناسب ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی

خدمت میں چل کر ان کے سامنے مجھ سے یہ وعدہ واثق کر لے کہ بہشت
میں بھی تو مجھ سے جدا نہ ہو۔ ان باتوں کے بعد وہ دونوں جناب
امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہب کی بی بی نے عرض
کی مجھ کو حضور سے دو امروں کی نسبت استفسار کی ضرورت ہے
اول تو یہ ہے کہ یہ جوان عازم سیر جنان ہے اور میرا کوئی فریادرس
دنیا میں موجود نہیں ہے مجھ کو حضور اسی وقت سے اپنے اہلبیت
کے سپرد فرما دیں۔ دوسرا امر یہ ہے کہ یہ میدان جنگ میں مقتول
ہو کر ضرور داخل بہشت ہوگا اور حور العین سے ہم آغوش ہو کر
مجھ کو بھول جائیگا۔ پس اس سے یہ اقرار لیا جائے کہ یہ بہشت
میں داخل اور وصالِ حور العین سے محفوظ ہو کر مجھے نہ بھولے
جناب امام حسین علیہ السلام اس بی بی کی بہ عقیدتمندانہ تقریر سنکر آبدیدہ
ہوئے اور اس کی استدعا کو قبول فرمایا۔ وہب رضی اللہ
عنہ اپنی بی بی کو قول و اقرار کر کے داخل میدان ہوئے، اور کمال
استقلال سے یہ رجز پڑھنے لگے ؎

انی زعیمٌ لکِ امّ وھب	بالطعن فیھم تارۃً والضرب
ضرب غلام مؤمن بالرّبّ	حتّٰی یذیق القوم مرّ الحرب
انّي امرؤٌ ذو مرّۃٍ وغضب	ولست بالخوّار عند النّکب

حسبی الٰھی من علیم حسبی

رجز پڑھکر یمین و یسار پر حملات کرانا شروع کرنے میں مصروف ہوگئے
اور دم کے دم میں بارہ پیادوں اور تیس ۳۰ سواروں کو بیدم
کر دیا اسی اثنا میں اہل کوفہ سے ایک شخص نے وہب کا سیدھا
ہاتھ قلم کر ڈالا وہب نے الٹے ہاتھ میں تلوار لی اور اسی طرح بالاستقلال
دادِ شجاعت دیتے رہے قبیلہ کندہ میں سے ایک شخص نے الٹا ہاتھ
بھی قطع کر ڈالا۔ وہب کی بی بی جو اس خونیں منظر کو دیکھ رہی
تھی شوہر کی یہ حالت دیکھکر اس کی محبت کے جوش میں
نکل پڑی اور عمود ہائے ایک عمود کو ہاتھ میں لے کر شوہر
کے پاس پہنچی اور کہنے لگی کہ نصرت جناب امام حسین علیہ السلام
میں جتنی کوشش ہو سکے کئے جاؤ اور دشمنوں کو اہلبیت رسول
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک نہ آنے دو۔ وہب نے جواب دیا
سخت تعجب ہے تو وہی عورت ہے جو ابھی تھوڑی دیر پہلے
مجھکو نصرت جناب امام حسین علیہ السلام سے باز رکھنے کی کوشش کرتی
تھی اب تجھکو کیا ہو گیا کہ اب لڑائی کے لئے مجھے خود بھی تحریص
کر رہی ہے بی بی نے کہا حقیقت یہ ہے کہ جناب امام حسین علیہ
السلام کی صدائے استغاثہ سنکر میں اپنے آپے میں نہ رہی اور
میں نے اسی وقت سے اپنے دل میں یہ ارادہ کر لیا ہے کہ آل
رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تلف ہو جانیکے بعد میرا جینا
محض بیکار ہے بہتر ہے کہ میں بھی تیری ہی طرح لڑکر فرزند
رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اپنی جان نثار کر دوں
یہ سنکر وہب نے کہا کہ تو خیمہ کو واپس جا تجھ کو لڑائی کے لئے
اجازت نہیں ہے۔ بی بی نے جواب دیا کہ اب نہ جاؤنگی
اور ہم تم دونوں اسی خاک و خون میں لوٹیں گے اور ایک
ساتھ اپنی زندگی ختم کر دیں گے چونکہ وہب کو اپنی بی بی کے روکنے
کا کوئی ذریعہ نہیں معلوم ہوا تو اس نے اپنے دانتوں سے اپنی
بی بی کا دامن پکڑ لیا اور اصحاب جناب امام علیہ السلام کو
پکار کر اس واقعہ کی اطلاع دی جناب امام حسین علیہ السلام
نے صورت واقعہ معلوم کر کے وہب کی بی بی کو آواز دی جزیتم
من اھل بیت خیرا الجزآء ارجعي الی النسآء بارک اللہ
فیک فانّہ لیس علیکنّ قتال۔ تجھ کو اہلبیت کیطرف
سے جزائے خیر حاصل ہو اور خدائے سبحانہ و تعالیٰ تجھ کو اپنی برکت
عطا فرمائے اب تو زنانِ اہلبیت کی طرف لوٹ جا کیونکہ عورتوں
کو حکم قتال نہیں ہے اس خوش عقیدہ نے آواز دی کہ یا مولا!
مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دیجئے کیونکہ میں اپنے قتل ہو جانے کو
بنی امیہ کے ہاتھوں میں اسیر ہو جانے سے بہتر سمجھتی ہوں۔
آخر کار جناب امام حسین علیہ السلام نے تجھ لوگوں کو بھیجکر اور
بہت وعظ و پند فرما کر اس کو میدانِ جنگ سے واپس بلا لیا اُدھر
مخالفین نے وہب کا بالکل خاتمہ کر دیا اب اس کا قتل اس کی
بی بی سے نہ دیکھا گیا پھر وہ اپنے سراپردہ سے بیتاب ہو کر
شوہر کی لاش پر پہنچ گئی اور اس کے چہرۂ گلگوں سے خاک و خون
چھڑانے لگی شمر نے یہ دیکھکر اپنے غلام کو اشارہ کیا اس نے
اشارہ پاتے ہی اپنے گرزِ آہنی سے اس کو شہید کر ڈالا۔
رحمھما اللہ تعالیٰ۔
موزخین کا اتفاق ہے کہ یہ پہلی عورت ہے جو نصرت جناب امام حسین

علیہ السلام میں قتل کی گئی۔ جب وہبؓ کا سر عمر ابن سعد کے پاس لے گئے تو اُس نے کہا کہ اس کے حملات ہماری فوج پر بہت سخت تھے۔ کوفیوں نے وہبؓ کا سر لے کے اصحابِ جناب امام حسین علیہ السلام کی طرف پھینکدیا۔ وہب کی آفت رسیدہ ماں وہاں سے قریب ہی کھڑی تھی۔ دوڑ کر بیٹے کے سر پر گر پڑی اور اُس کے بوسے لئے اور کہنے لگی۔

الحمد للہ الذی بیض وجھی بشہادتک بین یدی ابی عبداللہ علیہ السلام ثم قالت الحکم للہ یا امۃ السوء اشھد ان النصاری فی بیعھا والمجوس فی کنائسھا خیر منکم۔ خدا کا شکر ہے کہ تیری شہادت کی وجہ سے میں امام عالی مقام علیہ السلام کے دربار میں سرخروئی ہوئی (عرب میں منہ کا سفید ہونا محاورہ ہے اور باعزت و کامیاب ہونے کا اشارہ ہے چنانچہ آیۂ قرآنی تبیض وجوہ و تسود وجوہ (جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہونگے) اسکی شاہد ہے) یہ کہہ کر اہل کوفہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی اے قوم بدکردار! میں شہادت دیتی ہوں کہ قوم نصارےٰ اپنے کلیسا میں اور قوم مجوس اپنے کنیسہ میں تم سے بہتر ہیں۔ یہ کہہ کر وہ بھی ایک عمودِ خیمہ لیکر فوجِ مخالف پر جا پڑی اور اُس کی ضرب سے دو دشمنانِ دین کو اسفل السافلین تک پہنچایا تھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے اُس کو بمشکل واپس بُلوایا اور فرمایا۔

امۃ اللہ اجلسی فقد وضع الجھاد من النساء فانک وابنک مع جدی محمد ن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فی الجنۃ۔ اے کنیزِ خدا گھر میں بیٹھ رہ۔ کیونکہ عورتوں کے لئے حکمِ جہاد نہیں ہے۔ اور تو اور تیرا فرزند میرے جدِ بزرگوار جناب محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ بہشت میں رہو گے۔ مادرِ وہب نے یہ سُنکر کہا اللھم لا تقطع رجائی۔ پروردگارا! تو میری اُمیدوں کو منقطع نہ فرمانا۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ لا یقطع رجائک یا ام وھب۔ اے مادرِ وہب! حق سبحانہ و تعالیٰ تیری اُمیدوں کو کبھی قطع نہیں کریگا۔

عمر ابنِ خالد الازدی کی شہادت۔ وہبؓ کے بعد عمر ابن خالد الازدی لشکرِ جنابِ امام حسین علیہ السلام سے عازمِ جنگگاہ ہوئے اور یہ اشعار رجز میں پڑھے ؎

الیک یا نفس الی الرحمٰن	فابشری بالروح والریحان
الیوم تجزین علی الاحسان	قد کان منک غابر الزمان
ما خط فی اللوح لدی الدیان	لا تجزعی فکل حی فان
والصبر احظی لک بالامان	یا معشر الازد بنی قحطان

یہ رجز پڑھکر لشکرِ شقاوت اثر پر حملہ آور ہوئے اور بہت سے ملاعین کو فی النار کر کے شہید ہو گئے۔

خالدؓ ابنِ عمر کی شہادت

عمر کے شہید ہو جانیکے بعد ان کے صاحبزادے خالدؓ ابن عمر میدانِ کارزار میں تشریف لائے اور ان اشعار میں رجز خوانی کی ؎

صبرا علی الموت بنی قحطان	کیما تکونوا فی رضا الرحمٰن
ذی المجد والعزۃ والبرھان	وذی العلی والطول والاحسان
یا ابتا قد صرت فی الجنان	فی قصر رب حسن البنیان

رجز کے بعد فوجِ مخالف پر حملہ آور ہوئے اور اکثر مخالفین کو مار کر خود بھی مقتول ہو گئے۔

سعد ابنِ حنظلہ تمیمی کی شہادت

ان کے بعد سعد ابنِ حنظلہ تمیمی میدانِ وفا میں آ کر یوں رجز خواں ہوئے ؎

صبرا علی الاسیاف والاسنۃ	صبرا علیھا لدخول الجنۃ
وحور العین ناعمات ھنہ	لمن یرید الفوز لا بالظنہ
یا نفس للراحۃ فاجھدنہ	وفی طلاب الخیر فارغبنہ

رجز خوانی کے بعد نہایت خونریزی ہوئی اور سعدؓ نے اپنی طرف سے بڑی کوشش کی۔ آخرکار شہید ہوئے۔

عمیرؓ ابنِ عبداللہ مذحجی کی شہادت

یہ بزرگ میدانِ کارزار میں تشریف لائے اور ان اشعار میں رجز خوانی شروع کی ؎

قد علمت سعد وحی مذحج	انی لدی الھیجاء غیر محرج

اعلوا بسیفی ھامۃ المدحج	وا ترک القرآن لدی التفاج
فی بیتۃ الضبع الاذل الاعرج	

یہ رجز پڑھکر فوج عمر پر حملہ آور ہوئے اور بہت سے اعدائے دین کو مار کر شہادت پائی۔

حضرت مسلم ابن عوسجہ کی شہادت

حضرت مسلم ابن عوسجہ نے بڑھکر لشکر مخالف کا مقابلہ کیا اور یہ اشعار ابدار اپنی شجاعت کے جوش میں ورد لب فرمائے۔

ان تسئلوا عنی فانی ذو لبد	من فرع قوم من ذری بنی اسد
فمن بغانا حائد عن الرشد	وکافر بدین جبار صمد

رجز کے بعد ہی لشکر شقاوت پیکر پر حملہ آور ہوئے مسلم کی دلیری و شجاعت کو کون ایسا تھا جو حجاز سے لیکر عراق تک نہیں جانتا تھا اور اُن کی ذاتی جاہ و جلالت عراق میں کس کی آنکھوں سے پوشیدہ تھی۔ نہایت تیزی سے تلواریں چلنے لگیں اور بہت سختی سے موت کا بازار گرم ہوا۔ عمر ابن سعد کی فوج سے ایک نبرد آزما میدان جنگ کا آزمودہ کار شخص برآمد ہوا۔ اور دیر تک مسلم کے ساتھ مقابلہ اور مقابلہ کی کوششوں میں الجھا رہا۔ آخر کار مسلم نے ایک نیزہ اُس کے پہلوئے راست میں مار کر پشت فرس سے اس کو گرا دیا۔ اُس کے بعد ایک دوسرا شخص مسلم رضہ کے مقابلہ میں آیا اور اس کی بھی یہی حالت ہوئی۔ غرضکہ تھوڑے ہی عرصہ میں مسلم ابن عوسجہ رضی اللہ عنہ نے فوج مخالف کے پچاس سر برآوردہ پہلوانوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ آخر کار تیر اندازان شام کے زبردست دستوں نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو متصل تیروں کی بوچھار سے بالکل چلنا پھرنا چور کر دیا اور لڑنے سے مجبور ہو کر آخر کار زخمی شیر کی طرح گر پڑے۔

جناب امام حسین علیہ السلام شروع سے لیکر آخر تک ان کے محاسن خدمات کو برائے العین مشاہدہ فرما رہے تھے۔ ان کو گرتا ہوا دیکھ کر حضرت حبیب ابن مظاہر کو ساتھ لے کر ان کی لاش پر تشریف لائے اور کہنے لگے یرحمک اللہ یا مسلم فمنھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔

تبدیلا۔ حضرت حبیب ابن مظاہر بالین سر تشریف لائے اور آبدیدہ ہو کر کہنے لگے۔ اے بھائی مسلم! تم کو اس حالت میں دیکھکر میرے دل پر جو کچھ گذر رہی ہے وہ میں تم کو کیونکر دکھلاؤں۔ مگر البتہ میں تم کو اس امر کی بشارت دیتا ہوں کہ تھوڑی دیر میں تم بہشت عنبر سرشت میں پہنچے ہو۔ مسلم ابن عوسجہ میں رمق جان باقی تھی۔ اپنے ہموطن بھائی اور رفیق کی آواز پہچان کر بالکل ضعیف آواز سے کہنے لگے کہ خدا تم کو بھی اپنی رضا اور خیر کی بشارت عطا فرمائے۔ پھر حبیب رضہ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ میں بھی تمہارے بعد فوراً دنیا سے جانیوالا ہوں تو ضرور تم سے کہتا کہ تم مجھ سے کچھ وصیت کر لو۔ مگر مجھ کو یقین ہے کہ میں خود بہت جلد تم سے آکر ملنے والا ہوں۔ پھر ایسی حالت میں تم سے کیا پوچھوں۔ مسلم رضہ ابن عوسجہ نے نحیف ہوئی نیم جان آواز سے کہا یا حبیب اوصیک بھذا الرجل میں تم کو اس مرد کے لئے وصیت کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر جناب امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ جب تک تمہاری جان میں جان باقی ہے ان کی نصرت و حمایت سے ہاتھ نہ اٹھانا۔ حبیب رضہ نے آبدیدہ ہو کر کہا کہ انشاء اللہ المستعان اے مسلم! جیسا تم کہہ رہے ہو ویسی ہی تعمیل کرونگا۔ یہ سنکر حضرت مسلم رضہ نے اپنی آنکھیں کھولکر جناب امام حسین علیہ السلام کے چہرۂ مبارک پر نظر فرمائی اور عرض کی۔ یا مولا! میں آپ کے جد بزرگوار اور پدر عالی مقدار کی خدمات میں آپکی تشریف آوری کی بشارت دینے جاتا ہوں۔ یہ کہا اور داخل بہشت ہوئے۔ سلام اللہ علیہ۔ مسلم رضہ ابن عوسجہ کے اہل و عیال بھی ساتھ تھے۔ آقا کی یہ کیفیت دیکھ کر اُن کی ایک لونڈی نالہ و فریاد کرنے لگی۔ بے غیرت کوفی اُس کی آہ و فغاں پر ہنسنے لگے۔ شیث ابن ربعی اور دیگر عمائد کوفہ کو مسلم رضہ کے مارے جانے کا خیال ضرور ہوا تھا۔ وہ اس بے حیا گروہ کو ہنستا ہوا دیکھ کر نہایت آزردہ ہوئے۔

صاحب روضۃ الصفا بیان کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے کہا تمہاری مائیں تمہارے غم میں روئیں۔ تم اپنے ہی قوم و قبیلہ کے عمائد اور سرداروں کو اپنے ہی ہاتھوں سے قتل کرتے ہو۔

اور ایسے بے شرم ہوگئے ہو کہ پھر اُنہی پر ہنستے ہو اور اپنی اِن حرکتوں سے اپنے دوسرے عزیزوں اور ہموطنوں کو تمام آدمیوں میں ذلیل و خوار کرتے ہو۔ قسم خدا کی مسلم رضؓ ابن عوسجہ کو اسلام میں ایک منصب رفیع اور محل وسیع حاصل تھا اور غزوۂ آذربائجان میں ہم اُن کے رفیق تھے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے اُن کو دیکھا کہ قبل اس کے کہ جانبین سے صفیں درست ہوں یہ شیر کی طرح مخالف کے لشکر پر ٹوٹ پڑے تھے اور اُن پر متواتر حملے کرنے لگے تھے اور دم کے دم میں چھ آدمیوں کو ہلاک کر کے پھر اپنے مقام پر واپس آگئے تھے۔

مسلم ابنِ عوسجہ کے صاحبزادے کی شہادت

حافظ جمال الدین محدث اہلسنت روضۃ الاحباب میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت مسلمؓ ابن عوسجہ کے ایک صاحبزادے تھے جو اپنے باپ کے قصاص پر خاص کر آمادہ ہوتے۔ اور نصرتِ امام علیہ السلام کی غرض سے عازم میدان وغا ہوئے جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے اخلاقِ کریمانہ کے تقاضے سے فرمایا کہ تمہارے باپ ابھی مارے جاچکے ہیں۔ اگر تم بھی شہید ہوگئے تو پھر تمہاری غریب ماں کس مپرسی کی ہوکر رہے گی۔ یہ سُن کر وہ اپنی ماں کی مصیبتوں پر متاثر ہوئے اور ماں کے پاس لوٹنے ہی کو تھے کہ اُن کی راسخ العقیدہ اور عقیدتمند ماں نے آواز دی کہ بیٹا مجھے نہایت تعجب معلوم ہوتا ہے کہ تو اپنی جان کی سلامتی کو جناب امام حسین علیہ السلام کی نصرت وحمایت سے بہتر سمجھتا ہے۔ میں اس امر میں تجھ سے کبھی راضی اور خوشنود نہ ہوں گی۔ ماں کا یہ سخن سُن کر وہ پھر میدان جنگ کی طرف واپس ہوئے اور اُن کی ماں بھی فرطِ محبت سے اُن کے پیچھے پیچھے چلی۔ دلیر بیٹا تو قریب جنگ ... اور ماں پس پشت سے تحریص و ترغیب کے کلمات کہہ کہہ کر اسکو نصرتِ امامؑ پر مستعد اور آمادہ کر رہی کہتی جاتی تھی۔ کہ بشارت ہے تجھ کو کہ تھوڑی ہی دیر میں تو ساقی کوثر کے ہاتھ سے

سیراب ہوگا۔ اسی گیر و دار کے عالم میں اُس نے تیس۳۰ نامردوں کو اپنی شمشیر آبدار سے مار گرایا اور پوری داد شجاعت دینے کے بعد خود بھی شہید ہوگیا۔ اُن شریروں نے اس کا سر بھی کاٹ کر اُس کی ماں کے آگے پھینکدیا۔ آفت رسیدہ ماں نے اپنے پارۂ جگر کے خون آلود سر کو اپنی آغوش میں لے کر بوسے لئے اور اپنے مُنہ کو اُس کے مُنہ پر رکھ کر ایسے درد سے روئی کہ اُس کے رونے پر ہر شخص پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

ہلالؓ ابنِ نافع بجلی کی شہادت

اس سعید ازلی کی شہادت کے بعد صاحب روضۃ الشہدا کا بیان ہے کہ ہلالؓ ابن نافع بجلی نے میدان جنگ کا قصد کیا ہلالؓ نہایت حسین۔ خوش جمال اور اسم بامسمیٰ بزرگ تھے۔ اور تیراندازی کے فن میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ تھوڑا زمانہ ہوا تھا کہ ہلال ابنِ نافع رضی اللہ عنہ نے اپنا عقد کیا تھا۔ اور زوجہ ساتھ تھی۔ شوہر کو آمادۂ پیکار دیکھ کر اُن کی زوجہ نے اُن کا دامن تھام لیا اور کہنے لگی کہ تم تو جاتے ہو مجھ کو کس پر چھوڑے جاتے ہو۔ یہ کہہ کر وہ عفیفہ تو رونے لگی اس کی خبر جناب امام حسین علیہ السلام کو ہوئی تو ہلالؓ کو بلا کر ارشاد کیا کہ تیرے اہل وعیال کی حسرت کا علاج سوائے اس کے نہیں ہے کہ تو اُن کے سامنے موجود رہے۔ پس میں تجھ کو پورا اختیار دیتا ہوں کہ اگر تیرا جی چاہے تو طریق قتال اختیار کر نہیں تو اپنے اہل وعیال کو رضامند کر۔ ہلالؓ ابن نافع نے عرض کی کہ اگر میں آپ کی نصرت سے ہاتھ اٹھاؤں تو فردائے قیامت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا جواب دوں گا یہ کہہ کر اس خوش عقیدہ بہادر نے اپنی بی بی کو وداع کیا اور میدان کارزار میں آکر ذیل کا رجز پڑھا۔

اَرمی بہا معلمۃ افواقہا	والنفس لا ینفعہا اشفاقہا
مسمومۃ تجری بہا اخفاقہا	لیملئن ارضہا رشاقہا

رجز پڑھکر اپنی تیغ آبدار سے فوج مخالف پر حملہ کر کے گرانا کرنے لگا اور پھر اپنی شجاعت و دلیری کے اظہار میں یہ رجز پڑھنے لگا۔

انا الغلام الیمنیّ البجلیّ		دینی علی دینِ حسینؑ وعلیؑ
ان اُقتل الیوم فھذا امَلی		فذاك رأیی واُلاقی عملی

ان کا رجز سُن کر عمرِ سعد کے لشکر میں قیس باہر نکلا۔ ہلال رضؓ نے اُس کو مار ڈالا۔ اس کے مرتے ہی بڑی خونریزی ہونے لگی اور ہلالؓ بھی جھپک جھپک کر فوجِ مخالف کے گھُسنے اور تاریکیا دلوں میں اپنی شجاعت و دلیری کے جوہر دکھانے لگے اور بیّرہ اعدائے دین کو مار گرایا۔ اِسی اثنار میں دشمنوں نے چاروں طرف سے اُن پر حملے شروع کر دئے اور اُن کے دونوں ہاتھ قطع کر ڈالے ہلالؓ اپنا کمال دکھلا کر اب لڑائی سے مجبور رہ گئے۔ ان لے دینو نے ان کو گرفتار کر کے شمر کے پاس حاضر کیا۔ اس نے انکا سر کاٹنے کا حکم دیا۔ حکم پاتے ہی ایک شقی القلب نے ان کا سر کاٹ لیا۔

نافعؓ ابن ہلال کی شہادت

باپ کے شہید ہو جانے پر ان کے صاحبزادے نافعؓ ابن ہلالؓ بجلی متوجہ کارزار ہوئے اور فوجِ مخالف کے مقابل پہنچکر رجز میں یہ اشعار پڑھے ؎

انا ابن ھلال البجلی		انا علی دین علیؑ
	ودینه دین النبیؐ	

سب سے پہلے مزاحم ابنِ حریث قبیلہ بنی قطیعہ کا ایک آدمی اُن سے مزاحم ہوا۔ نافعؓ نے ایک ہی وار میں اسکو مار گرایا۔ عمرو ابنِ حجاج جو فوجِ عمرِ سعد میں ایک آزمودہ کار اور جرّار مشہور تھا اور دریائے فرات کی حفاظت اُس کے حوالہ تھی چلا کر اپنی ماتحت فوج سے کہنے لگا کہ تم لوگ حقیقت میں عقل سے بالکل خالی ہو۔ تم ان بہادروں سے شیرِ شجاعت اور آبِ شمشیر سے پرورش پائے ہوئے ہیں اور اس وقت اپنی ہمت و دلیری کے جوش میں اپنا سر اپنے ہاتھوں پر دھرے ہوئے ہیں تم کبھی اس طریقہ پر لڑ کر اِن سے سر بر نہیں ہو سکتے۔ اب تمہاری کامیابی کے لئے مصلحتِ وقت یہی ہے کہ تمام لشکر سے ایک بار حملہ کیا جائے اور ان کی جماعت کو چاروں طرف سے ایک حلقہ میں لے لیا۔

فوجِ حسینی پر لشکرِ شام کا حملہ عمر وسعد نے عمرو ابنِ حجاج

کی یہ تجویز سنکر کہا کہ بیشک مصلحتِ وقت یہی ہے۔ سب سے پہلے عمرو ابنِ حجاج اپنی ماتحت فوج کے ساتھ آگے بڑھا اور جنابِ امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے قریب پہنچ گیا۔ اور فوجِ حسینی کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ اے قومِ کوفہ! جماعتِ اسلام میں تفرقہ نہ ڈالو اور شک نہ کرو اور اُس شخص سے لڑنے میں ذرا بھی تامل نہ کرو جو (معاذ اللہ) دین سے باہر ہو گیا اور یزید کی اطاعت سے جو (معاذ اللہ) امامِ زمانہ ہے مخالفت نہ کرو۔ اس دریدہ دہن کے جواب میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ! ابن الحجاج علی تحرّض النّاس انحن مَرَقنا من الدّین وانتم ثبتّم علیه والله لتعلمنّ ایّنا المارق من الدّین ومن هو اولی بصلی النّار۔ اے پسرِ حجاج! میرے برخلاف تو تمام لوگوں کو ترغیب دیتا ہے کہ (معاذ اللہ) میں دین سے باہر ہو گیا ہوں۔ اور تم دین پر قائم ہو۔ قسم خدا کی تو خوب جان لیگا کہ ہم میں سے دین سے کون نکل گیا اور آتشِ دوزخ میں جانیکا زیادہ سزاوار کون ہے۔
یہ کلام سُنکر عمرو نے میسرۂ جنابِ امام حسین علیہ السّلام پر حملہ کیا اور اُسی کے ساتھ شمر ذی الجوشن نے اپنی ہمراہی فوج کے پیچھے آ کر اُن کو اپنی زد پر رکھ لیا۔ عمرِ سعد بے حیا نے بھی اپنی جمعیّت کے ساتھ خیمۂ مقدس کی طرف دست برد کا قصد کیا۔ مگر چونکہ خیامِ مطہرہ کے چاروں طرف خندق میں آگ روشن تھی اور سر بفلک شعلے اُن میں سے مشتعل ہو رہے تھے۔ اسلئے عمر ابن سعد اپنے اس خیال میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور پھر شبث ابنِ ربعی نے بھی اُس نامرد کو اس بزدلانہ حرکت سے کسی قدر منع کر دیا۔ الغرض یہ تمام فوج اکٹھی ہو کر ایک ہی طرف سے جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی قلیل جماعت پر جا پڑی اور جاں نثارانِ جنابِ امام حسین علیہ السّلام نے بھی جس دلاوری اور جس بہ جگری سے فوجِ مخالف کا مقابلہ کیا اُس کی نظیر دنیا کے کسی واقعہ میں نہیں ملتی۔ جانبین سے سخت تلواریں چلنے لگیں اور قیامت کی خونریزی ہونے لگی اور وہ گھمسان کا رن پڑا کہ بڑے بڑے پہلوانوں کے چھکّے پانی ہو ہو گئے اور لڑائی کا موجودہ ہولناک

اور خونیں منظر دیکھکر اچھے اچھے جیوٹوں کے جی چھوٹ چھوٹ گئے۔ بجلیوں کی طرح اہلِ شام کی گھنی صفوں میں تلواروں کا گرنا۔ مقتولین کے خون کا دریا کی طرح بہنا۔ پہلوانان نبرد آزما کے سروں کا حبابِ دریا کی طرح اُبھرنا اور بیٹھ جانا کچھ ایسا خوفناک عالم تھا جس کو دیکھکر بڑے بڑے قوی لوگوں کے دلوں میں کھلبلی پڑی ہوئی تھی۔ عمر سعد کی کثیر فوج کے مقابلہ میں جنابِ امام حسین علیہ السلام کی قلیل اور مختصر جماعت نے بھی اپنی شجاعت اور دلیری کے جوش میں بیتاب ہو ہو کر اپنے مخالفوں کے نیزوں اور تیروں کی بوچھاروں کے سامنے آڑ کر دیے اور اپنی قوت و یکجہتی کے ثبوت میں اُنکے مظالم اور اپنے مصائب کا مطلق خیال نہ کیا۔ اور اُن کی کثرت و شقاوت کا بھی ذرا خوف نہ کیا۔ چنانچہ امام طبری اپنی تاریخ کبیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ جب عمر سعد کو ناکامیابی ہوئی تو اُس نے میمنہ اور میسرہ کے سواروں کو حملہ کرنے کا حکم دیا جنابِ امام حسین علیہ السلام کے بتیس[۳۲] سواروں نے جب ان ہزاروں کو بھی پے در پے پراگندہ کر دیا اور عروہ ابنِ قیس جو سواروں کا افسر تھا بدحواس ہو کر خوش ہو گیا تو عمر نے شبث ابنِ ربعی سے کہا کہ تو پلٹنوں اور تیراندازوں کو لیکر بڑھ۔ لیکن شبث نے ٹال دیا اور کہا کہ مجھ سے سردارِ فوج اور شیخ لشکر کو تیراندازوں کے ساتھ بھیجنا شایانِ شان نہیں ہے۔ آخر عمر نے حصین ابنِ نمیر کو اس کام پر مقرر کیا۔ وہ پیادوں کے غول اور پانچسو تیراندازوں کو ساتھ لے کر بڑھا اور کمانداروں کی صفوں نے مقابل میں پہنچکر تیر برسانے شروع کر دئے۔ انصارِ جنابِ امام حسین علیہ السلام نے جہاں تک ہو سکا اپنے جسموں کو تو بچایا لیکن اپنے گھوڑوں کو نہ بچا سکے اور یک قلم ان کے سب گھوڑے زخموں سے چور چور ہو ہو کر گر گئے۔ پھر بھی ظہر کے وقت تک شدت کے ساتھ معرکۂ قتال گرم رہا۔ لیکن افسوس کہ جنابِ امام حسین علیہ السلام کی جماعت قلیل کی تعداد بتدریج بہت کم ہوتی گئی۔ اور لشکرِ عمر کو بوجہ اپنی کثرت کے اپنی کمی محسوس نہ ہوتی تھی۔ ابو عذرہ ضبابی جو شمر ذی الجوشن کے مخصوصین میں سے تھا اسی ہنگامہ میں زہیر ابن القین کے ہمراہیوں کے ہاتھ سے مارا گیا جسکی وجہ سے فوجِ شام میں سخت اضطراب لاحق ہو گیا۔

اس معرکہ میں خاص سپاہِ شام میں سے سینکڑوں کیا ہزاروں آدمی مارے گئے اور اصحابِ جنابِ امام حسین علیہ السلام میں سے تیس[۳۰] آدمی جن میں پندرہ سوار تھے اور پندرہ پیدل تھے۔ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ اُن بزرگواروں کے نامِ نامی اور اسمائے گرامی یہ ہیں۔

[۱] نعیم ابن عجلان الانصاری۔ [۲] عمر ابن الکعب ابن حارث الاشجعی۔ [۳] حنظلہ ابن عمرو الشیبانی۔ [۴] قاسط ابن ظہیر۔ [۵] کرش ابن ظہیر۔ [۶] کنانہ ابن عتیق۔ [۷] عمرو ابنِ ضبیعۃ الضبعی۔ [۸] ضرغامہ ابنِ مالک۔ [۹] عامر ابن مسلم۔ [۱۰] سیف ابنِ مالک التمیمی۔ [۱۱] عبد الرحمٰن ابن عبد اللہ الکدری الارحبی۔ [۱۲] مجمع ابنِ عبد اللہ العائذی۔ [۱۳] حبان ابن حارث السلمانی الازدی۔ [۱۴] عمرو الخندعی۔ [۱۵] حلاس ابنِ عمر الراسبی۔ [۱۶] سوار ابنِ ابی عمیر الفہمی الہمدانی۔ [۱۷] زاہر ابنِ عمرو۔ [۱۸] غلامِ عمرو بن الحمق الخزاعی۔ [۱۹] جبلہ ابن علی الشیبانی۔ [۲۰] ابی عمارہ ابن ابی سلامۃ الدولابی۔ [۲۱] نعمان ابنِ عمر الراسبی۔ [۲۲] مسعود ابن الحجاج۔ [۲۳] خود حجاج۔ [۲۴] زہیر ابن بشر الخثعمی۔ [۲۵] عمار ابنِ حسان ابنِ شریح الطائی۔ [۲۶] عبد اللہ ابن عمیر۔ [۲۷] اسلم ابنِ کثیر الازدی الاعرج۔ [۲۸] زہیر ابنِ مسلم الازدی۔ [۲۹] عبد اللہ ابن یزید ابنِ ثبیت القیسی۔ [۳۰] عبد اللہ ابنِ عروہ غفاری۔

علاوہ ان کے جنابِ امام حسین علیہ السلام کے دس غلام اور

جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے دو غلام اسی حملہ میں کام آ گئے جناب امام حسین علیہ السلام کے بے بہا در جاں نثار میدان جنگ میں اپنی شجاعت و دلیری کی پوری داد دے کر کھیت رہے۔ ان کے مارے جانے سے جناب امام حسین علیہ السلام کی موجودہ جماعت اگر بالکل تمام نہیں ہوئی تو قریب الاختتام تو ضرور پہنچ گئی۔ کیونکہ ان بہتر دلاوروں کا مجموعہ نصف کے قریب کام آ چکا۔ جو باقی بچ گئے وہ بمشکل بائیس ۲۲ سے ہرگز زائد نہیں تھے۔ یوں تو دنیا کے بڑے بڑے کارناموں میں اہل عرب کی شجاعت واضح اور موٹے حرفوں میں لکھی ہوئی ہے اور ہزاروں واقعات اس کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ مگر جب ہم جاں نثاران جناب امام حسین علیہ السلام کی عدیم المثال اور بے نظیر دلیری اور شجاعت کے واقعات پر جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہیں۔ غور کرتے ہیں تو ادر سجلات ہماری نگاہوں میں دفتر پارینہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اور اُن کو ان سے کسی طرح مناسبت یا مماثلت نہیں دی جا سکتی۔ جناب امام حسین علیہ السلام کے یہ جاں نثار جن کی تعداد ہم ابھی ابھی مقتولین میں بتلا چکے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مارے تو گئے مگر اس طرح کہ اُن کی عزیز جانوں کے ساتھ عرب کی شجاعت اور دلیری کا بھی خاتمہ ہی ہو گیا اس وقت ان شیر دلوں نے عمر سعد سے اس کی اس تجویز کا کہ اسی وقت جنگ مغلوبہ کر کے جناب امام حسین علیہ السلام کا خاتمہ کر دیا جائے اُن کے اعوان و انصار بھی کاٹ ڈالے جائیں۔ اور گھر بھی لوٹ لیا جائے۔ تین دن کی بھوک اور پیاس کی ناقابل برداشت مصیبت میں ان دلیروں نے پورے استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا اور اُس کو کسی طرح اپنی تجویز میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ عرب کی پرانی تاریخوں کے اوراق الٹنے والے کیا کوئی ایسا خاص واقعہ دکھلا سکتے ہیں؟ اگر ہم ان تمام وفاداروں کے تفصیلی جذبات اور اُن کی دلیری و شجاعت کے واقعات کامل طور سے لکھنا چاہیں تو ہمارے موجودہ سلسلۂ بیان میں ایک غیر ضروری طوالت ضرور واقع ہو جائے گی جس کو ہم کسی طرح پسند نہیں کرتے۔ اس لئے ہم ان سعادتمندان ازلی میں سے صرف ایک بزرگ کے واقعات ذیل میں ابومخنف کی عبارت سے لکھتے ہیں۔

عبداللہ ابن عروہ غفاری ۔ ان بزرگ کے حالات ابومخنف میں لکھتے ہیں۔ وکان شیخاً کبیراً شهد بدراً وحنیناً و صفین وقال له الحسین علیه السلام شکر الله لك فعالك یا شیخ فانشد ؎

قد علمت بنو غفار	وخندف ثم بنو نزار
بنصرتی لاحمد المختار	وآله السادات والابرار
صلی علیهم خالق الاشجار	رب البرایا خالق الاطیار

یعنی بنی غفار۔ بنی خندف اور بنی نزار کے قبیلہ والے جانتے ہیں کہ میں احمد مختار اور اُن کی اولاد ابرار کی نصرت کرنے والا ہوں۔ خالق اشجار اور پیدا کنندۂ زمین و جانوران اپنا درود اُن پر بھیجے۔

ان مقدس بزرگ کے احوال میں لکھا ہے کہ یہ نہایت سن رسیدہ تھے اور معرکۂ بدر سے لیکر حنین و صفین کے معارک تک میں شریک رہ چکے تھے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے ان کو آمادہ کارزار دیکھ کر فرمایا کہ یا شیخ میں تمہارے ان محاسن خدمات کے متعلق خدائے سبحانہ و تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ المختصر وہ رجز جو اوپر لکھا گیا پڑھ کر فوج مخالف سے مقابل ہوئے اور پچیس اعدائے دین کو مار کر مشرف بدرجۂ شہادت ہوئے۔ اب اسی سے بآسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ جب ایسے سن رسیدہ اور معمر شخص نے تنہا پچیس سواروں کو قتل کر ڈالا تو اس شجاعت کے شیر دل اور دلیر جوانوں نے کتنے کتنے معاندین کو مار گرایا ہوگا۔

بہرحال۔ انصار حسینی کی اظہار شجاعت کی تفصیل سے قطع نظر کر کے اب پھر ہم اپنے سلسلۂ بیان پر آ جاتے ہیں۔ عمر ابن سعد کی فوج ان دلیروں کو اپنے ایک حملے سے کسی طرح پسپا نہ کر سکی اور کسی طرح خیام مقدس تک نہ پہنچ سکی۔ جس کے لئے وہ اتنے جوش سے بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ آخرکار وہ مجبور ہو کر پیچھے کسی قدر دور ہٹ گئے۔ مگر اُن کی اس فوج کا وہ دستہ جو حصین ابن نمیر کے زیر کمان تھا۔ امام علیہ السلام کے خاص غلاموں کے ساتھ ایک حالت پر اکھیا رہا جو صاحب ناسخ التواریخ کی تحقیق میں بیس آدمی تھے۔ اُن میں دس تو جناب امام حسین

علیہ السلام کے خاص غلام تھے۔ اور دس وہ بزرگوار تھے جن کو امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں غلامی کا شرف حاصل تھا۔ ان وفاداروں نے ابتدا سے لیکر انتہا تک فوج مخالف سے پورا پورا مقابلہ کیا۔ اور سب کے سب اپنے آقا کے حق نمک سے ادا ہوگئے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

ابوثمامہ رضؓ صیداوی کی بے نظیر دلیری اور شہادت

موت کی عین گرم بازاری میں حضرت عمر ابن عبداللہ الانصاری جو اپنی کنیت ابوثمامۃ الصیداوی سے زیادہ مشہور ہیں جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگے یا ابا عبد اللہ نفسی لنفسک فداء هٰؤلاء اقتربوا منک لا واللہ لا تقتل حتی اقتل دونک واحب ان القی اللہ ربی وقد صلّیت هٰذہ الصلوٰۃ۔ یا مولا! جان میری آپ پر فدا ہو۔ آپ یقین کرلیں کہ یہ تنورِ خرموود ضرب کتنا ہی گرم کیوں نہ ہو۔ مگر جب تک میں اپنے خون میں آلودہ نہ ہولونگا آپ کے جسم مبارک پر آنچ نہ آنے پائے گی لیکن اس وقت میری آرزو یہ ہے کہ میں ایک بار نماز اور آپ کے ہمراہ پڑھ لیتا تو اپنے پروردگار عالم سے جا ملتا۔

اُن کی یہ استدعا سُنکر جناب امام حسین علیہ السلام نے سر مبارک آسمان کی طرف اُٹھایا تو دیکھا کہ ٹھیک نماز ظہر کا وقت ہے۔ تو ابوثمامہ رضؓ صیداوی کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا ذکرت الصلوٰۃ جعلک اللہ من المصلین نعم هٰذا اوّل وقتها۔ تم نے نماز کی یاد دلائی۔ خدائے سبحانہ وتعالیٰ تمہیں نماز گذاروں میں شامل فرمادے۔ ہاں یہی تو نماز ظہر کا اول وقت ہے۔ اس جماعت سے کہو کہ اتنی دیر تک لڑائی موقوف کریں کہ ہم نماز ظہر ادا کرلیں۔ حصین ابن نمیر نے یہ تقریر سُن کر چلّا کر کہا کہ تم لوگوں کی نماز کب قبول ہے۔ اُس دریدہ دہن کے یہ گستاخانہ کلام حضرت حبیبؓ ابن مظاہر سے نہ سُنے گئے اسکو ڈانٹ کر کہنے لگے لا تقبل الصلوٰۃ من ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتقبل منک یا ختار۔ فرزند رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز تو قبول نہیں اور تیری نماز قبول ہے۔ کیوں اے غدار؟

اتنا سننا تھا کہ حصین ابن نمیر تلوار لیکر حضرت حبیبؓ ابن مظاہر کی طرف جھپٹا۔ وہ اُس وقت جناب امام حسین علیہ السلام کے آگے حفاظت کے خیال سے کھڑے تھے۔ اور نماز ظہر کے تہیہ میں تھے۔ حصین ابن نمیر کو اس عجلت سے قریب آتے ہوئے دیکھ کر جناب امام حسین علیہ السلام سے فرمانے لگے کہ یا مولا! اب تو میں اس نماز کو فردوس معلّی ہی میں پڑھونگا۔ میں تو جاتا ہوں اور آپ کی طرف سے آپ کے جدّ بزرگوار اور پدر عالی مقدار اور برادر نامدار کو سلام وتحیت پہنچاتا ہوں۔ یہ کہکر حصین ابن نمیر کے برابر پہنچ گئے اور ذیل کے اشعار رجز پڑھنے لگے۔

انا حبیب وابی مظاهر	وفارس الهیجاء ولیث قسور
وانتم عند العدید اکثر	ونحن اوفی منکم واصبر
ایضا وفی کل الامور اقدر	وانتم عند الوفاء اغدر
ونحن اعلی حجة واظهر	حقا وانمی فیکم واعذر
وفی یمینی صارم مذکر	وفیکم نار الجحیم تسعر

رجز پڑھکر حبیبؓ نے حصین کے جواب میں اپنی زبان تیغ سے کام لینا شروع کیا۔ انکی ضربت سے اسکی ناک پر کچھ ایسا زخم لگا کہ وہ دانتے اوچھے زخم کا بھی متحمل نہ ہوسکا اور میدان جنگ سے ہٹ گیا۔ حضرت حبیبؓ نے چاہا تھا کہ اس بانیٔ فساد کا خاتمہ ہی کر دیا جائے مگر اس کے ہمراہیوں نے حبیبؓ کا محاصرہ کرلیا۔ لیکن تاہم اس کہن مشق اور تازہ ہمت بہادر نے چاروں طرف مار کرنی شروع کردی۔ جو سامنے آیا مارا گیا۔ جو بچ گیا وہ بھاگ گیا۔ حبیبؓ نے اپنی شجاعت و دلیری کے اظہار میں یہ اشعار مفاخرت پڑھے ؎

اقسم لو کنا لکم اعداد	او شطرکم ولیتم الاکتادا
یا شر قوم حسبا وآدا	وشرهم قد علموا انداد ا

یہ اشعار پڑھکر حضرت حبیبؓ ابن مظاہر نے اسی طرح فوج مخالف پر اپنی تیغ آبدار سے پے در پے حملے کرتے کرتے بروایت محمد ابن ابیطالب باسٹھ یزیدیوں کو قتل کر ڈالا۔ اسی اثنا میں بنی تمیم میں سے ایک شخص نے کمین میں آکر حضرت حبیبؓ کی اسپ پشت سے ایک نیزہ ایسا مارا کہ اُس کی ضرب سے وہ زمین پر آرہے۔ قاتل نے جلدی کرکے اُن کا سر اُتار لینا چاہا۔ مگر حصین ابن نمیر کی ضرب

کے قصاص کے لئے فوراً آپہنچا اور اپنی تلوار سے انکا سرکاٹ لیگیا۔
جناب امام حسین علیہ السلام اپنے قدیم رفیق کے قتل کی خبر پاکر فوراً اس کی لاش پر تشریف لائے اور فرمایا عند اللہ احتسب ونفسی حماۃ اصحابی وقال للہ درّك یاحبیب لقد کنت فاضلا تختم القرآن فی لیلۃ واحدۃ خدا سبحانہ وتعالیٰ تمہیں برکت دے۔ رات بھر میں تم پورے قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

حضرت حبیبؓ ابن مظاہر کے سر کی نسبت مشہور ہے کہ بدیل ابن خریم ران کا فرقِ مبارک لیکر بعض کے نزدیک کوفہ میں اور بعض کے نزدیک مکہ میں آیا۔ حبیبؓ کے صاحبزادے نے اپنے باپ کے سر کو پہچانکر بدیل کو مار ڈالا اور اپنے پدرِ بزرگوار کا سر اس سے چھین کر مدفون کر دیا۔ سلام اللہ علیہ۔

کربلا کے میدان جنگ میں ظہر کی نماز

حضرت حبیبؓ ابن مظاہر کے واقعہ کے بعد جناب امام حسین علیہ السّلام نے سعید ابن عبداللہ اور زہیر ابن القین کو حکم دیا۔ کہ تم لوگ آگے کھڑے ہوجاؤ تو نماز ظہر ادا کی جائے۔ حکم پاتے ہی وہ باوفا جاں نثار آگے کھڑے ہوگئے۔ اور امام عالی مقام نے باقیماندہ لوگوں کے ساتھ نماز ظہر ادا فرمائی۔ بے دین اہلِ کوفہ و شام نے اس حالت میں بھی ظلم و ستم سے ہاتھ نہ اٹھایا اور نماز گزاروں کی اس چھوٹی سی جماعت پر برابر تیروں کا مینہ برساتے رہے۔ یہانتک نوبت پہنچی کہ نماز تمام ہوتے ہوتے سعیدؓ ابنِ عبداللہ تمام ہوگئے۔ اور وہ شہیدِ راہِ خدا زخموں سے چور چور ہوکر زمین پر یہ کہتا ہوا گر پڑا اللّٰھمّ ابلغ نبیك عنّی السّلام وابلغہ مالقیت من الم الجراح فانّی اردتّ نصرۃ ذرّیّۃ نبیّك۔ پروردگار! اس قومِ اشقیا پر مثل قومِ عاد و ثمود کے اپنی لعنت بھیج اور میرا سلام اپنے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور اُن کی ذرّیت طاہرہ کی نصرت کی وجہ سے جو مصائب مجھ پر گذر رہے ہیں اُن سے بھی آنحضرتؐ کو مطلع فرمادے۔
جناب امام حسین علیہ السلام نے نماز ظہر سے فراغت فرماکر باقیماندہ اعوان و انصار کی جماعت درست فرمائی اور اُن لوگوں سے ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا۔

قال یااصحابی ان ھذہ الجنۃ قد فتحت ابوابھا واتّصلت انھارھا وایفعت اثمارھا وزیّنت قصورھا وتؤلّفت ولدانھا وحورھا وھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والشھداء الذین قتلوا معہ وابی وامّی یتوقّعون قدومکم ویتباشرون بکم وھم مشتاقون الیکم فحاموا عن دین اللہ وذبّوا عن حرّم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔

اے ہمارے جاںنثارو! نظر اٹھاکر دیکھو یہ بہشت کے دروازے کشادہ اور حورانِ جناں آراستہ وقصورِ بہشت پیراستہ ہیں اور قدسیانِ ملاء اعلیٰ اور غلمانِ بہشت منتظر ہیں۔ اور خود جنابِ رسالتمآب صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم بھی چشم براہ ہیں۔ اور آنحضرتؐ کے جتنے اصحاب و انصار شہید ہوچکے ہیں وہ سب آپ صاحبوں کے مشتاق ہیں۔ نیز ہماری مادرِ گرامی منزلت اور ہمارے پدرِ عالیقدر بھی تم لوگوں کے مشتاق ہیں۔ پس تم کو مناسب ہے کہ اپنے دین کی حمایت میں اپنی کوششوں کو وسیع کرو اور اپنے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم محترم سے ان دشمنانِ دین کے مظالم و جور و ستم کو دفع کرو۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اہلبیت علیہم السّلام اس وقت عجیب اضطرار و انتشار میں مُبتلا تھے۔ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کا یہ خطبہ سُنتے ہی حرم محترم سے گریہ و زاری اور فغان و اشکباری کی صدائیں بلند ہوئیں۔ بے وارث عورتوں اور معصوم بچوں کی صداہائے استغاثہ اس طرح بلند ہوئیں۔
یامعشر المسلمین یاعصبۃ المؤمنین حاموا عن دین اللہ وذبّوا عن حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وعن امامکم ابن بنت نبیّکم فقد امتحنکم اللہ تعالیٰ بنا فانتم جیراننا فی جوار جدّنا والکرام علینا واھل مودّتنا فذبّوا بارك اللہ فیکم عنّا۔
اے گروہِ مسلمانان! اے ناصرِ مؤمنان! دین خدا کی حمایت کرو۔ اور رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم محترم سے دشمنوں

کو دور کرو اور ان ظالموں کو اپنے امام سے جو تمہارے رسُول کی بیٹی کا فرزند ہے دفع کرو۔ اور یہ یقین کرلو کہ خدائے سبحانہٗ تعالیٰ اس وقت ہماری نصرت کے متعلق تمہارا امتحان لے رہا ہے تم ہمارے جدّ امجد کے مکانات میں ہمارے ہمسائے ہوگے۔ ہمارے نزدیک معزز ہوگے۔ اور ہمارے دوستوں میں شمار کئے جاؤگے۔ پس ان دشمنوں کو ہمارے سر سے دُور کر دو۔ اللہ تم کو ہماری طرف سے برکت عطا فرمائے۔

ان باقیماندہ جاں نثاروں نے جب پردگیانِ عصمت سرا کی یہ مایوسانہ صدائیں سُنیں جو انکی انتہا درجہ کی حسرت اور مایوسی کی خبر دے رہی تھیں تو سب ملکر ایک بار رونے لگے۔ اور کہنے لگے نفوسنا دون انفسکم ودماءنا دون دمائکم وارواحنا لکم الفداء واللہ لا یصل الیکم احد بمکروہ وفینا الحیوٰۃ وقد وھبنا للسیوف نفوسنا وللطیر ابداننا فلحلہ نقیکم زلف الصفوف ونشرب دونکم الحتوف فقد فاز من کسب لیوم خیرا وکان لکم من المنون مجیرا۔ اے اہلبیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہٖ وسلّم ہماری جانیں آپ کی جانوں پر تصدق اور ہمارے خون آپ کے خون پر نثار اور ہماری روحیں آپ حضرات کی روحوں پر فدا ہو جائیں۔ خدا کی قسم کوئی شخص آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب کہ ہماری جان جسموں میں باقی ہے۔ یہ یقین کرلیں کہ ہم اپنی جانیں آپ لوگوں کی راہ میں ہبہ کر چکے ہیں اور وہ تلواروں اور تیروں کے لئے وقف ہوگئی ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے اپنے جسموں کو بلائے مصیبت کی نذر کردیا ہے کہ ہم آپکی حفاظت و حراست میں کوشش کریں گے تا آنکہ شربتِ مرگ نوش کریں۔ آج کے روز خیر و فلاح اسی شخص کے لئے ہے جو اپنا سر آپ کی راہ میں قربان کردے۔ اور موت سے آپ حضرات کو بچائے۔

حضرت زہیرؑ ابن القین کی شہادت

ان کلمات کو کہہ کر پہلا شخص جس نے امام علیہ السلام سے میدانِ جنگ کی اجازت حاصل کی وہ حضرت زہیر ابن القین رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ میدانِ جنگ میں تشریف لاکر اس طرح رجز خواں ہوئے۔

انا زھیر وانا ابن القین
اذودکم بالسیف عن حسین
ابن علیؑ طاھر الجدّین
ذلک رسول اللہ غیر المین
وعن امام صادق الیقین
اضربکم ضرب غلام زین

وفی یمینی مرھف الحدین
ان حسینا احد السبطین
من عترۃ البر التقی الزین
یالیت نفسی قسمت قسمین
اضربکم حامیا عن دین
اضربکم ولا اری من شین

بالبیض والسمر الردینی

پھر اپنی تیغ شعلہ بار سے فوجِ مخالف پر حملہ آور ہوئے اور اپنی خدا داد شجاعت اور دلیری سے عمر سعد کے لشکر کے میمنہ و میسرہ کو ابتر کردیا اور دم کے دم میں بروایتِ محمد ابنِ ابیطالب ایک سَو بیس دشمنوں کو اور بروایت ابو مخنف ستّر کفار کو مار گرایا۔ اسی اثنا میں کثیر ابنِ عبداللہ شعبی اور مہاجر ابنِ اوس التمیمی نے ملکر اُن کو نیزوں اور تلواروں کی پے در پے ضربوں سے قتل کیا۔ جناب امام حسین علیہ السلام اپنے وفادار جاں نثار کی لاش پر تشریف لائے اور فرمایا لایبعدک اللہ یا زھیر ولعن اللہ قاتلک لعن الذین مسخہم قردۃ وخنازیر۔ خدائے سبحانہ وتعالےٰ تجھ کو اپنی حضوری سے دور نہ کرے اور تیرے قاتلوں پر لعنت کرے اور اُن کو بندر اور خنزیر کی صورتوں میں مسخ کرے۔

حضرت ابو ثمامہ صیداوی کی شہادت

زہیر کے بعد ابو ثمامہؒ صیداوی نے جنگ کی اجازت حاصل کرکے لشکرِ کوفہ سے مقابلہ کیا اور یہ اشعار رجز پڑھے ؎

عزاء لآل المصطفٰی وبناتہ
عزاء الزھراء النبیّ وزوجھا
عزاء لاھل الشرق والغرب کلھم
فمن مبلغ عنّی النبیّ وبنتہ

علی حبس خیر الناس سبط محمدؐ
خزانۃ علم اللہ من بعد احمد
وحزنا علی حبس الحسین مسدد
بان ابنک فی مجہد ابی محمد

سخت خونریزی واقع ہوئی۔ حضرت ابو ثمامہ نے ایک معتد بہ جماعت بے دینوں کی قتل کر ڈالی اور پھر خود بھی شہید ہوگئے۔

حضرت حجاج ابنِ مسروق موذنِ امامؑ کی شہادت

انکے بعد حجاج ابنِ مسروق جن کو اکثر مورخین نے جنابِ امام حسین

علیہ السلام کا مؤذن اور بعض نے رکاب دار بتلایا ہے۔ میدانِ جنگ میں تشریف لائے اور یہ اشعار رجز پڑھے۔

اقدم حسین هادیا مهدیا	الیوم نلقی جدک النبیا
ثم اباک ذا الندی علیا	ذالک الذی نعرفه وصیا
والحسن الخیر الرضی الولیا	واسد اللہ الشہید الحیا
وذا الجناحین الفتی الکمیا	وفاطم والطاہر الزکیا
ومن مضی من قبله تقیا	فاللہ قد صیرنی ولیا
فی حبکم قاتل الشانیا	واشہد اللہ الشہید الحیا
لتبشروا یا عترۃ النبیا	بجنۃ شرابہا مریا
	والحوض حوض المرتضی علیا

رجز کے بعد لڑائی شروع ہوئی اور پندرہ معاندین کو ان کے مرکز اصلی تک پہنچایا۔ پھر خود درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

مبارک غلام حجاج کی شہادت

شرح شافیہ میں لکھا ہے کہ مسروق میدانِ جنگ میں اپنے غلام مبارکؑ کے ساتھ آئے تھے۔ اور یہ دونوں بزرگوار باتفاق خود ہا مخالفین سے مقابلہ کرتے رہے اور ڈیڑھ سو۱۵۰ نامردوں کو قتل کرکے شہادت کے مدارج علیا پر فائز ہوئے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

یحیےؑ ابنِ کثیر کی شہادت

یحیےؑ میدانِ جنگ میں تشریف لائے اور یوں رجز خواں ہوئے ؎

ضاقت الخناق یا ابن سعد ابنه	یلقاهم الفوارس الانصار
ومهاجرین مخضبین رماحهم	تحت العجاجة من دم الکفار
خضبت علی عهد النبی محمد	والیوم تخضب من دم الفجار
خانوا حسینا والحوادث جمة	ورضوا بیزید والرضا فی النار
والیوم نشعلها بحد سیوفنا	بالمشرفیة والقنا الخطار
هذا علی ابن الادس فرض واجب	والخزرجیة وفتیة النجار

رجز خوانی کے بعد یحیےؑ نے ایسے حملے کئے کہ آن کی شجاعت و دلیری کی یادگار ہمیشہ کے لئے قائم ہو گئی۔ ابو مخنف کی اسناد سے پچاس آدمیوں کو اور محمد ابنِ ابیطالب کی اسناد سے چالیس

آدمیوں کو قتل فرمایا۔ اس کے بعد خود بھی شہید ہو گئے سلام اللہ علیہ۔

یحیےؑ ابنِ سلیم مازنی کی شہادت

ان کے بعد یحیےؑ مازنی میدانِ جنگ میں تشریف فرما ہوئے اور رجز کے یہ اشعار پڑھے ؎

لاضربن القوم ضربا فیصلا	ضربا شدیدا فی العداة معجلا
لا عاجزا فیها ولا مولولا	ولا اخاف الیوم موتا مقبلا
	لکننی کاللیث احمی اشبلا

رجز کے بعد سخت معرکہ پڑا جس میں یحیےؑ مازنی بہت سے کوفیوں کو مار ڈالا۔ ان کے محاسن خدمات کا ذکر حضرت ابن خفیرؑ ہمدانی کے احوال کے ساتھ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ آخر کار یہ سعادتمند بھی مقتول ہوکر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

حنظلہؑ ابنِ سعد الشامی کی شہادت

ان کے بعد حنظلہؑ ابنِ سعد الشامی صف سے نکل کر جنابِ امام حسین علیہ السلام کے سامنے آکھڑے ہوئے اور زخم تیر و سنان سے آپ کے جسم مبارک کی حفاظت فرمانے لگے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ جو تیر امام علیہ السلام کی طرف آتا تھا۔ یہ اسے اپنے سینہ پر لے لیتے تھے۔ اور تیغ و سنان کے جو وار فرزندِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کئے جاتے تھے۔ یہ آگے بڑھ کر انہیں اپنے بدن پر روک لیتے تھے۔ اور کہتے جاتے تھے۔

یا قوم انی اخاف علیکم مثل یوم الاحزاب مثل داب قوم نوح وعاد وثمود والذین من بعدهم وما اللہ یرید ظلما للعباد
یا قوم انی اخاف علیکم یوم التناد یوم تولون مدبرین ما لکم من اللہ من عاصم یا قوم لا تقتلوا حسینا فیسحتکم اللہ بعذاب وقد خاب من افتری۔

اے میری قوم! مجھے اندیشہ ہے کہ تم پر پچھلی امتوں کے سے دن نہ آپڑیں (یعنی) قوم نوحؑ۔ قوم عاد اور ثمود اور انکے بعد والوں

کی سی حالت نہ گزرے۔ حالانکہ خدائےتعالٰے بندوں کے حق میں ظلم نہیں چاہتا۔ اے میری قوم! مجھے تمہارے بارے میں قیامت کے دن کا بھی اندیشہ ہے جس دن تم روگرداں ہوکر چلوگے تو اُس دن اللہ کی طرف سے تمہارا بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ اے میری قوم! جنابِ امام حسین علیہ السّلام کو قتل نہ کرو۔ ورنہ خدا وندِ عالم کسی آفت سے تمہاری بیخکنی کر دیگا۔ اور جس نے جھوٹ باندھا وہ کبھی مراد کو نہ پہنچیگا۔

اصحابِ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی وفاداری اور خلوص کی نسبت تحقیق سے برابر یہی ثابت ہوتا چلا آتا ہے کہ اِن بزرگواروں پر جیسے جیسے مصائب کی شدّت ہوتی جاتی تھی۔ ویسے ویسے ان کی ہمتیں وسیع حیثیت اور مستقل ہوتی جاتی تھیں۔ جیسی جیسی خوف اور دہشت بڑھتی جاتی تھی ویسی ویسی اُنکی راسخ الاعتقادی اور ان کے خلوص میں کمال استقلال پیدا ہوتا جاتا تھا۔ جنابِ امام حسین علیہ السّلام ان کے خلوص اور ان کی عقیدت کے جوش کو ملاحظہ فرماکر ارشاد فرمانے لگے۔

یا ابن سعد رحمك الله انهم قد استوجبوا العذاب حين ردّوا عليك ما دعوتهم اليه من الحقّ ونهضوا اليك بيشتمونك واصحابك فكيف بهم الآن وقد قتلوا اخوانك الصّلحين۔

اے حنظلہؓ ابن سعد! خدائے سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت تم پر نازل ہو یقین کرلو کہ یہ قوم کی قوم عذابِ الٰہی کی سزاوار ہے۔ کیونکہ تم نے انکو اپنے پروردگار کی راہ کی طرف بُلایا لیکن اُنہوں نے تمہاری ہدایت سے سرتابی کی۔ اور تم پر حملہ آور ہوئے اور تم کو کلماتِ سخت سے یاد کیا اور تم کو اور تمہارے اصحاب وانصار کو سخت گالیاں دیں۔ جب ان لوگوں نے تمہارے نیکوکار بھائیوں کو قتل کرڈالا تو تم کو اِن لوگوں سے کیا اُمید رکھنی چاہیئے یہ ارشاد سُن کر حنظلہؓ نے عرض کی۔ کیا آپ پسند نہیں کرتے کہ میں اپنے پروردگار کے نزدیک جاؤں اور اپنے بھائیوں سے ملحق ہوجاؤں۔ امامؑ عالی مقام نے جواب دیا ضرور جاؤ۔ اور جلد اُس شئے کی طرف بڑھو۔ جو دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے اور وہ ایسی سلطنت ہے جو نہ کبھی کہنہ ہونے والی ہے اور نہ اُس کو کبھی زوال ہوگا۔ یہ سُنکر حنظلہ رضی اللہ عنہ تسلیم امامؑ کے لئے خم ہوئے اور کہنے لگے السّلام عليك يا ابن رسول الله صلّى الله عليك وعلى اهل بيتك واجمع بيننا وبينك فى الجنّة۔

یا ابن رسولؐ اللہ! آپ پر اور آپ کے اہلبیتؑ پر سلام ہو اور پروردگار ہم کو اور آپ کو بہشت میں یکجائی عطا فرمائے۔ یہ کہکر رخصت ہوئے اور فوج مخالف میں سے اکثر دشمنوں کو مار کر خود بھی شہید ہوگئے۔

عبدالرحمٰنؓ ابن عبداللہ الیزنی کی شہادت

اب یہ میدانِ جنگ میں آئے اور رجز کے یہ اشعار پڑھے ؎

انا ابن عبدالله من آل يزن	ديني على دين حسينٍ وحسن
اضربكم ضرب فتى من اليمن	ارجوا بذالك الفوز عند المؤتمن

رجز کے بعد فوجِ مخالف پر حملہ آور ہوئے اور چند مخالفین کو قتل کرکے خود بھی شہید ہوگئے۔

عمرو ابن قرظۃ الانصاری کی شہادت

یہ وہ بزرگوار تھے جو اس وقت امام علیہ السّلام کی رکاب میں حاضر رہ کر آپ کے جسمِ مبارک کو معاندین کے حرباتِ متصل سے بچاتے تھے اور حنظلہ ابن سعد کے بعد یہ خدمت اونہوں نے اپنے ذمّہ لی تھی۔ اور جو زخم ان کے بدن پر لگتا تھا امام علیہ السّلام سے غرض کرتے تھے۔ یا ابن رسول الله عليه السلام اوفيت قال نعم انت امامی فى الجنّة فاقرأ رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلّم منى السّلام واعلمه انّى فى الاثر۔ یا ابن رسولؐ اللہ! میں شرطِ جانبازی بجالایا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ تم جنّت میں مجھ سے آگے پہنچو گے۔ جب جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں پہنچنا تو میرا سلام عرض کردینا اور یہ اطلاع دیدینا کہ میں بھی عقب سے آتا ہوں۔

المختصر عمرو ابن قرظۃ الانصاری خدمتِ امامؑ سے رخصت ہوکر

میدان جنگ میں تشریف فرما ہوئے اور ذیل کے اشعار رجز میں پڑھنے لگے ؎

قد علمت کتیبة الانصار	انی سوف احمی حوزة الذمار
ضرب غلام غیر نکس شاری	دون حسین مھجتی ودار

رجز خوانی کے بعد اس شیر بیشۂ شجاعت نے اپنی تیغ صاعقہ کردار سے فوج مخالف پر شعلہ باری شروع کر دی اور کشتوں کے پشتے لگا دئے۔ آخر خود بھی شہید ہو گئے۔ سلام اللہ علیہ

جونؑ غلام ابی ذر غفاری کی شہادت

ان کے بعد جونؑ حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے غلام خدمت امام علیہ السلام میں داخل ہوئے۔ اور میدان کارزار کی اجازت چاہی اس ضعیف اور سن رسیدہ و قدیم جاں نثار کو دیکھکر آپ نے ارشاد فرمایا انت فی اذن منّی فانما تبعتنا طلبا للعافیة فلا تبتل بطریقنا۔ اے جون! تو نے اس سن میں اپنی عافیت کی غرض سے میری رفاقت اختیار کی تھی۔ پس اب تو مبتلائے رنج و مصیبت نہ ہو۔ میں تجھکو پوری اجازت دیتا ہوں کہ یہاں سے کسی طرف نکل جا۔ اس قدیم نمک خوار نے یہ سنکر وہ کلمات عرض کئے جو اس کی عدیم المثال وفاداری اور جاں نثاری کا کامل ثبوت تھے۔ فقال یا بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انا فی الرخاء الحس قصاعکم و فی الشدة اخذلکم واللہ ان ریحی لمنتن وان حسبی للئیم ولونی لاسود فتنفس علیّ بالجنة فتطیب ریحی ویشرف حسبی ویبیض وجہی لا واللہ لا افارقکم حتی یختلط ھذا الدم الاسود مع دماءکم۔ یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں نے راحت و نعمت کے وقتوں میں تو تمام عمر آپ کی کاسہ لیسی اور خدمت گذاری میں صرف کی اور آج کہ روز سختی و شدت ہے میں آپ کی رفاقت ترک کر دوں میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے بدن سے بدبو آتی ہے اور حسب نسب بھی میرا مجہول اور غیر معروف ہے اور میرا رنگ بھی سیاہ ہے کیا حضور انہی وجوہ سے نہیں چاہتے کہ میں بہشت میں داخل ہوں کہ میری بدبو خوشبو سے مبدل ہو جائے اور میری کم نسلی شرافت سے مشرف ہو جائے۔ اور میرا سیاہ رنگ سفید ہو جائے؟ خدا کی قسم میں آپ کی خدمت سے کبھی جدا نہ ہونگا۔ جب تک کہ اپنے سیاہ خون کو آپ کے خون مبارک سے نہ ملا دوں۔

اس کے ایسے پرجوش اور وفادارانہ کلام سن کر جناب امام حسین علیہ السلام نے آخر اس کو میدان جنگ کی اجازت عنایت فرمائی اور وہ میدان کارزار میں یہ اشعار رجز پڑھنے لگا۔

کیف یری الفجار ضرب الاسود	بالمشرفی القاطع المھنّد
بالسیف صلتا عن بنی محمد	اذب عنھم باللسان والید
ارجو بذاک الفوز عند المورد	من الالہ الواحد الموحّد
اذ لا شفیع عندہ کاحمد	

رجز خوانی کے بعد جون رضؓ نے فوج مخالف پر حملات گرانبار کئے اور بہت سے دشمنوں کو فی النار کر کے شہید ہو گئے۔ جناب امام حسین علیہ السلام اسکی شہادت کی خبر سن کر اس کی لاش پر تشریف لائے اور بالین سر پر کھڑے ہو کر فرمایا اللھم بیّض وجھہ وطیب ریحہ واحشرہ مع الابرار وعرّف بینہ وبین محمد وآل محمد پروردگارا! اسکے چہرہ کو روشن کر اور اس کے بدن کو خوشبودار کر اور اس کو گروہ ابرار کے ساتھ محشور کر اور درمیان اس کے اور محمدؐ و آل محمدؐ کے پوری معرفت کرا دے۔

جناب امام محمد باقر علیہ السلام اپنے والد بزرگوار جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب دس دن کے بعد دفن شہدائے کربلا کا انتظام کیا گیا تو جون کی لاش سے برابر بوئے مشک چلی آتی تھی ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

حضرت عمرو ابن خالد صیداوی کی شہادت

جون کا خاتمہ بالخیر ہونیکے بعد عمرو ابن خالد صیداوی عازم جنگ ہو کر جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے یا ابا عبد اللہ قد ھممت ان الحق اصحابی

وکرھت ان اتخلّف وابا لک وحیداً من اھلک قتیلا

یا اباعبد اللہ علیہ السّلام میں نے قصد مصمم کر لیا ہے کہ اپنے دوستوں سے جاملوں اور اس کو مکروہ سمجھتا ہوں کہ آپ سے پیچھے رہ جاؤں اور آپ کو یکہ وتنہا مقتول ہوتے دیکھوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ میں بھی تم سے بہت جلد آکر ملتا ہوں تقدّم فانّا لاحقون بلعن ساعۃ یہ سُن کر وہ سچّا جاں نثار فوجِ اشرار سے مصروفِ کارزار ہوا۔ اور پوری دادِ شجاعت دیکر اور بہت سے دشمنوں کو فی النّار کر کے درجۂ شہادت پر فائز ہوا۔ علیہ السّلام۔

حضرت سوید ابن عمرو بن ابی المطاع کی شہادت

ان کے بعد سویدؓ ابن عمرو ابن ابی المطاع نے اجازتِ حرب حاصل کی یہ بزرگوار اپنے زمانہ کے بہت بڑے زاہد عارف باللہ۔ کثیر الصّلوٰۃ اور شریف النّسل مشہور تھے۔ اور عرب میں ہر شخص ان کے ذاتی اوصاف سے پوری واقفیت رکھتا تھا۔ لشکر شقاوت اثر سے مقابل ہوئے اور اپنی جرأت و دلیری کے جوہر خوب خوب دکھلائے اور دشمنوں کی ایک معتدبہ جماعت کا کامل استیصال فرمایا۔ مگر اپنی اس کوشش میں اس درجہ زخمی ہوگئے کہ آخر گر پڑے اور دشمنوں کو یقین ہوگیا کہ یہ بالکل ختم ہوگئے۔ پھر ان سے کسی نے کچھ مزاحمت نہ کی۔ مورّخین کا بیان ہے کہ یہ اسی حالت میں اس وقت تک پڑے رہے جب تک کہ جناب امام حسین علیہ السّلام کی شہادت واقع ہوگئی۔ ان کے موزے میں ایک چھرا تھا اُسے نکال لیا اور پھر اُن بے دینوں پر حملہ کیا آخر لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔

یہی وہ واقعات ہیں جو انصار جناب امام حسین علیہ السّلام کے محاسن خدمات کو اپنی آپ مثال اور قطعی لاجواب ثابت کرتے ہیں اور یہی اسباب ہیں جن کو آپ نے روحانی علوم سے معلوم کر کے قبل از شیوعِ جنگ اپنے اصحاب کی نسبت کہدیا تھا کہ ہم اپنے باوفا اصحاب جیسے وفادار اور جاں نثار نہ کسی انبیاء کے رفقاء پاتے ہیں اور نہ کسی اولیاء کے انصار۔

حضرت قرّۃ ابن قرّہ انصاری کی شہادت

سویدؓ کے بعد قرّۃؓ اجازت لیکر میدانِ جنگ میں آئے اور یہ اشعار رجز پڑھنے لگے ؎

قد علمت حقّا بنو الغفار	وخندف بعد بنی نزار
بانّی اللیث لدی الغبار	لاضربنّ معشر الفجّار
بکل عضب ذکر بتّار	ضرباً وجیعاً عن بنی الاخیار

رھط النّبیّ سادۃ الابرار

رجز خوانی کے بعد حملہ آور ہوئے اور بہت سے لعینوں کو دارالبوار تک پہنچا کر شہید ہوگئے۔

حضرت مالکؓ ابن انس المالکی کی شہادت

ان کے بعد مالکؓ میدانِ قتال میں آکر یوں رجز خواں ہوئے ؎

قد علمت مالک والدّودان	والخندف بعد قیس عیلان
بانّ قومی آفۃ الاقران	لدی الوغا وسادۃ الفرسان
مباشروا الموت بطعن آن	لسنا نری العجز عن الطّعان
آل علیٍّ شیعۃ الرّحمان	آل زیاد شیعۃ الشیطان

اس رجز کے بعد حملہ آور ہوئے اور بہتوں کو مار کر مارے گئے۔ علامہ ابن نما صاحب مثیر الاحزان فرماتے ہیں کہ اس مقدّس مجاہد کا نام مالک ابن انس نہیں ہے بلکہ انس ابن حارث الکاہلی ہے۔

عمروؓ ابن مطاع الجعفی کی شہادت

عمروؓ ابن مطاع امام علیہ السّلام سے اجازت لیکر میدانِ نبرد میں تشریف لا کر یوں رجز خواں ہوئے ؎

انا ابن جعف وابی مطاعٗ	وفی یمینی مرھف قطّاعٗ
واسمر فی راسہ لماعٗ	یری لہ من ضوئہ شعاعٗ
الیوم قد طاب لنا القراعٗ	دون حسین الضرب والسّطاعٗ
یرجی بذالک الفوز والدّفاعٗ	عن حرّ نار حین لا انتفاعٗ

صلّی علیہ الملک المطاعٗ

رجز کے بعد حملات شروع ہوئے اکثر کوفیوں کو مار کر شہید ہوئے۔

ایک تازہ جوان شہید کی شہادت

انکے بعد ایک ایسے سعادتمند نے اجازتِ حرب حاصل کی جسکا باپ ابھی ابھی اہل کوفہ کے ہاتھوں شہید ہو چکا تھا۔ اُسکی خوش عقیدہ ماں نے اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کہا اخرج یا بنیّ وقاتل بین یدی ابن رسول اللہ علیہ السّلام۔ اے میرے فرزند! نکلکر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند کے سامنے قتل ہو جا۔ وہ مطیع اور بہادر جوان امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہو کر عازم جنگ ہوا تو جنابِ امام حسینؑ نے اُس کی طرف دیکھ کر فرمایا ھذا شابٌ قتل ابوہ ولعلّ اُمّہ تکرہ خروجہ۔ یہ ابھی جوان ہے اور ابھی ابھی اس کا باپ مارا گیا ہے شاید اس وجہ سے اِس کی ماں کو اسکا روانہ ہونا گوارا نہو۔ اُس کامل الولا نے جواب دیا یا ابن رسول اللہ علیہ السّلام میرے باپ آپ پر فدا ہوں۔ میری ماں ہی نے یہ تلوار اپنے ہاتھ سے میری کمر میں باندھی ہے۔ کہ میں آپ کی نصرت کے فرائض ادا کروں۔ یہ سُنکر جنابِ امام حسین علیہ السّلام نے اُسے رخصت کیا اور وہ صفِ جنگاہ میں آ کر یوں رجز خواں ہوا ؎

امیری حسینٌ ونعم الامیر	سرور فؤاد البشیر النّذیر
لہ طلعۃٌ مثل شمس الضّحیٰ	لہ غرّۃٌ مثل بدرٍ منیر

رجز کے بعد فوجِ مخالف پر حملہ آور ہوئے اور اپنی شجاعت کے بیش بہا اور قابل قدر جوہر دکھلا کر شہید ہو گئے۔ ان بے دینوں نے اُن کے سر کو بھی حضرت عبداللہ ابن وہب کلبی کے سر کی طرح لشکر جنابِ امام حسینؑ میں پھینکدیا۔ اُسکی غم رسیدہ ماں نے اُس کا سر اپنی گود میں اُٹھالیا اور پے در پے اُسکے بوسے لئے اور کہنے لگی۔ اے میرے بیٹے! اے میرے دل کے سرور! اے میری آنکھوں کے نور! پھر اُس سر کو سپاہِ دشمن کی طرف پھینک مارا اور اپنے قلق و اضطراب کی حالت میں فوجِ مخالف پر دوڑ پڑی اور یوں رجز خواں ہوئی ؎

انا عجوز سیّدی ضعیفۃ	خالیۃ بالیۃ نحیفۃ
اضربکم بضربۃ عنیفۃ	دون بنی فاطمۃ الشّریفۃ

فوجِ کفار سے دو بے دینوں کو مار گرایا۔ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کو اسکی خبر ہوئی تو اُس کو فوراً واپس بُلالیا۔

حضرت جنادۂ ابن حارث الانصاری کی شہادت

پھر حضرت جنادۂ جنابِ امام حسین علیہ السّلام سے رخصت ہو کر صفِ جنگگاہ میں آئے اور یہ اشعارِ رجز پڑھے ؎

انا جنادۃ انا ابن الحارث	لست بخوّار ولا بناکث
عن بیعتی حتّٰی یرثنی وارث	الیوم شلوی فی الصّعید ماکث

فوجِ شام پر حملہ آور ہوئے اور ۱۲ بے دینوں کو مار کر خود بھی شہید ہوئے۔

حضرت عمروؓ ابن جنادہ کی شہادت

اِن کے بعد ان کے صاحبزادے عمروؓ ابن جنادہ داخل جنگگاہ ہو کر ذیل کا رجز پڑھنے لگے ؎

اضق الخناق من ابن ھند وارمہ	من عامہ بفوارس الانصار
ومھاجرین مخضّبین رماحھم	تحت العجاجۃ من دم الکفّار
خضبت علیٰ عھد النّبیّ محمّدٍ	فالیوم تخضب من دم الفجّار
والیوم تخضب من دماء اراذلٍ	رفضوا القرآن لنصرۃ الاشرار
طلبوا بثارھم ببدرٍ اذا اتوا	بالمرھفات وبالقنا الخطّار
واللہ ربّی لا ازال مضاربا	فی الفاسقین بمرھفٍ بتّار
ھذا علیّ الازدیّ حقٌّ واجب	فی کلّ یوم تعانقٍ وکرارٍ

اس رجز کے بہت سے اشعار پیچھے ابن کثیر انصاری کے رجز میں اوپر لکھے جا چکے ہیں۔ ممکن ہے کہ توارد ہو گیا ہو۔ یا ناقلین اخبار نے لکھنے میں تکرار کی ہو۔ بہرحال۔ جو کچھ بھی ہو۔ عمروؓ ابن جنادہ نے فوجِ مخالف پر حملہ کیا اور بہت سوں کو فی النّار کر کے خود بھی شہید ہو گئے۔

حضرت عابسؑ ابن شبیب شاکری کی شہادت

ان کے بعد حضرت عابسؑ عازمِ نبرد ہوئے۔ یہ بزرگ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے مشہور صحابہ میں سے ہیں۔ انکی وفاداری اور جان نثاری بھی ایسی ہی لاجواب اور بے نظیر تھی۔ جو خصوصیت کے ساتھ تاریخوں میں درج ہے جسکو ہم تاریخ روضۃ الصفا اور ناسخ التواریخ کی اسناد سے تحریر کرتے ہیں کہ ایسے مصیبت ناک وقت میں عابسؑ نے اپنے غلام شوذب کو جو اُسکے باپ کا خریدا ہوا غلام تھا اور اس وقت تک اپنی وفاداری پر قایم تھا بُلا کر کہا کہ اے شوذب! اس مصیبتِ عظیم

اور اس ملاقات شدید میں تیری رائے کیا ہے اور تو نے کیا قصد کیا ہے؟ شوذب نے کہا میں تو جناب امام حسین علیہ السلام کی معیّت کا دل میں عزم مصمم کر چکا ہوں۔ اور میں اپنے لئے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رکاب میں مارا جانا بہتر سمجھتا ہوں۔ عابس نے جواب دیا کہ تیری نسبت میرا خیال پہلے سے ایسا ہی تھا۔ چلو اب ہم تم دونوں امام عالی مقام کی خدمت میں چلیں کہ وہ حضرتؑ ہم لوگوں کو بھی اور شہیدوں کی طرح شمار کر لیں اور یہ بھی یقین کر لو کہ آج کے بعد پھر کوئی ایسا دن آنیوالا نہیں ہے کیونکہ آج ہی کا وہ دن ہے کہ اگر کوئی شخص چاہے تو تحت الثریٰ سے فوق عرش تک عروج پا سکتا ہے اور اپنی جہالت کی گندی ہوئی حالت سے عزّ و جلالت کے مدارج تک پہنچ سکتا ہے پس مصلحت وقت یہی ہے کہ اس موقعہ کو کبھی ہاتھ سے نہ دینا چاہئے۔

پس شوذب کو لئے ہوئے عابس ابن شبیب رضی اللہ عنہما جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت باسعادت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا اباعبداللہ اما واللہ ما امسیٰ علیٰ وجہ الارض قریب ولا بعید اعزّ علیّ ولا احبّ الیّ منک ولو قدرت علیٰ ان ادفع عنکم الضیم او القتل بشئ اعزّ علیّ من نفسی ودمی لفعلت السلام علیک یا ابا عبداللہ اشھد انی علیٰ ھداک وھدی ابیک۔

یا اباعبداللہ (علیہ السلام) کوئی مخلوق عام اس سے کہ وہ نزدیک ہو یا دور۔ اپنا ہو یا بیگانہ اسوقت دنیا میں ایسی نہیں ہے جو میرے نزدیک آپ سے زیادہ محبوب ہو اور اگر اسوقت مجکو یہ قدرت حاصل ہوتی کہ اس ظلم و ستم اور اس جفا و بیداد کو آپ سے دور کر دوں تو قسم خدا کی میں اپنے خون اور اپنی جان کو آپ ہی کے لئے فدا کر دیتا۔ پس آپ پہ میرا اسلام ہو۔ آپ گواہ رہیں کہ میں آپکی اور آپکے والد ماجد کی شریعت پر دنیا سے انتقال کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر اور اجازت حرب لیکر داخل جنگاہ ہوئے اور الا رجل الا رجل (یعنی میرا ہم نبرد کون ہے آئے) کے نعرے بلند کرتے ہوئے حملہ آور ہوئے۔ ربیع ابن تمیم جو فوج مخالف کے آزمودہ کار دلیروں میں تھا اپنی فوج کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں اور اس کی شجاعت و دلیری کو بھی جانتا ہوں۔ اور آج سے پہلے بھی اسے اکثر معرکوں میں دیکھ چکا ہوں۔ ایھا الناس ھذا اسد الاسود ھذا ابن شبیب۔ اے گروہ مردم! یہ شیروں کا شیر ہے اور پسر شبیب ہے قسم خدا کی جو شخص اس کے مقابلہ کو نکلے گا وہ ضرور اسکی تیغ سے مارا جائیگا۔ ربیع کی یہ تقریر سنکر فوج شام میں ہر شخص عابسؓ کی شجاعت و دلیری سے خوف زدہ ہو کر اپنے اپنے مقام پر خموش ہو بیٹھا اور کسی شخص میں اتنا حوصلہ باقی نہ رہا جو عابسؓ سے رو در رو مقابلہ کرتا۔ پس عابسؓ نے دیکھ لیا کہ فوج مخالف سے میرا مقابل نہیں آتا۔ تو انہوں نے پھر ویسے ہی الا رجل الا رجل (کوئی مرد ہے جو میرے مقابلہ کو نکلے) کے نعرے بلند کرنے شروع کر دئے۔ عمر سعد لعین ان کی بڑھتی ہوئی شجاعت اور اپنی فوج کی گھٹتی ہوئی ہمت کو دیکھکر کٹ کٹ گیا۔ آخر کار اس نے یہ صلاح دی کہ عابسؓ پر دور سے پتھر پھینکے جائیں۔ اس بے غیرت سپہ سالار فوج کے حکم سے اسکے بے غیرت ہمراہیوں نے عابسؓ پر دور سے سنگ باری شروع کر دی۔ جب اس باہمت حقیقی بہادر کو اپنے بزدل مقابل والوں کی یہ کارروائی معلوم ہوئی تو اسنے ان کی بزدلی کے ثبوت اور اپنی دلیری کے اظہار میں اپنے بدن سے سلاح جنگ اتار ڈالے اور سپر پھینک کر توڑ ڈالی اور سینہ تان کر ان کی پتھروں کی بوچھاڑ کے سامنے آ کھڑے ہوئے ایک عرصہ تک ان پر پتھر پڑتے رہے اور وہ بیگناہ سنگسار ہوتے رہے مگر ان کے استقلال اور انکی بیجگری میں سر مو فرق نہیں آیا۔ جہاں کھڑے تھے وہیں کھڑے رہے اور میدان جنگ سے ایک قدم بھی جنبش نہ کی۔ پھر زخمی ہو کر انہوں نے تلوار سے مخالف کے میمنہ و میسرہ پر متواتر حملے کئے۔ ربیع ابن تمیم کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا تھا کہ عابسؓ جدھر جاتے تھے صفوں کی صفیں۔ پیروں کے پیرے اپنے سروں پر پاؤں رکھکر بھاگتے نظر آتے تھے۔ انکے انتشار و اضطرار کی بجنسہ وہی حالت ہو گئی تھی جیسی ایک بھیڑوں کے ریوڑ میں شیر کے یکایک جانے سے ہلچل پڑ جاتی ہے۔ اس شیر بیشۂ شجاعت نے دیر تک ان گرفتاران دام قضا کا شکار کھیلا۔ اور قریب قریب پچاس نامردوں کو تو تیغ بے دریغ کیا۔ بعدہٗ خود بھی جام شہادت نوش فرما کر درجۂ عالیۂ شہادت پر فائز ہوئے اور ان ہی کے ساتھ وہ باوفا غلام بھی جان بحق تسلیم ہوا۔ سلام اللہ علیہما۔

حضرات عبداللہ و عبدالرحمٰنؓ کی شہادت

یہ دونوں حضرات عروہ ابن حراق انصاری کے صاحبزادے تھے اور قبیلۂ غفار کے ممتاز لوگوں میں سے تھے۔ جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رونے لگے امام عالی مقام علیہ السلام نے انکی یہ حالت دیکھکر

استعبارفی‌یا یا بنی اخی ما یبکیکما فواللہ انی لارجوان تکونا بعد ساعتی قریری العین - اے میرے بھتیجو! تمہارے رونے کی کیا وجہ ہے۔ خدا کی قسم ایک ساعت میں تمہاری آنکھیں روشن ہونیوالی ہیں۔ اور تم ہمیشہ کے لئے کامیاب ہوجاؤ گے۔ ان دونوں سعادتمندوں نے جواب دیا کہ یا مولا! ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں۔ ہم اپنے لئے نہیں روتے۔ بلکہ خاصکر اس لئے روتے ہیں کہ اپنی آنکھوں سے آپکو ان مصائبِ عظیمہ میں گرفتار دیکھ رہے ہیں اور اس بلا کو آپ سے دفع نہیں کرسکتے۔ امام عالی مقام نے ارشاد فرمایا کہ ان مصائب پر تمہارے صبر و ضبط اختیار کرنے سے خداوند تعالی تم کو گروہ پرہیزگاران میں شمار فرمائے گا۔ اتنی تقریر کے بعد وہ دونوں بہادر میدانِ کارزار میں آئے اور بہت سے ملاعنہ کو فی النار کرکے شہید ہوگئے۔

غلام جنابِ امام زین العابدین علیہ السلام کی شہادت

اِن کے بعد جنابِ امام حسین علیہ السلام کے ایک غلام نے جس کو صاحبِ بحر اللئالی کی تحقیق میں خود جنابِ امام حسین علیہ السلام نے خرید فرمایا تھا میدانِ جنگ کی اجازت چاہی لیکن حافظ جمال الدین محدث جو اکابر علمائے اہلسنت سے ہیں۔ تاریخ روضۃ الاحباب میں تحریر فرماتے ہیں کہ اصل میں یہ غلام امام زین العابدین علیہ السلام کی ملکیت تھا اور جنابِ امام حسین علیہ السلام نے اسے خرید فرماکر اپنے صاحبزادے کو ہبہ کردیا تھا چنانچہ اسکی اذن طلبی پر امام عالی مقام نے اس سے یہی فرمایا کہ میں تیری اجازت دینے کا مجاز نہیں۔ مناسب ہے کہ تو اپنے مالک آقا سے اجازت حاصل کر۔ وہ مطیع و باوفا غلام جنابِ امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت سے رخصت لیکر داخلِ جنگاہ ہوا اور یہ رجز پڑھنے لگا ؎

البحر من طعنی وضربی یصطلی	والجو من سھمی ونبلی یمتلی
اذ احسامی فی یمینی ینجلی	ینشق قلب الحاسد المبجل

رجز کے بعد فوجِ مخالف پر حملہ آور ہوا اور بیشتر ملاعنہ کو قتل کرکے جنابِ امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگا کہ آپ میری خدمت سے راضی ہوئے؟ اِس طرح دوبارہ شرفِ زیارت سے مشرف ہوکر پھر مخالف کی فوج سے مقابل ہوا اور دیر تک مصروفِ کارزار رہا۔ اور انتہائے حرب و ضرب میں شہید ہوا جنابِ امام حسین علیہ السلام اُس کی لاش پر تشریف لائے۔ اُس باوفا کے جسم میں زمق جان باقی تھی۔ امام عالی مقام نے اُس کا سر اپنی گود میں لیلیا اور رومال سے اُسکے چہرہ سے خاک و خون پونچھنے لگے۔ اُس باوفا نے آنکھ کھول کر اور اپنے سر کو امام علیہ السلام کی آغوش میں دیکھکر ایک تبسم زیر لب کیا اور راہیِ جنت ہوا۔

حضرت یزیدؑ ابنِ زیاد ابنِ شعشا کی شہادت

اس مقدس مجاہد کے ترکش میں کل آٹھ تیر تھے۔ جن کو اُنہوں نے یکے بعد دیگرے فوجِ مخالف پر پھینکا۔ جس میں سے تین تو خالی گئے اور بقیہ پانچ تیر سے پانچ شریروں کا خاتمہ کیا گیا۔ اِس کے بعد مخالفین نے گھیر کر اِن کو شہید کر ڈالا۔

حضرت ابو عمرو نہشلی کی شہادت

حضرت ابو عمرو نہشلی۔ جن کو بعض مورخین نے خثعمی بھی لکھا ہے۔ مخالفین سے مقابل ہوئے اور اپنے پے در پے حملاتِ گرانبار سے فوجِ مخالف کو منتشر کردیا۔ مہران۔ غلام نبی کاہل جو معرکہ کارزار میں حاضر تھا۔ بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنی شجاعت و دلیری کے اظہار میں فوجِ عمر پر مثل شیر زخم خوردہ کے ٹوٹ پڑا ہے۔ اور ایک جماعتِ کثیر کو اپنی تلوار کے نیچے رکھ لیا ہے۔ جدھر جاتا ہے پرے کے پرے اور صفیں کی صفیں صاف ہوتی چلی جاتی ہیں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ابو عمرو نہشلی ہیں۔ اس طرح دادِ شجاعت دیکر جنابِ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے ؎

ابشر ھدیت الرشد تلقی احمد	فی جنۃ الفردوس تعلوا صعدا

امام علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوکر پھر فوجِ مخالف سے مقابل ہوئے اور قبیلہ تعلبیہ کے ایک شخص کے ہاتھ سے جسکا نام عامر بن نہشل تھا شہید ہوئے۔

حضرت یزیدؑ ابنِ مہاجر کی شہادت

اِن کے بعد یزیدؑ ابن مہاجر میدانِ جنگ میں تشریف لائے اور یوں رجز خواں ہوئے ؎

انا یزید و ابی المہاجر ۔۔۔ کا نّنی لیث بغیل خادر
یا ربّ انّی للحسینؑ ناصر ۔۔۔ ولابن سعد تارکٌ وھاجر

رجز کے بعد تیغ رانی میں مصروف ہوئے اور پانچ دشمنوں کو مار کر مقتول ہوئے۔

حضرت سیفؑ ابن ابی الحارث ابن سریع و مالکؑ ابن عبداللہ ابن سریع کی شہادت

ان کے بعد سیفؑ ابن ابی الحارث اور مالکؑ ابن عبداللہ ابن سریع میدان میں تشریف لائے۔ یہ قبیلہ بنی ہمدان کی ممتاز شاخ بنی حائر سے تھے۔ جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت سے رخصت مبارزت حاصل کر کے فوج مخالف سے مقابل ہوئے اور یہ دونوں بزرگوار اپنی متفقہ قوت سے جماعت منافقین پر حملہ آور ہوئے اور ان میں سے اکثر کو مار کر خود بھی درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

یہاں تک تو ہم نے ان بزرگواروں کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ جو بحارالانوار۔ ناسخ التواریخ۔ کتاب اللہوف۔ روضۃ الاحباب روضۃ الصفا اور مقتل ابومخنف وغیرہم۔ کتب فریقین میں مندرج ہیں۔ مگر دوسری مستند اور معتبر کتابوں میں اور حضرات کو بھی شہدائے کربلا کے طبقہ میں شمار کیا ہے۔ جس شخص نے فریقین کے مقتل اور تاریخ کی کتابوں کو غور سے پڑھا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کے ہمراہیوں کی تعداد میں اختلاف ضرور ہے۔ ہم شیوع جنگ کے حالات میں دکھلا آئے ہیں۔ اگر ان کی تحریر پر کوئی اعتنا نہ کی جائے تو زیارت امام منتظر عجل اللہ ظہورہٗ کی عبارت سے تغافل کیسے کیا جا سکتا ہے جس میں سب کتابوں سے زیادہ تعداد مندرج ہے۔ لہٰذا ہم کو سمجھ لینا چاہئے کہ شہدائے کربلا کی تعداد بہتر سے کم اور **ایک سو بیس** (۱۲۰) سے زائد نہیں تھی۔

بہرحال ہم اب اُن حضرات کا ذکر کرتے ہیں جن کو ملا مجلسی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب میں نہیں لکھا ہے۔ وہ یہ ہیں۔ علی ابن حر ابن یزید الریاحی۔ مصعبؑ ابن یزید الریاحی۔ مسلمؑ ابن عوسجہ کے صاحبزادے یحییٰ ابن کثیر عبدالرحمٰن ابن عروہ اصحاب میں تو یہ حضرات ہیں۔ بنی فاطمہ میں سے

علامہ المعیون نے ابراہیمؑ ابن الحسینؑ کی شہادت بھی تحریر کی ہے ان کے احوال میں یہ لکھا ہے کہ ابراہیم جناب امام حسین علیہ السلام کے صاحبزادے اپنے پدر عالی مقدار سے رخصت ہو کر میدانِ قتال میں یہ رجز پڑھتے ہوئے تشریف لائے

اقدم حسین الیوم تلقی احمد ۔۔۔ ثم اباک الطاھر المؤیدا
والحسن المسموم ذاک الاسعدا ۔۔۔ وذا الجناحین حلیف الشہدا
وحمزۃ اللیث الکمی السیدا ۔۔۔ فی جنۃ الفردوس فازوا سعدا

رجز کے بعد مصروف کارزار ہوئے۔ ایک روایت کے اعتبار پر پچاس اور دوسری روایت کے مطابق چوراسی منافقین کو مار کر خود بھی درجۂ شہادت پر ممتاز ہوئے۔ ابومخنف نے علیؑ ابن مظاہر الاسدی کی شہادت بھی تحریر کی ہے اور شرح شافیہ میں بھی ان کے حالات مندرج ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ یہ رجز پڑھتے ہوئے میدانِ کارزار میں داخل ہوئے۔

اقسمت لو کنا لکم اعدادا ۔۔۔ اوشطرکم ولیتم ارکادا
یا شرّ قوم حسبا و زادا ۔۔۔ لا حفظ اللہ لکم اولادا

پھر فوج اشقیاء پر حملہ آور ہوئے اور ستر دشمنوں کو مار کر شہید ہوئے شرح شافیہ میں آپ کے بعد معلّٰی ابنِ معلّٰی کی شہادت تحریر ہے ابومخنف کا بیان ہے کہ معلّٰی کی شجاعت اُس زمانہ میں ایسی زبان زدِ خاص و عام تھی کہ مشکل سے کوئی شخص ان کے مقابلہ کی جرأت کرتا تھا۔ میدانِ کارزار میں آ کر یوں رجز خواں ہوئے ؎

انا المعلّٰی حافظاً لاجلی ۔۔۔ دینی علی دین محمدؐ و علیؑ
ادبّ حتّی ینقضی اجلی ۔۔۔ ضرب غلام لا یخاف الوجل
ارجو ثواب الخالق الازلیّ ۔۔۔ لیختم اللہ بخیرٍ عملی

سخت معرکہ پڑا۔ بڑی لڑائی ہوئی۔ معلّٰی نے چونسٹھ منافقین کو مار گرایا۔ مشہور ہے کہ ان کی بے نظیر شجاعت دیکھ کر عمر سعد کو ایسی حیرت ہوئی کہ اُس نے حکم دیا کہ مجروح ہونے کے بعد یہ فوراً قتل نہ کئے جائیں۔ بلکہ زندہ گرفتار کر کے حاضر کئے جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا جب یہ حد سے زیادہ مجروح ہو گئے تو چاروں طرف سے اٹھا کر عمر سعد کے پاس لے آئے۔ اُس ناقدر نے ان کی شجاعت کی بڑی تعریف کر کے پوچھا کہ تم نے تو اطاعت و نصرت جناب امام حسین علیہ السلام کے تمام حقوق ادا کئے۔ اب تمہارا قتل ضرور [illegible] فوراً قتل [illegible] کی گئی۔

رحمۃ اللہ علیہ

ان کے بعد طرماحؓ ابن عدی شیرِ درندہ کی صورت فوجِ منافقین پر حملہ آور ہوئے اور اپنی شجاعت کے اظہار میں یہ رجز پڑھنے لگے۔

انی طرماح شدید الضرب	وقد وثقت بالالہ الرب
اذا انضیت فی الھیاج غضبی	یخشی فتھیتی فی القتال غلبی

علی الطغاۃ لی بذالک صلبی

رجز خوانی کے بعد ان کی تیغِ شرربار کی شعلہ افشانی شروع ہوئی۔ سخت لڑائی ہوئی۔ ۸۰ منافقین کو درکِ اسفل میں پہنچا کر طرماحؓ بھی درجۂ عظیمۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

ان کے بعد محمدؓ ابنِ مطاع لڑائی پر آمادہ ہوکر فوجِ مخالف سے مقابل ہوئے اور بیس ۲۰ نامردوں کو مار کر خود بھی شہید ہوگئے۔

ابو مخنف اور شرح شافیہ میں تحریر ہے کہ محمدؓ کے بعد جابر ابنِ عروۃ انصاری میدانِ کارزار میں تشریف لائے۔ یہ مقدس بزرگوار جنابِ رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدیم اصحابِ اخیار میں شمار ہوتے تھے۔ اور ابتداء سے لیکر انتہا تک تمام غزوات النبیؐ میں شریک رہ چکے تھے۔ کہن سالی کی وجہ سے اس وقت ان کی حالت یہ ہورہی تھی کہ بھوؤں کے اوپر کی جلد لٹک کر آنکھوں پر پردے کی طرح گر پڑی تھی۔ اسی وجہ سے یہ ہمیشہ اپنی پیشانی پر ایک قصابہ باندھے رہتے تھے۔

المختصر یہ کہن سال مگر جواں ہمت جان نثار آمادۂ پیکار ہوکر جنابِ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے۔ آپ نے انہیں دیکھکر فرمایا شکراللہ سعیک یا شیخ۔ جابرؓ مخالفین سے مقابل ہوکر ذیل کے اشعارِ رجز پڑھنے لگے ؎

قد علمت حقا بنو غفار	وخندف ثم بنی نزار
بنصرنا لاحمد المختار	یا قوم حاموا عن بنی الاطہار
الطیبین السادۃ الاخیار	صلی علیہم خالق الابرار

لڑائی آغاز ہوئی۔ اور اس معمر مجاہد فی سبیل اللہ نے اسی (۸۰) منافقین کو مار گرایا اور اس کے بعد خود بھی شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

جابرؓ کے بعد مالکؓ ابن داؤد داخلِ جنگاہ ہوکر یوں رجز خواں ہوئے ؎

الیکم من مالک الضرغام	ضرب فتیً یحمی عن الکرام
یرجوا ثواب اللہ ذوالانعام	سبحانہ من ملک علام

اس جان نثارِ حسینی نے اپنی تیغِ آبدار سے ساٹھ دشمنوں کو مار گرایا اور خود بھی شہید ہوگئے۔

مالکؓ کے بعد عبدالرحمٰنؓ ابن الکدری اور ان کے بھائی جنابِ امام حسین علیہ السلام کی خدمت سے رخصت لیکر فوجِ اعدا پر حملہ آور ہوئے اور اکثر بے دینوں کو مار کر خود بھی شہید ہوگئے۔

خواجہ احمد اعثم کوفی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ان کے بعد مالکؓ ابن اوس المالکی اجازت لے کر داخلِ جنگاہ ہوئے۔ اور اکثر دشمنوں کو مار کر خود بھی شہید ہوگئے۔

مالکؓ کے بعد انیسؓ ابن معقل الاصبحی نے اجازت لے کر عرصۂ قتال کا رخ کیا اور یہ رجز پڑھا ؎

انا انیس و انا ابن معقل	وفی یمینی نصل سیف مصقل
اعلوا بہا الہامات وسط القسطل	عن الحسین الماجد المفضل

ابن رسول اللہ خیر مرسل

بیس آدمیوں کو مار کر یہ خود بھی شہید ہوئے۔

یہاں تک تو اُن شہدائے کربلا علیہم السلام کے نام لکھے گئے ہیں۔ جو مقتل۔ تاریخ اور سِیَر کی مختلف کتابوں میں مندرج ہیں۔

اب ذیل میں ان بزرگوں کے نام لکھے جاتے ہیں جنکو سیدؒ ابن طاؤس علیہ الرحمۃ نے کتابِ لہوف میں حضرت صاحب العصر عجل اللہ ظہورہٗ کے ارشاد ہدایت بنیاد کے مطابق زیارتِ ناحیۂ مقدسہ کی اسناد سے نقل کیا ہے۔ سلیمان[1] غلام جنابِ امام حسین علیہ السلام۔ قارب[2] غلام جنابِ امام حسین علیہ السلام۔ منجح[3] غلام حضرت امام حسین علیہ السلام۔ سعد[4] ابن بشر ابن عمرو الحضرمی۔ یزید[5] ابن الحصین الہمدانی المشرقی القاری۔ عمر[6] ابن کعب الانصاری۔ عبداللہ[7] ابن عمیر الکلبی۔ انس[8] ابن کاہل الاسدی۔ شبیب[9] ابن عبداللہ النہشلی۔ حجاج[10] ابن زید السعدی۔ حوی[11] ابن مالک الضبعی۔ یزید[12] ابن ثبیت القیسی۔ قعنب[13] ابن عمرو التمیمی۔ سالم[14] غلام عامر ابن مسلم۔ زید[15] ابن معقل الجعفی۔ جندب[16] ابن حجر الخولانی۔ سعید[17] غلام عمرو ابن خالد الصیداوی۔

۱۸ سالم غلام بنی المدینۃ الکلبی - ۱۹ قاسم ابن حبیب الازدی - ۲۰ عمر ابن جندب الحضرمی ۲۱ شبیب ابن حارث ابن سریع رضی اللہ عنہم وعن جمیع اشیاعہ وموالیہ اجمعین -

شہدائے بنی فاطمہ و بنی ہاشم علیہم السّلام

ان حضرات علیہم السّلام کی تعینِ تعداد میں بھی تھوڑا سا اختلاف ہے - مگر تمام اختلاف کو جمع کرکے ان بزرگواروں کی تعداد باستثنائے جنابِ علی اصغر و عبداللہ رضیع و عبداللہ ابن حسن علیہم السّلام جو فوج مخالف سے مقابل ہوکر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے ہیں اٹھارہ سے زیادہ نہیں ہوتے - تمام تاریخوں کا اس پر اتفاق ہے کہ بنی ہاشم میں سب سے پہلے حضرت عبداللہ ابن مسلم درجۂ شہادت پر فائز ہوئے - مگر مقتل الطالبین میں علّامہ ابو الفرج اصفہانی جو اکابر علمائے اہلسنّت سے ہیں - جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ شہیدِ اوّل حضرت علی اوسط المشہور بہ حضرت علی اکبر علیہ السّلام ہیں - چنانچہ فرماتے ہیں - عن الباقر علیہ السّلام انّ اوّل قتیل من ولد ابی طالب مع الحسین علیہ السّلام علی ابنہ - ملّا باقر مجلسی علیہ الرّحمۃ نے بھی جلدِ عاشر بحار الانوار میں اس روایت کو لکھا ہے - اور زیارتِ ناحیۂ مقدسہ سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہے - اور شیخ مفید علیہ الرّحمۃ نے بھی اسی بنا پر اس روایت کو درج فرمایا ہے -

اکثر علمائے اعلام نے حضرت علی اکبر علیہ السّلام کے شہید اوّل ہونے کے سبب کو امامِ عالی مقام کے محاسنِ اخلاق کے عظیم ترین ثبوت میں لکھا ہے - حقیقت میں تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد یہ قیاس صحیح اور قرینِ واقع بھی معلوم ہوتا ہے - صاحبِ ناسخ التواریخ نے اپنی رائے جو قایم کی ہے وہ بھی قابلِ ذکر ضرور ہے اور اس سے بھی امام عالیمقام کے محاسنِ اخلاق اور ہمدردی کا سچا ثبوت ملتا ہے - وہ یہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ جوانانِ بنی ہاشم اپنی شجاعت و دلیری کے تقاضے سے اس امر کو گوارا نہیں کرتے تھے کہ اصحاب و انصار اپنی نصرت و رفاقت کے اظہار میں اُن پر سبقت لیجا سکیں - اس طرح خود جنابِ امام حسین علیہ السّلام کو بھی بنفسِ نفیس اپنی جان کی حفاظت میں اپنے عزیز و اقارب اور اولاد و اعوان کی ہلاکت اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمانا کسی طرح گوارا نہ تھا - اب سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ تاخیر امامِ عالی مقام کی آسانی و استمالت پر معاذاللہ مبنی نہ تھی - بلکہ اس میں دو مصلحتیں تھیں - اول تو یہ کہ جب جنابِ امام حسین علیہ السّلام اپنی آنکھوں سے اپنے عزیز و اقارب اور اعوان و انصار پر یہ جور و ظلم ہوتے ہوئے اور اُن کو اس مصیبت او شدت میں جان دیتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں تو آپ کے اس صبر و استقلال کا درجہ آپ کو عین الکمال تک پہنچا دے اور آپ کے لئے افزونی ثوابِ شہادت کا ذریعہ اور حصولِ قربتِ جنابِ احدیت کا بڑا وسیلہ ثابت ہو اور یہ مصیبت تن تنہا اپنی جان دیدینے سے بہت بڑھکر ہے -

دوسری مصلحت یہ ہے کہ سائر انبیا اور خاصانِ خدا کے امتحان سے عالم کی ہدایت مقصود ہے اور یہ بھی مسلّم ہے کہ ان برگزیدگانِ بارگاہ الٰہی کو اپنی اُمّت کے ساتھ اپنے عزیز و اقارب اور خویش و فرزند سے بھی زیادہ شفقت ہر وقت مدِ نظر رہتی ہے جیسا کہ حضرت آدم صفی اللہ سے لیکر جناب محمد مصطفےٰ صلےاللہ علیہ وآلہ وسلّم تک کے واقعات بتلا رہے ہیں - انہی مصالح پر نظر کرکے جنابِ امام حسین علیہ السّلام نے اپنے مقابل اور مخالفتِ اُمّت کے مقابلہ میں اس ترتیب سے پہلے اپنے اصحاب کو بھیجا اور یہ سمجھ لیا کہ اگر ان ہی تک اُنکی شقاوت و عداوت کا خاتمہ ہوگیا اور وہ راہ راست پر آگئے تو وہ ہمارے عزیز و اقارب کے خونِ ناحق کے گناہوں سے ضرور بچ جائیں گے - جو اپنی ذاتی فضیلتوں کے اعتبار سے ان بزرگواروں سے ضرور افضل تھے - اصحاب و انصار کے تمام ہو جانے کے بعد اپنے عزیز و اقارب کو انکے مقابل کیا یہ سوچکر کہ ان بیگناہوں کے خون ہمارے خونِ ناحق کے برابر نہیں ہوسکتے - اگر ان بیدینوں نے انہی کے قتل تک بس کردی تو یہ فرقۂ گمراہ کم سے کم معصوم کے خونِ ناحق کے عذاب سے جس کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا - بچ جائے گا -

بہر حال - ہمارے لائق مؤرخ کی یہ خاص رائے تھی جو ہمنے قلمبند کردی ہم کیا کوئی بھی شہدا کی تقدیم و تاخیر کا اصلی سبب نہیں تبلا سکتا - مگر ہاں

چونکہ روزِ عاشورا فریقین کے نزدیک ایک ایسے امتحان کا دن ثابت ہے جسکی نظیر نہ دنیا کے اخبارِ قدیمہ میں ملتی ہے نہ آثارِ جدیدہ میں۔ اسلئے ضرور تھا کہ امتحان دینے والا (روحی لہ الفداء) اپنے موجودہ امتحان کے تمام مدارج و منازل کو جو مستحق حقیقی کی درگاہ سے اسکے لئے مقدر اور مقرر ہوچکے تھے طے کرلے اور اُن تمام اعظم ترین مصائب کو ایک ایک کرکے شروع سے لیکر آخر تک اپنی آنکھوں سے دیکھ لے اور ان پر بکمال استقلال صبر کرلے۔ جب یہ امر تسلیم شدہ ہے تو ترتیب شہادت میں کسی شبہ کی مطلق گنجایش نہیں ہوسکتی۔

بہر حال۔ اتنا لکھ کر اب ہم حضرات بنی ہاشم اور بنی فاطمہؑ کی شہادت اپنے سلسلہ میں اُسی ترتیب سے مندرج کرتے ہیں جس ترتیب سے تاریخ اور مقاتل میں مندرج ہیں۔

حضرت عبداللہ ابنِ مسلمؑ کی شہادت

مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ بنی ہاشم میں سب سے پہلا شخص جو معرکۂ کارزار میں آیا وہ حضرت عبداللہ ابنِ مسلم تھے۔ امام ابو الفرج اصفہانی لکھتے ہیں کہ انکی والدۂ مقدسہ کا نام رقیہ بنت امیر المومنین علیہ السلام تھا۔ یہ معظمہ حضرت اُم البنینؑ کے بطن سے تھیں۔ اور حضرت عباس علیہ السلام کی حقیقی بہن تھیں۔ انکی شہادت کی تفصیل میں لکھا ہے کہ یہ مبارزت کے قصد سے جنابِ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں تشریف لائے اور اجازت کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی تمہارے باپ کی شہادت کو کتنا عرصہ گذرا ہے۔ اُن کا ماتم ابھی میرے دل سے بھولا بھی نہیں ہی بہتر ہے کہ تم لوٹ جاؤ اور اپنی ماں کا ہاتھ تھامو کہ اُس ستم رسیدہ کا کوئی سہارا نہیں ہے۔ مناسب ہے کہ اپنی غم دیدہ ماں کو ہمراہ لے کر بہت جلد اس پرآشوب مکان سے کہیں اور نکل جاؤ۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ ہماری جان آپ پر فدا ہو ہم دل کے ایسے بودے نہیں ہیں کہ اس دارِ فانی کی زندگانی کو حیاتِ جاودانی پر ترجیح دیں۔ ہم کو کامل اُمید ہے کہ آپ ہماری ناچیز جان کا ہدیہ قبول فرمائیں گے۔ جنابِ امام حسین علیہ السلام نے آبدیدہ ہوکر سر جھکا لیا اور وہ شیر بیشۂ شجاعت فوجِ مخالف کی طرف یہ رجز پڑھتا ہوا روانہ ہوا ؎

الیوم القی مسلماً و ھو ابی	وفتیۃ بادوا علی دین النبی
لیسوا بقوم عرفوا بالکذب	لکن خیار و کرام النسب

من ھاشم السادات اھل الحسب

یہ رجز پڑھکر حضرت عبداللہؑ ابنِ مسلم نے فوجِ مخالف پر حملہ کیا اور اُن کی گھنی صفوں میں سخت انتشار پیدا کیا۔ آخر کار عمرو ابنِ صبیح الصیداوی اور اسد ابنِ مالک نے اپنی متفقہ قوت سے ان کو شہید کیا۔ کہا جاتا ہے کہ عبداللہ نے عین مصروفیتِ حرب و ضرب میں اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھا اتفاقاً ایک تیر انداز کا نشانہ ایسا کامل بیٹھا کہ اس تیر کے ذریعہ سے انکا ہاتھ ان کی پیشانی سے وصل ہوگیا اور یہی سبب اوّل انکے مجروح ہونے کا اور آخر میں انکی شہادت کا باعث ہوا۔ زیارتِ ناحیۂ مقدسہ سے بھی یہی مستفید ہوتا ہے۔

حضرت محمدؑ ابنِ مسلمؑ کی شہادت

حضرت عبداللہ کے بعد حضرت محمدؑ ابنِ مسلم تشریف لائے اور مبارزت اشقیا میں تھوڑی دیر تک مشغول رہ کر ابو جرہم الازدی اور لقیط ابنِ ایاس الجہنی کے ہاتھوں سے شہید ہوئے۔

حضرت جعفرؑ ابنِ عقیل کی شہادت

ان کے بعد حضرت جعفرؑ ابنِ عقیل فوجِ مخالف کے مقابل ہوئے اور ذیل کے اشعارِ رجز پڑھنے لگے ؎

انا الغلام الابطحی الطالبی	من معشر فی ھاشم و غالب
ونحن حقاً سادۃ الذوائب	ھذا الحسین اطیب الاطائب

من عترۃ البر التقی العاقب

رجز کے بعد مصروفِ کارزار ہوئے اور پندرہ اشقیا کو مار کر بشر ابنِ حوطۃ الہمدانی کے ہاتھ سے مقتول ہوکر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اور جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام اور حمید ابن مسلم کی اسناد سے عروہ ابن عبداللہ خثعمی انکا قاتل ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن ابنِ عقیل کی شہادت

حضرت جعفر کے بعد حضرت عبدالرحمٰنؑ داخلِ رزمگاہ ہوتے۔ اور یہ اشعارِ رجز پڑھے ؎

ابی عقیل فاعرفوا مکانی	من ہاشم و ہاشم اخوانی
کھول صدق سادۃ الاقران	ھذا حسین شامخ البنیان

وسید الشیب مع الشبان

پھر فوجِ مخالف پر حملہ آور ہوئے اور ۱۷ بیدینوں کو مار کر عثمان ابن خالد الجہنی کے ہاتھوں سے شہید ہوئے۔

حضرت عبداللہؑ ابن عقیلؑ کی شہادت

حضرت عبدالرحمنؑ کے بعد حضرت عبداللہؑ داخلِ جنگاہ ہوئے اور سخت تیغ زنی کے بعد عثمان ابن اشیم الجہنی اور بشر ابن حوط القانصی کے ہاتھوں سے شہید ہوئے۔ اور بروایت حمید ابن مسلم سلیمان ابن راشد کے ہاتھ سے۔

ان کے بعد حضرت عبداللہؑ الاکبر فوجِ مخالف سے مقابل ہو کر دیر تک دادِ شجاعت دیتے رہے۔ ان کو بھی بروایت مدائنی عثمان ابن خالد الجہنی نے شہید کیا۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ ان کی شہادت ایک مرد ہمدانی کے ہاتھ سے واقع ہوئی۔

حضرت موسےٰؑ ابن عقیلؑ کی شہادت

ان کے بعد بروایت ابو مخنف حضرت موسیٰؑ ابن عقیلؑ متوجہ حرب و ضرب ہوئے اور یوں رجز خواں ہوئے ؎

یا معشر الکھول والشبان	اضربکم بالسیف والسنان
احمی عن الفتیۃ والنسوان	وعن امام الانس والجان
ارضی بذاک خالق الانسان	ثم رسول الملک المنان

اس کے بعد تیغ شعلہ بار سے اُس فوجِ دریا موج پر حملہ کیا اور ۷۰ آدمیوں کو مار گرایا۔ ازاں بعد خود بھی شہید ہوئے۔

علامہ ابو الفرج اصفہانی نے حضرت عقیلؑ کے ایک صاحبزادے کا نام حضرت عونؑ ابن عقیلؑ بھی لکھا ہے اور اُن کو بھی شہدائے کربلا میں داخل کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مسلمؑ کے علاوہ حضرت عقیل کی نو اولادیں کربلا میں شہید کی گئی ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱ جعفرؑ ابن عقیلؑ۔ ۲ عبدالرحمنؑ ابن عقیلؑ۔ ۳ عبداللہ ابن عقیلؑ ۴ موسےٰ ابن عقیلؑ۔ ۵ عونؑ ابن عقیلؑ۔ ۶ علی ابن عقیلؑ۔ ۷ محمدؑ ابن سعید ابن عقیلؑ۔ ۸ جعفرؑ ابن محمد ابن عقیلؑ۔ ۹ احمدؑ ابن محمدؑ ابن عقیل علیہ السلام۔

چنانچہ اس تعداد کی تصدیق اُس مرثیہ سے بھی ہوتی ہے جس کو سراقہ باہلی نے مصائب کربلا کے متعلق لکھا ہے۔

تسعۃ منہم لصلب علیؑ	قد ابیدوا و تسعۃ لعقیل

تاریخ مسعودی میں یہ شعر مسلم ابن قتیبہ غلام بنی ہاشم کی طرف منسوب ہے۔

حضرت جعفرؑ ابن ابیطالبؑ کی اولاد کی شہادت

محمدؑ ابن عبداللہؑ ابن جعفرؑ طیار کا قتل ہونا

ان بزرگواروں میں سب سے پہلے محمدؑ ابن عبداللہؑ ابن جعفرؑ نے قصدِ مبارزت کیا اور یہ رجز پڑھتے ہوئے فوجِ مخالف سے مقابل ہوئے۔

نشکو الی اللہ من العدوان	قتال قوم فی الردی عمیان
قد ترکوا معالم القرآن	ومحکم التنزیل والتبیان

واظہروا الکفر مع الطغیان

سخت معرکہ پڑا اور اس شیر بیشۂ شجاعت نے دم کے دم میں ۱۰ بیدینوں کو مار گرایا۔ بعد اس کے عامر ابن نہشل التمیمی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

حضرت عونؑ ابن عبداللہؑ ابن جعفر کی شہادت

ان کے بعد حضرت عونؑ ابن عبداللہ ابن جعفرؑ میدان کارزار میں تشریف لائے اور ذیل کے اشعار رجز پڑھنے لگے۔

ان تنکرونی فانا ابن جعفرؑ	شہید صدق فی الجنان الازہر
یطیر فیہا بجناح اخضر	کفی بہذا شرفاً فی المحشر

ان سے بھی سخت معرکہ پیش آیا اور اس بہادر نے تیس ۳۰ سوار اور

آٹھ پیادوں کو مار گرایا۔ پھر عبداللہ ابن بطۃ الطائی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ اکثر مؤرخین نے حضرت جعفر طیار کی اولاد میں عبیداللہؓ کو بھی شہداء میں شمار کیا ہے۔ مگر ان کے حالات مفصل معلوم نہیں ہوئے۔

اولادِ جنابِ امام حسن علیہ السلام کی شہادت

حضرت قاسمؑ ابنِ حسن علیہ السلام کی شہادت

حضرت جعفرؓ ابنِ ابیطالب علیہ السلام کی اولاد کے بعد فرزندانِ جنابِ امام حسن علیہ السلام کی باری آئی۔ آپ کے بیسؔ بیٹوں میں سے سات بیٹے معرکۂ کربلا میں شریک تھے۔ از آنجملہ پانچ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اُن شہداء میں سے پہلے حضرت قاسمؑ ابن الحسن علیہ السلام نے میدانِ حرب کا قصد کیا اور رخصت طلبی کی غرض سے اپنے عمّ بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جنابِ امام حسین علیہ السلام نے ان کی طرف نگاہِ یاس سے دیکھا۔ اور بے اختیار ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اُن کی گردن میں ڈالدیئے۔ اور یہ دونوں حضرات ایسا روئے کہ دیکھنے والے ان کی بےتابی کو دیکھ کر بے اختیار رونے لگے۔

حضرت قاسمؑ کو جب رونے سے فراغت ہوئی تو پھر اجازتِ حرب کے لئے استدعا فرمائی اور امامِ عالی مقام نے پھر انکار کر دیا۔ تاریخیں بیان کرتی ہیں کہ وہ جوانِ نورس آپ کا انکاری جواب سُن کر اس قدر رویا۔ اور پائے اقدسِ امام علیہ السلام کے اتنے بوسے لئے اور اتنی لجاجت وسماجت کی کہ آخر جنابِ امام حسین علیہ السلام کو رخصت کرنا پڑا۔

المختصر۔ وہ بہادر جوان یہ رجز پڑھتا ہوا جنگگاہ میں داخل ہوا ؎

ان تنکرونی فانا ابن الحسنؑ | سبط النبی المصطفیٰ والمؤتمن
ھٰذا الحسینؑ کالاسیر المرتھن | بین اناس لاسقوا صوب المزن

حضرت قاسم ابنِ حسن علیہما السلام کی شجاعت و دلیری کو دیکھکر فوجِ مخالف پر کچھ ایسی ہیبت چھائی کہ کسی کو مقابلے کی جرأت ہو سکی۔ شرح شافیہ میں لکھا ہے کہ عمر ابنِ سعد جس کو ہزار آدمی کی برابر سمجھتا تھا اُسکو ان کے مقابلے کیلئے بھیجتا تھا۔ اور وہ اِنکی تیغ شرر بار سے مقتول ہو کر زمین پر آ رہتا تھا۔ غرض اس طرح تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت قاسم ابنِ حسن علیہ السلام نے ستّر آدمیوں کو اپنی تیغ بیدریغ سے مار گرایا۔ انہی لوگوں میں ازرقِ شامی اور اُسکے چاروں بیٹوں کی لڑائی نہایت مشہور ہے۔ حمید ابنِ مسلم کا بیان ہے کہ میں عمر سعد کی فوج میں تھا کہ سعد ابنِ عروہ ابنِ نفیل نے مجھ سے کہا کہ تم دیکھتے رہو میں اس جوانِ رعنا پر حملہ کر کے اسکو مار گراتا ہوں۔ میں نے کہا یہ تو کیا کہتا ہے اگر یہ جوان تو خواستہ اپنی تلوار کا وار بھی کرے تاہم میں تو اُس کے حسن وجمال کے لحاظ سے کبھی اس پر ہاتھ نہ اُٹھاؤں۔ تجھ کو اس سے ایسی کیا عداوت ہے کہ اس جوانِ رعنا کے قتل میں تو تنہا کوشش کرنے کو آمادہ ہے۔ اُس نے میری یہ سفارشانہ تقریر سُن کر کہا کہ میں تو ہرگز تیری بات نہ مانوں گا۔ یہ کہکر وہ شقیِ ازلی حضرت قاسمؑ کی کمین گاہ میں جا لگا اور موقعہ پا کر اپنی تلوار کی ضرب سے حضرت قاسمؑ کے فرقِ مبارک کو دو پارہ کر دیا۔ وہ اس زخمِ کاری سے بیتاب ہو کر زمین پر گر پڑے۔ اور اپنے عمّ نامدار کو یوں پکارے کہ یا عمّاہ ادرکنی۔ جنابِ امام حسین علیہ السلام اپنے پیارے بھتیجے کی صدائے استغاثہ سُن کر فائت درجہ کی بیتابانہ حالت میں دوڑے اور اُس کے قریب پہنچے اور فوجِ اشقیاء کے اُس گروہ پر حملہ آور ہوئے جو لاشِ قاسمؑ کو گھیرے کھڑے تھے۔ عمر ازدی جوان کا قاتل تھا اُس پر امامؑ عالی مقام نے لپک کر ایسا وار کیا کہ اُسکا سیدھا ہاتھ شانہ سے علیحدہ ہو گیا۔ اُس کے ہمراہی اُس کو لیکر اپنی فوج میں چلے گئے۔ اور جب وہ میدان دشمنوں سے خالی ہو گیا تو آپ نے حضرت قاسمؑ ابنِ حسن علیہما السلام کی لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے بالکل چور چور پایا۔ پیارا بھتیجا اس حالت میں نظر آیا کہ اُس کے دونوں پاؤں زمین پر کھنچ رہے تھے یہ قیامت کا عالم آپ کی آنکھوں سے نہ دیکھا گیا۔ بے اختیار ہو کر فرمایا یعزواللہ علی عمّک ان تدعوہ فلا یجیبک او یجیبک فلا یغنیک او یغنیک فلا یغنی عنک۔ قسم بخدا تیرے چچا پر یہ بات بہت گراں ہے کہ تو مدد کے لئے پکارے اور میں نہ پہنچوں۔

اور تیری مدد نہ کرسکوں پہنچوں تو تیری کوئی اعانت نہ کرسکوں اور اعانت بھی کروں تو وہ مفید اور کارگر نہ ہو
خدا اُس قوم کو اپنی رحمت سے دور کرے جس نے بچہ کو قتل کیا۔
اس کے بعد آپ جوان اور مُیر ارمان بھتیجے کی لاش خیمہ اقدس میں اٹھالائے اور فرمانے لگے۔ صبرا یا بنی عمومتی صبرا یا اھلبیتی لا رایتم ھوانا بعد ذلک الیوم ابدا - اے اہلبیت ہمارے اور اے بنی اعمام ہمارے صبر کرو کیونکہ آج کے بعد سے پھر ہمیشہ تک تم کو کوئی رسوائی اس سے زیادہ پیش آنے والی نہیں ہے پھر اُس لاش کو صفِ ماتم میں رکھکر جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی - اللھم ان کنت حبست عنا النصر فی دار الدنیا فاجعل ذلک ذخوالنا فی الاخرۃ وانتقم لنا من القوم الظٰلمین پروردگار عالم! اگر تونے دنیا میں ہماری اعانت و نصرت مناسب نہ جانی تو آخرت میں تو ہمارے لئے ان اعانتوں کو ذخیرہ فرمائیو اور ان ظالموں سے بدلہ لیجیو۔

حضرت عبداللہ الاکبر ابن حسن کی شہادت

حضرت قاسمؑ کے بعد حضرت عبداللہ میدان کارزار میں تشریف لاکر یہ رجز پڑھنے لگے

ان تنکرونی فانا ابن حیدرہ	ضرغام اجام ولیث قسورۃ
علی الاعادی مثل ریح صرصرہ	اکیلکم بالسیف کیل السندرہ

رجز خوانی کے بعد جانبین سے گرانبار حملے ہوئے۔ اس شیر میدان وغا نے چودہ سواروں کو ٹکڑے ٹکڑے میدان جنگ میں اپنی نوکِ شمشیر سے چن لیا اور پھر خود بھی ہانی ابن ثبیت حضرمی کے ہاتھوں سے شہید ہوئے۔
علامہ ابوالفرج اصفہانی نے جناب امام محمد باقرؑ علیہ السلام کی اسناد سے حرملہ ابن کاہل اسدی کو انکا قاتل بتلایا ہے۔ جناب امام حسن علیہ السلام کے یہی صاحبزادے عبداللہ اکبر مشہور تھے اور انہی کی کنیت ابوبکر تھی اور یہ جناب قاسمؑ سے سن میں بڑے تھے۔ مگر زیارت ناحیہ مقدسہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ انکی کنیت ابوبکر نہیں تھی بلکہ وہ ایک علیحدہ بزرگ تھے اور انکو عبداللہ ابن عقبۃ الغنوی نے تیر سے شہید کیا۔ انکی مادرِ گرامی قدر کو بعض محدثین نے اُمِ ولد لکھا ہے اور بعض نے ان کا نام نفیلہ لکھا ہے۔ ملا مجلسی علیہ الرحمۃ نے بھی اسی بیان کی تصدیق فرمائی ہے اور ابو مخنف نے بھی مقتل میں اسی کی تائید کی ہے۔

حضرت احمد ابن حسن کی شہادت

ابو مخنف نے مقتل میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ کے بعد حضرت احمد ابن حسن علیہ السلام میدانِ کارزار میں یہ رجز پڑھتے ہوئے تشریف لائے ؎

انی انا نجل الامام ابن علیؑ	اضربکم بالسیف حتی یفلل
نحن و بیت اللہ اولی بالنبیؐ	اطعنکم بالرمح وسط القسطل

رجز خوانی کے بعد معرکہ آرائی شروع ہوئی اور اس شہسوارِ میدانِ شجاعت نے اپنے حملاتِ گرانبار سے مخالف کے میمنہ و میسرہ میں سخت انتشار پیدا کردیا۔ اور بہتوں کو تلوار کے گھاٹ اتار کر پیاس کی سخت بیتابی میں اپنے عمِّ نامدار کی خدمت میں واپس آکر عرض کی یا عماہ ھل شربۃ من الماء ابرد بھا کبدی واتقوی بھا علی اعداء اللہ ورسولہ چچا جان! کیا آپ تھوڑا سا پانی مجھے نہیں پلا سکتے کہ میرے کلیجہ میں ٹھنڈک پہنچے۔ اور جس کی وجہ سے مجکو ان دشمنانِ خدا و رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برخلاف تقویت حاصل ہو۔
جنابِ امام حسین علیہ السلام نے عجیب یاس سے جواب دیا یابن الاخ اصبر قلیلا حتی تلقی جدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیسقیک شربۃ من الماء لا تظمأ بعدھا ابدا۔ اے بھتیجے تھوڑی دیر اور صبر کرو۔ اسکے بعد تمہارے جدِ بزرگوار ایسا سیراب کرینگے کہ پھر تم کو اس کے بعد کبھی پانی کی خواہش ہوگی۔
پسرِ ساقی کوثر کی یہ تقریر سنکر احمد ابن حسنؑ کو کافی اطمینان ہوگیا۔ اور وہ پھر ذیل کا رجز پڑھتے ہوئے فوجِ مخالف کی طرف واپس آئے۔

اصبر قلیلا فالمنی بعد العطش	فان روحی فی الجھاد تنکمش
لا ارھب الموت اذا الموت وحش	ولم اکن عند اللقاء ذا رعش

یہ ارشاد فرماکر پھر قومِ اشقیا پر حملہ آور ہوئے اور اپنی تیغ شرربار سے پچاس سواروں کو مار گرایا اور اپنی شجاعت و دلیری کی مفاخرت میں یہ اشعار پڑھے۔

الیکم من بنی المختار ضربا	یشیب لھولہ راس الرضیع
یبید معاشر الکفار جمعا	بکل مھند عضب قطیع

پھر فوجِ مخالف پر حملہ آور ہوئے اور اب کی بار بھی ساٹھ سواروں کو تہ تیغ بیدریغ کیا۔ جملہ اکیسو دس ۱۱۰ بیدینوں کو مار کر خود بھی

درجۂ علیۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

فرزندانِ جناب امیر المومنین علیہ السّلام کی شہادت

پسرانِ جنابِ امام حسن علیہ السلام کے شہید ہوجانیکے بعد جنابِ امیرالمومنین علی ابیطالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کا خاتمہ ہونے کی نوبت آئی اور ان میں سب سے پہلے عبد اللہ ابنِ علی علیہما السّلام تشریف لائے۔

حضرت عبداللہ ابنِ علی علیہ السّلام کی شہادت

سب سے پہلے حضرت عبد اللہ ابنِ علی علیہما السّلام تشریف لائے ان کی والدۂ ماجدہ کا نام اُمّ البنین تھا۔ اور یہ بزرگوار حضرت عباس علیہ السّلام کے حقیقی بھائی تھے۔ انکی کُنیت ابو محمد تھی۔ حضرت عباس نے پہلے جنابِ امام حسین علیہ السلام کی خدمت سے انہی کو میدانِ جنگ کی رخصت دلوائی۔ اور یہ اشعار رجز پڑھتے ہوئے فوجِ مخالف کی طرف متوجہ ہوئے ؎

انا ابن ذی النجدۃ والافضال	ذالک علی الخیر ذوالفعال
سیف رسول اللہ ذوالنکال	فی کل قوم ظاهر الاهوال

دیر تک اپنے حملات گرانبہا سے فوجِ اعدا کو منتشر کرتے رہے اور آخر کار ہانی ابنِ ثبیت الحضرمی نے فرصت پاکر اُن کو قتل کیا۔

حضرت جعفر الاکبر ابنِ علی علیہ السّلام کی شہادت

اب کی بار یہ فوجِ اشقیاپر حملہ آور ہوئے اور یہ اشعار رجز پڑھنے لگے۔

انی انا جعفر ذوالمعالی	ابن علی الخیر ذی النوال
حسبی لعمی شرفا وخالی	احمی حسینا ذالندی المفضال

رجز خوانی کے بعد تیغ آبدار کی شعلہ افشانی ہوئی۔ ہانی ابنِ ثبیت الحضرمی نے انکو بھی شہید کر ڈالا۔

حضرت عثمان ابنِ علی علیہ السّلام کی شہادت

ان کے بعد حضرت عثمان ابنِ علی علیہما السّلام تشریف لائے اور یہ رجز پڑھنے لگے۔

انی انا عثمان ذوالمفاخر	شیخی علیّ ذوالفعال الطاهر
وابن عم النبی الطاهر	اخی حسین خیرۃ الاخائر
وسید الکبار والاصاغر	بعد الرسول والوصی الناصر

ان کو خولی بن یزید الاصبحی نے شہید کیا۔

حضرت محمد الاصغر کی شہادت

حضرت عثمان کے بعد حضرت محمد الاصغر میدانِ جنگ میں تشریف لائے یہ بزرگوار حضرت اُمِ ولد کے بطن سے تھے۔ انہوں نے اپنی شجاعتِ ذاتی سے ایک معتدبہ دشمنوں کی جماعت کا خاتمہ کردیا۔ اس کے بعد قبیلۂ بنی تمیم کے ایک ظالم نے ان کو شہید کردیا۔

حضرت عون ابنِ علی کی شہادت

حضرت محمد الاصغر کے ایسا حضرت عون ابنِ علی کا بھی حال ہے۔ فریقین میں سے کسی نے انکو شہدائے کربلا میں شمار نہیں کیا ہے اور نہ انکی شہادت کے حالات کو قلمبند کیا ہے۔ مگر حافظ جمال الدین صاحب روضۃ الاحباب نے جو اعظم ترین علمائے اہلسنت سے ہیں۔ انکی شہادت کو بڑی تفصیل کیساتھ درج کیا ہے۔ چونکہ صاحب ناسخ التواریخ نے انکی اسناد پر اعتبار کرکے یہ واقعات اپنی تاریخ میں درج کئے ہیں۔ اس لئے ہم ان دونوں جلیل القدر مورخین کی اقتدار کو اپنے لئے مناسب سمجھکر ان کی شہادت کے تفصیلی حالات کو ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

حضرت عون ابن علی علیہ السلام اسما بنت عمیس کے بطن سے تھے اور حضرت محمد حنفیہ کے بعد اور بھائیوں میں سب سے بڑے تھے اور شجاعت و دلاوری کے اوصاف میں اپنے والد بزرگوار کی یادگار تھے، معرکۂ کربلا میں شریک تھے۔ اپنے جوشِ شجاعت کے تقاضے سے بیتاب ہوکر اپنے برادر بزرگوار کی خدمت میں آکر کہنے لگے کہ آپ اجازت دیں تو میں تنہا اس فوج کثیر میں گھس جاؤں۔ جنابِ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ایسا نہ کرو۔ بلکہ بہتر ہے کہ مثل اور دلیرانِ سرفروش کے اپنا مبارز اور مقابل طلب کرو۔ اور اپنی شجاعت و دلیری کے جوہر دکھلاؤ۔ جنابِ امام حسین علیہ السلام کے جناب بد اس شیر دل بہادر نے عرض کی کہ جس کے سر میں ہوائے سرفروشی جانبازی سمائی ہوئی ہو وہ فوج کی کمی بیشی کی طرف [illegible] فرماکر متوجہ قتال ہوئے۔ اور اپنی تیغ شرربار سے میمنہ و میسرہ فوج

کو منتشر کر دیا۔ اور بہت سے بے دینوں کو دم کے دم میں بیدم کر دیا۔ دو ہزار آدمیوں نے مل کر اُن کا محاصرہ کر لیا مگر وہ شیر بیشۂ شجاعت اُن آہنی دیواروں کو توڑتا ہوا باہر نکل آیا۔ اور امام عالیمقام کی خدمت میں حاضر ہو کر رکاب مبارک پر بوسے دیئے اور پائے اقدس کو آنکھوں سے لگایا۔ آپ نے اُن کی اس دلیری و ہمت کی بڑی تعریف فرمائی اور ارشاد کیا کہ بھائی تم اب مجروح ہو گئے ہو۔ مناسب ہے کہ تھوڑی سی دیر پھر آرام لیلو۔ اس جانباز اور سرفروش ازلی نے عرض کی کہ میری دلی خواہش تو یہی تھی کہ آپکی خدمت میں حاضر ہو کر ایکبار اور زیارت کی سعادت سے مشرف ہو لوں۔ مناسب نہیں ہے کہ اب لڑائی سے منہ موڑوں اور سرفروشی و جانبازی کے خیالات کو چھوڑ دوں۔ اسوقت پیاس کا سخت صدمہ بڑھتا جاتا ہے مجکو جلد رخصت فرمائیے کہ میں آپکے حقوق سے جلد ادا ہو جاؤں جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا تمہاری سواری کا گھوڑا بہت خستہ ہو گیا ہے دوسرا گھوڑا بدل لو۔ المختصر دوسرا گھوڑا بدلکر حضرت عونؑ ابن علی علیہ السلام پھر عرصۂ کارزار میں تشریف لائے اور پھر ویسے ہی گرانبار حملات فوج اشقیاء پر کرنے لگے۔ اور اسکی بار بھی بہت سے کوفیوں کو تہ تیغ کر ڈالا ان میں سب سے زیادہ صالح بن سیار کا مقابلہ ذکر کے قابل ہے۔ صالح ابن سیار نے جناب امیر المؤمنین علیؑ ابن ابیطالب کے زمانہ خلافت میں شراب پینے کے جرم میں حدّ شرب خمر کی سزا پائی تھی۔ اور اتفاق سے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے عونؑ ہی کو اسکی سزا دہی پر معین فرمایا تھا۔ صالح کو وہ دن اب تک یاد تھا۔ حضرت عونؑ سے مقابل ہو کر معاوضہ طلب کرنے لگے۔ اور آتے ہی حضرت عونؑ کے روبرو بیہودہ گوئی شروع کر دی جسے سُنکر آپ اپنے آپے میں نہ رہے اور ایسی تیزدستی سے کام لیا کہ پھر وہ منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکال سکا اور گھوڑے سے زمین پر گر کر اپنے خون میں آپ ہی لوٹنے لگا۔ صالح کا بھائی بدر ابن سیار بھائی کا بہتا ہوا خون نہ دیکھ سکا۔ اپنے بھائی کے قصاص میں حضرت عونؑ پر حملہ آور ہوا مگر اس بہادر نے اُسکو بھی اُسکے بھائی کے پاس پہنچا دیا۔ اسی اثناء میں خالد ابن طلحہ کو موقعہ مل گیا۔ اُس نے حضرت عونؑ علیہ السلام کے فرق مبارک پر اپنی تلوار سے ایسی گہری ضرب لگائی کہ وہ مجاہد فی سبیل اللہ تیورا تا ہوا گھوڑے سے زمین پر گر پڑا۔ اور بسم اللہ و باللہ و علی ملۃ رسول اللہ فرماتے ہوئے اعلیٰ علیین جنت کی طرف متوجہ ہوئے۔

حضرت عباس علمبردار کی شہادت

حضرت عونؑ کے مارے جانیکے بعد حضرت عباس علیہ السلام میدانِ کارزار میں تشریف لائے۔ ہم ان کے حالات کسی قدر تفصیل سے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ علامہ کمال الدین علی ابن طلحہ الشافعی کتاب عمدۃ المطالب فی نسب آل ابیطالب میں تحریر کرتے ہیں۔

العباس ابن علی ابن ابیطالب علیہما السلام یکنّی بابی الفضل و یلقب بالسقّاء لانہ استسقی الماء لاخیہ الحسین یوم الطف وقتل دون ان یبلغہ ایّاہ وقبرہ قریب من الشّریعۃ حیث استشہد وکان صاحب رایۃ الحسین علیہ السّلام اخیہ فی ذٰلک الیوم الی ان قال وقتل ولہ اربع وثلثون سنۃ وامّہ وام اخوتہ عثمان وجعفر وعبد اللہ ام البنین بنت حزام ابن خالد بن ربیعہ وان امیر المؤمنین علیاً قال لاخیہ عقیل وکان نسابۃ عالما بانساب العرب واخبارھم انظر الی امرأۃ قد ولدتھا الفحولۃ من العرب لاتزوّجھا فتلد لی غلاما فارسا فقال لہ تزوّج ام البنین الکلابیۃ فانّہ لیس اشجع من آبائھا تزوّجھا۔

کتاب عمدۃ المطالب میں جو نسب اولادِ ابیطالب میں لکھی گئی ہے تحریر ہے کہ ان کا نام عباسؑ تھا اور کنیت ابو الفضل تھی۔ اور لقب سقّا تھا اسلئے کہ یہ اپنے بھائی جناب امام حسین علیہ السلام کے واسطے بروز عاشورا پانی لائے تھے۔ اور شہید ہو گئے۔ بدون اس کے کہ وہ پانی اپنے بھائی کی خدمت میں پہنچا سکیں۔ قبر اُن کی دریائے فرات کے اُس گھاٹ سے قریب ہے جہاں آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ اور اپنے بھائی جناب امام حسین علیہ السلام کے علمبردار تھے اور اس دن تک ان کا سن چونتیس ۳۴ برس کا تھا۔ اور اُن کی مادر گرامی اور اُن کے بھائی عثمانؑ جعفرؑ اور عبداللہؑ علیہ السلام کی ماں اُم البنینؑ بنت حزام ابن خالد ابن ربیعہ تھیں۔ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے ایک دن اپنے بھائی عقیلؑ سے جو بڑے نسّاب تھے اور اہل عرب کے انساب کو خوب جانتے تھے اور انکے اخبار کو خوب جانتے تھے فرمایا تھا کہ بھائی عقیل ایک ایسی عورت تلاش کرو جسکے باپ دادا اور سب لوگ بہادرانِ عرب سے ہوں کہ میں اُس سے نکاح کروں تاکہ اُس عورت سے میرا ایک ایسا لڑکا پیدا ہو جو اپنے زمانہ کا بہت بڑا بہادر ہو۔ حضرت عقیل نے فرمایا کہ

آپ اُمّ البنینؑ کلابیّہ سے نکاح کریں۔ اُن کے آباؤ اجداد سے زیادہ عرب میں کوئی شجاع نہیں ہے۔

پھر ذیقدر مصنف اپنی معتبر تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں روی الشیخ ابو نصر البخاری عن المفضل ابن عمرو انّہ قال قال الصّادق جعفرؑ ابن محمدؑ کان عمّنا العبّاس ابن علی علیہما السّلام نافذ البصیرۃ صلب الایمان جاھد مع ابی عبد اللہ و ابلی بلاءً حسنا و مضیٰ شھیدا۔ شیخ ابو نصر بخاری نے مفضل ابنِ عمرو سے روایت کی ہے کہ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا ہمارے چچا عباس ابن علی علیہما السّلام معرفتِ الٰہی میں کامل تھے اور حق و باطل کی پوری تمیز رکھنے والے تھے اور ایمان میں بڑے پختہ تھے۔ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے ہمراہ اُنہوں نے جہاد کیا اور امتحانِ الٰہی میں پورے اُترے اور درجۂ شہادت پر فائز ہو کر شہید ہوئے۔ جنابِ امام حسین علیہ السّلام اور حضرت عباسؑ کے فیما بین ابتداء سے لیکر اسوقت تک جو سلوک و محبّت کے اصول قائم تھے وہ ایسے عدیم النظیر ہیں جن کو ہم موجودہ زمانہ کی مثالوں میں نہیں دکھلا سکتے۔ اگر جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی اپنے اس چھوٹے بھائی پر شفقت و عنایت لاجواب تھی تو حضرت عباس علیہ السّلام کی اطاعت و رفاقت بھی اپنا نظیر نہ رکھتی تھی۔ اگر امامؑ عالی مقام کی دلجوئی اور دلداری قابلِ تعریف ہے تو اس مطیع اور فرمانبردار بھائی کی جان نثاری اور فرمانبرداری بھی لائق یادگار رہے۔ مشہور ہے کہ حضرت عباس علیہ السّلام نے تمام عمر امامؑ عالی مقام کو کبھی بھائی کہکر نہ پکارا۔ جب پکارا تو سیّد۔ آقا اور مولا کے تعظیمی اور تخصیصی القاب سے یاد کیا۔ حضرت عباس علیہ السّلام کا یہ خلوص اپنے پدر بزرگوار جنابِ امیر المومنین علی ابنِ ابیطالب علیہما السّلام کی اُس عقیدت سے بالکل مطابق ہے جو اُنکو جنابِ رسالتمآب صلّے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاصل تھی۔ اور وہ بھی یہ فرمایا کرتے تھے۔ انّی عبد من عبید رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم جنابِ امام حسین علیہ السّلام بھی اِن کو اُسی نظر سے دیکھتے تھے جس نگاہ سے جنابِ رسالتمآب صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم جنابِ علی مرتضیٰ علیہ التحیّۃ والثّنا کو دیکھتے تھے۔ جس طرح جنابِ امیر المومنین علیہ السّلام نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کنارِ عاطفت میں پرورش پائی تھی۔ اُسی طرح حضرت عباسؑ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی آغوشِ شفقت میں پلے تھے۔ جن لوگوں نے اسلامی سیرتوں کے مخزن دیکھے ہیں وہ کثرت سے ایسے واقعات حضرت عباسؑ کے حالات میں پاتے ہیں۔ اُنہیں سے چند واقعات ہم بھی لکھدیتے تو بیجا نہ ہوتا۔ مگر افسوس ہے کہ خوفِ طوالت مانع ہے بہرحال حضرت عباس علیہ السّلام کی شجاعت مانی ہوئی بات ہے۔ جسکو تمام اہلِ عرب نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ ذاتی وجاہت کی یہ صورت تھی کہ عرب کے تمام لوگ ان کو **قمر بنی ہاشم** کے ممتاز خطاب سے یاد کیا کرتے تھے۔ آپ اِس قدر جسیم اور کشیدہ قامت تھے کہ سواری کے وقت اگر رکابیں نکال دی جاتیں تو پائے اقدس زمین سے ملتے ہوئے جاتے۔ آپ کی شادی حضرت عباسؓ ابنِ عبدالمطلب کے صاحبزادے عبید اللہ کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ بعضوں نے آپکی زوجہ محترمہ کا اسمِ گرامی ذکیّہ لکھا ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔ صاحبزادوں میں ایک کا نام **فضل** تھا اور دوسرے کا نام **عبید اللہ**۔

اتنا لکھکر ہم پھر اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں۔ اِس وقت جناب امیر المومنین علیہ السّلام کی اولاد میں سے سوائے حضرت عباس اور جناب امام حسین علیہ السّلام کے دوسرا فرزند باقی نہ تھا۔ حضرت عباس علیہ السّلام اپنے برادر عالی مقدار کی یہ بیکسی اور مجبوری دیکھ کر زیادہ صبر کی برداشت نہ لا سکے۔ امامِ عالیمقام علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہو کر طالبِ رخصت ہوئے جنابِ امام حسین علیہ السّلام نے عجیب حسرت کی نظر سے انکی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا۔ بھائی تم تو میرے لشکر کے علمدار ہو۔ یاد رکھو جب تم نہیں تو ہم بھی نہیں۔ حضرت عباس علیہ السّلام اصرار پر اصرار کرنے لگے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں لڑنے کے لئے تمکو نہیں بھیجتا مگر ہاں اس فوجِ ستم پیشہ کو وعظ و پند کر کے تھوڑا سا پانی طلب کرتے تو شاید پیاس سے مرتے ہوئے بچّے ہلاکت سے بچ جاتے۔ یا کم از کم اُن کو ڈھارس ہو جاتی۔

المختصر وہ جان نثار اور وفادار فدائی یہ سُنکر رخصت ہوا اور سپاہِ شام کے مقابل آکر پانی کا طلبگار ہوا اور اُنکے سمجھانے اور راہِ راست پر لانیکے لئے جیسا کہ تمام تاریخیں پکار رہی ہیں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ مگر وہ ناخداترس مطلق شنوا نہ ہوئے اور یہ مجبور ہو کر امام عالی مقام کی خدمت میں واپس آئے اور صورتِ حال ظاہر کر دی۔ جب بچّوں کو اُنکے ناکامیاب واپس آنیکی خبر ہوئی تو وہ اور بھی مایوس ہوئے اور پھوٹ پھوٹ کر

رونے لگے۔ اب حضرت عباس علیہ السلام نے ان معصوموں کا اضطراب اور ان کی بیتابی نہ دیکھی گئی۔ ایک چھوٹی سی مشک اٹھا کر اس قصد سے نکلے کہ پانی لانے کی کوئی سبیل کریں اور ان کی پھڑکتی ہوئی جانوں کو بچالیں۔

بہر حال اس قصد سے حضرت عباس علیہ السلام فوجِ مخالف کے مقابل ہو کر ذیل کے اشعار رجز کے طور پر پڑھنے لگے ؎

لا ارهب الموت اذا الموت رقا	حتی اُواری فی المصالیت اللقا
نفسی لنفس المصطفے الطّہر وقا	ولا اخاف طارقا ان طرقا
بل اضرب الہام افری المفرقا	انی انا العباس اغدو بالسقا
ولا اخاف الشر عند الملتقی	

رجز کے بعد طرفین سے حملات گرانبار شروع ہوگئے اور قیامت کی خونریزی ہونے لگی اس وقت مقتل اور تاریخوں کی مختلف کتابیں ہمارے پیش نظر ہیں۔ مگر ان سب میں جیسی تفصیل اور تشریح سے امام الحرمین ہلال ابو اسحٰق اسفرائنی نے اپنی کتاب نور العین فی مقتل الحسین میں حضرت عباس علیہ السلام کی لڑائی کے تفصیلی حالات قلمبند کئے ہیں۔ ویسا کسی دوسرے نے نہیں کیا۔ اسلئے ہم اپنے موجودہ سلسلہ بیان میں اس کے ترجمہ سے کام لیتے ہیں۔ وہو ہذا۔

جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت عباس علیہ السلام کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ اے بھائی فرات کی طرف جاؤ۔ شاید کچھ پانی ملے۔ حضرت عباس علیہ السلام نے عرض و سمعاً و طاعۃً یعنی جو ارشاد ہو بجا لاتا ہوں۔ حضرت عباس روانہ ہوئے۔ یہانتک کہ فرات کے قریب پہنچے۔ لشکر عمر سعد کے لوگ چلائے اور آپکو منع کیا۔ اور آپ پر بڑے بڑے شجاعوں نے حملہ کیا۔ حضرت عباسؑ نے اسوقت صبر کو کام فرمایا اور ان پر حملہ کیا۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے شجاعوں اور بڑے بڑے دلیروں کو مغلوب کیا کہ وہ سب متفرق ہو کر بھاگ گئے تب حضرت عباس علیہ السلام نہر میں اترے اور اپنی مشک بھر لی۔ پھر فوج امنڈ کر آئی اور آپ پر حملہ کیا۔ آپ نے تلوار سے ان کا مقابلہ کیا۔ تمام فوج شقاوت موج نے دریا کے گھاٹ کو روک لیا۔ اور حضرت عباس علیہ السلام اور جناب امام حسین علیہ السلام کے درمیان حائل ہوگئی۔ حضرت عباس علیہ السلام نے بھی ان پر سخت حملہ کیا اور اپنی زبان پہ یہ اشعار جاری فرمائے ؎

نحن الفواصل نسل الہاشمیات	لسفك ہامکم لحد المشرفیات
یا آل اللئام و ابناء الراعیات	یلحقنا الوتری ہذی المرزیات
یا خیر عصبة قد جادت بانفسہا	حتی بادرن الغاضریات
الموت تحت ذباب السیف مکرمة	اذا کان من بعده اسکان جنات
لا تاسفن علی الدنیا و لذتہا	فنحن حتی تغفر کل زلات

ہم نسل ہاشمی کی تلواریں ہیں جن کی تیز باڑھیں تمہارا خون بہانے کیواسطے ہیں اے کمینوں کی اولاد اور اے بکریاں چرانیوالوں کے بیٹو! کاش کہ ہمارے جد ہماری مصیبت کو دیکھتے کہ جو انکی ذرّیت پر اس وقت پڑی ہے اے بہترین برادران! جنہوں نے زمین غاضریات میں اپنے نفسوں کو قربان کیا۔ تلواروں کی باڑھوں کے نیچے مرجانا ایک جلیل عظمت ہے۔ جب کہ اس کے بعد بہشت میں جانا ہو۔ دنیا پر اور اس کی لذت پر افسوس نہ کرنا کہ ہمارے جد کی حضور میں سب گناہ بخشدئے جائیں گے۔

اس رجز کو سنکر لشکر ابن زیاد نے چاروں طرف سے حضرت عباس علیہ السلام پر حملہ کیا۔ حضرت عباس علیہ السلام نے ان کو اس زور سے للکارا اور ایسا سخت حملہ کیا کہ ایک ہلچل مچگئی سر بڑے بڑے دلیروں کو تہ تیغ کر ڈالا جب مالک ابن صدیف نے حضرت عباس علیہ السلام کی یہ حالت دیکھی اور انکی ایسی شجاعت و دلیری کو مشاہدہ کیا اور معلوم کیا کہ یہ بڑے بڑے شجاعوں کو تہ تیغ کر چکے ہیں تو اس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اپنی فوج کی طرف مخاطب ہو کر بولا وائے ہو تم پر باوجودیکہ تم تعداد میں اتنے ہو کہ اگر ایک ایک مٹھی خاک ہی اس پر پھینک دو تو یہ مرجائے اور پھر باواز بلند کہا کہ ایہا الناس! جس کے گلے میں یزید کی بیعت ہے اور جو اسکا مطیع ہے وہ اس صفِ جنگ سے علیحدہ ہوجائے کہ میں اس نوجوان کو جس نے بڑے بڑے شجاعوں کو قتل کیا ہے کافی ہوں۔ شمر ذی الجوشن نے کہا اچھا ہم ہٹے جاتے ہیں اور لڑائی چھوڑ دیتے ہیں۔ اور یزید کے پاس خط بھیج دیتے ہیں کہ تو اور تیرا بھائی ان لوگوں سے لڑے اور اپنے لشکر سے اس نے اشارہ کیا کہ سب ایک طرف ہوجائیں۔ پس سب ایک طرف ہوگئے اور یہ حضرت عباس کی طرف تنہا چلا۔ اس کے بدن پر زرہ تھی اور اس پر خود تھا اور اسپ اشقر پر سوار تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ تھا حضرت عباس علیہ السلام نے جب اسکو اپنی طرف آتے دیکھا کہ وہ تنہا آرہا ہے تو آپ اس کی طرف بڑھے اور قریب پہنچ گئے تو فرمایا کہ اے نوجوان! اپنی تلوار پھینکدے اور

اپنے علوم کو ظاہر کر کیونکہ جو لوگ تجھسے لڑے وہ سُست تھے ۔ اور تیرے ساتھ نرمی کرتے تھے اور میں ایسا شخص ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری خلقت میں سے رحم کو نکال دیا ہے اور بعوض اسکے انتقام اور عداوت رکھدی ہے ۔ اور میری یہ حقیقت ہے کہ جب اپنے بڑے پر حملہ کرتا ہوں تو اسکو حقیر کر دیتا ہوں ۔ اب تیری نوجوانی کو جو دیکھتا ہوں اور ملاحت کو تو میرا دل نرم ہوتا ہے تو واپس چلا اور اپنے نفس کو ضائع نہ کر اور عاقل کو اشارہ کافی ہے ۔ اگرچہ میں نے سوائے تیرے آج تک اور کسی پر کرم و رحم نہیں کیا ہے اور یہ اشعار پڑھے ۔

نصحتك ان قبلت نصيحتي	خى فا عليك من الحسام القاطع
مادق قلبى فى الزمان على فتى	الا عليك فكن لقولى سامع
واعطا القياد تعيش رغد عيش	والا اذوقك من عذاب ذاقع

نصیحت کی ہے میں نے تجکو اگر تو اسکو قبول کرے سبب یہ ہے کہ مجکو تیرے باب میں تلواروں سے بہت خوف ہے ۔ میرا دل کو کسی پر سوائے تیرے نرم نہیں ہوا ہے پس تو میرے اس کلام کو مان لے ! اور میں اطاعت کی نصیحت کرتا ہوں کہ تو اچھے آرام سے دُنیا میں زندگی بسر کرے ۔ ورنہ سخت مصیبت کا مزہ تجھے چکھا دوں گا ۔

حضرت عباس علیہ السلام نے فرمایا اے دشمنِ خدا ! میں نے دیکھتا ہوں کہ تو نے اچھی بات کہی بجز اسکے کہ تیری محبت کسی شے پر جاری نہیں ہوئی یا اسی واسطے زمین تیری ویران ہوگئی ہے اور یہ امر بعید ہے کہ تیری احتیاط آفتاب پر جاری ہو جاوے یا تو دریا کو اپنی سختی اور چلانے سے پھاڑ دے اور یہ بات کہ میں تیری فرمانبرداری کروں اور تیرے ہاتھ میں ہاتھ ڈال دوں بہت بعید ہے اور نہایت صعب شدید ہے اور یہ جو تو نے کہا کہ میں ملیح الشکل ہوں اور حداثتِ سن کا بھی ذکر کیا ہے یہ مجکو کچھ بھی ضرر دینے والی نہیں ہے ۔ اسواسطے کہ میں اپنی شرافتِ نسل اور اپنی ذکاوتِ عقل کو جانتا ہوں اور جو کچھ تو نے میرے دین اور میری ریاضتِ نفس کا اور معرفتِ دشمن و صبر کا تذکرہ کیا ہے سو مردوں کا امتحان بہادروں اور شجاعوں سے مقابلہ کرنے اور تلوار و نیزہ بازی میں اور سواروں کے بھگانے میں اور قتل کرنے میں اور بلا کے وقت صبر کرنے میں اور نعمتِ خدا پر شکر کرنے میں اور اللہ پر توکل کرنے میں ہوتا ہے پس جس میں یہ اوصاف ہوں وہ ہرگز کسی امر سے نہیں ڈرتا ۔ اور اے دشمنِ خدا ! تو فضائل و خصائل و آداب سے بالکل خالی ہے ۔ اور اے دشمنِ خدا ! تو بری قرابت

کہ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ ہے ۔ جان گیا ہے کہ میں گویا اُس درخت کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہوں اور جو شخص کہ اُس درخت کی ایک شاخ ہو اُس کا توکل اللہ پر ہے وہ کیونکر بُرائیوں میں داخل ہو سکتا ہے ۔ اور تلواروں کے ڈر سے کیونکر کسی کی اطاعت کر سکتا ہے اور جبکہ میرے پدرِ بزرگوار جناب علی ابن ابیطالب علیہما السلام ہیں تو میں اپنے مقام سے کبھی نہیں ہٹ سکتا اور کسی لڑنے والے سے نہیں ڈر سکتا اور میں کسی کافر اور غدار سے خوف نہیں کھاتا اور نہ میں کبھی اللہ کے کام سے ناراض ہو سکتا ہوں ۔ اور میں اسی شجر کا ایک برگ ہوں اگر تجکو یہ خیال ہے کہ میں تیری اطاعت کر لوں گا تو تیرا یہ گمان فضول ہے اور تیری کوشش ضائع ہے ۔ میں ایسا شخص نہیں ہوں جو اس زندگی کا افسوس کرے اور اپنے مرنے سے بھاگے اور میں خوب جانتا ہوں کہ جنت اس دُنیا سے کہیں بہتر ہے اور بہت سے چھوٹی عمر کے لڑکے خُدا کے نزدیک شیخ کبیر سے افضل ہیں ۔

جب مارد نے اس کلام کو سُنا تو وہ مثل عقابِ شکستہ بازو کے حضرت عباس علیہ السلام کی طرف جھپٹا اور اُس نے گمان کیا تھا کہ حضرت عباس علیہ السلام کا قتل کر دینا بہت آسان امر ہے ۔ حضرت عباسؑ نے اُسکو نہ روکا بلکہ اپنی طرف آنے دیا یہانتک کہ مارد حضرت عباس علیہ السلام کی ہمی سنان کے قریب ہوگیا ۔ حضرت عباس علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے نیزے کو پکڑ کر کھینچ لیا ۔ اُسکے جھٹکے سے قریب تھا کہ وہ گھوڑے سے گر پڑے ۔ مارد نے نیزے کو ہاتھ سے چھوڑ دیا اور حضرت عباس علیہ السلام نے اُسکے نیزے کو چھین لیا ۔ مارد اس سے بہت شرمندہ ہوا پھر حضرت عباس علیہ السلام نے وہی نیزہ اُس کے مارا اور فرمایا کہ اے دشمنِ خدا و رسول (صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم) ! میں اُمید کرتا ہوں کہ میں تیرے ہی نیزے سے تجھے ہلاک کروں گا ۔ مارد پر خوف غالب ہوگیا حضرت عباس علیہ السلام نے بھی اُسکے انتشار کو تاڑ لیا ۔ اور وہی نیزہ پھر اسکے گھوڑے کی ساق پر لگایا ۔ گھوڑا الف ہوگیا اور وہ زمین پر گر پڑا ۔ اب مارد کو طاقت نہ رہی کہ حضرت عباس علیہ السلام سے پیدل لڑے کیونکہ وہ بہت موٹا تھا ۔ اُسکے پیر بھاری ہوگئے ۔ اور صفوفِ لشکر میں اس واقعہ کو دیکھکر کھلبلی پڑ گئی اور وہ درہم و برہم ہوگئیں ۔ شمر نے فوراً

مارد کے رسالہ کو پکارا کہ اپنے سردار کے پاس دوسرا گھوڑا لے جاؤ۔ اُس کا ایک حبشی غلام اُس کی طرف فوراً ایک گھوڑا لیکر چلا کہ اُس کا نام صادقہ تھا اور گھوڑے کا نام طاویہ تھا اور وہ ایک چالاک گھوڑا تھا۔ کہ ہوا کی برابر جاتا تھا۔ جب مارد کی نگاہ اُس گھوڑے پر پڑی تو بہت زور سے ایسا چلایا جیسا کہ اونٹ غل مچاتے ہیں۔ کہ اے غلام بہت جلد طاویہ کو لا۔ قبل اس کے کہ میری موت آئے۔ غلام گھوڑا لے کر اسکی طرف دوڑا۔ حضرت عباس علیہ السّلام اُس سے تیز تر ہو کر گھوڑے کی طرف چلے اور شیر کی طرح جھپٹتے ہوئے اُس کے پاس جا پہنچے۔ اور اُس غلام کے پاس پہنچکر اسکی گردن پر نیزہ مارا۔ اور اُس کو زمین پر پھینک دیا کہ وہ اپنے خون میں لوٹتا تھا۔ اور اپنے گھوڑے کو چھوڑ کر طاویہ پر سوار ہوگئے۔ اور تمام صفوف لشکر کو چیر کر اپنے بھائی جناب امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں پہونچے۔ جب مارد نے حضرت عباس علیہ السّلام کی شجاعت و دلیری کا یہ حال دیکھا۔ کہ وہ اسپ طاویہ کو چھین کر اور سوار ہو کر گئے تو اُس کی عقل مختل ہوگئی۔ اب اپنی ہلاکت اِس کو ثابت ہوگئی۔ رنگ زرد ہوگیا اور ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ اور چِلّایا کہ ہائے میرے ہی گھوڑے پر سوار ہوگیا۔ اور اب میرے ہی نیزے سے مجھے مار یگا۔ افسوس ہے میری اِس ننگ و عار پر۔ جب شمر نے اُس کا یہ کلام سُنا تو اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور اُس کے عقب میں سنان ابنِ انس نخعی اور خولی ابنِ یزید اصبحی اور جمیل ابنِ مالک حجازی چلے اور پھر اُن کے پیچھے سب لشکر چلا۔ سب نے باگیں اپنے گھوڑوں کی چھوڑ دیں اور تلواریں برہنہ کرلیں۔ حضرت عباس علیہ السّلام نے اپنے بھائی کو آواز دی کہ اے بھائی! کیا آپ ان دشمنانِ خدا کو دیکھتے ہیں کہ اِن لعینوں نے آپ پر حملہ کا ارادہ کیا ہے۔ اور آپ کے پاس آپہنچے ہیں۔ حضرت عباس علیہ السّلام نے دیکھا کہ وہ فوج کسی قدر تیزی سے جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے پاس پہنچا چاہتی ہے۔ اِس لئے آپ اُن سے زیادہ تیز مارد کے پاس پہنچے۔ اور آپ نے فرمایا کہ اُس چیز کا مزہ چکھ لے۔ جو تجھ کو جہنم میں لے جائے گی۔ اور اُس کو ایک ایسی تلوار ماری کہ اُس کا ہاتھ کٹ گیا اور اُسکے نیزے کو چھین لیا۔ مارد نے کہا یا عباس (علیہ السّلام) مجھکو چھوڑ دو میں آپ کا غلام ہوں

حضرت عباس علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں تیرے ایسے غلام کو لے کر کیا کرونگا پھر اُس کو ایک ایسا نیزہ مارا کہ اُس کے اِس کان سے اُس کان تک پار ہوگیا۔ پھر اور لشکر اشقیاء پر حملہ کیا اور صفوں کے درمیان میں اسپ طاویہ کو کاوا دیا۔ جس پر وہ سوار تھے۔ تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ اس حملہ میں ڈھائی سو سواروں کو مارا اور اس سے پہلے پانچ سو تیس کو قتل کر چکے تھے۔ پس وہ صفیں اور فوجیں درہم و برہم ہوگئیں۔ اور سب بھاگ گئے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا بھائی ذرا ٹھہر جاؤ کہ اب تمہارے عوض میں لڑوں۔ اور تم آرام لے لو۔ حضرت عباس علیہ السّلام نے فرمایا کہ حکم الہی سے مفر اور گریز نہیں ہے یہ کہہ کر پھر لڑنے لگے تا اینکہ فوج یزید ان سے کچھ دور ہوگئی۔ پھر اپنے بھائی جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی تلاش میں واپس ہوئے اور شمر چلایا کہ یا ابن علیؑ مارد کے طاویہ کو تم نے واپس لے لیا۔ اے عباس! (علیہ السّلام) یہ وہی گھوڑا ہے جو تمہارے بھائی جنابِ امام حسن علیہ السّلام سے مدائن میں چھین لیا گیا تھا۔ یہ سنکر حضرت عباس علیہ السّلام اپنے بھائی جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے پاس اُسی گھوڑے پر سوار ہو کر پہنچے تو شمر کے کلام کو نقل کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ وہی طاویہ ہے جو مُلک رَے کے حاکم کا گھوڑا تھا جس کو تمہارے پدر بزرگوار نے تمہارے بڑے بھائی کو دیا تھا۔ اور یہی گھوڑا اُن کے زمانہ میں مخالفین نے قیامِ مدائن کے وقت چرا لیا تھا۔ جب وہ گھوڑا جناب امام حسین علیہ السّلام کے قریب آیا تو وہ اپنے سر کو حضرت امام حسینؑ کے کپڑوں سے ملتا تھا اور ایسی محبّت ظاہر کرتا تھا گویا وہ گھوڑا ایک دن کے لئے بھی حضرتؑ سے جدا نہ ہوا تھا۔ پھر جنابِ امام حسین علیہ السّلام نے حضرت عباس علیہ السّلام سے فرمایا کہ اب خیمہ میں آخری بار وداع کے لئے ہوتے جاؤ اور عورتوں کو یوں وداع کرلو کہ گویا پھر نہ واپس آؤ گے۔ اُس وقت حضرت عباس علیہ السّلام کے زوجۂ مطہرہ اور آپکے ۲ صغیر السن بچے آپسے لپٹ گئے اور اُنہوں نے عرض کی کہ ہم پیاس کے مارے بیتاب ہیں۔ حضرت عبّاس علیہ السّلام نے اُن سے کہا کہ مجھ کو چھوڑ دو۔ اِسی عرصہ میں حضرت عبّاس علیہ السّلام کو اپنے بھائی جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی آواز آئی کہ وہ فرماتے ہیں کہ اے بھائی میری خبر لو۔ حضرت عباس علیہ السّلام خیمہ سے

نکلے تو دیکھا کہ اُن کے برادر عالیقدر بنفسِ نفیس مخالفین سے لڑ رہے ہیں اور فوج ابن زیاد نے اُن کو گھیر لیا ہے اور آپ اُن کو اپنے پاس سے دفع کر رہے ہیں۔ اُس وقت بھی آپ نے دو سو آدمیوں کو گھیر کر قتل کیا۔ پس حضرت عباس علیہ السلام نے اُن پر حملہ کیا اور فوج کو اپنے بھائی کے گرد سے ہٹا دیا۔ اور فرمایا کہ اے دشمنانِ خدا و رسول! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر ہمارے ساتھ تم سے آدھے آدمی بھی ہوتے تو ہم تم سب کو قتل کر ڈالتے۔ جب حضرت عباس علیہ السلام لڑ رہے تھے ایک شخص زرارہ ابن محارب نامی کمین گاہ میں آ بیٹھا اور جب حضرت عباس علمبردار (علیہ السلام) اُس کی طرف ہو کر گذرے تو وہ نکلا اور اُس نے اپنے سیدھے ہاتھ پر تلوار ماری اور آپ کے ہاتھ کو مثل قلم کے اڑا دیا۔ حالانکہ اُس حملے میں حضرت عباس علیہ السلام چار سو پچاس لعینوں کو قتل کر چکے تھے۔ آپ نے دستِ چپ میں تلوار لے لی اور اپنا رخ اپنے برادر عالی قدر جنابِ امام حسین علیہ السلام کی طرف کیا اور اشعارِ آبدار زیرِ لب فرماتے۔ وہ یہ تھا۔

واللہ لو قطعتم یمینی	لاحامین ابداً عن دینی
وعن امام صادق الیقین	سبط النبی الطاہر الامین

قسم خدا کی اگرچہ تم نے میرا سیدھا ہاتھ قطع کیا ہے لیکن میں اپنے دین کی حمایت میں ضرور جہاد کروں گا اور اپنے امام صادق و امین کی حمایت کروں گا جو سبطِ نبی طاہر و امین ہے۔ یہ اشعار پڑھ کر آپ نے پھر فوج پر حملہ کیا اور پچاس سواروں کو اُسی دستِ چپ سے قتل کیا۔ اُس وقت حضرت عباس علیہ السلام اُلٹے ہی ہاتھ سے لڑ رہے تھے۔ کہ عبداللہ ابن شہاب کلینی نے آپ پر حملہ کیا۔ اور آپ کے دستِ چپ کو بھی قطع کر دیا۔ اُس وقت حضرت عباس علیہ السلام نے مایوس ہو کر اپنے کٹے ہاتھ سے اپنی تلوار کو سہارا دے کر دبا لیا اور پھر سینۂ مبارک سے اُسے لگا کر یہ اشعار پڑھے ؎

یا نفس لا تخشی من الکفار	وابشری برحمت الغفار
مع النبی سید الاطہار	قد قطعوا ببغیہم یساری
وقد طغوا اہل البغی الکفار	فاصلہم یا رب حر النار

یعنی اے نفس خوف نہ کر کفار سے بچنے کو رحمتِ غفار کی بشارت ہو تو اپنے سیدِ اطہار کے ہمراہ ہے۔ باغیانِ خدا و رسولؐ نے میرے دستِ چپ کو بھی قلم کیا۔ کیا ان اہلِ بغاوت و کفر نے دین و ایمان کو چھوڑ دیا۔ خداوندا!

تو ان کو آتشِ جہنم میں داخل کر۔

اسی حالت میں حضرت عباس علیہ السلام نے کفار پر پھر حملہ کیا۔ آپ کے دونوں کٹے ہوئے ہاتھوں سے خون جاری تھا بسبب تمام لہو بہ جانے کے عاجز ہوئے اور ضعف طاری ہوا۔ اور فرماتے تھے کہ میں اسی طرح اپنے جدِ بزرگوار جنابِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے پدرِ عالی قدر جنابِ علی مرتضےٰ علیہ التحیۃ والثنا سے ملاقات کروں گا۔ ایسی حالت میں بھی حضرت عباس علیہ السلام نے پینتیس ۳۵ شخصوں کو قتل کیا۔ ناگاہ ایک ملعون نے اُن کے سر پر لوہے کا گرز چلایا جس کی ضرب سے وہ حضرت گھوڑے سے زمین پر گر پڑے اور آواز دی اے بھائی! اے حسین! (علیہ السلام) آپ پر میرا آخری سلام ہو۔ یہ سن کر جنابِ امام حسین علیہ السلام نے کفار پر حملہ کیا اور سخت جنگ کی یہاں تک کہ آٹھ سو سواروں کو قتل کیا اور لڑتے لڑتے اپنے بھائی حضرت عباس علیہ السلام کے پاس پہنچے اور سب شہدا کی لاشوں کے پاس اُن کا لاشہ رکھ دیا۔ اور شدت سے آپ پر گریہ طاری ہوا۔ یہ حال دیکھ کر خیمہ سے بیبیاں نکل آئیں اور روتی تھیں باآوازِ بلند نوحہ کرتی تھیں۔ وہ بیبیاں اس بین سے روتی تھیں کہ اُن کے رونے سے ملائکۂ ہفت آسمان روتے تھے۔ جنابِ امام حسین علیہ السلام نے سب کو خیمہ میں داخل کیا۔ یہاں تک تو وہ کیفیت تھی جو امام ابو اسحٰق اسفرائنی نے لکھی ہے۔ اب ہم اُن کی شہادت کے متعلق ترجمۂ ناسخ التواریخ ذیل کے واقعات نوٹ کرتے ہیں۔

مؤرخ ممدوح آپ کی حرب و ضرب کی کیفیت میں لکھتے ہیں کہ حضرت عباس علیہ السلام کو اس ہمت و شجاعت سے میلے کے گھاٹ پر آتا دیکھ کر عمر ابن سعد نے فوج کو ایک بار حکم دیا کہ سب مل کر گھاٹ کا راستہ روک لو۔ عمر کا یہ حکم سنتے ہی چاروں طرف سے سمٹ کر تمام فوج موجِ دریا کی طرح نہرِ فرات کے کنارے کنارے پھیل گئی اور سخت خونریزی واقع ہوئی لوہا لوہے سے بجنے لگا اور لاش پر لاش گرنے لگی۔ اِس شیرِ بیشۂ شجاعت نے دم کے دم میں اسی سواروں کو مار گرایا۔ گھاٹ والوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اور اُن کی امدادی فوج میں بھی سخت انتشار پیدا ہو گیا۔ اور ہر شخص مقابلے سے جی چرانے لگا اور علیحدہ ہونے لگا۔ اُن کے اضطراب کی یہ حالت دیکھ کر جنابِ عباس علیہ السلام نے ذیل کے اشعار پڑھے ؎

اقاتل القوم بقلب مہتدی	اذب عن سبط النبی احمد
اضربکم بالصارم المہند	حتی تحیدوا عن قتال سیدی

انّی انا العبّاس ذو التّودّد ۔ نجل علیّ المرتضی المؤیّد

بہرحال فوج تو بھاگ گئی اور دریا کے کنارے صاف نظر آنے لگے تو حضرت عباس علیہ السّلام نے اپنا گھوڑا بڑھا کر دریائے فرات میں ڈال دیا۔ چونکہ بہت کی پیاس تھی۔ چلّو میں پانی لیکر چاہتے تھے کہ منہ سے لگائیں۔ مگر اپنے برادرِ عالیمقدار کی پیاس یاد کرکے فوراً چلّو کا پانی دریا میں ڈال دیا اور پیاسوں کی امانت مشک جو گلے میں پڑا تھا اتاری اور مشک میں پانی بھر لیا اور گھاٹ سے نکل آئے اور چاہا کہ پانی لے کر فوراً خیمۂ مطہر میں پہنچا دیں تاکہ پیاس سے دم توڑتے ہوئے بچے پیاس کی تکلیف سے چھوٹ جائیں اور پھر یہ رجز پڑھنے لگے ؎

یا نفس من بعد الحسینؑ ھونی ۔ فبعدہٗ لا کنت ان تکونی
ھذا حسینؑ شارب المنون ۔ وتشربین بارد المعین
ھیھات ما ھذا فعال دینی ۔ ولا فعال صادق الیقین

اسی اثنا میں کمانداران فوج نے حضرت عباس علیہ السّلام کو اپنے حلقہ میں لیلیا مگر اس بہادر نے اس محاصرہ کی کوئی پروا نہیں کی اور مخالفین کے گروہ پر چاروں طرف سے حملہ کرنا شروع کردیا۔ اور قیامت کی خونریزی ہونے لگی لاش پر لاش گرنے لگی۔ اتنے میں نوفل ابن الازرق اور بروایتے زید ابن ورقاء ایک درخت کی کمین گاہ سے نکلا اور حکیم ابن طفیل سنبسی الطائی نے اسکی تائید کی اور ان دونوں نے متفق ہوکر ایک ایسی ضرب لگائی کہ شانہ سے سیدھا ہاتھ قلم ہوگیا۔ حضرت عباس علیہ السّلام نے الٹے ہاتھ میں تلوار سنبھال لی اور ویسے ہی متواتر حملے کرتے رہے اور یہ شعر پڑھنے لگے (وہی شعر جو مقتل اسفرائنی سے اوپر لکھے گئے) اسی اثنا میں حکیم ابن طفیل نے اور باسنادِ دیگر نوافل ابن الازرق نے پھر اسی درخت کی آڑ سے نکلکر آپ کے بائیں ہاتھ پر بھی وار کیا۔ اور وہ الٹا ہاتھ بھی قلم ہوگیا۔ حضرت عباس علیہ السّلام نے مشک کو دانتوں میں دبالیا اور یہ اشعار پڑھے (جو ابھی ابھی مقتل اسفرائنی سے اوپر لکھے گئے) اور نہایت تیزی سے خیمۂ مطہر کی طرف بڑھے۔ صرف اس حسرت میں کہ اتنا پانی کسی طرح معصوم بچوں تک پہنچ جائے۔ اسی اثنا میں پھر حکیم ابن طفیل لعین نے موقعہ پاکر آپ کے فرقِ مبارک پر اپنے عمودِ آہنی کی ایک ضرب ایسی لگائی کہ آپ گھوڑے سے تیورا کر زمین پر آرہے۔ اور گرتے ہی فرمایا "یا مولا ادرکنی" جنابِ امام حسین علیہ السّلام یہ صدا سنتے ہی کنارِ دریا تشریف لاکر اپنے جاں نثار بھائی کے سرہانے کھڑے ہوگئے اور اپنے مجروح بھائی کو ایسی افسوسناک حالت میں دیکھ کر زار و قطار رونے لگے۔ پھر فرمایا

الآن انکسر ظھری وقلّت حیلتی۔ اب میری کمر ٹوٹ گئی اور میری تمام امیدیں منقطع ہوگئیں۔ پھر یہ اشعار زیرِ لب فرماتے ؎

تعدّیتم یا شرّ قوم ببغیکم ۔ وخالفتم دین النّبیّ محمّدٍ
اما کان خیر الرّسل وصاکم بنا ۔ اما نحن من نجل النّبیّ المسدّد
اما کانت الزّھراء اُمّی دونکم ۔ اما کان من خیر البریّۃ احمد
لعنتم واخزیتم بما قد جنیتم ۔ فسوف تلاقوا حرّ نار توقّد

اور کتاب جلاء العیون کے مطابق آپ نے اسوقت یہ اشعار پڑھے ؎

احقّ النّاس ان یبکی علیہ ۔ فتی ابکی الحسین بکربلاء
اخوہ وابن والدہٖ علیٌّ ۔ ابو الفضل المضرّج بالدّماء
ومن واساہ لا یثنیہ شیءٌ ۔ وجادلہ علی عطش بماء

حضرت عباس علمبردار علیہ السّلام کے مرتے ہی جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی آس سی ٹوٹ گئی اور حقیقت تو یہ ہے کہ معرکۂ کربلا کا خاتمہ انہی کے دم کے ساتھ ہوگیا۔ چنانچہ جنابِ امام زین العابدین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اپنے عمِّ نامدار کے محامد و اوصاف میں بیان فرماتے ہیں۔

رحم اللہ العبّاس علیہ السّلام فلقد اٰثر وابلی وفدا اخاہ بنفسہ حتّیٰ قطعت یداہ فابدلہ اللہ بھما جناحین یطیر بھما مع الملائکۃ فی الجنّۃ کما جعل لجعفر ابن ابی طالب وللعبّاس عند اللہ عزّ وجلّ منزلۃ یغبطہ بھا جمیع الشّھداء یوم القیٰمۃ

کہ حضرت عباس علیہ السّلام پر خدا تعالیٰ اپنی رحمت کرے۔ اُنہوں نے بڑا ایثار فرمایا اور سخت کڑی جھیلی۔ اپنی جان شیریں اپنے بھائی پر فدا کی اور اپنے دونوں ہاتھ آن حضرتؑ پر نثار کردیے اسی کے بدلے میں اُن کو خدائے سبحانہ وتعالیٰ وتبارک نے دو پر عنایت فرمائے ہیں اور اب وہ مثل حضرت جعفر طیار ابن ابیطالب علیہ السّلام اپنے چچا کے فرشتوں کے ساتھ جنّت میں پرواز کرتے ہیں اور بروز قیامت درگاہِ ربّ العزّت میں اُن کے لئے وہ درجہ ہوگا جسے دیکھکر تمام شہدا سخت غبطہ کریں گے۔ حضرت عباس علیہ السّلام کا سنِ مبارک شہادت کے وقت چونتیس ۳۴ برس کا تھا۔

تمام تاریخوں میں درج ہے کہ حضرت ام البنین علیہا السّلام اپنے ایسے عدیم المثال نونہال کے ماتم میں بقیع غرقد میں معتکف ہوئیں اور اُن کے بھائیوں کو یاد کرکے ایسا پھوٹ پھوٹ کر رویا کرتی تھیں کہ سننے والوں کے دل کے سو سو ٹکڑے ہوجاتے تھے۔ آپکی

گریہ وزاری کی یہ نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ مروان ابن الحکم جو بنی ہاشم کی عداوت کے لئے مخصوص مشہور ہے ایک بار جنت البقیع کی طرف گزرا۔ اور ان کے نالۂ و شیون کی جگر خراش آواز سنکر بے اختیار ہو گیا اور دہاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

حضرت علی اکبر علیہ السلام کی شہادت

حضرت عباس علیہ السلام کے قتل ہو جانے کے بعد جناب امام حسین علیہ السلام کے پہلو میں سوائے ایک فرزند دلبر کے جو علیؑ اکبر کے نام سے مشہور ہیں اور کوئی متنفس باقی نہیں رہا تھا۔ اب یہ عازم جنگاہ ہو کر قریب تھا کہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائے۔ حضرت علی اکبر علیہ السلام کے احوال میں علامہ کنتوری مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔

المشہور من النقایہ علی الاکبر و ھو الاوسط من ابناء الحسین علیہ السلام ویکنی بابی الحسن وامہ تسمی بام لیلا بنت میمونۃ بنت ابو سفیان وعمرہ فی ذلک الیوم علی ما رواہ محمد ابن ابی طالب ثمانیۃ عشر سنین وھو المشہور و فی نور العین سماھا شہیرانہ ولھانہ وکیف ما کان فامۃ لیست بشہر بانو یکما علیہ الاتفاق و تتفق اعلیٰ انہ علیہ السلام کان اشبہ الناس خلقا و خلقا و منطقا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کما یاتی فی دعاء الحسین علیہ السلام حین اذن لہ الی میدان الحرب و کانت قد ربتہ زینب بنت علی علیہا السلام کما ھو المشہور ولعل السبب فی تربیتہ لزینب علیہا السلام اعظاما لمشاکلۃ جدھا۔

مشہور لقب انکا حضرت علی اکبر (علیہ السلام) ہے اور وہ منجھلے بیٹے تھے۔ جناب امام حسین کے کنیت انکی ابوالحسن تھی۔ مادر گرامی انکی ام لیلیٰ تھیں اور وہ میمونہ بنت ابوسفیان کی بیٹی تھیں اس راہ سے آپ یزید کے بھانجے تھے یعنی پھوپی زاد بہن کے بیٹے تھے اور سن شریف آپ کا اس روز تک بروایت محمد ابن ابیطالب کے اٹھارہ برس کا تھا۔ اور مادر گرامی آپکی ام لیلےٰ تھیں اور یہی مشہور بھی ہے۔ ملا ابواسحق نے کتاب نور العین میں آپ کی مادر گرامی کا نام شہیرانہ اور لہانہ بھی لکھا ہے۔ شاید یہ نام اصلی ہوں۔ اور ام لیلیٰ کنیت ہو۔ بہرکیف آپ کی مادر گرامی کا کوئی نام کیوں نہ ہو مگر حضرت شہربانو علیہا السلام آپکی والدہ نہیں تھیں۔ چنانچہ اسی پر علمائے انساب کا اتفاق ہے

اور اس پر بھی مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت علی اکبر علیہ السلام خلقت۔ اخلاق اور گویائی میں جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت مشابہ تھے۔ چنانچہ وہ دعا جو جناب امام حسین علیہ السلام نے بروقت روانگی حضرت علی اکبر علیہ السلام کے واسطے بغرض جہاد درگاہ خدا میں کی ہے اس میں یہی الفاظ ارشاد فرمائے ہیں اور جناب زینبؑ بنت امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے ان کی پرورش فرمائی تھی جیسا کہ مشہور ہے اور شاید ان کی مخصوص پرورش فرمانے کا سبب یہ ہو کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا اپنے نانا کی شبیہ کی تعظیم کی رعایت سے آپکی کفیل ہوئی ہوں۔ علامہ ابن شہر آشوب بذیل ذکر جناب علی اکبر علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔

وکان مطیعا لابیہ متدینا عارفا بالاحکام والسنۃ بطلا ضرغاما واتقا علی اللہ سبحانہ کیسا وجیہا نبیہا لا نظیر لہ فی الحسن والبہاء

حضرت علی اکبر علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار کے بہت بڑے فرمانبردار تھے بڑے دیندار تھے۔ احکام قرآن و حدیث کو خوب جانتے تھے بہادر تھے اپنے جملہ امور میں خدائے سبحانہ و تعالیٰ پر تکیہ کرتے تھے بڑے عقیل۔ بڑے خوبصورت بڑے دانا تھے حسن و خوبی میں انکا نظیر کوئی نہ تھا۔ علامہ کنتوری مدظلہ جناب میرن صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کی اسناد سے تحریر فرماتے ہیں۔ قال فی مختصر الانساب علی ما نقلہ الاستاذ فی المجالس المفجعات ان اھل الشام اعطوہ امانا من القتل لانہ کان ابن بنت البنت لابی سفیان فلم یقبلہ وقال وجاھۃ جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعظم من وجاھۃ آل مروان۔ مختصر الانساب کی اسناد سے میرے استاد علیین مکان جناب میرن صاحب قبلہ مرحوم اعلی اللہ مقامہ نے مجالس مفجعہ میں نقل کیا ہے کہ اہل شام حضرت علی اکبر علیہ السلام کے واسطے امان لائے تھے۔ اسلئے کہ وہ ابوسفیان کی نواسی کے بیٹے تھے لیکن آپنے اسکو منظور نہ کیا اور ارشاد فرمایا کہ میرے جد بزرگوار احمد مختار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منزلت آل مروان کی وجاہت سے کہیں زیادہ ہے۔

حقیقت میں یہ امان ویسی ہی تھی۔ جیسی حضرت عباس علیہ السلام اور انکے بھائیوں کو شمر ملعون اپنی قرابت کی وجہ سے دینا چاہتا تھا۔

اور انہوں نے بھی منظور نہ فرمائی تھی جیسا کہ اوپر تفصیل بیان کیا گیا۔ (کتاب مائتین علامہ کنتوری صفحہ ۳۱۲)

اسی قرابت کا خیال کر کے معاویہ نے ان کو اپنے زمانِ سلطنت میں بڑا کر ان کے مستحق خلافت ہونے کا اپنی زبان سے اقرار کیا ہے اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ ایک روز معاویہ نے خلوت کی صحبت میں تذکرۃً اپنے خاص غلام سے پوچھا کہ من احق الناس بھذا الامر یعنی زمانہ امرِ خلافت کے لئے کون سب سے زیادہ مستحق ہے۔ حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا کہ آپ کے سوا اور کون ہو سکتا ہے معاویہ نے سر انکار ہلایا اور کہا۔ لا۔ اولی الناس بھذا الامر علیؑ ابن الحسینؑ جدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفیہ شجاعۃ بنی ھاشم وسخاء بنی امیۃ وزھو ثقیف۔ کوئی شخص حضرت علی اکبر علیہ السلام سے زیادہ مستحق خلافت نہیں کہ ان کے جد بزرگوار جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ انہیں بنی ہاشم کی شجاعت۔ بنی امیہ کی سخاوت اور بنی ثقیف کا حسنِ سیرت ہے۔

معاویہ کے اقوال پر غور کرو تو بنی ہاشم کی شجاعت کی نسبت تو فکر کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں حضرت علی اکبر علیہ السلام اپنے ذاتی اوصاف میں بنی ہاشم کے سرمایہ ناز ضرور تسلیم کئے جائیں گے باقی بنی امیہ اور بنی ثقیف سے جو مخصوص تعلق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کی اصلی غرض یہ تھی کہ میمونہ انکی بہن کی نواسی تھی اسلئے بنی امیہ کی جھوٹی سخاوت سے بھی متصف بتلائے گئے۔ چنانچہ صاحب ناسخ التواریخ اس واقعہ کی تفصیل میں لکھتے ہیں۔ مادر او (علی اکبر سلام اللہ علیہ) ام لیلے (دختر ابی مرہ ابن عروہ ابن مسعود ابن موسی القطان الثقفی است (ناسخ التواریخ جلد ششم ص ۲۹۱)

اب ان کی شہادت کے تفصیلی حالات یہ ہیں کہ حضرت عباس علیہ السلام کے شہید ہو جانے کے بعد جب اعوان انصار میں سے کوئی متنفس بھی جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں نہ رہا تو اپنے پدر بزرگوار کی یہ حالت دیکھکر یہ بھی عازم جنگ ہوئے جناب امام حسین علیہ السلام ان کا منہ دیکھکر رو دیئے اور اپنی اسی مضطر بانہ کیفیت میں کمال صبر و استقلال سے اپنے پارۂ جگر کو رخصت فرمایا۔

تمام تاریخیں پکار رہی ہیں کہ حضرت علی اکبر علیہ السلام کی آخری رخصت قیامت کا نمونہ تھی خصوصاً اس وقت جبکہ وہ اٹھارہ برس کا نوجوان عصمت سرا میں محو وداعِ اہلبیتؑ سے رخصت ہونے کیلئے آیا حرم سرا میں ایک کہرام مچا ہوا تھا اور صدائے وا محمداہ، وا علیاہ وا فاطماہ چاروں طرف سے بلند تھی۔ حافظ جمال الدین محدث روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں کہ۔

جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے حضرت علی اکبر علیہ السلام کو سلاح جنگ پہنائی اور ایک زرہ پر دوسری زرہ زیب تن فرمائی اور خود اپنے پیارے فرزند کے سر پر رکھا اور جناب امیر المومنین علیہ السلام کا چرمی کمر بند آپکی کمر میں کس کر باندھ دیا اور عقاب نامی گھوڑے پر سوار کر کے اپنے مجاہد بیٹے کی شان دیکھکر بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور آسمان کی طرف دیکھکر فرمانے لگے۔ اللھم اشھد علی ھؤلاء القوم فقد برز الیھم غلام اشبہ الناس خَلقاً وخُلقاً ومنطقاً برسولک وکنا اذا اشتقنا الی نبیک نظرنا الی وجھہ پروردگار! تو گواہ رہیو کہ میں اب ایسے جوان کو فوج مخالف سے جہاد کے لئے بھیجتا ہوں جو مکارم اخلاق اور حسن و صورت اور طلاقت میں تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہے پروردگار مجھکو جس وقت تیرے نبی کی زیارت کا اشتیاق ہوتا تھا تو میں اسکی صورت کو دیکھ لیا کرتا تھا۔ یہ فرما کر آپنے اپنے نوجوان بیٹے کو رخصت کیا اور عمر سعد کی طرف مخاطب ہو کر باآواز بلند ارشاد فرمایا مالک قطع اللہ رحمک ولا بارک اللہ لک فی امرک وسلط علیک من یذبحک بعدی علی فراشک کما قطعت رحمی ولم تحفظ قرابتی من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اے عمر! یہ تونے کیا کیا خدا تیرے رحم کو قطع کر دے اور دنیا میں کوئی امر تیرے لئے مبارک نہ فرمائے اور تجھپر ایک شخص کو مسلط کرے جو تجھکو تیرے خاص فرش پر قتل کر ڈالے۔ جیسا کہ تونے میرے رحم کو قطع کیا ہے اور اس قرابت کا جو مجھکو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھی کوئی خیال نہیں کیا اتنا فرما کر آپنے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ان اللہ اصطفی آدم ونوحا وآل ابراھیم وآل عمران علی العالمین ذریۃ بعضھا من بعض واللہ سمیع العلیم۔

امام حسین علیہ السلام تو یہ آیہ تلاوت فرما کر اپنے مقام پر خموش ہو بیٹھے اور حضرت علی اکبر علیہ السلام ذیل کے اشعار رجز پڑھکر فوج مخالف سے مقابل ہوئے

انا علی ابن الحسین ابن علیؑ | من عصبۃ جد ابیھم النبیؐ

واللہ لا یحکم فینا ابن الدعی　اطعنکم بالرمح حتی ینثنی
اضربکم بالسیف احمی عن ابی　ضرب غلام ہاشمی علوی

میں علیؑ فرزند حسینؑ ابن علیؑ ہوں۔ ہم اس گروہ سے ہیں جن کے باپ کے جانا محمد نبی ہیں خدا کی قسم ولد الزنا کا فرزند ہمارا حاکم نہیں بن سکتا میں تم لوگوں پر تلوار و نیزہ چلاؤنگا اور اپنے والد بزرگوار کی حمایت میں ایسی تیغ زنی کرونگا جو جوانان ہاشمی ،، دلیران علوی کی شایان شان ہے۔"
رجز خوانی کے بعد جانبین سے حملات گرانبار شروع ہوئے حضرت علی اکبر علیہ السلام کی تیز دستیوں نے پیاس بھوک اور فرقت اعزاؤ احباب کی حالت میں بھی فوج مخالف پر ایسے شیرانہ حملے کئے کہ بڑے بڑے شجاعانِ عرب کے چھکے چھوٹ گئے۔ جس پرے پر جھپٹے صاف۔ اور جس غول پر جا پڑے غائب۔
صاحب ناسخ التواریخ کی تحقیق میں ایک سو بیس سواروں کو اور ابو اسحاق اسفرائنی کی دانست میں پانچسو سواروں کو اور راوی ابو مخنف کے چشم دید بیان کے مطابق بیاسی آدمیوں کو ایک حملہ میں مار گرایا۔ اتنی جد و جہد کے بعد پیاس کا ایسا غلبہ ہوا کہ آپ اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں واپس آئے اور فرمانے لگے یا ابتاہ العطش قد قتلنی وثقل الحدید اجھدنی فھل الی شربۃ من الماء سبیل اتقوی بھا علی الاعداء اے والد بزرگوار! پیاس نے مجھے مار ڈالا۔ آہنی ہتھیاروں کی گرانی نے مجھ پر مصیبت عظیم ڈالی۔ آیا تھوڑے پانی کا انتظام ہو سکتا ہے کہ میں اور قوی ہو کر اپنے دشمنوں سے مقابلہ کروں۔ مورخین کا بیان ہے کہ اسی حملہ میں حضرت علی اکبر علیہ السلام شدت سے مجروح بھی ہو چکے تھے۔ خون آپ کے جسم سے بہہ رہا تھا اور بدن کے کپڑے سرخ ہو رہے تھے۔
جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے پیارے فرزند کو اس حالت میں دیکھکر اور اس حسرت سے پانی کے لئے التجا کرتے ہوئے سن کر جواب میں فرمایا۔ یا بنی یعز علی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ و علی ابن ابیطالب علیہما السلام وعلی ان تدعوھم فلا یجیبوک وتستغیث بھم فلا یغیثوک یا بنی ھات لسانک فمصہ اے بیٹا مجھ پر اور میرے جد بزرگوار جناب سید محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میرے پدر عالی مقدار جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام پر نہایت شاق گزرتا ہے کہ استغاثہ کرے اور وہ جواب نہ دیں اور تو مدد کیلئے پکارے اور کوئی تیری مدد کو نہ پہنچے۔ اے میرے پیارے بیٹے اپنی زبان لا۔ پھر آپنے اپنے فرزند کی زبان اپنے منہ میں لے لی حضرت علی اکبر علیہ السلام فرمانے لگے۔ اے پدر بزرگوار! میری زبان سے تو آپکی زبان زیادہ خشک ہے جناب امام حسین علیہ السلام نے پھر ایک انگوٹھی ان کے منہ میں دی اور فرمایا کہ اسے اپنے منہ میں رکھے رہو کہ تشنگی میں کسی قدر سکون ہوگا۔ وقال امسکہ فی فیک وارجع الی قتال عدوک فانی ارجوا انک لا تمسی حتی یسقیک جدک بکاسہ الاوفی شربۃ لا تظما بعدھا ابدا۔ اس (انگوٹھی) کو منہ میں لئے رہو اور پھر جہاد اعداء میں مصروف ہو جاؤ۔ اور یقین کامل رکھو کہ تمہارے جد بزرگوار بہت جلد تمہیں ایک ایسا ساغر سرشار پلائیں گے جس کے بعد پھر تم کبھی پانی کی خواہش نہ کرو گے۔ اب حضرت علی اکبر علیہ السلام میدان جنگ میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے تشریف لائے ؎

الحرب قد بانت لنا الحقائق　وظہرت من بعدھا مصادق
واللہ رب العرش لا نفارق　جموعکم او تغمد البوارق

اس رجز کے بعد جانبین سے تلوار چلنے لگی اور لاشہ پر لاشہ گرنے لگی۔
ناسخ التواریخ و نور العین کے مولفین لکھتے ہیں کہ اب کی بار بھی جناب علی اکبر علیہ السلام نے اکیاسی آدمیوں کو تن تنہا قتل کیا۔ یہ حالت دیکھکر فوج شام و کوفہ ہجوم کر کے چاروں طرف سے اس تن تنہا پر ٹوٹ پڑی اور اس مظلوم کو اپنی تلواروں کے نیچے رکھ لیا۔
چنانچہ معصوم علیہ السلام زیارت میں فرماتے ہیں فقطعوک بسیوفھم اربا اربا یعنی سب ملاعنہ نے ملکر اس مظلوم کو اپنی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا جب زخموں سے بالکل چور چور ہو گئے اور جسمانی قوت نے جواب دیا۔ یا اور گھوڑے سے گرنے لگے تو باواز بلند فرمایا یا ابتاہ ھذا جدی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قد سقانی بکاسہ الاوفی شربۃ لا اظما بعدھا ابدا وھو یقول العجل فان لک کاسا مذخورا حتی تشربہ الساعۃ اے والد بزرگوار! میرے جد بزرگوار جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریف لاکر مجھے ایک ایسے ساغر سے سیراب فرمایا جس کے بعد مجھے اب پھر پانی پینے کی خواہش نہیں ہوگی اور آپ فرما رہے ہیں کہ اے حسین (علیہ السلام) جلد آؤ جلد آؤ کہ یہ دوسرا جام تمہارے لئے تیار رہے جونہی یہ آواز جناب امام حسین علیہ السلام نے سنی بے اختیار ہو کر فرمایا واولدی وا ثمرۃ فوادی وا قرۃ عینی یا بنی علی الدنیا بعدک العفا

میرے بیٹے! اے میرے پارۂ جگر! اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک!!!
اے بیٹا تیرے بعد دنیا پر حیف ہے۔ قتل الله قوما قتلوك ما اجرأهم علی الرحمٰن وعلی رسوله وعلی انتهاك حرمة الرسول صلی الله علیه وآله وسلم۔ خدا سبحانہ وتعالیٰ اس قوم جفاکار کو قتل کرے جنہوں نے تجھے قتل کیا اور جنہوں نے خدا و رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برخلاف اتنی بڑی جراءت کی اور اپنے رسول کی ہتک حرمت کی۔

اتنا فرماکر عجیب عالت اضطراب میں آپنے فوج مخالف کی طرف رُخ کیا اور نہایت عجلت سے رزمگاہ میں تشریف لائے۔ ان بے دینوں کو اپنے فرزند کی لاش سے ہٹایا جو سر کاٹ لینے کی غرض سے آپکی لاش کے چوگرد ہجوم کئے ہوئے تھے۔

مصائب کی اکثر کتابوں میں جناب امام حسین علیہ السلام کے اس انتشار و اضطرار کا یہ عالم لکھا ہے کہ آپ اس حد رزمگاہ سے ایسے مضطرب الحال ہوئے کہ جناب علی اکبر علیہ السلام کی لاش پر پہنچکر آپکو اتنا بھی خیال نہ رہا کہ پاؤں سے رکاب اتار کر اتریں ایکبار گھوڑے سے جست کرکے رکاب سمیت اپنے جوان بیٹے کی لاش کے پاس آ پڑے اور اس کے جسم پارہ پارہ کو اپنے آغوش میں لیکر خاک و خون پاک کرنے لگے اور بار بار اپنے سینہ سے لگاتے جاتے تھے۔ حضرت علی اکبر علیہ السلام میں رمق جان باقی تھی۔ آنکھ کھول کر پدر بزرگوار کے روئے منور پر نظر کی اور عرض کرنے لگے کہ رحمت الٰہی اور نعمت لامتناہی کے دروازے میرے لئے کھول دئے گئے ہیں اور جام سرشار میرے لئے تیار ہیں حوران جناں محو انتظار ہیں میں آپ کی خدمت سے رخصت ہوتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ میرے مرجانے کے بعد پردگیان عصمت سرا کو تاکید کر دیجیئے گا کہ وہ میرے ماتم میں اپنے چہروں کو طمانچوں سے نیلگوں نہ کریں۔ اتنا کہکر حضرت علی اکبر علیہ السلام نے رحلت فرمائی۔ صابر باپ تھے باوجود اس کے کہ اس واقعہ سے اتنا متاثر ہو چکے تھے کہ آنجناب کی محاسن مقدس کے بال صبح تک سیاہ تھے اور ایکبارگی بیٹے کے مرنے سے سفید ہوگئے کلیجہ پانی ہوگیا تھا، آنکھیں گویا بے نور ہوگئی تھیں۔ کمر خمیدہ اور دل داغدار ہوگیا تھا۔ تاہم کمال استقلال اور صبر و ضبط کو اختیار فرماکر اس نوجوان کا لاشہ اٹھایا اور شکر کرتے ہوئے سراپردہ مطہر میں لے گئے۔

حضرت کے جوان بیٹے کو مرتے دیکھا	اور شکر کا سجدہ انہیں کرتے ہوئے دیکھا

ایک صغیر السن بچہ کی شہادت

اسی ہولناک منظر میں جیسا کہ بعض معتبر کتابوں سے مستفاد ہوتا ہے ایک کم سن بچہ خیمۂ مطہر سے گھبراکر باہر نکل آیا اس کے کانوں میں ڈر گوشوارے تھے وہ بچہ اس ہولناک عالم سے اس قدر متاثر ہو رہا تھا کہ اس کا تمام بدن بید کی طرح لرزاں تھا۔ وہ کمال وحشت زدہ اور حواس باختہ ہوکر قریب کی قنات سے لگ کر کھڑا ہوگیا۔ ہانی ابن شبیت نے جھپٹ کر اس کو ایک حملہ میں قتل کر ڈالا۔ محدثین نے اس لڑکے کا نام نہیں لکھا ہے۔ بعضوں نے اس کا نام عبداللہ ابن الحسین علیہ السلام لکھا ہے۔ اور اکثر کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کے ایک صغیر السن بچہ کا نام عبداللہ تھا۔ بعض کا یہ قیاس ہے کہ حضرت علی اصغر ہی کا نام عبداللہ تھا۔ ظاہرا یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔

بعض روایات سے یہ مستفید ہوتا ہے کہ جس وقت یہ صغیر السن بچہ شہید ہوا تو جناب شہر بانو علیہا السلام بے اختیار ہوکر خیمہ سے نکل پڑیں اور پھر مایوسانہ اسکی طرف دیکھنے لگیں اور پھر دنیا میں غرق ہوگئیں۔ یہ قول بھی صحت سے خالی ہے کیونکہ حضرت شہر بانو علیہا السلام جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی ولادت کے وقت ہی راہی ملک بقا ہوگئی تھیں اور واقعہ کربلا کے وقت زندہ ہی نہ تھیں۔

جناب امام حسین کی تنہائی اور بیکسی کے حالات

اب جناب امام حسین علیہ السلام کے پاس کوئی ایسا شخص باقی نہ بچا تھا جو آمادۂ کارزار ہوکر فوج مخالف سے مقابل ہوتا۔ صاحب ناسخ التواریخ نے ان واقعات کی تمہید میں جو عبارت لکھی ہے وہ ایسی دلچسپ اور مناسب حال ہے کہ ہم اسکی اصلی عبارت کو بلفظہٖ ذیل میں تضمین کرتے ہیں:—

"بالآخر جناب امام حسین علیہ السلام فریداً وحیداً ابلیدان آمد و چوں طود شامخ وطود باذخ عنان بکشید و بایستاد بہیچ گونہ آلائش تزلزل در ساخت وجودش راہ نداشت چہ اگر تزلزل در حقیقت او رہا کردے ارکان عالم امکان متزلزل شدے اگرچند عالم لاہوت را آہنگ مسافرت داشت تربیت عالم ناسوت را مہمل و معطل نمی گذاشت

آں مصائب و آلام واسقام کہ بروے فرود آمدے
اگر سایہ بر جبل بوقبیس و کوہ حرے افگندے بپراگندے
و حفرتش بنیروے حلم آں بار گراں را نمودے و مقام خویش
را خالی نہ فرمودے چہ خداوند قوام آفرینش را بمقام
او معلق و مربوط داشتہ دلواے ہستی عالم اتحاد باست
بقلئے او افراشتہ۔ تبارک اللہ احسن الخالقین۔

المختصر ایسے عدیم المثال استقلال، صبر اور شکیبائی کیساتھ امام عالیمقام علیہ السّلام بیکسی اور تنہائی کی حالت میں فوج مخالف کے سامنے آکھڑے ہوئے چونکہ امام تھے منصب امامت کے لحاظ سے بغرض اتمام حجت کے یوں مستغیث ہوئے۔

هل من ذاب یذب عن حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم هل من موحد یخاف اللہ فینا هل من مغیث یرجوا اللہ فی اعانتنا یا کوئی ہمارا معین و ناصر ہے جو دشمنوں کے ضرر کو حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دفع کرے۔ آیا کوئی ایسا دیندار ہے کہ جو ہمارے استغاثہ کو قبول کرے اور خدائے سبحانہ وتعالیٰ سے ہماری اعانت کے لئے ماجور ہو؟

آپ کی صدائے استغاثہ سنکر جناب امام زین العابدین علیہ السلام بھی باوجود اس ضعف، اضمحلال اور عارضۂ اسہال کے اپنی تیغ آبدار لیکر خیمۂ مقدس سے نکل کھڑے ہوئے۔ حضرت اُمّ کلثوم سلام اللہ علیہا نے پیچھے سے آکر تھام لیا۔ آپنے دیکھکر فرمایا یا عمتاہ ذرونی اقاتل بین یدی ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پھوپی اماں مجھے چھوڑ دیجیے کہ میں فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے درجہ شہادت پہ فائز ہوں۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے خیمہ مطہر کی طرف نظر کی اور یہ سامان ملاحظہ فرماکر حضرت اُمّ کلثوم سلام اللہ علیہا کو آواز دی یا اُم کلثوم خذیہ لئلا یبقی الارض خالیة من نسل آل محمد اے اُمّ کلثوم ان کو روک لو۔ ایسا نہ ہو کہ دنیا نسل آل محمدؐ سے خالی ہو جائے پھر آپ نے چلا کر کہا یا سکینة یا فاطمة یا زینب یا اُمّ کلثوم علیکن منی السلام اے سکینہؑ، اے فاطمہ، اے زینب، اے اُمّ کلثومؑ ہمارا سلام آخری لو۔ اس صدا کا آنا تھا کہ اہلبیت میں کہرام مچ گیا۔ چاروں طرف سے صدائے الوداع الوداع اور ندائے الفراق الفراق بلند ہو گئی جناب امام حسین علیہ السلام ان مصیبت رسیدگان کی بیقراری کو نہ دیکھ سکے فوراً میدان جنگ سے آخر خیمۂ مطہر میں داخل ہوئے۔ جناب سکینہؑ نے عرض کی یا ابة استسلمت للموت فالی من اتکلتنا۔ اے پدر بزرگوار آپ تو مرنے جاتے ہیں ہمیں کس کے حوالے کئے جاتے ہیں۔ یہ سنکر امام عالیمقام بے اختیار ہو کر رونے لگے۔ فرمایا یا نور عینی کیف لا یستسلم للموت من لا ناصر له ولا معین له ورحمة اللہ ونصرته لا یفارقکم فی الدنیا ولا فی الاخرة فاصبری علی قضاء اللہ ولا تشکی فان الدنیا فانیة والاخرة باقیة اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! میں اپنی موت پر کیونکر آمادہ نہوں کیونکہ نہ کوئی میرا معین باقی رہا ہے نہ مددگار یقین رکھ کہ خدائے سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت دنیا و آخرت میں کبھی تم سے جدا نہوگی پس قضائے خدا پر صبر کرو۔ شکیبائی اختیار کرو اور زبان پر شکوہ نہ لاؤ کیونکہ دنیا فنا ہونیوالی ہے اور آخرت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے یہ فرماکر آپنے اپنی پیاری بیٹی کو چھاتی سے لگا لیا اور بکمال مایوسی سے یہ اشعار پڑھے۔ ؎

سیطول بعدی یا سکینة فاعلمی ‌ ‌ منک البکاء اذا الحمام دهانی
لا تحرقی قلبی بدمعک حسرة ‌ ‌ مادام منی الروح فی جثمانی
واذا قتلت فانت اولی بالذی ‌ ‌ تاتینه یا خیرة النسوان

قریب ہے کہ بعد میرے اے سکینہ تیرا رونا طول کھینچے گا جبکہ موت مجھے آلیگی۔ تو میرے قلب کو اپنے رونے سے نہ جلا جب تک میرے جسم میں جان باقی ہے، ہاں جس وقت میں مقتول ہو جاؤں پس تو اے بہترین دختران تجھے سب سے زیادہ رونیکا حق ہوگا۔ صاحب ناسخ التواریخ نے کل تین شعر ہی لکھے ہیں۔ مگر ملا ابو اسحاق اسفرائنی نے آٹھ شعر اور زیادہ لکھے ہیں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ؎

ابکی ولا تقولی هذم رکنی بعدما ‌ ‌ کانت تزعزع رکنه الارکان
قد کنت اومل ان اعیش بظله ‌ ‌ ابدا مدی الایام مرعانی
ادنی الی یا سکینة عاجلا ‌ ‌ حتی اود عک وداع الفانی
اوصیک بالولد الصغیر وبعده ‌ ‌ بالآل والایتام والجیران

فاذا قتلت فلا تشقی معجزا ... ایضاً ولا تدعی ثبورھوانی
لکن صبرا سکینۃ فی القضاء ... ھانحن اھل الصبر والاحسان
لی اسوۃ بابی وجدی واخوتی ... قصدوا حقوقھم بنو الطغیان

جب تم رو ؤ تو اپنے نوحہ میں یہ بیان کہ اے قتل ہونے والے تو پیاسا شط فرات پر ذبح ہوا اور اپنے بین میں یہ کہنا کہ میرا رکن امید منہدم ہو گیا بعد اس کے کہ اس کے رکن رکین کو تزلزل ہو چکا تھا اور اگر تو یہ امید کرتی ہے کہ تو ہمیشہ میرے سایہ میں زندہ رہے تو یہ امر ناممکن ہے۔ اے سکینہؑ تو بہت جلد میرے پاس آ تاکہ میں تجھکو اس طرح وداع کر لوں جیسے مرنے والا وداع کیا کرتا ہے۔ میں تجھکو وصیت کرتا ہوں۔ اس فرزند صغیر کے بارہ میں اور بعد اس کے عیال، یتیموں اور ہمسایوں کے باب میں کہ سب کے ساتھ سلوک کرنا اور جبکہ میں قتل ہو جاؤں تو تم اپنی چادر اور گریبان کو مت پھاڑنا اور نالہ و فریاد کر کے نہ رونا بلکہ اے سکینہؑ حکم الٰہی پر صبر کرنا کیونکہ ہم لوگ صاحبانِ صبر اور اہل احسان ہیں مجھے اپنے باپ۔ دادا اور بھائی کی اقتدا کرنی چاہیئے۔ جبکہ ان کے حقوق کو اہل طغیان و غضب نے غارت کیا (ابو اسحاق اسفرائنی صفحہ ۱۱۷)

یہ ارشاد سنکر جناب سکینہؑ سلام اللہ علیہا نے عرض کی کہ ہم سب کو ہمارے جد بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پر پہنچا دیجیے جناب امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ؎

لقد وکان القطاۃ یا دض نجد ... ترید العین لم یجد العزاما
ترکتہ البزاۃ فھیمتہ ... ولو ترک القطا الغفاد ناما

اگر طائر قطا کو ارض نجد میں اطمینان ہوتا اور لوگ اس سے دست بردار ہو جاتے تو وہ اپنے آشیانہ میں ضرور عافیت سے بسر کرتا اور سو جاتا

اہلبیت علیہم السلام سے جناب امام حسینؑ کی رُخصت

چونکہ جناب امام حسین علیہ السلام اب شہادت کیلئے بالکل آمادہ ہو چکے تھے اس لئے آپ وہاں سے اٹھکر جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے خیمہ میں تشریف لائے۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے جد بزرگوار نے میرے پدر عالیمقدار کو شدت مرض میں بیہوش پاکر میری پھوپی جناب فاطمہ کبریٰ علیہا السلام کو اپنے پاس بلایا فاودع عندھا صحیفۃ ملفوفۃ ووصیۃ ظاھرۃ کان علی ابن الحسینؑ کان فیہ مرض الاسھال وکان الناس لا یظنون بہ الصحۃ فی مرضہ فلما شوفی من مرضہ اسلمتہ اختہ الی ھیبۃ والصحیفۃ ھی الاٰن عندنا یعنی آپ نے ان کو ایک لپٹی ہوئی تحریر عطا فرمائی اور کہدیا کہ میرے پدر بزرگوار کو دیدیں کیونکہ علی بن الحسین علیہما السلام اس وقت ایسے مریض تھے کہ کسی شخص کو آپ کی صحت کی امید نہیں تھی جب آپ نے شفا پائی تو حضرت فاطمہ کبریٰ نے وہ وصیت نامہ میرے پدر بزرگوار کو حوالہ فرمایا۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ صحیفۂ ملفوفہ اس وقت تک ہمارے پاس ہے

اس کے علاوہ۔ ودائع انبیاء اوصیاء جو منصب امامت سے مخصوص تعلق رکھتے تھے۔ جناب امام حسین علیہ السلام مدینہ سے چلتے وقت ان کو حضرت اُمّ سلمہؓ کے سپرد فرما گئے تھے اور ان سے کہہ گئے تھے کہ جب جناب امام زین العابدین علیہ السلام واپس آئیں تو ان کے حوالے کر دیئے جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بہر حال اس کے بعد جناب امام حسین علیہ السلام نے حضرت زینب سے جامۂ کہنہ طلب فرمایا اور پھر تاکید کر دی کہ یہ کپڑے ایسے پھٹے ہونے چاہئیں جن کو لینے کی کوئی بھی خواہش نہ کر سکے۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے ایک پرانا ملبوس حاضر کیا آپ نے اسے یہ کہکر واپس کیا کہ یہ چھوٹا ہے۔ غرض ایک دوسرا جوڑا کپڑے کا جو طول و عرض میں پہلے سے وسیع تھا۔ لایا گیا آپ نے اس کو اپنے دست مبارک سے اور پارہ پارہ کیا تاکہ وہ پہلے سے زیادہ بیکار ہو جائے۔ اسی پیراہن کو پہنکر آپ نے اوپر سے سلاح جنگ زیب تن فرمائے۔ اہلبیت کرام علیہم السلام میں جو کہرام بپا وہ کسکی زبان ہے جو بیان کر سکے۔

حضرت علی اصغر علیہ السلام کی شہادت

اسی اثنا میں حضرت علی اصغر علیہ السلام کی حالت پہلے سے زیادہ مخدوش پائی گئی کیونکہ یہ بھوک اور پیاس کی مصیبت سے قریب بہلاکت ہو رہے

تھے پانی نہ ملنے کی وجہ سے آپ کی مادرِ گرامی کا دودھ بھی بالکل خشک ہو چکا تھا اور یہ چھ مہینے کا بچہ بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ علیؑ اصغر کو لاؤ میں اسکو بھی وداع کر لوں - یہ فرما کر آپنے ارشاد کیا ویل لھٰؤلاء القوم اذا کان جدّک محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خصمھم یعنی اس قوم شقاوت اثر کا برا ہو کہ جس وقت تمہارے جد بزرگوار محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے برخلاف مدعی ہوں گے پس اس بچہ کو ہاتھوں پر اٹھا کر خیمہ سے باہر تشریف لائے اور فوج مخالف کے مقابل کھڑے ہو کر ارشاد فرمانے لگے کہ پروردگار! میرے خزانہ میں اس لعل کے سوا کوئی دوسرا موتی نہیں ہے - میری دلی خواہش یہ ہے کہ میں اسکو بھی تیری راہ میں تصدق کروں - یہ کہکر جناب امام حسین علیہ السلام نے اس قوم جفاکار کو مخاطب کر کے کہا - اے کوفیان بے حیا اور اے دوستدارانِ آلِ معاویہ تم نے مجکو تو گنہگار اور قصوروار باور کر لیا ہے بھلا اس نادان بچہ کی نسبت تم کیا تہمت لگاتے ہو - اسکو تو پانی دو کہ شدتِ عطش سے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے اور اس وجہ سے اسکی زندگی کی امید نہیں کی جا سکتی - کسی نے جواب نہ دیا - الآ حرملہ ابن کاہل اسدی نے ایک ایسا تیر مارا جو حلقِ علیؑ اصغر پر آ لگا اور وہ نادان بچہ پھڑک کر مر گیا - خون جاری ہوا امام عالی مقام علیہ السلام نے چلو میں اس خونِ ناحق کو لیکر آسمان کی طرف پھینکا اور کمال صبر و استقلال سے فرمایا -

ھوّن علے ما نزل بی انہ بعین اللہ لا یکون اھون علیک من فصیل اللّٰھم ان جلست عنّا النصر فاجعل ذالک لما ھو خیر لّنا خدائے سبحانہ وتعالیٰ ہمارے ان مصائب کو دیکھ رہا ہے یہ تو تمام شدائد ہم پر آسان ہیں - پروردگار! تیرے نزدیک میرے بچہ کا خونِ ناحق ناقۂ صالح علیہ السلام کے قتل سے تو کم نہیں ہے اگر آج کے روز کسی وجہ سے تو نے اپنی فتح و نصرت ہم سے روک لی ہے تو اس کا نعم البدل ہمیں عنایت فرمائیو - علامہ سبط ابن جوزی جو سوادِ اعظمِ اہلسنت میں اکابر علماء سے شمار ہوتے ہیں اپنی کتاب تذکرۃ خواص الامۃ میں لکھتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام کے یہ دعا فرمانیکے بعد ہاتف نے ندا دی دعہ یاحسین (علیہ السلام) فان لہ مرضعۃ فی الجنّۃ یاحسینؑ اس بچہ کو رخصت کرو اس کیلئے ایک دایہ بہشت عنبر سرشت میں مقرر کر دی گئی ہے - شرح شافیہ میں لکھا ہے کہ اسکے بعد جناب امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے اترے اس بچہ پر نماز پڑھی اور ذوالفقار سے اسکی قبر کھود کر اس کو مدفون کر دیا -

مکالمہ با فوجِ شام

علامہ طبرسی کا بیان ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام اسکے بعد اٹھ کھڑے ہوئے اور فوج مخالف کے سامنے عمر ابن سعد کو بلایا - وہ آیا تو آپنے اس سے فرمایا کہ میں نے تجھ سے جس طرح ابتدائے جنگ کے وقت تین باتوں میں سے ایک بات کے قبول کرنے کیلئے کہا تھا اسی طرح انتہائے جنگ پر بھی تین باتوں کے ماننے کیلئے کہتا ہوں - میں گنواتا ہوں تو ہر ایک کی نسبت ہاں یا نہیں کا قطعی جواب دیتا جا - اس نے کہا فرمائیے - فرمایا - پہلے یہ کہ مجھکو مدینہ واپس جانے دے کہ میں پھر اپنے جد بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پر جا بیٹھوں - اس نے کہا ایسا تو نہیں ہو سکتا آپنے فرمایا کہ اچھا تھوڑا سا پانی دیدے کہ میں اپنے کلیجہ کی آگ کو بجھا لوں - اس نے کہا یہ بھی نہیں ہو سکتا - جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تمہارے نزدیک میرا قتل ہی مناسب ہے تو تمکو یہ معلوم ہے کہ سوائے میرے اب اور کوئی باقی نہیں - تم میں سے ایک ایک آدمی نکل کر میرا مقابلہ کرتا جائے - عمر سعد نے کہا - ہاں یہ امر مجھے قبول ہے -

امام علیہ السلام کا فوجِ شام سے مقابلہ

مقتل ابو مخنف میں ہے کہ حضرت علی اصغر علیہ السلام کی شہادت کے بعد جناب امام حسین علیہ السلام نے بددعا فرمائی کہ اللّٰھم انک شاھد علے ھٰؤلاء القوم الملاعین انھم قد عمدوا ان لا یبقون من ذرّیۃ رسولک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پروردگار تو گواہ رہیو اس پر جو کچھ کہ اس قوم ملعون نے کیا ہے - انکا قصد ہے کہ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت میں سے کوئی متنفس باقی نہ رہے - اس دعا کے بعد - آپ آمادۂ قتال ہو کر صفوف دشمن کے برابر آ کھڑے ہوئے اور ذیل کے اشعار رجز ارشاد فرمائے ؎

انا ابن علیؑ المطہر من آل ہاشم	کفانی بھٰذا مفخراً حین افخر

وجدّی رسول اللہ اکرم من مشیٰ / ونحن سراج اللہ فی الارض یزھر
وفاطمہ اُمی من سلالۃ احمد / وفینا الھدیٰ والوحی بالخیر یذکر
ونحن امان اللہ للناس کلھم / نسر بھذا فی الانام ونجھر
ونحن ولاۃ الحوض نسقی محبنا / بکاس رسول اللہ من لیس ینکر
اذا ما اتی یوم القیمۃ ظامیاً / الی الحوض یسقیہ بکفیہ حیدر
امام مطاع اوجب اللہ حقہ / علی الناس جمیعاً والذی کان ینظر
وشیعتنا فی الناس اکرم شیعۃ / ومبغضنا یوم القیمۃ یخسر
فطوبیٰ لعبد زارنا بعد موتنا / بجنۃ عدن صفوھا لا یکدر

میں ابن علیؑ مطہر ہوں جو آل ہاشم ہیں اور جب میں فخر کرنے لگوں تو مجھکو یہی فخر کافی ہے اور ہمارے جد بزرگوار جناب رسول اکرم ہیں اور ہم خدا کے چراغ روشن ہیں دنیا میں اور حضرت فاطمہؑ بنت احمدؐ ہماری مادر گرامی ہیں اور جناب جعفر جنکا لقب ذوالجناحین ہے ہمارے چچا ہیں اور کتاب خدا ہمارے ہی گھر میں نازل ہوئی ہے جسمیں احکام الٰہی اور فرمان ارشاد و ہدایت کے تمام ذکر ہیں اور ہم ظاہری اور باطنی طور پر جمیع خلائق کیلئے امان الٰہی ہیں اور ہم ہی مالکان حوض و کوثر ہیں اور ہماری ہی محبت کی وجہ سے لوگوں کو ساغر کوثر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے نصیب ہوگا جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر کوئی ایسا پیاسا نہیں آئیگا جو جناب حیدر کرار علیہ السلام کے ہاتھ سے کوثر کا سرشار ساغر نہ پائے۔ وہ ایسے مفترض الطاعت امام ہیں جنکی محبت کو خدا سے سبحانہٗ تعالیٰ نے تمام مخلوقات پر واجب گردانا ہے اور ہر اس شخص پر بھی جو دیکھ رہا تھا یا جو سمجھے اور ہمارے دوست تمام لوگوں سے افضل ہیں اور ہمارے دشمن قیامت کے دن سب سے زیادہ گھاٹا اٹھانے والے ہیں۔ پس قیامت میں سایۂ طوبےٰ صرف ان لوگوں کے واسطے مخصوص ہے جو ہمارے مرنے کے بعد ہمارے مزار کی زیارت کرینگے اور وہ جنات عدن میں ایسی راحت میں ہونگے جو کبھی مبدل برنج نہ ہوگی جناب امام حسین علیہ السلام اس وقت اپنے(۱) گھوڑے پر سوار تھے جس کا نام مرتجز تھا۔ محدثین و مورخین نے اس گھوڑے کے نام میں بھی اختلاف کیا ہے۔ اکثر نے ذوالجناح بتلایا ہے اور بعض نے ذُلدُل۔ امام اسفرائنی اس گھوڑے کا نام میمون کہتے ہیں اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے اشعار بھی اس نام کے شاہد ہیں جنکو ہم انکے مقام پر لکھیں گے۔ مگر صاحب ناسخ التواریخ کی خاص تحقیق یہ ہے کہ ذوالجناح نامی گھوڑا جناب امام حسین علیہ السلام کی سواری میں اس وقت نہ تھا اور یہ خلاف مشہور ہے۔ واللہ اعلم۔

اتنے مصائب اٹھاکر بھی ان اشقیا کی ہدایت کی طرف سے جناب امام حسین علیہ السلام نے عدم توجہی نہیں فرمائی بلکہ جس طرح آغاز جنگ کے وقت ان کے ارشاد و ہدایت اور تنبیہ کے متعلق ایک فصیح و بلیغ اور معنی خیز خطبہ ارشاد فرمایا تھا اُسی طرح اختتام جنگ کے موقع پر بھی ویسا ہی موثر خطبہ ارشاد فرمایا گیا جو گمراہان ضلالت کیلئے خضر ہدایت کا کام دیتا۔

اگر اس ناشنوا قوم کو سعادت و رشادت کا کچھ بھی حصہ ملا ہوتا تو وہ ضرور اس کے مضامین سے متنبہ ہوتے۔ ہم اس خطبہ کو تاریخ طبری جلد ۲ مطبوعۂ لکھنؤ۔ روضۃ الصفا اور تاریخ اعثم کوفی کے ترجمہ سے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

ایہا الناس تم میں سے جو جانتا ہے وہ تو جانتا ہے اور جو نہ جانتا ہو وہ جان لے اور جو جانتا ہو وہ پہچان لے کہ میں تمہارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسا ہوں۔ وصیٔ رسولؐ زوجؑ بتول امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا فرزند اور جناب سیدۃ النساء العالمین بضعۃ حضرت سید المرسلین سلام اللہ علیہم اجمعین کا پارۂ جگر ہوں پہلے پہل جو دائرۂ اسلام میں آیا وہ میرے والد ماجد علی مرتضےٰ ہیں اور میرے چچا جعفر طیارؑ ہیں۔ اتنے لوگوں میں کسی کو اپنے باپ پر اتنا فخر نہیں ہے جتنا مجھکو اور تم لوگوں کو یہ بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم ہی دونوں بھائیوں کے حق میں ارشاد فرمایا ہے الحسن والحسین (علیہما السلام) سیدا شباب اھل الجنۃ۔ حضرات حسن وحسین علیہما السلام سردار جوانان اہل بہشت ہیں۔ اور اگر تم اس وقت میرے اس کہنے کو سچ سمجھو تو جان لو کہ میں اس پر یقین کامل رکھتا ہوں کہ خدائے عزوجل کے نزدیک جھوٹ بولنا حرام ہے۔ میں نے آجتک کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ کسی سے وعدہ خلافی کی نہ کسی مومن کو آج تک ناراض کیا نہ کوئی نماز قضا کی۔ اگر تم میرے کہنے پر اعتبار نہ کرو تو بہت سے صحابی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمہاری جماعت میں موجود ہیں۔ ان سے پوچھ لو کہ انہوں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے ایسا سنا ہے یا نہیں۔ قسم خدا کی اگر عیسائیوں کو حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کا کوئی عامل جاتا تو وہ اس گدھے کو قیامت تک پالتے اور اس کی کامل حفاظت وقدر کرتے اور کبھی اسکی تعظیم کے بارے میں اختلاف نہ کرتے ایسا ہی اگر یہودیوں کو کوئی چیز حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کی یادگار مل جاتی تو وہ بھی اسکی ویسی ہی وقعت اور قدر کرتے مگر میں تمہاری حالت پر افسوس کرتا ہوں کہ تم کیسی قوم ہو اور کیسی امت ہو کہ اپنے رسولؐ اپنے نبیؐ اور اپنے پیغمبرؐ کی ذریت اور انکے نواسے کو گھیرے ہوئے ہو۔ اس کے خون ناحق پر آمادہ ہو نہ تم کو خدائے عزوجل کا کوئی خوف ہے نہ اپنے پیغمبر سے کچھ شرم۔ میں نے اپنی تمام عمر میں کسی شخص کا خون نہیں کیا اور نہ کسی شخص کی کوئی چیز لی۔ تم کو مجھ سے کسی کا قصاص بھی لینا نہیں ہے پس تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو اور میرے خون کو کیوں حلال سمجھتے ہو۔ دیکھو میں وہ آدمی ہوں جو دنیا کی تمام خواہشوں سے منہ موڑ کر اپنے نانا کے مقام مزار پر بیٹھا ہوا تھا۔ تم نے مجھکو وہاں بھی نہ ٹھہرنے دیا۔ وہاں سے ہٹایا تو میں خانۂ خدا میں (مکہ) آیا اور خدا کی عبادت میں مشغول ہوا۔ وہاں بھی تم لوگوں نے مجھکو خطوط لکھے اور یہ دکھلایا کہ تمام اہل اسلام میں اس وقت آپ سے زیادہ کسی کو استحقاق امامت نہیں ہے اور مجھکو لکھا کہ میں آؤں تو تم میری بیعت کرو گے جب میں آیا تو تم نے مجھ سے عناد کیا اور اختلاف اختیار کیا میں تمہاری اس خطا اور بیوفائی کے لئے اور کچھ نہیں کہوں گا مگر وہی جو حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے قوم بد کار کے خطاب میں خدائے پاک سے عرض کیا۔ آپنے یہ آیۂ وافی ہدایہ تلاوت فرمایا۔ انی عذت بربی وربکم ان ترجمون وان لم تؤمنوا لی فاعتزلون۔ اگر تم لوگ میری اعانت کرو اور مجھے نہ مارو اور مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ اور مجھکو چھوڑ دو کہ میں پھر خانہ کعبہ کیطرف چلا جاؤں یا پھر اپنے نانا کی قبر مطہر پر جا بیٹھوں یہاں تک کہ میں اپنی زندگی کو تمام کر دوں اور دوسرے عالم کا میرے لئے آغاز ہو جاوے (تو میں اس پر راضی ہوں اور تم بہت بڑی جوابدہی سے بچ جاؤ گے)۔

مورخین کا بیان ہے کہ یہاں تک پہنچکر جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے خطبہ کو تمام فرمایا اور خاموش ہوکر ان کے جواب کے منتظر رہے مگر اہل شام کی چالیس ہزار جمعیت میں سے کسی شخص نے آپکے ارشاد کا کچھ جواب نہ دیا۔ انتظار کے بعد جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ الحمد للہ۔ جو میرا منصب تھا وہ میں ادا کر چکا اور جو کچھ خدا کی حجت تھی وہ تم لوگوں پر تمام کر چکا اور خدا کا ہزار شکر کہ تمہاری کوئی حجت مجھ پر باقی نہیں ہے یہ فرماکر آپنے دونوں ہاتھ آسمان کیطرف اٹھاکر یہ دعا فرمائی اللّٰھم انت ثقتی فی کربۃ وعدتی فی شدۃ وقوتی فی شامۃ ورجائی فی کل حالۃ انت ولی وولی ما انعمت علی ومنتھی کل غایۃ فاکفنی یا ارحم الراحمین پروردگارا! تو ہر مصیبت میں میرا سہارا ہے اور ہر شدت میں میرا مددگار ہے اور ہر آفت میں میری تقویت ہے اور ہر حالت میں میرا امید ہے۔ تو میرا ولی اور میری ان تمام نعمتوں کا بھی جو تو نے مجھے عنایت فرمائی ہیں مالک ہے اور میری آرزوؤں کا منتہیٰ ہے۔ اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھکر رحم کرنیوالے۔ میرے لئے تو ہی کافی ہو جا۔

اس دعا سے فراغت فرماکر جناب امام حسین علیہ السلام بنفس نفیس مشغول قتال ہوئے سب سے پہلا شخص جو حضرت سے مقابل ہوا تمیم ابن قحطبہ تھا۔ وہ نہایت پھرتی سے آکر امام پر حملہ آور ہوا۔ مگر آپ کی تیز دستی نے اسکی پھرتی کا پورا جواب دیا اور وہ دم کے دم میں مقتول ہوکر زمین پر لوٹنے لگا۔ اسکے بعد ایک دوسرا شخص مقابلہ کو نکلا وہ بھی قتل کیا گیا۔ پھر دوسرے کے بعد تیسرا نکلا وہ بھی مارا گیا اسیطرح ایک کے بعد دوسرا آتا گیا اور قتل ہوتا گیا یہاں تک کہ فوج شام کی ایک معتدبہ جمعیت اپنی کوشش میں ناکامیاب ہوکر میدان جنگ میں کام آگئی۔ اب تو عمر ابن سعد نے رنگ بے رنگ دیکھکر اپنی فوج کو جناب امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ سے روک لیا اور چلاکر کہا ویلکم اتدرون لمن تقاتلون ھذا ابن الانزع البطین ھذا ابن قتال العرب فاحملوا علیہ من کل جانبۃ تم لوگوں پر سخت افسوس ہے ارے یہ شخص نزاع البطین فاتح لب کل غالب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا بیٹا ہے جس نے قوم عرب کے شجاعوں میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑا اور سب کو اپنی تلوار کے گھاٹ اتار دیا یہ کہکر اس نے جناب امام حسین علیہ السلام کے نفس واحد پر چاروں طرف سے ایکبارگی حملہ کرنے کا حکم دیدیا۔ پھر کیا تھا حکم پاتے ہی رسالے کے رسالے۔ فوجوں کی فوجیں۔ پرے کے پرے اس مظلوم کی ایک جان پر تلواریں نکالے۔ نیزے سنبھالے۔ تیر جوڑے۔ چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے۔ مگر جناب امام حسین علیہ السلام کا استقلال دنیا کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہی تھا۔ ایسے انتہائی اضطرار کی حالت میں بھی آپنے اپنے استقلال اور اپنی ہمت و دلاوری میں سر مو فرق نہ آنے دیا اس ہجوم کثیر کو دیکھکر گھوڑے پر اور جم کر بیٹھ گئے اور تمام بے دینوں کو مخاطب کرکے ذیل کے اشعار بطور رجز پڑھنے لگے۔

کفر القوم وقدما رغبوا	عن ثواب اللہ رب الثقلین

قتل القوم علیا و ابنه … حسن الخیر کریم الطرفین
حنقا منهم وقالوا اجمعوا … حشر الناس الی حرب الحسین
یالقوم من اناس رذل … جمعوا الجمع لاهل الحرمین
ثم ساروا وتواصوا کلهم … باجتیاحی لرضاء الملحدین
لم یخافوا الله فی سفک دمی … لعبید الله نسل الکافرین
وابن سعد قد رمانی عنوة … بجنود کوکوف الهاطلین
لعلی الخیر من بعد النبی … والنبی القرشی الوالدین
خیرة الله من الخلق ابی … ثم امی فانا ابن الخیرتین
فضة قد خلصت من ذهب … فانا الفضة وابن الذهبین
من له جد کجدی فی الوری … او کشیخی فانا ابن العلمین
فاطم الزهراء امی وابی … قاصم الکفر ببدر وحنین
عبد الله غلاما یافعا … وقریش یعبدون الوثنین
یعبدون اللات والعزی معا … وعلی کان صلی القبلتین
فابی شمس وامی قمر … وانا الکوکب وابن القمرین
وله فی یوم احد وقعة … شفت الغل بفض العسکرین
ثم فی الاحزاب والفتح معا … کان فیها حتف اهل الفیلقین
فی سبیل الله ماذا صنعت … امة السوء معا بالعترتین
عترة البر النبی المصطفی … وعلی الورد یوم الجحفلین

یعنی ہماری قوم نے کفر اختیار کیا اور سب دو جہاں کی راہ ثواب سے متنفر ہو گئے اس قوم نے جناب علی مرتضٰے علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے جناب حسن مجتبٰے علیہ التحیۃ والثنا کو جو جانبین سے نیک اور کریم تھے قتل کیا۔ اپنے کینوں کی وجہ سے اب تم لوگوں نے تمام آدمیوں کو حسینؑ سے لڑنے کے لئے جمع کیا۔ فریاد اس قوم کے برخلاف جس نے رذیل ترین آدمیوں کو اہلِ حرمین پر حملہ کرنے کے لئے اکٹھا کیا پس تم لوگ گئے اور تم سے ایک نے دوسرے کو میرے ہلاک کرنے کی وصیت کی۔ صرف دو ملحد شخصوں کی خوشنودی کے لئے تم کافر النسل عبید اللہ ابن زیاد کی رضا جوئی کے لئے میرا خون گرانے میں خدا کا ذرا بھی خوف نہیں کرتے۔ عمر ابن سعد نے بروئے عداوت میری طرف تیر چلایا۔ پھر فوج نے سخت تیروں کی بارش سے مجھ پر غلبہ کیا بلا اس کے کہ پہلے سے میرا کوئی قصور ہو سوائے اس فخر و مباہات کے جو دو بزرگوں کے سبب مجھے حاصل ہے۔ میں علیؑ کی نسل سے ہوں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ہیں اور نبی وہ جن کے ماں باپ دونوں خدا کے نزدیک برگزیدگانِ خلق ہیں۔ اس رو سے میں دو برگزیدوں کا فرزند ہوں۔ میں ایسی چاندی ہوں جو سونے سے برآمد ہوئی ہے۔ پس میں ہوں تو چاندی مگر سونے کی اولاد ہوں۔ کسی کا جد دنیا میں میرے جد کے برابر نہیں ہے اور میرے بزرگ جیسا کس کا بزرگ ہے پس میں تو دنیا میں دو افضل ترین دنیا کی یادگار ہوں۔ فاطمۃ الزہرا تو میری مادر گرامی ہیں اور پدر عالی مقدار میرے وہ بزرگ ہیں۔ جنہوں نے کافروں کو بدر و حنین کے معرکوں میں سخت شکست پہنچائی ہے۔ جنہوں نے قبل از بلوغ خدائے سبحانہٗ وتعالیٰ کی عبادت کی جبکہ کل قریش بتوں کو پوجا کر رہے تھے۔ قریش تو اس وقت لات و عزیٰ کی پرستش کر رہے تھے اور علی علیہ السلام نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے۔ میرے والد سورج ہیں اور میری والدہ چاند ہیں۔ میں ستارہ ہوں۔ مگر ایسا ستارہ کہ دونوں نیّروں کا بیٹا۔ میرے پدر بزرگوار کے حملات گراں بار کی وجہ سے احد کی لڑائی والے دن لشکروں میں پراگندگی اور شکستگی پڑ گئی تھی۔ اسی طرح غزوۂ خندق اور فتح مکّہ کے دن بھی وہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں موجود تھے۔ جنہوں نے قریش کو جو اس وقت تک آنحضرتؐ سے اختلاف کر رہے تھے موت کے گھاٹ اُتارا۔ اب اس اُمّت بد افعال نے خدا کی راہ میں اُن دونوں بزرگواروں کی ذرّیت سے کیا کیا۔ وہ ذرّیت جو جناب محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت ہے اور جناب علی مرتضٰے علیہ التحیۃ والثنا کی بھی عترت ہے۔

ملّا ابو اسحاق اسفرائنی نے ضیاء العین فی مقتل الحسین میں اور علامہ طبرسی اور ابن شہر آشوب علیہ الرحمۃ اور ابو مخنف نے ان اشعار میں اکثر اشعار کا اضافہ کیا ہے جو طوالت کی وجہ سے نہیں لکھا جاتا۔ فمن شاء فلیرجع الیہا۔

المختصر ہم پھر اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں یہ رجز کے اشعار بکمال بلاغت و فصاحت پڑھ کر جن کی نسبت تاریخوں نے یہ قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ آج تک کسی دوسرے نے پھر ایسا پُر اثر رجز نہیں پڑھا

جناب امام حسین علیہ السلام نے تیغ آبدار سے قوم اشرار کے اس بڑھتے ہوئے ہجوم کو تنبیہ فرمائی جو نہایت گستاخانہ دلیری سے قدم بڑھاتے ہوئے آپ کے منہ پر چڑھے آئے تھے اور یہ شعر زبانِ مبارک سے پڑھا۔ جو آپ کی شجاعت و ہمت کے ثبوت کیلئے کافی و وافی ہے ؎

القتل اولیٰ من رکوب العار	والعار اولیٰ من دخول النار

رسوا ہو جانے سے قتل ہو جانا بدرجہا بہتر ہے اور دوزخ میں جانے سے رسوا ہونا بہتر ہے۔

بہرحال آپ کی تیغ صاعقہ بار نے میمنہ سے میسرہ تک اور میسرہ سے میمنہ تک فوجِ مخالف پر وہ ہل چل ڈال دی کہ ہر شخص اپنی شجاعت و دلیری کے دعوے بھول گیا۔ اور باوجودیکہ جناب امام حسین علیہ السلام تشنگی کی عین شدت۔ احباب و اصحاب کے غم اور عزیز و اقارب کے ماتم میں مبتلا تھے۔ مگر تاہم آپ کے استقلال۔ ثبات اور کمال شجاعت میں سرِ مو فرق نہ آیا تھا۔ ان تمام حالتوں کے ساتھ آپ کی تیغ شرربار فوجِ کفار کے ساتھ وہی کام کر رہی تھی جو برق خرمن کے ساتھ کیا کرتی ہے۔ یا بادِ صرصر چمن کے ساتھ۔ تلوار پر تلوار اور پیادوں پر سوار گر رہے تھے۔ اور جناب امام حسینؑ اپنے جوشِ شجاعت میں یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے ؎

انا الحسین ابن علیؑ	آلیت ان لا انثنی
احمی عیالات ابی	امضی علےٰ دین النبیؐ

میں حسین ابن علی علیہ السلام ہوں میں نے قسم کھائی ہے کہ میں ایک ہی بات پر قائم رہونگا۔ میں اپنے والد بزرگوار کے کنبہ کی حمایت کرتا ہوں۔ اور میں شریعتِ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قائم ہوں عبداللہ ابن عمار جو عمر سعد کے لشکر میں شامل تھا بیان کرتا ہے واللہ ما رأیت مکسوراً قط قد قتل ولدہ واھلبیتہ واصحابہ اربط جاشا منہ

ہم نے کسی ایسے شخص کو جس کا دل ٹوٹ چکا ہوا ور جس کا جسم چور چور ہو اور جس کے تمام فرزند و اعوان و انصار مقتول اور جس کے اہلبیت محصور ہو چکے ہوں۔ ایسا قوی دل قائم رہنے والا نہیں دیکھا۔

تاریخ کبیر طبری میں آپ کے کارزار کے متعلق یوں لکھا ہے فشدّ علیہ رجالۃ ممن عن یمینہ وشمالہ فحمل علی من عن یمینہ حتی ابذعرّوا وعلی من عن شمالہ حتی ابذعرّوا وعلیہ قمیص لہ من خزّ وھو معتمّ قال فواللہ ما رأیت مکسوراً قط قد قتل ولدہ واھلبیتہ واصحابہ اربط جاشا ولا امضی جنانا منہ ولا اجرأ مقدماً واللہ ما رأیت قبلہ ولا بعدہ مثلہ ان کانت الرجالۃ لتنکشف من عن یمینہ وشمالہ انکشاف المعزیٰ اذا شدّ فیھا الذئب ..... وھو یقاتل علی رجلیہ قتال الفارس الشجاع یتقی الرمیۃ ویفترص العورۃ ویشد علی الخیل۔

فوجوں نے راست و چپ سے جناب امام حسین علیہ السلام پر ایکبارگی حملہ کیا۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے پہلے اُن صفوں کو پراگندہ کیا۔ جو داہنی طرف سے حملہ آور ہوئی تھیں۔ پھر اُن پلٹنوں کو درہم و برہم کیا جنہوں نے بائیں طرف سے یورش کی تھی۔ اس وقت حضرت خز کا کرتہ پہنے ہوئے تھے اور عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ راوی جو اس معرکۂ جنگ کے حاضرین میں سے تھا کہتا ہے کہ میں نے کسی ایسے مجروح دل شکستہ و تنہا شخص کو جس کے بیٹے اور عزیز اور اصحاب سب قتل ہو چکے ہوں حسینؑ سے پہلے یا حسین علیہ السلام کے بعد مثل حسینؑ کے دل کو سنبھالنے والا بے دھڑک شجاعانہ پیش قدمی کرنے والا نہیں دیکھا پیادوں کی صفیں جب اُن پر ٹوٹ پڑتی تھیں تو حسین علیہ السلام اُن سے اس انداز سے لڑتے تھے کہ وہ دائیں طرف حملہ کرتے یا بائیں طرف صفیں اس طرح چھٹ جاتی تھیں جس طرح بھیڑ بکریوں کا ریوڑ بھیڑیے کے آنے سے پھٹ جاتا ہے اور پیدل لڑنے کی حالت میں بھی یہ معلوم ہوتا تھا گویا آپ سوار ہیں اور بڑے بہادر سوار ہیں کہ تیروں کی زد سے اپنے کو بچا جاتے تھے۔ جہاں سواروں کے پروں میں ذرا بھی گنجائش پاتے تھے فوراً ادھر حملہ کر دیتے تھے (دیکھو تاریخ طبری) صاحب صلاح النشاتین اپنی کتاب میں یہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت اُس حملہ کے وقت یہ بھی فرماتے تھے کہ آیا تم میرے قتل پر مجتمع ہوئے ہو؟ خدا کی قسم مجھے قتل کر دوگے اور تم لوگ بندگانِ خدا میں کسی ایسے شخص کو قتل نہ کروگے کہ اُس کی پاداش میں میرے قتل سے زیادہ مستوجبِ عذاب ہو میں خدا سے اُمیدوار ہوں کہ وہ تمہیں خوار کرکے میرے اکرام کو ظاہر فرمائیگا وہ اسطرح تم سے میرا انتقام لیگا کہ تم ہکا بکا ہو رہجاؤ گے اگر تم نے مجھے قتل کیا تو خدا تمہاری قوتوں کو آپس میں ایک دوسرے سے ٹکرا کر فنا کر دیگا۔ تم میں سخت خونریزیاں ہونگی اور اس تعزیر کے سوا خدا سبحانہٗ وتعالیٰ تمہیں عذابِ دردناک میں مبتلا کرے گا۔

امام ابواسحاق اسفرائنی جناب امام حسینؑ کے اظہارِ شجاعت میں بیان کرتے ہیں کہ اسکے بعد جناب امام حسین علیہ السلام نے اُس قوم پر حملہ کیا اصحابِ

قلب میں پہنچکر صدا دی اور نعرہ لگایا اور گھوڑے کو کاوہ دیا۔ اور حضرت اپنی تلوار سے اُن کے بدن کو اس طرح کاٹتے تھے جس طرح گھاس کاٹتے ہیں۔
حضرتؑ ہر طرف جاتے تھے تلواریں لگاتے تھے کبھی چپ کبھی راست کبھی طولاً کبھی عرضاً اور گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے دشمنوں کے جسم پسے جاتے تھے۔
اور خون کی ندیاں جاری تھیں پس جناب امام حسین علیہ السلام اپنے خیمۂ مطہر میں واپس آئے اور حضرتؑ کے زخموں سے خون جاری تھا۔ لشکر یزید نے اپنے مقتولین کا حساب کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت نے ایک ہزار پانچ سو بیس سواروں کو قتل کیا۔ اور اُن کے دلمیں رعب خوف سما گیا۔
علامہ ابن شہر آشوب اور محمد ابن ابیطالب نے فوج شام کے مقتولین کی تعداد ایکہزار نو سو اکیاون لکھی ہے۔ بہرحال جناب امام حسین علیہ السلام کی شجاعت ایسی اظہر من الشمس ہے جسکے لئے نہ کسی تشریح کی احتیاج ہے نہ کسی تصریح کی ضرورت۔
لڑائی کا رنگ بیرنگ دیکھکر شمر ذی الجوشن نے کہا کہ جناب امام حسین علیہ السلام ان مقابلوں سے کبھی زیر ہونے والے نہیں ہیں۔ تا وقتیکہ کسی خاص حیلہ سے کام نہ لیا جائے۔ امام عالیمقام علیہ السلام اُسوقت قابو میں آئیں گے جب چاروں طرف سے اُنپر حملہ کرکے وہ پورے محاصرہ میں لے لئے جائیں گے۔ اسلئے شمر ذی الجوشن نے چار ہزار تیر اندازوں کو جمع کرکے جناب امام حسین علیہ السلام کے اور خیمۂ مطہر کے درمیان حائل کر دیا اور باقی ماندہ فوجیں تین طرف سے سیاہ بادل کی طرح ہجوم کرکے جناب امام حسین علیہ السلام پر ٹوٹ پڑیں جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنی موجودہ حالت سے قطع نظر کرکے اپنے ناموس کی محصوری ایک منٹ کے لئے بھی گوارا نہ فرمائی۔ اور فوراً اُن بے دینوں کو مخاطب کرکے کہنے لگے یا شیعۃ آل ابی سفیان ان لم یکن لکم دین ولا تخافون المعاد فکونوا احراراً فی دنیاکم وارجعوا الی احسابکم اذ کنتم اعراباً۔
اے دوستداران آل ابو سفیان اگر تم اپنے دین و ملّت کو کھو بیٹھے ہو اور خدا اور روز جزا سے کچھ خوف نہیں کرتے تو تم لوگ اپنی دُنیا میں تو آدمی بنے رہو اور اگر تم اپنے تئیں اہل عرب کی نسل میں شمار کرتے ہو تو کچھ تو شرافت کا لحاظ و پاس کرو۔
ان کا یہ کلام سُنکر شمر ذی الجوشن نے کہا کہ آپ کا مطلب کیا ہے جناب امام حسینؑ نے فرمایا اقول انا الذی اقاتلکم وتقاتلونی والنساء لیس علیھن جناح فامنعوا عتاتکم عن التعرض لحرمی ما دمت حیاً میں تمہارے ساتھ لڑتا ہوں اور تم میرے ساتھ لڑتے ہو اس میں عورتوں کا کیا قصور ہے کہ تم نے انسے معترض ہونیکا قصد کیا ہے۔ تا وقتیکہ میں زندہ ہوں اُدھر سے اپنی باگ روکو۔
جناب امام حسین علیہ السلام کا یہ کلام سنکر شمر کے جیسے بے حیا کو بھی حیا آگئی۔ اُس نے تمامی فوج کو واپسی کا حکم دیدیا۔
اکثر تاریخیں یہ بتلاتی ہیں کہ یہ ترکیب ابن سعد کی تجویز تھی۔ اور شمر نے اُسے شرم دلا کر باز رکھا۔ طبری اور روضۃ الصفا کا یہی بیان ہے اور بعض اس کے خلاف بتلاتے ہیں۔
بہرحال وہ بیدین پردگیان عصمت سرا کی مزاحمت اور ایذا رسانی سے باز رہے۔ اور جناب امام حسین علیہ السلام بھی فی الجملہ مطمئن ہو کر پھر فوج مخالف سے مقابل ہوئے اور فرمانے لگے علی ما تقاتلونی علی حق ترکتہ ام علی سنۃ غیرتھا ام علی شریعۃ بدلتھا۔ افسوس ہے تم لوگوں پر کس بنا پر تم لوگ میرے ساتھ لڑائی کرتے ہو۔ آیا میں نے تمہارا کوئی حق مار لیا ہے یا میں نے کسی سنّت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ترک کر دیا ہے یا کسی امر شریعت کو متغیّر کر دیا ہے۔ اُن تمام بے دینوں نے یکزبان ہو کر کہا بل نقاتلک بغضاً منّا لابیک وما فعل باشیاخنا یوم بدر وحنین۔ آپکے پدر عالیمقدار علیہ السلام نے بدر و حنین کی لڑائی کے دن ہمارے بزرگوں اور سرداران قبائل کو جو قتل کیا ہے۔ آج ہم اسی کی خصومت اور عداوت میں آپکو قتل کرتے ہیں۔ اُس وقت جناب امام حسین علیہ السلام نے بنگاہ حسرت چاروں طرف نگراں ہو کر اپنی تنہائی اور بیکسی کا خیال کرکے فرمایا یا مسلم ابن عقیل یا ھانی ابن عروہؓ وحبیب ابن مظاھرؓ وزھیر ابن القینؓ ویزید ابن مظاھرؓ ویحیی ابن کثیرؓ وھلال ابن نافعؓ وابراھیم ابن الحصینؓ وعمیر ابن المطاعؓ واسد الکلبیؓ یا عبد اللہ ابن عقیلؓ ومسلم ابن عوسجہؓ یا داؤد ابن طرماحؓ یا حر الریاحیؓ یا علی ابن الحسینؓ ویا ابطال الصفا ویا فرسان الھیجاء مالی انادیکم فلا تجیبونی وادعوکم فلا تسمعونی انتم نیام ارجوکم تنتبھون ام حالت مودتکم عن امامکم فلا تنصرونہ فھذہ نساء الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لفقدکم قد علاھن النحول فقوموا من نومتکم ایھا الکرام وادفعوا عن حرم الرسول الطغاۃ اللئام ولکن صرعکم واللہ ریب المنون وغدر بکم الدھر الخئون ولا لما کنتم عن دعوتی تقصرون ولا عن نصرتی تحتجبون فھا نحن علیکم مفتجعون وبکم لاحقون فانا للہ وانا الیہ راجعون۔
اے مسلم ابن عقیل! (علیہ السلام) اے ہانی ابن عروہ۔ اے حبیب ابن مظاہر! اے زہیر ابن القین! اے یزید ابن مظاہر! اے یحیٰی ابن

کثیر! اے ہلالؑ ابن نافع! اے ابراہیمؑ بن الحصین! اے عمیر اے اسعد الکلبی! اے عبداللہ ابن عقیلؑ! اے مسلم ابن عوسجہ! اے داؤدؑ ابنِ طرماح! اے حرؑ الریاحی! اے علیؑ ابن الحسینؑ! (علیہما السلام) اے میرے دلاور شجاعو! اے میرے تیز رفتار سوارو! کیا ہو گیا کہ میں تمہیں پکارتا ہوں اور تم مجھے جواب تک نہیں دیتے۔ میں تم سے استدعا کرتا ہوں اور تم منظور نہیں کرتے۔ تم سو رہے ہو تو اب امید ہے کہ تم میرا جواب دینے کے لئے اٹھو گے۔ کیا اپنے امام سے تمہاری مودت و محبت بدل گئی کہ اب تم اُس کی مدد سے ہاتھ اٹھاتے ہو۔ دیکھو یہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموس ہیں جو تمہاری نصرت و اعانت نہ ہونے کی وجہ سے پیٹ رہے ہیں۔ اے شریف خیال بزرگو! اب تم اپنی نیند سے اٹھ بیٹھو اور ان کمینے سرکش بے دینوں کو اپنے رسول کے حرم پاک سے دور کر دو۔ افسوس تم لوگوں کو موت آ گئی اور خائن زمانے نے تمہارے ساتھ بیوفائی کی اسی سبب سے تم میں سے ہر شخص مجبور ہو گیا ورنہ تم لوگ میری استدعا کے قبول کرنے میں ذرا بھی تامل نہ کرتے اور ہماری نصرت و اعانت سے ہاتھ نہ اٹھاتے میں خود تمہارے فراق میں آزردہ دل ہوں اور میں بھی تمہارے پیچھے آنے والا ہوں ہم سب اللہ کے ہیں اور ہم سب کی بازگشت اسی کی حضور میں ہوگی پھر یہ اشعار پڑھے ؎

قومٌ اذا نودوا الدفع ملمّۃٍ	والقوم بین مدعّسٍ و مکردس
لبسوا القلوب علی الدّروع واقبلوا	یتھافتون علی ذھاب الانفس
نصروا الحسینؑ فیا لھا من فتیۃ	عافوا الحیوٰۃ والبسوا من سندس

ملّا ابو اسحاق اسفرائنی نے یہ اشعار لکھے ہیں ؎

یا رب لا تترکنی وحیدا	فقد تری الکفّار والجحود
قد صیّروا بیننا عبیدا	یرضون فی فعالھم یزیدا
اما اخی فقد مضی شھیدا	معفّراً بدمہ وحیدا
فی وسط قاع مقفر وابعیدا	وانت بالمرصاد لن تحیدا

خداوندا تو مجھکو ان لوگوں میں تنہا نہ چھوڑیو۔ تو دیکھتا ہے کہ ان لوگوں نے دیدہ و دانستہ میرا انکار کیا ہے۔ انہوں نے ہم کو ہر طرف سے محصور کر کے قید کر لیا ہے اور اپنے ہر کام میں یزید کو خوشنود کرنا چاہتے ہیں۔ میرا بھائی شہید ہو گیا اور وہ اپنے خون میں آغشتہ پڑا ہوا ہے۔ اکیلا تنہا۔ بیابان میں۔ مگر تو انکی گھات میں ہے۔ تیری زد سے نکلکر کہاں جائیں گے؟

جناب امام حسین علیہ السلام یہ اشعار پڑھتے تھے کہ عمر سعد کی فوج نے چاروں طرف سے آپ پر حملہ کرنا شروع کر دیا اور اس یکہ و تنہا فرزند رسولؐ اور جگر بند بتول علیہا السلام پر تیروں کی بوچھاڑ نیزوں کی اور تلواروں کی بھرمار ہونے لگی۔ جب یہ زخم پہ زخم پڑتے تھے۔ اور ان کو وار کرنے کا موقعہ نہ ملتا تھا۔ انہوں نے اپنے سردار کی رضامندی یا ابن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا دہی کے لئے پتھر ہی پھینکنے شروع کر دیئے مگر اس مجبوری اور محصوری کی حالت میں بھی جناب امام حسین علیہ السلام کے استقلال میں سرِ مو فرق نہ آیا۔ آپ نے اُن کے اس ہجوم اور چاروں طرف کی یورش پر ذرا بھی خیال نہ کیا اور اپنے گھوڑے کو مہمیز کر کے دریا کی راہ لی۔ اس وقت دریا کی متعینہ فوجیں بھی ان فوجوں کے ساتھ اکٹھا ہو گئی تھیں۔ اس لئے دریا کی راہ کسی قدر کشادہ ہو گئی۔ جناب امام حسین علیہ السلام کو دریا کی طرف جاتا ہوا دیکھکر اعور اسلمی اور عمرو ابن حجاج نے اپنے چار ہزار کمانداروں کو جو دریا کی طرف نگہبانی کے لئے مقرر تھے آواز دی کہ حسینؑ کو دریا کی طرف نہ جانے دینا۔ حکم پاتے ہی اُن لوگوں نے بیچ میں حائل ہو جانے کی بہت کوشش کی مگر امام عالی مقام علیہ السلام نے اُن کی کوششوں کو کامیاب نہ ہونے دیا اور دریا کے قریب پہنچکر اپنا گھوڑا دریا میں ڈال ہی دیا۔

اب اس مقام پر ہم جناب امام حسین علیہ السلام کے محاسن اخلاق کے متعلق ایک نہایت موثر اور معتبر واقعہ درج کرتے ہیں جس سے معلوم ہو گا کہ آپ انسانوں کے علاوہ حیوانوں کے ساتھ بھی لطف و مدارا و ہمدردی سے پیش آتے تھے۔ تمام تاریخوں کا اتفاق ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے گھوڑے کو دریا میں ڈال کر اپنے وفادار رہوار کو مخاطب کر کے فرمایا۔ انت عطشان وانا عطشان واللہ لا ذقت الماء حتی تشرب تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں قسم خدا کی جب تک تو پانی نہ پی لے گا میں کبھی پانی نہ پیوں گا۔ اس وفادار نے فوراً اپنا منھ پانی سے اٹھا لیا جناب امام حسین علیہ السلام اس کے وفادارانہ انکار کو سمجھ گئے جھکے اور چلو میں پانی لیکر ارشاد فرمایا کہ میں بھی پانی پیتا ہوں اب تو بھی پانی پی لے۔ یہ دیکھکر حصین ابن نمیر نے ایک تیر مارا جو آ کر ٹھیک آپ کے ہونٹوں پر بیٹھا اور وہ چلو پانی کا گر گیا۔ اتنے میں ایک بے دین نے زور سے چلا کر کہا کہ دیکھو حسینؑ تم تو اس طرف مصروف ہو اور اس طرف سپاہِ شام تمہارے ناموس کی غارت میں مشغول ہے۔ یہ سنتے ہی آپ خیمہ کی طرف مڑے تو دیکھا کہ یہ صرف اس کا حیلہ تھا۔

اور کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ ابو مخنف لکھتے ہیں واقبل الی الخیمة فوجدها سالمة فعلم انها مکیدة من القوم۔ آپ نے مڑ کر خیمۂ اقدس کی طرف دیکھا کہ سب صحیح و سالم ہیں۔ سمجھ گئے کہ یہ ان لوگوں کی صرف حیلہ سازی ہے۔ آپ خیمۂ اقدس پر ٹھہر گئے اور پردگیانِ عصمت سرا کو پھر آخری بار وداع فرمانے لگے۔ تمام اہلبیت علیہم السّلام نے روتے پیٹتے حضرت کو چاروں طرف سے آگھیرا۔ کس کے قلم میں اتنی قدرت اور کس کی زبان میں اتنی طاقت ہے جو ان گرفتارانِ مصیبت کی بیقراری اور آہ و زاری کی کیفیت کچھ بھی لکھ سکے۔ بہرحال آپ نے پردگیانِ عصمت کو شدائد و بلا پر صبر و ضبط اختیار کرنے کی وصیت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ استعدوا للبلاء واعلموا ان اللہ حافظکم وحامیکم وسینجیکم من شر الاعداء ویجعل عاقبة امرکم الی خیر ویعذب اعادیکم بانواع البلاء ویعوضکم اللہ عن هذه البلیة انواع النعم والکرامة فلا تشکوا ولا تقولوا بالسنتکم ما ینقص قدرکم نزولِ بلا کے واسطے مستعد ہو خدائے سبحانہٗ و تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائیگا اور وہی ہر حال میں تمہارا معین و مددگار ہوگا اور تم کو دشمنوں کے آزار سے بچائے گا اور عاقبت تمہاری بخیر کرے گا اور تمہارے دشمنوں کو تمہاری اس مصیبت کے عوض انواع و اقسام کے عذاب میں مبتلا کرے گا اور تم کو اپنی ہر قسم کی نعمتوں سے محفوظ فرمائیگا پس تم لوگوں کو مناسب ہے کہ اپنی زبان شکایت میں نہ کھولو۔ اور ایسا نہ کرو کہ تمہاری قدر و منزلت میں کوئی فرق آئے۔ یہ فرما کر آپ خیمۂ مطہر سے باہر نکل آئے۔ اہلِ بیتِ کرام میں ایک کہرام مچ گیا۔ اُن مصیبت زدگان کی انتہا درجہ کی مجبوری۔ بچوں کی بیقراری و آہ و زاری ایک ایک کی مایوسی اور حسرت قیامت کا ایک عالم تھا اور محشر کا ایک ہنگامہ۔ اہلِ حرم انتہا درجہ کی مایوسی میں آپ کے دامانِ مبارک سے لپٹے ہوئے تھے۔ خوش عقیدہ بیبیاں آپ کے پائے مبارک پر ایک کے بعد دوسری سر دے دے پٹکتی تھیں۔ غریب بچے اپنی بھوک اور پیاس کو بالکل بھولے ہوئے عجیب اضطراب کے عالم میں یاس نگاہ سے امام عالی مقام کو کھڑے دیکھ رہے تھے۔ جناب امام حسین علیہ السّلام مشکل سے اپنے غمزدہ اور آفت رسیدہ اہل و عیال سے دامن چھڑا کر ایسے قیامت خیز عالم میں باہر نکلے جس کی سچی تصویر میر انیس صاحب مرحوم نے اس شعر میں کھینچی ہے ؎

شبیر برآمد ہوئے یوں خیمہ کے در سے	جس طرح نکلتا ہے جنازہ بھرے گھر سے

جناب امام حسین علیہ السّلام کا باہر آنا تھا کہ فوج شام کا پھر وہی ہجوم ہونے لگا اور چاروں طرف سے آپ کے جسمِ ناتواں پر ہتھیار پڑنے لگے۔ آپ نے باآوازِ بلند فرمایا۔

یا امة السوء بئس ما خلفتم محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اما انکم لن تقتلوا بعدی عبدا من عباد اللہ فتهابوا من قتله بل یهون علیکم عند قتلکم ایای وایم اللہ انی لارجو ان یکرمنی ربی بهوانکم ثم ینتقم لی منکم من حیث لا تشعرون اے قوم بدکار! تم نے جناب رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت کی حرمت کے بارے میں اُن کی وصیّت کو کیا ضائع کیا ہے۔ پس مجھے قتل کرنے اور میرا خون گرانے کے بعد بندگانِ خدا کا قتل تمہارے نزدیک آسان ہو جائیگا۔ خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ حضرت رب العزّت ان مصائب کے عوض اور اس ذلت کے بدلے میں جو تم مجھے پہنچا رہے ہو کرامت عطا فرمائیگا پھر تم لوگوں سے میرے قتل اور میری ذات کی پاداش میں ایسا انتقام لیگا جس کی طرف کبھی تمہارا خیال بھی نہ گیا ہوگا۔

یہ فرما کر آپ اُن کی مدافعت میں پھر مصروف ہو گئے اور حتّے الامکان اُن خونخواروں کو اپنے پاس سے ہٹاتے رہے مگر وہاں تو اُن بے رحموں کی وہ کثرت تھی کہ ایک ہٹتا تھا تو اُس کی جگہ پر دس آ پڑتے تھے اور دو الگ ہٹتے تھے تو بیس ٹوٹ پڑتے تھے۔ اسی کشمکش میں جناب امام حسین علیہ السّلام بکثرت زخمی ہو گئے۔ تیروں کی بوچھاڑ سے تمام سینۂ مطہر مشبک ہو گیا بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک تیر کے زخم میں متعدد تیروں کی نوکیں چھپی ہوئی پائی جاتی تھیں۔ مناقب ابن شہر آشوب علیہ الرحمۃ کے مطابق جسمِ اقدس پر صرف تلواروں کے ستّر گہرے زخم لگے تھے۔ اب جو اوچھے تھے اُن کا شمار نہیں ہے۔ ابو مخنف اپنے مقتل میں نیزوں کے زخم تینتیس ۳۳ اور تلواروں کے چونتیس بتلاتے ہیں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام جو اپنے جدِ بزرگوار علیہ السّلام کے ساتھ واقعات کربلا میں شریک تھے بیان فرماتے ہیں کہ آپ کے جسم مبارک پر کل ۳۲۰ گہرے زخم لگے تھے اور ایک دوسری روایت کے بموجب تین سو ساٹھ زخم لگے تھے۔ تیسری روایت سے ۱۹۰۰ سب چھوٹے اور بڑے زخم لگے تھے بعض روایتوں میں ان سے بھی زیادہ معلوم ہوتے ہیں۔ مگر مشہور تیسری روایت ہے۔ بہرحال جناب امام حسین علیہ السّلام زخموں سے چور ہو کر ابھی تک پشت رہوار سے جدا

نہ ہوئے تھے کہ یکایک ابوالحتوف جعفی نے آڑ پکڑ کر آپ کی پیشانی مبارک پر ایسا تیر لگایا کہ آپ کا روئے مبارک سب کا سب خون سے رنگین ہو گیا۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے خون بھرے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کر کے ارشاد فرمایا اللھم انک ترٰی ما انا فیہ من عبادک ھٰؤلاء العصاۃ۔ پروردگار! تو دیکھتا ہے۔ جو اس قوم گناہگار کے ہاتھوں مجھ پر گذر رہی ہے۔ یہ دعا فرما کر امام عالی مقام نے دامن زرہ اٹھا کر اپنے روئے مبارک سے خون پونچھا۔ ابھی روئے مبارک صاف نہیں ہوا تھا۔ کہ ایک تانہ تیر سہ پہلو سینۂ اطہر کے عین وسط میں آکر پیوست ہوا بعض مورخین نے اس تیر کے مارنے والے کا نام خولی الاصبحی اور بعضوں نے ابو قدام العامری لکھا ہے اس تیر جفا کے لگتے ہی امام عالیمقام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پشت توسن پر زیادہ بیٹھنے کی طاقت نہ رہی۔ تیر کھاتے ہی آپ نے فرمایا بسم اللہ وباللہ وعلٰی ملۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہکر آپ نے پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور فرمایا الٰھی انت تعلم انھم یقتلون رجلا لیس علٰی وجہ الارض ابن بنیٍ غیرہ پروردگا۔ تو گواہ رہیو یہ لوگ ایک ایسے شخص کو قتل کر رہے ہیں۔ جسکے زمین پر جس کے سوا کوئی دوسرا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند نہیں ہے۔ یہ فرما کر آپ نے اس تیر کو سینۂ اقدس سے کھینچا تو خون کا ڈیڑا چھاتی سے بہ نکلا۔ آپ نے اپنا وہ خون چلو میں لے کر اپنے روئے انور پر مل لیا۔ اور فرمایا ھکذا اکون حتٰی القٰی جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وانا مخضوب بدمی واقول یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتلنی فلان وفلان۔ میں اپنے چہرہ پر خون اس وجہ سے ملتا ہوں کہ اسی صورت سے اپنے جد بزرگوار جناب احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کروں گا۔ اور عرض کرونگا کہ نانا جان! مجھکو آپ کی امت میں سے فلاں اور فلاں نے قتل کیا ہے۔

جناب امام حسین علیہ السلام میں اب کوئی حالت باقی نہ رہی تھی سے

نے دعا بجاج دگر تاب استقامت داشت | نہ خود حسین علیہ السلام طاقت داشت

ضعف کی شدت سے آپ بیہوش ہو گئے تھے کہ صالح ابن وہب مرّی نے جو تاک میں لگا ہوا تھا آپ کے قریب آکر پہلوئے مبارک پر اس زور سے تلوار لگائی کہ وہ رسول اللہ کے کاندھے کا سوار فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی آغوش کا پالا فاش زمین سے فرش زمین پر آرہا سے

بلند رتبہ شاہے زصدر زین افتاد | اگر غلط نہ کنم عرش بر زمین افتاد

ہندوستان کے فردوسی میر انیس صاحب مرحوم نے اس مضمون کو اپنے شعر میں اور اونچا کر دکھایا ہے وہ فرماتے ہیں سے

قرآن رحلِ زین سے سرِ فرش گر پڑا | دیوار کعبہ بیٹھ گئی عرش گر پڑا

حضرت زینب علیہا السلام جو بھائی بیتابی اپنے برادر عالی مقدار کی اخیر حالت کو در خیمہ سے بہزار حسرت دیکھ رہی تھیں اس خونین منظر کو دیکھ کر صحن خیمہ کی طرف یہ کہہ کر روتی ہوئی دوڑیں واخاہ واسیداہ وااھل بیتاہ لیت السمآء طبقت علی الارض ولیت الجبال تدکدکت علی السھل۔ ہائے بھائی! ہائے سیدا ہائے اہلبیت! اب آسمان زمین پر کیوں نہیں گرتا اور پہاڑ کیوں نہیں پھٹ پڑتا۔ یہ فرما کر اس معصومہ نے ابن سعد کو مخاطب کر کے عجب مایوسانہ لہجہ میں فرمایا ای عمر ابن سعد یقتل ابو عبد اللہ وانت تنظر الیہ اے عمر ابن سعد! ابو عبد اللہ الحسین علیہ السلام قتل ہو رہے ہیں اور تو ان کی طرف دیکھ رہا ہے۔ یہ کلام کچھ ایسا حسرت بھرا تھا کہ اسے سنکر عمر سعد جیسا سنگدل بھی آخر کار رو دیا۔

حضرت عبد اللہ ابن حسن علیہ السلام کی شہادت

حضرت عبد اللہ ابن جناب امام حسن علیہ السلام جو اس وقت تک حد بلوغ کو نہ پہنچے تھے۔ در خیمہ پر مضطرب و سراسیمہ کھڑے تھے کہ یکایک وہ اپنے عم بزرگوار کو ایسے قیامت کے عالم میں دیکھکر برداشت نہ کرسکے۔ اور خیمۂ مقدس سے فوراً نکل کر دوڑے۔ حضرت زینب علیہا السلام نے پردہ در سے ہاتھ نکال کر پکڑ لیا۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے بھی اس کیفیت کو ملاحظہ فرمایا تو اپنی مصیبت زدہ بہن کو آواز دی اور فرمایا یا اختاہ احبسیہ اے بہن اس کو پکڑ لو اور میدان بلا میں نہ آنے دینا۔ حضرت زینبؑ نے اس کے روکنے کے لئے ہر چند کوشش کی مگر وہ صاحبزادہ یہ کہتا ہوا قتل گاہ کی طرف دوڑ گیا کہ لا واللہ لا افارق عمی۔ نہیں۔ نہیں خدا کی قسم میں اپنے عم نامدار سے ایسی حالت میں کبھی الگ نہ ہوں گا۔ وہ صاحبزادہ قتالے میدان میں آکر کیا دیکھتا ہے کہ ابحر ابن کعب اپنی تلوار کا وار آپ کے فرق مبارک پر لگایا ہی چاہتا ہے۔ یہ دیکھکر حضرت عبد اللہ ابن الحسن نے کہا ویلک یا بن

الخبیثہ تقتل عمّی۔ اے پسر زانیہ وائے ہو تجھ پر کیا تو میرے چچا کو مار ہی ڈالے گا۔ یہ کہکر اُس معصوم نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر اُس کی تلوار کا وار اپنے ہاتھ پر روک لیا۔ ابجر نے تلوار کا وار اس زور سے لگایا تھا کہ اُس معصوم کا داہنا ہاتھ شانہ سے جدا ہو گیا۔ جناب امام حسین علیہ السّلام نے اُس بچے کو اپنے سینہ سے لگا لیا اور فرمایا۔ یابن اخی اصبر ما نزل بک و احتسب فی ذٰلک الخیر فان اللہ تعالیٰ یلحقک بآبائک الصّٰلحین۔ بھتیجے! جو کچھ تجھ پر گذری صبر سے برداشت کر۔ اور اس مصیبت کو اپنے لئے خیر و برکت کا باعث سمجھ۔ اب خدائے سبحانہ و تعالیٰ بہت جلد تجھ کو تیرے آبائے صالحین سے ملائے دیتا ہے۔ امام علیہ السلام کے یہ کلام ابھی تمام نہ ہوئے تھے کہ حرملہ ابن کاہل الاسدی نے ایک تیر مار کر جناب امام حسین علیہ السّلام کی گود میں اُس معصوم کو شہید کر ڈالا۔

جناب امام حسین علیہ السلام یہ قیامت دیکھکر بیہوش ہو گئے۔ عمر ابن سعد نے امامؑ عالی مقام کو زمین پر بیہوش پاکر حکم دیا کہ شمع امامت فوراً گل کر دی جائے اور معاذ اللہ جو اس خونِ ناحق کا مرتکب ہوگا وہ بہت بڑے انعام کا مستحق سمجھا جائے گا۔ یہ سنتے ہی فوجوں کی فوجیں اور رسالوں کے رسالے اُس بے کس و تنہا پر ٹوٹ پڑے جو کمال ناطاقتی سے نیم دم ہو کے نماز عصر کو ختم کر کے سجدہ شکر کے تہیہ میں خم ہو چکا تھا۔

جناب امام حسین علیہ السّلام کی شہادت

باوجود اس حالت کے اتنی کثیر فوج میں سے کسی کو بھی اتنی جرأت نہ ہوئی کہ وہ آپ کے قریب جا کر عمر سعد کے حکم کی تعمیل کرے۔ مگر ان میں سب سے پہلے مالک ابن بشیر الکندی آپ کے قریب آیا اور معاذ اللہ کلمات ناستودہ آپ کی شان میں کہے اور اپنی شمشیر سے ایک تازہ زخم لگایا۔ جناب امام حسین علیہ السّلام نے آنکھیں کھول کر اُس کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ لا اکلت بیمینک ولا شربت بھا وحشرک اللّٰہ مع القوم الظّٰلمین تجھے تیرے دائیں ہاتھ سے کھانا پینا کبھی نصیب نہ ہو اور خداوند عالم تجھ کو ظالموں کے گروہ میں محشور فرمائے (اس بد دعا کے اثر سے مالک ابن بشیر الکندی کی جو حالت ہوئی وہ اس سلسلہ کے چوتھے نمبر میں ملے گی۔)

اُس وقت شمر ذی الجوشن نے آواز دی کہ اب ایسے مجبور شخص کے قتل میں کیا دیر ہے یہ سُن کر زرعہ ابن شریک سب سے پہلے آگے بڑھا اور جناب امام حسین علیہ السّلام پر اپنی تلوار کا وار کیا۔

امام عالی مقام نے بایں حالت اُس پر اپنی تلوار کا ایک ہاتھ لگایا اور اُس کو مار گرایا۔ پھر اپنے دستِ مبارک آسمان کی طرف اٹھا کر ارشاد فرمایا صبراً علیٰ قضائک یا ربّ لا الٰہ سواک پروردگار! تیرے فرمان پر صبر۔ سوا تیرے کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔

زرعہ ابنِ شریک کے مارے جانے سے۔ ظالموں کا وہ قریب آنے والا گروہ بہت کچھ خوف زدہ ہو کر جُدا ہو گیا۔ شمر ذی الجوشن نے یہ حال دیکھکر اپنے ایک دوسرے حیلہ سے کام لیا۔ اُس نے جناب امام حسین علیہ السّلام کو سُنا کر اپنے لشکر والوں سے کہا کہ اس سراپا مجروح شخص سے ہو کیا سکتا ہے۔ تھوڑی سی آگ لے کر چلو اور اس کے تمام خیموں کو معہ اہلِ بیت کے جلا کر خاک سیاہ کر ڈالو۔ یہ سُن کر جناب امام حسین علیہ السّلام نے شمر کو جواب دیا یابن ذی الجوشن انت الداعی بالنار لتحرق علیٰ اھلی احرقک اللّٰہ بالنّار۔ اے ذی الجوشن کے بیٹے تو اہلِ بیت رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلانے کے لئے آگ منگاتا ہے۔ خدائے سبحانہ و تعالیٰ تجھکو جلد آتشِ دوزخ سے جلائے

اُس وقت شمر کی ترغیب سے چالیس سواروں نے آ کر امام عالی مقام کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور آپ کے اوپر یکے بعد دیگرے حملے کرنے لگے۔ سب سے پہلے حصین ابن نمیر نے آپ کے دہانِ مُبارک پر ایک تیر لگایا۔ پھر ابو ایوب غنوی نے دوسرے تیر سے آپ کے حلقوم کو مجروح کیا۔ پھر نصر ابن خرشہ نے تلوار لگائی اور عمر ابن الخلیفہ الجعفی نے شانے پر دوسری تلوار لگائی۔ صالح ابن وہب مزنی نے نیزہ سے زخم لگایا۔ سنان ابن انس نے نیزہ کا دوسرا زخم لگایا اور نیزہ کے بعد اُس شقی ترین ازلی نے آپ کے حلقومِ مُبارک پر اپنے تیر بیداد کا ایک ایسا گھاؤ لگایا کہ پھر آپ کو بیٹھنے کی بھی تاب نہ رہی۔

یہ کیفیت دیکھ کر عمر ابن سعد نے تمام فوج کو حکم دیا کہ بہت جلد امام علیہ السلام کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس کے متعلق ابو مخنف اپنے مقتل میں ذیل کی عبارت لکھتے ہیں۔

فدنی منه شبث ابن ربعی فرمقه الحسین علیه السلام بعینه فرمی السیف من یدہ وولی هاربا ویقول معاذ الله ان القی الله بدمك یا حسین فاقبل الی شبث سنان ابن انس النخعی وکان کوسج اللحیة قصیرا ابرص شبه الخلق بالشمر اللعین فقال له اما قتلته ثکلتك امك قال شبث یا سنان انه فتح عینیه فی وجهی فشبهتها بعینی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ثم دنی منه سنان ففتح عینیه فی وجهه فارتعدت یدہ وسقط السیف منها وولی هاربا فاقبل الی سنان الشمر اللعین وقال له ثکلتك امك مالك رجعت عن قتله فقال یا شمر انه فتح عینه فی وجهی فذکرت هیبة ابیه علی ابن ابیطالب علیه السلام ففزعت فلم اقدر علی قتله فقال له الشمر الملعون انك جبان فی الحرب فو الله ما کان احد غیری احق منی بقتل الحسین علیه السلام ثم انه رکب علی صدرہ الشریف ووضع السیف فی نحرہ وهم ان یذبحه ففتح عینیه فی وجهه وقال له الحسین یا ویلك من انت فقد ارتقیت مرتقا عظیما فقال له الشمر الذی رکبك هو الشمر ابن ذی الجوشن الضبابی فقال له الحسین اتعرفنی یا شمر فقال نعم انت الحسین ابن علی علیهما السلام وجدك رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وامك فاطمة الزهراء واخوك الحسن علیه السلام فقال ویلك فاذا علمت ذلك فلم تقتلنی قال ارید بذلك الجائزة من یزید فقال له یا ویلك انما احب الیك الجائزة من یزید ام شفاعة جدی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فقال له الشمر الملعون دانق من جائزة یزید احب الی من شفاعة جدك فقال له الحسین صلوات الله علیه وبلغه الله الی غایة برکاته ومنتهی رضوانه سئلتك بالله ان تکشف لی بطنك فکشفت بطنه فاذا بطنه برص کبطن الکلاب وشعره کشعر الخنازیر فقال الحسین الله اکبر لقد صدق جدی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فی قوله لابی یا علی ان ولدك الحسین یقتل بارض یقال لها کربلا یقتله رجل ابرص اشبه بالکلاب والخنازیر فقال له الشمر اللعین تشبهنی بالکلاب والخنازیر فو الله لاذبحنك من القفاء ثم ان الملعون قطع رأسه الشریف المبارك وکلما قطع منه عضوا یقول یا جداہ یا محمداہ صلی الله علیه وآله وسلم یا ابا القاسماہ ویا ابتاہ ویا علیاہ ویا اماہ ویا فاطماہ اقتل مظلوما واذبح عطشانا واموت غریبا فلما جزہ وعلاہ علی القناة کبر وکبر العسکر ثلاث تکبیرات وتزلزلت الارض واظلمت الدنیا وامطرت السماء دما عبیطا ونادی فی السماء قتل والله الحسین بن علی ابن ابیطالب علیهما السلام قتل والله الامام ابن الامام قتل الاسد الباسل وکهف الارامل وکان یوم قتله یوم الجمعة عاشورا المحرم الحرام سنة احدی وستین۔

ان لوگوں میں سب سے پہلے شبث ابن ربعی جناب امام حسین علیہ السلام کے قریب آیا اور آپکی نظر اسکی نظر سے ملی تو تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ پڑی اور وہ آپ کو چھوڑ کر بھاگ گیا اور کہنے لگا معاذ اللہ خدا حسین علیہ السلام کے خون سے بچائے اتنے میں سنان ابن انس نخعی شبث کی طرف بڑھا اس شخص کی ڈاڑھی چھوٹی تھی اور اسکے بدن پر سفید داغ بھی تھے۔ اور یہ شخص شمر سے بہت مشابہ تھا۔ سنان نے کہا کہ اے شبث تیری ماں تیرے سوگ میں روئے تو نے جناب امام حسین علیہ السلام کو قتل کیوں نہیں کیا شبث نے کہا کہ اے سنان جونہی میں نے حضرت کی طرف دیکھا تو میں نے انکی آنکھوں کو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے بالکل مشابہ پایا۔ یہ سنکر سنان امام عالی مقام کی طرف بڑھا تو حضرت نے اس کی طرف بھی آنکھیں کھول کر دیکھا۔ سنان کا ہاتھ کانپنے لگا اور اسکے ہاتھ سے بھی تلوار چھوٹ پڑی اور وہ بھی آپ کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔ یہ حال دیکھکر شمر سنان کی طرف بڑھا اور پوچھنے لگا کہ تو نے ان کو قتل کیوں نہ کیا اور کیوں واپس آ گیا۔ سنان نے کہا جب میری آنکھ ان کی آنکھ سے دوچار ہوئی تو مجھکو جناب امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہما السلام کی ہیبت یاد آ گئی۔ پس میں نے میں چھوڑ دیا۔ اور پھر مجھکو ان کے قتل پر جرأت نہ ہو سکی۔ یہ سنکر شمر ملعون نے کہا کہ تم سب حالات جنگ میں بزدل ہو قسم خدا کی میرے سوا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو جناب امام حسین علیہ السلام کو قتل کرے۔ بہرکیف اب وہ لعین آکر آپ کے سینہ مطہر پر چڑھ گیا اور تلوار کھینچ کر آپ کے گلوئے مبارک سے ملا دی وہ قتل کرنا ہی چاہتا تھا کہ امام مظلوم نے آنکھیں کھول کر اسکی طرف دیکھا اور پوچھا تو کون ہے جو بڑے بلند مقام پر چڑھ گیا ہے اس لعین نے کہا کہ میں ہوں شمر ابن ذی الجوشن الضبابی

یہ سُنکر آپ نے پوچھا آیا تو مجکو پہچانتا بھی ہے کہ میں کون ہوں؟ کہا ہاں میں جانتا ہوں۔ آپ حسین ابن علی علیہما السلام ہیں۔ آپ کے جدِ بزرگوار جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور آپ کی مادرِ گرامی جناب سیدۃ نساء العالمین فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔ اور آپ کے بھائی جنابِ امام حسن علیہ السلام ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ افسوس ہے جب تو اِن باتوں کو جانتا ہے تو پھر مجکو کیوں قتل کرتا ہے اُس نے کہا صرف اس لئے کہ یزید سے انعام ملنے والا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تجکو میرے جدِ بزرگوار جنابِ احمد مختار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت پسند ہے یا یزید کا انعام؟ اُس نے بکمالِ بےحیائی جواب دیا کہ یزید کے انعام کی ایک کوڑی مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے مقابلہ میں زیادہ پسند ہے۔ پھر اُس سے جنابِ امام حسین علیہ السلام نے (اُن پر خدا ئیتعالیٰ کا درود ہو اور اپنی انتہا درجہ کی رضامندی اور برکات اُن پر نازل فرمائے) فرمایا تجکو قسم خدا کی ذرا اپنا سینہ تو کھولدے پس اُس نے اپنا پیٹ کھول دیا۔ آپ نے مشاہدہ فرمایا کہ اُسکے پیٹ پر ابلق کتے کے پیٹ کی طرح سپید داغ ہیں۔ اور اُسکے بال سوئر کے سے بال ہیں اور یہ مشاہدہ فرما کر جنابِ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ اکبر! میرے جدِ بزرگوار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا کہ یا علیؑ! تیرا فرزند حسینؑ اُس سرزمین پر قتل کیا جائے گا جسکو کربلا کہتے ہیں اسکو ایک ایسا شخص قتل کرے گا جو مثل کتے کے مبروص ہوگا اور اُسکے بال سوئر کے سے ہونگے۔ یہ سُنکر شمرِ لعین نے کہا آپ کے جد نے مجھے کتے اور سوئر سے تشبیہ دی ہے تو میں اُس کے عوض میں قسم بخدا آپ کو پسِ گردن سے ذبح کروں گا۔ یہ کہکر اُس ملعون نے فرقِ مُبارک کو جُدا کیا ایسی حالت میں کہ آپ کے حلقوم سے برابر یہ آواز آرہی تھی کہ اے جدِ بزرگوار۔ محمد مصطفےٰ۔ اے ابو القاسم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اے علی علیہ السلام۔ اے مادرِ گرامی۔ اے فاطمۃ زہرا علیہا السلام میں مظلوم قتل کیا جا رہا ہوں۔ میں پیاسا ذبح کیا جا رہا ہوں اور میں تنہا و غریب مارا جاتا ہوں پس جب قتل سے اُس نے فراغت پائی تو بلند آواز سے تکبیر کہی جسکو سُنکر تمام لشکر والوں نے تین تکبیریں کہیں۔ اس واقعہ کے ساتھ ہی زمین میں زلزلۂ عظیم محسوس ہوا اور تمام دنیا میں تیرگی چھا گئی آسمان سے خون برسنے لگا۔ اور آسمان سے یہ آواز آنے لگی قسم خدا کی امام ابن امام حسین ابن علی ابن ابیطالب علیہم السلام مارے گئے۔ شبیر جوانمرد مارا گیا۔ پشت و پناہِ بیوگان قتل کیا گیا۔ آپ جمعہ کے دن دسویں محرم سنہ ۶۱ ہجری کو شہید کیے گئے۔

بقول مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی مرحوم یہ ایسی نالائق حرکت مسلمانوں سے ہوئی کہ اگر سچ پوچھو تو دُنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے انا للہ و انا الیہ راجعون وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۝

چوں خوں زِ حلقِ تشنۂ او بر زمیں رسید — جوش از زمیں بذروۂ عرشِ بریں رسید
نخلِ بلند او چو خساں بر زمیں زدند — طوفاں بر آسماں زِ غبارِ زمیں رسید
باد آں غبار چوں بمزارِ نبیؐ رساند — گرد از مدینہ بر فلکِ ہفتمیں رسید
یکبار جامہ در خُمِ گردوں بہ نیل زد — چوں ایں خبر بہ عیسیٰؑ گردوں نشیں رسید
پُر شد فلک زِ غلغلہ چوں نوبتِ خروش — از انبیاء بحضرتِ روح الامیں رسید
کرد ایں خیال وہم غلط کار کاں غبار — تا دامنِ جلالِ جہاں آفریں رسید

ہست از ملال گرچہ بری ذاتِ ذوالجلال
او در دل است و ہیچ دلے نیست بے ملال

امام ابو اسحٰق اسفرائنی نے اپنے مقتل میں بھی بالکل یہی واقعات درج کئے ہیں جو ابھی ابھی ابو مخنف کی عبارت سے اوپر لکھے گئے۔ مگر اتنا اضافہ ضرور ہے کہ شمرِ لعین سے جنابِ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میرا قتل کرنا ہی تجھ کو ضرور ہے تو مجھ کو ایک گھونٹ پانی تو پلادے۔ اُس شقی نے کہا کہ یہ بہت بعید ہے کہ آپ کو پانی پلادوں اب تو آپ چار و نا چار شربتِ مرگ پئیں گے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ خیر تو اپنے کپڑے کو تو ہٹا اور اپنا سینہ کو مجھے کھول کر دکھادے۔ کھولا تو معلوم ہوا کہ وہ مبروص ہے اور مثل کتے کے داغدار ہے اور بال اُس کے خنزیر کے سے ہیں۔ یہ دیکھکر امام عالی مقام نے فرمایا۔ اللہ اکبر! سچ ہے ہمارے جدِ بزرگوار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے شمر نے پوچھا کیا کہا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اونہوں نے ارشاد کیا تھا۔ کہ اے حسینؑ تجھے ایک ایسا شخص قتل کرے گا۔ جس کے اوصاف کتے اور سوئر کے سے ہونگے۔ شمر نے کہا آپ مجھے سگ و خوک سے تشبیہ دیتے ہیں قسم خدا کی اے حسینؑ! میں تمہیں اب بری طرح قتل کرونگا حالانکہ میں جانتا ہوں کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ رسولؐ اُس کی شفاعت بروزِ قیامت نہ کرے سوائے میرے۔ بعد اس کے اُس ملعون نے آپ کے گلوئے مبارک پر چند بار (بنا بر بعض روایات بارہ ۱۲) ضربیں

اور بنا بر بعض ۔ ۷ بار) اپنی تلوار سے رگڑے دئیے مگر گلوئے مبارک ذرا کٹا نہ کٹا۔ آپ نے فرمایا کہ قسم خدا کی تیری تلوار اس جگہ کو قطع نہیں کر سکتی کہ جس پر تسبیح خدا کی جاری ہے۔ پس اس ملعون نے آپ کو الٹے دیا۔ اور جب وہ شقی حضرت کے سر مبارک کو جدا کرتا تھا تو یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔

اقتلک الیوم ونفسی تعلم	علماً یقیناً ما بہ توھما
ان اباک خیر من تکلما	وھو صھر النبی المکرما
اقتلک الیوم وسوف اندم	وسعاف اصلی بہ نار جھنما

آج میں آپ کو قتل کرتا ہوں حالانکہ نفس میرا یقین کے ساتھ خوب آگاہ ہے۔ آپ کے والد بزرگوار سب انسانوں سے افضل تھے۔ اور وہ نبی مکرم کے داماد ہیں۔ تاہم میں آج آپ کو قتل کرتا ہوں۔ اگرچہ فوراً اس کے بعد میں نادم ہونگا اور بیشک اسی کے سبب میں جہنم میں جاؤں گا (مقتل ابو اسحٰق صفحہ ۱۲۷)

امام اسفرائنی آگے لکھتے ہیں کہ اس شقی نے آپ کے فرق مبارک کو جدا کرکے نیزے پر چڑھا کر خولی ابن یزید الاصبحی کو دیا۔ اس شقی نے اور تمام لشکر نے تین بار تکبیر کہی۔ اس وقت زمین میں زلزلہ ہو گیا۔ اور مشرق و مغرب میں تیرگی چھا گئی اور آدمیوں کے روبرو بجلیاں کوندنے لگیں اور منادی آسمان سے ندا کرتا تھا کہ امامؑ ابن امامؑ اور ابو الائمہ قتل ہو گیا۔

حافظ جمال الدین محدث روضۃ الاحباب میں یہ تمام واقعات لکھکر اپنے سلسلۂ بیان کو ذیل کے اشعار پر ختم کرتے ہیں۔

اندریں غم نے ہمیں ارض و سما گریستند	کاہل عالم از ثریا تا ثرے بگریستند
آفتاب و ماہتاب و عرش و کرسی و قلم	در غم شاہ شہید کربلا بگریستند
در ہوائے آں لب محروم از آب فرات	ماہی اندر آب و مرغ اندر ہوا بگریستند
اولیا گشتہ بہر مرتضےٰ زاری کناں	انبیا بر اتفاق مصطفےٰ بگریستند

در قصور جنت الفردوس حوراں سر برہ
از برائے خاطر خیر النساء بگریستند

لاشِ مطہر کے ساتھ بے ادبی اور ظلم بالائے ظلم

امام اسفرائنی کا بیان ہے کہ ان بے غیرت ظالموں نے ان مظالم پر بس نہیں کی۔ لاشِ مطہر کے ساتھ جو جو بے ادبیاں کی گئیں انکی تفصیل یہ ہے کہ جب کچھ تاریکی دفع ہوئی۔ تو ان لوگوں نے جناب امام حسین علیہ السلام کی لاش کو لوٹا۔ عمر ابن یزید آپ کا عمامہ لے گیا۔ یزید ابن سہل نے آپ کی ردا لیلی۔ سنان ابن انس نخعی نے آپکی انگوٹھی اور زرہ اتار لی۔ محمد ابن اشعث نے جو کچھ کپڑے بچے تھے۔ وہ اتار لئے اور جسم مقدس کو یونہی چھوڑ دیا۔

صاحب ناسخ التواریخ نے ان حریص ظالموں کے دوسرے دوسرے نام لکھے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ آپ کا عمامہ مالک ابن انفس ابن مرثد ابن علقمہ نے لیلیا اور کلاہ مبارک ابجر ابن کعب نے اتار لی۔ ردائے مطہر کو محمد ابن اشعث نے لے لیا اور آپ کی قمیص کو اسحٰق ابن حویہ الحضرمی نے لے لیا۔ پیراہن کو جعونہ ابن حویہ الجعفی نے لے لیا۔ اسود ابن خالد الازدی نے نعلین مبارک اتار لیں۔ ان تمام چیزوں میں سے فقط ایک انگوٹھی باقی تھی۔ اس کو بجدل ابن سلم کلبی نے ان بے رحمیوں سے اتارا کہ جب وہ کسی طرح نہ اتری تو العیاذ باللہ انگلی کاٹ لی۔ آپکی تلوار کو جمیع ابن الخلق الازدی لے گیا۔ بعض اسود ابن حنظلہ اور بعض فلافس نہشلی کو بتلاتے ہیں۔ محمد ابن زکریا کا بیان ہے کہ میں نے جناب امام حسین علیہ السلام کی اس تلوار کو حبیب ابن بدیل کے پاس دیکھا تھا۔ مگر یہ تلوار دوسری تھی۔ ذوالفقار نہ تھی کیونکہ ذوالفقار اثاثۂ مقدسہ و مخصوصہ میں داخل ہے۔

علامہ ابن شہر آشوب وقمی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان لوگوں کے علاوہ جمیل ابن حشمۃ الجعفی۔ ہانی ابن ثبیت الحضرمی۔ جریر بن مسعود الحضرمی اور ثعلبۃ الاسود الاودی کو بھی ان ہی لوٹنے والوں میں شمار کیا ہے۔ اور ان کی کتاب سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام اس دن دو زرہیں پہنے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام بتراء تھا اور وہ نہایت مستحکم اور بیش قیمت زرہ تھی۔ عمر ابن سعد نے اس کو اپنے لئے پسند کیا تھا اور لے بھی لیا تھا۔ اور مختار کی لڑائی کے دن تک وہ اسکے پاس تھی۔ جب وہ مارا گیا تو مختار نے اس کو عمر ابن سعد کے قاتل ابو عمرہ کو بخشدیا تھا اور دوسری جو جناب امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک پر تھی اس کو مالک ابن بشیر الکندی نے لے لیا تھا۔ ان مظالم پر بھی بس نہیں کی گئی۔ اس کے بعد جناب امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک عمر سعد کے پاس لایا گیا۔ ہلال ابن نافع بیان کرتا ہے کہ میں اس وقت عمر ابن سعد کے پاس کھڑا تھا کہ ناگاہ ایک شخص پکارا۔ بشارت ہو

سمجھ کہا اے امیر کہ حسین علیہ السلام قتل ہو گئے۔ پس قسم خدا کی نہیں دیکھا میں نے کوئی قتیل آغشتہ بخون مثل حسین علیہ السلام کے اس صورت اور ہیئت میں کہ اُن کے چہرۂ مبارک سے ایسا نور ساطع تھا اور اُن کے جمالِ مبارک کی ہیبت ایسی طاری تھی کہ اُنکے قتل کا خیال بھی مجکو نہ رہا اور میں آپکے رُخِ باجمال کی طرف دیکھ کر حیران رہ گیا۔ پھر میں نے اُنکے زخموں کو شمار کیا تو ایک سو چالیس زخم تھے (نور العین صفحہ ۱۳۰)

اس کے بعد عمر نے اپنے لشکر میں آوازِ بلند پکار کر کہا من ینتدب للحسین فیوطی الخیل ظھرہ یعنی کون شخص ایسا ہے جو گھوڑے کی ٹاپوں سے جنابِ امام حسین علیہ السلام کی لاش کو پامال کر ڈالے۔

تاریخ طبری فارسی میں یہ لکھا ہے:۔ دہ سوار بفرستاد ندتا اسپان را بر تن امام حسینؑ براندند تا اندامہائے او از یکدیگر جدا شد و پہلو ہاشش بر یکدیگر بشکست و مغز بیرون آمد۔ از ایں دہ سوار یکے اسحٰق ابن جوند الحضرمی بود (تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۶۳۲)

طبری نے فقط ایک ہی کا نام لکھا ہے مگر ناسخ التواریخ نے ایک ایک کر کے سب کا نام بتلا دیا ہے۔ اُن اشقیا کے نام یہ ہیں:۔

اسحٰق ابن جوند۔ اخنس ابن مرثد۔ حکیم ابن الطفیل السنبسی۔ عمر ابن صبیح الصیداوی۔ رجاء ابن منقذ العبدی۔ سالم ابن خثیمہ الجعفی۔ صالح ابن وہب الجعفی۔ واحظ ابن ناعم۔ ہانی ابن ثبیت الحضرمی۔ اسید ابن مالک۔

ان بے رحموں کی جماعت امامِ مظلوم کی لاشِ مطہر کو اس بیدردی سے پامال کر کے عمر ابن سعد کے پاس واپس آئی۔ ان میں سے اسید ابن مالک آگے بڑھا اور اس نے یہ شعر پڑھا ؎

نحن رضضنا الصدر بعد الظھر	بکل یعبوب شدید الاسر

ہم لوگوں نے پشت و سینہ کو اُس کے مثل مکھیوں کی چھاتی کے چھلنی کر دیا۔

ہمارے معتبر مورخ کا بیان ہے کہ یہ لوگ جب ابنِ زیاد کے پاس لائے گئے تو ان لوگوں نے ایسا ہی اُس کے سامنے بھی تفاخر بیان کیا کہ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے لاش حسین علیہ السلام پر اپنے گھوڑے دوڑائے اور اُن کے جسم مجروح کو ایسا چور چور کر دیا جیسے سنگِ آسیا دانوں کو پیس ڈالتا ہے (ناسخ التواریخ صفحہ ۳۰۹)

غارتِ خیامِ اہلبیت علیہم السّلام

لاشِ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی پامالی کے بعد اُن اشقیائے بے دین نے غارتِ خیامِ اہلبیت علیہم السّلام شروع کی۔ افسوس! صد افسوس!! وہ افسوسناک عالم۔ وہ مصیبتناک اور عبرت خیز منظر کس کی زبان میں اتنی قوت اور کس کے دل میں اتنا تحمل جو اِن آفت رسیدہ پاشکستہ اور مجبور مخدراتِ عصمت و طہارت کے موجودہ اضطراب و بیقراری کی حالت لکھ سکے۔ غریب عورتوں کی بچوں کی آہ و فریاد کی انتہا درجہ کی حسرت۔ غربت میں باپ بھائی اور تمام عزیز و اقارب کی مفارقت اُس پر اِن مصیبتوں کی کثرت اور اُن ظالموں کے ظلم و ایذا کی شدت انسان کا دل نہیں جو سنبھالے۔ اور آدمی کا کلیجہ نہیں جو برداشت کرے سمجھ لینے کو اتنا ہی کافی ہے کہ جن مخدراتِ عُلیا نے اور جن پردگیانِ عصمت سرا نے آج تک اپنے گھروں کے دروازوں سے باہر قدم نہ نکالا تھا جن کی پاک و پاکیزہ نگاہیں نامحرم کی نگاہوں سے اس وقت تک بالکل محفوظ تھیں۔ آج وہ ہیں اور دربدری۔ آج وہ ہیں اور برہنہ سری۔ ان کے عصمت سرا میں عمر سعد کی فوج بھر گئی ہے اور چاروں طرف سے لوٹ مچ رہی ہے۔ ہم اِن تمام واقعات کی تحریر سے قطع نظر کرتے جس کو لکھتے ہوئے دل قابو سے نکلا جاتا ہے۔ صرف ایک واقعہ کو ذیل میں لکھے دیتے ہیں۔ جو ان مصائب کی تفصیل کے لئے کافی ہے۔

مُلّا ابو اسحٰق اسفرائنی حضرت زینب علیہا السّلام کی زبانی کہتے ہیں کہ ہم ایک خیمہ کے اندر بیٹھے تھے کہ ناگاہ بہت سے مرد خیموں کے اندر چلے آئے از انجملہ ایک شخص ازرق چشم تھا۔ اُس نے خیمہ کا کُل اسباب لے لیا اور پھر اس نے جنابِ امام زین العابدین علیہ السّلام کو دیکھا کہ وہ ایک چمڑے پر پڑے ہیں۔ وہ چمڑا بھی اُس نے اُنکے نیچے سے نکال کر ان کو زمین پر ڈال دیا۔ بعد اُس کے میرے سر سے اُسنے مقنع لے لیا۔ اور پھر اُسنے میرے گوشواروں کی طرف دیکھا وہ بھی اُتار لئے کہ میرا کان بھی کسی قدر پھٹ گیا کیونکہ اس نے اُن کو کھینچ لیا تھا اور خون میرے کانوں سے بہنے لگا تھا۔ وہ باوجود اس ظلم کے روتا بھی جاتا تھا۔ پھر اس نے اُس خلخال کی طرف نظر کی جو فاطمہ صغرا کے دونوں پیروں میں تھیں اُس کو بھی اُتارنے لگا جب نہ اُتریں تو اُس نے اُن دونوں خلخالوں کو توڑ ڈالا۔ اور توڑ کر پیر سے نکال لیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو ہمکو لوٹتا بھی

ہے تو روتا کیوں ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں اس مصیبت پر روتا ہوں جو تم اہلبیت علیہم السلام پر نازل ہوئی ہے۔ جنابِ زینب سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے کان کے درد سے اور حضرت فاطمہ کبریٰ سلام اللہ علیہا کے رونے سے اور زیادہ رونے لگی اور میں نے کہا کہ خدا تیرے ہاتھوں کو قطع کردے (دیکھو نور العین صفحہ ۱۲) بعض کتابوں میں اتنا اضافہ اور ہے کہ حضرت زینب علیہا السلام نے اُس کا جواب سُنکر اُس سے کہا کہ جب تجکو ہماری ان مصیبتوں پر اتنا رحم آتا ہے تو پھر یہ زیور کیوں لئے لیتا ہے؟ اُس نے کہا کہ اس وجہ سے یہ زیور لئے لیتا ہوں کہ اگر میں اس کو چھوڑ دوں گا تو کوئی دوسرا انہیں ضرور لے لیگا۔ اس لئے اس سے بہتر یہی ہے کہ میں ہی لیلوں۔ بہرحال ہمارے معزز مؤرّخ بیان کرتے ہیں کہ یہ شخص جسکا ذکر اوپر ہوا وہ خولی ابن یزید الاصبحی تھا۔ پھر وہ قوم جنابِ علیؑ ابن الحسین علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئی۔ حالانکہ وہ ضعیف اور سخت بیمار تھے۔ اُس جماعتِ اشقیا نے اُن کے قتل کا بھی ارادہ کیا جب یہ حال جنابِ امّ کلثوم سلام اللہ علیہا نے دیکھا تو وہ سر پیٹتی ہوئی دوڑیں اور اپنے آپ کو اُس مریض پر گرا دیا اور چلّا کر پکاریں واقلّة ناصراہ۔ اگر اس کا قتل ضروری ہے تو اول تم ہم سب کو قتل کر ڈالو۔ پس اُن میں سے ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ لڑکا بیمار ہے۔ اس کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

بعد اس کے حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ اے ابنِ سعد تو ہم کو قید کیوں کرتا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ اب میں تم لوگوں کو عبید اللہ ابنِ زیاد کے پاس بھیجدونگا۔ زینبؑ نے کہا تجھ کو خدا کی قسم ہے اگر تو ہم کو لے چلتا ہے تو اُس طرف سے لے چل جہاں میرے بھائی کی لاش پڑی ہے تاکہ میں اُن کو وداع کر لوں۔ عمر سعد نے اسے قبول کیا اور ان لوگوں کو مقتلِ حسین علیہ السلام کے راستے سے لے گیا۔ جب ان مخدّرات نے اُس جسدِ شریف کو بغیر سر کے دیکھا۔ تو چیخیں مار کر روتی اور چلّاتی تھیں اور یہ اشعار فرماتی تھیں۔

لقد حطّفینا الزمان نوائبہ ۔۔۔ وفرّقنا ایبابہ ومخالبہ
واهجم علینا الدّهر فی غربة ۔۔۔ ووردت علینا بما یخشی عقاربہ
ارادوا اخی وقتلوہ عمدا ۔۔۔ ولم خلفنی الاخی ونوائبہ
وجار الحسنا البین مع الرّدی ۔۔۔ وطمت رزایا وجلّت مصائبہ
حبیبنا قد امسی محبّت لا ۔۔۔ واظلم فی دین اللہ مذاهبہ
فلم یبق لی رکن الوذ بظلّہ ۔۔۔ واذا تغالب الدّهر منه تغالبہ
وفرّقنا الزّمان بعد جمعنا ۔۔۔ وادخی علینا الدّهر منا نکائبہ

یعنی زمانہ نے ہم پر مصیبتیں نازل کی ہیں اور اُسکے مکر و حیلوں نے ہم کو متفرق کر دیا۔ زمانہ نے ہم پر غربت میں ہجوم کیا اور اُس کے بچھوؤں نے آہستہ آہستہ چل کر کاٹا۔ میرے بھائی کو اُن لوگوں نے عمداً قتل کیا۔ غم اور مصائب ان کے بعد باقی ہیں۔ جُدائی نے بلا کے ساتھ ہم پر ظلم کیا اور ہمارے اوپر مصائب بالائے مصائب نازل ہوئے۔ امام حسین علیہ السلام سر بریدہ زمین پر پڑے ہیں اور دینِ خدا کے طریقے اندھیرے ہو گئے۔ اب میرا کوئی رُکن ایسا باقی نہیں رہا جس کے سایہ میں میں پناہ لوں اور جس وقت زمانہ ظلم کرے تو میں اُس ظلم کو روک سکوں۔ ہم سب جمع تھے۔ مگر زمانہ نے ہم کو متفرق کر دیا اور ہم پر کیسی کیسی مصیبت اور نکبت اس زمانہ نے ڈال دی۔

حضرت امّ کلثوم سلام اللہ علیہا کی زبانی یہ اشعار مندرج ہیں۔

الا یا اخی تی سبتنا الاعادی ۔۔۔ مثل سبی العبید بین البوادی
قد سبوا مهجتی بقتل حسینؑ ۔۔۔ وهو عولی ومعنی ومرادی
یا وحید الزمان وقرّة عینی ۔۔۔ قد مضوا منک مالهم من مراد
ابن بنت الرّسولؐ وابن علیؑ ۔۔۔ فهو هادی الوری بطریق الرّشاد
ثم علوا راسه فوق رمح ۔۔۔ ولها نور کقدح الزّناد
وبنی احمد یقادون قهرا ۔۔۔ بطعن الاعادی علی الاجناد
ولکن الحزن بعد کم هتکونا ۔۔۔ وودمونا بمقتم والعناد
ما رعوا حرمة المسجد احمدؐ ۔۔۔ سیّد فاق بالهدی والرّشاد
ظلموا فاطمةؑ البتول وقوادها ۔۔۔ وجدّنا منهم بکلّ عناد
وعلیّؑ المرتضی لقد فجعوه ۔۔۔ بحسینؑ قد هطه فی الجلاد
یا ابن سعد قتلا وتکبیت دلا ۔۔۔ ونار امن اللہ یوم المعاد
یحکم اللہ بیننا وبینکم ۔۔۔ لدی الحشر بین جمیع البلاد

اے بھائی آپکو معلوم ہو کہ ہم کو دشمنوں نے قید کیا ہے جس طرح کہ قیدیوں کو جنگ میں قید کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے جنابِ امام حسین علیہ السلام کو قتل کرکے میری جان کو قید کر لیا ہے حالانکہ

جناب امام حسین علیہ السلام میری پناہ اور میری مراد تھے۔ اے حیدر ثانی اے میری خنکی چشم۔ جو اُن کی مراد تھی وہ تیرے قتل سے حاصل ہو گئی جناب امام حسین علیہ السلام فرزند جناب علی علیہ السلام و دختر فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جس نے طریق ہدایت کی۔ تعلیم کی۔ مگر اُس کے سر کو نیزے پر چڑھا کر بلند کیا اور اُس سر سے ایسا نور ساطع ہوتا ہے جیسے کہ چقماق سے روشنی نکلتی ہے۔ اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد مثل قیدیوں کے کھینچی جاتی ہے اور دشمن اُن کے اجسام کو نیزے لگاتے ہیں۔ بعد تمہارے ان لوگوں نے ہماری ایسی ہتک کی کہ اُنہوں نے اپنی دشمنی اور کینہ کے سبب ہم کو نیزے لگائے۔ بزرگی احمد علیہ السلام اور اپنے پیغمبرؐ کی رعایت کو ہمارے باب میں ملحوظ نہیں رکھا۔ کہ وہ سید آفاق تھے۔ ہدایت اور ارشاد میں اُن لوگوں نے فاطمہ بتول سلام اللہ علیہا پر ظلم کیا۔ ان کا دل جلایا اور اُن کو اپنے سے بیزار کیا۔ اور ہمارے جدِ امجد کے ساتھ ہر طرح کا کینہ برتا۔ علی مرتضےٰ علیہ السلام کو در و تاک کیا کہ حسین علیہ السلام اور اُن کے اصحاب کو قتل کر ڈالا۔ اے ابن سعد تو بڑی ذلت کا مرتکب ہوا۔ اور اللہ کی جانب سے بروزِ قیامت جہنم کا مستحق ہو گیا ہمارا اور تیرا انصاف خدا تعالی بروزِ حشر کرے گا جب کہ سب بندے جمع ہوں گے۔

مرکبِ امام علیہ السلام کا حال

جنابِ امام حسین علیہ السلام کے مصیبت زدہ اہل و عیال اسی رنج و ملال میں تھے کہ جنابِ امام حسین علیہ السلام کا گھوڑا آپ کی لاش پر پہنچا۔ دیکھا کہ آپ کا جسم بغیر سر کے ہے تو حضرتؑ کے لاشہ کے گرداگرد پھرنے لگا اور اپنی پیشانی کو حضرتؑ کے خون میں بھرتا تھا۔ جب عمر ابنِ سعد نے گھوڑے کو دیکھا حکم دیا وائے ہو تم پر اُس گھوڑے کو میرے پاس لاؤ۔ پس وہ لوگ اُس کے پیچھے دوڑے کہ وہ جنابِ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑوں میں سب سے اچھا تھا۔ اور صحیح تر یہ ہے کہ اس گھوڑے کا نام میمون تھا۔ جب گھوڑے کو یہ خبر ہوئی کہ یہ لوگ میرے پکڑنے کو آ رہے ہیں تو وہ اپنے پاس کسی کو نہ آنے دیتا تھا۔ جو قریب آتے تھے۔ اُن کو اپنے دانتوں سے کاٹتا تھا اور ٹاپوں سے مارتا تھا۔ یہاں تک کہ تیس سوار اور دس پیادے اُس نے ہلاک کر دیئے۔ تو عمر سعد چلّایا۔ وائے ہو تم پر اسکو چھوڑ دو میں دیکھوں یہ کیا کرتا ہے۔ پس لوگ دور ہو گئے۔ تو وہ پھر حضرتؑ کی لاش پر گیا اور اپنے منہ کو ملتا تھا۔ آنکھوں سے چومتا تھا اور چلّاتا تھا کہ تمام جنگل اُس کی آواز سے پُر ہو گیا تھا پھر اُس گھوڑے نے خیمہ کی طرف رُخ کیا۔ اور حرمِ محترم کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ جب اُسکی آواز کو عورتوں نے سنا تو جنابِ زینب سلام اللہ علیہا حضرت سکینہ علیہا السلام کے پاس گئیں۔ اور کہا دیکھو پانی آیا۔ وہ باہر نکلیں اس غرض سے کہ پانی پییں تو دیکھا کہ زین سوار سے خالی ہے اور گھوڑا ہنہناتا ہے اور اپنے سوار کے مرنے کی خبر دیتا ہے۔ یہ دیکھکر وہ پکار پکار کر کہنے لگیں واقتیلاہ واغربتاہ واحسیناہ ہائے اے حسین علیہ السلام۔ یہی حسین علیہ السلام ہیں۔ جو دشمنوں کے درمیان پڑے ہیں جن کے سر پر نہ عمامہ ہے اور نہ بدن پر ردا۔ سر تن سے علیحدہ ہے۔ آج اُن کا مال اور عیال دشمنوں کے ہاتھ میں ہے۔ افسوس ہے شورشِ بلا سے اے حسین علیہ السلام غریب تم ایسے مسافر ہو جن کے پھر آنے کی مطلق اُمید نہیں۔ اور ایسے مجروح و زخمی ہو جن کی دوا نہیں ہو سکتی۔ یہ کہتی تھیں اور گھوڑے کی طرف نگاہ کر کر کے روتی تھیں اور گھوڑا ابھی ہنہناتا تھا۔ اور یہ اشعارِ دردناک پڑھتی تھیں ؎

ویلک یا میمون ارجع ولا تصل	واخبرنا فی الفنا کیف اترلا
واین ترکت السبط میمون قل لنا	وابن الذی قد کان للخطب مجملا
امیمون تغدر بالحسینؑ رسولنا	کفیل للحمل الثقیل محملا
امیمون صحب الحسینؑ وجلینا	نحجو فی خیامنا تم نتمہلا
امیمون اسقیت الحسینؑ حمامنا	بین الاعادی مآء محللا
امیمون کنت فدا غدت نفسک دونہ	واذنبت حبک الحسین من ا لولا
امیمون شغبت العدی من لبتہ	والقیتہ بین الاعادی مجدلا
امیمون ارجع ولا تطل خطابنا	فمن عدت ترجوا عندنا متوسلا
اخی من یکون لی بعدک یا اخی	محامی بنصرنا الی بین ذا الملا
اخی من یکن لی حامیا وناصرا	لقد ھذا الیوم عزمی عطلا

افسوس ہی تجھ پر اے میمون واپس جا اور ہمارے پاس نہ آ ہم کو خبر دے کہ

قضائے الٰہی کیسے نازل ہوئی۔ اے میمون بیان کر تو نے سیدانی علیہا السلام کو کہاں چھوڑا اور وہ بزرگوار کہاں ہیں جو مصیبت پر صابر و شاکر تھے۔ اے میمون تو نے حسین علیہ السلام سے بیوفائی کی حالانکہ وہ ہمارا کفیل اور ہمارے بار کا اٹھانیوالا تھا۔ اے میمون تو نے حسین علیہ السلام کو کہاں چھوڑا اور اب تو ہمارے پاس کیوں آیا ہے اور ہمارے خیمہ میں پھر کر صدا دیتا ہے۔ اے میمون تو نے امام حسین علیہ السلام کو ساغر موت پینے دیا۔ دشمنوں کے درمیان کہ وہ بے سر اپنے خون میں غلطاں ہے۔ اے میمون تو نے دشمن کے قلب کو اپنے دوست سے شفا دی اور تو نے اُن کو دشمنوں میں بے سر چھوڑ دیا۔ اے میمون واپس جا اور ہم سے زیادہ باتیں نہ کر ہم کو تجھ سے کیا اُمید ہے۔ اے بھائی میں آپ کے قتل ہونے سے ذلیل ہوگئی۔ اے پروردگار بعد عزت و وقار کے یہ ذلت و خواری کیسی نصیب ہوئی۔ اے بھائی تیرے قتل ہونے کے بعد کون میرا حامی و مددگار ہوگا اور تمام دُنیا میں کون میری حمایت کریگا اے بھائی میرا کون حامی و ناصر ہے اس روز سیاہ نے مجھ کو بالکل ذلیل و معطل کر دیا ہے۔

یہ شعر تمام ہونے پائے تھے کہ سب بیبیاں خیمہ سے نکل پڑیں اور سخت نوحہ و بکا کرتی تھیں اور فاطمہ کبریٰ علیہا السلام بنت امام حسین یہ اشعار دردانگیز پڑھتی تھیں ؎

ماتت الفخار ومات الجود والکرم	واغبرت الارض والآفاق والحرم
واغلق اللہ ابواب السماء فلا	ترقی لنا دعوی لا تنجلی النقم
غاب الحسین فوا لهفی لغیبته	وصار یعلوالهوی من دیرکا الظلم
یا قوم هل من فدا یا قوم هل من عوض	هل یقبل الموت منی فدا بنتی الامم

آج فخر وجود و کرم مر گیا۔ تمام زمین و آفاق و حرم گرد آلود ہوگئے اللہ تعالیٰ نے دروازے آسمان کے بند کر دیئے اس واسطے ہماری دعائیں آسمان تک نہ پہنچیں تاکہ اُن پر کوئی عذاب نازل ہو۔ امام حسینؑ ہم سے غائب ہوگئے۔ افسوس ہے اُن کی غیبت پر اور بعد اُن کے بہت سے ظلم ہونگے۔ اے قوم! آیا کوئی فدیہ اُس کا ہے اور آیا موت مجھے ان لوگوں کا فدیہ قبول کر سکتی ہے۔

عبداللہ ابن قیس کا بیان ہے کہ میں نے اُس گھوڑے کو دیکھا کہ حرم محترم کے خیموں سے لشکر یزید کی طرف پھر واپس آیا۔ اور حملہ کرتا ہوا لاش مبارک جناب امام حسین علیہ السلام تک پہنچا اور اس طرح کی حرکتیں کرتا تھا گویا وداع ہوتا ہے۔ یعنی حضرتؑ کے قدموں اپنی پیشانی کو رگڑتا تھا ہنہناتا تھا اور روتا تھا۔ پھر وہ فرات طرف دوڑ گیا اور اُس میں ڈوب گیا۔ اور پھر کسی کو نہ معلوم وہ گھوڑا کہاں گیا (نور العین صفحہ ۱۳۶)

یہی حالات بجنسہٖ مقتل ابو مخنف۔ ناسخ التواریخ جلد ششم میں درج ہیں اور تاریخ اعثم کوفی میں بھی اس باوفا جانور کے لکھے ہیں (صفحہ ۳۸۱) اور روضۃ الصفا مطبوعہ بمبئی صفحہ جلد ۳ میں بھی لکھا ہے۔

اسکے بعد اس شقی ترین قوم نے خیام اہلبیت کرام علیہم السلام آگ لگا دی۔ آگ لگتے ہی اس غم رسیدہ اور مصیبت زدہ قافلہ ایک کہرام مچ گیا اور صدائے واذلاہ وا محمداہ وا علیاہ وا حسناہ واحسیناہ بلند ہوئی۔ حمید ابن مسلم کا بیان ہے بکر ابن وائل کی بی بی جو اپنے شوہر کے ساتھ لشکر ابن سعد میں یہ قیامت خیز منظر دیکھتے ہی تلوار کھینچکر اپنے خیمہ سے نکل پڑی چلا چلا کر کہنے لگی یا آل بکر بن وائل اتسلب بنات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا حکم الا للہ یا لثارات رسول اے قبیلہ بکر ابن وائل اے انتقام گیرندگان آل محمد علیہ السلام دیکھو یہ قوم تمہارے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں کو برہنہ سر کر کے دکھلا رہی ہے۔ اور ان کے مال و متاع کو بتمام و کمال غارت کر چکی ہے۔ سوائے خدا کے اور کسی کا حکم نہیں ہو تم لوگ خواہان انتقام کیوں نہیں ہوتے۔ یہ سنتے ہی اُس کے شوہر نے اُس کا ہاتھ تھاما اور اپنے خیمہ میں لیجا کر اُس کو بند کر دیا۔

بہر حال خیمہ مقدس میں آگ لگتے ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصیبت زدہ اہلبیت علیہم السلام پریشان و مضطر اور سراسیمہ ہو کر وہاں سے نکلے اور قتلگاہ میں آگئے۔

لاش جناب امام علیہ السلام پر اہلبیتؑ کی گریہ و زار

اُن آفت رسیدگان کی نظر جونہی اپنے فرزند و اقارب کی لاشوں پر پڑی تو اُنکے دلوں کے گویا سو سو ٹکڑے ہوگئے اور وہ تمام عزیزہ اپنے عزیزوں کی لاشوں سے دوڑ دوڑ کر چمٹ گئیں حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے ایک جگر خراش آہ کی اور سخت مضطرب ہو کر فرمایا

واحمّدَاہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم صلّی علیکَ ملٰٓئکۃ السّمآء
ھٰذا حسینٌ مُرمّل بالدّمآء مقطّع الاعضآء وبناتک سبا
یا الی اللّٰہ المشتکیٰ والیٰ محمّدن المصطفٰی والی علیٍّ ن المرتضٰی
والیٰ حمزۃ سیّد الشّھدآء واحمّداہ ھٰذا حسین بالعرآء
یسفی علیہ الصّبا قتیل اولاد البغایا حزناہ یا کرباہ الیوم
مات جدّی رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم یا اصحاب
محمّد صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم ھٰٓؤلآء ذرّیّۃ المصطفٰی
یساقون سوق السّبایا یا محمّداہ بناتک السّبایا وذرّیّتک
مقتّلۃ تسفی علیھم ریح الصّبا وھٰذا حسین علیہ السّلام
محزوز الرّاس من القفآء مسلوب العمامۃ والرّدآء بابی
من عسکرہ فی یوم الاثنین نھبا بابی من فسطاطہ مقطّع
العری بابی من لا ھو غآئب فیرتجیٰ ولا جریح فیداویٰ بابی
من نفسی لہ الفدآء بابی من لہ الھموم حتّٰی قضیٰ بابی من
ھو العطشان حتّٰی مضیٰ بابی من شیبہ تقطر بالدّمآء
بابی من جدّہ رسول الٰہ السّمآء بابی من ھو سبط نبیّ
الھدیٰ بابی محمّدن المصطفیٰ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم بابی
خدیجۃ الکبریٰ بابی علیٍّ ن المرتضیٰ بابی فاطمۃ الزّھرآء
سیّدۃ نسآء العٰلمین بابی من ردّت لہ الشّمس حتّٰی صلّٰی۔

یعنی اے محمد صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم خدائے آفرینندہ تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ آپ ملاحظہ فرمائیں۔ یہ حسین علیہ السّلام ہیں جن کے اعضاء پارہ پارہ کر دیئے گئے ہیں۔ جو اپنے خون میں آغشتہ ہیں۔ یہ تمہاری صاحبزادیاں ہیں جو مثل اسیروں کے مقیّد کی گئی ہیں۔ ہم اپنی شکایت خدائے سبحانہ وتعالیٰ کی جناب میں اور حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ جناب علی مرتضیٰ علیہ السّلام اور حضرت حمزہ سیّد الشہداء علیہ السّلام کی جناب میں کرتے ہیں۔ یہ حسین علیہ السّلام ہیں جن کو زنازادگانِ اُمّت نے قتل کیا ہے۔ اور جن کے ماتم میں بادِ صبا بھی تاسّف کرتی ہے۔ ہمارے جدّ بزرگوار جنابِ محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی وفات آج ہی واقع ہوئی۔ اے اصحابِ رسولِ خدا! (صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم) یہ تمہارے رسول صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اولاد ہیں جنکو یہ قومِ شقاوت شعار مثل اسیروں کے لئے جاتی ہے یا محمدؐ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ یہ آپکی صاحبزادیاں ہیں جو مقیّد کی گئی ہیں۔ اور یہ تمہارے فرزند ہیں جو مقتول ہو کر پڑے ہیں۔ جن پر بادِ صبا بھی ٹھنڈی سانسیں بھرتی ہے۔ یہ آپ کا پیارا حسین علیہ السّلام ہے۔ جس کے سر کو پس پشت سے کاٹا ہے۔ اور جس کے عمامہ اور ردا تک کو لوٹ لیا ہے میرے باپ اُس پر فدا ہوں جس کو لشکر اعدا نے دو شنبہ کے دن قتل کیا۔ میرے ماں باپ اُس پر فدا ہوں جس کے خیمہ کو گرا دیا۔ میرے ماں باپ اُس مسافر کے قربان جس کے پھر لوٹنے کی اُمید نہیں۔ میرے ماں باپ اُس پر فدا جس مجروح کے لئے کوئی امداد و سامان نہیں کیا گیا۔ میری جان اُس پر فدا ہو جو بالبِ تشنہ جہان سے اُٹھ گیا۔ میرے ماں باپ اُس پر فدا ہوں جس کا خون بہ بہ کر اُسکے تمام چہرے پر بھر گیا۔ میرے ماں باپ اُس پر فدا ہوں۔ جس کا نانا رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور جو فرزندِ نبیؐ ہے۔ میری جان محمد مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور خدیجہ کبریٰ و علی مرتضیٰ و سیدۃ نساء العالمین فاطمۃ الزہرا علیہم السّلام پر فدا ہو۔ میری جان اُس بزرگوار پر تصدّق ہو جس کے لئے آفتاب نے رجعت اختیار کی کہ وہ نماز ادا کر لے۔

امام اسفرائنی کا بیان ہے کہ جن لوگوں نے دیکھا ہے وہ نہیں بھولتے ہیں حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے اُس حالِ زار کو جب وہ اپنے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے کہتی تھیں واحمّداہ۔ یہ حسین علیہ السّلام تمہارا فرزند ہے جو خون آلودہ زمینِ کربلا پہ پڑا ہے۔ اِس کے اعضاء کو قطع کر ڈالا ہے اور تمہاری بیٹیاں قیدی بنائی گئی ہیں۔ ہم کس سے شکوہ و شکایت کریں سوائے محمد مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور علی مرتضےٰ علیہ السّلام کے اور حضرت حمزہ سیّد الشہدا علیہ التحیّۃ والثنا کے۔ پھر حضرت زینب علیہا السلام روتی تھیں اور یہ کہتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ہر شے کا گواہ اور حاضر ہے اور سچّا ہے۔ لہٰذا اس کے حضرت زینب علیہا السّلام نے حضرت فاطمہ صغرا علیہا السّلام دخترِ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کا ہاتھ پکڑا کہ امام حسین علیہ السّلام اسکو بہت پیار کرتے تھے اور وہ لڑکی اپنے بالوں کو اور رخساروں کو اپنے باپ کی گردن سے رگڑتی تھی اور پکارتی تھی۔ اے بابا! بہت دشوار ہے میرے اوپر کہ میں تم کو پکاروں اور تم کچھ جواب نہ دو۔ اس کے بعد عمر سعد نے حکم کیا کہ اِن عورتوں کو جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے جسمِ شریف سے جبراً کھینچکر علیحدہ کرو۔ پس ایسا ہی کیا گیا۔ اور اُن بیبیوں کو اونٹوں پر بغیر پردہ اور بغیر رکاب کے سر کھلے ہوئے دشمنوں کے درمیان سوار کر دیا اور

اُسی طرح سے اُن کو لے چلے جس طرح روم کے قیدیوں کو مصیبت اور بُری حالت سے لیجاتے ہیں۔ اور مقتولین کی لاشوں کو اُسی طرح زمینِ کربلا پر پڑا ہوا چھوڑ دیا۔ (نور العین صفحہ ۱۴۴)

کتاب کامل الزیارت میں جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس وقت ہم مصیبت زدوں کا قافلہ مقتلِ شہداء میں پہنچا تو حضرت زینب علیہا السلام نے سخت بیقرار و بیتاب ہو کر مجھ سے ارشاد فرمایا مالی اراک تجود بنفسک یا بقیۃ جدی وابی واخوتی فقلت وکیف لا اجزع واھلع وقد اری سیدی واخوتی وعمومتی وولد عمی واھلی مصرعین بدمائھم مرملین بالعراء مسلبین لا یکفنون ولا یوارون ولا یعرج علیھم احد ولا یقربھم بشر کانھم اھلبیت من الدیلم والخزر۔ اے میرے نانا، میرے باپ اور بھائی علیہم السلام کی یادگار۔ یہ کیا حالت ہے جسے میں دیکھتی ہوں۔ تمہاری روح پرواز کرنا چاہتی ہے۔ میں نے عرض کی کہ میں کیونکر نہ روؤں اور کیونکر ان مصائب پر مجھ سے صبر ہو سکے۔ حالانکہ میں اپنے آقا۔ اپنے پدرِ بزرگوار۔ اپنے بھائی، چچا، چچا زاد بھائی اور اپنے تمام عزیز و اقارب اور قبائل و عشیرہ کے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ سب کے سب اِس میدان لق و دق میں اپنے خون میں آلودہ۔ بے کفن اور برہنہ پڑے ہوئے ہیں۔ اور کوئی شخص اُن پر مہربان اور نگران نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کے سب قبائل دیلم اور خزر کے لوگ ہیں۔

المختصر جناب امام زین العابدین علیہ السلام کو معہ اہلبیت علیہم السلام کے شتران بے کجاوہ پر بے چادر و مقنع کے سوار کر کے کوفہ کی طرف لے گئے اور اپنی فتح و خیرہ سری کی خوشی میں اپنے لشکرِ شقاوت اثر کو اس طرح آراستہ کیا کہ قبیلہ قبیلہ کا سردار علیحدہ علیحدہ مقرر کر کے ہر ہر سردار کو ایک ایک شہید کا سر دیا جو اپنے نیزہ پر علم کر کے اپنے رسالے کے آگے آگے چلتا تھا۔ اور اپنی شجاعت و دلیری کے اظہار میں مفاخرت کے اشعار پڑھتا جاتا تھا۔ منجملہ اُن بیدینوں کے جناب امام حسین علیہ السلام کا سر خولی ابنِ یزید الاصبحی کو دیا گیا۔ قیس ابنِ اشعث کندی کو جو بہت سے قبیلوں کا سردار تھا۔ تیرہ^۱۳ شہیدوں کے سر دیئے گئے اور شمر ذی الجوشن کو جو قوم ہوازن وغیرہ کا سردار تھا بارہ^۱۲ شہیدوں کے سر دیئے گئے۔ اور قبیلۂ بنی تمیم کو سترہ^۱۷ شہیدوں کے سر اور قبیلۂ بنی اسد کو سولہ^۱۶ شہیدوں کے سر اور قبیلۂ مذحج کو سات سر اور باقی تیرہ^۱۳ شہیدوں کے سر باقی قبیلہ کے لوگوں کو تقسیم کئے۔

گیارہویں محرم سنہ ۶۱ ہجری کو اس لشکر کا کوچ ہوا۔ بارہویں تاریخ کو قریۂ غاضریہ کے لوگ جو قبیلۂ بنی اسد کے متعلق تھے۔ یہ معلوم کر کے کہ عمر سعد کا لشکر یہاں سے چلا گیا قتل گاہِ کربلا میں آئے اور ان مظلوم اور بے گناہ شہیدوں کی لاشوں کو دفن کیا۔

علمائے اہلبیت رضوان اللہ علیہم کی اسنادِ معتبرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام بھی دفنِ شہداء میں ضرور شریک تھے۔ یہاں تک لکھ کر اب ہم جنابِ خامس آلِ عبا شہیدِ کربلا ارواحنا لہ الفداء کے حالات کو تمام کرتے ہیں اور کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام اور شام سے مدینۂ منورہ کی مراجعت کے حالات کو جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی کتاب میں (جو ہمارے موجودہ سلسلہ کا چوتھا نمبر ہوگا) بالتفصیل بیان کریں گے۔ انشاء اللہ الرحمٰن و علیہ التکلان۔ اس لئے ہم ان تمام مضامین کو وہی رباعی لکھ کر یہاں ختم کرتے ہیں۔ جو صاحب روضۃ الشفا نے اِن واقعات کے خاتمہ پر تحریر فرمائی ہے۔ وہو ہذا

با چنین سنگدلیہا کہ از آں قوم آمد	از ہوا سنگ نبارید زہی سست نگر
یا چنین واقعۂ حادث و ناگاہ عجب	چرخ گرداں فلک وشن و خورشید انور

سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ؁

جناب امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو سزا

عقلِ انسانی نظامِ ربانی کے سمجھنے کے لئے ہر وقت کافی نہیں ہو سکتی۔ انسان کی معمول پسند طبیعتیں اپنے خاص انداز پر نظامِ قدرت کو بھی سمجھنا چاہتی ہیں اور یہ غلطی ہے واللہ یعلم وانتم لا تعلمون سے ہمارے فہم و ادراک کی پوری ناقابلیت ثابت ہے۔ واقعاتِ کربلا کو معمولی اتفاقات سمجھنے والا اگر وہ اپنی لاعلمی اور بے خبری سے اکثر یہ کہہ دیتا ہے کہ قاتلانِ جناب امام حسین علیہ السلام کو کیا سزا ملی۔ اور ان پر کونسا عذاب نازل ہوا۔ مختار کے معرکوں کو بھی عام حادثات میں شامل کر کے مطمئن نہیں ہوتے۔ اُن کے سمجھانے کے لئے ہم کو ضرور ہوا کہ ہم تھوڑے سے ایسے واقعات اُن کے سامنے پیش کر دیں۔ جن کو دیکھ کر وہ اپنی غلط فہمیوں کی آپ اصلاح کر لیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ کتب تواریخ واحادیث پر کم اطلاع ان تمام بیجا اعتراضات کا اصلی باعث ہے۔ اور اگر کچھ توجہ کسی کی ہوئی بھی تو موجودہ زمانہ کی حالت کے مطابق جہالت ستر راہ ہو کر انکو ہر طرف سے مجبور بنا دیتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس تیرہ و تاریک حالت میں وہ پڑے ہیں۔ پڑے رہتے ہیں۔ اور کہیں راستہ نہیں پاتے۔ عموماً تاریخ و حدیث کی کتابیں عربی اور فارسی میں ہیں۔ جن کے ترجمے ابھی تک اردو میں بہت کم ہوئے ہیں۔ افسوس۔ ہماری غفلت اور جہالت نے ہمارے ان انمول ذخیروں کو دفتر پارینہ سمجھ کر بالائے طاق رکھ چھوڑا ہے۔ اور کبھی اُلٹ کر بھی اُنکی طرف نہیں دیکھتے اور صاف صاف تو یوں ہے کہ دیکھیں بھی تو کیسے۔ دیکھنے کی صلاحیت اور لیاقت نہیں پھر ان حالات پر اطلاع ہو تو کیسے اور ان واقعات کی انکو خبر ہو تو کیونکر۔ جن کو مبدا فیض سے علم تاریخ کا مذاق سلیم حاصل ہے اُن کو معلوم ہے کہ منتقم حقیقی کے دربار سے جس قدر اس قوم جفا کار کی سزا جلد ہوئی۔ ویسی کسی دوسری ظالم اور بے رحم قوم کو نہیں ملی۔ تو یہ امر مسلّم ہے کہ دنیا میں ظالم و مظلوم بہت ہو گذرے ہیں اور خاصکر خاصانِ خدا کے وسیع دائرہ میں کوئی مقدس بندہ ایسا نہیں گذرا جس نے دنیاوی مصائب کے سخت امتحانوں میں خاص طور پر حصہ نہ لیا ہو اور اپنی ہمعصر آزاردہ اور ظالم قوم کے ہاتھوں سے بے قصور۔ بے گناہ اور ناحق تکلیفِ صدمہ اور مصیبت نہ اُٹھائی ہو۔

اِس میں شک نہیں کہ خدائے قہار کی جانب سے ضرور اُن پر عذاب نازل ہوا اور اُن کی سزا بھی ظاہر ہوئی۔ مگر اُس میں عرصہ۔ توقف اور دیر ضرور ہوئی۔ انبیا علیہم السلام کے واقعات پر غور کرو اور صرف حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے حالات پر نگاہ ڈالو تو معلوم ہو جائیگا کہ اس قوم کے عذاب کیلئے نوسو برس تک توقف کیا گیا۔ اصحاب سبت کے حالات پڑھے جائیں تو معلوم ہو جائیگا کہ عرصہ دراز تک یہ لوگ بداعمالی اور زبوں افعالی پر اصرار کرتے رہے اور ایک خاص میعاد تک ارحم الراحمین نے اُن پر عذاب و عقاب کا اظہار نہ کیا۔

مگر انکے برخلاف جناب امام حسین علیہ السّلام کا خونِ ناحق اُن کے بچوں اور عزیزوں کا خونِ ناحق۔ بیگناہ قتل۔ اُن کے مصائب۔ اُن کے آلام اُنکی ہتک حرمت اور اُنکی تین شبانہ روز پیاسے رہنے کی ناقابل برداشت مصیبت ایسے قیامت خیز واقعات تھے۔ جن کے وقوع پر منتقم حقیقی نے اِن جفا کاروں کے انتقام کے لئے کسی وقفہ کی ضرورت نہیں دیکھی اور اس خونِ ناحق کے وقوع ہونے کے وقت ہی اپنے عتاب اور قہر کے آثار عام طور پر دکھلا دئے۔

چنانچہ علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں علامہ سبط ابن جوزی کی اسنادسے لکھتے ہیں۔

قال السبط ابن جوزی حکمۃ ان غضبنا یؤثر حمرۃ الوجہ والحق تنزہ عن الجسمیۃ فاثر غضبہ علی من قتل الحسین علیہ السّلام حمرۃ الافق۔

سبط ابن جوزی لکھتے ہیں کہ اس سرخی کے نمودار ہونے میں یہ حکمت ہے کہ غصہ منہ کو سرخ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جسم سے منزہ ہے پس اُس کا غضب اُن لوگوں پر جن کے ہاتھ سے جناب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے سرخی افق کے پیرایہ میں ظاہر ہوا۔

اب امور معمولات کی کورانہ تقلید کرنیوالے حضرات علامہ ابن حجر اور سبط ابن جوزی کے ایسے کامل اور فاضل محققین کی نسبت یہ کہکر قہقہہ اڑائیں کہ کیا جناب امام حسین علیہ السّلام کی شہادت سے پہلے یہ شفق آسمان پر نہیں پھولتی تھی۔ کیا اُس وقت زمین اور آسمان دو تھے۔ کیا اُس وقت نظامِ فلکی کوئی دوسرا تھا۔

ایسے مہمل خیال والوں کو یقین کر لینا چاہئے کہ اُس وقت معاذ اللہ کوئی دوسرا خدا تھا اور نہ اُس کے پیدا کئے ہوئے آسمان و زمین دوسرے تھے اور نہ اُسکے کسی نظام میں کوئی تغیر واقع ہوا تھا۔ یہ صرف ہماری ہی کج فہمی اور سوء عقلی کا باعث ہے۔ گمراہانہ کاوشیں اس درجے تک پہنچ گئی ہیں کہ ذرا سے معمول کے اختلاف دیکھنے پر بھی ہماری قیاس پسند طبیعتیں نہ اپنے علمائے کرام پر دیدہ اعتراض نکالنے سے باز آتی ہیں اور نہ خدائے قادر و توانا کی قدرت میں شک کرنے سے چوکتی ہیں۔ استغفر اللہ ربی و اتوب الیہ۔

شہادتِ جنابِ امام حسین علیہ السّلام پر قدرتی آثار

ہم اپنے تاریخی مضامین میں امور متفق علیہ اور مسلّمہ کی نسبت کوئی فلاسوفیکل بحث کرنا نہیں چاہتے اور نہ اجرام فلکی کی تحقیقات کی نسبت کوئی عقلی بحث اُٹھا کر اپنے موجودہ سلسلۂ بیان کی

لطافت اور دلچسپی کو ضائع کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ہاں تاریخی تحقیقات اور ثبوت کے دائرہ تک جہاں تک ہم کو اس کے واقعات لقصد یقی ملے ہیں اُن کو ہم بیان کرتے ہیں۔ اور اُن سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ علم تاریخ وحدیث کے تمام علمائے کرام متقدمین سے لیکر متاخرین تک اپنی تمام معتبر اور مستند تالیفات میں بیک قلم۔ بیک زبان اور یک سخن ہوکر لکھتے ہیں کہ حمرۂ مشرقی جزیرہ نمائے عرب کے افق میں اسی وقت سے ظاہر ہوئی جس وقت سے جناب امام حسین علیہ السلام کا خونِ ناحق زمینِ کربلا پر گرایا گیا۔

ان حضرات میں سب سے پہلے علامہ ابنِ سعد ہیں جو سوادِ اعظم اہلسنت والجماعت میں وہ جلیل القدر اور عدیم النظیر بزرگ ہیں جنکی لاجواب تصنیفات وتالیفات کو اس وقت تک تمام اہلسنت اپنی آنکھوں سے لگاتے ہیں۔ اوّل تو اُن کی تالیفات فی زماننا عنقا کی طرح نایاب ہیں کسی کے پاس اگر طبقات کبریٰ وغیرہ کے دو چار جزو کہیں ہیں تو ان کو وہ اپنی جان سے زیادہ اسے عزیز رکھتا ہے جن لوگوں نے کتبِ رجال کی سیر کی ہے وہ علامۂ موصوف کی قدر ومنزلت سے خوب واقف ہیں۔ اگر کتب رجال کی سیر بھی نصیب نہ ہوسکے تو صرف رسالۂ اصلاح اور الندوہ کے پرچے ملاحظہ فرمالئے جائیں۔

بہرحال علامۂ موصوف حمرۂ مشرقیہ کی نسبت صاف صاف لفظوں میں لکھتے ہیں کہ ان ھٰذہ الحمرۃ لم ترفی السمآء قبل قتلہ یہ سرخی آسمان پر جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے پہلے نہیں دیکھی گئی۔ امام سیرین جو علامہ ابنِ سعد سے جاہ وجلالت میں کسی طرح کم نہیں تحریر فرماتے ہیں۔ ان حمرۃ الّتی مع شفق لم تکن حتّٰی قتل الحسین علیہ السّلام۔ یہ سرخی جو شفق کیساتھ ہے جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے پہلے نہیں ہوتی تھی۔ سفیان ثوری جو خیر التابعین وغیرہ کے معزز لقب سے یاد کئے جاتے ہیں ایسا ہی لکھتے ہیں۔ چنانچہ امام بیہقی انکا قول اس طرح نقل کرتے ہیں۔ قال ابوسفیان ثور جدّتی قالت حبّتی کنت ایّام قتل الحسین علیہ السّلام جاریۃ شبّابۃ فکانت السّمآء ایّاما تبکی لہ۔ ابوسفیان ثوری کہتے ہیں کہ میری دادی بیان کرتی ہیں کہ میں شہادت جناب امام حسین علیہ السلام کے زمانہ میں جوان عورت تھی۔ آسمان کئی دن تک اُن پر روتا رہا۔

اب ہمارے وہم پرست حضرات آسمان کے رونے کی ماہیت دریافت کرینگے تو ضرور ہے کہ ہم آسمان کا رونا بھی انکو بتلا دیں۔ امام ثعلبی لکھتے ہیں ان السمآء بکت وبکائہا حمرتہا۔ یعنی آسمان رویا اور اسکا رونا اُس کی سُرخی ہے۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں۔ اخرج عثمان ابن ابی شیبۃ ان السّمآء بکت سبعۃ ایّام فصارت حمرا وترٰی علی الحیطان کانہا ملاحف معصفرۃ من شدۃ حمرۃ السّمآء وان الدنیا اظلمت ثلاثۃ ایّام ثم ظھرت الحمرۃ فی السّمآء۔

ابن شیبہ کا بیان ہے کہ سات دن تک آسمان روتا رہا۔ دیواریں ایسی سُرخ دکھائی دیتی تھیں جیسے کسم کی رنگی ہوئی چادریں اور بتحقیق دنیا میں تین دن تک اندھیرا چھا گیا۔ پھر آسمان پر سُرخی نمودار ہوگئی۔ اب اور علامات وآثار ملاحظہ کئے جائیں۔ علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں۔ عن ابی سعد قال ما رفع حجر من الدنیا الا و تحتہ دم عبیط ولقد امطرت السّمآء دما وبقی اثرہ فی الثیاب مدّۃ حتّٰی انقطعت۔ ابوسعید کا بیان ہے اُس دن کوئی دنیا کا پتھر ایسا نہیں اُٹھایا گیا کہ اُس کے نیچے تازہ خون نہ ہو۔ اور آسمان سے خون برستا رہا اور اُس کا اثر ایک مدّت تک کپڑوں میں رہا یہاں تک کہ وہ کپڑے پھٹ گئے۔

امام بیہقی اور حافظ ابونعیم اور امام طبرانی تحریر فرماتے ہیں۔ عن الزھری قال بلغنی انّہ یوم قتل الحسین علیہ السّلام لم یقلّب حجر من احجار بیت المقدس الّا وجد تحتہ دم عبیط۔ زہری علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ مجھ کو یہ خبر لگی ہے کہ جناب امام حسین علیہ السّلام کی شہادت کے روز بیت المقدس کا کوئی پتھر اٹھایا نہیں گیا کہ اسکے نیچے تازہ خون نہ پایا گیا ہو۔ امام بیہقی لکھتے ہیں۔ عن امّ حبّان قالت یوم قتل الحسین اظلمت علینا ثلاثا ولم یمسّ منّا احد من زعفرانہم شیئا فجعلہ علٰی وجہہ الّا احترق ولم یقلّب حجر البیت المقدّس الّا وجد تحتہ دم عبیط۔ امّ حبان کہتی ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السّلام کی شہادت کے دن سے تین دن تک ہم پر اندھیرا چھایا رہا۔ اور زعفران کو ہم میں سے کسی نے نہیں چھوا کہ اسکو مُنہ پر ملا اور وہ نہ جل گیا اور بیت المقدس کا پتھر نہیں اُٹھایا گیا کہ اُس کے نیچے خون تازہ

نہ پایا گیا۔ علامہ ابنِ حجر لکھتے ہیں لمّا جیٔ برأس الحسین علیہ السّلام الی دار زیاد سالت حیطانہا دما جنابِ امام حسین علیہ السّلام کا سرِ اقدس دار زیاد میں لائے تو دیواروں میں خون جاری ہو گیا۔

حافظ ابو نعیم تحریر کرتے ہیں عن جمیل بن مرّۃ قال اصابوا ابلا یوم قتل الحسین علیہ السّلام فنحروھا وطبخوھا فصارت مثل العلقم فما استطاعوا ان یسیغوا منہا شیئًا جمیل ابنِ مرّہ کہتے ہیں کہ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی شہادت کے دِن اِن لوگوں نے اونٹ پایا اور اُسے ذبح کرکے پکایا۔ وہ مثلِ خنظل کے کڑوا ہو گیا ایسا کہ کوئی اُسے کھا نہ سکا۔

ان ہی آثار میں حضرت امّ المؤمنین امّ سلمہ سلام اللہ علیہا اور حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے خواب اور خاکِ شفا کا خون ہو جانا ہے۔ علّامہ ابنِ حجر صواعقِ محرقہ میں لکھتے ہیں۔

اخرج الترمذی ان ام سلمۃ رأت النبیّ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم باکیًا وبرأسہ ولحیتہ التّراب فسألتہ فقال قتل الحسین علیہ السّلام آنفًا وکذلک رآہ ابن عباس نصف النّہار اشعث اغبر بیدہ قارورۃ فیہا دم یلتقطہ فسألہ فقال دم الحسین واصحابہ لم ازل اتّتبعہ منذ الیوم فنظر فوجدہ قد قتل فی ذلک الیوم فاستشہد الحسین کما قال بکربلاء من ارض العراق بناحیۃ الکوفۃ ویعرف الموضع ایضًا بالطفّ قتلہ سنان ابن انس النخعی وقیل غیرہ یوم الجمعۃ عاشر المحرّم سنۃ احدی وستّین ولہ ست وخمسون سنۃ واشہر ولمّا قتلوہ وبعثوا برأسہ الی یزید ونزلوا اوّل مرحلۃ فجعلوا یشربون ویتحیون بالرّأس فبینما ہم کذلک اذ خرجت علیہم من الحائط ید معہا قلم فکتبت سطرًا ؎

اترجو امّۃ قتلت حسینا	شفاعۃ جدّہ یوم الحساب

امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ حضرت امّ المؤمنین امّ سلمہ سلام اللہ علیہا نے بیان فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو خواب میں دیکھا کہ آپ روتے ہیں اور آپ کے سر اور ڈاڑھی پر خاک پڑی ہے تو میں نے دریافت کیا۔ فرمایا کہ ابھی حسین (علیہ السّلام) قتل ہوا ہے اور ایسا ہی خواب حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے دوپہر کے وقت دیکھا کہ آپ غبار آلود ہیں اور آپ کے ہاتھ میں ایک شیشہ ہے جس میں خون بھرا ہوا ہے کہ اُسے آپ اُٹھائے ہوئے ہیں تو ابنِ عباس نے دریافت کیا تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ یہ امام حسین (علیہ السّلام) اور اُن کے ساتھیوں کا خون ہے۔ آج میں دن بھر اسکے پیچھے رہا (یعنی یہی خون جمع کرتا رہا) پس لوگوں نے جو غور کیا تو معلوم ہوا کہ اُسی روز جنابِ امام حسین علیہ السّلام قتل ہوئے تھے یعنی جنابِ امام حسین علیہ السّلام شہید کیے گئے۔ جیسا کہ آنحضرت صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا تھا۔ کربلا میں جو ملکِ عراق میں کوفہ کے پاس ہے اور وہ مقام طف کے نام سے بھی مشہور ہے۔ جناب امام حسین علیہ السّلام کو سنان ابنِ انس نخعی نے قتل کیا اور بعضوں نے اس شخص کے علاوہ اور دوسرے کو بھی بتلایا ہے۔ وہ جمعہ کا دن تھا اور دسویں محرم ۶۱ھ ہجری تھی اور آپ کا سن چھپن ۵۶ برس کچھ مہینے کا تھا۔ جب آپ کو قتل کر چکے تو سر آپ کا یزید کے پاس بھیجدیا گیا۔ جب پہلی منزل پر اُترے تو شراب خواری میں معروف ہوئے اس اثنا میں ان کے سامنے دیوار سے ایک ہاتھ نکلا جس میں ایک قلم تھا اور جس نے ایک سطر خون سے لکھدی وہ شعر یہ تھا جس کے معنی یہ ہیں۔ کیا وہ اُمّت جس نے جنابِ امام حسین علیہ السّلام کو قتل کیا اُمید کرتی ہے کہ اُس کے نانا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت میں اُن کی شفاعت فرمائیں گے۔

حافظ ابو نعیم امام شعبی امام زہری اور ابو قتادہ کی اسناد سے تحریر فرماتے ہیں۔ اذا قتل الحسین علیہ السّلام انکسفت الشمس حتّٰی بدت الکواکب۔ یعنی جب جنابِ امام حسین علیہ السّلام شہید ہوئے تو سورج میں گہن لگ گیا۔ یہاں تک کہ ستارے آشکار ہو گئے۔

ایسے ایسے بہت سے واقعات ہمارے پیشِ نظر ہیں جن کو ہم طوالت کے خوف سے قلم انداز کرتے ہیں۔ اب ہم اُن آثارِ قدرتی کے واقعات کو ختم کرکے حسبِ وعدہ قاتلانِ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی سزا کے چند واقعات ذیل میں مندرج کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اتنے کثیر التعداد ستمگاروں میں سے سب کی سزائیں ایک بار تو نہیں ہو گئیں بلکہ باری باری سے ہر ایک بزبوں افعال اپنی اپنی شامتِ اعمال تک پہنچتا گیا۔ اُن کی سزا اُس کی صورتیں بھی مختلف تھیں چنانچہ علّامہ سبط ابنِ جوزی امام زہری کی اسناد سے لکھتے ہیں۔

عن الزهری لم یبق ممّن قتله الا من عوقب فی الدنیا امّا بقتل او عمی او سواد الوجه او زوال الملك فی مدّة یسیرة

یعنی اُن لوگوں میں سے جنہوں نے جناب امام حسین علیہ السّلام کو قتل کیا کوئی شخص ایسا باقی نہیں رہا جو دُنیا سے اِن حالتوں میں نہ اُٹھا ہو یا تو وہ قتل ہوگیا یا اندھا ہوگیا۔ یا اُس کا مُنہ کالا ہوگیا۔ یا تھوڑے دنوں میں اُس کے ملک و دولت پر زوال آگیا۔

یہ تو اجمالی کیفیت تھی۔ اب تفصیلی حالات ملاحظہ ہوں۔ حافظ ابو نعیم اور علامہ منصور ابنِ عمّار تحریر کرتے ہیں۔ عن سفیان ثوری عن جدّته قالت شهدت رجلان قتل الحسین علیه السّلام فامّا احدهما طال ذکره حتّی کان یلفّه علی عنقه و امّا الاٰخر یستقبل الرّاویة بفیه حتّی یاتی علی اٰخرها فما یروی۔ سفیان ثوری اپنی دادی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتی ہیں کہ قاتلانِ امام حسین علیہ السّلام سے دو شخصوں میں سے ایک کا عضو اس قدر طویل ہوگیا کہ وہ اس کو اپنی گردن میں لپیٹتا تھا اور دوسرے کا یہ حال تھا کہ مشک کو مُنہ سے لگا کر ختم کر دیتا تھا تاہم اُس کی پیاس نہیں بجھتی تھی۔

علامہ سبطِ ابنِ جوزی لکھتے ہیں عن السّدّی انّه اضافه رجل بکربلاء فتذاکروا انّه ما شرك احد فی دم الحسین علیه السّلام الّا مات باقبح الموت فکذّب به المضیف وقال انّه ممّن حضر فقام اٰخر اللّیل لیصلح السّراج فی ثبت النّار فی جسده فاحرقته قال السُّدّی و انا و اللّٰه رایته کانّه حممة۔

یعنی سُدّی کا بیان ہے کہ میں ایک بار کربلا کے محلّے گیا۔ یہ ذکر نکلا کہ کوئی شخص قاتلانِ جناب امام حسین علیہ السّلام سے ایسا نہیں بچا جو بدترین صورت سے نہ مرا ہو۔ پس میرا میزبان جو تھا وہ کھڑا ہوگیا اور اُس نے کہا کہ تمہارا یہ کلام جھوٹ ہے۔ ایک تو میں ہی ہوں جو اس موقعہ پر حاضر تھا۔ بات رفت و گذشت ہوگئی وہ شخص رات کو چراغ میں اشتعال دینے کی ضرورت سے اٹھا۔ اور اشتعال دیتے دیتے اُس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی۔ اور اُس کا تمام جسم جل گیا۔ سُدّی کا بیان ہے کہ قسم خدا کی میں نے اُس حالت میں اسکو دیکھا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ آگ میں جھلسا ہوا کوئلہ ہے۔

دوسرا واقعہ علامۂ موصوف یہ لکھتے ہیں :-

انّ رجلًا منهم علّق فی لبیب فرسه راس الحسین علیه السّلام فرای وجهه اشدّ سوادًا من القیر فقیل له انّك کنت احسن العرب وجهًا فقال ما مرّت علیّ لیلة من حین حملت راس الحسین علیه السلام الّا و اثنان یاخذان بعضدی ثمّ ینتهیان بی الی النّار المتاجّج فیدفعانی فیها و انا انکص فتسفعنی کما تری ثمّ مات علی اقبح حاله۔

ایک شخص نے جناب امام حسین علیہ السّلام کا سرِ اقدس اپنے گھوڑے کی رسّی سے باندھ لیا تھا۔ بعد چند روز کے دیکھا کہ اُس کا مُنہ کالا ہوگیا ہے۔ اُس سے پوچھا گیا کہ تو عرب کے حسین لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا یہ کیا ہوگیا؟ وہ کہنے لگا کہ جب سے میں نے سرِ اقدس جناب امام حسین علیہ السّلام کو اُٹھایا تو مجھ پر ایک رات بھی گزرنے نہیں پائی کہ میں دیکھتا ہوں کہ دو آدمی میری گردن پکڑ کر بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈھکیلے دیتے ہیں اور میں پیچھے ہٹتا ہوں۔ پس اُس آگ نے میرا مُنہ جھلسا دیا۔ ایسا کہ جیسا کہ تو فی الحال دیکھتا ہے۔ پھر وہ بُرے حال سے مرگیا۔

تیسرا واقعہ۔ انّ شخصًا حضر قتله فقط عمی فسُئل عن سببه فقال انّه رای النّبیّ صلّی اللّٰه علیه وآله وسلّم حاسرًا عن ذراعیه و بیده سیف و عشرة من قاتلی الحسین علیه السّلام مذبوحین بیده ثمّ لعنه وسبّه بتکثیر سوادهم ثمّ اکحله بمرود من دم الحسین علیه السّلام فاصبح اعمی۔

ایک شخص جو جناب امام حسین علیہ السّلام کے قتل کے وقت فقط حاضر تھا اور اندھا ہوگیا تھا اُس سے اُس کے اندھے ہو جانے کا سبب دریافت کیا گیا تو اُس نے جواب دیا کہ بعد اس واقعہ کے میں نے ایک شب جنابِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ کی دونوں آستینیں اُلٹی ہوئی ہیں اور آپ کے ہاتھ میں تلوار ہے اور قاتلانِ جناب امام حسین علیہ السّلام سے دس آدمیوں کو آپ نے اپنے ہاتھ سے قتل فرمایا ہے جو سامنے پڑے ہوئے ہیں پھر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس شخص پر لعنت کی اور اُسکو بد کہا اس وجہ سے کہ یہ اُنکی تعداد بڑھانے کیوں آیا تھا۔ پھر آپ نے خونِ جناب

امام حسین علیہ السلام نے کر اس کی آنکھوں میں لگا دیا۔ صبح کو جو اُٹھا تو اندھا تھا۔

امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں ان شیخا قال قتل اللہ بامتناعہ عن بیعتہ یزید فرماہ اللہ بکوکبین فی عینیہ۔ ایک شخص نے بیان کیا کہ جناب امام حسین علیہ السلام کو (معاذ اللہ) خدا نے یزید کی بیعت نہ کرنے کے جرم میں قتل کیا۔ پس خدائے سبحانہ وتعالیٰ نے دو ستارے آسمان سے اُس پر گرائے کہ اُسکی دونوں آنکھیں اندھی ہوگئیں

ان اشقیا کے علاوہ (۱) اخنس ابن مرثد ابن علقمہ نے جناب امام حسین علیہ السلام کا عمامہ لے لیا۔ اُس کو سر پر باندھتے ہی دیوانہ ہوگیا۔

(۲) ابحر ابن کعب تیمی جس نے عبائے مبارک جسم مطہر سے اُتاری تھی وہ پیروں سے شل ہوگیا اور ایک بالشت بھی اپنے مقام سے نہ چل سکتا تھا اور بعض روایتوں سے اس کے عذاب وعقاب کی یہ صورت ہوئی کہ اس کے پاؤں گرمی میں تو شل رہتے تھے۔ مگر جب جاڑا آتا تھا تو اس سے خون و ریم جاری ہو جاتا تھا۔ غرضکہ اسی طرح وہ گھلتے گھلتے مرگیا۔

(۳) قیس ابن اشعث جس نے آپکا قطیفہ لیا تھا وہ مبروص ہوگیا تھا اور طراز المحدثین امام خوارزمی کا قول ہے کہ وہ مجذوم ہوگیا تھا اور تمام بدن اُسکا ایسا ٹپکنے لگا تھا کہ اُسکے گھر کے تمام لوگ اس سے دوری اختیار کرنے لگے تھے۔ اور مایوس ہوکر آخر اس کو ایک مزبلہ پر ڈال دیا۔ ابھی وہ زندہ ہی تھا کہ کتوں نے اُسے نوچ کھایا۔

(۴) اسحٰق ابن حویہ الحضرمی نے قمیص مقدس لیکر پہن لی جس میں نیزے، تیر اور تلوار کے سوراخ موجود تھے۔ وہ بھی مبروص ہوگیا تھا۔ اور اُس کے سر اور داڑھی کے سب بال گر گئے تھے اور اُس کا رنگ بھی متغیر ہوگیا تھا۔

ہم نے یہاں صرف اُن لوگوں میں سے چند ظالموں کے نام لکھدیے ہیں جو فوراً عذاب الٰہی میں گرفتار ہوکر اپنی سزا کو پہنچ گئے اور جو بچ گئے وہ آیہ وافی ہدایہ کے تحت میں آگئے؟ افرئیت ان متعناھم سنین ثم جاءھم ما کانوا یوعدون وما اغنی عنھم ما کانوا یمتعون (پس اے اہل ایمان! اگر تم ان منافقین کو سالہا سال خوشحال اور کامیاب بھی دیکھو تو یہ سمجھ رکھو کہ آخر میں یہ وہی دن دیکھنے والے ہیں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور اُن کو یہ خوش حالی کوئی نفع پہنچانے والی نہیں ہے)

المختصر یہ تمام اشقیا اپنے اپنے مقررہ اوقات پر اپنے کرتوت بھگت کر اور انواع واقسام کے عذاب الٰہی میں گرفتار ہوکر دنیا اور اہل دنیا کے لئے سخت ترین عبرت کا نمونہ بنتے رہے۔ اب ہم ان چند واقعات کو لکھکر اس بحث کو تمام کرتے ہیں اور اُمید کرتے ہیں کہ زمانہ حال کے وہم پرست حضرات جن کو آئے دن خدا کی اور اسلام کی سچی اور پاک بشارتوں میں غیر معمولی طور پر شکوک۔ مغالطے اور وسوسے پیدا ہوا کرتے ہیں وہ ان واقعات کو پڑھکر اپنی پوری تشفی کرلیں گے اور یقین کرلیں گے کہ خاصان خدا کے وسیع دائرہ میں جس طرح جناب امام حسین علیہ السلام شہید کربلا ارواحنا لہ الفدا کے مصائب سب سے زیادہ سخت اور شدید ہیں۔ اُسی طرح ان حضرتؑ پر ظلم کرنیوالوں کے عذاب بھی نہایت سختی سے اور بہت جلد نازل فرمائے گئے۔

انہی اعتراضات کے ساتھ ہم کو اس امر کا یقین بھی کامل طور سے کرلینا چاہئے کہ جس طرح خدائے سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن کے پیارے نواسے کی شہادت کی خبر دی تھی۔ اُسی طرح اُن بیدینوں کی سزایابی اور سخت ترین عذاب میں گرفتار ہونے کی بھی خبر پہلے ہی سے پہنچا دی تھی۔ چنانچہ امام حاکم حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اسناد سے لکھتے ہیں۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوحی اللہ تعالیٰ الی انی قتلت بیحیی ابن زکریا سبعین الفا وانی قاتل بابن بنتك سبعین سبعین الفا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے سبحانہ وتعالیٰ نے مجھکو یہ وحی بھیجی ہے کہ میں نے حضرت یحییٰ ابن زکریا علےٰ نبینا وعلیہما السلام کے خون کے عوض میں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کرایا تھا۔ اور اب تمہارے نواسے کے خون کے معاوضہ میں ستر ہزار در ستر ہزار آدمیوں کو قتل کراؤں گا۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۲۳)

ہم اپنا یہ مضمون تمام کرتے ہوئے اتنا اور لکھے دیتے ہیں کہ یہ قدرتی آثار جو امام مظلوم علیہ السلام کی شہادت پر ظاہر ہوئے۔ ان کے متعلق امام قندوزی بلخی نقشبندی اپنی کتاب ینابیع المودہ میں لکھتے ہیں عن منصور ابن عمار فی شعر ہ

اترجوا امۃ قتلت حسینا ۔۔۔ شفاعۃ جدہ یوم الحساب

ان هٰذا البیت وجدا الحجر مکتوب فیه هٰذا البیت قبل مبعثه صلی الله علیه وآله وسلم بثلثمائة سنة وان هٰذا البیت مکتوب فی کنیسة بارض الروم لا ادری من کتبه۔ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے تین سو برس پہلے یہ شعر ایک پتھر پر لکھا ہوا پایا گیا اور یہی شعر کلیسائے روم میں بھی لکھا ہوا دیکھا گیا۔ اور یہ نہ معلوم ہوا کہ کس نے لکھا ہے۔

(ینابیع المودۃ مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۲۴)

تاریخی پیمانہ پر جانچنے سے یہ واقعہ کچھ حیرت انگیز نہیں معلوم ہوتا خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ ہم اس کے اخبار اور اطلاع کو تین سو برس کیا جناب ختمی مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے ہزاروں برس پہلے سے ثابت کر آئے ہیں۔

شہادتِ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے مرثیے

یہ امر تمام دُنیا کے لوگوں نے تسلیم کر لیا ہے کہ کسی واقعہ کی نسبت اتنا اظہارِ تاسّف نہیں کیا گیا۔ جتنا کہ حادثۂ کربلائے معلٰی کے متعلق۔ ہزاروں واقعات یادگار اور اظہارِ تاسّف وملال کے طور پر ہو چکے اور آج تک ہوتے رہتے ہیں۔ دُنیا میں روزانہ واقعات ہوتے ہیں۔ مگر کیا۔ معمولی طور پر کچھ دنوں تک دُنیا اور اہل دُنیا کے دلوں پر اُن کا اثر باقی رہتا ہے۔ پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ نسیاً منسیاً ہو کر دلوں سے ایسے مٹ جاتے ہیں۔ گویا اُن کا وقوع کبھی ہوا ہی نہ تھا ہزاروں کیا۔ لاکھوں واقعات صفحاتِ تاریخ میں بکھرے پڑے ہیں جن کا کوئی اثر اس وقت دُنیا میں نہیں پایا جاتا۔ بلکہ اُن کی نسبت کس مپرسی اور عدم توجّہی کی یہ حالت ہے کہ بہت سے لوگ اُسے جانتے بھی نہیں۔ بخلاف اُن کے جنابِ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ دُنیا کے ضخیم کارنامہ میں بالکل تنہا بے نظیر وعدیم المثال ہے جو قریب قریب تیرہ ۱۳۰۰ سو برس گذر جانے کے بعد بھی آج تک دلوں میں تازہ ہے۔ اتنی مدّت کے بعد اُس کا اثر ویسا ہی باقی ہے اور اسکے روحانی اثرات زیادہ تر اس باعث سے حیرت انگیز ہیں کہ وہ قومیں جن کو جنابِ امام حسین علیہ السّلام سے عقیدت۔ خلوص یا معرفت حاصل ہے وہ تو اپنے مقام پر متاثر ہوتی ہی ہیں اِن کے علاوہ وہ غیر قومیں بھی جنکو جنابِ امام حسین علیہ السلام سے کوئی علاقہ۔ کوئی واسطہ اور کوئی نسبت نہیں بھی آپ کی شہادت کے واقعہ سے اُتنی متاثر پائی جاتی ہیں جیسی عقیدتمند اور مخلص قومیں۔ صرف اسی ایک امر پر غور کر کے ہر شخص اسکی رُوحانی تاثیرات کا پورے طور سے معتقد کہا جا سکتا ہے۔ اس کے ہمیشہ برقرار رہنے کا بہت بڑا باعث یہی روحانی تاثیر ہے۔ تمام تاریخیں بکار رہی ہیں کہ جس قدر مرثیے جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی شہادت پر لکھے گئے ہیں اور جتنی کتابیں آپ کے مصائب کے بیان میں لکھی گئی ہیں اُتنی کسی اور واقعہ کے متعلق نہیں لکھی گئیں اور یہ سلسلہ اُس وقت سے لیکر اس وقت تک تمام ہی نہیں ہوا۔ تیرہ ۱۳۰۰ سو برس گذر جانے کے بعد بھی آجتک ہزاروں کتابیں مصائب کی لکھی اور لکھو کھا مرثیے لکھے جاتے ہیں اور اطرافِ عالم میں شائع ہوتے رہتے ہیں اور یہ امر اس واقعۂ عظیمہ کی حقانیت اور روحانیت کا پورا اشاہد اور کافی دلیل ہے۔ جب ہم ان واقعات پر غور کرتے ہوئے اسکے انتہائی پہلو پر اپنی نظر پہنچاتے ہیں اور دُنیا کے کارنامے میں امارتِ مروانیہ اور سلطنتِ عباسیہ کے وہ ظالمانہ اور جابرانہ فرامین پڑھتے ہیں جو خصوصاً عزائے جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی ممانعت اور آپ کی قبرِ مطہّر کی زیارت کی ممانعت اور مدفنِ مقدس کے نام ونشان مٹا دیئے جانے کے متعلق جاری ہوئے تھے تو ہم کو حد درجہ کے تعجب کے بعد یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ باوجود اِن کوششوں کے اتنی جابر اور قوی سلطنتیں ان امور کے اجراء کی تعمیل پر قادر نہ ہو سکیں اور ان کے متعلق اِن سے کچھ بھی نہ ہو سکا تو ہم کو یقین ہو جاتا ہے کہ اُس خدائے غالب و توانا کی مشیّت اور قدرت ایسے آثارِ عظیمہ کے برپا اور قائم رکھنے کے لیے ابدالآباد تک ذمہ دار ہے۔ ذٰلک فضل الله یؤتیه من یشاء اور اُس کے خلاف انسان کی کوئی کوشش کبھی پیش نہیں چل سکتی۔

اب ہم اپنے سلسلۂ بیان کے قائم رکھنے کے لئے عرب کے اُن چند حضرات کے نام ذیل میں لکھے دیتے ہیں۔ جنہوں نے شہادتِ جنابِ امام حسین علیہ السّلام میں مرثیے لکھے ہیں اور وہ اس وقت تک تمام لوگوں میں ذائع وشائع ہیں۔

محقق طوسی وشیخ مفید رضوان اللہ علیہما کی تحقیق ہے کہ جس شخص نے

سب سے پہلے شہادتِ جنابِ امام حسین علیہ السلام کا مرثیہ لکھا ہے۔ وہ عُقبہ ابنِ غالب قبیلہ بنی سہم کا شاعر تھا۔ اسکا پہلا شعر یہ ہے ؎

اذا العین قرّت فی الحیاۃ وانتم　　تخافون فی الدنیا فاظلم نورھا

علّامہ ابنِ نما جو علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کے استاد تھے۔ اپنی کتاب مثیر الاحزان میں لکھتے ہیں کہ سلیمان ابنِ قتیبہ العدوی جو قبیلہ بنی تیم کا غلام تھا۔ تین روز کے بعد کسی ضرورت سے میدانِ کربلا میں پہنچا تو اُس نے یہ مرثیہ لکھا ؎

مررت علی ابیات آلِ محمّدؐ　　فلم ارھا امثالھا یوم حلّت

بحار الانوار اور عوالم الورائے میں لکھا ہے کہ ابو الرمح خزاعی نے یہ مرثیہ لکھا ؎

اجالت علی عینی سحائب عبرتی　　فلم تضح بعد الدمع حتیٰ ارملت

حضرت زینب سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں ؎

تمسّك بالكتاب ومن تلاه　　فاھل البیت ھم اھل الكتاب

بیس شعر سے زاید ہیں۔ یہ اشعار بھی حضرت زینب علیہا السلام کے ہیں

اما شجاك یا سكن　　قتل الحسینؑ والحسنؑ

یہ نظم قریب چالیس اشعار کے ہے۔ جنابِ امام ضامن ثامن حضرت علی ابنِ موسیٰ الرضا علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

یا فاطم الطّھر قومی غیر قائمۃ　　فی جحفل من نساء ھاشمیات

جناب امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

الا یا حبّذا الاعداء فینا　　تحكموا ونالوا ابنا والله كل منالغ

نور العین صفحہ ۷-۱۹۔ دعبل خزاعی کا مشہور مرثیہ ہے جسکو اُس نے جنابِ امام علی ابنِ موسیٰ الرضا علیہ السلام کی فرمائش سے لکھا اور پھر آپ ہی کی حضور میں پڑھا تھا ؎

افاطم لو خلت الحسین مجدّلا　　وقد مات عطشانا بشطّ فرات

امام شافعی کے اشعار بھی جنابِ امام حسین علیہ السلام کے مرثیہ میں بہت مشہور ہیں اُن میں سب سے زیادہ مشہور وہ مرثیہ ہے جس کے آغاز میں یہ شعر ہے ؎

تَاَوَّهَ قَلْبِی وَالْفُؤَادُ كَئِیْبٌ　　وَاَرَّقَ نَوْمِی وَالسُّهَادُ عَجِیْبٌ

علامہ ابو الفرج جوزی کا مشہور مرثیہ یہ ہے ؎

احسّین والمبعوث جدّك بالھدیٰ　　قسمًا یكون الحق فیہ مسائلی

ولہ ایضاً

یا مصابی یا الحبیب الحشا　　انفد ذكری یا اخی والقوا

علّامہ سروستی کے مرثیے کثرت سے کتابوں میں نقل پائے جاتے ہیں جن میں نہایت مشہور یہ ہے ؎

جودی علی الحسین یا عین بانقیاد　　جودی علی الغریب اخی البحار لا بجائز

ملک الشعراء خلیعی نے بھی بہت سے مرثیے لکھے ہیں اُن کا مشہور ترین اور طویل مرثیہ یہ ہے ؎

لِاٰلِ بَیْتِ نَبِیِّنَا لِلرَّحْمَةِ قَدْ خَلَا　　وَعَفَا غَبَرَةُ الْحَدِیْثِ وَاَمْحَلَا

ابنِ حجاد عرب کے مشہور و معروف شاعر کے بہت سے مرثیے ہیں۔ اُن کا یہ مرثیہ بہت مشہور ہے ؎

اَتَجَنَّبَتْ یَا ذَاتَ الْجَمَالِ وَلَاءً　　وَجَعَلْتِ تِیْمِی الصُّدُوْدَ رِضًا لَا

ابو العلائے معرّی کا طولانی مرثیہ یہ ہے ؎

راس ابن بنت محمّدؐ ووصیّہا　　للمسلمین علی قناۃ یرفع

صاحب یعنی اسمٰعیل ابنِ عباد کا یہ مرثیہ ہے ؎

سطوا علی روح الحسین　　واھل جرّ الجماح

عقبہ ابنِ عمر السہمی نے یہ مرثیہ لکھا ہے ؎

اذا غبرت الآفاق واحمرّت السماء　　دعت الدنیا فاظلم نورھا

بسری الرقا کا یہ مرثیہ ہے ؎

اقام روح و ریحان علی جدث
ثوی الحسینؑ بہ ظمآن آمینا

کشاجم کا یہ مرثیہ ہے ؎

اِذَا تَفَكَّرْتُ فِیْ مُصَابِهِمْ　　اُثْقِبَ زَنْدُ الْهُمُوْمِ قَادِحُهٗ

ناشی شاعر کا یہ مرثیہ ہے ؎

مَصَائِبُ نَسْلِ فَاطِمَةَ الْبَتُوْلِ
نَكَتْ حَسَرَاتُهَا كَبِدَ الرَّسُوْلِ

محمود طریحی - عرب کا مشہور و معروف طلیق اللسان اور فصیح البیان شاعر لکھتا ہے ؎

محبی علی تلن اذی علی محتّم ... اذا ھلّ فی دور الشھور محرّم

جوہری شاعر بھی مرثیہ میں بہت مستعد ہے اسکا پہلا شعر یہ ہے ؎

عاشور ناذا الا لھفی علی الدّین
خذوا حداد کم یا آل یٰسین

ابوالحسن علی ابن احمد جرجانی کا یہ مرثیہ ہے ؎

وجدّی بکوفان ما وجدی بکوفان
تھمی علیہ ضلوعی قتیل احیفانی

علی ابن الحسین ازدی لکھتے ہیں ؎

بنو حیدر المخصوص باللہ رجات
من اللہ والخلق اصنی فی الغمرات

خالد ابن معدان کا مرثیہ یہ ہے ؎

جاؤا براسک یا ابن بنت محمدؐ
مترمّلا بدمائہ ترمیلا

جناب سید رضی عطر اللہ مرقدہ وبرد اللہ مضجعہ کے بھی بہت سے طولانی مرثیے مشہور ہیں جن میں سے یہ مرثیہ بہت مشہور ہے۔

کربلا لا زلت کربًا وبلا ... مالقی عندک آل المصطفےٰ

آقا سید محمد مہدی طباطبائی الملقب بہ بحر العلوم نور اللہ تربتہ کے بھی بہت سے مرثیے ہیں جن میں سے یہ مرثیہ بہت شہرت رکھتا ہے۔

ھذا مصاب الّذی جبرائیل خادمہ
ناغاہ فی المھد اذ بینطت تمائمہ

ہم نے عربی شعراء کے کثیر التعداد گروہ میں سے صرف چند بزرگواروں کے نام اور اُن کے مراثی میں سے منتخب مرثیہ کا ایک ایک شعر بطور نمونہ یہاں لکھدیا ہے۔ ورنہ اگر ہم ان تمام حضرات کے نام اور اُنکا کل کلام لکھنے کا قصد کرتے جن کے مراثی مصائب کی کتابوں میں عموماً درج پائے جاتے ہیں تو شاید ہماری تالیف کا یہ حصّہ شعرائے عرب کا ایک مکمل تذکرہ ہوجاتا۔ عربی زبان سے زیادہ فارسی کے شعرا نے مرثیے لکھے ہیں اور فارسی کے لیدار دو میں ہزارہا مرثیے لکھے گئے ہیں وہ کون ہے جو ملکِ ایران کا رہنے والا ہو اور مُلّا محتشم، مقبل و قاآنی، جودی اور مرزا وصال شیرازی رحمہم اللہ علیہم کے نام نامی سے واقف ہو اور وہ کون ہے جو جزیرہ نمائے ہندوستان کا باشندہ و زبان اردو سے پورا واقف ہو وہ میر خلیق۔ میر ضمیر، میر انیس۔ میرزا دبیر۔ میر نفیس اور مرزا اوج رحمہم اللہ کے مرثیوں کی فصاحت و بلاغت کو سُنکر ایکبار نہیں ہزار بار دادنہ دے چکا ہو۔

جناب امام حسین علیہ السّلام کے محاسنِ اخلاق

اب ہم آپکی مقدس سیرت کے متعلق تمام حالات کو بتفصیل بیان کرکے جناب امام حسین علیہ السّلام کے محاسن اخلاق کی طرف رجوع کرتے ہیں جناب خامس آل عبا شہید کربلا روحنا لہ الفدا کے محاسن اخلاق اور مکارم اشفاق اسی پیمانے پر تھے جس پیمانے پر جناب امیر المؤمنین علی مرتضےٰ علیہ السّلام اور جناب امام حسن المجتبےٰ علیہ التحیّۃ والثّنا کے حالات میں لکھے گئے ہیں اس سے قبل کہ ہم آپکے اخلاقی حالات کی ابتدا کریں ہم کو سمجھ لینا چاہیئے کہ ع۔ ایں خانہ تمام آفتاب است۔ کیوں نہ ہو جس نفسِ قدسی نے آغوشِ رسالت میں پرورش اور دامانِ امامت و ولایت میں تربیت پائی ہو جس کے نانا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جسکے باپ ولی اللہ علیہ السلام جسکی ماں سیدۃ نساء العٰلمین سلام اللہ علیہا من ربّ العٰلمین ہو اُس کے اخلاق و آداب کی درستی اور شائستگی کا کیا پوچھنا اور اُس کی مثال دُنیا کی معمولی تہذیب و تربیت میں کیسے مل سکتی ہے چنانچہ ہم سب سے پہلے آپ کے اخلاقی محاسن کے متعلق ایک ایسا واقعہ درج کرتے ہیں جسمیں آپ نے اپنے محاسن اخلاق کے لاجواب اور عدیم المثال ہونیکا خود دعویٰ فرمایا ہے انس ابن مالک جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدمتگار اور بڑے حاضرباش صحابی نقل کرتے ہیں کہ میں ایک دن جناب امام حسین

علیہ السّلام کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ اتنے میں آپکی کنیزوں میں سے ایک کنیز آئی اور اس نے ایک پھول آپکی خدمت میں ہدیہ کے طور پر نذر گزرانا آپ نے تبسّم فرماکر وہ پھول لے لیا۔ اُسے سونگھا اور اسکی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا اَنْتِ حُرَّۃٌ لِوَجْہِ اللّٰہ جا تجھ کو میں نے خدا کے نام پر آزاد کر دیا۔ انس کہتے ہیں کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ یا مولا! آپ نے ایک کنیز کو جس کی خریداری میں آپ نے معتدبہ رقم صرف فرمائی ہوگی۔ ایک پھول کے معاوضہ میں جسکی قیمت کچھ بھی نہیں آزاد کر دیا۔ جنابِ امام حسین علیہ السّلام نے انس کی طرف غور کی نظر ڈال کر فرمایا۔ کَذَا اَدَّبَنَا اللّٰہُ قَالَ اللّٰہُ وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْہَا اَوْ رُدُّوْہَا وَکَانَ اَحْسَنُ مِنْہَا عِتْقُہَا یعنی خدا کا قانون یہی ہے۔ چنانچہ خدائے سبحانہٗ و تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جب کوئی شخص تم کو کوئی تحفہ دے تو تم اُسے یا اس سے بہتر تحفہ دو یا اُس کا تحفہ اُسے واپس کردو۔ پس اس کنیز کے لئے اس کی آزادی سے بڑھکر کوئی تحفہ نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا وہ آزاد کردی گئی۔ اس واقعہ سے کافی طور پر معلوم ہوگیا کہ انس ابنِ مالک جیسا جلیل القدر صحابی جو ہر وقت صحبتِ بابرکت جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیٹھنے والا ہے اور مدّت مدید تک آنحضرت کے فیضانِ صحبت سے فیض اُٹھا چکا تھا۔ امامؑ کے مکارمِ اخلاق اور محاسنِ اشفاق کی غایت تک نہ پہنچ سکا اور آپ کے محاسنِ اخلاق کو معاذ اللہ افراط پر محمول کرکے آخر پوچھ ہی بیٹھا تو بھلا کوئی اور کیا سمجھیگا حقیقتِ امر یہ ہے کہ انسان کی ظاہر پسند طبیعت ہر شے کو اپنے معمولی انداز پر قیاس کیا کرتی ہے۔ حالانکہ اِن امور کو معمولی ہونے سے کوئی علاقہ نہیں ہے اور یہ امر تسلیم کرلیا گیا ہے کہ دُنیا میں جو اُمور روزانہ معمول کے خلاف پائے جاتے ہیں وہی نادر۔ یکتا اور عدیم النظیر کہلاتے ہیں۔ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کا یہ سلوک انس ابنِ مالک کو ضرور خلافِ معمول معلوم ہوا۔ مگر اُنہوں نے اتنا بھی نہ سوچا۔ کہ ایسے مقدّس و عالی مقام امام کے محاسنِ سلوک کا عام عادات کا خلاف ہونا ہی اُسکے نادر اور بے نظیر ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔

اِسی کنیز کا سا واقعہ ایک دوسری کنیز کا بھی ہے۔ جو عام طور سے فریقین کی کتابوں میں درج ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک بار آپ اپنی ایک کنیز پر خفا ہوئے۔ اُسکی سزا کا حکم فرمایا۔ مزاج دال کنیز آگے بڑھی اور عرض کرنے لگی۔ یا مولای الکاظمین الغیظ اے مولا! خدائے سبحانہٗ و تعالےٰ غصّہ کے ضبط کرنیوالوں کی تعریف کرتا ہے۔ یہ سُنتے ہی آپ نے بارِ ثانی حکم فرمایا خَلُّوْہَا اَعْفُوْہَا یعنی اس کی سزا سے باز رہو۔ اس کے بعد اس خادمہ نے پھر عرض کی والعافین عن النّاس۔ اے مولا! خدائے سبحانہٗ و تعالیٰ انسان سے عفوِ تقصیر کو بہت اچھا شمار کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا قَدْ عَفَوْتُ عَنْکِ میں نے تجھے معاف بھی کردیا۔ پھر کنیز نے عرض کی واللّٰہ یحبّ المحسنین اے مولا! خدائے عزّوجل احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے یہ سُنکر آپ نے فوراً ارشاد فرمایا اَنْتِ حُرَّۃٌ لِوَجْہِ اللّٰہ تعالیٰ وَلَکِ ضِعْفُ مَاکُنْتُ اُعْطِیْکِ۔ جا میں نے تجھے خدا کی راہ میں آزاد کردیا اور جو کچھ تجھے اب تک ملا کرتا تھا۔ آیندہ سے اُس کا دوچند ملا کرے گا۔

اِسی طرح حضرت اسامہ ابنِ زید کے ساتھ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے محاسنِ سلوک کا قصہ نہایت معتبر اور بہت مشہور ہے۔ وہ یہ کہ اسامہ کے سخت بیمار ہونے کی خبر پاکر جنابِ امام حسین علیہ السّلام اُن کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ جب حضرت اسامہ کے قریب پہنچے تو انکو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ واغمّاہ واغمّاہ۔ آپ نے دریافت فرمایا وما غمّک یا اخی۔ تم کو اے بھائی کیا غم ہے؟ حضرت اسامہ نے خدمتِ مبارک میں عرض کی کہ ساٹھ ہزار درہم کا قرضدار ہوں اور موت سر پر آپہنچی۔ اس کے ادا نہ ہونے کا صدمہ موت کی تکلیف سے کم نہیں ہے۔ آپ نے فوراً ارشاد فرمایا کہ تم مضطرب نہو۔ تمہارا قرض میرے ذمّہ رہا۔ حضرت اسامہ نے پھر عرض کی میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اس کی ادائگی ہونے سے قبل نہ مرجاؤں۔ حضرتؑ نے فرمایا لن تموت حتّٰی اقضیہا عنک۔ قبل اس کے کہ تم کو موت آئے میں خود تمہارا قرض ادا کردونگا۔ چنانچہ جب آپ بیت الشرف تشریف لائے تو حضرت اسامہ کا کل قرضہ اُنکے قرضخواہوں کو بلاکر ادا فرما دیا۔ سبحان اللہ۔

مروان حکومتِ مدینہ کے زمانہ میں فرزدق سے ایسا ناراض ہوا کہ اُس کے شہر بدر کئے جانے کا حکم صادر کردیا حکم حاکم مرگِ مفاجات۔ فرزدق نہایت مضطرب ہوکر جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا حضرتؑ نے اسکو چار ہزار دینار دلوا دئے۔ حاضرینِ خدمت نے عرض کی یا ابن رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرزدق ایک مرد لا اُبالی

شاعر پیشہ کو حضور نے اتنی بڑی رقم حوالہ فرما دی۔ جواب میں ارشاد ہوا۔ ان خیر مالك ما وقیت بہ عرضك وقد اثاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کعب بن زهیر وقال فی عباس ابن مرداس اقطعوا لسانه عنی یعنی سب سے بہتر مال وہ ہے جس سے تم اپنی عزت بچاؤ۔ دیکھو جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعب ابن زہیر کے ساتھ بھی سلوک فرمایا تھا۔ اور عباس ابن مرداس کی نسبت بھی یہ فرمایا۔ کہ میرے لئے اسکی زبان کو قطع کر ڈالو۔ ابن مرداس کے حالات غزوۂ طائف میں لکھ چکے ہیں۔ فی الحقیقت اس کی زبان کاٹے جانیکا حکم نہیں ہوا تھا بلکہ یہ ہدایت جناب علی مرتضیٰ علیہ السّلام کو کی گئی تھی کہ سب لوگوں سے زیادہ غنیمت کا حصہ اسکو دیا جائے تاکہ پھر اس کو شکایت کا موقع نہ رہے اور وہ بھی دوسروں کے حصہ میں سے نہیں بلکہ خود آنحضرت کے حصہ میں سے

ایک مرد اعرابی مدینہ آیا اور پوچھنے لگا کہ سخی ترین مردم اس وقت مدینہ میں کون ہے؟ لوگوں نے جناب امام حسین علیہ السّلام کو بتلا دیا۔ وہ خدمت مبارک میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ آپ عبادتِ الٰہی میں مصروف ہیں۔ اُسنے حضرت کو مصروفِ عبادت پاکر یہ اشعار پڑھے ؎

لم یخب الان من رجاك ومن	حرك من دون بابك الحلقه
انت جواد وانت معتمد	ابوك قد کان قاتل الفسقه
لولا الذی کان من اوائلکم	کانت علینا الجحیم منطبقه

جنابِ امام حسین علیہ السّلام نماز پڑھ چکے تو سلام ختم کرکے خادم کیطرف مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے هل بقی من مال الحجاز شیٔ قال نعم اربعة آلاف دینار فقال هاتها قد جائنا من هو احق بها منا۔ حجاز کے مال میں سے کچھ تیرے پاس باقی ہے۔ اُسنے عرض کی جی ہاں چار ہزار دینار باقی ہیں۔ آپ نے فرمایا جو ہم سے زیادہ اس مال کا مستحق ہے وہ آ گیا۔ پس وہ سب اسکو دیدو۔ پس آپ نے وہ تمام رقم ایک رومال میں لپیٹی اور اندر تشریف لے گئے۔ خادم کو بلا کر حکم دیا کہ اس صاحبِ احتیاج کو دروازہ پر بلا لاؤ۔ وہ شخص سائل حاضر ہوا تو آپ نے اندر پوشیدہ ہوکر کواڑ کی آڑ سے اُس کو وہ رقم عنایت فرما دی اور یہ اشعار ارشاد فرمائے ؎

خذها وانی الیك معتذر	واعلم انی علیك ذو شفقه
لو کان فی سیرنا الغداة عصا	امست سمانا علیك مندفقه
لکن ریب الزمان ذو غیر	والکف منی قلیلة النفقه

یعنی اسکو لے لے اور میں تجھ سے اس رقم قلیل کے لئے عذر خواہ ہوں۔ مگر یہ یقین کر کہ مجکو تیرے اوپر شفقت کا خیال ضرور ہے۔ اگر عصائے حکمرانی آج ہمارے ہاتھ میں ہوتا تو تو دیکھ لیتا کہ ہماری بخشش جود کا آسمان تجھ پر ضرور زر افشانی کرتا۔ مگر حالاتِ زمانہ ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں اور میرا ہاتھ اس وقت تنگ ہے۔ اعرابی آپ کا یہ کلام سنکر رونے لگا آپ نے ارشاد فرمایا لعلك استقللت ما اعطیناك قال ولا ولکن کیف یاکل التراب جودك شاید تو ہماری قلت عطا پر گریاں ہے اُس نے کہا نہیں یہ بات نہیں ہے بلکہ میں اس لئے روتا ہوں کہ ایسے کریم النفس وجود کو خاک کیونکر کھا جائے گی۔

عبدالرحمٰن السّلمی آپکے بعض فرزندوں کے معلّم تھے اُنہوں نے آپکے ایک صاحبزادے کو سورۂ حمد یاد کرا دیا تھا۔ اور جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں لیجا کر صاحبزادہ سے وہ تمام سورت سُنوا دی تھی۔ جنابِ امام حسین علیہ السّلام بہت خوش ہوئے اور عبدالرحمٰن کو ہزار دینار اور ہزار حلّے عنایت فرمائے اور اُن کا مُنہ موتیوں سے بھروا دیا۔

بعض تنگ دل حضرات نے اس عطائے کثیر کی نسبت استفسار کیا تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا و این یقع هذا من عطائه یعنی تعلیمه۔ یعنی میری یہ عطائے کثیر اُس عطا کی برابر ہو نہیں ہوسکتی اور یہ شعر پڑھے ؎

اذا جادت الدنیا علیك فجد بها	علی الناس طرا قبل ان تتفلت
فلا الجود یفنیها اذا هی اقبلت	ولا البخل یبقیها اذا ما تولت

ایک مرتبہ آپ نے اپنے محاسنِ اخلاق اور مکارمِ اشفاق کے متعلق ایک نہایت پُر اثر نقل بیان فرمائی وہ یہ ہے۔ ارشاد فرمایا صح عندی قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل الاعمال بعد الصلٰوة ادخال السرور فی قلوب المؤمنین بما لا اثم فیه مجھ کو جنابِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول کہ بعد نماز کے بہترین اعمال یہ ہے کہ قلوبِ مؤمنین کو خوش کیا جائے مگر ایسی چیز سے جس میں کوئی گناہ نہ ہو نہایت صحیح ثابت ہوا ہے اور وہ اس طرح کہ فانی رایت غلاما یؤاکل کلبا فقلت له فی ذلك فقال یا ابن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انی مغموم اطلب سرورا بسروره لان صاحبی یهودی ارید افارقه۔ میں نے ایک غلام کو دیکھا جو ایک کتّے کو اپنے ساتھ کھانا کھلا رہا تھا۔ میں نے اُس سے اسکا باعث

دریافت کیا تو اُس نے عرض کی یا ابن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم، میں مغموم ہوں۔ اس لئے کہ تو خوش کرکے میں خوشی کا طالب ہوں میرا مالک ایک مرد یہودی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اُس سے آزادی حاصل کروں۔ اسکی غایت درجہ کی تمنا سُنکر جنابِ امام حسین علیہ السّلام ازحد متاثر ہوئے۔ فوراً اُس مرد یہودی کے پاس آئے اور دو سَو اشرفیاں قیمت غلام دیکر اُس کو لے لیا۔ پھر اُسے آزاد کر دیا۔ یہودی یہ دیکھکر حیران ہوا۔ فقال الیہودی الغلام فداً لعطآئک و هٰذا البستان له ورددت علیک المال فقال وانا قد وهبت لک المال قال قبلت المال و وهبت للغلام فقال الحسین علیہ السّلام عتقت الغلام و وهبت له جمیعا۔

یہودی نے عرض کی کہ میں نے اس غلام کو آپ کے عطیہ کے سبب آپکے حوالے کیا اور اپنا وہ باغ بھی اس کی ملک میں دیا اور یہ دینار بھی آپ کی نذر کئے آپ نے فرمایا۔ کہ یہ روپیہ میں نے تجھ کو ہبہ کر دیا۔ یہودی نے کہا کہ میں نے اس رقم کو قبول کیا۔ اور یہ تمام رقم اس غلام کو بخشدی۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اس غلام کو ان تمام اموال کے ساتھ راہِ خدا میں آزاد کر دیا۔ یہودی کی بی بی پس پردہ سے یہ تمام واقعات دیکھکر بیساختہ بول اُٹھی کہ میں نے اپنا تمام مہر اپنے شوہر کو معاف کر دیا اور میں اسلام قبول کرتی ہوں۔ یہودی بی بی کی وفاداری دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں بھی اسلام لاتا ہوں اور اپنا مکان اپنی بی بی کے نام ہبہ کرتا ہوں چنانچہ وہ سب کے سب آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔

شعیب ابن عبدالرحمٰن خزاعی بیان کرتے ہیں کہ یوم عاشورا جب ظالمانِ کوفہ و شام نے آپ کی لاش مقدس کے تمام کپڑے اُتار لئے تو آپ کی پشتِ مطہر پر گھٹوں کے نشان پائے گئے جناب امام زین العابدین علیہ السّلام سے اُن کی نسبت پوچھا گیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا هٰذا مما کان ینقل الجراب علی ظهره الی منازل الارامل والیتامیٰ والمساکین۔ آپ اپنی پشت مبارک پر بیوگان، یتیمان اور مساکین مدینہ کے گھروں پر کھانے کی چیزیں لیجایا کرتے تھے۔ یہ اُسی بارکشی کے نشان ہیں۔

ایک روز فقیروں کے ایک گروہ کی طرف سے ہو کر نکلے۔ وہ سب بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ اُن لوگوں نے آپکو دعوت کی۔ اور بلایا۔ آپ فوراً اُنکے مجمع میں جاکر بیٹھ گئے۔ اور ایک پارۂ نان اُن کے دسترخوان سے اٹھا کر کھا لیا۔ پھر ارشاد فرمایا۔ انّ اللّٰہ لا یحبّ المستکبرین ثمّ قال قد اجبتکم فاجیبونی یعنی خدا تعالےٰ مغروروں کو دوست نہیں رکھتا۔ میں نے تمہاری دعوت قبول کی۔ اب تم میری دعوت قبول کرو۔ چنانچہ آپ اُن فقراء کو ساتھ لئے دولت سرا میں تشریف لائے اور اپنی خادمہ سے ارشاد فرمایا اخرجی مما کنت تدخرین۔ جو کچھ ہو وہ لے آ۔ وہ خادمہ انواع و اقسام کے کھانے لائی۔ آپ نے وہ تمام کھانے اُن فقراء کو کھلا دئیے۔

اسی طرح ایک بار اور اتفاق ہوا کہ آپ نے چند فقراء کو دیکھا کہ سوکھی روٹیوں کے ٹکڑے اپنی عبائیں بچھائے ہوئے کھا رہے ہیں۔ اُن فقیروں نے پہچان کر حضرت کو سلام کیا اور حضرت کی دعوت کی جنابِ امام حسین علیہ السّلام فوراً اُن کے مجمع میں بیٹھ گئے۔ مگر فرمایا کہ اگر مجھے معلوم نہ ہوتا کہ یہ کھانا جو تم کھا رہے ہو صدقہ ہے تو میں ضرور تمہارے ساتھ شرکت طعام بھی کرتا مگر تم جانتے ہو کہ ہم پر صدقہ حرام ہے۔ اسلئے میں مجبور ہوں۔ پھر اُن فقراء کو بھی دولت سرا پر لائے اور اُن کو طرح طرح کے کھانے بھی کھلائے اور کپڑے بھی پہنائے اور درہم و دینار بھی عطا فرمائے۔ پھر رخصت فرما دیا۔

حضرت محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ سے کچھ ناراض ہو گئے تھے۔ محمد حنفیہ کے بعض احباب نے کہا کہ اب جنابِ امام حسین علیہ السلام کبھی تمہارے پاس نہ آئیں گے۔ محمدؓ ابنِ حنفیہ نے فرمایا کہ دیکھو میں ابھی بھائی کو اپنے پاس بُلائے لیتا ہوں۔ یہ کہکر آپ نے جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں اس عبارت کا خط لکھا۔

امّا بعد یا اخی فان ابی و ابائک علیؑ علیہ السّلام لا تفضلنی فیه فلا افضلک و امّک فاطمة بنت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم ولو کان ملاء الارض ذهبا ملک امّی ما وفت بامّک فاذا قرأت کتابی هٰذا فصر الیّ حتّی ترضانی فانّک احق بالفضل منّی والسّلام علیک ورحمة اللّٰہ وبرکاته

اے بھائی بزرگوار! ہمارے اور آپکے دونوں کے والد بزرگوار جناب علی مرتضےٰ علیہ السّلام ہیں پس باپ کے اعتبار سے نہ مجھ کو آپ پر افتخار ہے اور نہ آپ کو مجھ پر لیکن ہاں آپ کی مادرِ گرامی جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ سیّدۃ نساء العٰلمین

سلام اللہ علیہا ہیں۔ اگر تمام دنیا کی سونا چاندی میری ماں کی ملک ہو جائے تاہم میری ماں آپ کی ماں کے برابر نہیں ہو سکتی۔ پس التجا کرتا ہوں کہ اس خط کے ملاحظہ فرماتے ہی آپ میرے پاس تشریف لاکر مجھے سرفراز فرمائیں کیونکہ فضیلت میں آپ مجھ سے بڑھکر ہیں۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ خط پڑھکر جناب امام حسین علیہ السلام اپنے چھوٹے بھائی کے پاس تشریف لے آئے کسی شخص نے جناب امام حسین علیہ السلام کی طرف متکبر ہونیکا گمان کیا اور کہا انّ فیک کبرا۔ آپ نے اسکے توہمات کے جواب میں ارشاد فرمایا فقال کل التکبر للہ وحدہ ولا یکون فی غیرہ قال اللہ تعالیٰ فللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ہر قسم کا تکبر ذات احدیت کے لئے مخصوص ہے کسی دوسرے میں ہو نہیں سکتا اور ہمارا خیال حفظ عزت ہے جیسا کہ حق سبحانہ وتعالےٰ فرماتا ہی کہ تمام عزتیں خدا کو رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کے واسطے ہیں

فصاحت وبلاغت

تمام اہل اسلام جانتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام اپنے زمانہ میں بڑے فصیح اللسان تھے۔ عرب کی زباندانی کی خوبیوں کا انحصار اس زمانہ میں آپ ہی پر تھا۔ آپکی تقریر کی فصاحت اور حسن بلاغت اور بیان کی سلاست کا یہ عالم تھا کہ عرب کے بڑے بڑے ادیب مقرر اور گویا آپکے خطبات کے سننے کے لئے دور دور سے پہنچے آتے تھے اور آپکے کمال لطافت بیان اور فصاحت زبان کو سنکر آپ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے تھے۔ چنانچہ محمد ابن طلحہ الشافعی کتاب مطالب السئول میں جناب امام حسن علیہ السلام کے زمانہ کا ایک واقعہ ذیل میں درج کرتے ہیں

نقل انّ اعرابیّاً دخل المسجد الحرام فوقف علی الحسین علیہ السلام وحولہ حلقۃ فقال بعض جلساء الحسن علیہ السلام من ہذا الرجل فقال لہ الحسن ابن علی بن ابیطالب علیہما السلام فقال الاعرابی ایاہ اردت فقال لہ وما تصنع بہ یا اعرابی فقال بلغنی انہم یتکلمون فیعربون فی کلامہم وانّی قطعت بوادیاً وقفاراً واودیۃ وجبالاً وجئت لاطارحہ الکلام واسئلہ عن عویص العربیۃ فقال لہ جلیس الحسن علیہ السلام ان کنت جئت ہذا فابدأ بذلک الشاب واومی الی الحسین علیہ السلام فوقف علیہ وسلّم علیہ السلام ثم قال وما حاجتک یا اعرابیّ فقال انّی جئتک من الہرقل والجعلل والایتم والہیہم فتبسم الحسین علیہ السلام وقال یا اعرابی لقد تکلمت بکلام ما یعقلہ الا العالمون فقال الاعرابی واقول اکثر من ہذا فہل تجیبنی علی قدر کلامی فقال لہ الحسین علیہ السلام قل ما شئت فانی مجیبک عنہ فقال الاعرابی انی بدوی واکثر مقالی الشعر وہو دیوان العرب فقال لہ الحسین علیہ السلام قل ما شئت فانی مجیبک علیہ فانشأ یقول شعر؎

هفا قلبي الى اللهو	وقد ودّع شرخيه
وقد كان انيقاً	عصر تجرار ذيليه
علالات ولذّات	فيا سقيا لعصريه
فلمّا عمّم الشيب	من الرأس نطافيه
وامسى قد عنانى	منه تجديد خضابيه
تسلّيت عن اللهو	والقيت قناعيه
وفى الدهر اعاجيب	لمن يلبس حاليه
فلو يعمل ذو رأي	اصيل فيه رأييه
لالفى عبرة منه	له فى كلّ عصريه

فقال لہ الحسین علیہ السلام یا اعرابی قد قلت فاسمع منّی فذکر انّہ قال ابیاتاً سیاتی ذکرہا فی الباب المختص بہ المعقود لمناقبہ ان شاء اللہ تعالیٰ فقال الاعرابی لمّا سمعہا ما رأیت کالیوم قطّ مثل ہذا الغلام اعرب منہ کلاماً واذرب لساناً ولا افصح منہ منطقاً فقال لہ الحسن علیہ السلام یا اعرابی ہذا؎

غلام كرّم الرحمن بالتطهير جدّيه	كساه القمر القمقام من نور سنائيه
ولو عدّ طماح نعجنا عن عدّيه	وقد ارضيت من شعري وقوّمت عروضيه

فلما سمع الاعرابی قول الحسن علیہ السلام قال بارک اللہ علیکما مثلکما تعقلہ الرجال وعن مثلکما قامت النساء فواللہ لقد انصرفت وانا محبّ لکما راض عنکما فجزاکما اللہ بالخیر خیراً ثمّ انصرف۔

یعنی ایک اعرابی مسجد الحرام میں داخل ہوا اور حضور میں جناب امام حسن

علیہ السلام کی آکر کھڑا ہوا۔ حضرتؑ کے گرد اصحاب کا ایک حلقہ تھا اُس اعرابی نے آپ کے ہمنشینوں میں سے کسی سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ اُسنے جواب دیا کہ یہ جنابِ امام حسن علیہ السلام ہیں۔ اعرابی نے کہا کہ انہی کی ملاقات کے لئے میں آیا ہوں۔ لوگوں نے پوچھا کہ تجکو ان سے کیا کام ہے؟ اعرابی نے کہا کہ مجکو خبر ملی ہے کہ وہ کلام فرماتے ہیں اور نہایت فصیح کلام فرماتے ہیں۔ میں نے اسی شوق میں جنگلوں بیابانوں اور پہاڑوں کی مسافت طے کی ہے کہ اُن سے کلامِ عربی کے متعلق گفتگو کروں اور زبانِ عربی کے مسائل دریافت کروں۔ اُنکی یہ باتیں سُنکر جنابِ امام حسن علیہ السلام کے ہمنشین نے کہا کہ اگر تو اسی غرض سے آیا ہے تو اس جوان سے پوچھنا شروع کر اور اشارہ جنابِ امام حسین علیہ السلام کی طرف کیا۔ پس وہ اعرابی جنابِ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آکر کھڑا ہوا اور سلام کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ آ۔ تیری حاجت کیا ہے؟ اُس نے کہا کہ آیا ہیں آپ کے پاس ہرقل بخلل۔ اینم اور ہہیم سے۔ پس جنابِ امام حسین علیہ السلام متبسم ہوئے اور فرمایا کہ اے اعرابی البتہ تو نے ایسا کلام کیا جس کو عالم ہی سمجھتے ہیں۔ پھر اعرابی نے کہا کہ اس سے زیادہ بھی عرض کروں گا۔ آیا آپ جواب دینگے بقدر میرے کلام کے؟ جنابِ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا جو تیرا جی چاہے وہ بیان کر میں ضرور اُسکا جواب دونگا۔ اعرابی نے کہا میں بدوی ہوں اور میرا اکثر کلام شعر ہے۔ اور وہ دیوانِ عرب ہے پس جنابِ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ جو منظور ہو بیان کر کہ میں اسکا جواب دونگا پس اُس نے شعر پڑھے جنکا ترجمہ حسبِ ذیل ہے:۔ مائل ہوا دل میرا طرف لہو کے حالانکہ اُس نے وداع کر دیا تھا۔ شبابِ زمانہ کے دونوں زمانوں کو اور تھا شباب نہایت خوشنما جبکہ میں اُسکی دامن کشی کرتا تھا لہو اور لذتیں تھیں پس اچھا! سیراب کر شباب کے دونوں زمانوں کو پس جبکہ پیری نے سر کے دونوں جانب گھیر لئے اور اُس پیری کی وجہ سے خضاب مکرر کی تجدید نے مجکو غم میں ڈالا بھولگیا میں لہو کو اور آمادہ میں نے دونوں چادریں اُسکی۔ زمانہ میں بہت سی عجائبات ہیں واسطے اُس شخص کے جو متلبس ہو زمانہ کی دونوں حالتوں سے۔ پس اگر عمل میں لائے صاحب رائے شریف اپنی رائے مکرر کو اُس میں تو ضرور پائیگا اپنے لئے عبرت ہر دو وقتوں میں اُسی زمانہ کی۔ پس جنابِ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اعرابی تو تو کہہ چکا۔ اب ہم سے سُن۔ پھر آپ نے وہ شعر پڑھے جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں ؎

فمارسم شجانی انمحا اٰیاتہ رسمیہ	سفور درج الذیلین فی بوغاء قاعیہ
ومود حرجف تترٰی علٰی تلبید نوبیہ	ودلاح من المزن دنا نوء سماکیہ
اتٰی مثعنجر الودق یجود من خلالیہ	وقد احمد برقاہ فلاذم لبرقیہ
وقد جلل رعداہ فلاذم لرعدیہ	ثجیج الرعد ثجاج اذا ارخی نطاقیہ

جب حضرتؑ یہ شعر پڑھ چکے اور اعرابی نے یہ اشعار آبدار سُنے تو کہنے لگا کہ میں نے مثل آج کے دن کے نہیں دیکھا اور نہ مثل اس نوعمر صاحبزادے کے کہ کوئی شخص ان سے افصح ہو کلام میں اور تیز ہو زبان میں اور افصح ہو گویائی میں۔ پس جنابِ امام حسن علیہ السلام نے اُس سے فرمایا کہ اے اعرابی! یہ وہ صاحبزادے ہیں جن کے جدّ وجدّہ کا وصف اکرام آیۂ تطہیر سے جنابِ باری عزّ اسمہ نے کیا ہے اور قمر کے چاند نے انکو اپنی دوچند روشنی بطورِ لباس پہنائی ہے۔ اگر کوئی بیجا حرص کرنے والا اپنے مفاخر شمار کرے تو اُسکے دفعیہ کے لئے ہم اُس سے دوچند پیش کر دیں گے اور تحقیق کہ میں نے پسندیدہ شعر کہے اور میں نے اُن کے عروض وغیرہ کو خوب درست کیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ میرے شعر بہت پسندیدہ مقبول عمدہ اور درست ہیں۔ پس جس وقت اعرابی نے جنابِ امام حسن علیہ السلام کا یہ ارشاد سُنا تو کہا بارک اللّٰہ علیکما آپ ہی جیسے شخص ہونے چاہئیں جنکو مرد پیدا کریں اور عورتیں جن کر اُٹھ کھڑی ہوں پس خدا کی قسم میں جاتا ہوں اس حالت میں کہ البتہ دوستدار ہوں آپ دونوں صاحبوں کا اور راضی ہوں دونوں سے فجزاکما اللّٰہ خیرا۔ یہ کہہ کر وہ اعرابی آپکی خدمتِ مُبارک سے رُخصت ہو کر چلا گیا۔

جنابِ امام حسین علیہ السلام کی فصاحت وبلاغت کے ثبوت میں صرف وہی خطبے کافی ہیں جو ہم واقعاتِ کربلا میں اوپر لکھ چکے ہیں۔ مگر اپنا سلسلۂ بیان قائم رکھنے کے لئے ہم پھر ایک خطبہ اور ذیل میں لکھے دیتے ہیں۔ وہو ہذا۔

ایک مرتبہ عمرو ابنِ عاص نے معاویہ سے فرمایش کی کہ جنابِ امام حسین علیہ السلام سے خطبہ پڑھوانا چاہئے۔ معاویہ نے اسکو منع کیا اور یہ کہا کہ تم امام حسن (علیہ السلام) کی نسبت بھی ایسا ہی خیال کرتے تھے۔ حالانکہ تمہاری اُمید کے خلاف امام حسن (علیہ السلام) نے اپنے حسنِ تقریر سے تمہاری گردنوں کو نیچا اور تمہارے دلوں کو پاش پاش کر دیا تھا۔ عمرو عاص نے مانا اور معاویہ سے اصرار پر اصرار کیا تو مجبور ہو کر اُس نے جنابِ امام حسین علیہ السلام سے

استدعا کی اور آپ نے نہایت رغبت سے قبول فرما کر تمام اہلِ اسلام کے مجمع عام میں یہ خطبہ پڑھا:۔

تعالیٰ نحن حزب اللہ الغالبون و عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم الاقربون و اہل بیتہ الطیبون و احد الثقلین الذین جعلنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ثانی کتاب اللہ تبارک و تعالیٰ الذی فیہ تفصیل کل شیٔ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ والمعول علینا فی تفسیرہ لا نتظنا تاویلہ بل نتبع حقائقہ فاطیعونا فان طاعتنا مفروضۃ قال اللہ عز وجل اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول وقال لو ردوہ الی الرسول و الی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطان الا قلیلا واحذرکم الاصغاء الی ہتفات الشیطان منکم وانہ لکم عدو مبین فتکونوا اولیاءہ الذین قال لہم لا غالب لکم الیوم من الناس وانی جار لکم فلما ترآءت الفئتان نکص علی عقبیہ وقال انی بریٔ منکم فتلقون للسیوف ضربا وللرماح وردا وللعمد حطما وللسہام غرضا ثم لا یقبل من نفس ایمانہا لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانہا خیرا۔

یعنی ہم خدائے سبحانہ و تعالیٰ کے لشکر ہائے غالب ہیں اور ہم عترتِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ہم ہی آنحضرتؐ کے اہلبیتِ طاہرین (علیہم السلام) ہیں۔ اور ہم دو ثقلِ عظیم میں سے ایک ثقل ہیں۔ اور ہم ہی کو جنابِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ردیفِ قرآن بنایا ہے۔ جس میں تمام اشیاء کی تفصیل ہے۔ اور جو تمام نقائص سے بالکل صاف ہے۔ اس کی تفسیر ہمارے پاس ہے اور اس کا اصل مطلب سمجھنے میں ہم کو کوئی شک عارض نہیں ہوتا۔ بلکہ ہم اس کی حقیقت کا سُراغ لگانا جانتے ہیں پس تم لوگ ہماری اطاعت اختیار کرو کہ خداوندِ عزّوجلّ نے ہماری اطاعت تم لوگوں پر فرض کی ہے جیسا کہ اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن لوگوں کی جو صاحبانِ امر تم ہی میں سے ہیں۔ پھر جن امور تصفیہ طلب میں تم میں مناقشہ ہو تو اُن کو خدا و رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کر دو۔ نیز فرمایا کہ اگر رجوع کر دینگے وہ رسول کی طرف اور اُن صاحبانِ امر کی طرف جو اُن ہی میں سے ہیں تو وہ لوگ جو تاویل و تفسیر قرآنی سے آگاہ ہیں سمجھ لیں گے۔ اور اگر فضلِ خدا اور رحمتِ خدا تمہارے شاملِ حال نہ ہوتی تو تم عموماً شیطان کے پیرو ہو جاتے۔ بہت ہی کم بچتے۔ میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ اغوائے شیطانی کی طرف کان نہ دھرو جو تم ہی میں سے ہے اور وہ تمہارا کھلا دشمن ہے جب یہاں تک آپ کا خطبہ پہنچا تو معاویہ آپ کے ان مضامین سے از حد متاثر ہو کر کہنے لگا حسبک شیاً یا ابا عبد اللہ علیہ السلام فقد ابلغت یعنی جو کچھ شرائط ابلاغ تھے بجا لائے آپ زیادہ کی حاجت نہیں۔ یہ سُنکر جنابِ امام حسین علیہ السلام منبر سے نیچے اتر آئے۔

اسکے ایسا ایک اور خطبہ جو عرب کی فصاحت و بلاغت کا عدیم المثال نمونہ ہے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ بیعتِ یزید کی مکارانہ ترکیبوں کے بعد جب معاویہ نے مکّہ سے شام کی طرف مراجعت کی تو جنابِ امام حسین علیہ السلام نے تمام اہلِ اسلام کو جمع کر کے جن میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سائر بنی ہاشم بھی ضرور تھے یہ خطبہ پڑھا اور ایک کثیر التعداد مجمع ہو گیا تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام تمام اہلِ اسلام کو دیکھکر منبر پر تشریف لے گئے۔ اور تمام حاضرین کو مخاطب کر کے فرمانے لگے۔

اما بعد فان ہذہ الطاغیۃ قد صنع بنا و بشیعتنا ما قد علمتم و شہدتم و بلغکم و انی ارید ان اسئلکم عن اشیاء فان صدقت فصدقونی و ان کذبت فکذبونی اسمعوا مقالتی واکتموا قولی ثم ارجعوا الی امصارکم و قبائلکم من امنتموہ و تثقتم بہ فادعوہم الی ما تعلمون فانی اخاف ان یندرس ہذا الحق و یذہب واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

خدا کی حمد اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کے بعد ارشاد فرمایا کہ باغی معاویہ نے جو کچھ ہمارے اور ہمارے دوستوں کے ساتھ کیا وہ تم لوگوں پر بخوبی روشن ہے۔ اُن تمام واقعات میں تم خود

حاضر تھے اور جو کچھ گذرا وہ تم نے دیکھا اور سنا ہے اب میں اس وقت تم سے چند باتیں دریافت کرتا ہوں۔ اگر سچ کہتا ہوں تو میری تصدیق کرو اور اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو تم رد در رد میری تکذیب کرو۔ اور مجھ کو جھٹلاؤ۔ غور سے سنو جو کچھ کہ میں تم سے بیان کرتا ہوں اور میری باتوں کو یاد رکھو اور جس وقت یہاں سے اپنے گھروں کو واپس جاؤ تو اپنی قوم و قبیلہ اور اپنے دیار و امصار میں ہمارے کلام کو مشتہر کرو۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں۔ دین الٰہی و شریعت رسالت پناہی دُنیا سے مٹی جا رہی ہے اور حق اُٹھتا جا رہا ہے حالانکہ خدا کا نور ہرگز مٹنے والا نہیں ہے۔ اگرچہ کافر لوگ اس سے کتنا ہی انکار کریں۔

وذکرھم اللہ الی ان کان قال انشدکم اللہ اتعلمون ان علی ابن ابیطالب علیہ السّلام کان اخا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم حین اٰخی بین اصحابہ فاٰخی بینہ وبین نفسہ وقال انت اخی وانا اخوک فی الدنیا والاخرۃ قالوا اللّٰھم نعم۔ قال انشدکم اللہ ھل تعلمون ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم اشتری موضع مسجدہ ومنازلہ فابتناہ ثم ابتنا فیہ عشرۃ منازل تسعۃ لہ وجعل عاشرھا فی وسطھا لابی ثم سدّ کلّ باب شارع الی المسجد غیر بابہ فتکلم فی ذالک من تکلّم فقال ما انا سددت ولا فتحت ولکن اللہ امرنی بسدّ ابوابکم وفتح بابہ ثمّ نھی النّاس ان ینام فی المسجد غیرہ وکان یجنب فی المسجد ومنزلہ فی منزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم وفیہ اولادہ قالوا اللّٰھم نعم قال افتعلمون ان عمر ابن خطّاب حرص علی کوۃ قدر عینہ یدعھا من منزلہ الی المسجد فابی علیہ ثم خطب فقال ان اللہ امرنی ان ابنی مسجداً طاھراً لا یسکنہ غیری وغیر اخی وابنیہ قالوا اللّٰھم نعم۔ قال انشدکم اللہ اتعلمون ان رسول اللہ نصبہ یوم غدیر خم فنادی لہ بالولایۃ وقال فلیبلغ الشّاھد الغائب۔ قالوا اللّٰھم نعم۔ قال انشدکم اللہ اتعلمون انّ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم قال لہ فی غزوۃ تبوک انت منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ وانت ولیّ کلّ مؤمن بعدی منہ۔ قالوا اللّٰھم نعم قال۔ انشدکم اللہ اتعلمون ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم حین دعا النّصاریٰ من اھل نجران الی المباھلۃ لم یات الا بہ وبصاحبتہ وابنیہ قالوا اللّٰھم نعم۔ قال انشدکم اللہ اتعلمون انہ دفع الیہ اللّوآء یوم خیبر۔ ثم قال لادفعھا الی رجل یحبّہ اللہ ورسولہ ویحبّ اللہ ورسولہ وبعثہ ببرآئۃ وقال لا یبلغ عنّی الا انا او رجل منّی قالوا اللّٰھم نعم۔ قال اتعلمون ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم قضی بینہ وبین جعفر علیہ السّلام وزید فقال یا علی (علیہ السّلام) انت منّی وانا منک وانت ولیّ کلّ مؤمن من بعدی قالوا اللّٰھم نعم قال اتعلمون ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم لم ینزل بہ شدیدۃ قطّ الا قدّمہ لھا ثقۃ بہ ولم یدعہ باسمہ قطّ الا یقول یا اخی وادعوا الی اخی قالوا اللّٰھم نعم۔ قال۔ اتعلمون انّہ کان لہ من رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کلّ یوم خلوۃ وکلّ لیلۃ دخلۃ اذا سئلہ اعطاہ واذا سکت ابتداہ قالوا اللّٰھم نعم۔ قال اتعلمون ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم فضّلہ (علیہ السّلام) علی جعفرؑ وحمزہؑ علیہما السّلام حین قال لفاطمۃ علیہا السّلام زوّجتک خیر اھل بیتی اقدمھم سلماً واعظمھم حلماً واکبرھم علماً۔ قالوا اللّٰھم نعم۔ قال اتعلمون ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم قال انا سیّد ولد آدم علیہ السّلام واخی علی علیہ السّلام سیّد العرب وفاطمۃ علیہا السّلام سیّدۃ نسآء العٰلمین واھل الجنّۃ والحسن والحسین علیہما السّلام ابنای سیّدا شباب اھل الجنّۃ قالوا اللّٰھم نعم۔ قال اتعلمون ان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم امرہ بغسلہ واخبرہ ان جبریل علیہ السّلام یعینہ قالوا اللّٰھم نعم۔ قال اتعلمون انّ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم قال فی اٰخر خطبۃ خطبھا انّی قد ترکت فیکم الثّقلین کتاب اللہ واھلبیتی فتمسّکوا بھما لن تضلّوا قالوا اللّٰھم نعم۔

پس اتنی تمہید کے بعد فرمایا کہ تم کو خدا کی قسم کیا تم نہیں جانتے کہ میرے والد بزرگوار جناب علی مرتضٰے علیہ السّلام کو جناب رسالتمآب

صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنا بھائی بنایا تھا۔ ایسی حالت میں جب کہ تمام صحابہ میں صیغۂ مواخات تازہ کیا گیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُن کی شان میں فرمایا۔ تو میرا بھائی ہے اور میں تیرا بھائی ہوں دنیا و آخرت میں۔ یہ سُنکر تمام حاضرین نے کہا خدا کی قسم۔ ہاں۔ ہم جانتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا تم کو خدا کی قسم۔ آیا تم نہیں جانتے کہ جس وقت جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے مکان اور مسجد کے لئے مدینے میں زمین خریدی پھر مسجد بنائی۔ پھر مکان بنائے۔ تو اُس پر نو قطعات مکان اپنے لئے بنوائے اور ایک قطعہ مکان میرے والد کے واسطے تعمیر کیا جو ان تمام مکانات کے بیچ میں تھا۔ پھر مسجد کی طرف سے سب لوگوں کے دروازے بند کرا دئے۔ سوائے میرے پدرِ بزرگوار کے دروازے کے۔ اس میں بعض لوگوں نے کلام کیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ حکم میں نے اپنی طرف سے نہیں دیا بلکہ خدائے سبحانہ و تعالےٰ نے ایسا ہی حکم نازل فرمایا ہے کہ تمہارے دروازے بند کر دیے جائیں۔ اور ان کا دروازہ کھلا رہے۔ پس پھر آپ نے تمام لوگوں کو مسجد میں سونے سے قطعی طور پر منع فرمایا سوائے میرے پدرِ عالی مقدار کے کہ وہ حالتِ جنب میں بھی داخلۂ مسجد کے مجاز تھے اور اُن کی منزل منزلِ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تھی۔ کیونکہ سلسلۂ اعقابِ جنابِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اِن ہی کی اولاد سے شروع ہوا ہے۔ پس اُن لوگوں نے کہا ہاں۔ خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا تم کو خدا کی قسم۔ کیا تم لوگ نہیں جانتے ہو کہ عمر ابنِ خطاب نے بقدر حدقۂ چشم کے مسجد کی طرف اپنے دروازہ میں سوراخ رکھنے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اجازت مانگی تو آپ نے اسکا انکار کیا اور جس پر آپ نے یہ خطبہ پڑھا تھا کہ خدائے سبحانہ و تعالیٰ نے مجھ کو ایک مسجد طاہر بنانے کا حکم دیا ہے جس میں سوائے میرے یا میرے بھائی اور اُس کے بیٹوں کے، اور کوئی دوسرا اسکونت نہیں کر سکتا۔ سب نے کہا۔ خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا تم کو خدا کی قسم۔ کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ میرے پدرِ بزرگوار کو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے غدیرِ خم والے دن اپنے امرِ ولایت کے لئے قائم کیا اور یہ تاکید کر دی کہ یہ خبر حاضر لوگ غائب کو پہنچا دیں۔ سب نے کہا ہاں۔ خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ تمکو خدا کی قسم کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُن کی شان میں غزوۂ تبوک کے مقام پر فرمایا ہے کہ تم میرے نزدیک ویسے ہی ہو جیسے ہارون علیہ السّلام حضرت موسیٰ علےٰ نبینا و آلہ و علیہ السلام کے نزدیک تھے اور تم تمام مؤمنین و مومنات کے سردار ہو۔ سب نے کہا۔ ہاں۔ خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ تم کو خدا کی قسم کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نصاریٰ نجران سے مباہلہ کی شرط فرمائی تو آپ کے ہمراہ وہی بزرگوار۔ اُنکی بی بی اور اُن کے دونوں بیٹے تھے۔ اور کوئی نہ تھا۔ سب نے کہا ہاں خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ تم کو خدا کی قسم کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ جب غزوۂ خیبر کے روز رایتِ لشکر اُنکو عنایت فرمایا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایسا شخص ہے جس کو خدا و رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم دوست رکھتے ہیں اور وہ خدا و رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دوست رکھتا ہے کرّارِ غیر فرّار ہے۔ اور خدائے تعالیٰ اس کے ہاتھ سے فتح نصیب فرمائیگا۔ سب نے کہا ہاں۔ خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم کو خدا کی قسم آیا تم لوگ نہیں جانتے ہو کہ جب آپ نے سورۂ برات کی تبلیغ ان کے سپرد کی تو ارشاد فرمایا کہ خدا کے اس فرمان کی تعمیل یا میں کر سکتا ہوں یا وہ شخص جو مجھ سے ہو اور سوائے اِن دو کے دوسرا نہیں۔ سب نے کہا۔ ہاں خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ تمکو خدا کی قسم تم لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر کوئی سختی ایسی نہیں آئی جس کے دفع کرنے کے لئے آنحضرت نے بوجہ اُس اعتماد کے جو میرے پدرِ بزرگوار پر تھا اُنہی کو مقدم نہ کیا ہو۔ اور کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُن کا نام لیکر نہیں پکارا۔ اور نہ بلایا۔ جب کبھی موجودگی کی حالت میں پکارا تو یا اخی فرمایا اور غیر موجودگی کی حالت میں اُن کے بلانے کی ضرورت ہوئی تو ارشاد فرمایا ادعوالی اخی میرے لئے بھائی کو بلا لاؤ۔ سب نے کہا ہاں۔ خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے کہا تم کو خدا کی قسم کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ جب میرے والدِ بزرگوار۔ حضرت جعفر طیار علیہ السّلام اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے مابین بحث ہو گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ

آلہ وسلم نے میرے پدر بزرگوارؑ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور تم میرے بعد تمام مومنین و مومنات کے مالک ہو۔ سب نے کہا۔ ہاں خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ تم کو خدا کی قسم آیا تم لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلوت و جلوت میں دن رات میرے والد کے لئے داخل ہونے کی اجازت تھی۔ جب وہ چاہتے چلے جاتے۔ اور جب وہ کچھ پوچھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو بتا دیتے۔ اور جب یہ خاموش بیٹھے رہتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اپنی طرف سے ابتدا فرماتے۔ سب نے کہا ہاں۔ خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے پدر بزرگوارؑ کو حضرت جعفرؑ اور حمزہؑ علیہما السلام پر شرافت و فضیلت کے دینے میں میری مادر گرامی قدر سے یہ خطاب فرمایا ہے کہ اے فاطمہ زہرا (علیہا السلام) تیرا شوہر میرے تمام اہلبیت سے افضل ہے۔ وہ اسلام لانے میں اُن سب سے مقدم حلم میں اُن سب سے اعظم اور علم میں اُن سب سے بڑھا ہوا ہے۔ سب نے کہا ہاں۔ خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا تم کو خدا کی قسم کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں اور میرا بھائی تمام عرب کا سردار ہے اور میری مادر گرامی قدر جناب سیدۃ نساء العالمین فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا تمام جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسنؑ و حسینؑ جوانان بہشت کے سردار ہیں۔ سب نے کہا۔ ہاں خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم کو خدا کی قسم آیا تم لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخری خطبہ میں جو تمام اہل اسلام کے سامنے پڑھا تھا بتا کید تمام فرما دیا تھا کہ میں تم لوگوں کے درمیان دو امر عظیم چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک قرآن مجید۔ دوسری عترت۔ پس تم ان ہی دونوں امر سے تمسک اختیار کرنا تاکہ تم گمراہ نہ ہو۔ سب نے کہا کہ ہاں خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔

اب ہم اس کے بعد ایک دوسرا خطبہ آپکا جو اسی مقام حج میں ارشاد فرمایا گیا ہے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ جو حج کو عمرہ مفردہ سے بدلنے اور مکہ سے کوفہ کی تشریف لیجانے کے وقت آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔

الحمد للہ وما شاء اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ وصلی اللہ علی رسولہ وسلم خُطّ الموت علی ولد آدم مخطّ القلادۃ علی جید الفتاۃ وما اولهنی الی اسلافی اشتیاق یعقوب الی یوسف وخُیّر لی مصرع انا لاقیہ کانی باوصالی یتقطعها عسلان الفلوات بین النواویس وکربلاء فیملان منّی اکراشاً جوفاً واجربۃً سغباً لا محیص عن یوم خطّ بالقلم رضی اللہ رضانا اھل البیت نصبر علی بلائہ ویوفینا اجر الصابرین لن تشذّ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لحمۃ وھی مجموعۃ لہ فی خطیرۃ القدس تقرّ بھم عینہ

سب تعریفیں خدا کیلئے ہیں۔ اور وہی ہوتا ہے جو خدا چاہتا ہے اور نہیں ہے حول اور قوت مگر اللہ کے لئے۔ اور خدا اپنی رحمت اور سلامتی نازل کرے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ اولاد آدم علیہ السلام پر موت اُسی طرح معین ہے جیسے جوان عورت کی گردن میں قلادہ اور میں کس قدر مشتاق ہوں اپنے اسلاف کا جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے مشتاق تھے اور منتخب کیا گیا ہے میرے لئے ایک قتل گاہ جس سے میں ملاقی ہونے والا ہوں۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے جسم کے جوڑوں کو جنگل کے بھیڑئے ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہیں۔ درمیان نواویس و کربلا کے اور بھرتے ہیں مجھ سے اپنے پیٹوں کو اور بھوکے توشہ دانوں کو۔ نہیں چھٹکارا ہے اس دن سے۔ جو قلم سے لکھا گیا ہے۔ ہم اہلبیت علیہم السلام کی رضا پر پروردگار راضی ہے۔ ہم اسکی بلا پر صبر کرتے ہیں اور اس میں اجر صابرین عنایت فرمائیگا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری قرابت جدا نہیں ہے اور ہم اہلبیت علیہم السلام خطیرۃ القدس میں۔ اُن کے پاس جمع ہونگے۔ اُن کی وجہ سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشم مبارک ضرور ٹھنڈی ہوگی۔ علامہ ابن شہر آشوب نے ذیل کے فقرات کا اس خطبہ میں اضافہ فرمایا ہے۔ وہ یہ ہیں۔

وینجزلھم وعدہ ومن کان فینا باذلاً مھجتہ موطّناً علی لقاء اللہ نفسہ فلیرحل معنا فانی راحل مصبحاً ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور خداے تعالیٰ اُن سے اپنا وعدہ پورا کریگا اور جو کوئی ہمارے لئے جان کو راہ خدا میں صرف کرے گا۔ اور لقائے خدا پر اپنے نفس کو مستعد کرنیوالا ہوگا۔ اسکو چاہیئے کہ ہمارے ساتھ سفر کرے کیونکہ صبح ہوتے ہی میں کوچ

کرنے والا ہوں انشاء اللہ۔

اب ہم کو ضرور ہوا کہ اسی خطبہ کے ساتھ آپکی بینظیر فصاحت و بلاغت کے ثبوت میں آپ کا وہ خطبہ بھی نقل کر دیں۔ جو آپنے بروز عاشورا اشیوع جنگ کے وقت ارشاد فرمایا تھا۔

تبا لکم ایتها الجماعة وترحا احین استصرختمونا والهین متحیرین فاصرخناکم مؤدین مستعدین سللتم علینا سیفا فی رقابنا وحششتم علینا نار الفتن خباها عدوکم وعدونا فاصبحتم البا علی اولیاءکم ویدا علیهم لاعدائکم بغیر عدل افشوه فیکم ولا امل اصبح لکم فیهم الا الحرام من الدنیا انالوکم وخسیس عیش طمعتم فیه من غیر حدث کان منا ولا رأی تفیل لنا فهلا لکم الویلات اذ کرهتمونا وترکتمونا وتجهزتموها والسیف لم یشهر والجأش طامن والرأی لم یستحصف ولکن اسرعتم الیها کطیرة الدبا وتداعیتم الیها کتداعی الفراش فقبحا لکم فانما انتم من طواغیت الامة وشذاذ الاحزاب ونبذة الکتاب ونفثة الشیطان وعصبة الآثام ومحرفی الکتاب ومطفئ السنن وقتلة الاوصیاء والملحقی العهار بالنسب ومؤذی المؤمنین وصراخ ائمة المستهزئین الذین جعلوا القرآن عضین وانتم ابن حرب واشیاعه تعتمدون وایانا تخاذلون اجل واللہ الخذل فیکم معروف وشجت علیه عروقکم وتوارثته اصولکم وفروعکم وثبت علیه قلوبکم وغشیت صدورکم فکنتم اخبث شیٔ سنخا للناصب واکلة للغاصب الا لعنة اللہ علی الناکثین الذین ینقضون الایمان بعد توکیدها وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا فانتم واللہ هم الا ان الدعی ابن الدعی قد رکزنی بین اثنتین بین القلة والذلة وهیهات ما آخذ الدنیة ابی اللہ ذلک ورسوله وجدود طابت وحجور طهرت وانوف حمیة ونفوس ابیة لا تؤثر مصارع اللئام علی مصارع الکرام الا قد اعذرت وانذرت الا انی زاحف بهذه الاسرة علی قلة العدد وخذلة الاصحاب فانشد فان تغلب ؎

فان نغلب فغلابون قدما	وان نهزم فغیر مهزمینا
وما ان طبنا جبن ولکن	منایانا ودولة آخرینا
اذا الموت رفع عن اناس	کلاکله اناخ باخرینا
فافنی ذالکم سروات قومی	کما افنی القرون الاولینا
فلو خلد الملوک اذا خلدنا	ولو بقی الکرام اذن بقینا
فقل للشامتین بنا افیقوا	سیلقی الشامتون کما لقینا

ثم ایم اللہ لا تلبثون بعدها الا کریث ما یرکب الفرس حتی تدور بکم دور الرحی وتقلق بکم قلق المحور عهدا عهده الی ابی عن جدی صلی اللہ علیه وآله وسلم فاجمعوا امرکم وشرکاءکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمة ثم اقضوا الی ولا تنظرون انی توکلت علی اللہ ربی وربکم ما من دابة الا هو آخذ بناصیتها ان ربی علی صراط مستقیم اللهم احبس عنهم قطر السماء وابعث علیهم سنین کسنی یوسف وسلط علیهم غلام ثقیف یسقیهم کاسا مصبرة ولا یدع فیهم احدا الا قتله قتلة بقتلة وضربة بضربة ینتقم لی ولاولیائی واهل بیتی واشیاعی منهم فانهم غرونا وکذبونا وانت ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر۔

ہلاکت ہو تمہارے لئے اے جماعت اور غم والم ہو جس وقت تم نے ہم سے استغاثہ کیا۔ بحالت ولولہ و حسرت اور ہم نے تمہاری فریادرسی کی باداۓ حقوق و آمادگی۔ تو تم نے ہماری گردنوں پر تلوار کھینچی اور فتنہ کی آگ بھڑکائی جسے ہمارے اور تمہارے دشمن نے جمع کیا تھا پس تم مجتمع ہو نے آسانی پر اپنے دوستوں کی حالانکہ اونہوں نے تم میں عدل ظاہر کیا ہے اور بجز حرام دنیا کے تم کو اُن سے کچھ اُمید ہے جسے اونہوں نے دینے کا وعدہ کیا ہے اور سوائے ذلیل زندگی کے جن کی بابت تم اُن سے طمع رکھتے ہو بغیر کسی بات کے جو تم سے ظاہر ہوئی اور بغیر کسی ایسی راہ کے جس میں تم نے غلطی کی ہو ضرور تمہارے لئے ویل ہے۔ جبکہ تم نے ہمیں مکروہ سمجھا اور ہمیں چھوڑ دیا۔ تم نے ہم پر فوج کشی کی حالانکہ میری تلوار غلاف میں اور میرا دل مطمئن تھا اور رائے مستحکم نہیں کیگئی تھی۔ لیکن تم نے سرعت سے جنگ کی طرف مثل ٹڈی دل کے اور ایک پر ایک ٹوٹ پڑے مثل پروانے کے محض تم لوگ شیاطین امت اور کم نشان والے گروہ سے ہو اور کتاب خدا کے پھینک دینے والے ہو اور شیطان نے تمہارے کانوں میں پھونک دیا ہے اور تم خاطی گروہ ہو ئے اور قرآن کی تحریف کرنے والے ہو اور سنت بائے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مٹانے والے ہو۔ اور اولادِ انبیا علیہم السلام کے قتل کرنے والے ہو اور عترت اوصیاء علیہم التحیتہ والثنا کے ہلاک کرنے والے ہو اور پیشوایانِ دین کے ٹھٹھا کرنے والے کے معین ہو۔ جنہوں نے قرآن کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ اور تم معاویہ اور اس کے تابعین پر اعتماد کرتے ہو اور ہمیں چھوڑتے ہو ہاں ترکِ نصرت تو تم میں مشہور و معروف ہے۔ اسی پر تمہاری نسلیں اور قرابتیں مشتمل ہیں اور تمہارے سینے تاریک ہیں پس تم نہایت ہی خبیث اور بخیل ہو تم فرقۂ راضی میں داخل اور گروہِ عاصی میں شامل ہو۔ آگاہ ہو لعنت خدا کی اُن ناکثین پر جو اپنے عہد و پیمان کو بعد مستحکم کرنے کے بھی پورا نہیں کرتے اور توڑ ڈالتے ہیں۔ تم نے خدا کو اپنا دشمن بنایا ہے پس تم واللہ وہی ہو۔ آگاہ ہو تحقیق کہ دعی ابن دعی نے دو باتوں کے درمیان قدم جمایا ہے۔ ایک جنگ کرنے۔ دوسری ذلت بیعت۔ اور بہت دور ہے کہ میں بیعت کرنے کی ذلت کو گوارا کروں۔ خدا اور رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے انکار کیا ہے اور آبائے طاہرین اور امہاتِ طیبین اور تمام حمیت والے جو ذلت کو نہیں پسند کرنے والے نفوس ہیں۔ مقاتل لئام کو مقاتل کرام پر ترجیح نہیں دیتے۔ آگاہ ہو کہ میں نے اپنا عذر پورا کر دیا اور تمکو ڈرا چکا آگاہ ہو کہ میں اب چلتا ہوں اپنے گروہِ عزیز و اقارب کے ساتھ باوجود قلت مددگار اور نہ یاری کرنے اصحاب کے۔ پھر آپ نے یہ اشعار آبدار پڑھے ؎ اگر ہم غالب آئے تو کیا عجب ہے۔ اس لئے کہ ہم ہمیشہ سے غالب آنیوالے ہیں اور اگر ہم نے تم سے شکست کھائی تو ہم مغلوب نہیں کہے جائیں گے۔ ہماری عادت میں خیانت اور بزدلی نہیں لیکن ہماری موتیں دوسروں کا اقبال ہیں جبکہ موت اپنے سینہ کو کچھ لوگوں سے اٹھا لیتی ہے تو جلد دوسروں پر بٹھا دیتی ہے۔ انہی باتوں نے ہمارے سردارانِ قوم کو فنا کر دیا۔ پس اگر اگلے بادشاہ ہمیشہ باقی رہے ہوتے تو ہم بھی ہمیشہ باقی رہتے اور اگر گلو شرفا زندہ رہے ہوتے تو ہم بھی زندہ رہتے۔ شماتت کرنیوالوں سے کہو کہ ہوش میں آجاؤ عنقریب یہ شماتت کرنے والے بھی بھگتیں گے جو ہم پر پڑی۔ خدا کی قسم اس کے بعد تم بہت تھوڑی دیر دنیا میں رہو گے (جتنی دیر میں گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں) یہاں تک کہ دنیا تم سے پھر جائیگی جیسا جلد ایک چکی کا پاٹ گھوم جاتا ہے اور پریشان کر دیگی تم کو جیسے چکی کی کیلی کا منہ ہو جاتی ہے۔

میرے پدر بزرگوار علیہ السلام اور میرے جد بزرگوار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مجکو خبر ملی ہے۔ پس تم اور تمہارے شرکا اپنے کاموں کو پختہ کر لو۔ تاکہ تمہارا امر تم پر مشتبہ اور مخفی نہ رہے پھر میرا قصد کرو اور مہلت نہ دو اور میں نے تمہارے اور اپنے ربِ کریم پر توکل اختیار کیا۔ کوئی زمین پر چلنے والا نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اُس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ بالضرور میرا پروردگار عادل ہے۔ اے خدا ان سے بارانِ رحمت کو روک لے۔ اور ایسے قحط میں انکو مبتلا کر جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط آیا تھا اور مسلط کر اُن پر قبیلۂ ثقیف کے نوجوان کو جو انہیں زہر آگیں پیالے پلائے اور کسی کو نہ چھوڑے مگر یہ کہ عوض میں قتل کے قتل اور عوض میں ضرب کے ضرب ہو اور میرے دوستوں اور اہلبیت علیہم السلام اور میرے گروہ کا بدلا لیوے۔ کیونکہ ان لوگوں نے مجھے دھوکا دیا اور مجھے جھٹلایا اور تو ہمارا پروردگار ہے۔ تیرا ہی بھروسہ اور تیری ہی طرف ہماری انابت اور تیری ہی طرف بازگشت ہے۔

ہم نے طوالت کے خوف سے صرف انہی چند خطبوں کو لکھکر جنابِ امام حسین علیہ السلام کی کمال فصاحت و بلاغت دکھلا دی ہے حقیقت تو یہ ہے کہ جس کو زبانِ عربی سے کچھ بھی بہرہ ہے وہ ان خطبات کی لطافت کو خوب سمجھتا ہے اسی ضمن میں ہم آپ کے منظوم کلام بھی یہیں درج کرتے ہیں جن سے معلوم ہو جائیگا کہ آپکو اس قابلِ قدر فن میں کس قدر قدرت حاصل تھی۔

جناب امام حسین علیہ السلام کے اشعار

دُنیا کے مصائب اور خدائے سبحانہ وتعالیٰ کی ذات پر توکل اور قناعت کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے ؎

اذا ما عضك الدهر فلا تجنح الى الخلق ۔۔۔ ولا تسئل سوى الله تعالى قاسم الرزق

فلو عشت وطوفت من الغرب الى الشرق ۔۔۔ لما صادفت من يقدر ان يسعد او يشقي

یعنی جبکہ زمانہ تمہیں تکلیف پہنچائے تو اپنی احتیاج اہلِ زمانہ کے سامنے پیش نہ کرو۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے جو روزی کا تقسیم کرنے والا ہے اور کسی سے سوال نہ کرو کیونکہ اگر تم زندہ بھی رہو اور مشرق سے مغرب تک پھر بھی آؤ تب بھی تم کسی کو ایسا نہ پاؤ گے جس کو کسی کے نیکبخت یا بدبخت بنانے کی قدرت حاصل ہو

خوفِ خدا اور عام موعظت کے متعلق ارشاد فرمایا ہے ؎

ما یحفظ اللہ یصن ما یضع اللہ یهن	من یسعد اللہ یلن له الزمان ان خشن
اخی اعتبر لا تغترر بریب صرف الزمن	یجری قضاء وتقی من فعل قبیح وحسن
افلح عبد کشف الغطاء عنه ففطن	وقرّ عینا من رأی ان البلاء فی اللسن
فماز من الفاظه فی کل وقت ووزن	وخاف من لسانه عذبا حدیدا فخزن
ومن یکن معتصما باللہ ذی العرش فلن	تضرّه شیء ومن یعدی علی اللہ ومن
من یا من اللہ یخف وخائف اللہ امن	وما لما یثمره الخوف من اللہ ثمن
یا عالم السر کما یعلم حقا ما علن	صلّ علی جدّی ابی القاسم ذی النور المنن
اکرم من حیّ ومن لفف میتا فی کفن	وامنن علینا بالرضا فانت اهل للمنن
واعفنا فی دیننا من کل خسر وغبن	ما خاب من خاب کمن یوما الی الدنیا رکن
طوبی لعبد کشفت عنه غیابات الوسن	والموعد اللہ وما یقضه اللہ یکن

جس چیز کا حافظ پروردگارِ عالم ہوتا ہے وہ انہی چیزوں کے ذریعے سے جو خداوندِ عالم نے مقرر فرما دی ہیں محفوظ رہتی ہے۔ جسے خدا تعالےٰ نیکبخت بناتا ہے اُسکے لئے زمانہ گو کیسا ہی سخت ہو موافق ہو جاتا ہے اے برادر عبرت حاصل کر دھوکا نہ کھا۔ گردشِ زمانہ کو دیکھ فعلِ بد کا بدلا بد اور فعلِ نیک کا نیک علی العموم دیتا رہتا ہے جسکی آنکھوں کے سامنے سے پردے اُٹھا دیئے گئے اور اُس نے ہوش سے کام لیا تو یقین کر کہ اُسی نے فلاح بھی پائی اور جس نے اس بات کو سمجھ لیا کہ زیادہ گوئی ایک بلا ہے بس اُسی کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں (یعنی وہ بلائے زبان سے محفوظ رہا) پس جب وہ کلام کریگا تو لامحالہ اپنے الفاظ کی خوبی اور خرابی کو جانچ لیگا اور اپنی زبان کی تیز دھار سے ڈرتا رہیگا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے جو مالکِ عرش ہے معتصم ہوگا اُسے کوئی چیز ضرر نہ پہنچائے گی۔ اور کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے سرکشی کر سکے۔ جو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ سے نڈر ہوا وہی خوف میں ہے اور جو اُس سے ڈرا وہی امن میں ہے۔ اے ظاہر و مخفی کو ایک ہی طور سے جاننے والے ہمارے جدِّ بزرگوار ابو القاسم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحبِ نور پر رحمت نازل کر۔ جو کریم ترین خلعت اور سلف ہے اور اپنی رضامندی کا ہم پر احسان کر کیونکہ تو ہی شان ہے اور ہر عیب نقصان دینے سے ہمیں بچا جس نے دُنیا پر بھروسہ کیا وہ جیسا محروم ہوا دیسا کوئی بھی محروم نہیں ہوا خوشحال اُس کا جسکی آنکھوں کے سامنے سے غفلت کے پردے اُٹھا دئے گئے سب کی وعدہ گاہ خدائے سبحانہٗ تعالیٰ ہے اور جو کچھ کہ وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

مخالفتِ ابنائے زمانہ میں محاسنِ اخلاق کی خوبیوں کا اظہار ارشاد فرماتے ہیں ؎

ذهب الذین احبّهم وبقیت فیمن لا احبّه
فیمن اراه یسبّنی ظهر المغیب ولا اسبّه
یبغی فسادی ما استطاع وامره مما ادبّه
حنقا یدبّ الی الضراء وذاک مما لا ادبّه
ویری ذباب الشر من حولی یطن ولا یذبّه
واذا جنا وغر الصدور فلا یزال به یشبّه

گزر گئے وہ لوگ جن سے مجھے محبت تھی اور اب میں اُن لوگوں میں رہ گیا ہوں جنہیں میں دیکھتا ہوں کہ غائبانہ مجھے بُرا کہتے ہیں اور میں اُنہیں بُرا نہیں کہتا۔ جہاں تک اُن سے ہو سکتا ہے میرے بگاڑنے کا قصد کرتے ہیں اور میں اُن کی باتوں کو بناتا ہوں۔ وہ کینہ و عداوت سے میری ضرر رسانی چاہتے ہیں اور میں ایسا نہیں کرتا۔ وہ دیکھتا ہے کہ گلشن ہائے سبز میرے چاروں طرف لہلہا رہے ہیں اور تاہم اُنہیں دور نہیں کرتا ؎

افلا یصیح بعقله	افلا یثوب الیه لبّه
افلا یری ان فعله	مما یسور الیه غبّه
حسبی بربی کافیا	ما اختشی والبغی حسبه
ولقلّ من یبغی علیه	فما کفاه اللہ ربه

جب اُس کے سینہ کی آتشِ کینہ بجھ جاتی ہے تو وہ پھر برابر اُسے بھڑکاتا ہے۔ کیوں وہ اپنی عقل سے منتفع نہیں ہوتا۔ اور کیا اُسکی عقل اُسکی طرف نہیں لوٹتی۔ کیا وہ اس بات کو نہیں جانتا کہ یہ فعل اُسکا ایسا ہے کہ اُس کا انجامِ بد اُس پر غلبہ کرے گا۔ میرے لئے میرا خدائے سبحانہٗ وتعالیٰ کافی ہے جب تک میں اُس سے ڈرتا رہونگا۔ اور اُس کو (دشمن کو) بغاوت کافی ہے (اُس کی ضرر رسانی میں) اور بہت کم ایسا ہے کہ کسی پر بغاوت کی گئی ہو اور اُس کی مدد حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے نہ کی ہو۔

اثباتِ حقوق میں ارشاد فرماتے ہیں ؎

اذا استبهم المرء امرا لا ابدّ له	فناصره والخاذلون سواء
انا ابن الذی لا تنکرون مکانه	ولیس علی الحق المبین طخاء
الیس رسول اللہ جدّی ووالدی	انا البدر حال النجوم خفاء
المنزل القرآن وسط بیوتنا	صباحا ومن بعد الصباح مساء

بنازعنی واللہ بینی وبینه … یزید ولیس الامر حیث یشاء
فیا نصحاء اللہ انتم ولاته … وانتم علیٰ ادیانه امناء
بای کتاب ام بایة سنه … تناولها عن اهلها البعداء

جس وقت طلب نصرت کرے کوئی شخص ایسے آدمی سے جسے اقتدار نہیں ہے تو اُس کا وہ ناصر اور اُس کے چھوڑنے والے اور نصرت کرنیوالے دونوں برابر ہونگے۔ میں ایسے شخص کا بیٹا ہوں جس کے مرتبے کو تم نہیں جانتے۔ حالانکہ اُس کے حقوق روشن اور واضح طور پر کوئی امر کا پردا نہیں پڑا ہے۔ کیا جدّ وپدر میرے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہیں۔ میں بدر کامل ہوں۔ مجھ سے کوئی شئے مخفی نہیں کرسکتے۔ اگرچہ نجوم بھی مخفی ہوجائیں۔ کیا صبح وشام میرے گھر میں قرآن نہیں اُترا۔ یزید مجھ سے منازعت کرتا ہے اور خدا کی قسم جیسا وہ چاہتا ہے ویسا نہیں ہے۔ پس اے مخلصینِ خدا تمہیں دوستانِ خدا ہو اور تم ہی دینِ خدا کے امین ہو کس کتاب کے ذریعے سے کس آیت کی تاویل سے اس امر خلافت کو دور والوں نے لے لیا ہے۔

پھر اپنی مضامین میں یزید کی خاص موعظت کے لئے تحریر فرماتے ہیں ؎

اللہ یعلم ان ما بیدی یزید لغیرہ
وباللہ یکتسبه بعیرہ وسیرہ
لو انصفت النفس الخؤن لقصرت من سیرہ
ولکان ذالک منه ادنی شرہ من خیرہ

یعنی خدا جانتا ہے کہ جو کچھ یزید کر رہا ہے اور وہ اُسکے غیر کے لئے ہے (یعنی وہ خود اس سے منتفع نہیں ہوگا) اور نیز یہ کہ اس نے اُسے اپنی قوت و ذریعے سے حاصل نہیں کیا ہے۔ اگر نفس خیانت کار انصاف سے کام لے تو ضرور اپنی اس رفتار میں کمی پیدا کرے گا اور البتہ یہ بات اُس کی نسبت شر کے خیر سے قریب ہوگی۔

پھر قریب قریب اسی مضمون میں نصیحتا درسِ معرفت کے انمول موتی کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں ؎

ابی علی وجدّی خاتم الرسل … والمرتضون لدین اللہ من قبلی
واللہ یعلم والقرآن ینطقه … ان الذی بیدیک من لیس لی
ما یرتجی بامرئ لا عن لا … ولا یزیغ الی قول ولا عمل
ولا یریع خائفا فی سرہ وجلا … ولا یحاذر من هفو ولا زلل
یا ویح نفسی ممن لیس یرحمها … اما له فی کتاب اللہ من مثل
اما له فی حدیث اللہ معتب … من العمالقة العادیة الاولی
یا ایها الرجل مغبون شیمته … انی ورثت رسول اللہ عن رسل
انت اولی به من آله فبما … تروی اعتللت وما فی الدین من علل

یعنی میرے پدر عالیقدر علی علیہ السلام اور میرے جدّ بزرگوار احمد مختار خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور دینِ خدا کے پسند کرنیوالے میری جانب سے ہیں (یا تو یہ اشارہ اولادِ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کی طرف ہے یا یہ مراد ہے کہ جتنے دیندار ہیں وہ میرے ہی طرفدار ہیں) اور خدا جانتا ہے اور قرآن ناطق ہے کہ جو چیز اُس شخص کے قبضہ میں ہے جو اُسکا مالک نہیں ہوسکتا وہ میرے لئے ہے (یعنی خلافت) ایسے شخص سے کیا اُمید کی جاسکتی ہے جو ملامت تو قبول کرے مگر نہ کسی قول (نصیحت) کی طرف توجہ کرے۔ اور نہ کسی عمل نیک کی طرف مائل ہوتا ہو اور خدائے سبحانہٗ تعالیٰ سے تنہائی میں نہ ڈرتا ہو اور بیہودہ باتوں اور لغزشوں سے پرہیز کرتا ہو قابل رحم ہے نفس میرا بلحاظ اس کے جو اُس پر رحم نہیں کھاتا کیا کتابِ خدا میں اُس کی مثال مذکور نہیں ہے۔ کیا شاہانِ عمالقہ عادیہ سابقین کی باتوں میں اُس کے لئے قابلِ عبرت حاصل کرنے کے کوئی بات نہیں ہے؟ اے وہ شخص جس کے اخلاق میں نقصان ہے سمجھ لے کہ میں سلسلہ وار جملہ انبیائے سابقین سے لیتا ہوا آنحضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وارث ہوں۔ کیا تو بہ نسبت آلِ رسول سلام اللہ علیہم اجمعین کے زیادہ استحقاق امر خلافت میں رکھتا ہے؟ پس کیا عذر تیرے پاس ہے یقین کر کہ امورِ دین میں کوئی عذر اور اعتلال نہیں چلتا۔ ناسازگاری زمانہ کی شکایت اور خدائے یگانہ پر توکل و قناعت کرنے کی ہدایت میں ارشاد ہوتا ہے ؎

یا نکبات الدهر دولی دولی … واقصری ان شئت او اطیلی
رمیتنی رمیة لا مقبل … بکل خطب فادح جلیل
وکل عب ایسر ثقیل … اول ما رزئت بالرسول
وبعد بالطاهرة البتول … والوالد البر بنا الوصول
والشقیق الحسن الجلیل … والبیت ذی التاویل والتنزیل
وزورنا المعروف من جبریل … فما له فی الرزء من عدیل
ما لک عنی الیوم من عدیل … وحسبی الرحمان من کفیل

اے زمانہ کے نکبات تم پر اپنی دوری کے حادثہ جاری ہو گئی کر دیا ہوز یا دتی

کہ تو نے ایسی سخت مصیبت سر پر ڈالی ہے جس کا دفعیہ ممکن نہیں ہر عظیم مصیبت کا پتھر تو نے مجھے مارا اور ہر گراں اور ثقیل بار مصیبت تو نے مجھ پر ڈالا سب سے پہلی مصیبت جو مجھ پر پڑی وہ یہ تھی کہ میرے نانا کا سایہ میرے سر سے اُٹھ گیا۔ بعد اُن کے حضرت بتول طیبہ و طاہرہ سلام اللہ علیہا جو میری ماں تھیں اُنہوں نے مجھ سے مفارقت کی۔ بعد اُس کے محسن اور شفیق باپ کا فراق مجھ سے ہوا۔ پھر میرے بھائی جناب امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام نے جو خانۂ کعبہ کی قسم جلیل المراتب اور صاحب تنزیل و تاویل تھے مجھے چھوڑ کر رحلت کی اور ہماری مصیبت تو ایسی بنیظیر ہے جس کی خبر جبرئیل علیہ السلام نے دی ہے اور اے گردشِ زمانہ میں تجھے ملامت نہیں کرتا۔ میرا خدا عطا کرنے والا میرے لئے کافی ہے۔

منجملہ ان اشعار کے ہم آپ کے رجز کا ایک حصہ اور ذیل میں لکھے دیتے ہیں جو آپ نے یوم عاشورا مذمتِ دنیا کے پیرائے میں اہل اسلام کی عام موعظت اور ہدایت کے لئے ارشاد فرمایا تھا ؎

فان تکن الدنیا تعد نفیسہ	فان ثواب اللہ اعلیٰ و اجزل
وان یکن الارزاق قسما مقدرا	فقلۃ حرص المرء فی الکسب اجمل
وان تکن الاموال للترک جمعہا	فما بال متروک بہ المرء یبخل
وان تکن الاجساد للموت انشئت	فقتل الفتی بالسیف فی اللہ اجمل
علیکم سلام اللہ یا آل احمد	فانی اراني عنکم الیوم ارحل
اریٰ کل ملعون ظلوم منافق	یروم فنانا جہرۃ ثم یعجل
لقد غرہم حلم الالٰہ لانہ	حلیم کریم لم یکن قط العجل

اگر دُنیا نفیس سمجھی جاتی ہے تو ثواب خدا کہیں اس سے زیادہ بہتر ہے۔ اور اگر رزق معیّن ہو چکا ہے خدا کی طرف سے تو پھر انسان کا طلب رزق میں کم حرص کرنا بہت اچھا ہے اور اگر اموال دُنیا فقط اس لئے جمع کئے جاتے ہیں کہ آخر میں اُن کو چھوڑ کر چلے جاویں پس کیا حال اُس چیز کا ہے جسے چھوڑتا ہے کہ انسان اُس میں بخل کرتا ہے اگر تمام اجسام مرنے کے لئے پیدا کئے گئے تو قتل ہونا جوانمرد کا راہِ خدا میں سب سے زیادہ اچھا ہے۔ اے آل محمد سلام اللہ علیکم اجمعین سلام خدا تم پر نازل ہو کیونکہ میں آج تمہارے پاس سے رحلت کروں گا۔ میں ہر ملعون۔ ظالم اور منافق کو دیکھتا ہوں کہ ہمیں فنا کر دینے کا قصد کرتا ہے اور پھر عملی طور سے اُسکو ظاہر کرتا ہے۔ خدا کے حلم نے انہیں مغرور کر دیا ہے۔ کیونکہ وہ حلیم و کریم ہے اور کبھی کسی امر میں جلدی نہیں کرتا۔

حاضر جوابی وجودتِ ذہنی

ایک مرتبہ جناب امام حسین علیہ السلام عبداللہ ابن عمرو ابن عاص کے مکان میں ہو کر نکلے۔ عبداللہ دیکھکر کھڑا ہو گیا اور خوشامدانہ لہجہ میں کہنے لگا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من احبّ ان ینظر الی احب اہل الارض الی اہل السماء فلینظر الی ھذا المجتاز۔ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ منظور ہو کہ اہل زمین میں سے اُسے دیکھے جو اہل آسمان کو سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ اُس جانے والے (یعنی جناب امام حسین علیہ السلام) کی طرف دیکھے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ سن کر اُس کو فوراً ابو سعید خدری کی معرفت جو مشہور صحابی ہیں اپنے پاس بلایا جب وہ حاضر خدمت ہوا تو آپ نے اُس سے استفسار فرمایا۔ کہ جب تو مجھکو تمام مخلوقات ارضی و سماوی سے زیادہ محبوب سمجھتا ہے۔ تو پھر کیوں تو نے میرے ساتھ اور میرے باپ کے ساتھ جنگِ صفین میں مخالفت اور مقاتلت پر کمر باندھی۔ حالانکہ تجکو معلوم ہے کہ میرے والد بزرگوار علیہ السلام من رب الکبار مجھ سے فضیلت میں زیادہ تھے۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ میں اُس وقت اطاعت پدری کی وجہ سے جو خدا و رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عین حکم تھا مجبور ہو گیا۔ اور میرے باپ عمرو عاص نے مجکو اس امر کا حکم دیا تھا۔ آپ نے فوراً اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ تو حکم خدائے سبحانہ و تعالیٰ اور فرمان جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے امر میں جانتا بھی ہے یا صرف اپنے ظاہری قیاس سے کام لے رہا ہے۔ کیا تو نے قرآن مجید میں خدائے سبحانہ و تعالیٰ کا یہ حکم نہیں پڑھا۔ جو خاص والدین گمراہ کنندگان کے بارے میں صادر ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ وان جاھداک علی ان تشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعھما۔ اگر تیرے والدین تجکو میرے بارے میں شرک اختیار کرنیکا حکم دیں تو تو اُن دونوں کی اطاعت اور فرمانبرداری نہ کر۔ اور ایسا ہی میرے جد بزرگوار جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا ہے انما الطاعۃ الطاعۃ فی المعروف اطاعتِ والدین امور مجوزۂ شرعیہ میں منحصر ہے نہ کہ امور ممتنعۂ شرعیہ ہیں۔ اور پھر بار دیگر اسی ضمن میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:۔ لا طاعۃ

للمخلوق فی المعصیة الخالق بندوں کی اطاعت جس میں پروردگار عالم کی معصیت ہو نہیں ہونی چاہئے۔

ایسے ہی ایک مرتبہ عمرو ابن عاص نے جناب امام حسین علیہ السلام سے مزاحاً پوچھا کہ کیا وجہ ہے آپ کی اولاد کم ہے اور میری اولاد زیادہ ہے۔ آپ نے فی البدیہہ جواب میں ارشاد فرمایا ؎

بغاث الطیر اکثرھا فراخا	وام الصقر مقلاۃ تزود

یعنی تمام پرندوں میں صید نہ کرنے والے جانوروں کے بچے بہت ہوتے ہیں اور شکاری جانوروں کی ماں ہمیشہ پسر مردہ اور کم بچوں والی ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک مرد اعرابی مدینہ میں ایک مسئلہ شرعیہ کی تحقیق کی غرض سے آیا اور اپنے مسائل کو عبد اللہ ابن زبیر اور عمر ابن عثمان سے پوچھا اُن لوگوں نے جواب دیا کہ تیرے سوال کا جواب جناب امام حسین علیہ السلام دیں گے اُس نے کہا سبحان اللہ میں تو ایک مسئلہ کو آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں اور آپ دوسروں کی جامعیت اور قابلیت کے بھروسے پر ٹالتے ہیں۔ یہ کہکر وہ اعرابی وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنا مسئلہ پیش کیا اور خاطر خواہ جواب پایا۔ وہاں سے اٹھکر پھر وہ انہی لوگوں کے پاس آیا اور یہ شعر پڑھنے لگا ؎

جعل اللہ خدود جبینکما	نعلین نبینا بطاھما الحسنان

یعنی خدائے سبحانہٗ وتعالیٰ نے تمہارے رخساروں کو جناب امام حسین علیہ السلام کی نعلین بنایا ہے۔

ایک شخص نے نذر مانی تھی کہ میرا فلاں کام خاطر خواہ ہو جائیگا۔ تو سرداران قریش میں سے جو شخص سب سے افضل ہو گا۔ میں اُس کے پاؤں پر تیل لگاؤں گا (عرب میں یہ رسم قدیم سے جاری تھی) چنانچہ جب اُس شخص کو اپنے معاملہ میں کامیابی ہوئی تو اُس کو اپنے ایفائے وعدہ کا خیال آیا۔ اُس نے اکثر لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ قریش میں باعتبار سن کے مخزمہ سب سے بڑا ہے۔ وہ شخص ایفائے نذر کی غرض سے آیا اور مخزمہ سے اپنا پورا حال کہدیا۔ مخزمہ نے اپنے دونوں پاؤں پھیلا دئے تھے کہ مخزمہ کا بیٹا آیا اور اُس کو بھی حقیقت حال سے اطلاع ہوئی تو اُس نے اُس عرب سے کہا کہ تو بھی مرد عجیب ہے۔ میرے باپ میں سوائے کبرسنی کے اور فضیلت کونسی ہے

اس میں شک نہیں کہ ایام جہالت میں یہ مشرکین قریش کے اعلیٰ درجہ پر مامور ہو چکے ہیں۔ اس وقت جس بزرگوار کی تجھکو تلاش ہے اور جس کی خدمت میں تجھکو جانا چاہئے۔ اور ایفائے نذر کرنا چاہئے وہ تو جناب امام حسین علیہ السلام ہیں وہ ھو ھما وجدھما فھما افضل الناس واکرمھم الیوم یعنی آن دونوں بزرگوارون (جناب امام حسن علیہ السلام وجناب امام حسین علیہ السلام) کے پائے مُبارک کی تدہین کر۔ کیونکہ فی زمانہ یہی حضرات افضل الناس ہیں اور یہی بزرگوار قابل تعظیم وتکریم ہیں۔

جب جناب امام حسین علیہ السلام سفر کربلا کی غرض سے تشریف لیجانے لگے تو حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رکاب مقدس تھام کر آپ کو سوار کیا۔ مدرک ابن زیاد نے یہ دیکھکر حضرت عبد اللہ سے پوچھا کہ آپ تو جناب امام حسینؑ سے سن میں بھی بڑے ہیں۔ اور رشتہ میں بھی بزرگ ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ اُن کی اس قدر تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔ فقال یا لکع اما تدری من ھذا ھذا ابن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اولیس مما انعم اللہ بہ علی ان امسک لھما واسوی علیھما فرمایا اے پست خیال۔ کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ بزرگ ہیں کون؟ یہ جناب پسر جناب رسول خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ کی رکاب تھام کر ان کو گھوڑے پر سوار کرنا کیا میرے لئے خدا کی نعمتوں سے تھوڑی نعمت ہے؟

زہد اور خدا ترسی

جناب امام حسین علیہ السلام کے زہد کے بیان میں صرف یہی جملہ کافی ہے جو کسی شخص کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا ہے جبکہ اُسنے آپ سے سوال کیا ما اعظم خوفک من ربک آپ اپنے پروردگار سے کس قدر ڈرتے ہیں تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا لا یؤمن یوم القیمۃ الا من خاف اللہ فی الدنیا۔ قیامت کے دن چین سے وہی ہوگا جو دُنیا میں خدائیتعالیٰ سے ڈرتا رہا۔

عبادت کے خاص حالات

آپکی عبادت کی کوئی تفصیل بیان کرنا سورج کو چراغ دکھانا اور آفتاب جہانتاب

پر سوجا چڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ آپ اُس نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پیارے نواسے ہیں جن کی کثرت عبادت کی وجہ سے پروردگارِ عالم کو اس بابت زیادہ مشقّت اٹھانے کی ممانعت کرنی پڑی کہ ارشاد ہوا طٰہٰ مآ انزلنا علیک القرآن لتشقٰی نیز فرمایا ان ربّک یعلم انّک تقوم ادنٰی من ثلثی اللّیل ونصفه وثلثه وطآئفة مّن الّذین معک واللّٰه یقدّر الّیل والنّہار علم ان لن تحصوه فتاب علیکم فاقرءُوا ما تیسّر من القرآن علم ان سیکون منکم مّرضٰی اے پاک و پاکیزہ نبی (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم) ہم نے تم پر اس لئے قرآن نازل نہیں کیا ہے کہ تم اتنی مشقّت اٹھاؤ۔ بالضرور تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم قریب قریب دُو حصّے شب اور کبھی نصف شب اور کبھی ایک تہائی شب نماز پڑھتے رہتے ہو اور کچھ لوگ بھی تمہارے ساتھ ہوتے ہیں۔ اور اللہ شب و روز کا اندازہ کرتا ہے۔ جانا اُس نے کہ تم اس کا احصا نہیں کر سکتے پس اُس نے تمہیں معاف کیا۔ پس جسقدر ہو سکے قرآن کو پڑھ لیا کرو جانا اُس نے کہ عنقریب تم میں سے کچھ لوگ بیمار ہو جائیں گے۔

اور یہ اس بزرگوار علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں جن کی نسبت صحیح روایتیں اس بات کو بتلاتی ہیں کہ ہمیشہ لوگ ہر شب میں پانچسو تکبیرۃ الاحرام کی آواز آپ سے سنتے تھے اور خود جس کی ذاتی شوق عبادت کی کیفیت یہ تھی کہ صغر سنی میں (جبکہ کسی بچّہ کو عبادت شرعیہ کی تکلیف نہیں ہوتی) جناب رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک ہوتے تھے جیسا کہ حفص ابن غیاث کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور آنحضرت نے تکبیر کہی جناب امام حسین علیہ السّلام نے بھی تکبیر کہی مگر حروف تکبیر اچھی طرح ادا نہ ہو سکے (اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اُس وقت جناب امام حسین علیہ السّلام کا سنِ مبارک کیا ہوگا) تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ تکبیر کہی۔ پھر جناب امام حسین علیہ السلام نے تکبیر کہی مگر اب بھی حروف تکبیر اچھی طرح ادا نہ ہوئے سہ بارہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ اکبر کہا۔ غرض آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو سات بار تکبیر کہنی پڑی جب ساتویں بار قاعدہ تجوید کے مطابق صاحبزادے نے تکبیر کے الفاظ صحیح ادا کر دئے تب جناب رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مصروف نماز ہوئے۔ یہ اُسی وقت سے تکبیرۃ الاحرام سے قبل سات تکبیریں کہنا مستحب ہو گیا

کسی نے جنابِ امام زین العابدین علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ آپ کے والدِ ماجد کی اولاد اس قدر کم کیوں ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ سبب یہ ہے کہ وہ حضرت ہر شب کو ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔

ایک روز آپ حضرت خدیجۃ الکبرےٰ سلام اللہ علیہا کے روضے پر تشریف لے گئے انس ابن مالک ساتھ تھے جب قبر مطہر پر پہنچے تو آپ نے انس کو رخصت کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں آگے جا کر کھڑا ہو گیا کہ دیکھوں حضرت کیا کرتے ہیں اور کیوں مجھے ساتھ سے علیحدہ کر دیا۔ دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہو گئے اور بہت دیر تک خضوع و خشوع میں مصروف رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے سُنا کہ جناب امام حسین علیہ السّلام یہ اشعار پڑھ رہے ہیں ؎

یا ربّ یا ربّ انت مولاہ ۔۔۔ فارحم عبیداً الیک ملجاہ
یاذاالمعالی علیک معتمدی ۔۔۔ طوبیٰ لمن کنت انت مولاہ
طوبیٰ لمن کان خائفاً ارقاً ۔۔۔ یشکو الی ذی الجلال بلواہ
ما بہ علّة وّلا سقم ۔۔۔ اکثر من حبه لمولاہ
اذا اشتکی بثّه وغصته ۔۔۔ اجابه اللہ ثمّ لبّاہ
اذا خلا بالظّلام مبتهلاً ۔۔۔ اکرمه اللہ ثمّ ادناہ

اے پروردگار تو ہی اُس کا مولا ہے پس رحم کر اُس بندے پر جس کی پناہ تجھ تک ہی ہے اے بڑے مرتبہ والے تجھی پر میرا بھروسہ ہے خوشحال اُس کا جس کا مالک تو ہے۔ خوشحال اُسکا جو اپنے گناہوں پر نادم ہو اور تیری یاد میں جاگتا رہے اور ربّ ذو الجلال سے اپنی بلا کی شکایت کرتا ہو۔ اُس کو نہ کوئی مرض ہو اور نہ بیماری ہو اور اُسکی زیادہ محبّت اپنے مولا کے ساتھ ہو جب اپنے حزن و غم کی شکایت کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کو لبیک کہے جواب دے جبکہ وہ تاریک شبوں میں تضرع و زاری میں مصروف ہو تو اللہ تعالیٰ اُسکا اکرام کرے اور اُسے اپنا قرب عطا فرمائے۔

یہ بات تو علی العموم مشہور ہے کہ آپ نے اپنی تمام عمر میں پچیس حج ادا کئے اور سب پیدل معجم میں امام طبرانی کہ اہلسنّت والجماعت کے علمائے اعظم سے ہیں لکھتے ہیں۔

قال عبیداللہ ابن عبد اللہ حجّ الحسین ابن علی علیہ السّلام

خمسة وعشرين حجة ماشيًا وان النجائب لتقاد ونه عبیداللہ ابنِ عبد سے منقول ہے کہ جناب امام حسین ابن علی علیہما السّلام نے پچیس حج پیادہ پا ادا کئے حالانکہ اعلےٰ درجہ کے گھوڑے آپکی اردلی میں ہوتے تھے۔ آپکی عبادت کی انتہا یہ تھی کہ شب عاشورا آپ نے فقط عبادت کے واسطے کس مشکل سے ابنِ سعدؒ (یزید کے کمانڈر فوج) سے اجازت لی ہے۔ حالانکہ شب عاشورا وہ وقت تھا کہ تمام دُنیا کے مصائب ایک نفسِ ذکیہ جناب امام حسین علیہ السّلام پر مجتمعاً متوجہ ہو چکے تھے اور وہ سب جناب امام حسین علیہ السّلام کے پیش نظر تھے ایسے وقت میں عبادت کا خیال اگر فطرتِ انسانی کے لئے نرالا نہیں ہے تو کیا ہے کیونکہ ابنِ سعد لعین نے نویں محرم کو حکم دیدیا تھا کہ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کو جلد قتل کردو اور مستحقِ حسنات ہو جاؤ۔ آپ نے فوج کی آمد معلوم کر کے حضرت عبّاس علیہ السّلام کو بُلایا اور فرمایا کہ جاؤ ان سے دریافت کرو کہ اس قدر تعجیل کا کیا سبب ہے حضرت عباس علیہ السّلام بیس سوار ہمراہ لیکر لشکرِ یزید کی طرف روانہ ہوئے اور اُن کو روک کر دریافت کیا کہ اس قتل کی فوج کشی کا مطلب کیا ہے؟ اُس طرف سے جواب آیا کہ امیر کا حکم آیا ہے کہ اسی وقت جنابِ امام حسین علیہ السّلام سے لڑو یا بیعت لو۔ جب حضرت عباس علیہ السّلام واپس آئے اور جناب امام حسین علیہ السّلام کو صورتِ جواب سے مطلع کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ ارجع اليهم فان استطعت ان تؤخّرهم وتدفعهم عنّا العشيّة لعلّنا نصلّي الليلة وندعو ونستغفره فهو يعلم انّي قد احبّ الصّلوة وتلاوة كتابه وكثرة الدّعاء والاستغفار۔

اُن کے پاس پھر جاؤ اور اگر تم سے ممکن ہو تو آج شب بھر کے لئے اُن کو ہٹا دو تاکہ ہم اس شب میں نماز پڑھ لیں اور خدا سے توبہ و استغفار کر لیں۔ کیونکہ پروردگارِ عالم خوب جانتا ہے کہ میں اُس کی نماز کو اُس کی کتاب کی تلاوت کو اور زیادہ دعا و استغفار کرنے کو بہت پسند کرتا ہے۔ جناب عبّاس علیہ السّلام نے یہ پیغام بعینہٖ ابنِ سعد کو پہنچایا۔ اول تو شمر نے مہلت دینے سے انکار کیا لیکن عمرو ابن حجاج زبیدی کے اصرار اور غیرت دلانے سے ایک شب کی مہلت دی۔ اِس مقام پر ابومخنف اپنے مقتل میں لکھتے ہیں بات الحسين عليه السّلام واصحابه ولهم دويّ كدويّ النحل بين راكع وساجد وقائم وقاعد

شب کو جناب امام حسین علیہ السّلام اور اُن کے اصحاب کی یہ حالت تھی کہ کوئی رکوع میں تھا کوئی سجود میں۔ کوئی قیام میں تھا کوئی قعود میں یادِ خدا میں ان کی آوازیں ایسی بلند ہو رہی تھیں جیسے کہ شہد کی مکھیوں کی آوازیں ہوتی ہیں۔ ناظرینِ کتاب عبادتِ جنابِ امام حسین علیہ السّلام پر نظرِ غور فرمائیں۔

اس سے زیادہ سخت وقت یہ ہے کہ جانبین سے لشکر مستعدِ جنگ میں سینکڑوں آدمی اس طرف اور اُس طرف سے مارے جا چکے ہیں۔ جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے اصحاب نصف سے زیادہ شہید ہو چکے ہیں جو باقی ہیں وہ زخموں سے چور چور ہیں۔ کل تیس ۳۰ چالیس آدمی باقی رہ گئے ہیں جو اس عظیم الشّان لشکر کے سامنے جوانمردانہ دادِ مردانگی دے رہے ہیں اور حرمِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حمایت میں اپنی جانیں لڑا رہے ہیں۔ اتنے میں نماز ظہر کا وقت آجاتا ہے۔ ابو ثمامہ صیداوی رضی اللہ عنہ آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے اور عرض کرتے ہیں یا ابن رسول اللہ! (علیہما السّلام) یہ تو ٹھیک نماز ظہر کا وقت ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ ہم سب آپ کے ساتھ یہ آخری نماز بجماعت پڑھ لیتے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں یا ابا ثمامة لقد ذكرت الصّلوة جعلك الله من المصلّين نعم هذا اوّل وقتها یعنی اے ابو ثمامہ تم نے ٹھیک وقت پر نماز کو یاد کیا۔ خدائے سبحانہ وتعالےٰ تم کو نماز گزاروں میں محشور فرمائے۔ بے شک یہی اوّل وقت نماز ظہر کا ہے۔ پھر فرمایا لشکرِ مخالف سے کہو کہ تھوڑی دیر ہاتھ روک لیں۔ اس کے بعد خود اذان دیتے ہیں اور عمر ابنِ سعد سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتے ہیں ياويلك يا عمر ابن سعد انسيت شرائع الاسلام الا تقف عن الحرب حتّى نصلّي وانتم تصلّون ونعود الى الحرب وائے ہو تجھ پر اے عمر ابنِ سعد کیا تو اسلامی شریعتوں کو بھی بھول گیا۔ تو اتنی دیر کیا نہ ٹھہرے گا کہ ہم لوگ نمازیں پڑھ لیں اور تم بھی نماز پڑھ لو پھر جنگ شروع ہو جائے (ہم لڑائی سے بھاگیں گے نہیں)

خوفِ خدا

شوقِ عبادت کیا تھا خوفِ خدا کا یہ عالم تھا کہ اداۓ صلوٰۃ کے مخصوص اوقات میں جیسا کہ علمائے فریقین اپنی اپنی کتابوں میں تصریح لکھتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السّلام برابر تجدید وضو فرماتے تھے اور

نماز کو جب کھڑے ہوتے تھے تو رخسار مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور جسم مطہر کے تمام جوڑوں میں خوف الہٰی کی وجہ سے رعشہ پڑ جاتا تھا اور آپ زور زور سے کانپنے لگتے تھے۔ اکثر لوگوں نے جب کبھی آپ کی ایسی حالت کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا لایامن یوم القیٰمۃ الا من خاف اللہ فی الدنیا۔ جس شخص کو دنیا میں خوف خدا ہوتا ہے وہی قیامت میں چین سے رہیگا (شہید الاسلام صفحہ ۹۷)

استقرار علی الحق

جناب امام حسین علیہ السلام کی مقدس حیات پر اگر غور کیا جائے تو آپ کی ذات مجمع الصفات اس صفت مخصوصہ سے خاص طور پر موصوف پائی جاتی ہے۔ بیعت یزید کے طول طویل واقعات میں آپ کا باستقلال و باصرار انکار۔ واقعات کربلا میں سخت ترین مصائب پر آپ کا بے نظیر و عدیم المثال صبر و ضبط ایسے صحیح اور واضح واقعات ہیں جن سے دنیا میں کوئی انکار ہی نہیں کرسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپنے کبھی دنیاوی سلطنت و سطوت کا خیال مطلق کیا ہی نہیں اور اپنے حقوق مخصوصہ کی طلبی کے مقابلہ میں کسی لوث دنیاوی اور طمع کو اپنے پاس آنے ہی نہ دیا اور یہی آپ کے تمام مقاصد کی حقانیت کا کافی ثبوت ہے۔

ہم ابھی ابھی واقعات کربلا میں دکھلا آئے ہیں کہ شروع جنگ سے لیکر ایک مرتبہ نہیں کئی مرتبہ ابن سعد نے صرف اس امر کی کوشش کی کہ جناب امام حسین علیہ السّلام کسی نہ کسی طرح بیعت یزید پر اپنی رضامندی ظاہر کر دیں۔ مگر آپ نے اُس کی تمام کوششوں کے خلاف اس کی ان تجویزوں کی نسبت قطعی انکار کیا اور اُس کی خوشامدانہ مقاصد کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی۔ چنانچہ عمر ابن سعد نے کئی بار اپنا یہ معروضہ امام عالی مقام علیہ السّلام کی خدمت میں پیش کیا کہ آپ اپنے پسر عم یزید کی بیعت قبول کرلیں۔ آپ نے ہر بار آزادی سے اُس کے جواب میں فوراً ارشاد فرمایا۔ واللہ لا اعطیکم بیدی اعطاء الذلیل ولا افر فرار العبید خدا کی قسم میں کبھی ذلت کے ساتھ یزید کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دونگا اور نہ کبھی اس کے مقابلہ سے مثل غلاموں کے بھاگوں گا یا عباد اللہ انی عذت بربی وربکم من کل متکبر لا یؤمن بیوم الحساب وقال موت فی عز خیر من حیات فی ذل اے بندگان خدا! میں اُن تمام لوگوں سے جو غرور و نخوت کو اپنا شعار بناتے ہیں اور قیامت کے دن کا یقین نہیں کرتے پناہ لے جانے والا ہوں۔ کیونکہ رسوائی کی حیات سے باعزت موت بدرجہا بہتر ہے۔ یہ فرماکر آپ نے ذیل کے اشعار آبدار فرمائے ؎

الموت خیر من رکوب العار والعار اولی من دخول النار
واللہ ماھذا وھذا جار

ذلت و رسوائی سے موت زیادہ بہتر ہے اور ذلت و رسوائی دوزخ میں جانے سے کہیں اچھی ہے انہی امور کی خصوصیات کی وجہ سے جناب امام حسین علیہ السّلام کی مقدس سیرت کے متعلق عربی مورخوں نے سونے کے حرفوں سے ابن نباتہ کا یہ قول لکھدیا ہے۔

الحسین علیہ السّلام الذی رای القتل فی العز حیٰوۃ والعیش فی الذل قتلاً یعنی جناب امام حسین علیہ السلام ہی مقدس بزرگوار تھے جو عزت سے مرجانے کو اپنی حیات سمجھتے تھے اور ذلت کے ساتھ جینے کو موت سے بدتر جانتے تھے۔

معاویہ نے مروان کو لکھا تھا جبکہ وہ عراق کا گورنر تھا کہ ام کلثوم دختر عبداللہ ابن جعفر علیہما السّلام کی شادی کی درخواست یزید کے ساتھ کرو وہ حضرت عبداللہ ابن جعفر کے پاس آیا۔ اور ام کلثوم کی شادی کی درخواست کی۔ عبداللہ نے کہا کہ مجھے اس کی بابت کچھ اختیار نہیں ہے۔ اس کا اختیار جناب امام حسین علیہ السّلام کو ہے پھر جناب امام حسین علیہ السّلام کو عبداللہ ابن جعفر علیہ السّلام نے اس امر کی اطلاع کی۔ آپ نے فرمایا اچھا میں خدا سے استخارہ کرونگا۔ مروان الحکم جناب امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا (اس وقت آپ کے پاس کچھ سربرآوردہ لوگ بیٹھے تھے) اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ یزید کا عقد ام کلثوم دختر عبداللہ ابن جعفر سے کر دیا جائے اور معاویہ نے لکھا ہے کہ ام کلثوم کے والد جس قدر مہر مقرر کریں میں دینے کو راضی ہوں اور ان دونوں خاندانوں میں صلح بھی قایم رکھوں گا اور اُن کے باپ کا قرض بھی ادا کردوں گا۔ اور اے جناب امام حسین علیہ السّلام آپ کو یہ معلوم ہو کہ یزید کی بہ نسبت آپکو اچھا سمجھنے والے کم ہیں اور یزید کو آپ کی بہ نسبت اچھا سمجھنے والے بہت زیادہ ہیں اور بڑے تعجب کی بات ہے کہ یزید سے مہر طلب

کیا جائے حالانکہ وہ ایسا شخص ہے جس کا مثل فی زماننا موجود نہیں ہے اور اُس کے روئے روشن کے ذریعہ سے بارش طلب کی جاتی ہے۔

اُس کی یہ تقریر سنکر جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا الحمد للہ الذی اختارنا لنفسہ وارتضانا لدینہ واصطفانا علی خلقہ یعنی اُس پروردگار تعالیٰ شانہٗ کا شکر ہے اور اُسی کی حمد کرتا ہوں جسنے ہم لوگوں کو برگزیدہ کیا اور ہم کو دین کی خدمت کیلئے پسند فرمایا۔ اور ہمکو تمام خلقت پر ممتاز کیا۔ اسے مروان یہ جو تو نے کہا کہ ہم حضرت اُمّ کلثوم کا جس قدر اُن کے باپ مانگیں وہ میں دونگا۔ تو قسم خدا کی میرا منشا تو یہ ہے کہ میں وہی طریقہ جاری رکھوں جو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں اور بیبیوں اور نیز دیگر اہلبیت علیہم السلام کی عورتوں کا مہر ہوا ہے یعنی بارہ[۱۲] اوقیہ جس کے چارسو اسّی درم ہوتے ہیں اور یہ جو تو نے کہا کہ اُس کے باپ کا قرض بھی ادا کر دونگا۔ تو تو یہ تو بتا کہ ہمارے خاندان کی بیبیوں نے کب کب ہمارے قرض ادا کئے ہیں اور صلح کی بابت جو تو نے کہا تو یہ سمجھ لے کہ ہم جو تم لوگوں سے مخالفت رکھتے ہیں وہ محض خوشنودیِ خدا کے لئے لہذا ہم کبھی دُنیا کے واسطے تم سے صلح نہیں کرینگے۔ جب نسبی قرابت نے کچھ فائدہ نہیں دیا تو یہ سببی قرابت اور شادی کب مصالحت کرا سکتی ہے اور یہ جو تو نے کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ یزید سے مہر کیوں لیا جائیگا تو اس کی تو کیا ہستی ہے اُس سے اور اُس کے باپ اور دادا سے جو لوگ افضل تھے اُن لوگوں نے مہر دیا ہے اور اُن سے مہر لیا گیا ہے۔ پھر یزید کیا چیز ہے اور یہ جو تو نے کہا کہ آپکو اچھا سمجھنے والے کم ہیں تو کچھ پروا نہیں یزید کو اچھا سمجھنے والے جاہل ہیں اور مجھکو اچھا جاننے والے عاقل۔

یہ فرما کر آپ حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ سب لوگ گواہ رہیں کہ میں نے اُمّ کلثوم دختر عبداللہ ابن جعفر علیہ السلام کا عقد اُن کے چچازاد بھائی قسم ابن محمد ابن جعفر سے چارسو اسّی[۴۸۰] درہم مہر کر دیا اور انہیں اپنی مدینہ والی زمین جس کا محاصل آٹھ ہزار اشرفیاں ہوتی ہیں ہدیہ کی کہ یہ اُن دونوں کی بسراوقات کیلئے کافی ہے۔ مروان اس بات سے جل گیا اور کہنے لگا کہ بنی ہاشم اپنی عداوت نہیں چھوڑتے۔ آپ نے فرمایا وہ واقعہ تمہیں یاد ہے کہ ہمارے بھائی جناب امام حسن علیہ السلام نے جب عائشہ بنت عثمان کی خواستگاری کی تو تم نے کہا تھا کہ نہیں ہم تو اس کا عقد عبداللہ ابن زبیر سے کریں گے۔۔۔ ان نے آپکا کلام ...

یہ شعر پڑھے ؎

اردنا صلاحکم لتجددوا	ما اخلق بحدثان الزمان
فلما جئتکم جبهتمونی	وبحتم فی الضمیر من الشنان

ہمنے یہ قصد کیا تھا کہ آپ کی اُس محبت کو جو حادثات زمانہ کی وجہ سے پیچھے چھوٹ گئی ہے پھر تازہ کر دیں۔ ہمنے تو رسم محبت پیدا کرنے کی کوشش کی مگر تم لوگوں کے دل میں دشمنی پوشیدہ ہے۔

مروان کے یہ اشعار سنکر ذکوان جو بنی ہاشم کے مخصوص غلاموں میں تھا اُس کے جواب میں یہ اشعار پڑھنے لگا ؎

اماط اللہ عنهم کل رجس	وطهرهم بذلک فی المثانی
فما لهم سواهم من نظیر	ولا کفو هناک ولا مدانی
اتجعل کل جبار عنید	الی الاخیار من اهل الجنان

خدائے سبحانہ وتعالیٰ نے اُن لوگوں کو تمام آلائیشوں سے پاک وصاف کیا ہے اور اُن لوگوں کو سراپا طاہر کیا ہے۔ سوائے اُن کے نہ دنیا میں کوئی اُن کا نظیر ہے اور نہ کوئی اُن کا کفو۔ کیا بادشاہان جور بہترین اہل جنت کے مقابل اور ہمسر ہو سکتے ہیں۔

اسی بحث کے ضمن میں ہم بیعت یزید کی غرض سے ولید کی طلبی کا معاملہ حریقین کی کتابوں سے درج کرتے ہیں۔ وہو ہذا۔

جناب امام حسین علیہ السلام ولید کے پاس پہنچے تو ولید نے سلسلۂ سخن یوں اُٹھایا کہ چونکہ بلادِ اسلامی کی تمام رعایا نے خلافت یزید کو تسلیم کر لیا ہے اور اُسکی بیعت اختیار کر لی ہے تو مناسب ہے کہ آپ بھی اُسکی بیعت کی طرف اپنی رضامندی ظاہر فرمائیں اور کچھ نزاع درمیان میں نہ لائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ایها الامیر ان البیعة لا یکون سرًّا ولکن اذا دعوت الناس غدًا فادعنا معهم۔ امر بیعت ایسا نہیں ہے کہ پوشیدہ طور پر خاص خلوت میں انجام دیا جائے۔ مناسب ہے کہ اس امر کے لئے ایک خاص انجمن کی جائے اور اُس میں تمام لوگ بلائے جائیں۔ اُس وقت ہمیں بھی یاد کر لیجیو۔ ولید نے کہا انصرف علی اسم اللہ حتی تاتینا مع جماعة الناس۔ بہتر ہے آپ خدا کا نام لیکر تشریف لیجائیں اور پھر لوگوں کے ہمراہ تشریف لائیں۔ مروان وہیں موجود تھا۔ ولید کا یہ کلام سنتے ہی کہنے لگا۔ ایها الامیر ان فاتک الثعلب فلم تر الا غباره۔ یعنی جب لومڑی نکل جائے گی تو پھر غبار راہ کے سوا اور کچھ نظر نہ آئیگا احبس الرجل ولا یخرج من عندک حتی یبایع او تضرب عنقه آپ کو قید میں رکھ

تا وقتیکہ بیعت نہ کر لیں اور نہیں تو گردن اڑا دے۔ مروان کی زبان سے یہ کلام سنکر جناب امام حسین علیہ السّلام اپنے آپے میں نہ رہے۔ فرمایا۔

یا بن الزرقاء انت تقتلنی ام ھو کذبت یا بن الخناء و بیت اللّٰہ لقد ھیجت علیہ و علی صاحبک منی حربا طویلا۔ اے زرقا کے جنے تو مجھے مار سکتا ہے یا یہ؟ بربّ کعبہ۔ جو کچھ تو نے کہا بالکل جھوٹ ہے۔ تو اس کے برخلاف اور اس کے آقا کے برخلاف پہلے بھی طویل جنگ برپا کر چکا ہے۔ یہ فرما کر جناب امام حسین علیہ السّلام نے نہایت آزادی سے ولید کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا۔

ایھا الامیر انا اھل البیت النبوۃ و معدن الرسالۃ و مختلف الملٰئکۃ بنا فتح اللّٰہ وبنا ختم اللّٰہ و یزید رجل فاسق شارب الخمر قاتل النفس المحرمۃ معلن بالفسق و مثلی لایبایع و لکن نصبح و تصبحون و ننظر و تنظرون اینا احق بالبیعۃ والخلافۃ

ہم اہلبیتِ نبوت اور معدنِ رسالت ہیں اور فرشتوں کے نزول کا محل ہیں۔ عالمِ آفرینش کا آغاز و اختتام ہم ہی پر ہے۔ یزید بدکار شراب خوار ناحق قتل کرنے والا کھلم کھلا بدکاری و نافرمانی کرنے والا ہے۔ مجھ جیسا شخص اسکی بیعت کبھی نہیں کرے گا۔ لیکن ہاں آج کی رات تم بھی تمام کرو ہم بھی تمام کریں ہم بھی غور کریں۔ تم بھی غور کرو کہ اس امرِ خلافت کیلئے شائستہ اور سزاوار تر کون ہے۔

شجاعتِ جنابِ امام حسین علیہ السّلام

ہم کو اپنے اس مضمون کے متعلق کسی تفصیل اور تصدیق کی ضرورت نہیں ہے واقعاتِ کربلا کے ضمن میں ایک ایک واقعہ اور روز عاشورا کا ایک ایک حادثہ آپ کی شجاعت و دلیری کا بطورِ خود ایک مستقل کارنامہ ہے اور ایسا مرقع دفتر ہے جو ہزار برس سے زیادہ سے تمام دنیا کی پیش نظر ہے اور ہر شخص اس پر پورے غور کے بعد اسکی صداقت کا قائل ہو چکا ہے لیکن اس پر بھی وہ واقعات ایسے پُر اثر اور پُر معنی ہیں کہ اتنی کثیر التعداد تشریح اور تفصیل ہو جانے کے بعد بھی تمام نہیں ہوئے اور انکی تشریح و تفصیل لکھنے والا ابھی آخر میں یہی لکھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ہم اپنی اپنی تشریح و تفصیل کو کبھی کامل نہیں کہہ سکتے۔

اس میں شک نہیں کہ ان تمام تفصیلی دفتروں میں نفسِ واقعہ ایک ہی ہے مگر آپ کی شجاعت و دلیری کا واقعہ اپنی حقانیت کے اعتبار سے کچھ ایسا روحانی اثر رکھتا ہے کہ جس رنگ سے اسے دکھلایا جائے وہ دنیا کے قلوب پر اثر کئے بغیر نہیں رہتا۔ اس میں ذرا بھی تامل نہیں کہ دنیا میں اس واقعہ کی مثال نہیں ہے۔ گو بہت سے واقعات ایسے بھی ہو گزرے ہیں جو ایک حد تک ضرور اپنا اثر رکھتے ہیں۔ مگر اُن کا تمام اثر ایک خاص مدّت تک اپنی تمام کیفیتیں دکھلا کر ختم ہو چکا اب اُن کی طرف سے دنیا میں کوئی اثر نہیں پایا جاتا۔ بخلاف واقعہ کربلا کے کہ آج تک قریب تیرہ سو برس گذر جانے کے بھی اس کا اثر دنیا کے دلوں میں ویسا ہی تازہ ہے اور اُس کا زخم ابھی ویسا ہی ہرا ہے اور یہی جناب امام حسین علیہ السلام کی مظلومیت کی حقانیت ہے۔ جو نہ اُس وقت کسی کی نظر سے پوشیدہ تھی اور نہ اس وقت کسی کی نگاہ سے مخفی ہے۔

بہر حال اہلِ اسلام کی تاریخ سیر اور حدیث کی کتابوں میں آپکی شجاعت دلیری اور ہمت کی کہاں تک تفصیل درج ہے۔ اسکے لکھنے کی ہم کو کوئی ضرورت نہیں۔ اسلئے اُس سے قطع نظر کرکے ہم صرف غیر قوموں کے چند اقوال ذیل میں لکھے دیتے ہیں جو اونہوں نے جناب امام حسین علیہ السّلام کی شجاعت، دلیری اور ہمت کے بے نظیر ہونے کے ثبوت میں لکھے ہیں۔

ہمارے ناظرین کو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ مورّخ جن کے اقوال ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ تعصب، جنبہ داری اور کسی قسم کا پہلو لینے کے تمام شبہات سے بالکل مبرا ہیں کیونکہ وہ ایک ایسی شریعت کے پیرو ہیں جسکو جناب امام حسین علیہ السّلام سے کسی طرح کا تعلق ہے نہ یزید پلید سے۔ اسلئے کہا جا سکتا ہے کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں وہ صحیح، معتبر اور بلا رو و رعایت ہے ان لوگوں میں سب سے پہلے مسٹر جیمس کارکرن مؤرّخ۔ مترجم صدر دیوانی عدالت کلکتہ ہیں۔ جنہوں نے تاریخ چین لکھی ہے اور اسے سنہ ۱۸۴۸ء میں جلد دوں میں بزبانِ اردو طبع کرا کے شائع کیا ہے۔ اونہوں نے تاریخ چین کی جلد دوم باب ۱۶ میں جہاں مغلوں اور ختائیوں کی لڑائیوں اور بہادریوں کا ذکر کیا ہے۔ یوں تحریر فرمایا ہے۔

دنیا میں رستم کا نام بہادری میں بہت مشہور ہے لیکن کئی شخص ایسے گذرے ہیں۔ جنکے سامنے رستم کا نام لینے کے قابل نہیں چنانچہ اول درجہ میں (جناب) حسین ابن علی (روحی لہ الفدا) کا مرتبہ بہادری میں ہے کیونکہ میدانِ کربلا میں ریت پر تشنگی اور گرسنگی میں جس شخص نے ایسا کام کیا ہو۔ اُس کے سامنے رستم کا نام وہی شخص لیتا ہے جو تاریخ سے واقف نہیں ہے کس کے قلم میں قدرت ہے کہ (جناب) امام حسین (علیہ السلام) کا حال لکھے کس کی

زبان میں یہ لطافت اور بلاغت ہے کہ ان بہتر بزرگواروں کی ثابت قدمی ہمت اور شجاعت اور تیس ہزار خونخوار شامیوں کے جواب دینے اور ایک ایک کے ہلاک ہوجانے کے باب میں جیسی کہ چاہیئے ویسی مدح کرسکے۔ کس کی نازک خیالی کی یہ رسائی ہے کہ ان لوگوں کے دل کے حال کو تصور کرسکے کیا کیا اُن پر گذرا اور اُس وقت سے جب عمر ابن سعد نے دس ہزار سوار سے اُن کو گھیر لیا اُس وقت تک کہ جب شمر ملعون نے سر کاٹ لیا کیونکہ ایک کی وہ اڈ و مثل مشہور ہے اور مبالغہ کی حد بھی ہے۔ جب کسی کے حال میں یہ کہا جاتا ہے کہ دشمن نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا لیکن جناب امام حسین علیہ السلام اور بہتر تن کو آٹھ قسم کے دشمنوں نے تنگ کیا تھا اور اس پر بھی قدم نہ ہٹا۔ چنانچہ چار دشمن تو دس ہزار فوج یزید کی تھی جسکے نیزوں اور تیروں کی بوچھار مثل آندھی کے تھی! اور پانچواں دشمن عرب کی دھوپ تھی جس کی مثال زیر فلک اور کسی جگہ نہیں ملتی اور یہی کہنا ہوتا ہے کہ عرب کی دھوپ کی مانند عرب ہی کی دھوپ ہوتی ہے اور چھٹا دشمن وہ ریگ کا میدان تھا۔ جو آفتاب کی تمازت میں شعلہ زن اور تنور کی خاکستر سے زیادہ پُرسوز تھا۔ بلکہ اُس کو دریائے قہر کہنا چاہیئے۔ جس کے ملبلے (حضرات) بنی فاطمہ (علیہم السلام) کے پاؤں کے آبلے تھے۔ اور ساتواں اور آٹھواں دشمن سب سے ظالم بھوک اور پیاس مثل دغاباز ہمراہی کے جن کے برابر عدو نہیں ہوسکتے ساتھ تھے۔ اور تشنگی سے زبان پھول کر پھٹ جاتی تھی۔ تب بھی اُن دونوں کی خواہش اند کے ملتی تھی پس جنہوں نے ایسے معرکہ میں ہزارہا کافروں کا مقابلہ کیا اُن پر بہادری کا خاتمہ ہو چکا۔

اِن کے علاوہ جرجی زیدان۔ جو مصر کا ایک عیسائی عالم ہے! اور مصر کے مشہور و معروف اخبار "الھلال" کا قابل ایڈیٹر ہے اور اس وقت علوم مشرقیہ و مغربیہ میں اپنی نظیر آپ ہے اس نے تمام اسلامی تاریخ اور صحیح روایتوں سے شہادتِ جناب امام حسین علیہ السلام کے واقعات کو جمع کرکے عربی زبان میں ایک کتاب غادۂ کربلا لکھی ہے اور اس میں شہادت کے تمام دردناک واقعات درج کئے ہیں۔ وہ چھپکر مصر میں شائع و ذائع ہوگئی ہے ایسے محققین اور غیر اقوام کے مورخین نے اس واقعہ کی تصدیق اور اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (دیکھو شہادتِ امام حسین علیہ السلام مطبوعہ لاہور صفحہ ۲)

اِن لوگوں کے علاوہ۔ مسٹر گبن ممبر پارلیمنٹ۔ مسٹر ڈنکن۔ ارونگ۔ مسٹر آسبرن۔ مسٹر سائمن اوکلی۔ آکلی اور بہت سے یوروپین مورخین نے اس واقعہ کو پوری تفصیل اور کامل تشریح کے ساتھ درج کیا ہے جو عام طور سے تمام ہندوستان میں مشہور و معروف ہیں۔

جناب امام حسین علیہ السلام کا صبر

اب ہم کو ضرور ہے کہ آپ کے اوصافِ مشہورہ میں سے آخر میں اُس صفت کا ذکر بھی کردیں جو روزِ ازل سے آپ کی ذاتِ قدسی صفات کے ساتھ وابستہ تھی اور جو اپنی تمام جزئیات کے ساتھ آپ کی ذات مجمع الحسنات پر ختم ہوگئی۔

وہ صفت مخصوصہ جو ہم سب سے آخر جناب امام حسین علیہ السلام کے محاسنِ اخلاق کے متعلق لکھتے ہیں وہ صبر ہے۔ ہم اپنے اس مضمون کے ذیل میں کوئی نیا واقعہ نہیں لکھتے اور نہ اسکی کوئی ضرورت ہے بلکہ اپنے اس مضمون کو ایک نئے انداز سے بیان کریں گے جو انشاءاللہ ہمارے ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہوگا

اور وہ یہ ہے کہ ہم شہادت جناب امام حسین علیہ السلام کی اصلی غرض اور دوسرے واقعاتِ دُنیاوی سے اُس کی مماثلت بیان کرکے اپنے موجودہ سلسلہ بیان کو ختم تک پہنچائیں گے اور ہمارے انہی مضامین سے ناظرین کو جناب امام حسین علیہ السلام کے بے نظیر و عدیم المثال صبر و ضبط کا پورا پورا ثبوت مل جائے گا اور ساتھ ہی تمام دنیا کے کارناموں میں اس کا یکتا ہونا بھی ثابت ہوجائیگا۔ ہم اپنے اس مضمون کے متعلق اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھتے۔ بلکہ اپنے معتبر و مستند ہمعصر مولوی سید محمد ہارون صاحب قبلہ ممتاز الافاضل کی بیش بہا تالیف "شہید اسلام" سے اس بحث کو اپنی ضرورت کے مطابق قلمبند کرتے ہیں۔

اس خصوصیت (صبر و ضبط) میں کسی شخص کا جناب امام حسین علیہ السلام کے ہم پلہ موجود ہونا کبھی تصور میں نہیں آسکتا۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس میں فقط جناب امام حسین علیہ السلام سابق المضمار رہے ہیں۔ اس امر میں بھی اگرچہ کچھ مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً حضرت نوح علیٰ نبینا و علیہ السلام کا اپنی قوم کی سختیوں پر صبر کرنا۔ جیسا کہ تواریخ میں مذکور ہے کہ حضرت نوح کو آپکی قوم فقط اس جرم پر کہ یہ خدا کی طرف کیوں ہدایت کرتے ہیں اور عبادت کے واسطے کیوں حکم دیتے ہیں۔ پاک اخلاق کیوں تبلاتے ہیں نجس اخلاق

سے کیوں روکتے ہیں۔ سیدھی راہ چلنے کو کیوں کہتے ہیں۔ اپنے آپ جو دل میں آئے اُس کے کرنے سے کیوں روکتے ہیں۔ اس قدر ڈھیلے اور پتھر مارتے تھے کہ آپ کا جسم مبارک زخمی ہو جاتا تھا اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ اُن پتھروں کی چوٹ سے غش بھی ہو جاتے تھے اور اُن کے ڈھیر میں چھپ جاتے تھے۔ پھر جب ہوش آتا تھا تو اپنی اُمت کو ہدایت کرتے اور اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی طرف متوجہ ہونے کی کوشش فرماتے۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

دوسری مثال حضرت ایوب علیٰ نبینا و علیہ السلام کی ہے۔ اہلِ تواریخ لکھتے ہیں کہ ایک وقت اور ایک زمانہ میں اُن پر ایسی ایسی مصیبتیں نازل ہوئیں کہ اگر پہاڑوں پر پڑتیں تو شاید ٹکڑے ہو جاتے یعنی تمام اولاد و احفاد کا ایک دم میں مر جانا۔ تمام مکانات و عمارات کا یکبارگی گر پڑنا کھیتوں کا جل جانا۔ دنبیوں۔ بھیڑوں کا ایک مرتبہ مر جانا۔ جس پر اُن کی زندگی کا مدار تھا۔ ازواج کا اُن سے کنارہ کش ہو جانا۔ تمام جسم میں زخم پڑ جانا اور فقط ایک آبلہ نما ہو کے رہ جانا اور ایک عرصہ تک اسی حالت میں باقی رہنا اور پھر سوائے شکرِ خدا کے اور کچھ نہ کہنا اور نہ اپنی حالت کی اصلاح کے لئے دعا کرنا۔ فی الحقیقت تعجب خیز ہے اور دُنیا میں یہ مثال بھی یادگار اور قابلِ عبرت حاصل کرنے کے ہے کہ دنیا میں ایسے بندگانِ خدا بھی گزرے ہیں جو محض اس غرض سے کہ ہمارا خالق یکتا خوش رہے۔ چاہے ہم پر جو گزر جائے ایسی سخت تکلیفیں اٹھائے اور ہرگز ناشکری اور بے صبری کا ایک کلمہ بھی زبان پر نہ لائے لیکن اب ناظرین کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اگرچہ حضرت ایوب علیٰ نبینا و علیہ السلام اپنے صبر میں یکتا تھے مگر جناب امام حسین علیہ السلام کے صبر میں جو بات پائی گئی وہ کچھ اور ہے جسے میں آئندہ بیان کرتا ہوں اور اُن کا بآسانی مقابلہ اور موازنہ ہو سکتا ہے۔

نمبر ۱۔ جناب امام حسین علیہ السلام کے صبر کے مدارج میں پہلا درجہ تو اپنے خاندان سے جدا ہونا ہے۔ اور اپنے جدِّ امجد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے روضہ سے چھوٹنا۔ اپنے نانا کی قبر کی زیارت سے دستکش ہونا اپنے بھائی کی قبر سے علیحدہ ہونا۔ اور اہلِ وطن کی مفارقت کا گوارا کرنا ہے جو ہر شخص پر نہایت شاق گزرتا ہے خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ اسکا جی کسی طرح نہ چاہتا ہو۔ اگر ان حالتوں پر کوئی شخص محض خدا کی خوشی کے واسطے صبر کرے تو اللہ بڑا مردِ میدان اور صابر سمجھا جائیگا۔ اب دیکھو جناب امام حسین علیہ السلام نے اس موقعہ پر کیسا صبر فرمایا۔

نمبر ۲۔ دوسرا صبر سخت گرمیوں میں سفر کرنا۔ خصوصاً عرب کی گرمی جو مشہورِ عالم ہے اور وہ بھی ایسے مقام کی طرف جو نہایت گرم ہے اور اُس کی ایذا کبھی انسانی دل نہیں اٹھا سکتا۔ اس پر بھی جناب امام حسین علیہ السلام نے محض خوشنودیٔ خدا کے واسطے صبر کیا اور اس سختی کو جھیلا۔

نمبر ۳۔ خانۂ کعبہ میں عین عبادتِ حج کے وقت پر وسطِ حج سے علیحدہ ہونا اور عراق کا قصد کرنا۔ حالانکہ ایک عبادت گزار۔ زاہد اور خدا پرست کے واسطے نہایت مصیبت کا وقت ہے کہ وہ اپنی عبادت کو تمام نہ کر سکے اور جبراً اُس سے چھڑایا جائے۔ اہلِ تاریخ نے اس کے ثبوت میں لکھا ہے جیسا کہ اُوپر بیان ہو چکا ہے کہ حضرتؑ کا مناسکِ حج کو ترک کرنا فقط اس خیال سے تھا کہ اگر تھوڑا بھی توقف آپ کرینگے تو عبید اللہ ابن زیاد کے ملازمین (تیس شخص) جو مخصوص جناب امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنے کی نیت سے آئے ہیں بے تکلف اپنا کام کرینگے۔ اور ہرگز اِس امر کا خیال نہ کریں گے کہ بیت اللہ میں خونریزی کرنا حرام ہے اور خدا کو نہایت ناپسند ہے۔ بلکہ مطلق کسی ذی رُوح کو ایسے متبرک اور پاک مقام میں تکلیف پہنچانا جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شریعت میں سخت ناجائز ہے۔

نمبر ۴۔ قادسیہ کی منزل پر پہنچکر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوفیوں نے آپ کے پیارے عزیز اور ایلچی حضرت مسلم علیہ السلام کو بے وجہ سخت ایذاؤں کے ساتھ شہید کر دیا۔ اور کسی نے اُن کی حمایت نہ کی۔ ایسے جان نثار بہادر بھائی کا ایسے شدائد کے ساتھ مارا جانا سننا جس کا ثانی باللہ العلی العظیم صفحۂ روزگار پر نہ تھا۔ بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ اس واقعہ میں جس بہادری سے حضرت مسلم علیہ السلام نے حصہ لیا کسی صحابی کو حضرتؐ کے نصیب نہیں ہوا۔ اور پھر اس صدمہ پر صابر رہنا اور ہدایتِ خلق اور حفاظتِ شریعتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ضرورت پر آگے بڑھنا یہ صبر کے عجیب و غریب مرتبہ کو ظاہر کرتا ہے۔

نمبر ۵۔ کربلا میں پہونچ جانے کے بعد نہر پر سے آپ کے خیموں کا

اُٹھوایا جانا۔ بالکل بے آب اور خشک مقام پر جبراً خیموں کا نصب کرایا جانا اور اُس پر یہ بھی جاننا کہ یہ سب مقدماتِ شہادت ہیں اور آئندہ اس سے کسی طرح پانی کی دستیابی کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ پھر بھی تحمّل کرنا اور راضی برضائے خدا رہنا۔ کچھ چھوٹی بات ہے ؟

نمبر ۶۔ ساتویں سے پانی بند ہونا اور یزید فاسق کی بیعت کا پیام برابر آنا اور محض اس کے فسق و فجور کے باعث سے حضرتؑ کا اُس کی بیعت پر راضی نہ ہونا اور اس بات کو گوارا کر لینا کہ اگرچہ پیاس سے دم بھی نکل جائے مگر دامنِ شریعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

نمبر ۷۔ نویں تاریخ تک دو لاکھ یا چھ لاکھ فوجِ مخالف کا میدانِ جنگ میں جمع ہو جانا اور اس بات پر سخت زور دینا کہ یا تو آپ یزید کی بیعت کریں یا لڑنے پر تیار رہیں۔ اور یہاں اُن کے مقابلہ میں کل چند آدمیوں کا ساتھ ہونا اور حضرتؑ کا بالیقین اس بات کو سمجھ لینا کہ اتنی بڑی عظیم الشان فوج کا مقابلہ یہ تھوڑے سے آدمی نہیں کر سکتے پھر بھی بیعتِ فاسق کو گوارا نہ کرنا اور ایک رات کی مہلت مانگنے پر کیا کیا اصرار ہونا اور پھر بھی ایسے بہادر کو ذرا غصہ نہ آنا اور سوائے صبر و شکر کے کوئی لفظ زبان سے نہ نکالنا۔ کیا آسان بات ہے

نمبر ۸۔ دسویں محرم سنہ ۶۱ ہجری۔ آپ کا اپنے تمام اصحاب و اعزا کو جمع کرنا۔ پھر ایک خطبۂ فصیح و بلیغ پڑھنے کے بعد سب کو اس بات کی عام اجازت دیدینا کہ جس کا جی چاہے وہ میرا ساتھ چھوڑ کر چلا جائے اور کچھ پروا نہ کرے۔ کیونکہ کل فتح ہماری نہیں ہے اور مالِ غنیمت کچھ بھی نہیں ملنا ہے۔ اس کلام پر سب لوگوں کا چلا جانا اور جنابِ امام حسین علیہ السّلام کا شمع گل کرا دینا کہ کسی کو چلے جانے میں حجاب نہ ہو۔ یہ ایک ایسا عجیب اور حیرت خیز معاملہ واقعاتِ کربلا کے متعلق گذرا ہے جس نے ایسے وقت میں اپنے رفیقوں سے کہا ہو کہ تم لوگ میرا ساتھ چھوڑ دو اور مجھے تنہا رہنے دو بلکہ دنیا کا عام قاعدہ ہے کہ ایسے موقعوں پر یہ فکر ہو جاتی ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنی جماعت بڑھائی جاوے اور موجودہ اشخاص کا دل بڑھا کے دشمن کے مقابلہ پر آمادہ کیا جاتا ہے یہاں بالکل اُس کے برعکس ہے۔ کیا یہ مصیبت پر صبر نہیں ہے اور کیا منشائے پروردگار پر راضی رہنا اس کا نام نہیں ہے ؟ اور کیا خدا پہ توکل کرنا اس کو نہیں کہتے ؟

نمبر ۹۔ صبحِ عاشورا کو اپنی تھوڑی سی جماعت جس کی تعداد کبھی بہتّر سے زیادہ نہیں تھی۔ جس میں متعدد بچے کم سن۔ نا تجربہ کار نادیدہ جنگ بھی شامل تھے۔ بھوکے پیاسے۔ آنکھوں میں پیاس سے حلقے پڑے ہوئے تھے۔ زبانیں مُنہ سے باہر نکلی ہوئی تھیں۔ انہی کو ہمراہ لے کر میدانِ جنگ میں ایک عظیم الشان لشکر کے مقابلے پر قتل کرا دینے کے لئے کھڑا کر دینا اور یزیدی قوم کا چند حملوں میں ایک ایک کر کے اصحاب کو قتل کر دینا اور سوائے عزیز و اقارب کے تھوڑی سی دیر میں کسی کا نہ بچنا۔ اور پھر اس حالت میں سب کی لاشوں پر جانا اور انہیں اُٹھا اُٹھا کر لانا۔ اور ان سب کا آنکھوں کے سامنے دم توڑنا۔ اور اس پر بھی ثابت قدم رہنا۔ کیا انتہا درجہ کا صبر نہیں ہے ؟ اور کیا کوئی نظیر اس کی پیش کی جا سکتی ہے ؟

لا واللہ ثم لا واللہ

نمبر ۱۰۔ اصحاب اور عزیزوں کے قتل اور پہلے اُن چھوٹے بچوں کا رخصتِ جہاد طلب کرنا۔ جن کو کس کس پیار سے گودوں میں پالا تھا اُن کو اجازت دینا۔ پھر اُن کا لڑ کر درجۂ شہادت پر فائز ہونا اور آپ کا دیکھتے رہنا۔ کیا تھوڑا صبر ہے ؟

نمبر ۱۱۔ جوان بھتیجے قاسم ابن الحسن علیہما السّلام کو (جنہیں جناب امام حسن علیہ السّلام نے اپنی رحلت کے وقت خاص طور پر ان کے سپرد کیا تھا) میدانِ جنگ کی اجازت دینا اور اُن کا لڑ کر شہید ہو جانا۔ اور اُن کی لاش کا گھوڑوں کے سموں سے پامال ہو جانا۔ پھر آپ ہی کا اُسے بھی اُٹھا لانا۔ اور ایسے نازک وقت میں اُن کو دم توڑتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھنا۔ تاہم شکایت کا کوئی لفظ بھی زبان پر نہ لانا۔ کیا ادنیٰ سی بات سمجھی جا سکتی ہے ؟

نمبر ۱۲۔ جوان بھائی عبّاس علمدار علیہ السّلام۔ کماندارِ فوج۔ قمرِ بنی ہاشم۔ سب سے مثل بہادر۔ زینتِ پہلو۔ قوتِ بازو۔ بلکہ قوتِ جان و دل جس کی زندگی پر حضرتؑ کی زندگی کا دار و مدار تھا اور جس کے مرنے سے کمر مبارک شکستہ ہو گئی تھی جسے آپ نے اِن الفاظ میں ظاہر کیا الآن انکسر ظہری و قلّت حیلتی اور مرثیہ کے اشعار بھی پڑھے۔ جس کو بچپنے سے پالا کبھی آنکھوں سے اوجھل نہ کیا تھا۔ اسکو میدانِ جنگ کی اجازت دینا۔ اُس کا نہر پر بازو کٹانا اور فوج کی علمداری کا اسکے بعد خاتمہ ہو جانا اور خود آنکھوں سے دیکھتے رہنا اور پھر موقع قتل پر جا کر اُس کو مچھلی کی طرح زمین پر تڑپتا ہوا

باپا آن کا سر اپنے زانوؤں پر رکھکر پیار کے کلمات کہنا اور اُسی وقت اُس کی رُوح کا مفارقت کرنا کس قدر صدمہ انگیز ہے؟ کیا کسی بہادر کا دل اس مصیبت پر تاب لانیکی قوت رکھ سکتا ہے؟ کیا کوئی ایسا بنی نوع انسان ہے جو اسوقت اسکی نظیر لاسکتا ہے؟ حاشا و کلّا

نمبر ۱۳ - اس بہادر بھائی کی شہادت کے بعد حضرت علی اکبر علیہ السلام جوان فرزند شبیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم جس کی بابت فرماتے تھے کہ اب میں ایسے شخص کو خدا کی راہ میں فدا ہونے کی غرض سے بھیجتا ہوں جو جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے صورت، سیرت۔ رفتار و گفتار میں بہت ہی مشابہ ہے جس کو نورِ نظر کہنا چاہئے یا لختِ جگر۔ جس کے مرنے کے بعد آپ نے فرمایا بنیّ علی الدنیا بعدک العفا۔ اسکو برچھی کھائے ہوئے دیکھنا۔ اُس کے گھوڑے کا خالی زین خیمہ تک آنا اور آپ کا اپنے آپ کو اُس شہید راہِ خدا روحی لہ الفدا کی لاش تک لے جانا اور اُس کو تڑپتے ہوئے پانا اور آنکھوں کے سامنے اُس کی رُوح کو مفارقت کرتے ہوئے دیکھنا۔ اللہ اکبر کس قدر عظیم مصیبت ہے۔ پھر اس پر بھی تحمل کرنا کیا کسی کا جگر ہے جو اس کو سہہ سکے۔

العیاذ باللہ

نمبر ۱۴ - تمام عزیز و اقارب۔ اعوان و انصار کے دو پہر میں شہید ہوجانے پر خیمہ سے رونے کی آواز کا آنا اور آپ کا در خیمہ تک جانا اور دریافت حال کرنا اور ننھے بچے حضرت علی اصغر علیہ السلام کی پیاس کا حال معلوم ہونا اور اُس بچہ کو منگا کے اپنے ہاتھوں پر فوج اشقیا کے سامنے لیجانا۔ پانی مانگنا۔ اور اسپر یہ کہنا کہ اگر تم کو خیال ہو کہ میں اس کے بہانہ سے پانی لیکر پی لوں گا تو۔ لو۔ اسے میں زمین پر لٹا دیتا ہوں تم ہی آکر اسے پانی پلا جاؤ۔ کیونکہ یہ بچہ بالکل معصوم ہے اور قابل رحم ہے۔ اس کے جواب میں دشمنوں کا یہ کہنا کہ ٹھہر واسے حسین علیہ السلام ہم ابھی اسے سیراب کئے دیتے ہیں۔ اور حرملہ کا ایک تیر سہ شعبہ (تین بھال کا تیر) مارنا جو اُس بچے کے گلے سے پار ہو کر آپ کے بازو کو توڑ گیا ہو اور بچہ مُنہ کھول کر اور سسک کر رہ گیا ہو اور آپ دیکھا کئے اس مصیبت کو کس باپ کا دل اُٹھا سکتا ہے؟ کیا اُس کی آنکھوں میں عالم اندھیر نہ ہو جائے گا؟ کیا اُس کے حواس باقی رہ سکتے ہیں؟ کیا سر پھوڑ کر نہ مر جائیگا؟ مگر واہ رے تحمل! اور واہ رے ثبات قدم! یہ پامردی ہے کہ پھر بھی کچھ نہ کہا۔ اور بچہ کو اپنے ہاتھ سے تلوار سے مٹی ہٹا کر دفن کر دیا۔ کیا کسی صابر کی نظیر اس کے مقابلہ میں پیش کی جاسکتی ہے؟ ع

این خیال است و محال است و جنوں

نمبر ۱۵ - خیمہ میں اہل حرم کا بیتاب ہونا اور بچوں کا پیاس سے العطش العطش کا شور کرنا اور کبھی گھبرا گھبرا کر باہر چلا آنا اور آپ کا اس قدر قادر نہ ہونا کہ اُن کی پیاس بجھا سکیں۔ کیا کوئی شخص اس حالت کو دیکھنا گوارا بھی کر سکتا ہے؟ یہ عام بات ہے کہ جب کسی کے بچے کسی بات پر مچلتے ہیں یا کسی ضرورت کو اپنے بزرگ کے سامنے پیش کرتے ہیں تو انسانی فطرت کا مقتضا ہے کہ وہ اسکی انجام دہی کی فکر کرتا ہے اور جس صورت سے ممکن ہوتا ہے مہیا کر کے انکو دیتا ہے اور جب تک انہیں خوش نہیں کر لیتا اُسوقت تک اُس کی حالت عجیب رہتی ہے۔ پھر کیا یہی حالت جناب امام حسین علیہ السلام کی نہ تھی؟ کیا اسکو اپنی حالتوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا؟ اور کیا اس حالت کے دیکھنے کے واسطے بہت بڑے جگر کی ضرورت نہیں ہے؟

نمبر ۱۶ - عرب کی تاریخ دیکھو اور اُن کے پولٹیکل اور سوشل (ملکی و قومی) امور پر غور کرو۔ اور اُنکی حمیّت و غیرت کو خیال کرو۔ پھر آؤ جناب امام حسین علیہ السلام کی طرف اور دیکھو کہ آپ تنہا رہ گئے۔ کوئی مونس ہے نہ مددگار۔ نہ یاور نہ انصار ہے

نہ لشکر ہے نہ سپاہ ہے نہ کثرت الناس ہے ۔۔۔ نہ قاسمؑ نہ علی اکبرؑ ہے۔ عباس ہے

یا آپ اکیلے ہیں یا خیموں میں کچھ پردگیان عصمت و طہارت۔ عترت رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم و اولاد بتول علیہا السلام۔ انکی شرافت خاندانی پر غور کرو اور فضیلت حسبی نسبی پر لحاظ کرو۔ پھر بتاؤ کہ جناب امام حسین علیہ السلام کے دل کی اُس وقت کیا حالت ہوگی۔ آپ خیال کرتے ہوں گے کہ میں تھوڑی دیر کا مہمان ہوں۔ چند ساعت میں میرا تو خاتمہ ہے۔ اب اہل حرم ہیں اور فوج یزیدی۔ جسکے ساتھ عرب کی حالتوں کو دیکھنے سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ جب ایک دوسرے پر غالب ہے تو مغلوب کے لڑکے، بچے، عورتوں اور کنیزوں کو قید کر کے لیجاتا ہے اور ذلیل سبایا میں اُن کو داخل کرتا ہے۔ مگر جناب امام حسین علیہ السلام سا بہادر دیکھ رہا ہے اور سمجھ رہا ہے کہ یہ

سب کچھ ہونے والا ہے اور فقط یزید کی ایک بیعت کر لینے سے اس مصیبت سے بچاؤ ہے مگر جو نکتہ سمجھتے ہیں ایسے فاسق کی بیعت کو اختیار کر لینا دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں بہت بڑی خرابی لائیگا اور عموماً یہ سمجھا جائیگا کہ اگر یزید حق پر نہ ہوتا تو جناب امام حسین علیہ السلام کے ایسا دین پرست اور مقتدا ان کیوں اس کی بیعت کر لیتا آپ اس وجہ سے اس کی بیعت منظور نہیں کرتے اور سمجھ بوجھکر اس بلا کو اپنے سر پر لینا گوارا کرتے ہیں اور کیا کوئی ایسا ہو کہ اسی رائے پر ثابت قدم رہے کیا اس صبر سے بڑھکر کوئی دوسرا صبر ہو سکتا ہے؟

نمبر ۱۷۔ خیال کرو جناب امام حسین علیہ السلام تین دن کے پیاسے ہیں اور پیاس بھی ایسی ہے جس کا اندازہ شاید انسانی قوت دماغیہ کے ادراک سے باہر ہو اب مبارزطلبی ہو رہی ہے آپ خیمہ میں تشریف لے گئے ہیں اور سب کو سمجھا کے وداع کیا ہے اور گھوڑے پر سوار ہو کے میدان میں آئے اور اشقیا کو نصیحت آمیز کلمات سے سمجھاتے ہیں۔ اس کے جواب میں برابر تیر برسائے جاتے ہیں۔ پتھر پھینکے جاتے ہیں زخم پر زخم پڑ رہے ہیں مگر آپ ان کو ہدایت کی راہ بتا رہے ہیں کیا کوئی اور بھی ایسا کر سکتا ہے؟ ہاں فقط اس مقام پر حضرت نوح علی نبینا و علیہ السلام کی نظیر پیش کر سکتے ہیں۔

نمبر ۱۸۔ پہلے تو فرداً فرداً عزیز و انصار کی لاشیں دیکھی تھیں اب سب کو ایک مقام پر مجتمعاً دیکھ رہے ہیں کہ ایک طرف عباس علیہ السلام شانے کٹائے ہوئے آرام کر رہے ہیں دوسری طرف حضرت علی اکبر علیہ السلام قیامت کی نیند سو رہے ہیں کہیں قاسم علیہ السلام ہیں کہیں عون و محمد علیہما السلام ہیں۔ ایک طرف بہادران عرب آپ کے اصحاب بھی جام شہادت سے سیراب ہو کے حشر تک سونے کا قصد کر کے غافل پڑے ہیں کسی کے بدن پر سر نہیں ہے تو کسی کے ہاتھ قلم ہو گئے ہیں کسی کا سینہ برچھی سے گھائل ہے تو کسی پر سینکڑوں تلواروں اور نیزوں کے زخم ہیں خون کے تھالے ان کی لاشوں کے گرد جمے ہیں اور آپکا فرمانا کہ یا ابطال الصفا یا فرسان الهیجا مالی اناديكم فلا تجيبوني وادعوكم فلا تسمعوني انتم نيام ارجوكم انت تنتبهون ام حالت مودتكم عن امامكم فلا تنصرونه فهذه نساء الرسول صلى الله عليه وآله وسلم لفقدكم قد علاهن النحول فقوموا عن نومكم ايها الكرام وادفعوا عن حرم الرسول صلى الله عليه وآله وسلم الطغاة اللئام ولكن صرعكم والله ريب المنون وغدر بكم الدهر الخئون والا لما كنتم عن دعوتي تقصرون ولا عن نصرتي تحتجبون فها نحن عليكم مفتجعون وانا بكم لاحقون فانا لله وانا اليه راجعون۔

خدا کے لئے کوئی بتائے کہ اس عالم کا دیکھنا والا اور پھر متحمل رہنے والا کوئی بھی دنیا میں گزرا ہے؟

نمبر ۱۹۔ جناب امام حسین علیہ السلام کی شرافت حسبی اور نسبی اور جاہ و جلالت اور قدر و منزلت کو دیکھو اور ان کلمات ناز یبا کو سنو جو ان کی شان میں کہے جاتے ہیں کوئی کہتا ہے یا ابن فاطمہ (علیہا السلام) (حالانکہ عرب کے نزدیک ماں کا نام مجمع عام میں لینا انتہا درجہ کی غیرت کی حالت ہے اور اس پر سینکڑوں سر کٹ جاتے ہیں) کوئی کہتا ہے تمہاری نماز قبول نہیں ہوئی۔ کوئی کہتا ہے ہم سے کیا پانی مانگتے ہو تم تو کہتے ہو کہ جناب علی ابن ابی طالب علیہما السلام ساقی کوثر ہیں۔ کیوں انہیں سے پانی مانگتے مگر وہ بڑے پیاسے تمہیں آب کوثر پلائیں گے کوئی کہتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام معاذ اللہ (نقل کفر کفر نباشد) قبل آتش جہنم کے آتش دنیا میں جلتے ہیں وغیرہ۔ اور آپ سن رہے ہیں۔ کیا جناب امام حسین علیہ السلام سا کوئی اور آدمی بھی ان کلمات کو سننے کی تاب لا سکتا ہے؟ اسے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ فقط جناب امام حسین علیہ السلام ہی کا دل ہے جو سب کچھ سہہ رہا ہے اور اپنے نانا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت کی خاطر سب کچھ گوارا کر رہا ہے۔

نمبر ۲۰۔ اب ظہر کا وقت ختم ہو چکا ہے شام قریب ہے جناب امام حسین علیہ السلام اپنی حجت تمام کر چکے ہیں۔ دیکھو دل ایسے ہوتے ہیں اور شجاع اس کو کہتے ہیں۔ تلوار میان میں سے لی ہے اور فوج یزید پر ایسا حملہ کیا ہے کہ کوفہ کے بازاروں تک میں آدمی گر گر پڑے ہیں۔ اور اسی طرح متواتر تین حملے کئے ہیں جن میں ہزاروں کو فی النار کر دیا ہے اور پھر مستقل اپنے مرکز پر کھڑے ہوئے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کوئی مصیبت پڑی ہی نہیں تھی کبھی کوئی غم دیکھا ہی نہیں تھا پیشانی پر بل تک نہیں ہے کیا کوئی ایسا بہادر بھی گزرا ہے کہ اتنی مصیبتوں کے بعد اس قدر شجاعت دکھلا سکے؟ آخر میں آپ کو اس قدر آدمیوں کو قتل کر کے رحم آتا ہے کہ ہائے اس قدر امت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی فقط میرے واسطے

اور یہ سوچ کر میان میں تلوار رکھ لیتے ہیں۔ کیوں۔ کوئی بتائے کہ اس موقع پر ایسی حالت میں کسی بہادر نے تلوار روکی ہو اور اپنے اختیار سے اپنا زخمی ہونا گوارا کیا ہے؟

نمبر ۲۱۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے اس خیال سے تلوار میان میں رکھ لی کہ خواہ مخواہ امت جد کیوں قتل ہو اور ان کو کچھ بھی رحم نہیں آتا دیکھتے ہیں کہ آپ پیاسے بھی انتہا مرتبہ کے ہیں۔ ضعف بھی بہت ہو گیا ہے اب آپ کسی کو قتل کرنا بھی نہیں چاہتے مگر ان بزدلوں کمینہ فطرتوں کو دیکھئے جن میں سترہ سو حافظ قرآن مجتہدین اور آیۂ تطہیر، آیۂ مباہلہ آیۂ مؤدۃ القربیٰ وغیرہ کئی ہزار مرتبہ پڑھ چکے ہیں اور اب بھی یاد ہے مگر کچھ خیال نہیں کرتے بلکہ تیر پر تیر برسا رہے ہیں نیزے پر نیزے لگا رہے ہیں یہاں تک کہ ایک ہزار نو سو نناوے زخم کھا چکے ہیں۔

نمبر ۲۲۔ سر شہید کی شہادت کے وقت جناب امام حسین علیہ السلام نے شکریہ کے کلمات کہے مگر یہ ایک عجیب امر ہے کہ جب جناب علی اصغر آپ کے ہاتھوں پر شہید ہوئے اور فرمایا سر اپنا آسمان کی طرف بلند کیا اور مسکرائے اور بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ الحمد للہ میں اپنے بار امانت سے ادا ہو گیا یہ قربانی بھی قبول ہو گئی۔ مجھے خوف تھا کہ مباد جس طرح حضرت اسمٰعیل علی نبینا و علیہ السلام کی قربانی میں بداء واقع ہوا کہیں یہاں بھی ایسا نہ ہو اور مجھ کو افسوس کرنا پڑے تیرا شکر ہے کہ تو نے اس ناچیز ہدیہ کو بھی قبول کر لیا۔ اہل انصاف اب بتاؤ کہ کسی کے باپ کا بھی دل ہو کہ بیٹا تو ہاتھوں پر مارا جائے اور آپ سجدے کریں خوش ہوں۔ اگر اس میں کوئی خاص راز نہیں ہے جسے ہم تم نہیں سمجھتے تو کیا ہے؟

نمبر ۲۳۔ آپ گھوڑے سے زمین پر جس وقت تشریف لائے اور شمر بے حیا ذبح عظیم کا مرتکب ہونے لگا تو حضرت کے لب ہائے مبارک کو حرکت میں دیکھ کر سمجھا کہ آپ اس شقی کو بد دعا دیتے ہیں ملعون نے کان لگا کر سنا تو آپ یہی فرماتے تھے اے میرے رب اے میرے خالق تو فرما چکا ہے میں تو اپنا وعدہ پورا کر چکا اب تیرا وعدہ پورا کرنے کا وقت ہے اے میرے خالق میری شہادت پر میرے نانا کی امت کو بخش دے۔ کیوں اہل اسلام! کیا اب بھی کوئی حد باقی رہ گئی ہو جہاں تک جناب امام حسین علیہ السلام سبط رسول الثقلین فخر ذبیح و زکریا۔ انتہا رالیہ و یحییٰ علیہم السلام نہ پہنچے ہوں؟ اور کیا امتحان کا کوئی پہلو اٹھا رہا؟

جس میں جناب امام حسین (علیہ السلام) المظلوم کامیاب ہوئے ہوں؟

دیگر انبیاء علیٰ انبیاء و علیہم السلام کی قربانیوں کی مماثلت

نہ من بر آں گل عارض غزل سرایم و بس
کہ عندلیبِ تو از ہر طرف ہزار انند

اگرچہ یہ بات ثابت ہے کہ اکثر انبیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام کے زمانہ میں قربانی کی رسم تھی اور ہر ایک نبی اور اس کے وصی خدائے سبحانہ و تعالیٰ کی جناب میں قربانی بھیجتے تھے جس کی ابتدا حضرت ہابیل علیہ السلام سے ہوئی اور انتہا در جناب امام حسین علیہ السلام پر مگر ناظرین کو اس مقام میں دو باتیں دیکھنی ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ اُن کی قربانیوں کی کیا حدیں تھیں دوسرے یہ کہ ان کی قربانیوں کو مقبولیت میں کتنا حصہ ملا کسی نبی کے زمانہ میں غلہ سے قربانی ہوتی تھی کسی کے زمانہ میں بہائم (حیوانات) سے جن کی بابت ہر شخص کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ حیوانی اور غلی قربانی کو انسانی قربانی سے کوئی نسبت نہیں ہے اور فقط اتنی ہی بات سے ہم کو اگلے انبیاء کی قربانیوں میں حسینی قربانی میں نسبت دیکھنے کی ضرورت پڑی اب ان لوگوں کو دیکھئے جنہوں نے انسانی قربانی کی اس بارے میں تواریخ جہاں تک شہادت دیتی ہے انکی بیانات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ایسی قربانی فقط دو شخصوں نے کی ایک حضرت ابراہیم علی نبینا و آلہ و علیہ السلام ہیں جبکہ حضرت اسمٰعیل و حضرت اسحاق علی نبینا و علیہما السلام کو بدا کی قربانی کے واسطے ذبح کرنے پر آمادہ ہوئے دوسرے حضرت عبد المطلب ابن مناف علیہما السلام ہیں جبکہ اپنے چھوٹے بیٹے عبد اللہ علیہ السلام کے ذبح پر تیار ہوئے مگر اب ان دونوں قربانیوں کے فرق مابہ الامتیاز کو ملاحظہ فرمایئے حضرت ابراہیم علی نبینا و آلہ و علیہ السلام کی قربانی فقط ایک دنبہ سے بدل گئی گو جنتی ہی۔ نہ حضرت اسمٰعیل و اسحاق علی نبینا و علیہما السلام کے بدلے میں آیا اور ذبح ہوا لیکن تاہم یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اس قربانی میں بداء واقع ہوا جس کا افسوس حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کو بعد ہوا اور حضرت عبد المطلب علیہ السلام کی قربانی سو اونٹوں سے بدل گئی اگرچہ سو اونٹوں کی تعداد بہت ہوتی ہو اور درحقیقت سو اقتدار

کثیر مال کا خدا کی راہ میں دے ڈالنا بہت بڑا امر عظیم ہے مگر اس حد پر نہیں جو حضرت عبداللہ علیہ السلام کی برابری کر سکے ہم کو اس کے کہنے میں مطلق باک نہیں ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیٰ نبینا و آلہ و علیہ السلام کے بدلے میں جو گوسفند ذبح ہوا وہ یقیناً اس بات کو بتلاتا ہے کہ انکا مرتبہ خدا کے نزدیک اس قدر تھا کہ ایک دنبہ کے عوض میں (اگرچہ وہ جنتی ہی سہی) اور لاکھوں اونٹ کے بجائے کیوں نہ مان لیا جائے چھوڑ دیئے گئے اور اس بات کو ظاہر کر دیا گیا کہ ان کا بدل ممکن ہے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ علیہ السلام کا عوض سو اونٹوں سے ہو گیا لیکن جناب امام حسین سبط رسول الثقلین علیہ السلام من رب المشرقین کی ہر ایک قربانی اس حد پر تھی کہ اس کا بدل کچھ بھی ممکن نہیں تھا نہ دنیاوی چیزوں میں نہ آخرتی چیزوں میں ورنہ لا محالہ اسی طرح اس کا معاوضہ بھی کر دیا جاتا جس طرح اگلی قربانیوں کا کیا گیا اور جب جناب امام حسین علیہ السلام کی قربانیوں کا عوض نہ ہو سکا تو پھر خود جناب امام حسین علیہ السلام کی ذاتی قربانی کا کیا بدل ہو سکتا تھا اس لئے ہم کو اس بات کے کہنے کی جرأت بے تکلف ہوتی ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کو دنیا و مافیہا اور آخرت و مافیہا کی تمام چیزوں پر بحیثیت مجموعی نہ فقط فرداً فرداً اسقدر فضیلت حاصل ہے کہ کبھی انسانی خیال کیا ملکوتی خیال بھی اس حد تک نہیں پہنچ سکتا یہاں تک کہ ملائکہ تک نے بھی بھی فدیہ ہونا چاہا مگر منظور نہ ہوا۔

اب کیا چیز جناب امام حسین علیہ السلام سے افضل و بہتر ہو سکتی ہے؟ اسی وجہ سے خداوند کریم نے اپنے قرآن محکم میں ان کو ذبح عظیم سے تعبیر فرمایا ہے اس قربانی کی وقعت خدا کے نزدیک بھی اس درجہ پر تھی کہ اس کو عظیم کے لفظ سے تعبیر فرمایا فی الحقیقت یہ خصوصیت جناب امام حسین علیہ السلام کو ایسی حاصل ہے کہ ہرگز کسی کو اسمیں شرکت نہیں بلکہ اس کا عشر عشیر بھی کسی کو نہیں ملا دیکھئے تو کہ نہ تو اس قربانی میں بدل واقع ہوا نہ تغیر واقع ہوا۔ نہ تغیر مقبول ٹھہرایا گیا گویا کسی چیز سے اس کا معاوضہ نہیں کیا گیا پھر کس حد پر اس کی عظمت ہونی چاہیے اور کس حد پر اس کی قبولیت کو سمجھنا چاہیے؟ یہی سبب تھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام اپنے چھوٹے صاحبزادے حضرت علی اصغر علیہ السلام کی قربان ہو جانے پر خوش ہوئے اور فرمایا۔ الحمد للہ میری یہ قربانی بھی درجۂ قبولیت تک پہنچ گئی اور کسی قسم کا خدشہ اس کی قبولیت میں حارج نہ ہوا جس طرح اگلی قربانیوں میں ہوتا رہا (شہیدِ اسلام مطبوعہ عماد الاسلام مؤلفہ مولوی سید محمد ہارون صاحب قبلہ مدظلہ (از صفحہ ۴۴ تا ۴۶)

اب تو ہمارے ناظرین کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ جناب امام حسین علیہ السلام کے بے نظیر واقعات کو دنیا کے کسی اور واقعہ سے کسی طرح مثال نہیں دیا جا سکتا۔ اگرچہ حضرت نوحؑ۔ حضرت یحییٰ۔ حضرت ابراہیم حضرت ایوبؑ۔ حضرت ذکریا۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت جرجیس علیٰ نبینا و آلہ و علیہم السلام من رب الکرام پر بھی سخت سے سخت مصائب گزرے ہیں جو اس وقت تک تاریخوں میں محفوظ ہیں مگر وہ تمام مصائب خاص طور پر ان میں سے ہر ایک بزرگوار پر گزرے کسی کو پتھروں کی مار برداشت کرنی پڑی کسی کو جلتی ہوئی آگ میں پڑنا پڑا کسی کے سر پر آرہ چلایا گیا کسی کا سر کاٹا گیا کوئی سولی دیا گیا۔ اور کوئی درندگان مردم خوار کے ہجوم میں چھوڑ دیا گیا اسمیں شک نہیں کہ یہ تمام مصائب ناقابل ضرور تھے مگر ایک ہی صورت میں ہر دفعہ مصیبت جداگانہ شکل سے واقع ہوئی مگر جناب امام حسین علیہ السلام کے مصائب کو دیکھو تو معلوم ہو کہ ع

ایک جان لاکھ طلبگار عیاذاً باللہ

اس تن واحد کے لئے آروا خنالہ الف الف اتلواریں بھی ہیں تیر بھی ہیں نیزے بھی ہیں خنجر بھی ہیں۔ غرض کوئی ایسا حربہ نہیں ہے جو اس جسم مبارک کے لئے تیار نہیں ہے تلواروں کی مار علیحدہ ہے تیروں کی بوچھار جدا نیزوں کی نوکیں بھی چبھوئی جاتی ہیں مگر کے وار بھی کئے جاتے ہیں اس پر بھی بس نہیں کی جاتی جو بیرحم اشقیاء۔ حملہ کرنیوالوں کی کثرت سے آپ تک نہ پہنچ سکتے تھے اور اپنے عقائد میں (معاذاللہ) اس ثواب سے محروم رہے جاتے تھے وہ دور سے آپکے جسم مبارک کو پتھروں اور اینٹوں ہی سے چور چور کر رہے ہیں ان کی بے رحمی اور شقاوت کی تو یہ صورت ہے اور جناب امام حسین علیہ السلام کے صبر و شکیبائی کی یہ شان ہے کہ تلوار میان میں کئے گردن جھکائے سکوت کے عالم میں گھوڑے پر بیٹھے ہیں اور اپنی تھرتھرائی ہوئی آواز سے فرما رہے ہیں:۔

اللھم انت ثقتی فی کل کرب و رجائی فی کل شدۃ و انت لی فی کل امر نزل بی ثقۃ و عدۃ من کرب تضعف فیہ الفؤاد

وتقل فیہ الحیلۃ ویخذل فیہ الصدیق ویشمت بہ العدو وانزلتہ بک وشکوتہ الیک رغبۃ منی الیک عمن سواک ففرجتہ وکشفتہ فانت ولی کل نعمۃ وصاحب کل حسنۃ ومنتھی کل رغبۃ

خداوندا! تو میرا معتمد علیہ ہے ہر ایک اضطراب میں اور میری امیدگاہ ہے ہر سختی میں اور جو ہر اس امر میں جو مجھ پر نازل ہو میرا معتمد علیہ ہے اور بہتیرے ایسے حالاتِ کرب ہیں جن میں دل ضعیف ہو جاتا ہے اور حیلہ ان میں بے کار ہو جاتا ہے اور دوست ان میں ترکِ رفاقت کر دیتا ہے اور دشمن قہقہے اڑاتے تجھی پر میں بھروسہ کرتا ہوں مگر جبکہ میں نے کسی ایسے امر کو تیرے سامنے پیش کیا اور اس کی شکایت تجھ سے کی اور اپنی رغبتِ قلب سے تیری ہی طرف توجہ کی اور دوسروں سے منہ پھیر لیا تو بس تو نے اسے صاف کر دیا اور دفع کر دیا کیونکہ تو ولی ہے ہر نعمت کا اور صاحب ہے ہر نیکی کا اور منتہا ہے ہر رغبت کا اور کبھی یوں ارشاد فرماتے تھے

یا دائم یا دیموم یا حی یا قیوم یا کاشف الغم یا فارج الھم یا باعث الرسل یا صادق الوعد اللھم ان کان عندک رضوان وود فاغفر لی ولمن اتبعنی من اخوانی وشیعتی وطیب ما فی صلبی برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اے ہمیشہ رہنے والے! اے زندہ و قائم! اے غم و ہم کے دور کرنے والے اے رسولوں کے بھیجنے والے اے سچے اور معتبر وعدے فرمانے والے اگر تیری شفقت اور احسان کی مرضی ہے تو مجھ کو اور میرے بھائیوں کو اور دوستوں کو جو میری اطاعت میں ہیں بخش دے اور میرے اعقاب و اخلاف کو پاک و پاکیزہ فرما اپنی رحمتِ خاص کے ذریعہ سے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے غرضکہ آپ یہ فرماتے جاتے تھے اور وار پر وار اور زخم پر زخم کھاتے جاتے تھے اور کچھ نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ عصر کا فریضہ ایسی حالت میں ادا کیا گیا کہ ع

زباں نکل سے تا لویں دم تکبیر پھرتی تھی

قاتل نے ذبح کرتے وقت لب ہائے مبارک کو جنباں پایا سمجھا کہ مجھ کو بد دعا فرماتے ہیں کان لگایا تو سنا ارشاد ہو رہا ہے اَو فوا بِعَھْدِیْ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ۔ دیکھو یہ ہے حقیقی صبر اور یہی اصلی صابر کی شان تب ہی تو خدائے عز و جل نے آپ کی ذاتِ قدسی برکات کو آیۂ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ کا حقیقی و اصلی مفہوم قرار فرما دیا ہے۔

ان واقعات پر تھوڑی دیر غور کرنے سے معلوم ہو جائیگا کہ آغاز سے لیکر انجام تک جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے تمام مصائب کو جس صبر و سکون و اطمینان سے برداشت فرمایا وہ اپنی آپ ہی نظیر ہے پھر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ سوائے آپ کے کسی دوسرے کی قامت پر نفسِ مطمئنہ کا خلعتِ گرانمایہ درست آ سکتا ہے؟ جس طرح جناب امام حسین علیہ السلام جتنے اور جیسے جیسے مصائب اور شدائد پر بہمہ تن راضی رہ کر اپنے پروردگار کے دربار میں پہنچے اس طرح کسی دوسرے کو قربتِ خدا حاصل نہیں ہوئی انہی وجوہ سے اس نفسِ مطمئنہ کے مقدس مخاطب کو دربارِ ایزدی سے راضیۃ مرضیۃ کا معزز خطاب عنایت فرمایا گیا اور یہ خصوصیت کہ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

یہی وہ خصوصیات ہیں جو اور لوگوں کے واقعات میں نہیں پائی جاتیں ان سے پہلے جن مقدس بزرگواروں نے مصائب اٹھائے ہیں وہ صرف اپنی واحد ذات پر اور وہ بھی ایک ہی قسم کی مصیبت یہاں تو تمام ایسے اصحاب و احباب جن کی مفارقت ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا نہیں جا سکتی تھی نہایت بے رحمی سے قتل کئے گئے ان کے بعد گھر کے چھوٹے بڑے اقربا جو جان سے زیادہ عزیز تھے آنکھوں کے سامنے گوسفندانِ قربانی کی طرح بے دانہ پانی ریگِ گرم پر ذبح کر دیئے گئے دودھ پیتا بچہ، وہ جس پر کافر کو کافر بھی رحم کرتا اور جس کی کم سنی پر سنگدل بھی ترس کھاتا صرف پانی مانگنے کے جرم میں تیر سہ پہلو کا نشانہ بنا دیا گیا سوائے جناب امام حسین علیہ السلام کے کسی اور کی نسبت کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان بزرگ نے بھی ایسے ہی مصائبِ عظیمہ اٹھائے ہیں اور کیا ان کے بھی جگر احباب عزیز و اقارب ننھے ننھے بچے ان کی آنکھوں کے سامنے قتل کئے گئے ہیں؟ خاصانِ خدا میں ہم کو کہیں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی اگر جناب آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت خاتم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک تمام بزرگواروں کے حالات اور واقعات ایسی مثالوں سے بالکل خالی

پائے جاتے ہیں اس لیئے ہر شخص ہمارے اس مضمون کو پڑھکر بآسانی تصفیہ کر سکتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام پر تمام انبیاءؑ مصائب و شدائد کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ ان میں سے بعض مخصوص مصائب انبیائے سابقین علی نبینا علیہم السلام کو برداشت کرنے پڑے مگر بہت سی مصیبتیں ایسی شدید و عظیم تھیں جن کے برداشت کرنے کی تکلیف ان مقدسین سلام اللہ علیہم اجمعین کو نہیں دی گئیں اور ان کے تحمل کا سہرا جناب امام حسین علیہ السلام ہی کے سر بندھا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

جس طرح ہم نے یہ آیہ يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ کا اصلی مفہوم اپنے ناظرین کو سمجھا دیا اسی طرح ہم کو مناسب ہے کہ ایک دوسرے آیۂ قرآنی کا اصلی مقصد بھی اپنے ناظرین کے ذہن نشین کرا دیں جو باتفاق مفسرین جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے مخصوص تعلق رکھتا ہے ہم اس بحث سے پہلے بھی کئی جگہ حضرت اسمٰعیل علی نبینا وعلیہ السلام کی قربانی کے متعلق کچھ نہ کچھ لکھ چکے ہیں اور یہ آیۂ ہدایہ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ کا ذکر کر گئے ہیں چنانچہ اس کی نسبت ہمارے معزز۔ معتبر اور مقتدر ہمعصر عالیجناب شیخ احمد حسین صاحب رئیس پریا نواں تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ آپ کو معلوم ہے جس کی نسبت خداوند عالم نے فرمایا ہے اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ کے معنی تو صاف ہیں کہ فی الواقع یہ ایک روشن امتحان ہے لیکن وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ کا مطلب سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے کس ذبح عظیم یعنی قربانی بزرگ کے بدلے حضرت اسمٰعیل علی نبینا وعلیہ السلام کو بچا لیا سنو! فی الحقیقت وہ ذبح عظیم جس کا ذکر اس آیۂ کریمہ میں ہے وہ وہی تھا جو عاشورا محرم الحرام کو کربلا کی قیامت خیز میدان میں بروز جمعہ وقت ظہر واقع ہوا۔ اور حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کے فرزند حضرت اسمٰعیل علی نبینا وعلیہ السلام کی ناتمام قربانی کو حضرت علی علیہ السلام کے لخت جگر جناب امام حسین علیہ السلام نے کامل کر دیا"

اخبار صحیحہ سے ثابت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام نے حسب منشائے حکم باری عز اسمہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو قربانی کرنا چاہا اور بعدہٗ بموجب ارشاد رحمانی اس عمل سے باز رکھے گئے تو آپ کو حزن و ملال کے ساتھ یہ خیال پیدا ہوا کہ جس قربانی کیلئے وہ کئی بار بشدت مامور کئے گئے تھے پھر اس سے باز کیوں رکھے گئے پس حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ بیشک یہ تو ایک کھلی آزمائش ہونے والی ہے اور ہم نے اسمٰعیل علیہ السلام کو ایک بڑی قربانی کے بدلے بچا لیا۔ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام نے بڑی قربانی کو دریافت کیا تو ارشاد ہوا کہ اے ابراہیم علیہ السلام تیرا فرزند اسمٰعیل حامل نور خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس وجہ سے ہم نے تیرا امتحان لیکر اسمٰعیل علیہ السلام کو بچا لیا پھر حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے خلیل اللہ علیہ السلام کی نظروں سے رفع حجاب فرمایا کہ آپ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل باصفا علیہم التحیۃ والثنا کا رتبہ جلیلہ مشاہدہ فرمائیں جب آپ نے یہ منظر عالی منزلت ملاحظہ فرمایا تو بہت ہی محفوظ ہوئے اور جناب امام حسین علیہ السلام کو دیکھکر دریافت کیا کہ یہ کون ہیں جواب آیا کہ یہ اسمٰعیل علیہ السلام کے فرزند کا لخت جگر ہے یعنی دختر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا جناب امام حسین علیہ السلام ہے اے ابراہیم! تو اپنی ذات کو زیادہ دوست رکھتا ہے یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لخت جگر جناب امام حسین علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی کہ خداوندا میں جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ذات سے زیادہ اور جناب امام حسین علیہ السلام کو اپنے لخت جگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ذات سے زیادہ چاہتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ اے ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام جناب اسمٰعیل علیہ السلام کا فدیۂ عظیم یہی ہے اشقیائے امت اسی کو مع اس کے اطفال خورد سال کے تین دن کا بھوکا پیاسا۔ غربت اور بیکسی کی حالت میں نہایت ظلم وستم کیساتھ شہید کریں گے جس کو دیکھکر شجر و حجر، آسمان و زمین وحوش و طیور سب رو دیں گے جب خلیل اللہ علیہ السلام نے یہ واقعہ سنا شدت قلق سے آپ پر عالم گریہ طاری ہوا اور سرشک غم دیدہ ہائے مبارک سے جاری ہوئے خطاب آیا کہ اے ابراہیم علیہ السلام جناب امام حسین علیہ السلام کی مصیبت

کو سنکر رونا اسی ثواب کے برابر ہے جو اسمعیل علیہ السلام کی قربانی سے حاصل ہوتا (دیکھو منا ہج الطالبین قرز دینی روضۃ الشہدا حبیب السیر معارج النبوۃ وغیرہ)

تھوڑا غور کرنے سے بھی سمجھ میں آسکتا ہے کہ ذبح گوسفند کی یہ حقیقت نہیں تھی کہ حضرت اسمعیل علیہ السلام کے مقابلہ میں ذبح عظیم کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا - بات یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علے نبینا وعلیہ السلام حضرت اسمعیل علیہ السلام کو گھر سے لے چلے اور حضرت اسمعیل علیہ السلام نے چھری اور رسی کے ہمراہ لینے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ ایک گوسفند کو قربانی کرنا ہے پس حق سبحانہ وتعالےٰ نے گوسفند قربانی بھیجکر اپنے برگزیدہ نبی علی نبینا وعلیہ السلام کے قول کو پورا کر دیا اس

اس سر عجیب کو دیکھو کہ باوجود صدہا زخموں کے جناب سیدالشہدا علیہ السلام کی روح مبارک نے جسد اطہر سے اُس وقت تک مفارقت نہیں کی جبتک کہ آپ کے گلوئے مبارک تشنہ پر خنجر جفا پھر کر لفظ ذبح کا مصداق نہ ہو لیا (رسالہ البلاء المبین از صفحہ ۶ تا ۸)

یزید ابن معاویہ کے مخصوص احوال و افعال

اس بحث میں ہم مخصوص وہ حالات درج کرتے ہیں جن سے یزید کے کیرکٹر اور اس کی معاشرت کے پورے حالات معلوم ہو جائینگے اور اسی کے ساتھ ساتھ ہم اس کی تخت نشینی کے تمام اسباب اور واقعہ کربلا کے اصلی اغراض کو پوری تفصیل کے ساتھ درج کرتے ہیں جو روز ازل سے ستر خداوندی کے خزائن میں محفوظ تھے سنہ ۶۱ ہجری میں حیرت روزگار کا باعث اور عبرت اولی الابصار کا سبب ہو گئے (اصل بدا زخطا خطا نہ کند) - مرزا حیرت کا یہ لکھنا کہ یزید کی معاشرت پر اسلامی دنیا میں بالکل پردہ ہے اس لئے صحیح ماننے کی قابل ہو سکتا ہے کہ جب اسلامی دنیا سے صداقت اٹھ گئی اور نفسانیت قائم ہو گئی - طرفداری - تعصب، حرص، طمع دنیاوی غرض تمام معائب نے مسلمانوں کی دینداری، دیانت اور صداقت کو خراب و خستہ کر ڈالا اور وہ زمانہ آ لگا کہ شریعت کی گردن تخت سلطنت کے پائے سے باندھ دی گئی تو عام طور سے شاہان جابر اور فرمانروایان جائر - حاکمان شدید اور سلاطین عنید کی اخلاقی برائیوں پر پردہ ڈالنا شروع ہو گیا اور کچھ یہیں تک بس نہیں کی گئی ان کے معائب کی جگہ ان کے مصنوعی فضائل ومناقب درج ہونے لگے - مفسرین محدثین اور مؤرخین کے اعلےٰ طبقوں سے لیکر واعظین کے درجوں تک اور اسی طرح علما فضلا سے لے کر خطیب اور نقیب کے معمولی عہدہ تک ہر طبقے کا شخص سلطنت کی تجویز اور ہدایت کے مطابق اپنی تحریر اور تقریر سے یہی کام لیتا رہا اور اپنی تالیفات و تصنیفات کو انہی موضوعات سے بھرتا رہا -

ایسے تیرہ و تاریک زمانہ میں ہم کو یزید جیسے شخص کے سچے اور صحیح حالات کا ملنا البتہ دشوار ہے مگر جوئندہ یابندہ - کسی کی کوشش بیکار نہیں جاتی محنت شرط ہے - مرزا حیرت یا ان جیسے دوسرے ہواخواہان یزید کہاں تک اس کے عیبوں کو چھپائیں گے اور اس کے دھبوں کو چھڑائیں گے ؎

	بآب زمزم و کوثر سفید نتوان کرد
	گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ

زمانہ موجودہ کی اصطلاح میں تو کوثر (معاذ اللہ) ایک چھوٹا سا خیالی چشمہ ہے اور زمزم ایک معمولی کنواں - اس سے یزید کی تقدیری سیہ کاریوں کی کیا شست و شو ہو سکتی ہے اسی خیال کے مطابق میری دانست میں اٹلانٹک اوشن[۵۱] سے لیکر ساؤتھ انٹارکٹک اوشن[۵۲] کے تمام پانی کو بھی اس کے سیاہ داغ چھڑانے کی کوشش میں صرف کر دیں تب بھی وہ آلائش نہ چھوٹے اور وہ سیاہی نہ جائے لتنے پردے ڈالنے کے بعد بھی اور اتنی موضوعات کی کثرت پر بھی یزید کی معاشرت کے سچے اور صحیح حالات ہم ان کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں جن کو دیکھکر انھیں ضرور حیرت ہو گی کہ باوجود پردہ ڈالنے کے اسلام کے بدنصیبوں کی فہرست میں جیسی بیہودہ دری، رسوائی ذلت اس بدبخت ازلی کی ہوئی ویسی کسی اور کی نہیں ہوئی پھر اس کا حال اہل اسلام کو نہ معلوم ہونا کیسے صحیح مانا جا سکتا ہے مگر ہاں چونکہ بمقابلہ دوسرے لوگوں کے اس کے حالات کم پائے جاتے ہیں جس کی کافی

۵۱ (Atlantic Ocaen.) بحر اوقیانوس

۵۲ (South Antarctic Ocean.) بحر منجمد جنوبی

وحیاد پر دکھلائی جاچکی ہے اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ تعصب طرفداری اور حرصِ دنیا وی نے اس کے ذ فض (حفاظت) میں بہت بڑا حصہ لیکر اس کے حالات کو کم مشہور ہونے دیا۔ مگر مرزا حیرت کا یہ وہم کہ شیعہ علماء نے چند بے جوڑ باتیں اس کی نسبت مشہور کردی ہیں جس پر تمام دنیا نے اتفاق کرلیا ہے ایک عجیب مہمل دلیل ہے مگر اس کا کیا جواب ہوگا کہ جب ایک امر پر حسب قاعدۂ اجماع اور تواتر گر وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو سوادِ اعظم کے ہر ممبر نے اتفاق کرلیا ہے۔ پھر اس کے صحیح اور معتبر ہونے میں کسی مسلمان کو جبتک کہ وہ اپنے خارج عن الاسلام ہونیکا دعویٰ نہ کرے کیسے شبہ ہوسکتا ہے؟

مرزا صاحب کے جواب میں ہم سے بہتر ہمارے معتبر ہمعصر حضرت شاہ محمد حسن صاحب سجادہ نشین پھلواری کی تحریر ہے جسکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

واقعی مرزا صاحب سچ فرماتے ہیں ہم سُنّیوں کو یزید کی اصلی حالت کی کیا خبر اس کے اصلی حالات تو مثل تہجد گزاری، پرہیزگاری، خدا ترسی، عبادت، اصلاح، تقوےٰ اور درویشی، بزرگی اور عرفان وغیرہ سے تو جناب مرزا صاحب ہی خوب واقف ہونگے جو تمام کتب معتبرہ تواریخ وسیر وغیرہ میں موجود ہیں ہم تو یہی جانتے ہیں کہ آپ کی معاشرت ایسی پاکیزہ تھی اور ان کے حالات شریفہ ایسے اچھے تھے کہ حج وغیرہ کے لئے اپنے پدر بزرگوار کے وقت میں جب وہ مکہ مدینہ میں آئے تو وہاں بھی شراب وکباب سے باز نہ آئے پس ہم سنیوں کو جہاں تک معلوم ہے اور جہاں تک تواریخ وسیر و دیگر کتب سے پتہ ملتا ہے وہ مردود انتہا درجہ کا منہمک فی المعاصی تھا اور یہی وجہ تھی کہ عبداللہ ابن زبیر، عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن عمر اور ابو عبداللہ حسین سبطِ رسول الثقلین علیہما السلام (اکابر اہل حل وعقد) نے قطع نظر اس کی (خلافت کے مستحق ہونے کے) اُسے خلافت کے لائق نہ جانا اور اس کی بیعت نہ کی اور یہی سبب ہوا کہ اہل مدینہ نے خلع بیعت کی اور اس پر خروج کیا یہ ہے یزید کے حالات کا مشتے نمونہ از خروارے جس کے علامہ ذہبی جیسے محقق اور مستند گواہ ہیں اور تاریخی واقعات شاہد ہیں اب مجھے اس سے بحث نہیں کہ آپ (یعنی مرزا صاحب) یزید کو کیا سمجھتے ہیں۔ اگر واقعی یہ تاریخ وسیر غلط ہیں اور ذہبی، واقدی، ابن حجر، سیوطی، دمیری۔ ابن کثیر۔ ابن خلکان اور دیگر تمام محققین وعلمائے اہلسنت یزید پر بہتان کرتے ہیں جو اُسے ایسا بتاتے ہیں۔ بلکہ اس کے حالات پر پردہ پڑا ہوا ہے اور یزید درحقیقت بہت ہی پارسا۔ برگزیدہ۔ خدا رسیدہ۔ متقی۔ اور بزرگ تھا تو بہت بہتر ہے۔ خدا آپ کا (یعنی جناب مرزا صاحب کا) حشر و حساب یزید ابن معاویہ کے ساتھ کرے اور ہم لوگوں کا حشر سبطِ رسول علیہما السلام سید الشہداء سید شباب اہل الجنۃ جناب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ؎

جس کا جی چاہے ہو یزید کیا تھ
ہم ہیں اور دامنِ امام حسینؑ

(دیکھو شہادتِ حسین از صفحہ ۴۸ تا صفحہ ۵۱)

ہم اپنی موجودہ بحث میں صرف اتنی ہی تمہید لکھکر یزید کے حالات کی ابتدا کرتے ہیں۔

اتحاف النبلا میں تاریخ ابن خلکان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یزید خلیفہ عثمان کے زمانۂ خلافت میں پیدا ہوا اس کی ماں کا نام میسونہ بنت بحدل کلبیہ تھا بعض مورخین کا بیان ہے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی خبر شہادت سنکر اور اس پر یہ معلوم کرکے کہ وہ ناخلف میرے ہی صلب سے ہونیوالا ہے معاویہ ابن ابوسفیان نے عرصہ تک عورتوں سے مقاربت ترک کردی تھی قضائے کار ایک بار ایسی ضرورت واقع ہوئی جس کا دفعیہ مقاربت نسوانی کے سوا کچھ اور نہیں تھا۔ وہ سفر کا عالم تھا معاویہ تنہا تھا حکما نے بہت تلاش کے بعد میسونہ کے باپ کو معاویہ کے ساتھ عقد کردینے پر راضی کیا اور اس نے اپنی لڑکی کا عقد اس سے کردیا اسی کے بطن سے یزید کی ولادت واقع ہوئی۔

جہاں تک تاریخوں سے تحقیق کیا گیا ہے یہ معلوم ہوا ہے کہ معاویہ کے لئے یہ شادی ہمیشہ طرح طرح کے رنج وغم کا باعث بنی رہی اور کبھی میسونہ سے اور اس سے نہ بنی اگرچہ وہ صحرائی قبیلہ کی لڑکی تھی مفلس اور پریشان حال اب اس وقت شام کے دار الامارۃ اور قصر خضرا کی آرائشوں کو دیکھکر یقین تھا کہ وہ نہایت محفوظ ہوگی اور معاویہ کی متابعت محبت و الفت میں اپنی زندگی کے

(وآسانی سے اور فارغ البالی سے بسر کرے گی مگر) برعکس ان باتوں کے اُس کو معاویہ سے محبت کی بجائے سخت نفرت ہو گئی اور یہ نفرت ایسی بڑھی کہ آخر معاویہ کو اس سے قطع تعلق اور کنارہ کشی کرنی پڑی۔ اب اس قطع تعلق کی وجہ علامہ دمیری کتاب حیوٰۃ الحیوان میں یوں لکھتے ہیں :-

ولما الصلت مسئون ابنه بحدل الكلبية ام يزيد بن معاويه ونقلها من البد الى الشام وكانت ذات جمال باهر وحسن غامر اعجب بها معاوية فانشدت وقالت لمعاوية علج علوق فلما دخل معاوية عرفته من كانت سامعة بقولها هذا فقال قد رضيتني حتى جعلتني علجا علوقا فهي طالق ثلاثه ولتاخذ جميع ما هو في القصر فانه لها ثم سيرها الى اهلها بنجد وكانت حاملة بيزيد فولدته وارضعته سنين ثم اخذه به معاويه منها۔

جب میسونہ بنت بحدل الکلبیہ مادرِ یزید سے معاویہ نے ملاقات کی تو اُسکو نجد سے شام میں بلایا۔ میسونہ بہت بڑی صاحب حسن و جمال اور قبول صورت تھی۔ معاویہ اس پر فریفتہ تھا۔ میسونہ نے معاویہ کی نسبت اشعار کہے اور ان میں اس کو علج علوق (ناک چھدے ہوئے بچھڑے) سے تشبیہ دی۔ معاویہ اس وقت قصر میں آیا جب وہ یہ اشعار پڑھ رہی تھی اس نے ان اشعاروں کو اُسے پڑھتے ہوئے سن لیا تو میسونہ سے پوچھنے لگا کہ کیا تو مجھ سے رضامند اور خوشنود نہیں ہے کہ مجھکو ایسے کریہ الفاظ علج علوق سے مثال دیتی ہے پس اس کو تین طلاق دیئے اور جو کچھ اس کا اثاثہ قصر میں تھا اسے دیدیا پس وہ اپنے لوگوں سے نجد میں جا ملی۔ اور اس کو یزید کا حمل ہو چکا تھا پس اسی صحرا میں یزید پیدا ہوا۔ اور دو برس تک ماں نے پاس پرورش پاتا رہا اس کے بعد معاویہ یزید کو اس کے پاس لے آیا مؤرخ ابو الفدا بھی بذیل تذکرۂ یزید ابن معاویہ لکھتے ہیں :-

یزید کی ماں میسونہ بنت بحدل الکلبیہ تھی وہ اپنی ماں کے ساتھ اسی کے کنبہ میں درمیان بادیہ کلب کے رہا کرتا تھا یزید اور اس کی ماں کے بھیجنے کا باعث یہ تھا کہ یزید کی ماں میسونہ مذکورہ ایک روز یہ شعر پڑھ رہی تھی منجملہ ان اشعار کے یہ شعر بھی تھا :-

وخرق من بنی عمی نقیف   احب الی من علج عنیف

کاش کہ میں بیاہی جاتی اپنے عزیب اور رشتہ دار جیسا دبلا پتلا کیوں نہ ہو تو اس کو میں اس گوسالہ کا خور کے مقابلہ میں بہتر سمجھتی۔ معاویہ نے کہا کہ میسونہ مجھے گوسالہ پرگاہ خور سے مثال دیتی ہے اگر تجھ کو میرے گھر میں رہنا منظور نہیں ہے تو جا اپنے کنبے میں رہ اس لئے وہ بنی کلب کے جنگل میں جہاں اس کا ملک تھا چلی گئی۔ یزید کو بھی اپنے ساتھ لیتی گئی اس نے اپنے نانا کے گھر پرورش پائی (ترجمۂ تاریخ ابو الفدا مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۶۷)

عرب کے مشہور مؤرخ عبوتی منصوری نے اپنی تاریخ زبدۃ الفکرہ فی تاریخ الہجرہ میں کہ خاص بنی اُمیّہ کے حالات میں لکھی گئی ہے بالکل یہی واقعہ لکھا ہے اور میسون بنت بحدل کلبیہ کے یہ اشعار لکھے ہیں :-

للبس عباءة وتقر عینی   احب الی من لبس الشفوف
وبیت تخفق الارياح فيه   احب الی من قصر المنيف
واصوات الرياح بكل فج   احب الی من الدفوف
وكلب ينبح الاضياف منه   احب الی من هر الوف
وبكر تتبع الاظعان صعب   احب الی من بغل زفوف
واكل الضب واليربوع ذابي   احب الی من اكل الرغيف
وخرق من بني عمي نقيف   احب الی من علج عنيف

میری عبا کا یہی موٹا کپڑا میری آنکھوں کو ٹھنڈا رکھنے والا اور میں اسی کو لباسہائے فاخرہ سے زیادہ پسند کرتی ہوں اور میں ایسے گھر کو جس میں ہوا شکل سے آتی ہو اس قصرِ بلند سے زیادہ پسند کرتی ہوں اور مجھکو ہوا کی وہ آوازیں جو گڑھے میں گونجتی ہیں ان آوازوں سے زیادہ پسند ہیں جو باجوں میں بھری جاتی ہیں اور میں اس کتے کو جو مہمان کی پاسبانی کرتا ہے ہزاروں بلیوں سے کہیں زیادہ پسند کرتی ہوں اور دوشیزہ اونٹنی میرے نزدیک ناقہ بچہ دار سے کہیں زیادہ بہتر ہے اور میرے جانوروں کا سوسمار اور دراز گوش کھانا میرے نزدیک روٹی کے ٹکڑوں سے کہیں زیادہ مرغوب ہے میں اپنے بنی اعمام میں سے ایک دلیر اور شریف النسل جوان کو بمقابلہ اس کا فربہ ہونا کے زیادہ پسند کرتی ہوں۔

معاویہ نے اپنی نسبت ایسی سخت اور صاف ہجو سن کر میسون کو طلاق دیکر اس کے گھر کی طرف بھیج دیا۔

مگر ایں گل دیگر شگفت۔ صاحب ناسخ التواریخ کتاب تجارب السلف سے اس طلاق کا کچھ اور باعث بتلاتے ہیں، چنانچہ اس کی اصلی عبارت یہ ہے کہ:-

پدر میسون بجدل را غلامے بود کہ سفاح نام داشت۔ میسون با وے باب ساز و نیاز فراز بود از وے حامل گشت و آں گاہ بسرائے معاویہ آمد چوں شیر طی برداشت و حملش ہنوز آشکارہ نبود ایں معنی پوشیدہ نماند تا آنکہ بیسکہ بار فرو نہاد معاویہ او را پسر خویش دانست و نام یزید بر وے بخواند ایں بود تا ایں ہنگام کہ معاویہ از میسون برنجید و او را طلاق گفت او برفت با اہل خویش پیوست و در دوارین اقامت جست۔ (ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۱۵۵)

جہاں تک غور کیا جاتا ہے۔ میسون سے ترک تعلق کرنے کی اصل وجہ یہی معلوم ہوتی ہے ورنہ زبانی مطاعن اور تو ہین آمیز اشعار ایسی شدید اور دل آزار بیت سے مفارقت اختیار کرنے کے باعث کبھی نہیں ہو سکتے۔ تجارب السلف کی عبارت سے حقیقت میں اس امر کا تجربہ ہوتا ہے کہ جب تک خانگی امور میں ایسے ناجائز تعلقات کا کافی ثبوت نہیں پہنچتا مرد اپنی ناموس سے ترک تعلق نہیں کرتا تھا یہی وجہ امیر صاحب کی علیحدگی کی بھی ہوئی اور وہ بھی علیحدگی ایسی شدید کہ ایک نہیں تین طلاق۔ مگر چونکہ اس کے حسن و جمال کے شیدائی اور شکل و صورت کے فدائی ہو رہے تھے اس لئے علامہ دمیری کی روایت کے مطابق انتظار نکاح ثانی بھی نہ کر سکے۔ اپنی آتش نفسانی پر پانی نہ ڈال سکے۔ اور میسون پر خلاف حکم شرعیہ پھر متصرف ہو گئے اور اسی طریقہ سے یزید کا حمل قرار پایا۔ مگر اس روایت سے قطع نظر کر کے تجارب السلف کے استشہاد پر اعتبار کیا جائے تو بھی یزید کا وجود حرام سے ثابت ہوتا ہے۔

بہر حال جس طرح سے بھی دیکھا جائے یزید کی ولادت حلال اور جائز طریقہ سے ثابت نہیں ہوتی۔ اگر درمیان طلاق خلوت صحیحہ ثابت ہو تو بھی حرام اور اگر سفاح کی شرکت پر یقین کیا جائے تب بھی حرام۔ المختصر دنیا میں یزید کا وجود اس طرح قائم ہوا تو پھر آگے اس کے افعال و اعمال کی نسبت انتہائی بہتر کیا لکھا ہو گا۔

اصل بد از خطا خطا نہ کند

یہ امر تو ثابت ہو کہ میسون معاویہ کے گھر سے نکل کر اپنے گھر چلی آئی اس قبیلہ کے لوگ تو وادی بنی کلب میں رہتے تھے جن کی اقامت اس زمانہ میں علاقہ کے لق و دق جنگلوں میں تھی، یزید وہاں پیدا ہوا اور اسی صحرا میں اپنے ننہال کے لوگوں کے ساتھ پرورش پائی۔ مولوی عبد الحکیم صاحب جو ہمارے شہر آرہ میں کے مشہور حنفی علماء میں سے تھے، مسند میں کربلا کے فٹ نوٹ میں لکھتے ہیں کہ یزید کے ظالم، خونخوار اور شقی ترین ہونیکی وجہ یہی تھی کہ اس نے شروع ہی سے صحرا میں پرورش پائی تھی ہم کو مولوی صاحب کی تجویز سے پورا اتفاق ہے کہ صحرائی آب و ہوا نے یزید کی طبیعت سے انسانیت کے جوہر نکال کر حیوانیت کے تمام اجزاء کوٹ کوٹ کر بھر دیئے تھے۔ اس میں نہ تہذیب تھی نہ شائستگی نہ اخلاق تھے نہ آداب۔ اور اس کی خاص وجہ یہی تھی کہ وہ ایک عرصہ تک اہل عرب کی اعلیٰ سوسائٹی سے بالکل علیحدہ رہا تھا نہ اس قبیلہ میں کوئی پڑھا لکھا تھا نہ تعلیم و تہذیب تھی اور نہ ایسے لوگوں کی وہاں آمد و رفت تھی اور نہ اس قبیلہ سے ایسے لوگوں کے ساتھ کوئی ارتباط و اتحاد تھا جس کی وجہ سے یزید کی تعلیم و تربیت کی کوئی امید کیجا سکے۔ یزید سن شعور کو پہنچکر کبھی اپنی ماں کے پاس بھی رہتا تھا اور کبھی کبھی باپ بھی شفقت پدری کے تقاضہ سے اسکو شام میں بلا لیتا تھا تو چند روز کی عارضی صحبت اس کے اخلاق و آداب کو کہاں تک درست کر سکتی تھی۔

بہر حال یزید اسی تاریک حالت میں ابتداء سے انتہا تک رہا اور دنیا کے محاسن سے اس محروم ازلی کو کوئی حصہ نہ مل سکا۔ اس قبیلے میں جو کچھ اس نے سیکھا۔ وہ ظلم، شقاوت اور مردم آزاری کے سوا کچھ نہ تھا۔

کہا جاتا ہے کہ قبیلہ بنی کلب میں اچھے اچھے شاعر گزرے ہیں چنانچہ معاویہ کی بیوی میسون، اس کی ماں، میسونہ کے اشعار اس امر کی پوری شہادت دیتے ہیں اسی لئے یزید کو بھی شاعر کہا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ اس نے شعر و سخن کی تعلیم اسی قبیلہ میں پائی تھی۔ تاریخوں سے جہاں تک یہ امر جانچا جاتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ شعر و سخن میں یزید کو اچھی مہارت تھی شراب و کباب کی رنگین صحبتوں نے اس کے مذاق میں ایک خاص رنگ اور لذت پیدا کر دی تھی اور وہ بلا تامل شعر نکالنے لگا تھا چنانچہ صفین کے معرکوں کے بعد جب معاویہ کو دومۃ الجندل کے بے ایمان اور ایک طرفہ فیصلے نے اسلام کی خواہ مخواہ سلطنت دلوا دی تو ایک دن معاویہ کی صحبت میں شعر و سخن کا ذکر آیا اس وقت معاویہ کے پاس عمرو العاص اور یزید

بھی موجود تھے - معاویہ کو بھی اپنی شعر گوئی پر ناز تھا - اور عمرو العاص کو بھی - یزید کو اپنی جوانی طبع کا غرور تھا - غرضکہ آپس میں طبع آزمائی کی فرمائش ہوئی - معاویہ نے کہا کہ (جناب امیر المومنین) علی علیہ السلام کی مدح میں اشعار کہے جائیں - دیکھیں سب سے اچھا کس کا شعر ہوتا ہے - سب سے پہلے معاویہ نے اپنا شعر پڑھا - وہ یہ تھا

خیر البریۃ بعد احمد حیدر | فالناس ارض و الوصی سماء

یعنی بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جناب حیدر صفدر علیہ السلام بہترین خلق ہیں - کل انسان زمین ہیں (اور وصی رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آسمان -

معاویہ کے بعد یزید اپنا یہ شعر پڑھا

کیف شہدت لہا ضرتہا | والحسن ما شہدت بہ الضرآء

یعنی اس کے مناقب کے کمال کی مثال اس ملیح حسن والی کی سی ہے جس کی شہادت سوتنیں دیں اور اصل حسن وہی ہے جس کی تصدیق سوتنوں سے ہو جائے -

معاویہ کے بعد عمرو عاص نے اپنا شعر فی البدیہہ پڑھا وہ یہ تھا

واللہ مناقبہ شہد لہ بفضلہ | والفضل ما شہدت بہ الاعداء

اس کے مناقب کی حالت یہ ہے کہ دشمن تک اس کے فضائل شہادت دیتے ہیں - اور اصل فضیلت وہی ہے جس کی دشمن تک شہادت دیں - اس میں شک نہیں کہ یزید کا شعر باعتبار مضامین کے بڑھ گیا مگر عمرو عاص کی کہن مشقی اور کا لطف دیتی ہے اور یزید کی جودت طبع اسکی آورد طبیعت کو بتلا رہی ہے بہر حال جو اچھا ہو بقول عمرو عاص الفضل ما شہدت بہ الاعداء

ہمارا مقصود موجود ہے - فہو المراد - یزید کے شعر سے جہاں اس کے زور طبیعت کا حال معلوم ہوا وہاں یہ بھی تحقیق ہو گیا کہ یزید کے دماغ میں حسن و عشق کے سوا اور دوسرے خیال پیدا نہیں ہوتے اور اسکو سوائے حسن پرستی اور تعیش اور حظ نفس کے اور کوئی مشغلہ ہی نہ تھا -

یزید گورا چٹا تو ضرور تھا - اس وجہ سے اکثر لوگوں نے اس کو خوبصورتوں میں شمار کیا ہے مگر وہ آخر میں کچھ ایسا حسین ثابت نہیں ہوتا جو عرب کے شاہدوں میں شمار کیا جائے - بلکہ عام طور سے تاریخ اور رجال کی کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ چیچک رو تھا - لڑکپن کے بعد جوانی میں چیچک نکلی تھی - اسی وجہ سے تمام اسکے چہرہ پر چیچک کے بڑے بڑے داغ پڑے ہوئے تھے (دیکھو مناہج النبوت ترجمہ مدارج النبوۃ)

پھر ایسے داغدار چہرے حسینوں کی فہرست میں کیسے لئے جا سکتے ہیں اسکی ناک کی مناسبت بھی حد سے بڑھی ہوئی تھی - جو کسی طرح خوشنما نہیں کہی جا سکتی تھی، جب منہ پر ناک ہی ٹھیک نہیں تو پھر خوبصورتی کہاں - یزید کے اس عیب کی طرف طرماح ابن عدی نے اشارہ کیا ہے -

واقعہ یوں ہے کہ طرماح بڑے طلیق اللسان اور فصیح البیان تھے جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ان کو کوفہ سے سفارت کے طور پر معاویہ کے پاس شام میں بھیجا تھا جب یہ معاویہ کے پاس پہنچے تو اس کے پاس یزید بیٹھا ہوا تھا - طرماح نے حاضرین میں سے ہر شخص کی معرفت کے متعلق معاویہ سے پوری طور پر دریافت کیا - یزید کی طرف دیکھ کر معاویہ سے پوچھنے لگے من ھذا المیشام الواسع الحلقوم المضروب علی الخرطوم - یعنی یہ بدصورت بدصورت کا بیٹا چوڑی آواز والا جس کی سونڈ (لمبی ناک) پر ضرابت کا نشان ہے کون ہے؟

اس سے معلوم ہوا کہ یزید کی صورت میں کوئی خوبی نہیں تھی اسکا گلا بھی بھٹا ہوا تھا اور ناک کے کسی خاص حصہ پر چوٹ کا نشان ہو یا کوئی چیچک کا بڑا داغ - ناک بھی حیرت سے ایسی تھی کہ خرطوم سے مشابہت رکھتی تھی - یزید کی یہ صورت اور اس پہ خوبصورتی کا دعوےٰ! علم فزیالوجی (Phrenology) کے ماہرین کا بیان ہے کہ انسان کی ناک کی درازی اس کے ظالم ہونے کی علامت ہے - چنانچہ فرانس کے ایک متعصب مورخ اور فزیالوجسٹ نے عالمگیر کی لمبی ناک ہونے کو اس کے ظالم ہونے کا باعث ٹھہرایا ہے - اگر یہ قیاس صحیح ہے تو سب سے پہلے یزید کی ناک کو لینا چاہیئے بہر حال یزید کی شاعری کی بحث میں ہم کو اس کا سراپا لکھنے کی اتفاقی ضرورت حاصل ہو گئی - آمدم بر سر مطلب، جہاں تک تحقیق کیا گیا ہے یزید کی طبیعت کبھی صلاحیت کی طرف مائل نہ تھی اس کے تمام اشعار کفر و الحاد کے مضامین سے بھرے پڑے ہیں اور اس کی کوئی نظم ایسی نہیں ہے جس سے کسی محاسن اخلاق یا ادب کی تعلیم حاصل کی جا سکے ہم اس کے اور اشعار تو اپنے مقام پر لکھیں گے - اس وقت

اس کا صرف ایک شعر لکھتے ہیں جو اس نے قرآن کی ایک آیت میں تحریفاً تضمین کیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک دن یزید کی صحبت شراب و کباب گرم تھی اخمر کے ممنوع ہونے اور شارب الخمر کے سزا پانے کا ذکر آیا تو یزید نے فی البدیہہ یہ شعر تصنیف کر کے پڑھا ؎

ما قال ربک ویل للذی سکروا
بل قال ربک ویل للمصلینا

یعنی تیرے خدا نے یہ نہیں کہا ہے کہ جہنم ہے ان لوگوں کے واسطے جو پیتے ہیں بلکہ تیرے خدا نے یہ کہا ہے کہ جہنم ہے ان کے واسطے جو نمازیں پڑھتے ہیں۔ (معاذ اللہ) ع

سے روشنی طبع تو بر من بلا شدی

یزید کو آیات قرآنی ہی سے تعریض کرنی تھی اور کلام الٰہی پر بطور مطائبہ تضمین کرنی تھی، یہ تو تضمین نہیں ہے بلکہ آیات کی صریح تدلیس اور پوری تلبیس ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ یزید جو اپنے باپ کے بعد خلافت اسلامی پر بیٹھنے والا تھا، قرآن کا کیا کچھ ادب کرتا تھا اور اس کے دل میں ارشاد ربانی کی کتنی قدر تھی اگر اس کی کچھ بھی وقعت و اس کے دل میں ہوتی تو وہ عام کلام انسانی کی طرح حکم ربانی کے ساتھ کبھی مضحکہ نہ کرتا ؎

گر مسلمانی ہمیں است کہ زاہد دارد
وائے گر از پس امروز بود فردائے

بہر حال جو ولیعہد اس خیال سے پرورش پا رہا ہو اور جو طبیعت اس مذاق سے تربیت پا رہی ہو اس کا نتیجہ کیا ہوگا، ہر وقت صحبت عیش برپا تھی شراب روحی کے دور پر دور چل رہے تھے، شاہدان پری پیکر ہر وقت جمگھٹ لگے رہتے تھے اور پریوں کے اس اکھاڑہ میں خلافت اسلامی کا یہ رنگیلا اور البیلا ولیعہد پیدا ہوا کنہیا بنا ہوا داد عیش دے رہا تھا یزید کا سن پورے شباب پر تھا اور کچھ اکیلا اس کا سن ہی شباب پر نہیں تھا بلکہ اسکی تمام آرزوئیں تمنائیں۔ خواہشیں اور امیدیں پوری حد تک پہنچی ہوئی تھیں۔ ہائے جوانی اف رے زمانے کہنے کا پورا عالم تھا، آپ پورے جنوں کے زمانے میں اُس کو کسی شے کی بھی خبر نہ تھی۔ اگر دنیا و مافیہا سے کچھ بھی اُسے یاد تھا تو بس اپنے سامان عیش کی فراہمی اپنے رنگین جلسوں کی ترتیب، اپنی تمام آرزوہائے دلی کا بر لانا۔ اور کچھ نہیں۔ قسمت سے باپ بھی ایسا ضرورت سے زائد شفیق اور مطیع ملا تھا جو ہر وقت تعمیل فرمان کے لئے کمربستہ رہتا تھا اور جس کا مرتے دم تک یہی مقولہ تھا کہ "این سہم را برائے یزید می کنم (دیکھو روضۃ الصفا و اعثم کوفی) پھر ان کی مجنونانہ خواہشوں کی وسعت و درازیوں کا کیا پوچھنا۔ اپنے نشہ کی ترنگوں میں ہاتھ بڑھا کر اگر یہ اپنے حسابوں آسمان کو چھو لیتا تو کیا تھوڑا تھا۔ اسی مجنونانہ حالت میں اس کی سرکش مغرور اور مرید طبیعت نے اس کو ایک ایسی ناشائستہ حرکت کے اقدام کی طرف جرأت دلائی جو معاذ اللہ کبھی کسی مسلمان سے تو ہو نہیں سکتی تھی اس کے اسی ایک فعل سے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کا انکار قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ اپنی ولیعہدی کے زمانہ میں اس نالائق نے ام المومنین حضرت عائشہ سے عقد کا پیغام کہلا بھیجا اور ایسی حالت میں کہ ان کا سن ساٹھ کے قریب پہنچ گیا تھا اور ذات کا تھوڑا ہی عرصہ باقی رہ گیا تھا یہ غریب تو سر پیٹ کے رہ گئیں مگر مسلمانوں میں عام شورش پھیل گئی اور تمام اکابر اسلام نے وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ کی نص صریح دکھلا کر اس بدبخت ازلی کو بہت کچھ لعنت و ملامت کی معاویہ کو اس کی خبر لگی تو اس نے کسی نہ کسی طرح اس بڑھتے ہوئے فتنہ کو رو کر دیا اور ہر شخص کو اپنے اپنے مقام پر خاموش کر دیا۔

اس واقعہ کا ذکر شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں اس مقام پر کیا ہے جہاں اس کے جوانمرگ مرنے کی وجہیں لکھی ہیں اور اس کے جوانمرگ مرنے کو عذاب الٰہی کا باعث بتلایا ہے۔ اور عذاب الٰہی کے نازل ہونے کی دو وجہیں لکھی ہیں ایک تو یہی ام المومنین سے خواستگاری دوسرے سبط رسول الثقلین جناب امام حسین علیہ السلام کا خون ناحق۔

اس کی یہ نالائق حرکت کس بنا پر تھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ مگر اتنا ضرور کہیں گے کہ یزید اگر قرآن اور اس کے احکام پر ایمان لایا ہوتا اور اس کی آنکھوں میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کچھ بھی حرمت ہوتی تو وہ کبھی ایسی ناشائستہ حرکت پر جرأت نہ کرتا۔

وہ عام طور سے شراب میں بدمست رہتا تھا۔ اس وجہ سے اسکو کسی قسم کی انسانی تمیز باقی نہیں رہی تھی شراب کی بدمستی کے ساتھ ساتھ وہ پرلے درجہ کا شہوت پرست بھی تھا اس کی خواہش ہمیشہ یہی تھی کہ عرب کی تمام حسین عورتوں کی دولت

وصال اسے حاصل ہو جائے اور شاہدان پری پیکر اس کے پہلو میں لگے ہوئے تکیے کا کام دیا کریں۔

اس کے احباب اور جلیس بھی اسی رنگ میں رنگے تھے اور ایسے ایسے لوگوں کی خبریں یزید کے پاس پہنچایا کرتے تھے اور حسن و جمال کی زبانی تصویریں کھینچکر یزید کو والہ و شیدا بنایا کرتے تھے۔ یزید انہی لوگوں کے ذریعہ سے طرح طرح کی ترکیبیں کر کے ایسی عورتوں کو اپنے قبضہ میں لایا کرتا تھا۔ کہیں سلطنت کا دباؤ ڈالا جاتا تھا اور کہیں خوشامد در آمد سے کام نکالا جاتا تھا کہیں مکاری اور عیاری کی چالیں چلی جاتی تھیں اور کہیں ظلم و خونخواری کی ترکیبیں۔

عنفوان شباب میں ہند بنت عبداللہ ابن عامر کے حسن و جمال کی کیفیت سنکر عاشق ہوا وہ اس وقت جناب امام حسین علیہ السلام کے حبالۂ نکاح میں تھی۔ پہلے تو اس نے خود جناب امام حسین علیہ السلام سے . . . . ہند کو طلاق دلوانے کے لئے بہت کوشش کی۔ مگر آپ نے نہ مانا تب یزید نے معاویہ سے کہا، معاویہ نے جناب امام حسن علیہ السلام سے کہلا بھیجا، جناب امام حسن علیہ السلام نے بہت سی مصلحت پر نظر فرما کر جناب امام حسین علیہ السلام سے ہند کو طلاق دلوادی، ہند کو طلاق تو مل گئی مگر وہ اپنے گھر بیٹھ رہی۔ اور یزید کے پاس جانے پر کسی طرح رضامند نہ ہوئی، جب یزید کو اس کی خبر لگی تو اس نے حکم دیا کہ ہند کو جب وہ گھر سے باہر نکلے پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ ایک دن ہند کہیں رسم عروسی میں شریک ہونے کے لئے اہل محلہ کے گھر جا رہی تھی یزید کے ہرکارے لگے ہوئے تھے راستے سے اچک کر لے بھاگے، وہ لاکھ لاکھ فریاد کرتی رہی کسی نے نہ سنی پر نہ سنی

اسی طرح عبداللہ ابن سلام والی عراق کا واقعہ بھی عجیب و غریب واقعہ ہے جس میں یزید تو یزید خود بدولت امیر معاویہ صاحب کی ایسی مکاری اور مردم آزاری ثابت ہوتی ہے جسے سنکر کبھی کوئی آدمی انھیں بھلا مانس نہ کہے گا اس واقعہ کی تفصیل بھی سن لیجئے۔

عبداللہ ابن سلام ملک عراق کا گورنر تھا اس کی منکوحہ زینب بنت اسحاق تھی جو عرب کے مشہور حسینوں میں تھی۔ اس کے حسن و جمال کا شہرہ عرب میں چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ شدہ شدہ اس کے حسن کی شہرت نے یزید کو بھی والہ و شیدا بنایا۔ پہلے تو ہاتھوں نے خود اپنی حصول تمنا کے لئے سر پیٹا مگر کچھ مفید کارگر نہ ہوا آخر کار معاویہ سے افشائے راز کیا، حضرت سلامت بھی صاحبزادے کے دلی جذبات کو روکنا مناسب نہیں سمجھے۔ یزید سے کہلا بھیجا کہ میں فکر کرتا ہوں تم نہایت خاموشی سے میری طرف سے ظہور مقصود کا انتظار کرتے رہو، یزید تو خاموش ہو بیٹھا، معاویہ نے عبداللہ ابن سلام کے پھانسنے کی غرض سے ڈورے ڈالے ماتحت افسر تو تھا ہی کوفہ سے شام میں بلا بھیجا اور نہایت عزت و احترام اور خاطر و مدارات کی۔ ایک دن اپنی خلوت کی صحبت میں کہ عبداللہ ابن سلام اس وقت موجود نہیں تھا۔ ابوالدرداء اور ابو ہریرہ سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی ایک لڑکی کا عقد عبداللہ ابن سلام سے کر دوں کیونکہ عبداللہ ابن سلام کی زیادتی شرافت، لیاقت، متانت اور اس کے مزاج کی صلاحیت مجھے بہت پسند آئی، لیکن میں اس وجہ سے خاموش ہوں کہ اس امر میں لڑکی کا بھی استمزاج لے لوں۔ یہ صحبت تو ختم ہو گئی، ان لوگوں نے عبداللہ ابن سلام سے معاویہ کے اس مشورہ کا ذکر کیا تو فرط مسرت سے عصر کی دامادی کا مژدہ سنکر قریب تھا کہ شادی مرگ ہو جائے۔ یہ کیفیت دیکھ کر ان لوگوں نے اس سے کہا کہ تم کو چاہئے کہ تم بطور خود معاویہ سے اس امر کی درخواست کرو، عبداللہ ابن سلام جو خوش خوش اس وقت امیر کی خدمت میں آیا، معاویہ نے اس کے آنے سے پہلے اپنی لڑکی کو سکھا رکھا تھا کہ جس وقت لوگ تیرے پاس عبداللہ بن سلام کا پیغام لائیں تو قبول کر لینا۔ مگر اتنا کہنا کہ زینب بنت اسحاق اس کے پاس ہے مجھے اس سے اتفاق قائم نہیں رہے گا۔

بہر حال عبداللہ ابن سلام نے ابوالدرداء کے ذریعہ سے معاویہ کی خدمت میں خواستگاری کی، معاویہ نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ اس امر خاص کو خود لڑکی سے دریافت کر لو۔

لوگ لڑکی کے پاس استفسار کی غرض سے گئے۔ اس کے باپ کے کہنے کے مطابق

چونکہ طے پاگیاتھا وہ ان لوگوں سے کہدیا۔ ان پیغام رسانوں نے سارا ماجرا عبداللہ بن سلام سے آکر دہرادیا، عبداللہ تو خلعت دامادی کے پہننے کے اشتیاق میں جامہ سے باہر ہوئے جاتے تھے اس لئے انھیں بند کرکے اس شرط کے قبول کرنے پر راضی ہوگئے اور ابوالدرداء اور ابو ہریرہ دونوں حضرات کے سامنے جو مقربان معاویہ ہونے کے علاوہ صحابی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی حیثیت بھی رکھتے تھے۔ ارینب بنت اسحاق کو تین طلاق دیدیں، جب طلاق سے فرصت ہوگئی، اور ارینب بنت اسحاق کی مفارقت کی شہرت چاروں طرف ہوگئی تو عبداللہ بن سلام نے پھر معاویہ کے پاس پیام بھیجا۔ اس نے کچھ منہ بنا کر کہا مجھ کو کیا واسطہ۔ لڑکی سے دریافت کیا جائے۔ الغرض یہ لوگ لڑکی کے پاس آئے اور اسی سے دریافت کیا تو اس نے ٹال کر جواب دیا کہ جہاں تک میں نے دریافت کیا ہے معلوم ہوا ہے کہ وہ مزاج کا بہت سخت ہے۔ مجھ سے اور اس سے نہیں بنے گی اس لئے میں اس کے ساتھ نکاح کرنے پر راضی نہیں ہوں لیجئے ادھر سے تو جواب صاف ہوا، عبداللہ ابن سلام سے غریب ارینب مفت چھن گئی، اور صرف امیر کی دامادی کے لالچ نے عبداللہ ابن سلام سے ایک اپنی بی بی کی جدائی کرادی جو حسن وجمال کے اعتبار سے شہرۂ آفاق تھی، معاویہ کو ان مکاریوں سے صرف ارینب کی آزادی منظور تھی۔ وہ نہایت آسانی سے حاصل ہوگئی اور تمام دنیا پر یہ ظاہر ہوگیا کہ ارینب عبداللہ بن سلام کے عقد سے نکل گئی، اب یزید کیا تمام لوگوں کو اس سے عقد کرنے کی اجازت اور اختیار حاصل تھا۔ اور یہی اصلی مقصود تھا۔ اب ارینب کی باقی ماندہ سرگزشت سننے کے قابل ہے۔

ارینب بنت اسحاق اپنے طلاق کی خبر پاکر اپنا سب مال و متاع عبداللہ کے مکان سے اٹھا لائی اور کوفہ سے اپنے گھر مدینہ چلی گئی ان تمام امور کے طے ہوجانے کے بعد ہی یزید نے ابوالدرداء کو ارینب کے پاس اپنا پیغام پہنچانے کو بھیجا۔ جب ابوالدرداء مدینہ میں پہنچا تو پہلے جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے مدینہ آنے کی وجہ پوچھی تو اس نے سلسلہ پیام کا سنایا، ساری روئداد سنکر آپ پہلے تو تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر فرمایا کہ میری طرف سے بھی ارینب سے خواستگاری کرنا اور کہنا کہ یزید کے برابر مہر دینے پر میں بھی راضی ہوں۔

بہرحال ابوالدرداء آپ کی خدمت سے رخصت ہوکر ارینب کے پاس آئے اور کہا کہ میں تین آدمیوں کی طرف سے تیری خواستگاری کرتا ہوں۔ اپنے لئے یزید کے لئے اور جناب امام حسین علیہ السلام کے لئے ان میں سے جس کو تو پسند کرے اس سے عقد کرلے۔ ارینب نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا کہ تم جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہو اور حاکم وقت کے مقرب ہو اس امر کے فیصلہ کے لئے تم ہی کو منتخب کرتی ہوں جس کو تم کہو گے اختیار کرلوں گی ابوالدرداء نے جواب دیا کہ سنو! حقیقت امر یہ ہے کہ اگر سلطنت چاہتی ہے اور عیش و عشرت تو یزید سے نکاح کرلے اور اگر عقبیٰ اور نعمت جنت کی خواستگار ہے تو جناب امام حسین علیہ السلام کو اختیار کر اور اگر ان دونوں چیزوں میں سے تجھے کسی ایک کی بھی خواہش نہیں ہے تو تو میرے ساتھ عقد کرلے۔

یہ سنکر ارینب نے جواب دیا کہ خدا کے فضل سے میرے پاس دولت کثیر ہے اور سامان عیش و عشرت بھی مہیا ہے۔ اب مجھ کو نعمہائے دنیا کی ایسی ضرورت نہیں ہے اس لئے میں یزید کی استدعا کو تو رد کرتی ہوں۔ اب مجھ کو جو فکر ہے وہ عقبیٰ کے آرام و راحت اور حصول جنت کی۔ اس لئے میں جناب امام حسین علیہ السلام کے فرمان کو تسلیم کرتی ہوں۔

ابو درداء تو یہ کایا پلٹ دیکھتے ہی سناٹے میں آگئے کہ آئے تھے کرنے کیا ہوگیا کیا۔ مگر اب کر بھی کیا سکتے تھے۔ ادھر ارینب نے جناب امام حسین علیہ السلام سے عقد پڑھ لیا۔ ابوالدرداء نے شام میں واپس جاکر یزید سے سارا ماجرا دہرادیا، یہ خبر پاتے ہی یزید کے غیظ وغضب کی تو کوئی حد نہ رہی، وہ جناب امام حسین علیہ السلام کے خلاف اپنے دانت پیستا رہا، بعض علماء نے واقعات کربلا کے مختلف اسباب میں سے اس واقعہ کو بھی ایک خاص سبب سمجھا ہے اب جناب امام حسین علیہ السلام کی غرض اس نکاح سے کیا تھی؟ وہ ذیل کے حالات سے بخوبی معلوم ہوگی

یہاں تک تو معلوم ہوچکا کہ ارینب نے جناب امام حسین علیہ السلام سے عقد کرلیا۔ اب سنئے مثل مشہور ہے کہ "زلہ بر تن ضعیف می ریزد و تیر

کیا ارینب نے سزا پائی، بچارے عبداللہ ابن سلام نے سے
نگاہ یار کرتی ہے غضب کے فیصلے الٹے + عتاب آئے کسی پر وہ ہمیں معتوب کرتی ہیں
سبحان اللہ دربار خلافت سے کیا حق بجانب فیصلہ کیا گیا ہے کہ عبداللہ ابن سلام معزول کئے گئے اور امارت کوفہ ان سے لے لی گئی اور ان کی جگہ پر نعمان بن بشیر ایک کہن سال خیرخواہ مقرر کیا گیا

غریب عبداللہ نے حکم پاتے ہی امارت کوفہ تو ترک کر دی مگر سکونت نہیں چھوڑی اور ایک عرصہ تک وہیں رہا۔ یہاں تک کہ سلطنت کی طرف سے ایسی سختی کی گئی کہ غریب دانے کو محتاج ہو گیا۔ اسی انتشار میں اسے یاد آیا کہ میں نے ایک معتدبہ رقم ارینب کے پاس امانت کے طور پر رکھ چھوڑی تھی۔ اس کی امانت اور دیانت سے کامل امید ہے کہ اس نے بغیر اجازت میری اس امانت کو صرف نہ کیا ہوگا۔ اب اگر مدینہ جا کر اپنی امانت اس سے طلب کروں تو یقین ہے کہ وہ سچی اور ایماندار عورت مجھے میری امانت واپس دیدے۔ کچھ تھوڑے دن تک عبداللہ ابن سلام اپنے اس ارادہ پر غور کرتا رہا جب اس نے اس کے ہر پہلو کو اچھی طرح سوچ لیا تو ایکبارگی کوفہ سے مدینہ پہنچا اور جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا حال عرض کیا۔ آپ اس کے پاس سے اٹھے ارینب بنت اسحاق کے پاس محلسرا میں تشریف لے گئے اور عبداللہ بن سلام کی امانت کی نسبت استفسار کیا۔ وہ ایماندار عورت فوراً اٹھی اور دو سربمہر کیسے جو عبداللہ کی امانت تھے پس پردہ سے لاکر عبداللہ کو حوالہ کر دیئے، عبداللہ بن سلام تو ارینب بنت اسحاق کی یہ ایمانداری اور وفاداری دیکھکر بیساختہ رونے لگا۔ ادھر زینب بھی رونے لگی، جناب امام حسین علیہ السلام بھی دونوں کے حالات مشاہدہ فرما کر آبدیدہ ہوگئے اور اسی وقت ارینب بنت اسحاق کو تین طلاق اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور خدائے بے نیاز کی درگاہ میں عرض فرمایا الہی تو جانتا ہے کہ میں نے اس کو صرف تیری خوشنودی کی غرض سے کیا تھا نہ اپنے حظ نفس کی وجہ سے، یہ فرما کر آپ نے دونوں سربمہر کیسے اور کچھ اپنی طرف سے اضافہ کر کے عبداللہ ابن سلام کے حوالے فرمائے اور ارینب بنت اسحاق کا ہاتھ پکڑ کر عبداللہ ابن سلام کے حوالہ فرمایا اور ارینب بنت اسحاق اور عبداللہ ابن سلام کو خوشی خوشی رخصت فرمایا

دیکھو ربیع الابرار مولانا نعمت اللہ جزائری اور لسان الواعظین حاجی محمد علی شیرازی مرحوم صفحہ ۲۸۹

ان تمام واقعات سے یزید کی طرز معاشرت کے حالات کی پوری توضیح ہو جاتی ہے اگرچہ ان واقعات پر بہت کچھ پردہ ڈالا گیا ہے اور خلیفہ زادہ و مرشد زادہ ہونے کی وجہ سے اس کے معائب کو محاسن کے خلعت پہنانے کی بہت کچھ کوشش کی گئی ہے مگر تاہم بمصداق الحق یعلوا ولا یعلی یہ رسوائیاں طشت از بام ہو گئیں۔ یزید کے ہوا خواہ جو اس کی معاشرت کے پورے طور سے جان کر تجاہل عارفانہ سے کام لینا چاہتے ہیں وہ ان واقعات کو پڑھکر عبرت کا سبق حاصل کریں۔

یہاں تک لکھکر ہم اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں۔ المختصر یزید کے دن رات انہی مشاغل میں صرف ہوتے تھے صحبت شراب کباب ہر وقت گرم رہتی تھی۔ اس مجمع ناجائز میں ہمیشہ وہی چرچے رہتے تھے جن کو نہ انسانی شائستگی سے کوئی تعلق تھا اور نہ اخلاقی تہذیب سے کوئی واسطہ ع منم و خیال ساغر منم و خیال جاناں۔ کا عالم چاروں طرف طاری تھا نہ کسی سے حیا باقی تھی نہ لحاظ۔ کوئی آئے کوئی جائے آپ کی بلا سے شدہ شدہ یہ نوبت پہنچی کہ گھر تو گھر سفر میں بھی یہ معشوق پری پیکر ہمیشہ بغل میں دبی رہتی تھی، یزید کی شراب خواری کی ایک دلیر مثال نمونہ کے طور پر یہ ہے کہ جس سال معاویہ نے رعایا کی تالیف قلوب کے خیال سے اس کو حج مکہ کے واسطے بھیجا اس سال میں کی تخت نشینی کا مسئلہ درپیش تھا۔ مناسب سمجھا گیا کہ اس کے اخلاق پبلک کے سامنے پیش کئے جائیں اور اس کے واسطے قبولیت عام حاصل کی جائے مگر ایسے نازک وقت میں بھی اس بدمست نے اپنی شراب خواری کی عادت بد کو نہ چھوڑا۔ مکہ میں بھی علانیہ پیتا رہا مکہ سے مدینہ آیا تو یہاں بھی رات دن شراب و کباب کی صحبت برپا رہی علامہ ابن اثیر تاریخ کامل جلد چہارم میں لکھتے ہیں۔

حج یزید فی الحیوٰۃ الحیوان فلما بلغ المدینۃ جلس علی شراب لہ فاستاذن علیہ ابن عباس والحسین علیہ السلام فقیل لہ ابن عباس ان وجد ریح الشراب اعرفہ فحجبہ واذن الحسین علیہ السلام فلما وجد رائحۃ الشراب مع الطیب قال للہ در طیبک ما اطیبہ فما ھذا قال ھو طیب یصنع بالشام ثم دعا بکأس فشرب ثم دعا باخر فقال اسق یا اباعبداللہ فقال لہ الحسین علیہ السلام علیک شرابک

ایھا المرء لا عین علیک منی تقال یزید سہ

الا یا صاح للعجب	دعوتک ذا فلم تجب
الی الفتیات والشہوات	والصہباء والطرب

یعنی یزید نے اپنے باپ کے وقت میں حج کیا، جب مدینہ پہنچے تو شراب وکباب کا دور چلا۔ حضرت ابن عباسؓ اور جناب امام حسین علیہما السلام ملاقات کو آئے۔ اندر آنے کی اجازت چاہی یار دیا نے کہا اگر ابن عباس آئے اور ان کو اس کی بو محسوس ہوئی تو پہچان جائیں گے۔ چنانچہ عباس ڈال دیے گئے اور جناب امام علیہ السلام بلائے گئے جب ان کی ناک میں شراب کی بو آئی تو یزید سے فرمانے لگے یہ کیا بو ہے۔ یہ کیا چیز ہے۔ یزید بولا یہ ایک خوشبو دار شربت ہے جو شام میں تیار ہوتا ہے، پھر اس نے ایک قدح مانگا اور پی گیا۔ پھر دوسرا طلب کیا اور جناب امام حسین علیہ السلام کے آگے بڑھایا اور کہا لے ابو عبد اللہ (علیہ السلام) تو پیجئے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا مجھے معاف کرو۔ تم پیو۔ میں کسی سے بھی نہ کہوں گا تب یزید نے چند اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ تھا۔ اے دوست ہم نے تم کو دعوت دی تم نے رد کر دی۔ میں نے تمہیں عیش و طرب کی طرف بلایا لیکن تم نے قبول نہیں کیا (دیکھو شہادت حسین علیہ السلام صفحہ ۴۹)

معاذ اللہ، جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں شراب خواری کی فرمائش۔ اسی ایک واقعہ سے سمجھ لینا چاہیے کہ یزید ان معائب میں کتنا گستاخ آزاد اور دلیر تھا کہ اس کو اپنے غرور سلطنت کے آگے کسی کی ذاتی وجاہت اور قدر و منزلت کی مطلق تمیز باقی نہیں رہی تھی، اب ایسا جری اور دلیر شخص خصوصاً وہ جو ایک بڑی سلطنت کا فرمانروا ہو اپنے افعال کو دنیا سے چھپانے کی بیکار کوشش کیوں کرے۔ وہ تو بدمست ہو ہی رہا تھا اور ایسا کہ اپنے کسی عیب کو عیب ہی نہیں سمجھتا تھا غضب تو یہ تھا کہ اس کی صحبت کے خوشامدی بھی اس کے معائب کو محاسن بادر کرتے تھے اور کوئی اسکی ان حرکات کی نسبت اس کو ملزم نہیں ٹھہرا سکتا تھا اسکے ان افعال کا اثر ملک پر بھی پورے طور سے پڑ گیا تھا اور جن سختیوں سے اسلام نے شرب خمر کی ممانعت کی تھی اسی طرح اس زمانہ میں چاروں طرف بے دھڑک شراب پی جاتی تھی اور بھولے چوکے بھی اسکی حرمت کا خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ یہ کیوں تھا؟ یہ اس زمانہ کے فرمانروا کی صحبت کا اثر تھا، جس نے تمام ملک کو اپنے رنگ میں رنگ لیا تھا الناس علی دین ملوکہم۔

کچھ یزید ہی پر منحصر نہیں، خود معاویہ کے وقت سے دربار شاہی اور قصر سلطانی میں ہمیشہ شراب وکباب کی صحبتیں برابر گرم رہا کرتی تھیں اور انہی کے وقت سے سلاطین اسلامیہ میں شراب پینے کا منحوس رواج لازمی وضروری سا ہو گیا۔ ہم نے جہاں تک اس کی نسبت تحقیق کی ہے یہی امر ثابت ہوتا ہے کہ سلاطین امویہ سے لے کر سلاطین عباسیہ تک اور سلاطین عباسیہ سے سلاطین تیموریہ تک جتنے فرمانروا گزرے وہ سب ان عادتوں میں کم و بیش ضرور منہمک تھے۔ شاید دو چار ہی ان میں ایسے ہوئے ہوں، جنہوں نے شرعی احتیاط کامل طور سے ملحوظ رکھی ہو۔

بہرحال خلفائے امویہ کی اس لائن میں جس میں یزید کا نمبر دوسرا ہے شریعت کے تمام منہیات حلال سمجھ لئے گئے تھے، جن چیزوں کی شریعت اسلامیہ نے نہایت سختی سے ممانعت کی تھی اور جس شریعت کی محافظ امین۔ ناصر اور حکمران ہونے کا یہ دعویٰ کرتے تھے اس کے تمام احکام کے خلاف انہی چیزوں کو انھوں نے جائز کر دیا تھا۔

یزید نے کچھ شراب خواری ہی کو عام نہیں کیا تھا بلکہ اس نے اور محرمات شرعیہ کو بھی حلال کرنے کی عام کوشش شروع کر دی تھی اور ان تمام محرمات کے جواز کا محرک ہوا۔ چنانچہ علامہ ابن حجر وامام سیوطی یزید کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کان رجلاً ینکح امہات والاولاد البنات والاخوات ویشرب الخمر ویداع الصلوٰۃ۔

یزید ایسا شخص ہے جو اپنے باپ کی بیبیوں (ماؤں) کے ساتھ اور بیٹوں کی بیٹیوں کے ساتھ اور حقیقی بھائی اور حقیقی بہن کی بیٹیوں کے ساتھ نکاح جائز سمجھتا ہے۔ اور شراب پیتا ہے اور نماز کو ترک کرتا ہے استغفر اللہ ربی واتوب الیہ کسی شریعت کیا کسی قوم کی تہذیب میں بھی یہ پیوند قائم کیے گئے ہیں اور کسی شخص نے ابتدائے عالم سے لیکر اس دم تک جامہ انسانی میں ہو کر ان حیوانی عادات کے جاری کرنے کی کوشش کی ہے اور اسکو جائز سمجھا ہے انسان تو در کنار روزانہ مشاہدات سے بعض حیوان بھی ایسے ممیز پائے جاتے ہیں جو باوجود لا یعقل ہونے کے اپنی ماں اور بہن کو پورے پہچاننے والے ہوتے ہیں اور انکی قربت سے قطعی اجتناب کرتے ہیں اگر کوئی شخص انکو دھوکا دیکر ایسے فعل کا مرتکب کرا ہی دیتا ہے اور وہ پہچان لیتے ہیں تو پھر اسکے جانی دشمن ہو جاتے ہیں مگر بنی نوع انسان میں یزید ہی ایسا شخص آیا جو شنیع ثابت ہوتا ہے

جو اپنی حیوانی خواہشات کے تقاضوں کے باعث اپنی ماں بہن کی تمیز نہ کرتا تھا اور اپنی ان خواہشوں کے پورا کرنے کے لئے سب کو یکساں جانتا تھا

اہل اسلام کی بدقسمتی سے ایسا نااہل نامحوار خلافت اسلامیہ کا ہما خلیفہ بنایا گیا تھا اور سلطنت اسلامی کا فرمانروا تسلیم کر لیا گیا تھا چنانچہ اپنا دور شقیق باپ نے محاصرہ روم میں بیٹے کو فوج کا آخری سپہ سالار بنا کر بھیجا اور حضرت ابو ایوب انصاری کو اُن کا اتالیق۔ قضائے کار یہ مقدس بزرگوار اور جلیل القدر صحابی اس معرکہ میں کام آ گئے ما تحت فوج نے اس مقدس بزرگ کی لاش کو بڑے احترام و احتشام سے اٹھا کر دفن کیا اور ان کی تربت کو بڑی عظمت سے دیکھنے لگے۔ یزید کو اپنی شروت واقتدار کے آگے ان کے عزو وقار کا بہت بڑا رشک پیدا ہوا ایک دن اسی شیطانہ خیال میں اٹھا اور تیس سواروں کو لے کر ان کی قبر مطہر پر خوب گھوڑے دوڑا کر بالکل نشان قبر کو مٹا ڈالا اور اس مقام کو بالکل پامال کر دیا

پنداشت ستمگر کہ ستم بر ما کرد	بر گردن او بماند و بر ما بگذشت

اسی واقعہ سے سمجھ لینا چاہئیے کہ یزید کو اکابر مقدسین کی خدمت میں خلوص و عقیدت حاصل کرنے کی کتنی صلاحیت تھی اور بزرگ آزاری اس کی رگ و پے میں فطرتاً بھری ہوئی تھی۔

ہمارے سلسلہ بیان کی ترتیب ہمکو مجبور کرتی ہے کہ ہم اس کی سلطنت کے ذکر جلیلہ کو پوری تفصیل سے بیان کریں۔ مگر چونکہ ہم اسکو کمال تشریح کے ساتھ اور بیان کر آئے ہیں اسلئے دہرانا نہیں چاہتے تاہم اسکی سلطنت ملنے اور بیعت ہونے کی مختصر اور اجمالی کیفیت کو ہم مستند کتابوں سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

سید آلوسی بغدادی اپنی تفسیر روح المعانی کی آٹھویں جلد میں سبط ابن جوزی کی کتاب سر المصون کی عبارت سے بیعت یزید کی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔ قال ابن الجوزی فی کتابه السر المصون من الاعتقادات العامة التی غلبت جماعة منتسبین الی السنة ان یقولوا ان یزید کان علی الصواب وان الحسین علیه السلام اخطأ بالخروج علیه ولو نظروا فی سیر العلماء علموا کیف عقدت له البیعة والزم الناس بها ولقد فعل فی ذلک کل قبیح۔

علامہ ابن جوزی اپنی کتاب سر المصون میں لکھتے ہیں کہ ایک عام خیال اور اعتقاد (باطل) جو ایک فرقہ میں غالب ہو گیا ہے اور وہ فرقہ (اس خیال سے) اہلسنت کی طرف منسوب ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ

یزید برسر حق تھا اور جناب امام حسین علیہ السلام نے غلطی کی جو اس پر خروج کیا لیکن اگر کاش یہ لوگ تاریخ و سیر پر (انصاف کی) نظر ڈالتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ یزید کی بیعت کس طرح منعقد ہوئی اور کن مجبوریوں سے لوگوں نے اسکی بیعت کی اور کیونکر لوگوں سے زبردستی بیعت لینے میں کیسی کیسی ناسزا اور قبیح کارروائیاں کی گئیں (تفسیر روح المعانی صفحہ ۱۴۲ جلد ۸) ان زبردستی بیعتوں کی شہادت تاریخ کامل کی عبارت سے بھی ملاحظہ ہو۔

ثم دعا صاحب حرسه فحضر فقال اذهب فاجعل علی کل رجل منهم رجلین مع کل واحد سیف فان ذهب رجل منهم یرد علی کلمة بتصدیق او تکذیب فلیضرباه بسیفیهما ثم خرج وخرجوا معه حتی رقی المنبر۔ یعنی معاویہ نے اپنے پاسبانوں کو بلا کر ان چاروں آدمیوں (جناب امام حسین علیہ السلام عبداللہ ابن زبیر عبدالرحمن بن ابی بکر عبداللہ ابن عمر) سامنے کہا کہ تم ان لوگوں میں سے ہر ایک شخص کے ساتھ دو دو سپاہی مقرر کر دو جو تلوار لئے اُنکے ساتھ کھڑے رہیں کہ اگر ہمارے خطبہ میں کوئی بھی ان میں سے کوئی کلام کرے تو فوراً گردن اڑا دی جائے (کامل ابن اثیر جلد سوم صفحہ ۲۰۲ ہمارے مجمع دو سطر)۔ عالیجناب حسن میاں صاحب بیعت یزید کے اجمالی بیان میں لکھتے ہیں کہ بیعت تو ایک امر کو جنہوں نے بیعت کی ہرگز خوشی سے یا بلا اعتراض اور بلا کسی دباؤ کے انہوں نے بیعت نہ کی بلکہ بڑے بڑے اعتراضات ہوا اور بجبر و اکراہ ڈراوا اور دھمکاوے کے ذریعہ سے اور طرح طرح کے حیلہ و حوالہ سے انکی بیعت لی گئی کسی کو روپیہ دیکر راضی کیا گیا اور کسی کو عہدہ دیکر کسی کو کہیں کی حکومت دیکر خوش کیا گیا وغیرہ ذالک۔ اور جناب امام حسین علیہ السلام حضرت عبداللہ ابن زبیر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ۔ حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت عبدالرحمن ابن ابی بکر اور حضرت عبداللہ ابن جعفر علیہ السلام نے مکہ یا مدینہ میں کبھی بھی یزید کی بیعت نہ کی۔ اور یہ ہرگز ان لوگوں کی غلطی نہ تھی بلکہ یہی لوگ اس وقت جلیل القدر صحابہ کرام میں سے تھے اور یہی حضرات اصحاب حل و عقد تھے انہی کا بیعت کرنا اور کسی کو خلیفہ تسلیم کرنا یا نہ کرنا قابل اعتبار تھا نہ کہ عوام کا اور ان بیچاروں کا بجبر و تخویف و فریب وغیرہ

جسطرح انکی سلطنت قائم ہوئی اور جسطرح ملک میں یہ فرمانروا تسلیم کئے گئے وہ بھی معلوم ہو گیا اور اس سے زیادہ جو آگے اپنے سلسلہ بیان میں ہم اور بہ تدریج کرنے والے ہیں جسکو تکرار کو ہم کسی طرح مناسب نہیں سمجھتے اور انہی تو چار دن تھا کو ہم پورے طور سے کافی سمجھتے ہیں

بہرحال ۔ اب ہم اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں۔ سیسیکے کسی نہ کسی طرح سلطنت بھی مل گئی اور ولیعہدی کا ہلکا سا پردہ بھی اٹھ گیا۔ تختِ اسلامی پر بیٹھکر جو جو حرکتیں اونہوں نے کیں وہ ہر شخص کے زبانِ زد ہیں۔ کُل پونے چار سال کی فرعون کی سی سلطنت کے زمانہ میں اولیاء اللہ واصفیاء اللہ کے قتل۔ شعائر اللہ کی ہتکِ حرمت مسجد نبوی کی بربادی مدینۃ النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تباہی۔ شرفائے مدینہ کا قتل عام۔ انکے ناموس کی ذلّت وخواری کے جو جو سامان کئے وہ اسلامی تاریخوں میں درج ہیں۔ جن کو ہر شخص بخوبی جانتا ہے کسی تفصیل یا کسی تشریح کی مطلق ضرورت نہیں۔ قتل جنابِ امام حسین علیہ السّلام پہلا حکم تھا۔ جو تختِ حکومت پر بیٹھتے ہی دیا گیا۔ اس کا اقدام جس شقاوت اور بیرحمی سے کیا گیا وہ کافی طور سے بیان ہوچکا۔ اور ہماری کتاب کا یہی مدعائے تالیف ہے۔ اس واقعۂ عظیمہ کے بعد عام مسلمانوں کی ایذا رسانی اور خانۂ خدا کی ہتکِ حرمت۔ زوجۂ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذلّت وغیرہ جان سے سرزد ہوئی وہ نہایت اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کیجاتی ہے۔ علامہ سبطابنِ جوزی تحریر فرماتے ہیں۔

ولاخلاف ان یزید اغارالمدینۃ المنوّرۃ واخاف اھلھا والحدیث الّذی رواہ مسلم انّہ وقع من ذٰلک الجیش من القتل والفساد العظیم والسّبي واباحۃ المدینۃ المنوّرۃ ماھو مشھورحتّی فضّ نحو ثلثمائۃ بکروقتل من الصحابۃ نحو ذٰلک ومن قرّاء القرآن نحو سبعمائۃ النفوس و انھب المدینۃ المنوّرۃ ایّاما وبطلت الجماعۃ من المسجد النبویّ علیہ السّلام ایاما واخیف اھل المدینۃ ایّاما فلم یکن لاحد ان یّدخل المسجد حتّی دخلتہا الکلاب وبالت علی منبرہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولم یرض امیرھذہ الجیش الاان یبایعوہ لیزید علی انّھم عبیدلہ ان شآء باع وان شآء اعتق فذکرلہ بعضھم البیعۃ علی کتاب اللہ وسُنّۃ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم فضرب عنقہ وذٰلک فی قصّۃ الحیرۃ ثمّ ثارجیشہ نحو مکّۃ معظمۃ الی قتال ابن زبیرفرمی الکعبۃ المکرّمۃ بالمنجنیق واحرق الکسوتھا بالنّارفای شیٔ عظیم من ھٰذہ القبائح الّتی وقعت فی زمنہ ناشیۃ عنہ۔

اس امر میں اختلاف نہیں ہے کہ یزید نے مدینۂ منوّرہ کو غارت کیا۔ اور باشندگانِ مدینہ کو ڈرایا۔ دھمکایا اور یہ حدیث ایسی ہے جس کو مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ جو کچھ کہ اس کے لشکر نے فسق وفسادِ عظیم برپا کیا اور وہاں کے لوگوں کو اسیر کیا اور مدینۂ منورہ کی ہتکِ حرمت کی۔ جیساکہ مشہور ہے کہ تین سو کنواری لڑکیاں خراب کردی گئیں اور اتنے ہی صحابی رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی قتل کئے گئے۔ اور سات سو قاری قرآن مار ڈالے گئے اور بہت دنوں تک مدینہ لُٹتا رہا۔ اور مسجد نبوی کی جماعت بھی ایک مدت تک موقوف رہی اور باشندگانِ مدینہ اس پُر آشوبی سے ایک مدت تک ڈرتے رہے۔ کیونکہ کسی آدمی کو مسجد رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہونے کی مجال نہیں تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کتّے مسجد نبوی میں گھس گئے اور اونہوں نے منبرِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر معاذ اللہ۔ پیشاب کیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہنے کی پوری تصدیق ہوگئی اور پھر یہ لشکر جو یزید کی طرف سے مقرر ہوکر آیا تھا وہ صرف بیعت کرلینے ہی کو کافی نہیں سمجھتا تھا۔ بلکہ ہر بیعت کرلے والے سے یہ اقرار کراتا تھا کہ ہم یزید کے غلام ہیں اگر وہ چاہے تو بیچ ڈالے اور اگر چاہے تو آزاد کردے۔ پس ان میں سے بعض لوگوں نے عذر کیا کہ ہم تو کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیعت کریں گے۔ پس ایسے لوگوں کی گردن ماردیگئی اور یہی واقعات معرکۂ حرّہ کے ہیں۔ اس کے بعد اسی طرح یہ لشکر کا لشکر عبد اللہ ابنِ زبیر کے قتال کے لئے مکّہ گیا۔ پس مکّہ کی عمارت کو بڑے بڑے پتھر پھینک پھینک کر پاٹ دیا۔ اور پردۂ خانۂ محترم میں آگ لگا دی۔ پس کون چیز اس سے زیادہ تر قبیح کہی جائے گی جو اس کی خاص سلطنت میں واقع ہوئی۔

مؤرّخ ابوالفدا کا بیان ہے کہ جب مدینہ والوں کو شکست دی تو مسلم ابنِ عقبہ سردارِ لشکرِ یزید نے حکم کیا کہ تین روز تک قتل کیا جائے جہاں پاؤ لیلو۔ مدینہ کی عورتوں کے ساتھ عام طور سے حرام کاری کرد منقول ہے کہ اس جنگ میں سات سو رئیس اشراف مہاجر وانصار سے قتل کئے گئے اور دس ہزار غلام مارے گئے اور اس تعداد کے بعد بھی بہت سے نامعلوم آدمی مارے گئے۔ یہ لڑائی ۲۷ ذی الحجہ سنہ ۶۳ھ ہجری کو واقع ہوئی۔ پھر مسلم بن عقبہ نے باقیماندگانِ مدینہ سے یہ اقرار

لیکر بیعت کرائی کہ ہم یزید کے تابعدار اور غلام ہیں (ابوالفدا صفحہ ۲۶۶) حقیقت میں کسی بزرگ کا یہ قول۔کارے کہ یزید کردہ کسے کافر فرنگ ہم نکردہ۔ نہایت صحیح اور واقعی ہے۔جناب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہیں نے مانا کہ بہت سے خدشے تھے شبہے تھے۔ آئندہ کے لئے خوف تھے۔ ان عام مسلمانوں سے جو ملکی رعایا کی حیثیت سے بیعت تک کر چکے تھے کونسا کھٹکا لگا ہوا تھا۔ مگر نہیں ؎

نیش عقرب نہ از پئے کین است ‖ مقتضائے طبیعتش این است

یہ ایک لحظہ بھی مردم آزاری اور خونخواری سے ساکت نہیں رہتا تھا۔ خیال کرنے کی بات ہے۔ سوچنے سمجھنے اور غور کرنے کا مقام ہے کہ جب تک جنابِ امام حسین علیہ السلام زندہ رہے اس وقت تک حرمین زاد اللہ شرفہما کی رعایا پر ہاتھ اٹھانے کی یزید کو جرارت نہیں ہوئی۔ مگر آپ کا دنیا سے رحلت فرمانا تھا کہ یہاں کے باشندوں پر ظلم و تعدی کے ہاتھ صاف کئے گئے۔ اگرچہ یہاں کی موجودہ رعایا کو اس وقت میں جنابِ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ متابعت یا اطاعت۔ غرض کسی قسم کا تعلق باقی نہیں تھا۔ مگر آپ کی ایک ذاتی وجاہت اور سردار قبیلہ بنی ہاشم ہونے کی خاندانی عظمت جو من اللہ تفویض ہوئی تھی ایسی ہی مستحکم اور ایسی ہی پرشان و شوکت تھی۔ جس کے مقابلہ میں یزید کسی طرح جرارت نہ کر سکا۔ اس زمانہ میں جنابِ امام حسین علیہ السلام کی وجاہت کو بالکل آپ کے جدِ بزرگوار حضرت ابیطالب علیہ السلام کی وجاہت کے مانند سمجھنا چاہیئے۔ جیسے حضرت ابیطالب علیہ السلام کی وجاہت کے سامنے مشرکینِ قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہاتھ نہ اٹھا سکے باوجودیکہ وہ ابیطالب کو شفقت اور کفالتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے اپنی امارت سے خارج کر چکے تھے اور شعب ابیطالب وغیرہ کی سخت ایذائیں پہنچا چکے تھے۔ مگر ان کی ذاتی وجاہت اور خاندانی عظمت کی وجہ سے اپنے ظلم و تعدی۔ قتل و غارت وغیرہ کے ہاتھ نہ بڑھا سکے۔ جب حضرت ابیطالب علیہ السلام دنیا سے اٹھ گئے تو وہ بھی اپنی مخالفت میں کھل کھیلے۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قدم قدم پر اپنی جان جانیکا یقین ہو گیا اور تھوڑے ہی دن میں آپ نے مکہ کا قیام ترک کر دیا۔

اب حضرت ابیطالب علیہ السلام کی ذاتی وجاہت سے جنابِ امام حسین علیہ السلام کی ذاتی وجاہت کا پورے طور سے موازنہ کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ دونوں حضرات اپنے ذاتی اعزاز میں مساوی تھے۔ جب تک جنابِ امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ رہے مدینے یا مکے پر آنچ نہ آئی۔ اور جب آپ کا قدم درمیان سے اٹھ گیا۔ ان تمام مصائب کا سامنا ہو گیا۔

بہرحال۔ جو حضرات واقعۂ کربلا ہی تک یزید کو ظالم سمجھتے ہیں وہ آنکھیں کھول کر دیکھ لیں کہ جنابِ امام حسین علیہ السلام ہی تک اس کے مظالم کی انتہا نہیں ہو گئی۔ بلکہ تمام ملک کے ساتھ اس کے ظلم و تعدی کی صورت یکساں تھی۔ یزید دنیا کے تمام معائب کا مجموعہ تھا۔ شرابخوار۔ زناکار۔ خونخوار۔ مردم آزار تو اس کے خاص القاب تھے۔ کینہ پروری۔ حسد۔ خواہش نفسانی کا اتباع۔ بدمستی۔ بداخلاقی اور ناحق خونریزی اسکی فطرت کے اصلی جوہر تھے۔ غرور۔ نخوت امارت و ثروت پر تمکنت شریعت سے اختلاف و انحراف۔ بیدینی۔ ارتداد اور سرکشی اس کے مخصوص اوصاف تھے۔

اسکی طرز معاشرت پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ یہ تمام معائب اسمیں آئینہ کی طرح صاف اور آفتاب کی طرح روشن موجود ہیں۔ لڑکپن سے لیکر جوانی اور تخت نشینی تک کے واقعات تو ہم لکھ چکے اور اسکی چار سالہ حکومت کے واقعات بھی اپنے سلسلہ بیان میں درج کر چکے ہیں۔ جس میں ڈیڑھ برس تک تو واقعۂ کربلا کے سامان فراہم ہوتے رہے۔ پھر بقیہ ڈھائی برس میں حرمینِ شریفین کی بربادی عمل میں لائی گئی۔ ابھی خانۂ خدا کی آگ نہیں بجھی تھی کہ یہ خود ہی ٹھنڈے ہو گئے۔

ان واقعات کو پڑھکر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یزید کی چار سالہ حکومت کا زمانہ ملک کیلئے کسی طرح مفید تھا یا اسکے طرز سلطنت کو رعایا کی رفاہ و فلاح سے کسی قسم کا واسطہ تھا۔ اس نے سوتے جاگتے بھی کبھی خدا کے فرمان کی متابعت یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی عزت کی۔ جھوٹے سچے بھی کبھی اس نے شریعتِ اسلامی کی طرف دیکھا۔ اسکے ذاتی حالات کے کسی واقعہ سے اشارتاً یا کنایتاً کہیں روحانی اور اخلاقی محاسن کا کوئی اثر بھی پایا جاتا ہے۔ بچپن سے لیکر مرتے دم تک کے حالات پڑھکر کیا کوئی شخص یزید کی نسبت یہ بتلا سکتا ہے کہ اس میں دینداری۔ تقدس۔ تقویٰ یا پرہیزگاری کی کوئی بھی علامت موجود تھی؟ بلکہ اس کے خلاف اسکے حرکات۔ اس کے احکام۔ اس کے فرمان۔ اس کے اقوال پورے پورے کفر اور مرتد عن الاسلام ہونیکا کامل ثبوت دیتے ہیں۔ پھر جنابِ امام حسین علیہ السلام جیسے خاصۂ باری۔ امامِ زمانہ۔ ہادی برحق۔ متقی۔ پرہیزگار۔ فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جگر بندِ بتول

علیہما السلام ایسے شرابخوار، زناکار، فاسق، فاجر، کافر مطلق کی بیعت پر مجبور کئے جائیں جس کو عقل سے کچھ بھی بہرہ ہوگا وہ کبھی جناب امام حسین علیہ السلام کو ایسے نااہل کی بیعت اختیار کرنے کی صلاح دے سکتا ہے؟

نہیں کبھی نہیں یزید کے مظالم اور اسکا امام عالیمقام علیہ السلام کو اپنی متابعت پر مجبور کرنا بالکل ایسا ہی ہے۔ جیسے ہیرودس کے مظالم حضرت یحیٰے علیٰ نبینا و علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ اگر دونوں حضرات علیہما السلام کے واقعات پر غور کیا جائے تو دونوں میں پوری مشابہت اور مساوات پائی جاتی ہے۔ ہیرودس کے محارم شرعیہ کے حلال کرنے کے لئے حضرت یحییٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کو مجبور کیا۔ اور آپ کے انکار فرمانے پر انکو بے گناہ قتل کیا۔ یزید بھی انہی محارم کو حلال سمجھا۔ جیسا کہ صواعق محرقہ اور تاریخ الخلفاء سیوطی سے لکھا گیا اور جناب امام حسین علیہ السلام کو اپنی بیعت میں لاکر آپ سے بھی پورے طور سے اس کے جواز کا فتوے لینا چاہتا تھا۔ مگر جناب امام حسین علیہ السلام نے بیعت سے قطعی انکار کیا۔ اور وہ بھی حضرت یحیٰی علیٰ نبینا و علیہ السلام کی طرح ناحق ذبح کئے گئے۔ بلکہ اس سختی کے ساتھ کہ جو مصائب حضرت زکریا علےٰ نبینا و علیہ السلام کے سعادتمند فرزند نے نہیں اٹھائے تھے۔ وہ جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام کے صاحبزادے کو سہنے پڑے۔

ان دونوں واقعات میں یہ مساوات اور مشابہت کچھ ہماری ظنّی اور قیاسی نہیں ہے بلکہ وہ مماثلت ہے جس کو جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم واقعات کربلا کی پیشین گوئیوں میں ظاہر فرماگئے ہیں۔

عن عمار ابن یاسرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم السماء بکت لقتل یحیے ابن زکریا وانّھا لتبکی لابنی ھٰذا وتطلع الشّمس اربعین یوما محمرۃً ولو اذن بھا لذاب یعنی للحسین ابن علی علیہما السلام (اخرجہ الدیلمی)

عمار یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآب صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ حضرت یحیی ابن زکریا علیٰ نبینا و علیہما السلام کے قتل پر آسمان روتا رہا اور میرے بیٹے کے قتل پر بھی روئیگا اور آفتاب چالیس دن تک برابر سرخ نکلتا رہیگا اور اگر اُس کو اذن دیا جائے تو وہ گداختہ ہوجائے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد میرے بیٹے سے جناب امام حسین ابن علی علیہما السلام ہیں۔

بہرحال۔ یزید کے اُن تمام معائب کے بعد اب اُس کے آخری نتیجہ کو بھی دیکھنا ضرور ہے جس طرح اُس کی بدترین حیات کا خاتمہ ہوا۔ اُسکی ابتدا جیسی ہوئی تھی اور جس طرح اُس کا وجود بے جود دنیا میں قائم ہوا تھا۔ اُس کو تو ہم حیاۃ الحیوان اور کتاب تجارب السلف سے لکھ آئے ہیں۔ اب اُس کی انتہا اور اُس کے وجود سے دُنیا کے پاک ہونے اور زمانہ کے سبکبار ہونے کے حالات مصداق خس کم جہاں پاک طبقات محمود شاہی اور تاریخ حبیب السیر کی عبارت سے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

صاحب طبقات محمود شاہی تحریر فرماتے ہیں۔ اسکی موت بھی نہایت شرافت کے ساتھ ہوئی۔ ایک شب کو یزید نے حسب معمول شراب پی مگر مقدار اس قدر زیادہ ہوگئی کہ کمال مستی کے عالم میں کوٹھے سے گرا اور اُس کا سر دو پارہ ہوگیا۔ مغز سر باہر نکل پڑا اور وہ مرگیا۔

حبیب السیر میں اس واقعہ کو اس عبارت میں لکھا ہے۔

سبب موت یزید این بود کہ روزے بشرب شراب اقدام نمود۔ دور وقتیکہ مست و مخمور و محض بے شعور بود برخاست و آغاز رقص کرد درآں اثنا بعذاب آجل و عاجل گرفتار شدہ بیفتاد و فرق سرش بر زمین خوردہ شد و تارک بسفل در ہیچ محل قرار نگرفت ۔

چور ہوگا ضرور اے مغرور ✤ ہے نتیجہ یہ کاسۂ سر کا

یزید کے بارے میں اسلامی دنیا کی رائے

یزید کی حیات کے تاریک حالات ختم کرکے اب ہم اُسکے اعمال و افعال کی نسبت وہ تمام اقوال جمع کرتے ہیں۔ جو علمائے کرام نے اپنی اپنی مستند اور معتبر تصانیف و تالیف میں درج فرمائے ہیں۔ قبل اس کے کہ ہم اُس کے کیرکٹر کا پورا پورا نقشہ کھینچیں، ہم مناسبت مقام کے لحاظ سے ضروری سمجھتے ہیں، کہ مولوی محمد ہارون صاحب قبلہ مولوی فاضل پنجاب یونیورسٹی و ممتاز الافاضل کی وہ عبارت سُرخی کے طور پر درج کردیں۔ جو جناب ممدوح نے اپنی قابل قدر اور معتبر کتاب شہید اسلام کے صفحہ ۱۹۸ میں درج فرمائی ہے۔ وہ یہ ہے:۔

سبحان اللہ جن صاحب (یزید) کی سوانحعمری یہ ہو انکے کمالات ذاتی کا کیا کہنا ہے ۔ اب ناظرین ملاحظہ کریں یہ بھلا کیونکر ممکن تھا کہ لخت دلِ بتول علیہا السلام پروردۂ آغوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ عالمِ اسرارِ قرآنی ۔ واقفِ رموزِ ربانی ۔ سالکِ مسالکِ ورع و اتقا ۔ ناہجِ نہجِ زہد و اصطفا ۔ مولے الکونین جناب امام حسین علیہ السلام جن کی مختصر لائف کے حالات آپ نے سابق میں سُنے ایسے نجس اور خبیث ظاہر و باطن سے بیعت کر لیتے ۔ (کیا انصاف ہے) اور اپنے آپ کو اُس کے ہاتھ بیع کر کے پاک شریعت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دھبہ لگا دیتے (العیاذ باللہ)

بہرحال جس طرح جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امام حسین علیہ السلام کے فضائل و مراتب تمام اہل اسلام کو بتلا دئے تھے اسی طرح یزید کے معائب بھی تمام دُنیا کو جتلا دئے تھے ۔ حافظ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں ۔

وعلی القول انہ مسلم فھو فاسق شریر متکبراً جابراً کما اخبر بہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقد اخرج ابویعلی فی مسندہ لکنہ ضعیف عن ابی عبیدہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یزال امر امتی قائماً بالقسط حتی یکون اوّل یثلمہ رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید لم۔

یعنی اگر ہم اُس کے مسلمان ہونے کے بھی قائل ہوں تو وہ فاسق ۔ شریر ۔ نشہ باز اور ظالم ضرور تھا ۔ جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے چنانچہ ابو یعلی نے اپنی مسند میں بسند ضعیف (مطلب کے لئے ضعیف ہے) ابو عبیدہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے " برابر حال میری اُمت کا قائم بالقسط رہیگا یہاں تک کہ بنی اُمیہ میں سے پہلا وہ شخص ہوگا جو امر امت میں رخنہ اندازی کرے گا ۔ اُسکا نام یزید ہوگا یزید کے کیرکٹر میں یہ حدیث لکھ کر اب ہم علمائے کرام کے اقوال سے اسکے ذاتی معائب اور وہ تمام بداخلاقیاں جو اُس کی خصوصیات میں داخل ہیں بیان کرتے ہیں اس تفصیل میں ہم نے حتے المقدور اُس زمانہ اور اُس صدی کی ترتیب و سلسلہ کا بھی خیال رکھا ہے جس زمانہ کے علماء سے وہ قول مشہور ہے اسی سلسلہ میں ہم سب سے پہلے اُس کے لائق

صاحبزادے معاویہ ابن یزید کا وہ خطبہ نقل کرتے ہیں جو اُنہوں نے اپنے نااہل باپ یزید کی وفات کے بعد اپنے پدر ناسترہ سیر کے معائب علے الاعلان بیان کر کے کاروبارِ سلطنت سے کنارہ کشی اختیار کی تھی چنانچہ صواعق محرقہ کی عبارت یہ ہے :۔

وکانت سلطنۃ یزید ستۃ ستین ومات فی اوّل سنۃ اربع وستین وان معٰویۃ بن یزید بن معٰویۃ لما ولّی العھد صعد المنبر فقال ان ھذہ الخلافۃ حبل اللہ تعالیٰ وان جدی معٰویۃ نازع الامر اھلہ ومن ھو احق بہ منہ علی بن ابیطالب علیہ السلام ورکب بکم ما تعلمون حتی اتاہ منیتہ فصار فی قبرہ رھینا بذنوبہ ثم قلد ابی الامر وکان غیر اھلہ ونازع ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقصف عمرہ وابتر عقبہ وصار فی قبرہ رھینا بذنوبہ ثم بکی وقال من اعظم الامور خسارۃ علینا علمنا بسوء مصرعہ وبئس منقلبہ وقد قتل عترۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم واباح الخمر وخرّب الکعبۃ ولم اذق حلاوۃ الخلافۃ فلا اذوق مرارتھا ولا اتقلدھا فشانکم فی امرکم واللہ لئن کانت الدنیا خیراً فقد قلنا منھا حظاً منھا وان کانت شراً فکفی ذریۃ ابی سفیان ما اصابوا منھا ثم تغیب فی منزلہ حتی مات بعد اربعین یوماً وکان مدۃ خلافتہ اربعین یوماً وقیل شھرین وقیل ثلثۃ اشھر ومات من احد عشرین وقیل عشرین رحمہ اللہ تعالیٰ ۔

ابتدائے سلطنت یزید ۶۰ سنہ ہجری اور اُسکی موت آغاز ۶۴ سنہ ہجری میں واقع ہوئی ۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا معاویہ ابن یزید اُسکا ولیعہد و وارث ہوا منبر پر گیا اور کہا کہ خلافت حبل اللہ ہے اور حقیقت میں ہمارے دادا نے اس خلافت کے اصلی حقدار کے ساتھ نزاع کی ۔ اور جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام اس کے لئے سب سے زیادہ مستحق تھے اور تم لوگ اُسکی نسبت سب کچھ جانتے ہو ۔ پس اُسکی موت آگئی ۔ اور وہ قبر میں اپنے گناہوں کے عوض میں گرفتار ہے ۔ پس اُس کے بعد میرے باپ نے یہ امر اختیار کیا اور وہ بھی اس کے لئے کسی طرح اہل نہ تھا اور اُس نے بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلیہا السلام

کے فرزند کے ساتھ نزاع کی۔ تو اُس کی عمر ختم ہوئی اور اُس کی نسل قطع ہونے کا سامان ہوگیا۔ اور وہ بھی اپنی قبر میں عذاب میں گرفتار ہے۔ یہ کہکر وہ رونے لگا۔ اور کہنے لگا کہ اب اس سے سوا ہماری خسارت کا اور کونسا امر ہوگا کہ ہم کو اس کی سخت پاداش اور بُری سزا کا علم ہے کیونکہ اُس نے عترتِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا۔ شراب کو مباح کیا اور خانۂ خدا کو غارت کیا اور اس خلافت کا کوئی مزہ نہ اٹھایا۔ پس میں اس میں سے کوئی حصہ نہ لونگا اور اسکی تلخی ہرگز نہ چکھونگا۔ اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ قسم خدا کی اگر دُنیا سراپا خیر ہے تو ہم اس میں سے کافی حصہ لے چکے اور اگر دُنیا سراسر شر ہے تو آلِ ابوسفیان کو جو کچھ اس میں سے مل چکا۔ وہی بہت ہے۔ یہ کہہ کر وہ اپنے محل میں چلا گیا اور چالیس دن کے بعد مرگیا۔ اُسکا سن بیس برس کا تھا۔ بعضوں نے اکیس برس بھی لکھا ہے۔ مدتِ سلطنت کو بعض چالیس دن۔ بعض دو مہینے اور بعض تین مہینے لکھتے ہیں۔

یزید کا کیرکٹر اُس کے لائق صاحبزادے کی زبانی تو معلوم ہوا جو شیطان کے گھر میں ولی ہونے کی عزت رکھتا ہے۔ اسلئے علامہ ابن حجر مکی نے اسکا تمام و کمال حال لکھ کر اسکو رحمہ اللہ کے خطاب سے مخاطب فرمایا اور ہم بھی ابن حجر کی رائے سے اتفاق کرکے ضرور کہیں گے کہ یزید کی زبونی افعال اور شامتِ اعمال کے سیاہ دھبے ایسے ہی تھے جو اُس کے خاص گھر والوں سے بھی نہ چھپائے گئے اور تمام معائب کو اُس کے مرنے کے چند ساعت بعد ہی خود اُس کے بیٹے نے تمام اہلِ اسلام کے سامنے علی الاعلان بیان کر دیا۔ اور کچھ باپ ہی پر نہیں۔ دادا تک کے افعال کی بھی قلعی اسی تفصیل سے کھول دی۔ فجزاہ اللہ عن الاسلام ما یستحقہ۔

یزید کے ذاتی معائب واقعی ایسے ہی تھے کہ اُس کو گھر سے باہر تک سب کے سب بُری نظر ہی سے دیکھتے تھے۔ تاریخ الخلفا سیوطی میں لکھا ہے کہ قبل واقعۂ کربلا کے عبداللہ ابن حنظلہ اور دیگر رؤسائے مدینہ یزید کے پاس شام میں گئے تھے۔ وہاں سے آئے تو اُنہوں نے یزید کے کیرکٹر کی یہ صورت بیان کی۔

ان یزید اسرف فی المعاصی واللہ ما خرجنا علی یزید حتی خفنا ان نرمی بالحجارۃ من السماء ان رجلا ینکح امہات

والاولاد البنات والاخوات ویشرب الخمر ویدع الصلوٰۃ۔

کہ یزید نے معاصی کا حد سے زیادہ ارتکاب شروع کر دیا ہے۔ عبداللہ ابن حنظلہ بیان کرتے ہیں کہ بخدا ہم لوگوں نے ایسی حالت میں اور اُس وقت میں یزید پر خروج کیا ہے۔ جبکہ ہمیں خوف ہو گیا تھا۔ کہ ہم پر آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں (غضب ہے) کہ انسان ماؤں سے اور بیٹیوں اور بہنوں سے جماع کرے۔ شراب پیئے۔ نماز وغیرہ چھوڑ دے۔ عمر ابن عبدالعزیز بھی جو مروان کے سلسلہ میں پانچویں خلیفہ ہیں۔ اُس کے معائب کی ذرا بھی رعایت نہ کرسکے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں اُن کے زمانۂ خلافت کا ایک واقعہ لکھتے ہیں۔

قال نوفل ابن ابی الفرات کنت عند عمر ابن عبدالعزیز فقال رجل امیر المؤمنین یزید فقال عمر تقول امیر المؤمنین وامر بہ فضرب عشرین سوطا۔

نوفل ابن ابی الفرات ناقل ہیں کہ میں عمر ابن عبدالعزیز کے پاس تھا کہ ایک شخص نے اُن کے سامنے یزید کو امیر المؤمنین کہا۔ عمر نے کہا تو اس کو امیر المؤمنین کہتا ہے اور پھر اُس کو یہ بات کہنے کے سبب بیس کوڑے لگوائے۔

یہ تو پہلی صدی کے آخر تک کے اقوال تھے۔ اب دوسری صدی کی تحریریں بھی ملاحظہ فرمائیں۔ مامون الرشید نے اپنے زمانہ میں تمام علماء محدثین اور فضلائے اُمت سے تمام بنی اُمیہ کے معائب میں ایک کتاب لکھوائی تھی۔ خصوصاً معاویہ کی نسبت اور اسکو مشتہر کرانا چاہا تھا۔ مگر فساد کے اندیشہ سے اس کو شائع نہ کراسکا۔ وہ کتاب خزانۂ شاہی میں باحتیاط تمام رکھی رہی۔ معتضد باللہ کے زمانہ میں پھر اُس کے اعلان کی ضرورت ہوئی۔ تو وہ کتاب نکلوائی گئی۔ اور اُسے انتخاب کرکے ایک چھوٹا سا رسالہ تیار کیا گیا جو تمام بلادِ اسلامی میں سلطنت کی طرف سے مشتہر کیا گیا ہم بھی اس رسالہ سے مخصوص یزید کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے۔ ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔ وہو ہذا۔

ومنہ ایثارہ بدین اللہ ودعائہ عباد اللہ الی ابنہ یزید السکیر الخمیر صاحب الدیوک والفہود والقرد واخذہ البیعۃ لہ علی خیار المسلمین بالقہر والسطوۃ والتوعد

والاخافة والتهدد والرهبة وهو يعلم سفهه ويطلع على خبثه ورهقه ويعاين سكرانه وفجوره وكفره فلما تمكن من ما مكنه منه ووطاه له وعصى الله ورسوله فيه طلب بثارات المشركين وطوائلهم عند المسلمين فاوقع باهل الحرة الوقعة التي لم يكن في الاسلام اشنع منها ولا افحش مما ارتكب من الصالحين فيها وشفى بذلك عند نفسه غليله وظن ان قد انتقم من اولياء الله وبلغ النوى لاعداء الله فقال مجاهرا لكفره ومظهرا لشركه ؎

ليت اشياخي ببدر شهدوا	جزع الخزرج من وقع الاسل
لاهلوا واستهلوا فرحا	ثم قالوا يا يزيد لا تشل
قد قتلنا القوم من ساداتكم	وعدلنا ميل بدر فاعتدل
لست من خندف ان لم انتقم	من بني احمد ما كان فعل
لعبت هاشم بالملك فلا	خبر جاء ولا وحي نزل

هذا هو المروق من الدين من لا يرجع الى الله ولا الى دينه ولا الى كتابه ولا الى رسوله ولا يؤمن بالله ولا بما جاء من عند الله ثم من اغلظ ما انتهك واعظم ما اجترم سفكه دم الحسين ابن علي عليهما السلام وابن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم مع قرابته من رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ومكانه منه ومنزلته من الدين والفضل وشهادة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم له ولاخيه بسيادة شباب اهل الجنة اجتراء على الله وكفرا بدينه وعداوة لرسوله ومجاهدة لعترته واستهانة بحرمته فكانما يقتل به وباهل بيته قوما من كفار اهل الترك والديلم لا يخاف من الله نقمة ولا يرقب منه سطوة فبتر الله عمره واجتث اصله وفرعه وسلبه ما تحت يده واعد له من عذابه وعقوبته ما استحقه من الله بمعصيته هذا الى ما كان من بني مروان من تبديل كتاب الله وتعطيل احكامه واتخاذ مال الله دولا بينهم وهدم بيته واستحلال حرامه ونصبهم المجانيق عليه ورميهم اياه بالنيران۔

ازانجملہ اشارہ ہے اُس کا دینِ خدا میں اور بندگانِ خدا کا اپنے بیٹے یزید کی بیعت کی طرف بلانا وہی یزید جو بڑا نشہ باز۔ بڑا شرابخوار۔ مرغ اور چیتے اور بندر پالنے والا۔ پھر ایسے بدکار و فاسق کے لئے بیعت لینا۔ نیک لوگوں سے اور مسلمانوں سے ساتھ قہر اور دباؤ کے اور دھمکانے اور ڈرانے اور تخویف کرنے کے۔ حالانکہ معاویہ واقف ہے یزید کی حماقت اور خباثت اور ظلم سے۔ اور اُسکی بدمستی کو اور فجور اور کفر کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا۔ پس جبکہ یزید منجانب معاویہ اُس پر متمکن ہوا جس پر معاویہ نے اُس کو متمکن کیا تھا اور جس کو معاویہ نے اُس کیلئے بطور فرش کے بچھا دیا تھا اور اُس میں نافرمانی خدا و رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کی تھی۔ پھر تو یزید لعین خونِ مشرکین کا مسلمین سے طالب ہوا پس عمل میں لایا وہ اہلِ حرہ کے ساتھ ایسے واقعہ کو کہ کوئی واقعہ اُس سے شنیع تر اور فحش تر اسلام میں واقع نہیں ہوا اور بہن تہیل سے جو کچھ نیک لوگوں کے ساتھ کیا گیا۔ یزید نے اُسکو اپنے نفس کے نزدیک عطش عداوت کی شفا سمجھی اور اُس نے گمان کیا کہ دوستانِ خدا سے اُس نے انتقام لے لیا۔ اور واسطے دشمنانِ خدا کے مدعا کو پہنچ گیا۔ پس ان مظالم کا ارتکاب اُس نے کیا اس حالت میں کہ وہ اپنے کفر و شرک کا ظاہر کرنے والا تھا۔ **ترجمہ اشعار**

کاش کے میرے وہ بزرگوار جو بدر میں قتل ہوئے دیکھتے اضطراب کرنے کو قبیلہ خزرج کے تیروں کے پڑنے سے۔ تو وہ چلاتے اور غل مچاتے بسبب خوشی کے پھر کہتے کہ اے یزید! تیرا ہاتھ شل نہ ہو جیو۔ بتحقیق کہ ہم نے تمہارے سرداروں کے افسر کو قتل کیا اور بدر کے واقعہ کی کجی ہم نے برابر کی پس درست ہو گئے یعنی ہم نے جنگِ بدر کا بدلا لے لیا۔ میں اولادِ خندف سے نہیں ہوں۔ اگر اولادِ احمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بدلہ نہ لوں اُسکا جو کچھ انہوں نے کیا بنی ہاشم نے ملک کے ساتھ ایک کھیل کھیلا۔ نہ کوئی خبر آئی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی۔

پس ایسے قول کا زبان پر لانا دین سے نکل جانا ہے۔ اور یہ قول اُس شخص کا ہے جو خدا اور دینِ خدا اور کتابِ خدا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع نہ کرے اور نہ خدا پر ایمان لائے اور نہ اُس چیز پر جو خدا کی جانب سے آئی ہو۔ بعد اُس کے سب سے زیادہ

غلیظ اُن امروں میں سے جن کو اُس نے سہل کیا اور سب سے زیادہ عظیم اُن چیزوں میں سے جن کو وہ عمل میں لایا خون بہانا ہے۔ جناب امام حسین ابن علی علیہما السلام کا وہ جناب امام حسین علیہ السّلام جو فرزند فاطمہؑ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں باوجود اُس مرتبۂ جلیل کے جو جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اُن کو حاصل تھا اور باوجود اُن کی منزلت اعلیٰ کے دین میں اور فضلِ کامل کے اور گواہی دینے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُن کے حق میں اور اُن کے بھائی کے حق میں ساتھ سرداری جوانانِ اہلِ بہشت کے۔ یہ فعل یزید کا۔ خدا پر جرات کرنا۔ اور اُس کے دین کے ساتھ کفر اختیار کرنا۔ اور اُس کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عداوت کرنا۔ اور عترت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنا اور حرمت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک کرنا ہے۔ پس گویا کہ قتل کرتا تھا وہ ملعون آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے اہلبیت علیہم السّلام کو مثل قوم کفّار اہل ترک و دیلم کے سمجھکر اور نہیں خوف کرتا تھا اللہ سے عداوت کا اور نہیں خیال میں لاتا تھا اُس کے قہر کو۔ آخر فنا کر دیا خداوند عالم نے اس کی عمر کو اور قطع کر دیا اُس کی اصل و فرع کو اور جو کچھ کہ اُس کے قبضہ میں تھا اُس سے چھین لیا اور جس چیز کا عذابِ عقاب سے وہ مستحق تھا اُس چیز کو اُس کے لئے مہیا کر دیا پھر جو کچھ کہ آلِ مروان نے از قبیل تبدیلِ کتابِ خدا اور تعطیلِ احکامِ خدا عمل کیا اور مالِ خدا کو آپس میں اپنی دولت مقرر کر لیا۔ اور خانۂ خدا کو خوب خراب کیا اور حرمِ خدا کو حلال کیا۔ کعبہ پر منجنیقیں نصب کیں اور اُن کے ذریعہ سے وہاں آتش زنی کی۔ اس رسالہ کو ابنِ اثیر نے اپنی تاریخ جلد ہفتم صفحہ ۱۶۰۔ اور علامہ حسین دیار بکری نے تاریخ الخمیس جلد دوم صفحہ ۳۴۸ مطبوعہ مصر میں اور ابنِ الوردی نے اپنی تاریخ کی جلد اوّل صفحہ ۲۴۴ مطبوعہ مصر میں اور ابو الفدا نے تاریخ المختصر جلد سوم صفحہ ۲۷۸ مطبوعہ لندن میں اور امام سیوطی نے اپنی تاریخ الخلفاء مطبوعہ مصر میں بہ صفحہ ۱۲۹ مجملاً معتضد باللہ کے اس قصّہ کا ذکر کیا ہے۔ وسیعلم الّذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

بہرحال یزید کے معائب اور نقائص سے تمام اہلِ اسلام کی تالیفات و تصانیف بھری پڑی ہیں۔ جن کی تفصیل تطویل کا باعث ہوگی۔ اگر اُن تمام اقوال کو یہاں اکٹھا کیا جائے تو تاریخ اور کلام مل کر ایک معجون مرکب تیار ہو جائے گا جس کو عام طبیعتیں گوارا نہ کریں گی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یزید فریقین کے نزدیک کافر۔ فاسق اور فاجر پورے طور سے ثابت ہے۔ مگر سوادِ اعظم اہلسنّت میں بعض ایسے علماء نے جو بہت شدّت سے اپنے قرارداده اصولِ خلافت کے معتقد اور معتقد ہیں۔ یزید کی نسبت ایک عجیب بچیتی پیدا کر دی ہے۔ اسکی حرکات پر نظر کرتے ہیں تو وہ ضرور کافر ثابت ہوتا ہے اور اسکی خلافت پر نظر ڈالتے ہیں تو بعتباعدہ مقررہ استخلاف و اجماع و غلبہ۔ جمیع شرائط اُس پر کامل اُتر کر خلیفۂ برحق بھی مانتے ہیں۔ تو اب یہ اجتماع ضدّین کہ کافر بھی۔ فاسق بھی۔ فاجر بھی۔ پھر خلیفۂ برحق بھی۔ امیر المؤمنین بھی۔ خلیفۃ المسلمین بھی۔ اسلامی پیشوا بھی اور دنیاوی فرمانروا بھی۔ غرض یہ کشمکش و پیچ ہے کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔

اکثر علماء نے تو کھل کر۔ بلا دو رعایت۔ اُس کو کافر مطلق سمجھ کر عام طور سے اُس کو لعنت کا مستحق ٹھیرا دیا ہے۔ اور بعض نے کچھ آگا پیچھا سوچ سمجھکر اور پھر اُس کے اطوارِ ناہموار پر غور کر کے اسکو کافر۔ بہت بڑا فاسق اور فاجر سمجھا ہے۔ بعض ان میں ایسے ہیں جو اپنی شدتِ تعصب اور کورانہ تقلید کی وجہ سے اسکو جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے معاملات میں برسرِ خطا نہیں سمجھتے۔ اور خطائے اجتہادی کے ذریعہ سے اُس کو بھی مغفرتِ الٰہی کا اُمیدوار سمجھتے ہیں۔ مگر ان اختلافات کا اُنہی علماء نے پھر فیصلہ بھی کیا ہے۔ اور آپس میں آستینیں چڑھا کر ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو گئے ہیں۔ اور آخر میں اُس کے کفر پر اتفاق بھی ہو گیا ہے۔ مگر پھر اُسی اپنی بنائی ہوئی خلافت کی پلہ داری اور تحفظ کے خیال سے اتنی لِم ضرور لگا دی گئی ہے کہ وہ کافر تو ہے مگر لعن نہ کہو کیونکہ شیطان کے لعن کہنے میں بھی احتیاط کا حکم ہے۔ مگر اس ضمنی فتوے پر اُمّتِ اسلامیہ کا عملدرآمد نہیں ہوا اور شیعہ سُنّی مل کر علی الاعلان جو کچھ یزید کے حق میں کہتے ہیں۔ وہ سب کو معلوم ہے کیونکہ یہ حکم سراسر خلافِ نص ہے اور لعنِ شیطان پر نصِ صریح موجود ہے۔ پھر دائرہ اسلام

میں کوئی حکم عام اس سے کہ کسی کا ہو۔ خلافِ نص قابلِ قبول نہیں ہم اپنی اس بحث کو شیعہ عالم کی تالیف و تصنیف سے نہیں لکھیں گے۔ کیونکہ کوئی مذہب شیعہ ایسا نہ ہوگا جو یزید کو کافر مطلق اور لعنت کا مستحق نہ سمجھتا ہو۔ اب ہم ہم پچیدہ اس بحث میں لکھیں گے وہ خاص علمائے اہلسنت کے اقوال سے۔ اور اس سلسلہ میں بھی حسب وعدہ ہر زمانہ اور ہر صدی کی ترتیب ضرور مدّ نظر رکھیں گے۔ جیسا کہ اوپر عرض کر آئے ہیں چنانچہ امام احمد حنبل جو ایک فرقۂ مخصوص کے پیشوا ہیں اور تیسری صدی ہجری کے بہت بڑے امام اور علم الحدیث کے بڑے نقاد ہیں۔ عام طور سے یزید پر لعنت کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اور اس کے مستحقِ لعنت ہونے پر نصِ قرآنی سے استدلال کرتے ہیں جسکو ہم ابنِ جوزی کی عبارت سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

قال ابن الجوزی قال فی کتابه المسمیٰ بالرّد علی المتعصب العنید المانع لعن یزید سئلنی سائل عن یزید ابن معاویة فقلت یکفیه ما به فقال اتجوز لعنه قلت جازه العلماء الورعون منہم احمد ابن حنبل فانه ذکر فی حق یزید ما یزید علیه الا اللعنة ثم روی ابن الجوزی عن القاضی ابی یعلی انه روی فی کتابه المعتمد فی الاصول باسناده الی صالح ابن احمد ابن حنبل رحمہما الله قال قلت لابی ان قوما ینسبوننا الی تولّی یزید فقال یا بنیّ هل یتولّی یزید احد یؤمن بالله ولم لا یلعن من لعنه الله فی کتابه فقلت فی ای آیة قال فی قوله تعالیٰ فهل عسیتم ان تولّیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اولٓئک الّذین لعنہم الله فاصمّہم واعمیٰ ابصارهم فهل یکون فساد اعظم من القتل قال ابن الجوزی وصنّف القاضی ابو یعلی کتابا ذکر فیه بیان من یستحق اللّعن وذکر منہم یزید ثم ذکر حدیث من اخاف اهل المدینة ظلما اخافه الله وعلیه لعنة الله والملٓئکة والنّاس اجمعین۔

علامہ ابن جوزی اپنی کتاب الرّد علی المتعصب العنید المانع لعن یزید میں (جو خاص کر یزید کے جوازِ لعن کے لئے لکھی گئی ہے) تحریر فرماتے ہیں کہ ایک سائل نے مجھ سے یزید ابنِ معاویہ کی لعن کی نسبت سوال کیا۔ میں نے کہا اُس کے بارے میں جو کچھ کہا جائے کم ہو۔ اُس نے پوچھا کہ کیا ہم اُس پر لعن بھی کر سکتے ہیں؟ میں نے کہا تمام علمائے متورعین اور مقدسین نے اُس پر لعنت کی اجازت دی ہے اور انہی لوگوں میں امام احمد ابن حنبل بھی ہیں کیونکہ اُنہوں نے یزید کے حق میں لعنت سے بھی زیادہ باتوں کا اضافہ کیا ہے۔ پھر علامہ ابنِ جوزی نے فرمایا کہ قاضی ابو یعلی نے اپنی کتاب المعتمد الاصول میں صالح ابن احمد ابنِ حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے باپ (احمد ابنِ حنبل) سے پوچھا کہ بعض لوگ ہم کو یزید کے ساتھ محبت رکھنے کی نسبت دیتے ہیں۔ اونہوں نے فرمایا کہ جو شخص خدا پر ایمان لایا وہ کس طرح یزید کے ایسے شخص سے محبت کر سکتا ہے جس پر خدا نے خود لعنت کی ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہ کونسی آیت ہے تو اُونہوں نے آیۂ فهل عسیتم الخ کی تلاوت فرمائی اور کہا کہ قتلِ جناب امام حسین علیہ السلام سے بڑھکر اور کون فسادِ عظیم ہے۔ علامہ ابنِ جوزی لکھتے ہیں کہ قاضی ابو یعلی نے ایک کتاب یزید کے جوازِ لعن میں تصنیف کی ہے جس میں اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ فرمایا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اہلِ مدینہ کو خوف دلائیگا۔ دھمکا ئیگا۔ اُنپر ظلم کریگا۔ خدائے سبحانہ وتعالیٰ اُس کو ڈرائے گا اور اُس پر جمیع ملائکہ اور آدمیوں کی لعنت ہوگی۔

اسی قول کو علامہ ابنِ حجر نے بھی صواعقِ محرقہ میں تحریر کیا ہے اور صواعقِ محرقہ کی اسناد سے امام قندوزی بلخی نقشبندی نے بھی اپنی کتاب ینابیع المودۃ مطبوعہ بمبئی کے صفحہ ۲۸۱ میں مندرج کیا ہے۔ بہرحال۔ تیسری صدی تک کے علماء کے اقوال تو افعالِ یزید کے متعلق معلوم ہو چکے۔ اب ہم چوتھی صدی کے علماء کے قول ذیل میں لکھتے ہیں:۔

علامہ ذہبی جنکی وفات ۳۹۲ھ میں واقع ہوئی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:۔
ولمّا فعل یزید باهل المدینة ما فعل مع شربه الخمر واتیانه المنکرات اشتد علیه النّاس۔ یزید نے جو کچھ اہلِ مدینہ کے ساتھ

کیا اور اس کی شراب خواری اور اس کا ممنوعاتِ شرعیہ کا ارتکاب اس کا باعث ہوا کہ کل آدمی اس کے برخلاف ہوگئے۔

پانچویں صدی کے علماء (عالم) علامہ سبط ابن جوزی کے اقوال اوپر لکھے جاچکے۔

چھٹی صدی کے بہت بڑے معتبر اور مستند فاضل امام کیا ہراسی جو اپنی قابلیت اور جامعیت کے اعتبار سے سوادِ اعظم اہلسنت والجماعت میں ثانی غزالی کے معزز خطاب سے مخاطب کئے جاتے ہیں تحریر فرماتے ہیں۔

سئل الکیاھراسی الفقیہ الشافعی عن یزید ابن معٰویۃ ھل ھو من الصحابۃ ام لا وھل ھو یجوز لعنہ ام لا فاجاب انہ لم یکن من الصحابۃ لانہ ولد فی ایام عثمانؓ اما قول السلف فی لعنہ ففیہ لکل واحد من ابی حنیفۃ ومالک واحمدؒ قولان تصریح وتلویح ولنا قول واحد بالتصریح دون التلویح و کیف لا یکون کذالک وھو المتصید بالفھد اللاعب بالنرد ومدمن الخمر۔

علامہ کیا ہراسی فقیہ شافعی سے پوچھا گیا کہ یزید صحابی تھا یا نہیں اور اس پر لعن کرنا درست ہے یا نہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں وہ صحابی نہیں تھا۔ وہ خلیفہ سوم کے وقت میں پیدا ہوا اور اس پر لعنت بھیجنے میں دو قول مشہور ہیں۔ امام حنیفہ سے دو قول ہیں تصریح وتلویح۔ تصریح لعنت کرنے کے بارے میں تلویح اس کے عدم میں۔ اور ایسا ہی امام مالک اور امام احمد سے منقول ہے۔ لیکن میرا ایک ہی قول ہے۔ یعنی اس پر لعنت بھیجنا۔ اور یہ قول میرا کیوں نہ ہو؟ وہ چیتے سے شکار کھیلتا، شطرنج کھیلتا اور دائم الخمر تھا۔

ساتویں صدی میں ابن خلکان نے بھی علامہ موصوف کی اسناد سے یہی اقوال درج کئے ہیں (دیکھو شہادت جناب امام حسین علیہ السلام صفحہ ۱۵)

آٹھویں صدی کے عالمِ متبحر امام سعد الدین مسعود ابن عمر الملقب بہ امام تفتازانی یزید کی لعنت کی صریح اجازت دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ شرح عقایدِ نسفی میں لکھتے ہیں۔

فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلی انصارہ وعلی اعوانہ۔ یعنی ہم اس پر لعنت بھیجنے کے بارے میں ذرا توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے بیدین اور بے ایمان ہونے میں بھی شبہ نہیں کرتے۔ شرح عقائد صفحہ ۱۱۷۔ پھر کچھ آگے چلکر علامہ موصوف لکھتے ہیں

واتفقوا علی جواز اللعن علی من قتلہ او امر بہ او اجازہ او رضی بہ۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ لعنت کرنا اسکے قاتل پر اور اس پر جسنے اسکے قتل کا حکم دیا یا اجازت دی یا اس پر راضی ہوا جائز ہے۔ علامہ زبدی بھی یہی لکھتے ہیں۔ آٹھویں صدی کے علماء میں عالمِ متبحر علامہ ابن حجر بھی ایسا ہی لکھتے ہیں۔

نویں صدی کے علماء میں عالم معتبر اور مستند علامہ دمیری نے حیوٰۃ الحیوان میں یزید کی لعنت پر نہایت وضاحت سے اجازت لکھی ہے۔ جس کو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

دسویں صدی کے تمام علماء کی قریب قریب یہی رائے پائی جاتی ہے امام جلال الدین سیوطی باوجودیکہ یزید کو خلفائے اثنا عشر میں شمار کرتے ہیں تاہم اس پر لعنت بھیجنے کی صریح اجازت دیتے ہیں۔ وہ واقعاتِ کربلا کو بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں لعن اللہ قاتلہ وابن زیاد معہ ویزید ایضًا۔ خدا جناب امام حسین علیہ السلام کے قاتل اور ابن زیاد اور یزید سب پر لعنت کرے۔

امام سمہودی جواہر العقدین میں بھی ایسا ہی لکھتے ہیں فی جواہر العقدین اتفق العلماء علی جواز لعن من قتل الحسین علیہ السلام او امر بقتلہ۔ علماء کا اتفاق ہے اس پر لعنت بھیجنے میں جس نے جناب امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا۔ پھر لکھتے ہیں او اجازہٗ او رضی بہ غیر تعیین۔ علماء کا اتفاق ہے اس پر لعنت بھیجنے میں جس نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا یا اس کے اس فعل کو اس فعل کو جائز رکھا یا اسکی اجازت دی یا اس سے راضی ہوا۔ البتہ تعیین کی ضرورت نہیں

گیارہویں صدی کے علماء بھی اس امر پر اتفاق کرچکے ہیں۔ ملک العلماء دولت آبادی مناقب السادات میں واضح طور سے تحریر فرماتے ہیں۔

الامۃ اجتمعت والائمۃ اتفقت علی الکفر واللعن لقاتل الحسین علیہ السلام یعنی امت اسلام نے اس پر اجماع کیا اور ائمہ اسلام نے یزید قاتل جناب امام حسین علیہ السلام کے کفر اور اس کے جوازِ لعن کے امر پر اتفاق کیا ہے۔

شیخ الاسلام قسطنطنیہ امام قندوزی ینابیع المودۃ فی القربیٰ میں تحریر کرتے ہیں۔ واعلم ان اھل السنۃ اختلفوا فی کفر یزید بن معٰویۃ وولی عھدہ من بعدہ فقالت طائفۃ انہ کافر

یقول سبط ابن جوزی وغیرہ المشہور انہ لما جئی راس الحسین علیہ السلام جمع اہل الشام وجعل ینکت الراس الشریف بالخیزران وانشد ابیات ع لیت اشیاخی ببدر شہدوا۔ والابیات ولم یذکروا فیہا فاتی قد وجدت تمامہا ومنہا بیتین مشتملین علی صریح کفرہ۔

والابیات ھذہ

لیت اشیاخی ببدر شہدوا	وقعۃ الخزرج من وقع الاسل
لاھلوا واستھلوا فرحا	ثم قالوا یا یزید لا تشل
قد قتلنا القوم من ساداتکم	وعدلنا ببدر فاعتدل
لست من خندف ان لم انتقم	من بنی احمد ما کان فعل

وقال ابن جوزی فیما حکاہ عنہ سبط لیس العجب من قتال ابن زیاد للحسین علیہ السلام وانما العجب من خذلان یزید وضربہ بالقضیب ثنایا الحسین علیہ السلام وحملہ آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سبایا علی اقتاب الجمال وذکر اشیاء من قبیح ما اشتہر عنہ ثم قال وما کان مقصودہ الا الفضیحۃ ولو لم یکن فی قلبہ احقاد جاہلیۃ واضغان بدریۃ لاحترم الراس الشریف المبارک واحسن الی آل الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

واضح ہو کہ اہلسنت والجماعت کے عقاید میں یزید ابن معاویہ کی نسبت جو معاویہ کے بعد اُس کا قائم مقام ہوا اختلاف ہے۔ ایک فرقہ اس کو کافر کہتا ہے جس میں سبط ابن جوزی وغیرہ ہیں۔ اُن کے استدلال یزید کے اشعار پر ہیں۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ جب جناب امام حسین علیہ السلام کا سر آیا تو تمام اہل شام جمع تھے۔ اُس نے آپ کا سر مبارک چوب خیزران سے ٹھکرایا اور یہ شعر پڑھے۔ (ترجمہ اشعار) کاش ہمارے مقتولین بدر کے یہ ابیات مشہور و معروف ہیں مگر اُنہوں نے لکھے نہیں البتہ مجھے پورے ملگئے اور اُن میں سے دو شعر تو صریح کفر پر دال ہیں اور وہ شعر یہ ہیں (ترجمہ) کاش کہ میرے وہ بزرگوار جو بدر میں قتل ہوئے دیکھتے اضطراب کرنے کو قبیلہ خزرج کے تیروں کے پڑنے سے تو وہ چلاتے اور غل مچاتے بسبب خوشی کے پھر کہتے کہ اے یزید! تیرا ہاتھ شل نہو جیو تحقیق کہ ہمنے تمہارے سرداروں کے افسر کو قتل کیا اور بدر کے واقعہ کی کجی ہمنے برابر کی پس درست ہو گئے یعنی ہم نے جنگ بدر کا بدلا لے لیا۔ میں اولاد خندف سے ہوں۔ اگر اولاد احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بدلہ نہ لوں اسکا جو کچھ اُنہوں نے کیا۔ پھر ابن جوزی تحریر کرتے ہیں۔ اور ایسے ہی سبط ابن جوزی بھی لکھتے ہیں کہ ابن زیاد کا جناب امام حسین علیہ السلام سے لڑنا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے مگر جناب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ یزید کا مخالفت کرنا اور اُن جناب کی ذلت کرانا اور آپکے دندان مبارک پر چھڑی رکھنا اور اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقید کر کے شتران بے کجاوہ پر اسیر کرا کے بلوانا نہایت تعجب انگیز ہے صاحب ینابیع المودہ کا بیان ہے کہ علامہ ابن جوزی نے اِن باتوں کے علاوہ اور بھی بہت سی ایسی باتیں لکھی ہیں جو یزید کے بارے میں شدت کے ساتھ مشہور ہیں جس سے یزید کا اظہار معائب انکا اصلی مقصود ہے اور کیوں نہو۔ اگر یزید کے دل میں اہلبیت علیہم السلام کا کینہ اور واقعہ بدر کے انتقام کی خواہش نہوتی تو وہ جناب امام حسین علیہ السلام کے فرق مبارک کا احترام کرتا۔ اور اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا (دیکھو ینابیع المودۃ فی القربیٰ صفحہ ۲۸۰)

یزید کے ایک ایسے ہی شعر کا ذکر تاریخ ابن وردی اور کتاب الوافی بالوفیات میں بھی درج ہے کہ جب اسیران اہلبیت علیہم السلام دمشق سے قریب ہوئے اور مقام جیرون کے ٹیلے پر چڑھے تو شہیدوں کے سر بلند ہوئے اور کوّے انکو دیکھ دیکھکر کائیں کائیں کرنے لگے اسوقت یزید نے دو شعر پڑھے جنکا اخیر مصرعہ یہ ہے فقد اقتضیت من الرسول دیونی یعنی میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا بدلہ لے لیا۔ سید آلوسی بغدادی نے بھی اپنی معتبر تالیف روح المعانی جلد ششم صفحہ ۱۲۶ میں اس واقعہ کو درج کیا ہے (دیکھو شہادت حسین علیہ السلام صفحہ ۵۹) مولوی محمد مبین صاحب کتاب وسیلۃ النجات میں بذیل تذکرہ یزید یہ تحریر فرماتے ہیں۔

چنانچہ یزید بدبخت ستون دین و بنیاد خانہ جناب سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ اجمعین را بر انداخت و عمارت ایمانی و قصر امن و امان را منہدم ساخت بزرگے نوشتہ کہ کاریکہ یزید کرد کسے کافر فرنگ ہم نکردہ باشد و بعد شہادت آنحضرت علیہ السلام خانہ کعبہ را نیز خراب کردہ و در آنجا بدعتہا پدید آوردہ و مدینہ منورہ را حکم دار الحرب دادہ در مسجد نبوی اسپہا بست و صحابہ سید الورےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را کہ آنجا بودند ہمہ را بے عزت و بے حرمت کردہ زنان آنہارا مباح گردانید (دیکھو وسیلۃ النجات مطبوعہ مطبع گلشن فیض لکھنؤ صفحہ ۲۹۳)

اسی طرح یزید کی نسبت مولوی عبدالحی صاحب بھی اپنے مجموعۂ فتاویٰ میں

تحریر فرماتے ہیں۔ مولانا نے یزید کی خوب خبر لی ہے اور صاف لکھدیا ہے کہ از روئے تحقیق واتصاف کفریت وملعونیت سے بھی اس خبیث مردود کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔ اور ہرگز ہرگز اس مرید پلید کو مغفرت و ترحم سے یاد نہ کرنا چاہئے۔ اگرچہ از روئے احتیاط جس طرح کہ ابلیس لعین کی لعن سے زبان کو روکنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی طرح اسکی لعن سے بھی زبان کو آلودہ نہ کرنا چاہئے (دیکھو شہادت حسین علیہ السلام صفحہ ۵۲ مطبوعہ لاہور)

اثنا تمہیداً لکھکر ہمارے لائق ہمعصر صاحب شہادت حسین علیہ السلام۔ مولانا ممدوح کا فتویٰ بلفظہٖ یوں درج فرماتے ہیں :۔

یعنی در شانِ وے (یزید) براو افراط و موالات رفتہ میگویند کہ وے بعد ازآنکہ باتفاقِ مسلمانان امیر شد۔ اطاعتش برامام حسین علیہ السلام واجب شدہ بگویند کہ وے باوجود امام حسین علیہ السلام امیر شود ؟ اتفاقِ مسلمانان کے باشد۔ جماعتے از صحابہ واز اولادِ صحابہ خارج از و بودند و برخے کہ حلقۂ اطاعتِ او بگردن انداختند۔ چوں حالِ او از شربِ خمر و ترک صلوٰۃ و زنا و استحلالِ محارم معاینہ کردند۔ بمدینہ منورہ باز آمدند و خلع بیعت کردند و بعضے گویند کہ وے از قتلِ امام حسین علیہ السلام نہ کردہ نہ برآں راضی بود بعد از آں بقتلِ امام حسین علیہ السلام واہلبیتِ آنحضرت مستبشر شد این سخن نیز باطل است چنانکہ قال العلامۃ التفتازانی فی شرح العقائد النسفیۃ والحق ان رضا یزید بقتل الحسین علیہ السلام الی قولہ فما نوا ترمعناہ وان کان تفاصیلہا احاد۔ بعضے دیگر گویند کہ قتلِ امام حسین علیہ السلام گناہِ کبیرہ است نہ کفر ولعنت مخصوص است بکفار۔ نازم بر فطانتِ ایشاں۔ ندانستند کہ کفر یکطرف۔ خود ایذائے جنابِ رسولِ ثقلین صلے اللہ علیہ وآلہ حکم کفر دارد۔ قال اللہ تعالیٰ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ۔ وبعضے دیگر گویند کہ حالِ خاتمۂ وے معلوم نیست۔ شاید کہ وے بعد از ارتکاب این کفر و معصیت توبہ کردہ باشد وشل غزالی در احیاء العلوم باینطرف است۔ مخفی نہ باد کہ احتمالِ توبہ و رجوع از معاصی احتمالی است والا آں بے سعادت آنچہ دراست کردہ ہیچ کس نہ کردہ باشد الی قولہ وپسرش معاویہ بر سرِ منبر زشتی حالِ پدر خود بیان کردہ و بعضے بپاکانہ بلعن آں شقی تجویز می سازند از سلف واعلامِ امت امام احمد وامثالِ ایشاں بروئے لعنت کردہ اند وبعضے توقف کردہ اند وابن جوزی کہ بکمال عصبیت در حفظِ سنت و شریعت می دارد در کتاب خود لعن وے را از سلف منقول کردہ و علامہ تفتازانی بکمالِ جوش وخروش بروئے و بر انصار و اعوان وے لعنت کردہ اند وبعضے توقف کردہ از بر وآنرہ سکوت رفتہ اند۔ مسلک اسلم آنست کہ آں شقی را بہ مغفرت و ترحم ہرگز یاد نہ باید کرد و در کفِ لسان از لعنِ ابلیس ہم ہیچ خطر نیست فضلاً عن یزید عنید انتہے مختصراً (دیکھو شہادت حسین علیہ السلام صفحہ ۵۳)

جو کہ اس بحث میں لکھا گیا ہے وہ سب مولانا ممدوح نے تحریر فرمایا ہے اور طرفدارانِ یزید کی تمام دلیلوں کو پورے طور سے قطع و برید کرکے اُس پر علانیہ لعنت کرنے کی مستند اقوال کے اعتبار سے اجازت دیدی مگر اخیر میں آپ ہی اپنے بنائے ہوئے اصولِ خلافت کی رعایت سے جو اوپر لکھے جاچکے احتیاط کا کچا ڈورا زبان میں لگا دیا ہے جسکو صاحبِ بصیرت اتنے واقعات وحقیقت پر کافی طور سے اطلاع پاکر قابلِ اعتبار نہیں سمجھ سکتے۔

مولوی صاحب کی نسبت اگر یہ خیال کیا جائے کہ ہندوستان کے رہنے والے تھے اور خصوصاً لکھنؤ کے بزرگ۔ ہزاروں شیعوں سے میل جول۔ ربط ضبط۔ ممکن ہے کہ رو رعایت کی وجہ سے قریب قریب شیعوں کے ہمزبان ہوگئے ہوں تو ہم مولانا ممدوح کو چھوڑکر اپنے معتبر ہمعصر مولوی شاہ حسن میاں صاحب سجادہ نشین پھلواری کی کتاب شہادتِ حسین علیہ السلام سے اس بحث کو لکھتے ہیں جو عالمِ شریعت ہونیکے علاوہ سالکِ مسالکِ طریقت بھی ہیں۔ اور خدا کے فضل سے اب تک اپنے قدیم خاندانی عظمت کے سرمایۂ ناز اور ہمارے اطراف وجوانب میں بہت بڑے صاحبِ اعزاز ہیں ہمعصر ممدوح نے اس بحث کو خود ہی نہیں لکھا ہے بلکہ سوادِ اعظم اہلسنت کے ایک بہت بڑے محقق۔ فاضل معتبر ومستند عالم سید آلوسی بغدادی کی کتاب تفسیر روح المعانی سے نقل کیا ہے۔ اور اس میں جابجا اپنی معتبر تحقیقات سے قیمتی اور مفید اضافات فرمائے ہیں۔ ہمارے لائق ہمعصر تحریر فرماتے ہیں :۔

اختلاف اس میں ہے کہ خاصکر یزید کا نام لیکر اس پر لعنت کرنا درست ہے یا نہیں۔ اکثر اکابر محدثین اور بزرگانِ دین مثل امام احمد ابن حنبل و علامہ ابنِ جوزی وجلال الدین سیوطی وعلامہ سعد الدین تفتازانی وسید آلوسی بغدادی وعلامہ کیا ہراسی وملک العلماء دولت آبادی وغیرہم یزید

کے کفر کے قایل ہیں اور سرے سے اسے مسلمان ہی نہیں جانتے۔
بنا بریں اُس پر بہ تخصیص اسم لعنت بھیجنے میں کوئی کلام نہیں کرتے۔ لیکن اکثر علماء کا قول ہے کہ وہ مسلم ہے۔ مگر فاسق اور کوئی صریح دلیل اُس کے کفر کی معلوم نہیں ہوتی۔ اور کسی مسلمان پر اگرچہ وہ فاسق وفاجر بھی ہو لعنت کرنا درست نہیں۔ لہٰذا یزید پر بہ تخصیص اسم لعنت بھیجنا درست ہے اور بعضوں کا گمان ہے کہ یزید کا جناب امام حسین علیہ السلام کا قاتل ہونا قطعی ویقینی طور پر ثابت نہیں۔ لہٰذا اُس پر لعنت کرنا روا نہیں۔

ان سب کے جواب میں ہمارے لائق ہمعصر یوں رقمطراز ہیں کہ یہ بات مسلّم ہے اور پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے اور بتواتر ثابت ہے کہ یزید نے جنابِ امام حسین علیہ السلام کو شہید کرایا۔ اسی نے ابنِ زیاد وغیرہ کو اس کا حکم دیا۔ اور آپ کی شہادت اُسکا عین مطلوب تھا اور آپ کے قتل سے اُسے کمال مسرت اور خوشی ہوئی۔ جیسے کتبِ عامّہ شاہد ہیں۔ اتحاف میں ہے۔ ولا شک عاقل ان یزید ابن معٰویۃ ھو قاتل الحسین علیہ السّلام لانّہ الّذی ندب عبید اللہ ابن زیاد بقتل الحسین علیہ السلام (دیکھو اتحاف بحب الاشراف صفحہ ۶۶)

کوئی عاقل اس میں شک نہیں کرے گا کہ یزید ابنِ معاویہ قاتلِ جنابِ امام حسین علیہ السلام ہے کیونکہ اسی نے ابنِ زیاد کو آپ کے قتل کا حکم دیا اور اس پر مستعد کیا۔

علامہ سعد الدین تفتازانی شرح عقائد نسفیہ میں تحریر کرتے ہیں :۔
والحقّ ان رضا یزید بقتل الحسین علیہ السّلام واستبشارہ بذالک واھانۃ اھلبیت النّبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مّما تواتر معناہ وان کان تفاصیلہ احاداً (دیکھو شرح عقائد صفحہ ۱۱۷)

حق یہ ہے کہ یزید کا امام حسین علیہ السّلام کے قتل پر راضی ہونا اور آپ کے قتل کئے جانے سے اُس کا راضی ہونا اور خوش ہونا اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت علیہم السّلام کی اہانت وبے حرمتی کرنا متواترِ معنوی ثابت ہے۔ اگرچہ اس واقعہ کی تفصیلیں (خبرِ) احاد سے معلوم ہوئیں۔ اور ایسا ہی سید آلوسی بغدادی تفسیر روح المعانی جلد ہفتم صفحہ ۱۲۵ میں فرماتے ہیں۔

ورضا بقتل الحسین ابن علیؑ علٰی جدّہٖ وعلیہ الصّلٰوۃ والسّلام واستبشارہ بذالک واھانتہ لاھل بیتہ مّما تواتر معناہ وان کان تفاصیلہ احاداً۔

پس جب یہ ثابت ہوگیا کہ یزید بیشک قاتلِ جنابِ امام حسین علیہ السلام و دشمنِ اہلبیت اور دشمنِ آلِ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تو یہی بڑی دلیل اُسکے کفر کی ہے۔ اہلبیتِ طہارت کی اہانت وبے حرمتی۔ اُن کو ستانا اور سیّد شباب اہل الجنۃ۔ لختِ دلِ مصطفیٰ۔ جگر گوشۂ علیؑ مرتضیٰ۔ راحتِ جانِ زہرا۔ محبوبِ خالقِ ارض وسما۔ شاہِ کونین سیّدنا ومولانا حضرت امامِ ہمام جنابِ امام حسین صلوات اللہ سلامہٗ علٰی جدّہٖ وابیہ واُمّہ واخیہ وعلیہ وعلٰی محبّیہ وتبعیہ اجمعین الٰی یوم الدین کو اس ظلم وجفا اور اس بے حرمتی سے قتل کرنا کفر ہے۔ جنابِ امام حسین علیہ السّلام حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاڈلے نواسے تھے۔ اُنکے ذرا سے رونے سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہوتی تھی۔ اب غور کیا جاسکتا ہے کہ حسین مظلوم علیہ السلام کی اس بیکسی ومصیبت میں ایسی بے حرمتی سے قتل کئے جانے سے روحِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسی کچھ اذیت پہنچی ہوگی جس کا ایک شمّہ حضرت ابنِ عباس اور حضرت اُمِ سلمہ علیہما السّلام کا خواب ہے۔ پس جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی ایذا دہی وبے حرمتی اور اہانت اور اُن کے اہلبیت علیہم السّلام پر ظلم میں جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظلم ہے۔ اور آپکی اہانت وایذا دہی ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا دہی اور اہانت بہت ہی بڑا کفر اور بے دینی نہیں ہے؟ نعوذ باللہ من ذٰلک۔ اسی لئے اکثر محققین کہتے ہیں کہ انّہ کفر حین امر بقتل الحسین علیہ السّلام (دیکھو شرح عقائد صفحہ ۱۱۷) یعنی یزید ٹھیک اسی وقت کافر ہوگیا جس وقت اُسنے جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے قتل کا حکم دیا۔ اور علامہ تفتازانی پھر لکھتے ہیں فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ (دیکھو شرح عقائد صفحہ ۱۱۷) یعنی ہم اُسکے لعنت کرنے میں ذرا توقف نہیں کرتے۔ بلکہ اُسکے بے دین وایمان ہونے میں بھی کوئی شبہہ نہیں کرتے۔

صاحبو! جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مسلمانو! میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں میرے بعد تم انہی سے تمسّک

کرنا۔ اگر تم ان کا خیال رکھو گے۔ ان کی قدر کرو گے اور انکے ساتھ متمسک رہو گے تو ہمیشہ گمراہی وضلالت سے بچو گے۔ وہ دو چیزیں کیا ہیں؟ کلام اللہ وعترتی۔ قرآن پاک اور میری عترت اور اولادِ اطہار علیہم السلام۔

گویا آپ نے تمسک وعظمت کے لئے قرآن واہلبیت کو برابر بتلایا تھا تو اگر قرآن کی کوئی توہین کرے۔ اُسے پامال کرے اور اُس کے اوراق کو بے حرمتی سے اُسکی تذلیل کے لئے منتشر کرے اور خوب جان بوجھکر علانیہ اُسکی اہانت کرے یا ان امور پر وہ راضی و خوش ہو تو وہ مسلمان رہ سکتا ہے اور کیا کلام اللہ کی اہانت کفر نہیں ہے؟ ضرور ہے۔ پس اسی طرح سمجھ لو کہ اہلبیتِ اطہار قرآن ناطق۔ شانِ نزولِ آیتِ تطہیر سلام علیہم من رب القدیر کی اہانت بھی بلا ریب کفر ہے۔ اور جو بھی اہلبیتِ اطہار علیہم السلام خصوصاً سیدنا جناب امام حسین علیہ السلام کی بے حرمتی وقتل سے خوش اور راضی یا اس میں شریک ہوا یا اُسے گوارا کیا وہ ہرگز مسلمان نہیں ہے بلکہ فی الدرک الاسفل من النار ہوگا اب ناظرین خود انصاف فرمائیں کہ یزید اور یزیدیوں پر لعنت بھیجنا جائز ہے یا ناجائز؟ جب ایمان ہی ندارد ہے تو پھر لعنت کیوں ناجائز ہوگی؟ بزرگان وعلمائے متورعین واسلاف نے یزید اور یزیدیوں پر لعنت بھیجی اور اسکو مطابق حکم خدا ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا اور قرآن مجید اور حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے۔ (دیکھو تفسیر روح المعانی جلد ہشتم صفحہ ۱۵۲) زیر تفسیر آیۃ فهل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا الخ یہ ہے کہ واستدل بها ايضا على جواز لعن يزيد عليه من الله تعالى ما يستحقه نقل البرزنجي في الاشاعة والهيتمي في الصواعق ان الامام احمد سأله ولده عبد الله عن لعن يزيد قال كيف لا يلعن من لعنه الله تعالى في كتابه فقال عبد الله قد قرأت كتاب الله عز وجل فلم اجد فيه لعن يزيد فقال الامام ان الله تعالى يقول فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا في الارض وتقطعوا ارحامكم اولئك الذين لعنهم الله الخ واي فساد وقطيعة اشد مما فعله يزيد۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت سے لعن یزید پر استدلال کیا گیا ہے۔ برزنجی نے اشاعت میں اور ابن حجر ہیثمی مکی نے صواعق محرقہ میں نقل کیا ہے کہ امام احمد سے انکے صاجزادے عبد اللہ نے پوچھا یزید پر لعنت کرنیکے بارے میں تو امام احمد نے فرمایا جس پر خدا نے قرآن میں لعنت کی ہے اُسپر کیونکر لعنت نہ کی جائے گی۔ عبد اللہ نے کہا کہ میں نے سارا قرآن پڑھا۔ یزید پر لعنت کہیں نہیں پائی۔ آپ نے فرمایا۔ خدائے سبحانہ وتعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے فهل عسيتم الخ یعنی اگر تم متولی ہو جاؤ گے تو زمین پر فساد پھیلاؤ گے (معاصی وکفر سے) اور قطع رحم کرو گے۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور کونسا فساد اور قطع رحم اُس سے بڑھکر ہے جو کچھ یزید نے کیا (دیکھو صواعق محرقہ صفحہ ۱۵۹ مطبوعہ مصر) نیز ابن حجر مکی یہ عبارت تحریر فرماتے ہیں:۔

وبعد اتفاقهم على فسقه اختلفوا في جواز لعنه بخصوص اسمه فاجازه قوم منهم ابن الجوزي ونقله عن احمد وغيره فانه قال في كتابه المسمى بالرد على المتعصب العنيد المانع من ذم يزيد سألني سائل عن يزيد ابن معاوية فقلت له يكفيه ما به فقال اتجوز لعنه فقلت قد اجازه العلماء المتورعون منهم احمد ابن حنبل انه ذكر في حق يزيد ما يزيد عليه الا اللعنة۔

یعنی یزید کے فاسق ہونے پر اتفاقِ علماء ہونیکے بعد اختلاف اُس پر تخصیص لعنت کرنے میں ہوا۔ تو ایک گروہ نے اسکو جائز رکھا ان ہی میں سے ایک ابن جوزی ہیں۔ اُنہوں نے جوازِ لعن کو امام احمد حنبل وغیرہ سے نقل کیا ہے اور اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ مجھ سے کسی نے جوازِ لعن یزید کے متعلق سوال کیا۔ میں نے کہا یزید پر لعنت کرنے کو علمائے متورعین نے جائز رکھا ہے۔ ان میں سے امام احمد بھی ہیں۔ اُنہوں نے یزید کے حق میں سب سے بڑھکر کہا ہے اور ایسا ہی اتحاف وغیرہ میں بھی مذکور ہے۔ اور الاتحاف لحب الاشراف صفحہ ۳۶ و ۶۴ میں ہے کہ علامہ ابن جوزی نے قاضی ابو یعلی سے باسناد روایت کی ہے کہ صالح ابن امام احمد نے فرمایا میں نے اپنے والد ماجد سے لعن یزید کو پوچھا۔ فرمایا جس پر خدا نے لعنت کی ہو اُسپر لعنت کیوں نہ کیجائے۔ دیکھو خدائے عزوجل نے فرمایا ہے۔ فهل عسيتم الخ یعنی کیا تم اگر اے منافقو والی بنجاؤ گے تو زمین میں فتنہ وفساد برپا کرو گے اور قطع رحم کرو گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنپر خدا نے

لعنت کی ہیں (جانِ پدر) قتل جناب امام ہمام حسین علیہ السلام سے بڑھکر رُوئے زمین پر کونسا فساد ہوگا؟ اور اس سے زیادہ قطع رحم کیا ہوگا؟ اور سنو! خدا نے فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ یعنی جو لوگ خدا و جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں بیشک اُن پر خدا نے دونوں جہان میں لعنت کی ہے اور جناب امام حسین علیہ السلام جگر گوشۂ رسول قرۃ العین بتول سلام اللہ علیہم اجمعین کے قتل سے بڑھکر جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کونسی ایذا رسانی ہے۔ پھر تفسیر روح المعانی کے اسی صفحہ میں ہے

وعلی ھٰذا القول لا یتوقف فی لعن یزید وتکفیرہ بکثرۃ اوصافہ الخبیثۃ وارتکابہ الکبائر فی جمیع ایّام تکلیفہ ویکفی ما فعلہ ایام استیلائہ باھل المدینۃ ومکّۃ فقد روی الطبرانی بسند حسن اللّٰھم من ظلم اھل المدینۃ واخافھم فاخفہ وعلیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین لا یقبل منہ صرف ولا عدل والطّامۃ الکبریٰ ما فعلہ باھل البیت من الاذی وقتلہ الحسین ممّا ثبت بتواتر المعنی وفی الحدیث ستۃ لعنھم اللہ وفی روایۃ لعنھم اللہ وکلُّ نبیٍّ مُجاب الدّعوات المحرّف الکتاب اللہ وفی روایۃ الزّائد فی کتاب اللہ والمکذّب بقدر اللہ والمتسلّط بالجبروت لیعزّ من اذلّ اللہ ولیذلّ من اعزّ اللہ والمستحل من عترتی والمستحلّ بحرم اللہ والتّارک لسنّتی وقد جزم بکفرہ وصرّح بلعنہ جماعۃ من العلماء منھم الحافظ ناصر السّنّۃ ابن جوزی وسبقہ القاضی ابویعلی وقال العلّامۃ التّفتازانی لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلی انصارہ واعوانہ وممّن صرّح بلعنہ الجلال الدّین السّیوطی۔

یعنی بنابریں قول لعن یزید میں کوئی توقف نہیں ہے بسبب اسکی کثرت اوصاف خبیثہ اور ارتکاب کبائر کے اور اسکی لعنت کے لئے کافی ہیں وہ مظالم جو اس نے اپنے غلبہ کے زمانہ میں اہل مکہ اور اہل مدینہ پر کئے۔ کیونکہ امام طبرانی نے بسند حسن روایت کی ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خدایا جو اہل مدینہ پر ظلم کرے اور اُن کو خوف زدہ کرے تو بھی اُسے خوف زدہ کیجیو اور اُس پر خدا کی اور تمام ملائکہ کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو جیو۔ اور اُس شخص سے نہ صرف اور نہ عدل (یعنی کوئی نیکی) قبول ہوگی۔ اور بڑی قیامت تو اس نے یہ برپا کی کہ اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ سخت سے سخت ظلم وستم سے پیش آیا اور اُنہیں ایذا دی اور سیدنا جناب امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا۔ جو بتواتر معنی ثابت ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ چھ شخص ہیں جنپر خدا نے لعنت کی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اُنپر خدا نے بھی لعنت کی ہے اور ہر نبی مستجاب الدعوات نے بھی لعنت کی ہے۔ وہ چھ شخص یہ ہیں۔

(۱) خدا کی کتاب میں تحریف اور اُس میں کمی وبیشی کرنے والا۔

(۲) قضا وقدر کا منکر اور تکذیب کرنیوالا۔

(۳) وہ شخص جو لوگوں پر غلبہ وتسلط ہو۔ اسلئے کہ جسے خدا نے ذلت دی ہے اسے وہ عزت دے اور جسکو خدا نے عزت دی ہو وہ اُسے ذلت دے۔

(۴) میری عترت واولاد کی بے حرمتی کرنیوالا۔

(۵) خدا کے حرم کی بے حرمتی کرنے والا۔

(۶) میری روش چھوڑنے والا۔

(یہ دونوں حدیثیں یزید پر لعنت کرنیکی مؤید ہیں کیونکہ اہل مدینہ پر اُسنے سخت ظلم کیا اور خوف زدہ کیا اور متسلط بالجبروت بھی تھا۔ خدا کے معزز بندوں کو ذلیل اور ذلیلوں کو معزز بنایا۔ اور حرم مکہ حرمین کی سخت بے حرمتی اور اہانت کی۔ علیہ لعنۃ اللہ والنّبیّین والملٰئکۃ والنّاس اجمعین)

یہ لکھکر صاحب تفسیر روح المعانی فرماتے ہیں کہ علماء کی ایک جماعت نے یزید کے کفر کا یقین کیا اور اُس پر لعنت بھیجنے کی تصریح فرمائی ہے مثل حافظ ابن جوزی وقاضی ابویعلی وغیرہم کے۔ اور علامہ تفتازانی کہتے ہیں کہ ہم لوگ اُس پر لعنت کرنے کے بارے میں بلکہ اُس کے کفر کے بارے میں بھی کچھ توقف نہیں کرتے اور اُس پر اور اُس کے اعوان وانصار پر خدا کی لعنت ہو۔ اور جلال الدین سیوطی نے بھی اُسپر لعنت کرنیکی تصریح کی ہے چنانچہ جیسا کہ علامہ سید آلوسی رح فرماتے ہیں امام جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۱ میں واقعۂ کربلا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں لعن اللہ قاتلہ وابن زیاد معہ ویزید ایضا کہ خداوند تعالیٰ وسبحانہ تعالیٰ امام حسین علیہ السلام شہید دشت کربلا کے قاتل اور ابن زیاد اور یزید سب پر لعنت کرے۔

سید آلوسی بغدادی نے اسکے بعد تاریخ ابن وردی وکتاب الوافی بالوفیات سے

نقل کیا ہے کہ جب اسیرانِ اہلبیت دمشق سے قریب پہنچے اور مقام جیرون کے ٹیلے پر چڑھے تو شہیدوں کے سر بلند ہوئے اور کوّے کائیں کائیں کرنے لگے اس وقت یزید نے دو شعر پڑھے جس کا آخری مصرعہ یہ ہے کہ فقد اقتضیت من الرسول دیونی۔ کہ میں نے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا بدلہ لے لیا (دیکھو روح المعانی جلد ہشتم صفحہ ۱۲۶) پھر اُن اشعار کا بھی ذکر کیا ہے جو الاتحاف لحب الاشراف و روضۃ النجاۃ ومفتاح النجاۃ و دیگر کتب میں منقول ہیں کہ لیت اشیاخی ببدر شھدوا الخ کا مطلب یہ ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگِ بدر میں میرے آبا کو قتل کیا تھا اُس کے بدلے میں ہمنے آج اُنکی اولاد کو قتل کیا۔ اور خوب ہی بدلا لیا۔ کاش میرے وہ اشیاخ (بزرگ) جو بدر میں قتل کئے گئے زندہ ہوتے اور دیکھتے کہ ہم نے کیسا بدلا لیا۔ اور آخر میں دو شعر اور بھی ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہ کوئی وحی نازل ہوتی۔ نہ فرشتہ آیا۔ یہ سب بنی ہاشم نے ملک گیری کے ڈھنگ نکالے تھے۔

یہ اشعار پُر از کفر اُس کی زبان سے نکلے ہیں جیسا کہ علماء نے لکھا ہے تو بیشک اُس کے کافر مردود ہونے میں ذرا بھی کوئی شُبہ باقی نہیں ہے جیسا کہ صاحبِ تفسیر روح المعانی و صاحب الاتحاف لحب الاشراف و صاحبِ تاریخ وردی و صاحبِ کتاب الوافی بالوفیات وغیرہم من العلماء نے فرمایا ہے۔ سید آلوسی بغدادی اپنی تفسیر روح المعانی جلد ہشتم صفحہ ۱۴۶ میں اسکی نسبت علماء کا بیان کرکے فرماتے ہیں کہ میرے گمانِ غالب میں بھی یہی ہے کہ وہ خبیث ہرگز مسلمان و مصدقِ رسالت نہیں تھا جبکہ اسکی تمام حرکات و افعال پر نظر کرتے ہیں اور دیگر قرائن و دلایل سے واضح ہوتا ہے۔ اور اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ کافر نہیں ہوا تو اس میں کوئی شُبہ اور اختلاف نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک ایسا مسلم ہے جس نے اتنے بے شمار فواحش اور کبائر صغیر محیط کو جمع کیا ہے اور ایسا ہی علامہ ابنِ حجر صواعقِ محرقہ میں فرماتے ہیں (ملاحظہ ہو صواعق محرقہ صفحہ ۱۹۲) وعلی القول فانہ مسلم فھو فاسق شریر مستکبر سکیر جائر اس قول کی رُو سے کہ وہ مسلم ہے مسلم فاسق۔ شریر۔ متکبر۔ بدمعاش۔ نشہ باز۔ ظالم ہے۔ سید آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اسکی لعنت کے جواز میں تامل نہیں کرتے اور نیز ابنِ زیاد۔ ابنِ سعد اور اسکی جماعت پر لعنت کرنے میں ہمیں توقف نہیں۔ یہ لوگ یزید سے ملحق ہیں فلعنۃ اللہ عزوجل علیھم اجمعین وعلی انصارھم واعوانھم وشیعتھم ومن مال الیھم الی یوم الدین مادمعت عین علی ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام۔ یعنی خدا کی لعنت ہو یزید۔ ابنِ زیاد۔ ابنِ سعد اور اُس کی جماعت پر اور اُن لوگوں کے اعوان و انصار پر اور اُن کے پاس والوں پر اور جو اُن لوگوں کی طرف مائل ہوں قیامت تک۔ جب تک کہ آنکھیں جنابِ امام حسین علیہ السلام کو روتی رہیں۔ اور آخر میں لکھتے ہیں کہ جو اس طرح یزید اور یزیدیوں پر بوجہ احتیاط لعنت کرنے میں مضائقہ کرے وہ یوں کہے کہ خدا اُس پر لعنت کرے جو قتلِ جنابِ امام حسین علیہ السلام سے راضی ہوا۔ اور جس نے اہلبیت علیہم السلام کو ایذا دی۔ بلا قصور ستایا۔ اُس نے اُن کا حق غصب کر لیا۔ اُس پر خدا لعنت کرے۔ اس طرح لعنت کرنے کا کوئی بھی مخالف نہیں ہے۔ شاید اُس شخص پر لعنت کرنا بھی جو قتلِ امام حسین علیہ السلام سے راضی و خوش ہوا ہو جائز ہے وذلک لعمری ھو الضلال البعید الذی یکاد یزید علی ضلال یزید (دیکھو تفسیر روح المعانی جلد ہشتم صفحہ ۱۲۹) واللہ یہ بڑی گمراہی ہے جو یزید کی ضلالت سے بھی بڑھی چڑھی ہے۔

مسندِ امام احمد کی اسناد سے اوپر لکھا جا چکا ہے کہ حضرت اُمِّ سلمہ سلام اللہ علیہا نے بھی قاتلِ امام حسین علیہ السلام پر لعنت کی آنکا ارشاد مشہور ہے کہ قتلوہ قتلھم اللہ عزوجل واذلوہ لعنھم اللہ جن لوگوں نے اُنکو (جنابِ امام حسین علیہ السلام کو) قتل کیا اور آپ کے ساتھ جنگ کی اور آپ کی تحقیر کی اُن پر خدا اپنی لعنت کرے۔ ان کے علاوہ حضرت امام احمد ابنِ حنبل۔ حضرت امام مالک بروایتے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور علامہ کیا ہراسی غزالی ثانی اور قاضی ابویعلیٰ اور علامہ ابنِ جوزی اور علامہ سفارینی اور سید سمہودی اور علامہ برزنجی اور علامہ ترمذی اور علامہ سعد الدین التفتازانی اور علامہ جلال الدین سیوطی اور علامہ سید آلوسی اور مولوی حیدر علی فیض آبادی اور مولوی محمد مبین لکھنوی اور ملک العلماء دولت آبادی وغیرہم من العلماء المحققین والمتورعین سب کے سب یزید پر لعنت کرنے کی پوری اجازت دیتے ہیں (دیکھو شہادتِ حسین علیہ السلام صفحہ ۶۱)

———※———

عذرِ گناہ بدتر از گناہ

ایک اپنے مجوزہ اور خود ایجاد کردہ اصولِ خلافت کو ٹھیک بنانے کیلئے کیا کیا فکریں نہیں کی گئیں۔ حالانکہ اس سے کہ اُنکی وجہ سے شریعت کے اصلی اور حقیقی اغراض و مقاصد میں کتنے ہی مفاسد کیوں نہ پیدا ہو گئے ہوں۔ اور اُن کے نتائج ملک میں چاہے کتنے ہی اخلاقی اور روحانی عیوب کیوں نہ پھیلائیں۔ کوئی پرواہ نہیں۔ غرض تو یہ ہے کہ اپنے معائب کو کسی نہ کسی طرح محاسن کے ظاہری غلاف پہنائے جائیں مگر کیا ان لگاتار کوششوں کے بعد بھی ان ایجادوں میں حقانیت کا کوئی اصلی اثر پیدا ہوا۔ نہیں کبھی نہیں۔ خدا کی شان۔ یزید کے لئے بھی ایسی ہی کوشش کی گئی۔

سلطنتِ امویہ کے ایمان فروش وظیفہ خواروں نے افعالِ یزید پر پردہ ڈالنے کی غرض سے واقعات کربلا کی عذر خواہیوں کے لئے عجیب عجیب مضمون تراشے ہیں۔ اُن میں سے بعض نے تو اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر یہ لکھدیا ہے کہ وہ واقعۂ شہادت میں بے قصور تھا۔ اُس کا منشا وہ نہیں تھا۔ ابنِ زیاد اور عمر سعد نے اپنی خود رائی سے کیا جو کچھ کیا۔ استغفر اللہ ربی و اتوب الیہ۔

ایسے ضعیف اور بے دلیل عذر کی جواب وہی واقعات سے ہو سکتی ہے۔ جو ایک ہی نہیں ہزارہا کتابوں میں لکھے گئے اور لکھے جا رہے ہیں۔ ایسا عذر صریح عالم فریبی ہے۔ اس کے لئے کسی ثبوت کی بھی ذرا بھی ضرورت نہیں۔ مگر ہم یہاں اپنے سلسلۂ بیان کی ضرورت سے چند علمائے معتبرین اور مؤرخین کے اقوال لکھے دیتے ہیں۔ جو مزید اطمینان کا باعث ہوں گے۔

الاتحاف بحب الاشراف میں ہے ولا شک عاقل ان یزید ابن معاویۃ ھو القاتل للحسین علیہ السلام لانہ الذی ندب عبید اللہ ابن زیاد بقتل الحسین علیہ السلام کوئی عاقل اس میں شک نہیں کریگا کہ یزید ابن معاویہ قاتلِ جناب امام حسین علیہ السلام ہے۔ کیونکہ اُسی نے ابنِ زیاد کو آپ کے قتل کا حکم دیا تھا۔ اور اسکو اس پر مستعد کیا (دیکھو اتحاف صفحہ ۶۶)

امام تفتازانی شرح عقاید نسفیہ میں لکھتے ہیں:۔ والحق ان رضا یزید بقتل الحسین علیہ السلام واستبشارہ بذالک واھانۃ اھلبیت النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ حق تو یہ ہے کہ یزید امام حسین علیہ السلام کے قتل پر اور اہلبیت علیہم السلام کی اہانت و بے حرمتی پر راضی اور خوشنود ہوا (دیکھو شرح عقائدِ نسفیہ صفحہ ۱۱۷)

سید آلوسی بغدادی تفسیرِ روح المعانی میں لکھتے ہیں ورضاہ بقتل الحسین علیہ السلام علی جدہ وعلیہ الصلٰوۃ والسلام واستبشارہ بذالک واھانتہ لاھلبیت علیھم السلام یعنی وہ (یزید) قتلِ جناب امام حسین علیہ السلام اور اہانتِ اہلبیتِ کرام علیہم السلام پر راضی و خوشنود ہوا۔

بہرحال۔ اسلام کی تمام احادیث۔ تاریخ اور سیر کی کتابیں ان واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ ہماری یہ کتاب تو مخصوص شہادت کے لئے ہے۔ پھر اس فضول میں بیکار وقت صرف کرنا ضروری نہیں۔ اس لئے ہم اس بحث سے قطع نظر کرتے ہوئے آخر میں مولوی عبد الحی صاحب فرنگی محلی کے اسی فتوے سے اس شبہ کا رد بھی کئے دیتے ہیں۔ وھو ہذا۔

بعضے گویند کہ وے امر بہ قتلِ امام حسین علیہ السلام نہ کردہ بود و نہ او بر آں راضی بود و نہ بعد از قتل وے و اہلبیت وے مستبشر شد ایں سخن نیز باطل است۔

مولوی محمد مبین صاحب لکھنوی وسیلۃ النجاۃ میں ایسا ہی فرماتے ہیں۔ یزیدِ پلید بدبخت ستونِ دین و بنیادِ خانۂ جنابِ سید المرسلین صلے اللہ علیہ و آلہ اجمعین را برانداخت و عمارتِ ایمان و قصرِ امن و امان را منہدم ساختہ بزرگے نوشتہ کہ کارکہ یزید کرد کسے کافرِ فرنگ ہم نہ کردہ باشد و بعد از شہادتِ جنابِ امام حسین علیہ السلام خانۂ کعبہ را نیز خراب کرد (دیکھو وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۲۹۳)

ہمارے لائق ہمعصر صاحبِ شہادتِ امام حسین علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

بعضوں کا گمان ہے کہ یزید کا امام حسین علیہ السلام کا قاتل ہونا قطعی و یقینی طور پر ثابت نہیں۔ لہذا اُس پر لعنت کرنا روا نہیں۔ لیکن

انصاف یہ ہے کہ یہ بات مسلّم اور پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے اور بتواتر ثابت ہے کہ یزید ہی نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کرایا۔ اسی نے ابن زیاد وغیرہ کو اس کا حکم دیا اور آپ کی شہادت اُس کا عین مطلوب تھا۔ اور آپ کے قتل سے اُسے کمال مسرت اور خوشی حاصل ہوئی۔ جس پر کتب عامّہ شاہد ہیں (دیکھو صفحہ ۴۲)

یہ سب شہادتیں تو ایک طرف یزید کے سعادتمند صاحبزادے کا خاص خطبہ اس امر کے ثابت کرنے کے لئے پورے طور سے ثابت ہے۔ چنانچہ وہ اپنے خطبہ میں بیان کرتے ہیں۔

ثم قلّد ابی الامر وکان غیر اھلہ ونازع ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فقصف عمرہ وابتر عقبہ وصار فی قبرہ رھینا بذنوبہ۔

معاویہ کے بعد میرا باپ امر خلافت پر متصرف ہوا۔ حالانکہ وہ اس کے لائق نہیں تھا۔ اور اس نے بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے کے ساتھ نزاع کی۔ پس اُن کی حیات کو قطع کر ڈالا اور اُن کی اولاد و اعقاب کو برباد کیا اور پھر اپنی قبر میں گیا اور آج تک اپنے گناہوں میں گرفتار ہے (ملاحظہ ہو صواعق محرقہ و ینابیع المودہ صفحہ ۲۸۲)

اب اس سے بڑھکر دوسرے کی کیا شہادت ہوسکتی ہے۔ اور خود اس کے بیٹے معاویہ سے بڑھکر کون یزید کا دوسرا شاہد صادق اور معتمد علیہ ہوسکتا ہے۔

بہرحال۔ اب اس عذر کی تو پوری قلعی کھل گئی۔ اور اُس بے سروپا اور بے دلیل عذر کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ اب دوسرے عذر کی اصلیت یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ خلافت یزید حق تھی۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے حق کے خلاف میں کوشش کی تو معاذ اللہ وہ جناب ضرور بر سر خطا تھے۔ اس لئے یزید کی حرکات کی نسبت کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔

اس میں شک نہیں کہ انہی خود قرار دادہ اصول خلافت اور اپنے ایجاد کئے ہوئے قوانین کے موافق تو یزید کی خلافت سواد اعظم اہلسنّت میں ضرور برحق تسلیم کئے جانے کے قابل ہے۔ کیونکہ حسب قواعد مجوزہ۔ اجماع۔ استخلاف اور استیلاء تینوں دلیلیں یزید پر جمع تھیں۔ اجماع کی نسبت تو سب سے پہلے خلیفہ زادے عبداللہ ابن عمر کی کوشش اور تمام اہل مدینہ کو ان کی سختی سے سخت تاکیدیں گواہ ہیں۔ جس کو ہم نہایت تفصیل سے خلافت یزید کے سلسلہ میں اوپر لکھ چکے ہیں۔

باقی رہا استخلاف۔ وہ امیر معاویہ کے انتظام اور بیعت یزید کے اہتمام میں اُن کی ملکی ہلچل کے واقعات سے پورے طور پر ثابت ہے اس کے بعد استیلاء۔ وہ امام حسین علیہ السلام پر کربلا میں عبداللہ ابن مطیع پر مدینہ میں اور عبداللہ ابن زبیر پر مکہ میں کامل فتح پاکر ثابت ہوگیا۔

پھر ان تینوں دلیلوں کے قوی اجماع کے بعد بھی یزید کی حقیت سے کون انکار کرسکتا ہے۔ لیکن جن کے قلوب روشن ذہن متین اور عقل صائب ہے اور جن کی حق بین نگاہوں میں مبدء فیض سے حقیقت کی روشنی عنایت فرمائی گئی ہے۔ وہ بخوبی دیکھتے اور سمجھتے ہیں۔ کہ جناب امام حسین علیہ السلام کو کربلا کے میدان میں جان دینے کی سخت سے سخت ضرورت یہی تو آپڑی تھی۔ کہ عام مسلمانوں کو اسی مصنوعی اصول کے دھوکے میں خلافت یزید کو جو تمام خلافتوں سے زیادہ خبیث۔ شدید اور پُر از معائب تھی۔ برحق تسلیم کرنا ضرور ہوگیا تھا۔ اور وقت۔ موقعہ اور ضرورت ایسی ہی آگئی تھی۔ کہ جب تک جناب امام حسین علیہ السلام اپنی جان نہ دیتے۔ مسلمان ہرگز چاہ ضلالت سے نہ نکلتے اور یزید کا کفر ثابت نہ ہوتا۔ یہ آپ ہی کے خونِ ناحق کا اثر ہے کہ سوادِ اعظمِ اہلسنّت والجماعت کے اتنے معتبر اور مستند علماء جن کے نام نامی اوپر لکھے گئے ہیں۔ اپنے اصولِ خلافت کی دلائل سے قطع نظر کرکے اُس کے اعمالِ خبیثہ پر اعتبار کرکے اُس کے کافر ہونے پر صاف صاف بلا تقیہ فتوے دے گئے۔

مگر با اینہمہ زبردستی اسی کا نام ہے کہ یزید کے بعض خیر خواہ ابھی تک ایسے بھی باقی ہیں۔ جو اپنے عقائد پر اصرار کئے چلے جاتے ہیں اور یزید سے فاسق و فاجر کے مقابلہ میں جناب امام حسین علیہ السلام سے معصوم عن الخطاء برگزیدۂ خدا کو بر سر خطا بتلاتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ھذہ العقائد۔

چنانچہ ابوبکر ابن العربی مالکی کا یہی گمان ہے۔ اور اُن کے اِس خیال کی

بنا دری خود قرار دادہ اصولِ خلافت کی تائید ہے اور کچھ نہیں۔ وہ لکھتے ہیں ان الحسین علیہ السلام قتل بسیف جدہ یعنی جناب امام حسین علیہ السلام اپنے نانا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار سے مارے گئے۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ شریعتِ اسلامی سے جو بغاوت کی سزا مقرر ہو چکی تھی۔ اسی کی تعمیل کی گئی۔ تو پھر اعتراض ہی کیا ہے استغفر اللہ ربی واتوب الیہ۔ ہم خود تو ایسے توہمات کا کوئی جواب نہ دیں گے۔ ان کی تردید وقطع وبرید میں سید آلوسی بغدادی نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ صرف اس کو ذیل میں قلمبند کر دیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ممدوح ابوبکر ابن العربی کی تردید میں ذیل کی عبارت تحریر کرتے ہیں۔

وابوبکر ابن العربی المالکی علیہ من اللہ تعالیٰ ما یستحق اعظم الفریۃ فزعم ان الحسین علیہ السلام قتل بسیف جدہ صلعم وله من الجهالة مع افقوات على ذلك كبرت كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا قال ابن جوزی فی کتاب سر المصون من الاعتقادات العامۃ التی غلبت علی جماعۃ منتسبین الی السنۃ ان یقولون ان یزیدا کان علی الصواب ان الحسین علیہ السلام اخطأ بالخروج علیہ ولو نظروا فی سیر یعلمو کیف عقدت له البیعۃ والزم الناس بها ولقد فعل فی ذلک کل قبیح ثم لو قدرنا صحۃ عقد البیعۃ فقد بدت منه بوادر کلها توجب فسخ العقد ولا یمیل الی ذلک الا کل جاهل عامی المذهب یظن انه یغیظ بذلک الرافضۃ۔

یعنی ابوبکر ابن عربی المالکی نے اس پر خدا کی طرف سے وہ نازل ہو جس کا وہ مستحق ہے سخت بہتان وافترا کیا ہے۔ جو اس نے یہ گمان کیا اور کہا کہ امام حسین علیہ السلام اپنے نانا کی تلوار سے قتل کیے گئے۔ (یعنی بغاوت کی تھی۔ اسلئے اُن کی گردن ماری گئی) اور بعض جہلا اس میں ابن عربی کے ہمخیال ہیں۔ لیکن یہ بڑی سخت بات ہے جو انکے منہ سے نکلی۔ وہ نرا جھوٹ کہتے ہیں۔ علامہ ابن جوزی اپنی کتاب سر المصون میں تحریر فرماتے ہیں ایک عام خیال واعتقاد (باطلہ) جو ایک فرقہ میں غالب ہو گیا ہے اور وہ فرقہ اس خیال کا

اہلسنت والجماعت کی طرف منسوب ہے۔ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یزید برسرِ حق تھا۔ اور جناب امام حسین علیہ السلام نے غلطی کی جو اُس پر خروج کیا۔ لیکن اگر کاش یہ لوگ تاریخ و سیر پر انصاف کی نظر ڈالتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ یزید کی بیعت کس طرح سے منعقد ہوئی۔ اور کن مجبوریوں سے لوگوں نے اس کی بیعت اختیار کی اور اسکی بیعت لوگوں سے زبردستی لی گئی۔ اور اس کی بیعت قبول کرانے میں کیسی کیسی ناسزا اور قبیح کارروائیاں کی گئیں۔ پھر اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے صحت عقد بیعت کو اس کی قبول بھی کر لیں تو یزید سے ایسی کھلی کھلی برائیاں سرزد ہوئیں۔ جن سے لوگوں پر اس کی بیعت کا فسخ کرنا واجب و ضروری ہو گیا۔ تو ایسی حالت میں جناب امام حسین علیہ السلام معاذ اللہ کیسے باغی ہو سکتے ہیں۔ پس قبیح خیال (بغاوت سیدنا جناب امام حسین علیہ السلام) کی طرف کوئی مائل نہیں ہو سکتا۔ سوائے اُس عامی المذہب جاہلوں کے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان باتوں سے رافضیوں اور شیعوں کو غیظ وغضب میں لاتے ہیں اور چڑاتے ہیں (دیکھو شہادتِ حسین علیہ السلام مطبوعہ لاہور صفحہ ۷۱)

ہمارے لائق ہمعصر نے جناب امام حسین علیہ السلام کی بغاوت کے جواب میں اپنی حق پسندی۔ عدالت اور بے تعصبی سے کام لیا ہے۔ اور ایسا دنداں شکن جواب دیا ہے کہ اب کسی شیعہ قلم کو اس کے جواب کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ ہمارے لائق ہمعصر تحریر فرماتے ہیں:۔

کہ سیدنا ومولانا امیر المؤمنین حضرت امام ہمام جناب امام حسین علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہرگز بغاوت نہیں کی آپ ہرگز باغی نہیں تھے۔ بلکہ مظلوم شہید ہوئے خوارج ونواصب اور بعضے چھپے ناصبی نعوذ باللہ من ذلک۔ آپ پر بغاوت کا الزام لگاتے ہیں۔ اور ان کے زعم باطل اور عقائد فاسدہ میں یہ ہے کہ یزید خلیفۂ وقت تھا اور خلیفۂ وقت سے مخالفت وسرکشی بغاوت ہے اسی بنا پر امام حسین علیہ السلام مظلوم باغی ہوئے لیکن یزید تو کسی طرح خلافت کا مستحق نہ تھا۔ اور نہ ہرگز ہرگز خلیفہ ہونیکے قابل تھا۔ اور نہ کسی طرح اُسکی خلافت ثابت ہوتی ہے۔

کیونکہ امیر المؤمنین سیّدنا امام حسن علیہ السلام نے امیر معاویہ کو خلافت سپرد کرتے ہوئے یہ شرط کردی تھی کہ تمہارے بعد خلافت پھر ہماری ہی طرف لوٹ آئیگی (دیکھو کتاب الاستیعاب ابنِ عبدالبر و کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابنِ قتیبہ) اور تمہیں کسی کو اپنا خلیفہ ولیعہد بنانے کا ہرگز حق نہوگا۔ لیکن ہمارے (صاحب کتاب شہادت کے) معظم ومکرم امیر معاویہ نے بالکل خلافِ معاہدہ یزید کو خلیفہ وولیعہد کیا جیسا کہ بالتفصیل اوپر بیان ہوچکا۔

اِس مبحث میں امام المتکلّمین مولانا حیدر علی لکھنوی کی تصارۃ العین اور ازالۃ الغین نہایت عمدہ کتاب ہے جس میں پُر زور دلائل سے شہادتِ امام حسین علیہ السلام ثابت کی گئی ہے اور یزید کا اہلسنّت والجماعت کے نزدیک کفر وفسق ولعن محقق مسئلہ بتایا گیا ہے۔

ناظرین! یہاں پر ہمیں اپنے مبحث سے کسی قدر الگ ہوکر یہ دریافت کرنا ہے کہ سیّد الشہداء۔ دل وجان مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سیّدنا جناب امام حسین علیہ السّلام تو باغی ٹھیرے۔ مگر نہیں معلوم کہ حضرت عبداللہ ابنِ زبیر جو خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیقِ اکبر کے نواسے اور سیّد المرسلین۔ سرورِ عالم رسولِ اکرم صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پھوپی زاد بھائی حضرت زبیر ابن العوام کے (جو جنگِ جمل میں امیر المؤمنین علی مرتضےٰ علیہ السّلام کے مدِّمقابل تھے) صاحبزادے اور جو اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کی گود میں پلے تھے وہ آپ کے نزدیک کیا ہیں؟ وہ بھی آپ کے نزدیک باغی وطاغی ہیں یا نہیں؟ کیونکہ وہ تو آپ کے امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ کے صاحبزادے یزید کے پورے حریف اور مدِّمقابل تھے۔ پھر انہیں آپ کیا فرمائینگے؟ بیّنوا توجروا (دیکھو شہادتِ حسین علیہ السّلام از صفحہ ۶۹ تا ۷۲)

نہایت افسوس اور بہت بڑی عبرت کا مقام ہے کہ اہلِ اسلام نے جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حدیثِ ثقلین کی کیا اچھی تعمیل فرمائی۔ اگر اسی اصولِ بغاوت پر غور کیا جائے تو یزید کے باپ کی حکومت کے قبل جو حکومت تھی۔ اُس کے ساتھ مقابلہ کرنے والوں اور اُس کے خلاف کوشش کرنے والوں کو کوئی جھوٹوں بھی باغی نہیں کہتا۔ اور نہ اُن پر کسی قسم کی بغاوت کا شبہ کرتا ہے سابھی ابھی ۳۶ ہجری سے ۴۰ ہجری تک خلافتِ علی علیہ السلام کے زمانہ میں چاروں طرف سے بغاوتوں کے کیسے کیسے طوفان اُٹھے اور عرب کے کیسے کیسے لڑاکا پہلوانوں کے مالِ دُنیا دی کے حصول پر اپنے دندانِ آز تیز کرکے بغاوت کے جھنڈے اُڑائے۔ اور مدینہ سے بصرہ تک اور شام سے کوفہ تک چڑھ دوڑے اور بڑی بڑی خونریزیاں واقع ہوئیں۔ طرفین سے ہزارہا مسلمانوں کا خون ہوگیا۔ مگر با ایں ہمہ اُن باغیوں کو کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ اور نہ جھوٹوں سچوں ان مفسداتِ باغیانہ کا ذکر کرتا ہے۔ مگر جناب امام حسین سبطِ رسول الثقلین سلام علیہ من ربّ المشرقین کے اس مبارک سفر کو جو ان ہی مسلمانوں کی استدعا پر اُن کی ہدایت اور تحفّظ عن الضّلالت کے خیال سے اختیار کیا گیا تھا۔ خروج بتلایا جاتا ہے۔ اور دشمن کے مظالم کے مقابلہ میں ان کی مدافعت کو بغاوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ابنِ عربی سے بڑھکر اسلام میں دوسرا احسان فراموش ہو نہیں سکتا۔ حیرت ہے کہ وہ اور بغاوتوں کی نسبت تو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ خطائے اجتہادی تھی۔ مگر جنابِ امام حسین علیہ السّلام کے لئے وہ اس حیلۂ شرعی کی آڑ رکھنے کے بھی روادار نہیں ہیں۔ اور کُھلم کُھلا آپ کی ذاتِ قدسی صفات پر بغاوت کا الزام لگاتے ہیں جس سے اُن کے عقائد کی حقیقت ثابت ہوتی ہے آج کسی مخالفِ اسلام نے ایسا اعتراض کیا ہوتا تو ہم کو کوئی شکایت نہوتی۔ مگر عبرت اور افسوس تو یہ ہے کہ ابنِ عربی جو اہلِ اسلام ہونے کے مدّعی اور ایک فرقہ کے عالم ہونے کا رتبہ رکھتے تھے وہ اپنے اِن خیالات کی بدولت ایک عاصی۔ فاسق۔ فاجر اور بدترینِ خلائق کی محبت و مروّت کی وجہ سے اہلبیتِ نبوی علیہم السّلام کے حقوق اور اُن کے محاسنِ ذاتی کی کوئی رعایت نہ کرسکے"۔ مصداقِ آنکہ ظهر الحق واكثرهم للحق كارهون۔ حق ظاہر ہی ہوگیا۔ اگرچہ اُس کے کراہت کرنیوالے بہت تھے۔

ابنِ عربی کے ان قیاسات وخیالات سے (باستثنائے چند خوارج) چاہے مسلمانوں کے عقائد میں کوئی فساد پیدا ہوا ہو۔ یا اُن کے ایسا کچھ لکھدینے سے کسی نے جنابِ امام حسین علیہ السّلام کو برسرِ خطا اور یزید کو برسرِ انتخاب سمجھ لیا ہو۔ نہیں۔ حاشا وکلا۔ ہرگز نہیں۔

آج تک تمام دنیا جناب امام حسین علیہ السلام کو امام حسین علیہ السلام اور یزید کو یزید پلید کہتی ہے اور کہتی رہے گی۔ مگر ابن عربی کو اپنے کئے کا صلہ مل گیا۔ جیسا کہ علامہ سید آلوسی بغدادی اُن کے حق میں لکھ چکے۔ وابو بکر ابن العربی المالکی علیہ من اللہ تعالیٰ ما یستحق اعظم الفریۃ۔ ابو بکر مالکی ابن عربی نے اُس پر خدا کی طرف سے وہ نازل ہو جس کا وہ مستحق ہے سخت بہتان و افترا کیا ہے۔ اُس زمانہ سے لیکر برابر اس زمانہ تک اُن کے ان اقوال کی ایک نہیں ہزاروں اہل اسلام دھجیاں اڑا چکے ہیں اور اڑاتے چلے جاتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

تمت بالخیر والعافیۃ

شکر نعمتہائے او چندانکہ نعمتہائے او

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین واخیہ ووصیہ امیر المؤمنین وذریاتہ المعصومین الی یوم الدین

کہ

امروز بتاریخ بست و ہفتم ماہ شوال المعظم روز چہار شنبہ ۱۳۲۵ ہجری کتاب ذبح عظیم مشتمل بر احوال جناب خامس آل عبا روحی وارواح العالمین لہ الفدا کہ از عرصہ دہ ماہ زیر تحریر ایں حقیر سراپا تقصیر بود با تمام رسید الٰہی توفیقات ایں اقل الخلیقہ بل لاشئ فی الحقیقۃ را وسیع گردانیدہ ایں رسالہ مختصر را خلعت قبولیت بپوشاں وایں ہیچمرز را فائز المرام وشادکام بگرداں بحق محمد وآلہ الامجاد۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ الطیبین الطاہرین۔

الحمد للہ

کتاب مستطاب ذبح عظیم در بیان حالات سوانح سید الشہدا جناب امام حسین علیہ السلام خادمان ملک وملت کار پردازان مقبول پریس دہلی کے اہتمام سے چوتھی دفعہ چھپ کر ہدیۂ ناظرین کی جا رہی ہے۔

ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

یکم محرم ۱۳۴۹ھ

فہرست مضامین کتاب ذبح عظیم

زائچہ تقدیر

جناب دانیال علیہ السلام کی کتاب "مفاتیح الغیب" کا خلاصہ۔ انسان کے مختلف اگلے پچھلے حالات بتانے میں کوئی کتاب اس سے بڑھکر آج تک نہیں دیکھی گئی۔ اس کا وجود دنیا کی مختلف زبانوں میں سلاطین دنیا کے بڑے بڑے کتب خانوں میں موجود ہے۔ اس کا ترجمہ انگریزی و عربی سے عام فہم اردو زبان میں اس غرض سے کر دیا گیا ہے کہ عوام الناس معمولی نجوم و رمل کی کتب کے مطالعہ سے جس معصیت میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اس کے وبال سے محفوظ رہیں کیونکہ اس کتاب کی نسبت ایک نبی سے ہے۔ قیمت سوا روپیہ (۱۴ر)

مختصر فہرست کتب

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
قرآن مجید غیر مجلد	عـــہ ۵ر	رسالہ ذہبیہ مجلد	۴ر	شرح کنز مکتوم	۱۲ر
" مجلد	۱۳ـــہ	**ادعیہ مقبول**		الآیات	۱۲ر
ضمیمہ مکمل مع انڈکس غیر مجلد	سے ر	حدیث کسا	۲ر	شربۃ خاموشی	۱۲ر
حمائل شریف درجہ اول مجلد	۸ر	دعائے مشلول	۲ر	گل عباسی	۱۲ر
" " سوم	للعہ ر	دعائے کمیل	۲ر	عطر ایمان	۵ر
کتب مصائب		اوراد مقبول	۲ر	آئینہ حق نما	۲ر
تذکرۃ الطاہرین نمبر ۳ تا ۵	۴ر	عمل ام داؤد	۲ر	پاکیزہ خیال	۲ر
ینابیع المصائب حصہ اول	۱۲ر	دعائے سباسب	۲ر	صراط مستقیم	۲ر
ینابیع المصائب حصہ دوم وسوم	عہ ر	اسم اعظم	۲ر	بحث مدار	۲ر
رسائل مقبول		اعمال عاشورا	۲ر	راہ نجات	۲ر
رسول کی نماز	۲ر	اعمال رمضان	۲ر	**کتب متفرق**	
نماز زاد خدا	۲ر	ادعیہ مقبول مجلد ۹ دعائیں	۴ر	مقدمہ جونپور	۸ر
اہلبیت	۲ر	**کتب مناظرہ**		غم پنجتن	۴ر
مقبول پرائمر حصہ اول	۳ر	قول دشمن	۱۲ر	تجویز جوڈیشلی	۳ر
رسالہ ذہبیہ غیر مجلد	۳ر	جام جہاں نما	۱۲ر	معجزہ جناب امام جعفر صادق	۰ر

نیازمند:- منیجر مقبول پریس موری دروازہ دہلی